سُبُلُ الہُدیٰ والرشاد

فی

سیرتِ خیرُ العباد (اردو)

پنجم - ششم

5 - 6



وما ارسلنک الا رحمة للعلمین



تصنیف:
حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور

ابو محمد زین العابدین

کتب ذخیرہ
مولانا زین العابدین المدنی شاہ صاحب

سُبُلُ الہُدیٰ والرشاد
فِی سیرۃ خیر العباد

(اُردو)



تصنیف:

حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ ، لاہور

Voice:042-37248657 Fax:042-37112954

Mobile: 0300-9467047 - 0321-9467047 - 0300-4505466

Email : zaviapublishers@gmail.com

سُبُلُ الهُدیٰ والرَّشاد (اردو ترجمہ)

فی سیرۃ خیر العباد ﷺ

جلد پنجم، ششم

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

زاویہ پبلشرز
8-C دربار مارکیٹ - لاہور
Ph 042-37248657- 37300642
Email:zaviapublishers@gmail.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2014ء

باراول.......................1100

ہدیہ.........................1050

زیرِ اہتمام............... نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

زاویہ پبلشرز

شوروم

ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37248657 042-37300642

Email: zaviapublishers@gmail.com

مکتبہ غوثیہ، ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
مکتبہ حسان، فیضانِ مدینہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی	0331-2476512
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بھاول پور	0301-7728754
نورانی ورائٹی ھاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی ہر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
اقرا بک سیلرز، فیصل آباد	041-2626250
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467

فہرست (جلد پنجم)

❁❁❁❁

فہرست (جلد ششم)

سرایا اور مہمات

وفود کی بارگاہ رسالت مآب میں آمد

❁❁❁❁

(اردو ترجمہ)

سُبل الھُدیٰ والرَّشاد

فی سیرۃ خیر العباد

جلد پنجم

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

بیسواں باب

غزوۂ بنو قریظہ

غزوۂ خندق میں یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ بنو قریظہ نے قریش کی مدد کی تھی۔ انہوں نے جنگ میں حضورِ اکرم ﷺ کے خلاف مدد کی تھی۔ انہوں نے وہ عہد اور معاہدے توڑ دیئے تھے جو ان کے اور حضور اکرم ﷺ کے مابین تھے۔ لیکن انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کا غضب حاصل کیا۔ ان کا یہ سودا دنیا اور آخرت میں نقصان کا سودا تھا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَرَدَّ اللهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝۲۵ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝۲۶ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَكَانَ اللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝۲۷ (الاحزاب: ۲۵ تا ۲۷)

ترجمہ: "اور (ناکام) لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے کفار کو درانحالیکہ اپنے غصہ میں (پیچ و تاب کھا رہے) تھے (اس لشکر کشی سے) انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا اور بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جنگ سے اور اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور ہر چیز پر غالب ہے اہلِ کتاب سے جن لوگوں نے کفار کی امداد کی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ان قلعوں سے اتار لیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے کو قیدی بنا رہے ہو اور اس نے وارث بنا دیا تمہیں ان کی زمینوں، ان کے شہروں اور ان کے اموال و متاع کا اور وہ ملک بھی تمہیں دے دیئے جہاں تمہارے قدم ابھی نہیں پہنچے اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔"

محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ جب مشرکین غزوۂ خندق سے واپس چلے گئے تو بنو قریظہ بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "محمد عربی ﷺ ہماری طرف پیش قدمی کریں گے۔" حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ

جہاد کرنے کا حکم نہ دیا حتیٰ کہ حضرت جبرائیل امین آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم لے کر آئے۔"

امام احمد، امام مسلم، امام بخاری، امام بیہقی، ابونعیم، ابن عائذ، ابن سعد، ابن جریر اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ غزوۂ خندق سے واپس تشریف لائے اس محاصرہ نے مسلمانوں کو تکلیف میں مبتلاء کر دیا تھا۔ وہ تھک کر واپس آئے۔ انہوں نے ہتھیار اتار دیے۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی ہتھیار اتار دیے۔ آپ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مقدسہ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے پانی منگوایا اور سر اقدس سے دھونے لگے۔ آپ نے دھونی لینے کے لیے انگیٹھی منگوائی۔ ابن عقبہ کے مطابق سر اقدس کی ایک طرف کنگھی کر لی تھی۔ نمازِ ظہر بھی ادا کر لی تھی۔ ام المؤمنین نے فرمایا: "ہم حجرۂ مقدسہ میں تھے کہ ایک شخص نے ہمیں سلام کیا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے: "وہ جنازہ گاہ کے پاس کھڑے ہوئے اور بآوازِ بلند کہا: "ان کے ساتھ جنگ کریں جنہوں نے آپ کو دھوکا دیا ہے۔" حضور اکرم ﷺ جلدی سے اٹھے۔ آپ اس آواز کی طرف تشریف لے گئے۔ میں نے دروازہ کی اوٹ میں سے آپ کو دیکھا۔ میں نے دحیہ الکلبی کو دیکھا۔ وہ اپنے چہرے سے گرد و غبار جھاڑ رہے تھے، انہوں نے عمامہ باندھ رکھا تھا۔ (ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ انہوں نے عمامہ کے کپڑے سے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا)۔

ابونعیم نے لکھا ہے کہ وہ عمامہ استبرق کا تھا۔ انہوں نے عمامہ اپنے کندھوں کے درمیان سے لٹکا رکھا تھا۔ وہ سیاہی مائل خچر پر سوار تھے۔ ایک روایت میں گھوڑے کا تذکرہ ہے۔ اس پر ریشم کا کپڑا اڈالا گیا تھا۔

ماجشون نے لکھا ہے کہ وہ کپڑا سرخ تھا۔ ان پر گرد و غبار کے اثرات تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے سر پہ گرد و غبار کا اثر تھا۔ ان کا سامانِ حرب ابھی تک ان کے اوپر ہی تھا۔) حضور اکرم ﷺ سواری کی گردن کے بالوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے کتنی جلدی، ہیارا تار دیے ہیں۔ اپنے دھوکہ بازوں کے ساتھ جنگ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر کرے۔ آپ نے ہم سے پہلے ہتھیار اتار دیے ہیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔" انہوں نے عرض کی: "جب سے آپ دشمن سے نبرد آزما ہوئے ہیں اس وقت سے لے کر ابھی تک فرشتوں نے ہتھیار نہیں اتارے۔ ہم ابھی مشرک قوم کے تعاقب سے واپس آئے ہیں۔ ہم نے انہیں حمراء الاسد تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بنو قریظہ کے ساتھ قتال کریں۔ میں اپنے ہمراہ ملائکہ کو لے کر ان کی طرف جا رہا ہوں تا کہ ان کے قلعوں پر لرزہ طاری کر دوں۔ آپ صحابہ کرام کو لے کر آجائیں۔"

حمید بن ہلال نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: "میرے صحابہ تھکے ہوئے ہیں۔ آپ کچھ دن انہیں مہلت دیں۔" حضرت جبرائیل نے کہا: "آپ ان کی طرف تشریف لے چلیں۔ بخدا! میں انہیں اس طرح توڑنے لگا ہوں جس طرح کوہ صفا

پراگندہ کر توڑا جاتا ہے۔"

حضرت جبرائیل چلے گئے ملائکہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ان کی وجہ سے بنوغنم کی گلیوں میں گرد وغبار اڑا۔حضرت انس نے فرمایا:"گویا کہ میں اب بھی بنوغنم کی گلیوں میں پھیلنے والا گرد وغبار دیکھ رہا ہوں۔جب فرشتے بنوقریظہ کی طرف جا رہے تھے۔"

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"آپ واپس تشریف لائے۔"میں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!وہ شخص کون تھا جس کے ساتھ آپ کلام فرما رہے تھے؟"آپ نے فرمایا:"کیا تم نے انہیں دیکھا ہے؟"میں نے عرض کی:"ہاں!"آپ نے مجھے پوچھا:"تم نے اسے کس کے مشابہ پایا ہے؟"میں نے عرض کی:"حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کے۔"آپ نے فرمایا:وہ حضرت جبرائیل تھے جو مجھے بنوقریظہ کی طرف جانے کے لیے کہہ رہے تھے۔"

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ اس روز آپ نے منادی بھیجا جو یہ اعلان کر رہا تھا:"اے رب تعالیٰ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ۔"آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کریں۔"جو اطاعت گزار سن رہا ہو وہ نمازِ عصر بنوقریظہ کے پاس پڑھے۔"حضرت کعب بن مالک نے فرمایا کہ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا:"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم نمازِ عصر بنوقریظہ کے پاس پڑھو۔"بعض نے نمازِ ظہر اور بعض نے نمازِ عصر کا تذکرہ کیا ہے۔

بعض صحابہ کرام نے نماز پڑھ لی اور بعض نے کہا:"ہم نماز بنوقریظہ کے پاس ہی جا کر پڑھیں گے۔ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے تابع ہیں۔ہمیں گناہ نہ ہوگا۔"انہوں نے نمازِ عصر بنوقریظہ کے پاس جا کر پڑھی۔اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔بعض صحابہ کرام نے کہا:"بلکہ نماز پڑھ لیتے ہیں۔آپ کا ارادہ یہ تو نہیں کہ ہم نماز چھوڑ دیں۔انہوں نے نماز پڑھ لی۔"ان دو گروہوں کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کیا گیا۔آپ نے کسی کو بھی کچھ نہ کہا۔آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔جھنڈا انہیں عطا کیا۔جھنڈا ابھی تک اسی حالت پر تھا۔اسے کھولا نہیں گیا تھا۔صحابہ کرام جلدی جلدی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

آپ کی بنوقریظہ کی طرف روانگی

آپ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ذوالقعدہ کے سات دن باقی تھے۔آپ بنوقریظہ کی طرف تشریف لے گئے۔آپ نے ہتھیار پہنے خود اور زرہ پہنی،ہاتھ مبارک میں نیزہ تھاما،ڈھال لٹکائی،اپنے گھوڑے لحیف پر سوار ہو گئے۔صحابہ کرام پروانوں کی طرح آپ کے ارد گرد تھے۔انہوں نے بھی ہتھیار سجا رکھے تھے۔

گھوڑوں پر سوار تھے، مسلمانوں کے پاس چھتیس گھوڑے تھے۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ چلے۔ گھڑ سوار اور پیادہ صحابہ کرام آپ کے ارد گرد تھے۔ صحابہ کرام تین ہزار افراد پر مشتمل تھے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے امام الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب آپ بنو قریظہ کی طرف تشریف لے گئے تو آپ گدھے پر سوار تھے۔ اس گدھے کا نام یعفور تھا۔ صحابہ کرام آپ کے ارد گرد تھے۔

امام حاکم، امام بیہقی، ابو نعیم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بنو نجار کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے۔ آپ الصورین کے مقام سے ان کے پاس سے گزرے۔ ان میں حضرت حارثہ بن نعمان بھی تھے۔ آپ نے پوچھا: "کیا ابھی تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں! ابھی ابھی حضرت دحیہ کلبی ہمارے پاس سے گزرے ہیں۔ وہ خچر پر سوار تھے۔ انہوں نے اس پر استبرق کا کپڑا بچھا رکھا تھا۔ انہوں نے ہمیں ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا۔ ہم نے ہتھیار لیے اور صفیں باندھ لیں۔ انہوں نے ہمیں کہا: "یہ رسول معظم ﷺ ہیں جو ابھی ابھی تمہارے پاس جلوہ افروز ہو رہے ہیں۔" حضرت حارثہ فرماتے ہیں: "ہم نے دو صفیں بنا رکھی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ حضرت جبرائیل تھے جو بنو قریظہ کی طرف گئے ہیں تاکہ ان کے قلعوں پر زلزلہ طاری کریں اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کے ہمراہ پہلے ہی بنو قریظہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ ان میں حضرت قتادہ بھی تھے۔ انہی سے روایت ہے: "ہم بنو قریظہ کے پاس پہنچے جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو انہیں جنگ کا یقین ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعے کے نیچے جھنڈا گاڑ دیا۔ انہوں نے اپنے قلعوں میں داخل ہو کر ہمارا استقبال کیا۔ وہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ ہم خاموش رہے۔ ہم نے کہا: "اب ہمارے اور تمہارے مابین تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔"

آپ بنو قریظہ کے ہاں جلوہ افروز ہوئے۔ بنو قریظہ کے پہاڑ کے دامن میں بئر انا پر ان کے قلعہ کے قریب نزول اجلال فرمایا۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کی زیارت کی تو وہ آپ کی طرف آ گئے۔ انہوں نے مجھے جھنڈا تھامنے کے لیے کہا۔ میں نے علم اسلام پکڑا۔ انہوں نے ناپسند کیا کہ حضور اکرم ﷺ بنو قریظہ کے نازیبا کلمات سنیں۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ﷺ خبیثوں کے قریب نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی طرف سے یہود کو کافی ہو جائے گا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم مجھے واپس جانے کے لیے کیوں کہہ رہے ہو؟" انہوں نے ان کی نازیبا باتیں چھپائیں۔ آپ نے کہا: "میرا گمان ہے کہ تم نے ان سے ایسی باتیں سنیں جنہوں نے تمہیں تکلیف دی۔" حضرت علی المرتضیٰ نے کہا: "ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔" آپ نے فرمایا: "جب وہ مجھے دیکھ لیں گے تو پھر میرے بارے کچھ نہیں کہیں گے۔"

آقائے دو عالم ﷺ ان کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت اسید بن حضیر آپ کے آگے آگے تھے۔ انہوں نے کہا:

"اے اللہ تعالیٰ کے دشمنو! ہم تمہارا محاصرہ نہ توڑیں گے حتیٰ کہ تم بھوکے مر جاؤ۔ تم سوراخ میں لومڑی کی طرح ہو۔" انہوں نے کہا: "ابن حضیر! ہم خزرج کو چھوڑ کر تمہارے موالی بنے۔" انہوں نے بزدلی کا اظہار کیا۔ حضرت اسید بن حضیر نے فرمایا: "میرے اور تمہارے مابین نہ تو عہد ہے نہ رشتہ داری ہے۔" حضور اکرم ﷺ قریب تشریف لائے۔ ہم نے آپ کا دفاع کیا۔ آپ نے بلند آواز سے ان کے چند سرداروں کے نام لیے۔ پھر انہیں سناتے ہوئے فرمایا: "اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو! اے شیطان کے پجاریو! کیا رب تعالیٰ نے تمہیں رسواء نہیں کیا۔ کیا اس نے تم پر اپنا عذاب نہیں اتارا۔ تم مجھے برا بھلا کہتے ہو۔" وہ قسمیں کھانے لگے کہ انہوں نے برا بھلا نہیں کہا۔ انہوں نے کہا: "ابوالقاسم! آپ جاہل نہیں ہیں۔"

وقتِ عشاء تک سارے صحابہ کرام آپ کے پاس حاضر ہو گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے لیے کھجوروں کے اونٹ بھیجے۔ یہی ان کا کھانا تھا۔ اس روز سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: "کھجور بہت عمدہ کھانا ہے۔"

بنو قریظہ کا محاصرہ

سحری کے وقت آپ آگے بڑھے۔ تیر انداز دستے کو آگے رکھا۔ صحابہ کرام کو جہاد کے لیے تیار کیا۔ انہوں نے یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے انہیں تیر اور پتھر مارے۔ وہ بھی جواباً تیر اور پتھر برساتے رہے حتیٰ کہ رات ہو گئی۔ مسلمانوں نے قلعوں کے ارد گرد ہی رات بسر کی۔ مسلمان باری باری ان پر حملہ کرتے رہے۔ حضور اکرم ﷺ لگاتار ان پر تیر برساتے رہے حتیٰ کہ انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی چھوڑ دی۔ انہوں نے کہا: "ہمیں چھوڑ دو ہم بات چیت کے لیے تیار ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے۔" انہوں نے نباش بن قیس کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ انہیں انہی شرائط پر جلاوطن ہونے کی اجازت دیں جن پر بنونضیر جلاوطن ہوئے تھے۔ آپ اموال اور اسلحہ لے لیں اور ہمارے خون معاف کر دیں۔ ہم عورتوں اور بچوں کو لے کر آپ کے شہر سے نکل جائیں گے۔ ہم صرف اتنا ہی مال لے کر جائیں گے جتنا ایک اونٹ اٹھا سکے گا سوائے اسلحہ کے۔" آپ نے انکار کر دیا۔

اس نے عرض کی: "آپ ہمارا خون بخش دیں، ہمیں خواتین اور بچے عنایت کر دیں ہمیں اموال کی ضرورت نہیں۔" آپ نے انکار فرما دیا الا یہ کہ وہ آپ کا فیصلہ ہی قبول کریں۔" نباش یہودیوں کی طرف چلا گیا۔

کعب بن اسد کا اعترافِ صداقت

جب نباش اپنی قوم کے پاس گیا انہیں سارے حالات بتائے تو کعب بن اسد نے کہا: "اے گروہِ یہود! جس

مصیبت کا تمہیں سامنا کرنا پڑا ہے تم اس سے خوب آگاہ ہو۔ میں تمہیں تین باتیں پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے جو چاہو پسند کر لو۔' انہوں نے کہا: 'وہ کیا ہیں۔'

کعب: 'ہم اس ہستی پاک کی اتباع کر لیتے ہیں ہم اس کی تصدیق کر لیتے ہیں۔ بخدا! تمہارے لیے یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ آپ نبی مرسل ہیں۔ آپ وہی ذات بابرکات ہیں جن کا ذکر ہماری کتاب میں ہے اس طرح تم اپنے خون، اموال اور خواتین کو محفوظ کر لو گے۔ بخدا! تم جانتے ہو کہ محمد عربی ﷺ نبی برحق ہیں۔ ہم ملت اسلامیہ صرف اس لیے داخل نہیں ہو رہے کہ ہم عرب سے حسد کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق بنو اسرائیل کے ساتھ نہیں ہے۔ لیکن رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا نبی منتخب کر لیتا ہے۔ میں تو اس عہد اور معاہدہ کو توڑنے کے خلاف تھا۔ لیکن ساری مصیبت اور نحوست اس شخص (حیی بن احطب) کی وجہ سے آئی ہے۔' (حیی بھی ان کے ساتھ ان کے قلعہ میں داخل ہو گیا تھا۔ جب قریش اور بنو غطفان چلے گئے تھے۔ کیونکہ اس نے کعب کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا) کیا تمہیں وہ باتیں یاد ہیں جو ابن جواس اس وقت کرتا تھا جب وہ تمہارے پاس آتا تھا۔ اس نے کہا تھا: 'میں نے شراب اور خمیر چھوڑا۔ میں نے گوشت ترک کیا۔ میں پانی، کھجور اور جو کی سرزمین میں کس لیے آیا ہوں؟' یہودی: کیوں؟ ابن جواس: اس شہر سے ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوگا۔ اگر میری زندگی میں ان کا ظہور ہوا تو میں ان کی اتباع کروں گا۔ ان کی نصرت کروں گا۔ اگر ان کا ظہور میرے بعد ہوا تو تم محتاط رہنا کہ کوئی تمہیں ان کے بارے دھوکہ میں مبتلاء نہ کر دے۔ ان کے انصار اور دوست بن جانا۔ میں دونوں کتابوں پر ایمان لے آیا ہوں۔ ان میں سے ایک اول اور دوسری آخر ہے۔ آپ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا۔ آپ سے عرض کرنا کہ میں نے آپ کی تصدیق کر دی ہے۔'

کعب: آؤ! ہم ان کی اتباع کر لیتے ہیں ان کی تصدیق کرتے ہیں۔' یہودی: 'ہم کبھی بھی تورات کے حکم سے جدا نہ ہوں گے ہم اس کا بدل نہیں چاہیں گے۔' کعب: اگر تمہارا انکار ہی ہے تو پھر آؤ ہم اپنی خواتین اور بچوں کو تہ تیغ کر دیں۔ پھر تلواریں سونت کر آپ پر اور آپ کے صحابہ پر ٹوٹ پڑیں۔ ہمارا پیچھے کوئی بوجھ نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد عربی ﷺ کے مابین فیصلہ کر دے۔ اگر ہم مارے گئے تو ہم ہی ہلاک ہوں گے۔ ہمارے پیچھے پوری نسل نہ ہوگی جس کے بارے میں ہمیں خدشہ ہو۔ اگر ہمیں غلبہ نصیب ہوا تو میری حیاتی کی قسم! عورتیں اور بچے اور مل جائیں گے۔'

یہودی: کیا ہم ان مساکین کو تہ تیغ کر دیں۔ ان کے بعد زندگی میں کیا لذت رہے گی؟

کعب: اگر اس تجویز کا بھی انکار کرتے ہو تو پھر آج ہفتہ کی رات ہے۔ محمد عربی ﷺ اور صحابہ کرام اس رات ہم سے امن میں ہوں گے پھر نیچے اترو۔ شاید ہم محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو دھوکہ دے سکیں۔'

یہودی: 'ہم اپنا ہفتہ خراب کر دیں۔ اس میں ایسے واقعہ کا ظہور کریں جس کا ظہور ہماری ملت میں سے پہلے کسی نے

نہیں کیا۔ جنہوں نے اس روز حادثہ رونما کیا تھا وہ مسخ ہو گئے تھے جیسے کہ تم جانتے ہو۔"

کعب: "تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت سے محتاط نہیں ہے جب سے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔"

ثعلبہ، اسید پسران سعید، اسد بن عبید نے کہا: "یہ بنو ہذیل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا تعلق بنو قریظہ کے ساتھ نہیں تھا نہ ہی ان کا تعلق بنو نضیر سے تھا۔ وہ قوم کے چچازاد تھے۔ انہوں نے کہا: "اے بنو قریظہ! بخدا! تم جانتے ہو کہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ ان کے اوصاف ہمارے ہاں مرقوم ہیں۔ ہمارے اور بنو نضیر کے علماء ان کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتے رہے ہیں۔ حیی بن اخطب جبیر بن ھیبان کا قریبی ہے۔ وہ ہم سب میں سے سچا تھا۔ اس نے اپنی موت کے وقت حضور ﷺ کے بارے ہمیں بتایا تھا۔"

یہودی: "ہم تورات سے جدا نہیں ہوں گے۔"

جب ان بلند اقبال افراد نے یہودیوں کا انکار دیکھا تو صبح بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اپنی جانیں، اہل اور اموال بچا لیے۔

عمرو بن سعدیٰ نے کہا: "اے گروہِ یہود! تم نے محمد عربی ﷺ کے ساتھ معاہدہ کیا جو کیا تھا۔ تم نے وہ عہد توڑ دیا جو تمہارے اور ان کے مابین تھا۔ میں نے نہ تو اس معاہدہ میں شرکت کی تھی۔ نہ ہی تمہارے فریب میں شامل ہوا تھا۔ اگر ان کے ہمراہ ہی داخل ہونا چاہتے ہو تو پھر یہودیت پر ثابت قدم رہو۔ جزیہ دے دو۔ بخدا! میں نہیں جانتا کہ وہ جزیہ قبول کریں گے یا نہیں۔"

یہودی: "ہم اہلِ عرب کے لیے اپنی گردنوں کا خراج مقرر نہیں کرتے اس سے تو قتل بہتر ہے۔" عمرو نے کہا: "میں تم سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔" وہ اسی رات سعید کے دونوں بیٹوں کے ساتھ نکلا۔ حضور ﷺ کے نگرانوں کے پاس سے گزرے۔ محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ ان کے امیر تھے۔ انہوں نے پوچھا: "کون ہو؟" عمرو: "عمرو بن سعدیٰ۔" محمد بن مسلمہ نے کہا: "گزر جاؤ۔ مولا! مجھے کریم لوگوں کی غلطیاں معاف کرنے سے محروم نہ رکھ۔" وہ اس کے رستے سے ہٹ گئے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی مسجد میں آیا وہیں رات بسر کی۔ وقتِ صبح کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گیا ہے۔ بارگاہِ رسالت مآب میں اس کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "وہ ایسا شخص ہے جسے رب تعالیٰ نے اس کی وفاء کے عوض نجات عطا کر دی ہے۔"

حضرت ابولبابہ کی توبہ

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کا شدید محاصرہ کیا۔ جب ان پر یہ محاصرہ شدت اختیار کر گیا تو ہفتہ

کی رات انہوں نے آپ کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیں۔ہم اپنے بارے ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔" آپ نے انہیں ان کی طرف بھیج دیا۔انہیں دیکھ کر یہودی مرد ان کی طرف آنے لگے۔عورتیں اور بچے روتے ہوئے ان کی طرف آنے لگے۔انہوں نے ان کے لیے رقت محسوس کی۔

کعب نے کہا:"ابولبابہ! ہم نے دوسروں کو چھوڑ کر تمہیں ترجیح دی ہے۔محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصرار یہی ہے کہ ہم ان کا فیصلہ ہی قبول کریں۔تمہاری کیا رائے ہے کیا ہم ان کا فیصلہ قبول کر لیں۔" انہوں نے کہا:"ہاں! پھر اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی تمہیں ذبح کر دیا جائے گا۔" حضرت ابولبابہ فرماتے ہیں:"میرے قدم اپنی جگہ سے ہٹے نہیں تھے کہ میں سمجھ گیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کی ہے۔" میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔میں نیچے اتر آیا۔میری داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔لوگ منتظر تھے کہ میں ان کے پاس واپس آؤں گا۔لیکن میں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور قلعہ کے پیچھے سے ہو کر مسجد نبوی میں آگیا۔میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔میں نے خود کو ستون کے ساتھ باندھ دیا۔(اس ستون کو اب اسطوانۃ التوبۃ کہا جاتا ہے) میں نے کہا:"میں اسی جگہ ہی رہوں گا حتیٰ کہ میں مر جاؤں یا رب تعالیٰ میری یہ لغزش معاف کر دے۔میں نے رب تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں بنو قریظہ کی زمین میں کبھی نہیں جاؤں گا۔میں اس بستی میں نہیں جاؤں گا۔جس میں میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میری اس لغزش اور میرے چلے جانے کی خبر ہو گئی۔آپ نے فرمایا:"اسے چھوڑ دو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے جو چاہے فیصلہ کر دے۔اگر وہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لیے مغفرت طلب کرتا وہ میرے پاس نہیں آیا وہ چلا گیا ہے تو اسے چھوڑ دو۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۲۷

(الانفال:۲۷)

ترجمہ: "اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔"

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"میں ایک عظیم امر میں مبتلاء ہو گیا تھا۔بلا کی گرمی تھی۔کئی راتوں تک میں نے کچھ کھایا نہ پیا۔میں نے کہا:"میں اسی طرح رہوں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے جدا ہو جاؤں یا رب تعالیٰ میری توبہ قبول کر لے۔"

میں نے اس خواب کا تذکرہ کیا جسے میں نے حالتِ نیند میں دیکھا تھا۔جبکہ ہم بنو قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔میں نے دیکھا کہ گویا کہ میں سیاہ بدبودار مٹی میں ہوں۔میں اس سے نہیں نکل رہا۔حتیٰ کہ قریب تھا کہ میں اس کی بدبو سے مر

جاتا۔ پھر میں نے ایک رواں نہر دیکھی۔ میں نے خود کو دیکھا کہ میں اس میں غسل کر رہا ہوں۔ حتیٰ کہ میں صاف ہو گیا۔ میں نے عمدہ خوشبو پائی۔ میں نے اس کی تعبیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھی۔ انہوں نے کہا: "تم کسی ایسے امر میں مبتلا ہو گے جو تمہیں غمزدہ کر دے گا۔ پھر تمہیں اس سے نجات مل جائے گی۔ مجھے خود کو بندھے ہوئے دیکھ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وہ بات یاد آ رہی تھی۔ مجھے امید تھی کہ رب تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے گا۔ میری حالت یہ ہوگئی تھی کہ مشقت کی وجہ سے میں آواز بھی نہیں سن سکتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف دیکھتے رہتے تھے۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے: "وہ چھ راتوں تک بندھے رہے۔ نماز کے وقت ان کی زوجہ آتیں انہیں کھولتیں وہ وضوء کرتے، نماز پڑھتے پھر خود کو باندھ لیتے۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ گمان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے تقریباً بیس راتوں تک خود کو باندھ رکھا۔ یہ قول درست معلوم ہوتا ہے۔ ابن اسحاق نے پچیس راتوں کا قول کیا ہے۔ جبکہ ابوعمر نے لکھا ہے: حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا ابولبابہ نے خود کو موٹی زنجیروں سے باندھ رکھا تھا۔ انہوں نے خود کو دس اور کچھ راتوں تک باندھے رکھا۔ حتیٰ کہ قریب تھا کہ ان کی سماعت چلی جاتی۔ بصارت ختم ہو جاتی۔ جب نماز کا وقت آتا تو ان کی نورِ نظر آتیں۔ انہیں کھولتیں۔ جب انہیں قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی تو وہ کھول دیتیں جب فارغ ہو جاتے تو وہ انہیں باندھ دیتیں۔ کبھی ان کی زوجہ محترمہ اور کبھی نورِ نظر انہیں کھولنے کے لیے آتیں۔ رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ (التوبہ:۱۰۲)

ترجمہ: "اور کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا انہوں نے ملا دیئے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے مجھے یزید بن عبداللہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت ابولبابہ کی توبہ کے بارے آیت طیبہ سحری کے وقت نازل ہوئی۔ آپ اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں جلوہ افروز تھے۔ حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے سحری کے وقت آپ کو مسکراتے ہوئے سنا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کیوں تبسم ریز ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو مسکراتے رکھے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ کی توبہ قبول کر لی ہے۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں انہیں یہ بشارت نہ دوں۔" آپ نے فرمایا: "ضرور اگر تم پسند کرو۔" وہ اپنے حجرۂ مقدسہ کے دروازے پر کھڑی ہوئیں۔ یہ پردہ کے احکام کے نزول سے پہلے کا واقعہ

ہے۔انہوں نے فرمایا:"ابولبابہ!یہ تمہیں بشارت ہو۔رب تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے۔"صحابہ کرام ان کی طرف گئے تاکہ انہیں کھولیں۔انہوں نے کہا:"نہیں!حتیٰ کہ مجھے حضور اکرم ﷺ اپنے دستِ اقدس سے کھولیں۔"جب آپ نماز صبح کے لیے تشریف لائے تو آپ نے انہیں کھولا۔"

امام بیہقی نے حضرت علی بن زید سے انہوں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "لختِ جگرِ مصطفیٰ ﷺ،خاتونِ جنت،سیدۃ نساء العالمین رضی اللہ عنہا انہیں کھولنے کے لیے آئیں۔"انہوں نے عرض کی:"میں نے قسم اٹھارکھی ہے کہ مجھے صرف حضور اکرم ﷺ ہی کھولیں گے۔"حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں۔" حضرت ابولبابہ نے عرض کی:"یارسول اللہ ﷺ!میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم میں سے وہ گھر چھوڑ دیتا ہوں جس میں مجھ سے گناہ کا صدور ہوا۔میں اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے رستہ میں صدقہ کرتا ہوں۔"آپ نے فرمایا: "ابولبابہ!تمہارے لیے ثلث ہی کافی ہے۔"

حضرت سعد کا فیصلہ

جب محاصرہ شدت اختیار کر گیا۔بنو قریظہ حضور اکرم ﷺ کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا قیدیوں کے کندھے باندھ دیئے گئے۔حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان پر نگران مقرر کیا گیا۔انہیں ایک کونے میں جمع کر دیا گیا۔قلعوں سے عورتوں اور بچوں کو نکال لیا گیا۔ان پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا گیا ان کا سامان اور جو کچھ ان کے قلعوں میں پایا گیا۔مثلاً اسلحہ،سامان اور کپڑے انہیں جمع کیا گیا۔اس سامان میں پندرہ سو تلواریں،تین سو زرہیں،دو ہزار نیزے،پندرہ سو ڈھالیں اور بہت سا سامان پایا گیا۔بہت سے برتن،شراب کے مٹکے پائے گئے۔ساری شراب انڈیل دی گئی۔اسی طرح بہت سے اونٹ اور دیگر جانور بھی پائے گئے۔

حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہو گئے۔اوس بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!خزرج کو چھوڑ کر یہ یہودی ہمارے حلیف تھے۔آپ کو علم ہے کہ آپ نے کل بنو قینقاع کے یہودیوں کے ساتھ کیا کیا تھا۔جو ابن ابی کے حلیف تھے۔آپ نے تین سو بغیر زرہ کے اور چار سو زرہ پوش اسے عنایت کر دیے تھے۔ ہمارے حلفاء بھی اپنے اس طرزِ عمل پر نادم ہیں جو انہوں نے عہد شکنی کی ہے اس پر شرمندہ ہیں۔آپ انہیں ہماری خاطر بخش دیجئے۔"حضور اکرم ﷺ خاموش تھے۔گفتگو نہیں فرما رہے تھے۔حتیٰ کہ اوس کا اصرار بڑھنے لگا۔سارے اوس ہی اس گفتگو میں شریک ہو گئے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ ثالث اور فیصلہ کرنے والا تم میں سے ایک شخص

ہو؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں" آپ نے فرمایا: "ثالثی کے فرائض حضرت سعد ادا کریں گے۔"

ابن عقبہ کی روایت ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ نے فرمایا: "تم میرے صحابہ میں سے جسے چاہو بطور ثالث منتخب کر لو۔" انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو چنا حضور اکرم ﷺ بھی ان کی ثالثی پر راضی ہو گئے۔ اس روز حضرت سعد مسجد نبوی میں تھے۔ وہ حضرت کعیبہ بنت سعید کے خیمہ میں تھے۔ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ ان کی شیرازہ بندی کرتی تھیں۔ وہ اس شخص کی تیمار داری کرتی تھیں جس کا کوئی نہ ہوتا تھا۔ مسجد نبوی میں ان کا خیمہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد کو اسی میں رکھا ہوا تھا تاکہ آپ قریب سے ہی ان کی عیادت کر سکیں۔ جب آپ نے ثالثی کی ذمہ داری حضرت سعد کو سونپی تو اوس ان کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے انہیں گدھے پر سوار کیا۔ جس کی زین کھجور کی چھال کی بنائی گئی تھی۔ زین کے اوپر چمڑے کا گدا بچھایا گیا تھا۔ اس کی لگام بھی کھجور کے ریشوں کی تھی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک بھاری بھرکم انسان تھے۔ اوس ان کے ارد گرد یہ کہتے ہوئے نکلے: "ابو عمرو! اللہ تعالیٰ کے رسولِ محترم ﷺ نے تمہارے موالی کا معاملہ تمہارے سپرد کیا ہے۔ تاکہ آپ ان پر احسان کریں۔ آپ ان پر احسان کریں۔ آپ نے دیکھا تھا ابن ابی نے اپنے حلیفوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا۔" اوس اس طرح کی بہت سی باتیں کر رہے تھے۔ حضرت سعد مہر بلب تھے۔ جب اوس کا اصرار بڑھا تو حضرت سعد نے فرمایا: "اب وقت آ گیا ہے کہ سعد کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اثر نہ کرے۔" حضرت ضحاک بن خلیفہ انصاری نے کہا: "ہائے قوم! دیگر لوگوں نے بھی اسی طرح کہا۔ پھر حضرت ضحاک اوس کی طرف آئے اور انہیں بنو قریظہ کے مردوں کی موت کے بارے بتا دیا حالانکہ حضرت سعد ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچے تھے۔ انہوں نے حضرت سعد کی گفتگو سے اندازہ لگا لیا تھا جو انہوں نے اس وقت کی تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ صحابہ کرام آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سعد اس مسجد کے قریب ہوئے جس میں حضور والا ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ نے محاصرہ کے دوران اسے نماز کے لیے تعمیر کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اپنے سردار کے استقبال کے لیے اٹھو۔" مہاجرین نے سمجھا کہ آپ کی مراد صرف انصار ہیں۔ انصار نے سمجھا کہ اس سے مراد سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ امام احمد کے الفاظ یہ ہیں: "اپنے سردار کے لیے اٹھو۔ انہیں نیچے اتارو۔" بنو عبد الاشہل کے افراد کہتے ہیں: "ہم دو صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ ہم میں سے ہر ایک انہیں سلام کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔

ابن عائذ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے فرمایا: "اے سعد! ان یہودیوں کے بارے فیصلہ کرو۔" انہوں نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ فیصلہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔" آپ

نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ان کے بارے فیصلہ کرو۔'' وہ اوس جو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے کہا: ''ابو عمرو! حضور اکرم ﷺ نے تمہارے موالی کا معاملہ تمہارے سپرد کیا ہے۔ ان کی اس آزمائش کو یاد رکھو۔''

حضرت سعد نے کہا: ''کیا تم میرے اس فیصلے پر راضی ہوں گے جو میں بنو قریظہ کے بارے کروں گا۔'' انہوں نے کہا: ''ہاں! ہم تمہارے حکم پر راضی ہیں۔ تم ہم سے دور تھے ہم نے خود تمہیں پسند کیا ہے تاکہ تم ان پر اسی طرح احسان کرو جس طرح ابن ابی نے اپنے حلیفوں پر احسان کیا تھا۔ تمہاری ترجیح ہی ہماری ترجیح ہوگی۔ وہ آج آپ کے حسنِ سلوک کے بہت مستحق ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''میں بھرپور کوشش کروں گا۔'' انہوں نے کہا: ''ان کی اس قول سے کیا مراد ہے؟'' پھر حضرت سعد نے کہا: ''تمہیں اللہ تعالیٰ کے عہد اور میثاق کی قسم! ان میں فیصلہ وہی نافذ ہوگا جو میں کروں گا۔'' انہوں نے کہا: ''ہاں! پھر انہوں نے اس طرف رخ کیا جہاں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما تھے وہ حضور اکرم ﷺ کے جلال کی وجہ سے آپ کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اس طرف بھی اس طرح کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اور صحابہ کرام نے کہا: ''ہاں!'' حضرت سعد نے فرمایا: ''میں ان کے بارے فیصلہ یہ کرتا ہوں کہ ان کے بالغ مردوں کو تہ تیغ کر دیا جائے اور خواتین اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے۔ ان کے اموال تقسیم کر لیے جائیں۔ گھر انصار کو چھوڑ کر صرف مہاجرین کے لیے ہوں۔'' انصار نے کہا: ''وہ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم ان کے ساتھ ہوں گے۔'' انہوں نے کہا: ''میں پسند کرتا ہوں کہ وہ تم سے مستغنی ہو جائیں۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم نے رب تعالیٰ کے اس فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے جو اس نے ساتوں آسمانوں کے اوپر کیا۔''

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے بارے فرمایا: ''وقتِ سحر فرشتے نے مجھے اسی فیصلے کے بارے کہا تھا۔'' حضرت سعد نے اس رات یہ دعا مانگی تھی جس کی صبح کو بنو قریظہ آپ کا فیصلہ ماننے پر راضی ہوئے۔ ''مولا! اگر قریش کے ساتھ کچھ جنگ باقی ہے تو مجھے اس کے لیے باقی رکھ مجھے اس قوم سے زیادہ کسی قوم سے جنگ آزمانا پسند نہیں جس نے تیرے رسول محترم ﷺ کی تکذیب کی۔ انہیں اذیت دی۔ انہیں مکہ مکرمہ سے باہر نکالا۔ اگر ان سے جنگ ختم ہو چکی ہے تو مجھے شہادت عطا فرما۔ اور اس وقت تک مجھ پر موت طاری نہ فرمانا حتیٰ کہ بنو قریظہ سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو ان سے ٹھنڈک نصیب کرا دی۔

یہودیوں کا قتل

جب حضرت سعد نے یہ فیصلہ فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ جمعرات کے روز واپس تشریف لے آئے۔ ذوالحجۃ کی نو راتیں گزر چکی تھیں۔ محمد بن عمر، ابن سعد اور دمیاطی نے یہی قول لکھا ہے۔ الاشارہ میں ہے کہ ذوالحجۃ کی پانچ راتیں گزر چکی تھیں۔

آپ نے قیدیوں کو مدینہ طیبہ لے جانے کا حکم دیا۔ مردوں کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے گھر میں لے جایا گیا۔ خواتین اور بچوں کو رملہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر لے جایا گیا۔ یا سب کو ہی حضرت رملہ کے گھر لے جایا گیا۔ آپ ان کھجوروں کو اکٹھا کر کے لے آئیں جو ان کے صحن میں بکھری گئی تھیں۔ وہ ساری رات انہیں جمع کرتے رہے۔ آپ نے اسلحہ، سامان اور کپڑے وغیرہ کے بارے حکم دیا۔ انہیں رملہ بنت حارث کے گھر میں جمع کر دیا گیا۔ اونٹوں اور بکریوں کو وہیں چرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے گڑھے کھودنے کا حکم دیا۔ دار ابی الجہم العدوی سے لے کر احجار الزیت تک گڑھے کھودے گئے۔ صحابہ کرام گڑھے کھود رہے تھے۔ آپ ان کے پاس تشریف فرما تھے۔ آپ کی خدمت میں معزز صحابہ کرام تشریف فرما تھے۔ آپ نے بنو قریظہ کے مردوں کو بلایا، انہیں ٹولیوں کی شکل میں لایا جاتا ان گڑھوں میں ان کے سرتنوں سے جدا کر دیے جاتے۔"

جب انہیں لے جایا جا رہا تھا انہوں نے کعب سے کہا: "تیری کیا رائے ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ کیا کرنے لگے ہیں؟" اس نے کہا: "جو عمل تمہیں برا لگے۔ تمہارے لیے ہلاکت! ہر حال میں تم بے عقل رہتے ہو۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ بلانے والا جھگڑا نہیں کرتا اور جو جاتا ہے وہ لوٹ کر نہیں آتا۔ بخدا! تلوار سے تمہارا کام تمام کیا جا رہا ہے۔ میں نے تمہیں اس کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف بلایا تھا لیکن تم نے انکار کر دیا تھا۔"

یہودیوں نے کہا: "یہ عتاب کا وقت نہیں ہے۔ اگر ہم تیری بات مان لیتے تو اس عہد کو نہ توڑتے جو ہمارے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین تھا۔" حیی نے کہا: "اب اس ملامت کو ترک کر دو۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ گردن زدنی کے لیے صبر کرو۔" حضرات علی المرتضیٰ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو ان کی گردنیں اڑانے پر مامور کیا گیا۔ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہما بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اوس بنو قریظہ کے قتل کو ناپسند کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے۔" حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اوس کا ایسا کوئی شخص اسے ناپسند نہیں کرتا جس میں بھلائی ہے جو اسے ناپسند کرے رب تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو۔" حضرت اسید بن حضیر اٹھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بنو اوس میں سے ہر ہر فرد کے گھر قیدی بھیج دیں جو انہیں قتل کرنا ناپسند کرے رب تعالیٰ اسے رسواء کر دے۔ سب سے پہلے میرے گھر بھیج دیں۔" آپ نے ان قیدیوں کو اوس کے مختلف گھروں میں بھیج دیا۔ انہوں نے انہیں تہ تیغ کر دیا۔

پھر حیی کو لایا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ اس نے سرخ حلہ پہن رکھا تھا۔ اس نے اسے قتل ہونے کے لیے پہن رکھا تھا۔ پھر اس نے اسے جگہ جگہ سے چیر دیا تا کہ اسے کوئی نہ پہن سکے۔ جب وہ

سامنے آیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے دشمن! کیا رب تعالیٰ نے مجھے تیرے اوپر تسلط عطا نہیں کیا۔" اس نے کہا: "ہاں! بخدا! میرے نفس نے آپ کی عداوت کے بارے کبھی مجھے ملامت نہیں کی۔ بخدا! میں نے اس کے بدلے عزت چاہی مگر رب تعالیٰ نے انکار کر دیا الا یہ کہ وہ آپ کو مجھ پر غلبہ دے۔ میں نے بہت کوشش کی۔ لیکن جسے اللہ تعالیٰ رسواء کرتا ہے وہ رسواء ہو کر رہتا ہے۔"

پھر اس نے لوگوں کی طرف منہ کر کے کہا "رب تعالیٰ کے حکم میں کوئی حرج نہیں۔ یہ مقدر، یہ نوشتہ اور یہ جنگ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے مقدر میں لکھ دی تھی۔" پھر وہ بیٹھ گیا اس کی گردن اڑا دی گئی۔ پھر نباش بن قیس کو لایا گیا۔ جو اسے لے کر آیا تھا وہ اسے کھینچ کر لایا تھا حتیٰ کہ اسے تہ تیغ کر دیا۔ جو شخص اسے لے کر آیا تھا اس نے اسے ناک پر مارا تھا۔ اس کے ناک سے خون نکل رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا "تم نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا۔ کیا اس کے لیے تلوار کافی نہ تھی۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس نے بھاگنے کے لیے میرے ساتھ مقابلہ شروع کر دیا۔" نباش نے کہا: "تورات کی قسم! یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اگر یہ مجھے چھوڑ دیتا تو پھر بھی اس جگہ سے نہ ہٹتا جہاں میری قوم کو قتل کیا گیا۔ حتیٰ کہ میں بھی ان کے ساتھ قتل ہو جاتا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اپنے قیدیوں کے ساتھ احسان کرو۔ انہیں پلاؤ۔ حتیٰ کہ وہ ٹھنڈے ہو جائیں بقیہ کو قتل کر دو۔ ان پر سورج کی گرمی اور اسلحہ کی گرمی جمع نہ کرو۔" وہ ایک گرم دن تھا۔ صحابہ کرام نے انہیں پانی پلایا جب وہ ٹھنڈے ہو گئے تو بقیہ کو قتل کر دیا گیا۔ کعب بن اسد کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "کعب!" اس نے عرض کی: "ہاں! ابو القاسم (ﷺ)" آپ نے فرمایا: "تم نے ابن جواس کی نصیحت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ وہ میری تصدیق کرنے والا تھا کیا اس نے تمہیں میری اتباع کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ نیز یہ کہ اگر تم میری زیارت کرلو تو اس کی طرف سے مجھے سلام دو۔" اس نے کہا: "ہاں! ابو القاسم (ﷺ)! تورات کی قسم! اگر یہودی یہ نہ کہتے کہ میں نے تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا ہے تو میں آپ کی اتباع کر لیتا۔ لیکن میں یہود کے دین پر ہی ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اسے آگے کرو اور اس کی گردن اڑا دو۔" آپ نے ہر بالغ شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

ابن اسحاق، امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے عطیہ القرظی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں بچہ تھا۔ صحابہ کرام نے دیکھا۔ میں بالغ نہیں تھا۔ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔

الطبرانی نے حضرت اسلم انصاری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے قریظہ کے قیدیوں پر نگران مقرر کیا۔ میں بچوں کو دیکھتا اگر وہ بالغ ہوتے تو ان کی گردنیں اڑا دیتا۔ اگر وہ نابالغ ہوتے تو انہیں مالِ غنیمت میں شامل کر دیتا۔" رفاعۃ بن شموال ایک بالغ شخص تھا۔ اس نے حضرت اسلمی بنت قیس رضی اللہ عنہا کی پناہ حاصل کی۔ یہ

حضرت منذر کی والدہ اور حضرت سلیط کی بہن تھیں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی خالاؤں میں سے ایک تھیں۔ انہوں نے آپ کے ہمراہ دو قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی اور عورتوں کی مانند آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر قربان! مجھے رفاعۃ دے دیں وہ گمان کرتا ہے کہ وہ عنقریب نماز پڑھ لے گا وہ اونٹوں کا گوشت کھائے گا۔'' آپ نے اس کی جان بخش دی۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔

حضور اکرم ﷺ مردوں کو قتل کرنے سے فارغ ہو گئے۔ شفق غائب ہونے تک انہیں قتل کیا جاتا رہا۔ پھر گڑھوں کو مٹی سے بھر دیا گیا۔ رب تعالیٰ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو ٹھنڈک نصیب کر دی اور ان کی دعا قبول کر لی۔

بنو قریظہ کی عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا۔ وہ بنو نضیر کی ایک عورت تھی جو حکم کی زوجیت میں تھی۔ وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ جب ان پر محاصرہ شدت اختیار کر گیا تو وہ عورت رونے لگی۔ اس نے اپنے خاوند سے کہا: ''اب تو مجھ سے جدا ہو جائے گا۔'' اس نے کہا: ''ہاں! تورات کی قسم! تو ایک عورت ہے مسلمانوں پر یہ چکی پھینک دے ہم ان میں سے بعد میں کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ تو عورت ہے۔ اگر محمد عربی ﷺ ہم پر غالب آ گئے تو وہ عورتوں کو قتل نہیں کرتے۔'' اس نے ناپسند کیا کہ اس عورت کو قیدی بنایا جائے اس نے پسند کیا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے۔ وہ زبیر بن باطا کے قلعہ میں تھی۔ اس نے قلعے کے اوپر سے چکی پھینک دی۔ مسلمان اکثر اوقات اس قلعے کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے بیٹھتے تھے۔ اس نے چکی پھینکی۔ صحابہ کرام اسے دیکھ کر دور چلے گئے۔ لیکن وہ چکی حضرت خلاد بن سوید کو لگی ان کا سر کچل دیا۔ مسلمان اس قلعے والوں سے محتاط ہو گئے۔ جب وہ دن آیا جس میں آپ نے بنو قریظہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ عورت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ وہ بہت زیادہ خوش تھی۔ اس نے کہا: ''بنو قریظہ کے قیدیوں کو مارا جا رہا ہے۔'' اس نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی: ''یا نبانۃ'' اس نے کہا: ''بخدا! مجھے پکارا جا رہا ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ''کیوں؟'' اس نے کہا: ''میرے خاوند نے مجھے مار ڈالا ہے۔'' وہ عورت شیریں کلام تھی۔ ام المؤمنین نے پوچھا: ''تمہیں تمہارے خاوند نے کیسے قتل کیا؟'' اس نے کہا: ''میں زبیر بن باطا کے قلعہ میں تھی۔ میرے خاوند نے مجھے حکم دیا۔ میں نے آپ کے صحابہ کرام پر چکی پھینک دی۔ میں نے ان میں سے ایک صحابی کا سر کچل دیا۔ وہ شہید ہو گئے۔ ان کے بدلہ میں مجھے مار دیا جائے گا۔'' اس عورت کو لے جایا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا تو اسے تہ تیغ کر دیا گیا۔ ام المؤمنین فرماتی تھیں ''میں نبانۃ کی خوش دلی بھولی نہیں۔ وہ بہت زیادہ ہنستی تھی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اسے عنقریب قتل کر دیا جائے گا۔

ثابت بن قیس اور زبیر بن باطا کی داستان

زبیر بن باطا نے بعاث کے روز حضرت ثابت بن قیس پر احسان کیا تھا۔ حضرت ثابت زبیر کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: "ابوعبدالرحمان! مجھے جانتے ہو؟" اس نے کہا: "کیا مجھ جیسا شخص تم جیسے فرد کو بھول سکتا ہے؟" حضرت ثابت نے کہا: "تو نے مجھ پر احسان کیا تھا اب میں قادر ہوں کہ تجھے اس کا بدلہ دوں۔" زبیر نے کہا: "کریم کریم شخص کو بدلہ دیتا ہے۔ میں آج تمہارا بہت محتاج ہوں۔" حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! زبیر بن باطا نے مجھ پر احسان کیا تھا۔ یومِ بعاث کو اس نے میری جان بخشوائی تھی۔ میں چاہتا ہوں میں اس کا بدلہ چکا دوں۔ آپ اسے مجھے عطا فرما دیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ تمہارا ہوگیا۔" حضرت ثابت زبیر کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: "حضور ﷺ نے تجھے مجھے عنایت کر دیا ہے۔" زبیر نے کہا: "عمر رسیدہ شخص جس کے نہ اہل ہوں نہ مال ہو وہ یثرب میں زندہ رہ کر کیا کرے گا؟ حضرت ثابت بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اس کا مال اور اہلِ خانہ بھی مجھے بخش دیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ تمہارے لیے ہیں۔" زبیر کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے تیرے اہل اور مال بھی بخش دیا ہے۔" زبیر نے کہا: "ثابت! تم نے اپنا بدلہ چکا دیا ہے۔ تم نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے۔ ثابت! یہ بتاؤ۔ اس شخص کے ساتھ کیا کیا جس کا چہرہ چینی آئینہ کی طرح تھا جس میں دوشیزائیں اپنا منہ دیکھا کرتی تھیں۔ یعنی کعب بن اسد۔ حضرت ثابت: اسے تہ تیغ کر دیا گیا ہے۔" زبیر: "دو ہم نشینوں یعنی کعب بن قریظہ اور بنو عمرو بن قریظہ کے ساتھ کیا کیا گیا؟" حضرت ثابت: انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔" زبیر: اے ثابت! ان کے بعد زندگی میں کیا بھلائی ہے؟ میں بھی اسی گھر لوٹ جاتا ہوں جس میں وہ جا چکے ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہوں گا۔ اے ثابت! میری بیوی اور بچوں کا خیال رکھنا۔ اپنے صاحب سے التجاء کرنا کہ وہ انہیں آزاد کر دے۔ ان کے اموال واپس کر دے۔" حضرت ثابت نے حضور اکرم ﷺ سے زبیر کے اہلِ خانہ، اموال اور اولاد طلب کر لی۔ آپ نے اسلحہ کے علاوہ انہیں سب کچھ دے دیا۔ زبیر نے کہا: "ثابت! مجھے میری قوم کے ساتھ ملا دو۔ میں اتنا بھی انتظار نہیں کر سکتا جتنی دیر میں کنوئیں سے پانی کا ڈول نکالا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اپنے پیاروں سے ملاقات کر لوں۔ ابن اسحاق کے مطابق حضرت ثابت نے اس کی گردن اڑا دی محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت ثابت نے کہا "میں تجھے قتل نہیں کروں گا۔" زبیر نے کہا: "مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے کون قتل کرتا ہے۔" حضرت زبیر بن عوام نے اسے تہ تیغ کر دیا۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک اس کی یہ بات پہنچی "میں پیاروں سے ملاقات کر لوں۔" تو انہوں نے کہا: "بخدا! وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں ان سے ملاقات کرتا رہے گا۔"

ریحانہ بنت زید کا انتخاب

ریحانہ بنت زید بنو قریظہ کی ایک عورت تھی۔ اسے حضور اکرم ﷺ نے اپنے لیے منتخب فرمایا تھا۔ وہ بہت باجمال تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ اپنے نفس میں کچھ محسوس کیا۔ ابن سعیہ کی طرف پیغام بھیجا جس میں یہ تذکرہ کیا۔ ابن سعیہ نے کہا: ''میرے والدین آپ پر فدا! وہ اسلام قبول کرلے گی۔'' وہ اس عورت کے پاس آئے۔ اس سے کہا: ''تو اپنی قوم کی اتباع نہ کر تو نے دیکھ لیا ہے کہ حیی اس کے لیے کیا بربادی لے کر آیا ہے اسلام لے آ حضور اکرم ﷺ تجھے اپنے لیے منتخب کرلیں گے۔'' اس نے ان کی اس دعوت پر لبیک کہا۔ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے جوتوں کی آواز سنی۔ آپ نے فرمایا: ''یہ ابن سعیہ ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دینے آئے ہیں۔'' وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ریحانہ نے اسلام قبول کرلیا ہے۔'' یہ سن کر آپ بہت مسرور ہوئے۔ ان کا تذکرہ عنقریب آئے گا۔''

مال غنیمت کی تقسیم

مالِ غنیمت کو جمع کیا گیا کچھ سامان کے بارے آپ نے حکم دیا اس کو فروخت کر دیا گیا۔ بعض قیدی فروخت کر دیے گئے۔ نخلستانوں کے حصہ کیے گئے۔ اس غزوہ میں چھتیس گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑے کے لیے دو حصے نکالے گئے۔ گھڑسوار کے لیے ایک حصہ نکالا گیا۔ حضرت جلاد رضی اللہ عنہ کے لیے حصہ نکالا گیا۔ انہیں قلعے کے نیچے شہید کر دیا گیا تھا۔ حضرت ابوسنان بن محصن کے لیے حصہ نکالا گیا۔ وہ محاصرہ کے دوران شہید ہو گئے تھے۔ وہ مسلمانوں کے ہمراہ جہاد کرتے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ دو حصے گھوڑے کے تھے۔ اس طرح تین ہزار بہتر حصے نکالے گئے۔ گھوڑے کے لیے دو حصے سوار کے لیے ایک حصہ ایک ہزار خواتین اور بچے گرفتار تھے۔ مالِ غنیمت کو فروخت کرنے سے پہلے آپ نے خمس نکال لیا تھا۔ آپ نے قیدیوں کے پانچ حصے کیے خمس خود لے لیا۔ آپ اس سے ہی آزاد کرتے تھے اسی سے ہبہ کرتے تھے۔ اور جسے چاہتے اپنی خدمت پر مامور کر دیتے تھے۔ اسی طرح کھجوروں کا خمس بھی نکالا گیا۔ ہر ہر سامان کے پانچ پانچ حصے کیے گئے ایک تیر پر اللہ تعالیٰ کا نام رکھ کر قرعہ اندازی کی گئی تیر جس نام پر نکلا آپ نے اسے بطور خمس لے لیا آپ نے خمس پر نگران حضرت محمیہ بن جزء الزبیدی کو بنایا گیا۔ بقیہ چار حصے صحابہ کرام میں تقسیم کر دیے۔ آپ نے ان عزت مآب خواتین کو بھی مالِ غنیمت میں سے عطا فرمایا۔ جو جنگ میں شرکت کرتی تھیں۔ لیکن ان کے لیے حصہ نہ نکالا۔ وہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب، حضرت ام عمارہ نسیبہ، حضرت ام سلیط، حضرت ام علاء انصاریہ، حضرت سمیراء بنت قیس، حضرت ام سعد اور حضرت کبشہ بنت

رافع تھیں۔ جب دیگر خواتین اور بچے حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ اور کچھ مسلمانوں کے ساتھ شام کی طرف بھیجے۔ انہوں نے اس رقم کے ساتھ اسلحہ اور گھوڑے خریدے۔

ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن زید انصاری کو بنوقریظہ کے قیدی دے کر نجد کی طرف بھیجا۔ انہوں نے ان کے عوض گھوڑے اور اسلحہ خریدا۔ ایک گروہ کو حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمان بن عوف نے خرید لیا۔ انہوں نے اسے تقسیم کر لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بہت سا مال ملا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے قیدیوں پر بہت سا مال مقرر کیا۔ بوڑھی عورتوں کے پاس تو مال تھا لیکن نوجوان عورتوں کے پاس کچھ بھی نہ تھا حضرت عثمان غنی کو بہت سا نفع ملا۔ کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں بوڑھی عورتیں آئیں تھیں۔ جب انہوں نے عورتیں لیں تو جوان علیحدہ کر لیں اور بوڑھی علیحدہ کر لیں۔ پھر حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی کو اختیار دیا۔ انہوں نے بوڑھی عورتیں لے لیں۔ ابن ابی برۃ نے لکھا ہے "جو کچھ بوڑھی عورتیں لے کر آئیں اسے لے کر مالِ غنیمت میں نہیں ڈالا گیا کیونکہ ان کے پاس یہ رقم ایک یا دو ماہ بعد پائی گئی۔ جو مدت مقررہ تک رقم لے آئی اسے آزاد کر دیا گیا۔ ان سے تعرض نہ کیا گیا۔ ابوالشحم یہودی نے دو عورتیں خریدیں ان میں سے ہر ایک کے پاس تین تین بچے تھے۔ اس نے انہیں ایک سو پچاس دیناروں میں خریدا۔ وہ ان سے پوچھنے لگا "کیا تم یہودیت پر نہیں ہو؟" ان دو عورتوں نے کہا: "ہم اپنی قوم کے دین کو ترک نہیں کریں گی ہم اسی پر مریں گی۔" حالانکہ وہ رو رہی تھیں۔

حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ تقسیم اور بیع میں خواتین اور ان کی اولاد کو جدا نہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا: "ماں اور اس کے بچے میں جدائی نہ ڈالی جائے حتیٰ کہ بچہ بالغ ہو جائے۔" آپ سے عرض کی گئی: "اس بچے کی بلوغت کی نشانی کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "لڑکی کو حیض آنے لگے اور لڑکے کو احتلام ہونے لگے۔" ماں اور اس کی چھوٹی اولاد کو مشرکین، اہلِ عرب اور یہود سے خرید لیا جاتا تھا۔ جب بچہ چھوٹا ہوتا اس کے ہمراہ اس کی ماں نہ ہوتی تو اسے مشرکین یا یہودیوں سے نہ خریدا جاتا سوائے مسلمانوں سے۔"

اس غزوہ میں صرف دو مسلمان شہید ہوئے: (۱) حضرت خلاد بن سوید (۲) حضرت منذر بن محمد رضی اللہ عنہما۔

اس غزوہ کے متعلق اشعار

امام بخاری، امام نسائی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یوم قریظہ کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ان کی ہجو بیان کرو تمہارے ساتھ حضرت جبرائیل امین ہیں۔"

ابن مردویہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ خندق کے وقت جب رب تعالیٰ نے مشرکین کو ان کے غصے سمیت لوٹا دیا تو آپ نے فرمایا: "مسلمانوں کی عزتوں کی حفاظت کون کرے گا؟" حضرات کعب، ابن رواحہ اور حسان رضی اللہ عنہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ان کی ہجو بیان کرو عنقریب روح القدس ان کے خلاف تمہاری مدد کریں گے۔" حضرت حسان نے یہ اشعار کہے:

لقد لقیت قریظة ما اساها | وما وجدت لذل من نصیر

ترجمہ: "بنو قریظہ نے اس چیز کا سامنا کیا جس نے اس کی بری حالت کر دی۔ ذلت کی وجہ سے انہیں ایک مددگار بھی نہ مل سکا۔"

اصابهم بلاء کان فیه | سِوَی ما قد اصاب بنی النضیر

ترجمہ: "انہیں ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جو اس مصیبت سے مختلف تھی جس کا سامنا بنو نضیر کو کرنا پڑا۔"

غداة اتاهم یهوی الیهم | رسولُ الله کالقمر المنیر

ترجمہ: "ان پر یہ مصیبت اس روز آئی جب ماہ تمام کی طرح ضوفشاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف تشریف لا رہے تھے۔"

له خیل مجنبةٌ تعادی | بفُرسانٍ علیها کالصقورِ

ترجمہ: "آپ کے ساتھ ایسے گھوڑے بھی تھے جو اپنے اوپر ایسے سواروں کو اٹھائے جا رہے تھے جو شکروں کی طرح تھے۔"

ترکناهم وما ظَفِرُوْ بشئ | دماؤهم علیهم کالعبیر

ترجمہ: "ہم نے انہیں اس طرح چھوڑا کہ وہ کسی چیز میں بھی فتح یاب نہ ہوئے ان پر ان کے لہو اس طرح بہہ رہے تھے گویا کہ وہ تالاب ہوں۔"

فهم صرعَی تحوم الطیر فیهم | کذاك یُدانُ ذوالعند الفَجور

ترجمہ: "وہ پچھاڑے ہوئے پڑے تھے۔ ان پر پرندے محو پرواز تھے۔ باغی اور سرکش لوگوں کے ساتھ یوں ہی سلوک کیا جاتا ہے۔"

فانذر مثلها نصحًا قریشا | من الرحمٰن ان قبلت نذیری

ترجمہ: "قریش کے ساتھ خلوص کا اظہار کرتے ہوئے انہیں بنو قریظہ کی اس مثال سے ڈراؤ۔ اگر وہ میرا ڈرانا

قبول کریں۔"

انہوں نے یہ اشعار بھی کہے:

لقد لقیت قریظة ما اساها   و حلّ بعضها ذُلٌّ ذلیل

ترجمہ: "بلاشبہ قریظہ نے ایسی جنگ کا سامنا کیا جس نے ان کے حالات خراب کر دیے ان کے قلعے میں رسوا کن ذلت داخل ہوگئی۔"

وسعد کان انذرھم بنصح   بانّ الھکم ربٌ جلیل

ترجمہ: "حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں خلوص کے ساتھ ڈرایا کہ تمہارا معبود برحق رب جلیل ہے۔"

فما برحوا بنقص العھد حتی   فلاھم فی بلادھُم الرسول

ترجمہ: "وہ لگاتار معاہدے توڑتے رہے حتیٰ کہ حضور سپہ سالار اعظم نے انہیں ان کے شہروں میں ہی ان کا کام تمام کر دیا۔"

احاط بعضھم منّا صفوفٌ   لهٗ من حرّ و قعتھم صلیل

ترجمہ: "ہماری صفوں نے ان کے قلعوں میں ان کا گھیراؤ کر لیا۔ اس مصیبت کی شدت کی وجہ سے قلعہ میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔"

انہوں نے یہ اشعار بھی کہے:

تفاقد معشرٌ نصروا قریشًا   و لیس لھم ببلدھم نصیرُ

ترجمہ: "وہ گروہ انتشار کا شکار ہو گیا جس نے قریش کی نصرت کی تھی۔ ان کے شہروں میں ہی ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔"

ھم اُوتو الکتاب فَضَیَّعُوهٗ   وھم عُمْیٌ عن التَّوْراةِ بُورُ

ترجمہ: "انہیں کتاب عطا کی گئی مگر انہوں نے اسے ضائع کر دیا۔ وہ تورات سے نابینا ہو کر برباد ہو گئے۔"

کفرتم بالقرآن و قد اُتیتُم   بتصدیق الذی قال النذیر

ترجمہ: "تم نے قرآن پاک سے کفر کیا حالانکہ تمہارے پاس وہ تصدیق آ چکی تھی جو کچھ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔"

فھانَ علی سَرَاةِ بنی لُؤیٍّ   حریقٌ بالبُوَیْرَةِ مستطیرُ

ترجمہ: "بنولوی کے سرداروں پر بویرۃ کے مقام پر وہ آگ چھا گئی جو پھیلی ہوئی تھی۔"

انہوں نے فرمایا:

لقد سبحت من دَمْعِ عینَیَّ عَبْرَۃٌ و حُقَّ لِعینی اَنْ تفیضَ علی سَعْد

ترجمہ: "میری آنکھوں سے آنسوؤں میں سے بڑا آنسو بہ نکلا ہے اور میری آنکھ یہ حق رکھتی ہے کہ وہ حضرت سعد پر روئے۔"

قتیلٌ ثَوَی فی معرکٍ فجعت بہ عیونٌ ذواری الدمع دائمۃ الوجد

ترجمہ: "اس شہید پر جو میدانِ جنگ میں زیرِ زمین چلا گیا۔ جس پر ہمیشہ آنسو بہانے والی آنکھیں اور ہمیشہ غمگین رہنے والی آنکھیں غمزدہ ہو گئیں۔"

علی ملۃ الرحمانِ وارث جنۃٍ مع الشھداء وَفْدُھا اکرمُ الوعد

ترجمہ: "حضرت سعد رب تعالیٰ کے دین پر شہید ہوئے۔ وہ شہداء کے ہمراہ جنت کے وارث بن گئے جن کا وفد سب سے معزز وفد ہے۔"

فان تکُ قد ودَّعْتَنَا و ترکْتَنا وَ اَمْسَیْتَ فی غَبْراء مُظلمۃِ اللَّحْدِ

ترجمہ: "اے اسعد! اگر تم نے ہمیں الوداع کہہ دیا ہے اور ہمیں چھوڑ دیا ہے اور گرد و غبار والی تاریک قبر میں چلے گئے ہو۔"

فانت الذی یا سعدُ ابت بمشھد کریمٍ و اثواب المکارم والحمد

ترجمہ: "اے سعد! تم ہی وہ برگزیدہ ذات ہو جو عمدہ جگہ اور عمدہ اخلاق اور قابل ستائش جگہ کی طرف لوٹ گئے ہو۔"

بحکمک فی حَیَّیْ قریظۃَ بالَّذی قَضَی اللہ فیھم ما قضیتَ علی عَمْد

ترجمہ: "تم قریظہ کے دونوں قبائل کے بارے یہ فیصلہ کر کے وہاں پہنچے ہو جو فیصلہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا تھا تم نے اپنی رائے سے وہی فیصلہ کیا۔"

فوافقُ حُکم اللہ حُکمُک فیھم ولم تعفُ اِذ ذُکِّرتَ ما کانَ مِنْ عَھْدِ

ترجمہ: "ان کے بارے تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے ساتھ موافقت کر گیا جبکہ تمہیں عہد و میثاق یاد دلایا گیا تو تم نے معاف نہ کیا۔"

فان کان ریبُ الدھر امضاک فی الاُلَی شروْا ھذا الدنیا بعناتھا الخلد

ترجمہ: ''اگرچہ گردش دوران نے تمہیں ان لوگوں کی وجہ سے اس دنیا سے رخصت کر دیا ہے جنہوں نے ابدی جنتوں کی بجائے دنیا خریدی۔''

فنعم مصیرُ الصادقین اذا دُعُوا   الی اللہ یومًا للوجامۃ والقصل

ترجمہ: ''وہ سچے لوگوں کا کتنا عمدہ ٹھکانہ ہے جس روز انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جائے گا تاکہ انہیں عزت و اکرام سے نوازا جائے۔''

انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہا:

الا یا لقومی ھل لِمَا حُمَّ دَافِعُ   و ھل ما مضَی مِن صَالحِ العیشِ راجعُ

ترجمہ: ''اے میری قوم! ذرا بتاؤ تو سہی کہ جو کچھ تقدیر میں رقم ہو چکا ہے کیا اسے کوئی لوٹا سکتا ہے۔ کیا وہ عمدہ زندگی واپس ہو سکتی ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔''

تذکرتُ عصرًا قد مضَی فتھا فتّتْ   بناتُ الحشا و اَنْھَلَّ منی المدامِعُ

ترجمہ: ''میں نے اس عہد کو یاد کیا جو پہلے گزر چکا تھا میرا قلب، جگر اور پتہ پھٹ گئے میرے آنسو لگاتار رواں ہو گئے۔''

صبابۃُ وجدٍ ذکَّرَتْنِیْ اُخُوَّۃً   و قتلَی مضَی مِنھا طفیلٌ وَ رافِعُ

ترجمہ: ''تکلیف کی اذیت نے مجھے ان پیاروں دوستوں کی یاد تازہ کر دی جو گزر چکے تھے جن میں طفیل اور رافع بھی تھے۔''

و سعدٌ فاضحوا فی الجنان و اوحشت   منازلھم فالارضُ منھم ملاقع

ترجمہ: ''ان میں حضرت سعد بھی تھے۔ وہ جنتوں میں چلے گئے۔ ان کے گھروں نے وحشت میں مبتلاء کر دیا زمین ان کی وجہ سے ویران ہو گئی۔''

و فَوْا یَوْمَ بدرٍ للرسول وفوقھم   ظِلالُ المنَایَا والسیوفُ اللوامِعُ

ترجمہ: ''غزوۂ بدر میں انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وفا کی۔ جبکہ ان پر اموات کے سائے اور چمکدار تلواریں منڈلا رہی تھیں۔''

دَعا فاجابوہُ بحقٍ و کلھُم   مطیعٌ لہٗ فی کل امرٍ و سامِعُ

ترجمہ: ''جب آپ نے انہیں یاد فرمایا تو انہوں نے حق کے ساتھ لبیک کہا وہ آپ کا ہر حکم غور سے سنتے تھے اور آپ کے اطاعت گزار تھے۔''

فما نکلوا حتی توالو جماعةً ولا یقطع الآجال الا المصارع

ترجمہ: "انہوں نے راہ فرار اختیار نہ کی بلکہ گروہ کی شکل میں پیہم حملے کیے ان کی زندگیاں صرف قتل گاہوں میں ہی ختم ہوتی تھیں۔"

لانهم یرجون منه شفاعةً اذا لم یکن الا النبیون شافِعُ

ترجمہ: "کیونکہ وہ آپ سے اس روز شفاعت کی امید رکھتے تھے جس روز صرف انبیائے کرام علیہم السلام ہی شفاعت کریں گے۔"

فذٰلكَ یا خیرَ العباد بلاؤُنا اِجابتُنا لله والموتُ نافِعُ

ترجمہ: "اے انسانوں میں سے بہترین ذات! یہ ہمارا امتحان ہے ہم رب تعالیٰ کے ہر حکم پر لبیک کہتے ہیں موت حق ہے۔"

لنا القدمُ الاولیٰ الیك و خلقنا لاولنا فی ملة الله تابع

ترجمہ: "آپ کی طرف اٹھنے والا پہلا قدم ہمارا ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے دین حق کے بارے ہماری اگلی نسلیں بھی اپنے آباء کی اتباع کریں گی۔"

و نعلمُ اَنَّ الملكَ لِله وحدَهٗ و اَنَّ قضاءَ اللهِ لابُدَّ واقِعُ

ترجمہ: "ہم یقین رکھتے ہیں کہ ساری سلطنت خدائے وحدہٗ لاشریک کے لیے ہے۔ رب تعالیٰ کی تقدیر یقیناً واقع ہو کر رہتی ہے۔"

تنبیہات

1. قریظہ۔ سمعانی نے لکھا ہے کہ یہ اس شخص کا نام تھا جس کی اولاد مدینہ طیبہ کے قریب قلعہ حصینیہ میں اتری تھی یہ اس کی طرف منسوب ہونے لگے قریظہ اور نضیر دو بھائی تھے جن کا تعلق حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔

2. امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک اپنی نماز عصر بنو قریظہ میں ادا کرے۔" اسی طرح ابو نعیم، الطبرانی، امام بیہقی، حضرات جویریہ، کعب بن مالک اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے ان روایات میں نماز عصر کا ذکر ہے لیکن امام مسلم نے محمد بن اسماء سے جو روایت نقل کی ہے اس میں نماز ظہر کا ذکر ہے۔ اسی طرح ابن سعد، ابو یعلی، ابو نعیم، نے نماز ظہر کا

ذکر کیا ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں "ان دونوں روایتوں کو اس احتمال کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے اس حکم سے قبل نماز ظہر پڑھ لی تھی۔ بعض نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی۔ جس نے ابھی تک نماز ظہر نہیں پڑھی تھی اسے کہا گیا کہ وہ نماز ظہر ادا نہ کرے۔ مگر بنو قریظہ میں۔ جس نے نماز ظہر پڑھ لی تھی اسے کہا گیا "تم میں سے کوئی نماز عصر ادا نہ کرے۔ مگر بنو قریظہ میں۔ یا ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ کے بعد روانہ ہوا۔ پہلے گروہ کو نماز ظہر اور دوسرے کو نماز عصر کا کہا گیا۔

الحافظ نے لکھا ہے "اس طرح جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن حدیث کے مخرج کا اتحاد اسے بعید کر دیتا ہے۔ جیسے کہ میں نے بیان کیا ہے کہ شیخین نے اسے ابتداء سے لے کر انتہاء تک ایک سند سے روایت کیا ہے۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ راویوں میں سے ہر ایک نے اس کے ساتھ ہی روایت کیا ہو۔ اگر اس طرح ہوتا تو پھر ان میں سے کسی ایک نے کسی راوی سے اسے دوسری روایت پر محمول کیا ہوتا۔" پھر کہا: "یہ احتمال حضرت ابن عمر کی روایت کے اعتبار سے ہے۔ لیکن اگر دیگر راویوں کی روایت کو دیکھا جائے تو پھر سابقہ دونوں احتمال کہ ممکن ہے کہ نماز ظہر ایک مخصوص گروہ کے لیے ہو۔ یہ احتمال ہے کہ نماز ظہر کی روایت حضرت ابن عمر نے سنی ہو۔ جبکہ نماز عصر کی روایت حضرت کعب بن مالک اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنی ہو۔ ایک اور طرح بھی انہیں جمع کیا گیا ہے کہ آپ نے قوی صحابہ کرام یا ان سے فرمایا ہو جن کا گھر قریب ہو کہ تم میں سے کوئی نماز ظہر نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں اور دیگر صحابہ کرام کو فرمایا: "تم میں سے کوئی نماز عصر نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں۔"

ابن التین نے عجیب بات لکھی ہے کہ جنہوں نے نماز عصر پڑھی انہوں نے اپنی سواریوں کی پشتوں پر نماز عصر پڑھی۔ اور انہوں نے سمجھا کہ نماز کے لیے نیچے اترنا مقصود تک جلد پہنچنے کے منافی ہے۔ جنہوں نے نماز ادا نہ کی انہوں نے دلیل خاص پر عمل کیا۔ وہ جلدی جانے کا حکم تھا۔ انہوں نے عصر کے وقوع کی عمومیت کو اس کے وقت میں ترک کر دیا۔ حتیٰ کہ وقت ختم ہو گیا۔ جنہوں نے نماز عصر پڑھ لی۔ انہوں نے دونوں دلیلوں کو جمع کر دیا۔ وجوب نماز اور وجوب اسراع۔ انہوں نے سوار ہو کر نماز پڑھ لی۔ کیونکہ اگر وہ نیچے اتر کر نماز پڑھتے تو اس اسراع کے حکم سے منافی ہوتا جو انہیں دیا گیا تھا۔ ان کے ساتھ یہ گمان بھی نہ کیا جائے۔ رب تعالیٰ نے انہیں عمدہ ذہن عطا کیے تھے۔"

الحافظ لکھتے ہیں: "اس عبارت میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ کیونکہ آپ نے انہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ نیچے نہ اتریں شاید انہوں نے یہ سمجھا کہ اس حکم سے مراد یہ ہے وہ جلدی جلدی وہاں پہنچیں انہوں نے عمل کرنے میں جلدی کی۔

اس حکم کی تاکید کی وجہ سے انہوں نے وقتِ نماز مختص کر لیا لہٰذا اس میں رکاوٹ نہیں کہ وہ نیچے اتریں اور نماز ادا کریں۔ نہ ہی یہ اس امر کے منافی ہے جو انہیں دیا گیا تھا۔ ان کا یہ دعویٰ کہ انہوں نے سواری پر نماز پڑھ لی تھی یہ دلیل کا محتاج ہے۔ میں نے کسی روایت میں یہ صراحت نہیں دیکھی۔

◆ حضرت ابن عمر، حضرت کعب بن مالک اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اس شخص کو سست نہ کہا جائے جو اپنی پوری کوشش کرے، لہٰذا وہ گناہ گار بھی نہیں ہوگا۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہی کو اس کی حقیقت پر محمول کیا اور خروجِ وقت کی پرواہ نہ کی۔ دوسری نہی کو پہلی نہی پر ترجیح دی۔ وہ نماز کو اس کے وقت کی تاخیر کو ترک کرنا ہے۔ انہوں نے استدلال کیا کہ یہ تاخیر اس کے لیے جائز ہے۔ جو جہاد کے معاملات میں مصروف ہو۔ وہ وقت شریعت بیضاء کے نازل ہونے کا وقت تھا۔ بعض صحابہ کرام نے نہی کو غیر حقیقی معنی پر محمول کیا۔ کہ یہ ترغیب، جلدی اور بنو قریظہ تک جلدی پہنچنے سے کنانہ ہے۔"

زاد المعاد میں ہے: "دونوں گروہ اپنے اپنے ارادہ کی وجہ سے ماجور ہیں لیکن جس نے نماز پڑھ لی اس نے دو فضیلتوں کو پالیا جلدی پہنچنے کے حکم پر اور نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کے حکم پر۔ بالخصوص اس واقعہ میں ترغیب ہے کہ نماز عصر کو اس کے وقت میں ادا کیا جائے۔ جس کی نماز رہ گئی اس کا عمل اکارت گیا۔ لیکن جنہوں نے نماز میں تاخیر کی انہیں بھی سرزنش نہیں ہوگی کیونکہ انہوں نے ظاہری حکم سے استدلال کیا۔ انہوں نے کوشش کی اور حکم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نماز کو مؤخر کیا۔ لیکن وہ اس صحیح اجتہاد تک نہ پہنچ سکے جس پر دوسرا گروہ پہنچ گیا۔

◆ آپ نے فرمایا: "حضرت سعد کا کیا ہوا فیصلہ ساتوں آسمانوں کے اوپر سے آیا تھا" یہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے اسی فرمان کی طرح ہے "رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرا نکاح ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کیا"۔ یعنی نکاح کا حکم اوپر سے آیا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے "فوق" کا وصف محال نہ سمجھا جائے۔ اسے اسی معنی پر محمول کیا جائے جو اس کی شانِ جلالت کے لائق ہے۔ اس کو اس معنی پر محمول نہ کیا جائے جس سے وہم میں حد بندی کا تصور آئے جو تشبیہ کی طرف لے جائے۔

◆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے روز تک بنو قریظہ کا محاصرہ کیا۔ اس میں اختلاف ہے۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ دس اور کچھ راتیں۔ ابن سعد نے پندرہ راتیں لکھا ہے۔ ابن سعد نے حضرت علقمہ بن وقاص سے روایت کیا ہے۔ آپ نے ان کا پچیس راتوں تک محاصرہ کیا۔ اس روایت کو ابن اسحاق نے محمد بن کعب، امام احمد اور امام الطبرانی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

◆ اس غزوہ میں کتنے یہودی واصل جہنم ہوئے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد چھ سو تھی۔ ابن عمرو نے حضرت سعد بن معاذ کے تعارف میں یہی روایت لکھی ہے۔ ابن عائذ نے حضرت قتادہ سے مرسل روایت کیا ہے۔ ان کی تعداد سات سو تھی۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ المکثر کہتے ہیں کہ وہ آٹھ اور نو سو کے مابین تھے۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ وہ چار سو جنگجو تھے۔ ان روایتوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ باقی ان کے پیروکار تھے ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ایک قول کے مطابق ان کی تعداد نو سو تھی۔

✿✿✿✿

اکیسواں باب

غزوہ بنولحیان

حضرت عاصم بن ثابت اور حضرت خبیب بن عدی اور ان کے ساتھیوں کی شہادت پر آپ کو بہت دکھ ہوا تھا جو مقام رجیع پر جامِ شہادت نوش کر گئے تھے ان کا تذکرہ سرایا اور بعوث میں آئے گا۔ آپ نے یہی ظاہر کیا کہ آپ شام کی طرف جا رہے ہیں تا کہ اس قوم پر اچانک حملہ کر سکیں۔ آپ جُرُف کی سمت سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ دو سو صحابہ کرام تھے۔ بیس گھوڑے بھی تھے۔

محمد بن عمر، ابن سعد، ابن ہشام نے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ پر نائب مقرر کیا۔ آپ مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہوئے۔ غراب کے رستہ چلے پھر محیص، البتراء اور ذات یسار کے رستے سے بین اور صخرات اشمام کے رستہ پر روانہ ہوئے۔ پھر سیالہ کے رستہ پر روانہ ہوتے ہوئے رفتار تیز کر دی۔ وادی غُران میں فروکش ہوئے اس کے اور عسفان کے مابین پانچ میل کا فیصلہ تھا۔ اسی جگہ صحابہ کرام شہید ہوئے تھے۔ آپ نے ان پر رحم کے جذبات کا اظہار کیا ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ بنولحیان نے آپ کے بارے سن لیا تھا۔ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے تھے۔ آپ نے اس میں سے کسی کو نہ گرفتار کیا نہ قتل۔ ہر طرف سرایا بھیجے لیکن صحابہ کرام نے کسی کو نہ پایا۔ پھر آپ نے فرمایا: ”اگر ہم عسفان اترے تو اہلِ مکہ سمجھیں گے کہ ہم مکہ مکرمہ آئے ہیں۔“ آپ نے اپنے صحابہ کرام کے ساتھ عسفان میں نزول فرمایا پھر دو شہسوار بھیجے۔ ابن عمر نے لکھا ہے: ”حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دس شہسواروں کے ساتھ بھیجا تا کہ قریش کے بارے سنیں اور خوفزدہ ہو جائیں۔ وہ کراع الغمیم تک آئے۔ پھر واپس چلے گئے۔ کسی سے جنگ آزما نہ ہوئے پھر آپ واپس آ گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب آپ واپس تشریف لانے لگے تو میں نے سنا آپ یہ دعا مانگ رہے تھے۔“

آیبون تائبون ان شاء اللہ لربنا حامدون لربنا عابدون اعوذ باللہ من وعثاء السفر و کآبۃ المنقلب و سوء المنظر فی الاھل والمال، اللھم بلغنا بلاغا صالحا یبلغ الی خیر مغفرتك و رضوانك۔

آپ نے یہ دعا پہلی دفعہ مانگی تھی۔ آپ مدینہ طیبہ سے چودہ دن غائب رہے۔ حضرت کعب نے اس غزوہ کے بارے یہ اشعار کہے:

لَوْ اَنَّ بنی لِحْیَانَ کانوا تناظروا لَقُوا عُصَبًا فی دارھم ذاتَ مصدَقِ

ترجمہ: "اگر بنولحیان انتظار کرتے تو وہ اپنے گھروں میں ہی ایسی جماعت سے معرکہ آزما ہو جاتے جو صداقت پسند ہوتی۔"

لَقُوا سرعَانَ یَمْلأُ السربَ روعُہٗ امامَ طعُونٍ کالمَجَرَّۃِ فَیْلَقِ

ترجمہ: "وہ ایسے ہراول دستے سے نبرد آزما ہوتے جس کا رعب دلوں کو لبریز کر دیتا پھر اس کے پیچھے ایسا طاقتور لشکر ہوگا جو چکی کی طرح پیس کر رکھ دیتا۔"

و لکنھم کانوا وِبارًا تَتَبَّعَتْ شِعَابَ حِجَازٍ غیرِ ذی مُتنَفَّقِ

ترجمہ: "مگر وہ نیولوں کی مانند کمزور دل نکلے وہ حجاز کی ان گھاٹیوں میں چھپ گئے جن سے نکلنے کے لیے دروازہ نہ تھا۔"

تنبیہات

اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ کس مہینہ اور کس سال کو رونما ہوا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ماہ ربیع الاول چھ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ محمد بن عمر نے اسی کو صحیح لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ماہ رجب چھ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ ابن اسحاق اور سلمہ بن فضل نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ جمادی الاول میں رونما ہوا تھا۔ حاکم نے اسے شعبان میں رونما ہونے کے بارے لکھا ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ صحیح روایت یہ ہے کہ یہ پانچ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ چار ہجری کو ظہور پذیر ہوا تھا۔ امام ذھبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ یہ غزوہ چھٹے سال رونما ہوا تھا۔ البدایۃ میں اس کی تصحیح کی گئی ہے۔

✿✿✿✿

بائیسواں باب

غزوۂ حدیبیہ

اس سبب کے بارے فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام سر منڈائے قصر کرائے امن کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اس کی چابی لی ہے اور میدانِ عرفات میں قیام کرنے والوں کے ساتھ قیام کیا ہے۔

ابن سعد اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اہلِ عرب اور ارد گرد کے قبائل سے دعا مانگی تا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوں کیونکہ آپ کا خدشہ تھا کہ قریش آپ کے ساتھ جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ سے روک دیں گے۔ بہت سے اعرابیوں نے معذرت کر لی۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت بسر ابن سُفیان رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے شوال کی کچھ راتیں باقی تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''بُسر! روانہ نہ ہوں ہمارے ساتھ عازمِ سفر ہونا۔ ہم عمرہ کے لیے عازمِ سفر ہونے والے ہیں۔ ان شاء اللہ! وہ مدینہ طیبہ ہی ٹھہر گئے۔ حضور اکرم ﷺ کے لیے قربانی کے جانور خریدے گئے آپ نے انہیں ذوالجدر بھیج دیا۔ حتیٰ کہ آپ کی روانگی کا وقت آگیا۔ وقتِ روانگی انہیں مدینہ طیبہ لایا گیا۔ انہیں حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا گیا۔ وہ انہیں ذوالحلیفہ لے گئے۔

محمد بن عمر اور ابن سعد کے مطابق حضرت ابن ام مکتوم کو اور ابن ہشام کے مطابق نمیلہ بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ بلاذری نے حضرت ابورہم کلثوم بن حصین کا تذکرہ کیا ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم کے سپرد صرف نمازوں کی نیابت سونپی گئی۔

آپ کی روانگی

امام عبدالرزاق، امام احمد، عبد بن حمید، امام بخاری، ابوداؤد، امام نسائی، ابن جریر، ابن منذر نے امام زہری سے، ابن اسحاق نے مسور بن مخرمۃ اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ اپنے

کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ صحار کے دو کپڑے زیب بدن فرمائے۔ در اقدس پر سے ہی اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو رفاقت کا شرف نصیب ہوا۔ آپ کے ہمراہ حضرت ام عمارہ، ام منیع اسماء بنت عمرو، ام عامر اشہلیہ بھی روانہ ہوئیں۔ سارے انصار اور مہاجرین بھی روانہ ہوئے۔ عرب میں وہ لوگ آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جنہیں اس خواب کی وجہ سے فتح میں کوئی شک نہ تھا۔ صحابہ کرام کے ہمراہ تلواروں کے علاوہ کوئی اسلحہ نہ تھا وہ بھی نیاموں میں تھیں۔ انہوں نے اپنے ہمراہ قربانی کے جانور لیے۔ آپ ماہ ذوالقعدہ میں بروز سوموار روانہ ہوئے۔ آپ نے ذوالحلیفہ نزولِ اجلال فرمایا۔ نمازِ ظہر ادا کی۔ قربانی کے جانور منگوائے۔ ان کی تعداد ستر تھی۔ انہیں جھولیں پہنائی گئیں بعض کو اشعار کیا گیا۔ جانور قبلہ رو تھے۔ ان کے دائیں سمت اشعار کیا۔ پھر آپ نے حضرت ناجیہ بن جندب کو حکم دیا۔ انہوں نے بقیہ جانور کو اشعار کیا۔ ان کو قلادے پہنائے مسلمانوں نے اپنے جانوروں کو اشعار کیا اور انہیں قلادے پہنائے۔ آپ کے ہمراہ دو سو گھوڑے بھی تھے۔ حضرت بسر بن سفیان کو اپنا جاسوس بنا کر بھیجا۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بیس شہ سواروں کو آگے بھیجا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔

احرام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتیں ادا کیں۔ ذوالحلیفہ سے بابِ مسجد سے سوار ہوئے۔ جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر قبلہ رو ہو گئی، آپ نے عمرہ کا احرام باندھا۔ تاکہ لوگ آپ کے بارے جنگ سے امن میں ہو جائیں تاکہ انہیں علم ہو جائے کہ آپ بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ آپ نے یہ تلبیہ پڑھا:

لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك۔

صحابہ کرام کی اکثریت نے اس جگہ سے احرام باندھا۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بھی اسی جگہ سے احرام باندھا۔ بعض صحابہ کرام نے جحفہ کے مقام سے احرام باندھا۔ آپ بیداء کے رستے سے عازمِ سفر ہوئے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے رستہ میں بنو بکر مزینہ اور جہنیہ کے قبائل کے پاس سے گزرے۔ آپ نے انہیں دعوت دی۔ انہوں نے اپنے اموال کا بہانہ بنایا۔ انہوں نے کہا "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں لے کر ایسی قوم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں جو گھوڑوں اور اسلحہ سے مسلح ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اونٹوں کا گوشت کھانے والے ہیں۔ وہ اس سفر سے کبھی بھی واپس نہیں لوٹیں گے۔ نہ ان کے پاس کثیر اسلحہ ہے نہ ہی کثیر تعداد ہے۔"

آپ نے حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو بنو اسلم کے جوانوں کے ہمراہ جانور دے کر آگے بھیج دیا۔ ان کے ہمراہ مسلمانوں کے جانور تھے۔ رستہ میں آپ کو بنو نہد کا ایک گروہ ملا۔ آپ نے انہیں اسلام کی طرف بلایا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے اپنے جانوروں کا دودھ بطور ہدیہ آپ کو پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: "میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔" مسلمانوں نے ان سے وہ دودھ خرید لیا۔ ان سے تین گوہیں بھی خرید لیں۔ ان صحابہ کرام نے کھا لیا جنہوں نے ابھی تک احرام نہیں باندھا تھا لیکن احرام باندھنے والوں نے آپ سے عرض کی: "آپ نے ان سے فرمایا: "کھاؤ۔ حالت احرام میں خشکی کا ہر جانور تمہارے لیے حلال ہے۔ سوائے اس کے جسے تم شکار کرو یا تمہارے لیے شکار کیا گیا ہو۔" قربانی کے جانوروں میں سے ایک اونٹ تھک گیا۔ حضرت ناجیہ مقام ابواء میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی تو آپ نے فرمایا: "اسے ذبح کر دو۔ قلادہ اس کے خون میں بھگو دو۔ نہ تم اس سے کھاؤ نہ ہی تمہارے اہلِ کارواں اسی میں سے کھائیں۔ لوگوں اور اس کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔"

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا شکار

امام مالک اور صحاح ستہ میں ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ دیگر صحابہ کرام حالت احرام میں تھے۔ میں نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا۔ یہ صلح حدیبیہ کے سال کا واقعہ ہے۔ انہوں نے جنگلی گدھا دیکھا۔ میں اپنے جوتے درست کرنے میں مشغول تھا۔ انہوں نے مجھے اس کے بارے نہ بتایا وہ پسند کرتے تھے کہ کاش میں اسے دیکھ لیتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ اسے دیکھ کر ہنسے۔ میں نے دیکھا تو مجھے جنگلی گدھا نظر آیا۔ میں اپنے گھوڑے کی طرف گیا۔ میں نے اس پر زین کسی۔ میں اس پر سوار ہو گیا۔ میں کوڑا اور نیزہ بھول گیا تھا۔ میں نے انہیں کہا: "مجھے میرا کوڑا اور نیزہ پکڑاؤ۔" انہوں نے کہا: "بخدا! اس میں ہم تمہاری مدد ہرگز نہیں کریں گے۔" میں غصے میں ہو گیا میں خود نیچے اترا۔ میں نے یہ دونوں اشیاء پکڑیں اور جنگلی گدھے کی طرف بھاگ نکلا۔ میں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر اسے لے آیا صحابہ کرام اسے کھانے لگے۔ پھر انہیں شک گزرا کہ وہ حالت احرام میں ہیں۔ ہم آگے عازم سفر ہوئے۔ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس کی دستی چھپا رکھی تھی۔ ہم نے آپ کو پا لیا۔ ہم نے اس مسئلہ کے بارے آپ سے پوچھا آپ نے صحابہ کرام سے کہا: "کیا تم میں سے کسی نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس پر حملہ کریں یا اس کی طرف اشارہ کیا؟ صحابہ کرام نے عرض کی: "نہیں! آپ نے فرمایا: "اس کا بقیہ گوشت کھا لو۔ یہ وہ کھانا ہے جسے رب تعالیٰ نے تمہیں کھلایا ہے یہ تمہارے لیے حلال ہے کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کی: "ہاں! میں نے اس کی دستی آپ کو پیش کر دی۔ آپ

نے اسے تناول فرمایا حالانکہ آپ اس وقت حالتِ احرام میں تھے۔"

امام مالک، شیخان، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں جنگلی گدھا بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ ابواء کے مقام پر تھے۔ یا جودان کے مقام پر تھے۔ مگر آپ نے اس کو واپس کر دیا۔ جب آپ نے ان کے چہرے کے تاثرات دیکھے تو فرمایا: "ہم نے تمہیں صرف اس لیے واپس کیا ہے کیونکہ ہم حالت احرام میں ہیں۔" حضرت ایماء بن رحضہ الغفاری نے اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ان کے نورِ نظر کا نام حفاف بن ایماء تھا۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں ایک سو بکریاں اور دو شیر دار اونٹنیاں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے۔"

آپ نے انہیں صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا۔ ودان میں ایک اعرابی نے آپ کی خدمت میں معیش، عتر اور کھیرے پیش کیے۔ آپ صغابیس اور کھیرے تناول فرمانے لگے۔ یہ اشیاء آپ کو بہت عمدہ لگیں۔ آپ نے ان میں بعض کو حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ آپ کو یہ ہدیہ بہت پسند آیا۔ صحابہ کرام نے بھی اسے نادر سمجھا۔

حضرت کعب بن عجرہ کا عذر

امام احمد، عبد بن حمید، شیخان، ترمذی، ابن جریر اور الطبرانی نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہم مقام حدیبیہ میں حالتِ احرام میں تھے۔ مشرکین نے ہمارا محاصرہ کر رکھا تھا۔ میرے بال لمبے تھے۔ جوئیں میرے چہرے پر گرنے لگیں۔ آپ میرے پاس سے گزرے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں اذیت دے رہی ہیں؟" میں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "میرا گمان نہ تھا کہ تمہاری یہ اذیت اس قدر زیادہ ہو جائے گی۔" آپ نے مجھے حلق کرانے کا حکم دے دیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ (البقرۃ:۱۹۶)

آپ نے ان سے فرمایا: "تین دن کے روزے رکھ لو۔ یا چھ مساکین میں ایک فَرَق صدقہ کرو۔ یا حسب استطاعت قربانی کرو۔"

جب آپ جحفہ جلوہ نما ہوئے تو آپ نے درخت کے نیچے سے صفائی کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: "میں تمہارا پیش رو ہوں گا۔ میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑ کر جاؤں گا جسے اگر تم نے پکڑے رکھا تو

تم کبھی بھی گمراہ نہ ہوسکو گے۔ وہ کتاب الٰہی اور اس کے نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔"

مشرکین کو خبر

خرائطی نے "الھواتف" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم ﷺ عام الحدیبیہ کو مکہ مکرمہ جارہے تھے تو بشر بن سفیان العتکی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "بشر! کیا تمہیں خبر ہے کہ اہلِ مکہ کو میری روانگی کی خبر مل چکی ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں فلاں رات کو بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ قریش اپنی اپنی محافل میں تھے۔ کوہ ابی قبیس کی چوٹی سے ایک ہاتف چلایا۔ اس آواز کو اہلِ مکہ نے سنا۔ اسی رات آپ نے روانگی کا حکم دیا تھا۔ اس ہاتف نے کہا:

هيّوا لصاحبكم مثلى صحابته　　　سيرو اليه و كونوا معشرا كرما

ترجمہ: "اپنے ساتھی کے لیے اسی طرح تیار ہو جاؤ جیسے ان کے صحابہ کرام نے تیاری کی ہے ان کی طرف جاؤ اور ایک معزز قبیلہ بن جاؤ۔"

بعد الطوافِ و بعد السعى فى مهل　　　و اَنْ يُحوِزَهُم من مكةَ العَرما

ترجمہ: "اطمینان سے طواف اور سعی کے بعد اور مکہ مکرمہ حرم پاک پر قبضہ کر لینے کے بعد۔"

شاهت وجوهكم من معشر تكل　　　لا ينصرون اذا ما حاربوا ضما

ترجمہ: "ان لوگوں کی وجہ سے تمہارے چہرے برباد ہو گئے جنہوں نے ایک دوسرے پر توکل کیا ان کی مدد نہیں کی جائے گی جب انہوں نے کسی بت سے جنگ کی۔"

مکہ مکرمہ لرز اٹھا۔ مشرکین جمع ہو گئے۔ انہوں نے عہد کیا کہ اس سال مکہ مکرمہ میں ان کے ہاں کوئی داخل نہیں ہو سکے گا۔ یہ بات آپ تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا: "یہ ہاتف سلفع ہے جو بتوں کا شیطان ہے۔ عنقریب رب تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا۔ ان شاء اللہ! مشرکین اسی حالت پر تھے۔ انہوں نے پہاڑ کی بلندی سے یہ اشعار سنے:

شاهت وجوهُ رجالٍ حالفوا صنما　　　و خابَ سعيُهم ما قَصَّرَ الهِمَمَا

ترجمہ: "ان لوگوں کے چہرے برباد ہو جائیں جنہوں نے بت کے لیے قسم اٹھائیں۔ ان کی کوشش لاحاصل ہو گئیں۔ ان کی ہمت کتنی کوتاہ ہے۔"

انى قتلْتُ عَدُوَّ اللهِ سَلفعَةً　　　شيطانَ او ثانِكُم سُحقًا لمن ظلمَا

ترجمہ: ''میں نے اللہ تعالیٰ کے دشمن سلفعہ شیطان کو قتل کر دیا ہے۔ یہ تمہارے بتوں کا شیطان تھا۔ ہلاکت ہو ظلم کرنے والے کے لیے۔''

و قد اتاکم رسولُ اللہ فی نفرٍ　　و کُلھم مُحرِمٌ لا یَسفِکونَ دَمًا

ترجمہ: ''حضور اکرم ﷺ تمہارے پاس ایک پاکیزہ گروہ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ وہ سب حالت احرام میں ہیں وہ خون نہیں بہائیں گے۔''

جب مشرکین تک آپ کی روانگی کی خبر پہنچی تو وہ بہت خوفزدہ ہوئے۔ وہ اکٹھے ہوئے۔ مشاورت کی۔ انہوں نے کہا: ''کیا محمد عربی ﷺ کا ارادہ ہے کہ وہ تمہارے پاس اپنے لشکر سمیت عمرہ کرنے آئیں۔ اہلِ عرب سنیں کہ وہ زبردستی ہمارے ہاں گھس آئے ہیں۔ حالانکہ ان کے اور ہمارے مابین جنگیں ہو رہی ہیں۔ بخدا! کبھی بھی اس طرح نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہم میں پلک جھپکنے کی طاقت ہے۔''

انہوں نے خالد بن ولید کو دو سو شہ سواروں کے ساتھ کراع الغمیم کی طرف بھیج دیا۔ انہوں نے احابیش سے مدد طلب کی۔ ثقیف بھی ان کے ساتھ نکلے۔ وہ بلدح کی طرف نکلے وہاں خیمے اور قبے لگا لیے۔ ان کے ہمراہ بچے اور عورتیں تھیں۔ وہاں قیام کیا۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ وہ آپ سے جنگ کریں گے۔'' انہوں نے اپنے جاسوس پہاڑوں پر مقرر کر دیے۔ وہ دس افراد تھے۔ جو ایک دوسرے کو سرگوشیاں کر کے بتاتے تھے کہ محمد عربی ﷺ نے یوں یوں کیا ہے۔ حتیٰ کہ قریش بلدخ پہنچ گئے۔ حضرت بسر بن سفیان واپس آ گئے۔ اہلِ مکہ مکرمہ کو آپ کی روانگی کے بارے علم ہو چکا تھا۔ انہوں نے غدیر الاشطاط پر آپ سے ملاقات کی۔ عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ قریش ہیں جنہوں نے آپ کی روانگی کے بارے سن لیا ہے۔ وہ باہر نکل چکے ہیں۔ ان کے ہمراہ شیر دار اونٹنیاں بھی ہیں۔ وہ عداوت اور غصے کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ ذوطوی کے مقام پر اترے ہیں۔ انہوں نے معاہدہ کر رکھا ہے کہ آپ ان کے پاس کبھی بھی داخل نہ ہو سکیں گے۔ یہ خالد بن ولید ہے جو ان کے گھڑ سوار دستے کو کراع الغمیم تک لے آیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''قریش پر تعجب! جنگ نے انہیں مٹا دیا ہے۔ انہیں کیا تھا اگر وہ میرے اور اہلِ عرب کے درمیان سے ہٹ جاتے اگر وہ مجھے شہید کر دیتے تو ان کا مدعا پورا ہو جاتا اگر رب تعالیٰ ہمیں غلبہ دے دیتا تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ ورنہ وہ مجھ سے جنگ کرتے ان کے پاس قوت ہوتی۔ قریش کا کیا خیال ہے؟ بخدا! میں اس پر جہاد کرتا رہوں گا جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ اس دین کو غالب کر دے یا میں شہید ہو جاؤں۔''

آپ کی مشاورت اور صلاۃ الخوف

پھر صحابہ کرام میں آپ کھڑے ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: امابعد! اے گروہ مسلمین! مجھے مشورہ دو۔ کیا ہم ان لوگوں کی طرف بڑھیں جنہوں نے ان کی مدد کی ہے۔ ہم ان پر حملہ آور ہو جائیں۔ اگر وہ بیٹھ گئے تو وہ مغلوب اور شکست خوردہ ہو کر بیٹھیں گے اور اگر وہ ہمارے پاس آئے تو وہ ایسی گردن ہوں گے جسے رب تعالیٰ نے کاٹ دیا ہوگا۔ یا ہم بیت اللہ کا قصد کریں۔ جو ہمیں روکے اس کے ساتھ جہاد کریں۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "اللہ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں ہم کسی کے ساتھ جنگ کرنے نہیں آئے۔ میری رائے کہ ہم سیدھے چلتے جائیں جو ہمیں بیت اللہ سے روکے اس کے ساتھ جہاد کریں۔" حضرت اسید بن حضیر نے بھی اسی طرح کی رائے دی۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ہشام بن عروۃ سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد عرض کی: "بخدا! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا تھا: "تم جاؤ اور تمہارا رب جائے۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔" بلکہ ہم عرض کریں گے" آپ تشریف لے چلیں۔ آپ کا رب جلوہ افروز ہو۔ ہم تمہارے ساتھ جہاد کریں گے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔"

خالد بن ولید اپنے گھڑ سوار دستے سمیت آگے بڑھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو دیکھ لیا۔ اس نے آپ کے اور قبلہ کے مابین صف بندی کر لی۔ آپ نے حضرت بشر بن عباد کو حکم دیا وہ اپنے گھڑ سوار دستے کے ساتھ آگے بڑھے اور خالد کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ صحابہ کرام نے صف بندی کر لی۔ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آذان دی۔ اقامت کہی۔ آپ نے قبلہ کی طرف رخ انور کیا۔ صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے صفیں باندھ لیں۔ آپ نے ایک رکعت پڑھی۔ سجدہ کیا پھر سلام پھیر دیا۔ پھر دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ خالد نے کہا: "مسلمان نماز میں مصروف تھے۔ اگر ہم ان پر حملہ کر دیتے تو انہیں نقصان پہنچا سکتے تھے۔ ایک اور نماز آ رہی ہے جو انہیں اپنی جانوں اور بیٹوں سے عزیز ہے۔ نماز ظہر اور نماز عصر کے مابین حضرت جبرائیل یہ آیت طیبہ لے کر نازل ہو گئے۔

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ ۖ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَآئِكُمْ ۖ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ

تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ (النساء:۱۰۲)

ترجمہ: ''اور (اے حبیب) جب آپ ان میں موجود ہوں اور قائم کریں آپ ان کے لیے نماز تو چاہیے کہ کھڑا ہو ایک گروہ ان سے آپ کے ساتھ اور وہ پکڑ رکھیں اپنے ہتھیار پس جب سجدہ کر چکیں تو وہ ہو جائیں تمہارے پیچھے اور آجائے دوسرا گروہ جس نے (ابھی) نماز نہیں پڑھی پس (اب) وہ نماز پڑھیں آپ کے ساتھ اور لے رہیں اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار تمنا کرتے ہیں کافر اگر تم غافل ہو جاؤ اپنے اسلحہ سے اور اپنے ساز و سامان سے تو وہ ٹوٹ پڑیں تم پر یک بارگی اور نہیں کوئی حرج تم پر اگر تمہیں تکلیف ہو بارش کی وجہ سے یا ہو تم بیمار کہ اتار دو اپنے ہتھیار مگر (دشمن کی نقل و حرکت سے) ہوشیار رہو بے شک اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے عذاب رسوا کرنے والا۔''

نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے صحابہ کرام کو صلاۃ الخوف پڑھائی۔ تفصیل ''ابواب صلوٰۃ'' میں آرہی ہے۔

غیر معروف رستہ سے روانگی

امام بزار نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے: ''جب رات ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''اس درخت کے دائیں طرف نکلو۔ یا اس جڑی بوٹی حمض کے سامنے سے دائیں طرف ہو جاؤ۔ خالد بن ولید غمیم میں قریش کے گھڑسوار دستے کے ساتھ جاسوس بن کر آیا ہے۔ آپ نے ان سے جنگ کرنا ناپسند کیا۔ آپ ان پر رحیم تھے۔ آپ نے فرمایا: ''دائیں سمت ہو کر گزر جاؤ۔ تم میں سے کون ہے جو ثنیہ ذات الحنظل کا رستہ جانتا ہے؟ حضرت بریدہ بن حصیب نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں۔ آپ نے فرمایا: ''ہمارے آگے آگے چلو۔'' انہوں نے العصل کا رستہ اختیار کیا۔ مغرب کی طرف سرواع کی پہاڑیوں کی طرف نکلے۔ بخدا! خالد کو علم نہ ہو سکا حتیٰ کہ وہ گرد و غبار کو دیکھنے لگا۔ وہ قریش کو خبردار کرنے کے لیے دوڑ کر گیا۔ حضرت بریدہ انہیں گھاٹیوں میں سے مشکل پہاڑی رستے میں سے لے کر نکلے۔ کبھی ان کو پتھر لگتا اور کبھی درخت کے ساتھ اٹک جاتے۔ لیکن وہ یوں جا رہے تھے کہ وہ انہیں جانتے ہی نہیں۔ انہوں نے کہا: ''بخدا! میں جمعۃ کے روز ان میں چلتا ہوں۔ حمزہ بن عمرو اسلمی اترے وہ مسلمانوں کو لے کر نکلے۔ پھر درختوں کی اوٹ میں پھنس گئے۔ وہ نہیں جانتے تھے کس طرف منہ کریں۔ عمرو بن عبداللہ اسلمی اترے

مسلمانوں کے آگے آگے گئے۔ حتیٰ کہ آپ نے وہ گھاٹی دیکھ لی۔ آپ نے فرمایا: "یہ ثنیۃ ذات الحنظل ہے۔ عمرو نے عرض کی: "ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ اس کی چوٹی سے نیچے آئے۔ عمرو نے کہا: "میرا نفس سمجھتا تھا کہ یہ جوتے کے تلوے کی طرح تنگ تھی۔ جب یہ میرے لیے ظاہر ہوئی تو اسے وسیع کر دیا گیا۔ وہاں وسیع راستے تھے۔ اس رات صحابہ کرام اس کی وسعت کی وجہ سے سر جھکا کر باتیں کرتے ہوئے گذرے۔ وہ رات یوں ضوفشاں تھی۔ گویا کہ ہم چاندنی رات میں تھے۔

حضرت ابوسعید نے فرمایا: "ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ حدیبیہ کا سال تھا۔ جب ہم عسفان پہنچے تو ہم رات کے آخری حصے میں چلے حتیٰ کہ ہم عقبہ ذات الحنظل میں آئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو ثنیۃ المرار پر چڑھا اس سے یوں گناہ مٹا دیے جائیں گے جیسے بنو اسرائیل سے مٹا دیے گئے سب سے پہلے بنوخزرج کے گھوڑے چڑھے بعد میں صحابہ کرام نے جلدی کی۔ اس روز آپ نے فرمایا:

"اس رات اس گھاٹی کی مثال اس دروازہ کی سی ہے جس کے بارے رب تعالیٰ نے بنو اسرائیل سے کہا تھا:

وَ ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ (البقرۃ:۵۸)

ترجمہ: "اور داخل ہونا دروازے سے سر جھکائے ہوئے اور کہتے جانا بخش دے (ہمیں) ہم بخش دیں گے تمہاری خطائیں اور ہم زیادہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔"

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ جب مسلمان مشکل جگہ سے آسان جگہ پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یوں کہو: نستغفر اللہ و نتوب الیہ" صحابہ کرام نے یونہی عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "یہ وہی جملہ تھا جسے بنو اسرائیل پر پیش کیا گیا مگر انہوں نے نہ کہا۔ حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ آپ نے فرمایا: "جس نے بھی اس رات اس گھاٹی کو عبور کیا اس کو معاف کر دیا گیا۔" جب ہم نیچے اترے تو میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! ہمیں خدشہ ہے کہ قریش ہماری آگ کو دیکھ لیں گے۔" آپ نے فرمایا: "وہ تمہیں نہیں دیکھیں گے۔" صبح کے وقت آپ نے ہمیں نمازِ صبح پڑھائی۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والاصفات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے سوائے ایک چھوٹے سے سوار کے بقیہ سب کاروانِ مصطفیٰ ﷺ کو بخش دیا گیا ہے قوم کے سواروں نے اسے دیکھا لیکن وہ ان میں سے نہ تھا۔" لشکر میں اسے تلاش کیا گیا۔ وہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ سمندر کے ساحل کے اہل میں سے بنوضمرہ میں سے ایک شخص گمان کرتا تھا کہ وہ صحابہ کرام میں سے ہے۔ حضرت سعید سے عرض کی گئی کہ حضور والا ﷺ نے اسے اس اس طرح کہا ہے۔" حضرت سعید نے اسے کہا: "تیرے لیے بربادی! بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ تمہارے لیے مغفرت طلب کریں۔"

حضرت جابر فرماتے ہیں: "ہم نے اسے کہا:" آؤ! حضور اکرم ﷺ تمہارے لیے مغفرت طلب کریں۔" اس نے کہا: "مجھے میرا اونٹ مل جائے۔ یہ اس سے پسندیدہ تر ہے کہ تمہارے صاحب میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" حضرت ابوسعید نے فرمایا: "اس نے کہا:" بخدا! اس کا اونٹ گم ہوا تھا۔ اس سے یہ امر حضور ﷺ کے استغفار سے اہم لگا۔ وہ اونٹ کی تلاش میں نکلا اس نے پہلے اسے لشکر میں تلاش کیا۔ وہ بلند پہاڑوں پر تھا کہ اس کا پاؤں پھسلا وہ نیچے گرا اور مر گیا۔ حتیٰ کہ اسے درندے کھا گئے۔ حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ اس روز آپ نے فرمایا: "عنقریب تمہارے پاس اہلِ یمن آئیں گے۔ گویا کہ وہ بادل کے ٹکڑے ہوں وہ ساری روئے زمین میں سے بہتر ہیں۔"

مقامِ حدیبیہ میں نزولِ اجلال اور معجزات

حضرت مسور بن مخرمہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ عازمِ سفر ہوئے۔ جب حدیبیہ کے قریب پہنچے تو اونٹنی اس راہ پر چلنے لگی جو سبیع وادی کی طرف جاتا تھا۔ وہاں اونٹنی بیٹھ گئی۔ صحابہ کرام نے کہا: "حَل حَل۔" مگر اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ اس نے اصرار کیا۔ مسلمانوں نے کہا: "قصواء بیٹھ گئی ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "نہ قصواء بیٹھی ہے نہ ہی اس کی یہ عادت ہے۔ مگر اس کو اسی ذات نے روک لیا ہے جس نے مکہ مکرمہ سے ہاتھی کو روک لیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے آج مجھ سے قریش کوئی بھی ایسی شق طلب کریں گے جس میں حرماتِ الٰہیہ کی تعظیم ہوگی میں انہیں وہ ضرور عطا کر دوں گا۔" آپ نے اونٹنی کو جھڑکا تو وہ اٹھی۔ ذرا آگے جا کر واپس آ گئی۔ دوسری روایت میں ہے: "وہ ان سے دور ہو گئی حدیبیہ کے دور کے کنارے پر ایک خشک کنویں پر بیٹھ گئی۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا صحابہ کرام نے اسے جلد ہی حاصل کر لیا۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں پانی کی قلت کا سوال کیا۔ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ حکم دیا تو اسے کنویں میں گاڑھ دیا گیا وہ پانی سے ابلنے لگا۔ صحابہ کرام نے اپنی سواریوں کو سیر ہو کر پلایا۔ حضرت مسور نے کہا ہے کہ صحابہ کرام کنویں کی منڈیر پر بیٹھ کر برتن بھر لیتے تھے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے "جس شخص نے تیر گاڑھا تھا وہ ناجیہ بن الاعجم تھے۔ یہ بنو اسلم سے تعلق رکھتے تھے حضرت ناجیہ بن جندب نے کہا وہ آپ کے قربانی کے جانور ہانک کر لے جا رہے تھے۔ روایت ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے ناجیہ سے کہا جبکہ وہ کنویں کے اندر تھے۔

یا ایھا الماتح دلوی دونکا انی رایت الناس یحمدونکا
یثنون خیرا و یمجدونکا

ترجمہ: "اے وہ شخص جس نے اپنا ڈول چھوڑ کر میرا ڈول بھرا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ لوگ تمہاری تعریف کر رہے ہیں۔ وہ تمہاری عمدہ ستائش کر رہے ہیں اور تمہاری عظمت بیان کر رہے ہیں۔"

انہوں نے کنویں میں سے جواب دیا:

قد علمت جاریۃٌ یمانِیَۃُ انی انا المائحُ و اسمی ناجیہ

ترجمہ: "وہ یمانی عورت جان گئی ہے کہ میں ہی پانی بھر رہا ہوں اور میرا نام ناجیہ ہے۔"

و طعنۃٍ ذاتِ رشَاشٍ واھیَۃ طعنُھا تحت صدورِ العادیۃ

ترجمہ: "میں نے دشمن کے سینے پر کتنے ہی ایسے زخم لگائے ہیں جو بہت چوڑے ہیں اور فوارے کی طرح خون نکالنے والے ہیں۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "عطاء بن مروان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "مجھے بنو اسلم کے چودہ افراد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ناجیہ بن الاعجم نے کہا" جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں پانی کی قلت کی شکایت کی گئی تو آپ نے مجھے یاد فرمایا۔ آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا۔ مجھے عطا کیا پانی کا ایک ڈول طلب فرمایا۔ میں نے اسے حاضر خدمت کیا۔ آپ نے اس سے وضو کیا کلی کی پھر ڈول میں پانی ڈال دیا۔ صحابہ کرام شدید گرمی میں تھے۔ صرف ایک ہی کنواں رہ گیا تھا۔ مشرکین بلدح کی طرف آگے بڑھ چکے تھے انہوں نے کنوؤں پر قبضہ کر لیا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا: "ڈول لے کر کنویں کے نیچے اتر جانا۔ یہ ڈول اندر انڈیل دینا۔ پھر پانی میں یہ تیر گاڑھ دینا۔" میں نے اسی طرح کیا۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں مشکل ہی سے باہر نکلا حتیٰ کہ پانی نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ ہنڈیا کی طرح ابلنے لگا۔ اس کا پانی بلند ہو کر کنارے تک پہنچ گیا۔ صحابہ کرام اس کے اوپر بیٹھ کر پانی پی لیتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ سارے سیراب ہو گئے۔ اس کنویں پر بعض منافق بھی تھے۔ ان میں عبداللہ بن ابی بھی تھا۔ اوس بن خولی نے کہا: "ابوالحباب! تیرے لیے ہلاکت! اب وقت آ گیا ہے کہ تیری آنکھیں کھل جائیں کیا اس کے بعد بھی کسی چیز کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا: "میں نے اس طرح کے معجزات پہلے بھی دیکھے ہیں۔" اوس نے کہا: "اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری رائے کو رسوا کرے۔" ابن ابی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "ابوالحباب! تو نے یہ معجزہ دیکھا ہے جیسے کہ صحابہ کرام نے دیکھا ہے۔" اس نے عرض کی: "میں نے اس جیسا معجزہ کبھی نہیں دیکھا۔" آپ نے فرمایا: "پھر تو نے وہ بات کیوں کی؟" ابن ابی نے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" اس کے فرزند حضرت عبداللہ بن ابی نے بھی عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کے لیے مغفرت طلب کریں۔" آپ نے اس کے لیے مغفرت طلب کی۔"

ابن اسحاق نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''میں تیر لے کر کنویں کے اندر اترا تھا۔''

دوسری داستان

امام احمد، امام بخاری، الطبرانی، امام حاکم نے الاکلیل میں اور ابونعیم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اور امام مسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے اور امام بیہقی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔حضرت براء نے فرمایا: ''ہم حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تھے۔ہم مقام حدیبیہ پر ٹھہرے ہم چودہ سو تھے۔حدیبیہ ایک کنواں تھا۔جس پر ہم پہلے پہنچ چکے تھے۔اس میں اتنا پانی تھا۔جو پچاس بکریوں کو بھی سیراب نہیں کر سکتا تھا۔وہ تھوڑا تھوڑا رس رہا تھا۔ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔'' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''شدید گرمی تھی۔لوگوں نے آپ کی بارگاہِ والا میں پیاس کی شکایت کی۔آپ اس کنویں کے پاس جلوہ افروز ہوئے۔اس کے کنارے پر بیٹھ گئے۔پھر ایک برتن منگوایا اس میں وضو کیا۔پھر کلی کی اور دعا مانگی۔پھر وہ ڈول اس کنویں میں انڈیل دیا۔ہم نے کچھ دیر اسے چھوڑے رکھا۔پھر اس نے ہمیں اور ہمارے جانوروں کو سیراب کر دیا۔'' حضرت براء نے فرمایا: ''میں نے اپنے آخری شخص کو دیکھا۔وہ کپڑے کے ساتھ باہر نکل آیا تاکہ غرق نہ ہو جاتے حتیٰ کہ وہاں چشمہ جاری ہو گیا۔'' حضرت ابن عباس اور عروہ نے فرمایا: ''پانی بہت زیادہ ہو گیا حتیٰ کہ صحابہ کرام اس کے کنارے پر بیٹھ کر چلو بھر لیتے تھے۔''

ایک اور داستان

امام بخاری نے المغازی میں اور اشربۃ میں حضرت جابر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''حدیبیہ کے روز صحابہ کرام کو پیاس لگی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چھوٹا برتن پڑا ہوا تھا۔'' حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ہمارے پاس پانی نہ تھا۔تھوڑا سا پانی دستیاب ہوا جسے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا گیا۔آپ نے اس سے وضو فرمایا۔صحابہ کرام آپ کی سمت آئے۔آپ نے پوچھا ''کیا وجہ ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے وضو کریں یا پئیں۔صرف آپ کے اس برتن میں پانی ہے۔'' آپ نے اسے بھی پیالے میں انڈیل لیا ہے۔'' آپ نے اس پیالے میں دستِ اقدس رکھا۔پانی آپ کی مبارک انگلیوں سے چشموں کی طرح بہنے لگا۔ہم نے پانی پیا۔وضو کیا۔'' حضرت سالم بن ابی جعد فرماتے ہیں ''میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''اس روز تمہاری تعداد کتنی تھی؟ انہوں

نے فرمایا: "اگر ہماری تعداد ایک لاکھ بھی ہوتی پھر بھی ہمیں وہ پانی کافی ہو جاتا۔ ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔"

بارش کا نزول

امام بخاری، امام مسلم، ابو عوانہ اور امام بیہقی نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "ہم حدیبیہ کے سال آپ کی معیت میں روانہ ہوئے۔ ایک رات بارش ہوئی۔ آپ نے ہمیں نمازِ صبح پڑھائی پھر ہماری طرف چہرہ انور کیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا رب کیا کہہ رہا ہے؟" ہم نے عرض کی: "اللہ و رسولہ اعلم۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ میرے بندوں میں سے بعض نے حالتِ ایمان اور بعض نے حالتِ کفر میں صبح کی۔ مومن نے کہا: "اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے ہم پر بارش برسی۔" وہ مجھ پر ایمان لانے والا اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے۔ جس نے کہا: "فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش برسی۔" وہ ستاروں پر ایمان لانے والا اور میرا کفر کرنے والا ہے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "ابن ابی نے کہا تھا: یہ خریف کا ستارہ ہے۔ ہم پر شعری کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ملیح نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: حدیبیہ کے روز ہم پر بارش برسی جس نے ہمارے جوتوں کے تلوے بھی نہ بھگوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا: "اپنے اپنے کجاوؤں میں ہی نماز پڑھ لو۔" عمرو بن سالم اور بسر بن سفیان خزاعی نے بارگاہِ رسالت مآب میں بکریاں اور اونٹ پیش کیے۔ حضرت عمرو نے حضرت سعد بن عبادہ کو بھی اونٹ پیش کیے وہ ان کے دوست تھے۔ حضرت سعد نے وہ اونٹ بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیے۔ انہوں نے عرض کی: عمرو نے مجھے یہ اونٹ بطور تحفہ دیے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "انہوں نے یہ جانور ہمیں بھی تحفہ کے طور پر دیے ہیں جو تم دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ عمرو میں برکت ڈالے۔" آپ نے حکم دیا تو اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔ ان کا گوشت صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا گیا۔ بکریاں ویسے ہی ان میں تقسیم کر دی گئیں آپ نے بھی ان میں شرکت کی۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اسی طرح گوشت ملا جس طرح کسی اور صحابی کو ملا تھا۔ آپ نے بھی اپنی بکری میں شرکت کی۔ اس کا کچھ حصہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی ملا۔ آپ نے تحفہ لانے والے کو لباس دینے کا حکم دیا۔

قریش کی سفارت

جب آپ حدیبیہ میں پرسکون ہو گئے تو بدیل بن ورقاء بنو خزاعہ میں سے کچھ افراد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں عمرو بن سالم، خراش بن امیہ، خارجہ بن کرز اور یزید بن امیہ بھی شامل تھے۔ یہ تہامہ میں آپ کے خیر خواہ تھے۔

بعض مسلمان تھے بعض نے آپ کے ساتھ عہد کر رکھا تھا۔ وہ تہامہ کا کوئی واقعہ بھی آپ سے نہیں چھپاتے تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں آئے۔ سلام عرض کیا۔ بدیل بن ورقاء نے کہا ہم آپ کی قوم کعب بن لوی اور عامر بن لوی کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ انہوں نے آپ کے خلاف احابیش اور دیگر اطاعت گزاروں سے مدد طلب کر لی ہے۔ وہ حدیبیہ کے کنوؤں پر فروکش ہیں۔ ان کے پاس شیر دار اونٹنیاں عورتیں اور بچے ہیں۔ وہ قسمیں اٹھا رہے ہیں کہ وہ آپ کو بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے حتیٰ کہ ان کے سردار ہلاک ہو جائیں۔"

حضور داعی اعظم ﷺ نے فرمایا: "ہم کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے۔ ہم اس بیت اللہ کا طواف کرنے آئے ہیں جو ہم کو اس سے روکے گا ہم اس سے جنگ کریں گے۔ قریش کو جنگوں نے نقصان دیا ہے انہیں کمزور کر دیا ہے اگر وہ پسند کریں تو میں ان کے لیے ایک مدت مقرر کر دیتا ہوں۔ وہ اس میں امن سے رہیں گے۔ وہ اس دوران مجھے اور لوگوں کو چھوڑ دیں لوگوں کی تعداد کثیر ہے اگر وہ مجھ پر غالب آگئے تو قریش کا بھی یہی ارادہ ہے اگر میرا معاملہ لوگوں پر غالب آگیا تو انہیں اختیار ہوگا چاہیں تو وہ لوگوں کے ساتھ اس دین میں داخل ہو جائیں یا جنگ کر لیں۔ اس وقت ان کے پاس بہت سی قوت ہوگی۔ اگر وہ انکار کریں تو پھر میں اپنے اس معاملہ میں بھرپور سعی کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں شہید ہو جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنا معاملہ پورا کر دے۔"

بدیل نے آپ کے فرمان کو اچھی طرح یاد کیا۔ عرض کی: "آپ کا یہ فرمان میں قریش تک پہنچاؤں گا۔" وہ واپس گیا وہ اور اس کا کارواں قریش کے پاس پہنچے۔ قریش کے بعض افراد نے کہا: "یہ بدیل اور اس کے ساتھی ہیں۔ وہ تم سے خبریں لینے آئے ہیں۔ اس سے ایک حرف تک نہ کہنا۔ جب بدیل نے دیکھا کہ وہ اسے کوئی بات نہیں کر رہے۔ اس نے کہا: "ہم محمد عربی ﷺ کے پاس سے آئے ہیں کیا تم پسند کرتے ہو کہ ہم تمہیں ان کے بارے کچھ بتائیں۔" عکرمہ اور حکم بن عاص نے کہا: "ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ انہیں بتا دو کہ وہ اس سال مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص بھی باقی نہ رہے۔" عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا: "بدیل کی بات سن لو اگر پسند آئے تو قبول کر لینا۔ ورنہ ترک کر دینا۔" صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام نے کہا: "بدیل! ہمیں بتاؤ کہ تم نے کیا سنا کیا دیکھا؟ بدیل نے کہا: "تم محمد عربی ﷺ کے بارے جلدی کر رہے ہو۔ وہ جنگ کے لیے نہیں آئے وہ عمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔" اس نے انہیں حضور اکرم ﷺ کا فرمان سنایا۔ عروہ نے کہا: "قریش! کیا تم مجھے تہمت لگاتے ہو؟" قریش: "نہیں۔" عروہ: "کیا تم میرے باپ کی طرح نہیں ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں" عروہ: کیا میں اولاد کی مانند نہیں ہوں۔ قریش: ہاں! عروہ سبیعہ بنت عبد شمس قرشیہ کا بیٹا تھا۔ اس نے کہا: "کیا تم جانتے نہیں ہو کہ میں نے اہل عکاظ کو تمہاری نصرت پر ابھارا تھا۔ جب انہوں نے جواب نہ دیا تو میں خود، اپنے بچے اور اپنے اطاعت گزاروں کو لے کر تمہارے پاس آگیا تھا۔" قریش: ہاں! تم نے اس طرح کیا تھا۔ تم پر کوئی تہمت نہیں

ہے۔"اس نے کہا:"میں تمہیں ایک نصیحت کرنے لگا ہوں۔میں اسے تم سے نہیں چھپاؤں گا۔بدیل تمہارے پاس بہت عمدہ بات لے کر آیا ہے۔جسے ایک شریر شخص ہی رد کر سکتا ہے اسے قبول کر لو۔مجھے بھیجو حتیٰ کہ میں ان کا مؤقف معلوم کر کے آؤں۔" میں ان کے ساتھیوں کو دیکھوں گا۔میں تمہارا جاسوس بن کر جاؤں گا۔حتیٰ کہ تمہیں ان کی خبر لا کر دوں گا۔" قریش نے اسے بارگاہ رسالت مآب میں بھیجا۔وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی:"محمد عربی ﷺ! میں نے کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو اس حالت پر چھوڑا ہے کہ وہ حدیبیہ کے کنوؤں پر فروکش ہیں۔ان کے پاس شیر دار جانور ہیں۔انہوں نے احابیش اور ان کے پیروکاروں کو بھی بلا لیا ہے۔انہوں نے پختہ عزم کیا ہے۔وہ قسمیں اٹھا رہے ہیں وہ آپ کو بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔حتیٰ کہ آپ انہیں ہلاک کر دیں۔آپ میں اور ان کے ساتھ جنگ کرنے والوں کے مابین دو امور میں سے ایک امر ہے۔یا تو آپ اپنی قوم کو ہلاک کر دیں گے۔میں نے کسی شخص کے بارے نہیں سنا جس نے اپنی قوم اور اہل کو ہلاک کیا ہو۔یا آپ کے ساتھی آپ کو رسوا کر دیں گے۔مجھے آپ کے ساتھ معزز لوگ نظر نہیں آ رہے۔یہ کچھ اوباش لوگ ہیں جن کے چہروں اور نسبوں سے میں آگاہ نہیں ہوں۔یہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔" دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا۔

"گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔اگر آپ قریش کے ساتھ جنگ آزما ہوئے تو یہ آپ کو ان کے حوالے کر دیں گے آپ کو قیدی بنا لیا جائے گا۔اس سے زیادہ شدید امر اور کیا ہوگا؟ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شدید غصہ آیا۔وہ حضور اکرم ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔انہوں نے کہا:"لات کے چیتھڑے چومنے والے! کیا ہم آپ کو چھوڑ جائیں گے۔آپ کو رسوا کریں گے؟ عروہ نے پوچھا:"یہ کون ہے؟" صحابہ کرام نے کہا:"ابوبکر صدیق۔" عروہ نے کہا:"بخدا! اگر آپ کا وہ احسان نہ ہوتا جس کا میں نے ابھی تک بدلا نہیں چکایا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا۔"

عروہ نے اپنی دیت کے بارے لوگوں سے مدد طلب کی تھی کسی نے دو اور کسی نے تین اونٹ دیے۔حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دس اونٹ دیے۔عروہ پر ان کا یہی احسان تھا۔عروہ جب بھی گفتگو کرتا تھا اس کا ہاتھ آپ کی ریش مبارک تک جاتا تھا۔حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آپ کے سر اقدس پر کھڑے تھے۔ان کے ہاتھ میں تلوار تھی۔چہرے پر خود تھا۔جب عروہ آیا تو انہوں نے یہ خود پہنا تھا۔جب بھی عروہ کا ہاتھ حضور پاک ﷺ کی داڑھی تک جاتا تو وہ اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر مارتے اور کہتے:"اپنا ہاتھ حضور اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک تک نہ لے جا ورنہ تلوار سے کام تمام کر دوں گا۔مشرک کے لیے روا نہیں کہ وہ اسے مس کرے۔" جب حضرت مغیرہ نے بار بار اسی طرح کیا تو عروہ کو غصہ آ گیا۔اس نے کہا:"تم کتنے سخت اور غصیلے ہو۔کاش! مجھے علم ہو جاتا کہ یہ کون ہے جس نے مجھے تکلیف دی ہے۔میں نے اس سے زیادہ تکلیف دہ اور شریر شخص تم

میں نہیں دیکھا۔" یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا: "یہ تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔" عروہ نے کہا: "ارے تم ہو! بخدا! میں نے کل ہی عکاظ میں تمہاری گندگی صاف کی ہے۔ تم نے آخری زمانہ تک ثقیف کے ساتھ عداوت کا وارث بنا دیا تھا۔" یہ تفصیل بعد میں آئے گی۔

عروہ نے اپنی آنکھوں سے صحابہ کرام کا عشق انگیز منظر دیکھا۔ حضور اکرم ﷺ جب بھی لعاب دہن پھینکتے تو وہ کسی صحابی کے ہاتھوں پر گرتا۔ وہ اسے اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا۔ آپ اگر انہیں کوئی حکم دیتے تو وہ بجالانے میں جلدی کرتے۔ اگر آپ وضو فرماتے تو وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے قریب تھا کہ صحابہ کرام باہم لڑ پڑتے۔ جو بال مبارک نیچے گرتا وہ اسے فوراً اٹھا لیتے جب وہ گفتگو کرتے تو اپنی آواز پست کر لیتے۔ از روئے تعظیم آنکھ اٹھا کر آپ کی طرف نہ دیکھتے تھے۔ جب عروہ اپنی گفتگو سے فارغ ہوا اور آپ نے اسے وہی جواب دیا جو بدیل کو دیا تھا تو عروہ قریش کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "اے میری قوم! میں بادشاہوں میں سے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا۔ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جس کے درباری اتنے اطاعت گزار ہوں جتنی اطاعت محمد عربی ﷺ کے صحابہ کرام ان کی کرتے ہیں۔ وہ بادشاہ نہیں ہیں وہ جب لعاب دہن پھینکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی اسے ہاتھ میں لے کر اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے۔ وہ جب کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر ایک اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو سب وضو کا پانی حاصل کرنے کی بھرپور سعی کرتے ہیں۔ قریب ہوتا ہے کہ ان میں لڑائی ہو جائے کہ اس میں کسی کو کیا نصیب ہوتا ہے۔ ان کا جو بال مبارک بھی نیچے گرتا ہے صحابہ کرام اسے حاصل کر لیتے ہیں۔ گفتگو کے وقت وہ اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں۔ از روئے تعظیم ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے۔ ان کی اجازت کے بغیر کوئی گفتگو نہیں کرتا۔ جب اسے اذن ملتا ہے تو عرض پیش کرتا ہے۔ اگر اذن نہ ملے تو خاموش ہو جاتا ہے۔ انہوں نے آپ کو عمدہ بات پیش کی ہے اسے قبول کر لو۔ میں نے اپنی قوم کو محتاط کر دیا ہے۔ جان لو اگر تم نے ان سے تلوار کا تقاضا کیا تو جانثاران مصطفی ﷺ تمہاری یہ تمنا بھی پوری کر دیں گے۔ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو یہ پرواہ نہیں کرتی کہ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ جب تم نے ان کے ساتھی کو روک دیا۔ بخدا! ان کے ہمراہ میں نے ایسی عفت مآب خواتین بھی دیکھیں ہیں جو کسی حال میں بھی محمد عربی ﷺ کو تمہارے سپرد نہیں کریں گی۔ رائے قائم کر لو۔ ان کے پاس جاؤ۔ جو تم کو پیش کرتے ہیں قبول کر لو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ خدشہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے خلاف تمہاری مدد نہ کی جائے جو بیت اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے اس کی زیارت کے لیے آئے۔ اس کے پاس قربانی کے جانور بھی ہوں جنہیں ذبح کر کے وہ واپس چلا جائے۔" قریش: "ابو یعفور! اس طرح کی باتیں نہ کرو۔ کیا تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ بات کی ہے؟ لیکن ہم انہیں اس سال واپس بھیج دیں گے۔ وہ آئندہ سال آئیں گے۔" عروہ: میرے

خیال میں تمہیں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔" پھر وہ اور اس کے ساتھی طائف چلے گئے۔

حلیس بن علقمہ کنانی اٹھا۔ یہ احابیش کے سرداروں میں سے تھا۔ اس نے کہا: "مجھے اجازت دو میں ان کی خدمت میں جاتا ہوں۔" قریش: جاؤ۔ جب وہ آپ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا: "اس کا تعلق اس قبیلہ کے ساتھ ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کی عزت کرتے ہیں۔ اس کے سامنے سے جانور گزارو، صحابہ کرام نے اس کے سامنے سے جانور گزارے۔ جب اس نے جانور دیکھے جن سے وادی بھری ہوئی تھی۔ جنہوں نے قلادے پہن رکھے تھے زیادہ رکنے کی وجہ سے ان کے بال بھی جھڑ چکے تھے۔ وہ رک رک کر آواز نکال رہے تھے۔ صحابہ کرام کی زبانوں پر لبیك اللهم لبیك کے ترانے تھے وہ نصف ماہ سے وہیں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کی بو تبدیل ہو چکی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے، وہ چیخ اٹھا۔ اس نے کہا: "سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا روا نہیں۔ رب تعالیٰ نے انکار کر دیا کہ لخم، جذام، کندہ اور حمیر کے قبائل حج کریں اور حضرت عبدالمطلب کے فرزند ارجمند کو روک دیا جائے۔ ان کو بیت اللہ کی زیارت سے نہیں روکنا چاہیے۔ رب کعبہ کی قسم! قریش ہلاک ہو گئے۔ یہ لوگ تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔"" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہاں! بنو کنانہ کے بھائی!"

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ تک نہیں پہنچا تھا۔ جب اس نے جانور دیکھ لیے تو ان کی تعظیم بجالایا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضور ﷺ نے دور سے ہی اسے مخاطب فرمایا ہو۔"

وہ قریش کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "میں نے وہ کچھ دیکھا ہے جسے روکنا درست نہیں۔ میں نے جانور دیکھے جنہوں نے قلادے پہن رکھے ہیں۔ زیادہ رکنے کی وجہ سے ان کے بال جھڑ چکے ہیں۔ آدمیوں کی بو تبدیل ہو چکی ہے۔ انہیں جوئیں پڑ چکی ہیں۔ انہیں بیت اللہ کی زیارت سے روکنا درست نہیں۔ بخدا! ہم نے اس پر تمہارے ساتھ معاہدہ تو نہیں کیا تھا کہ ہم ہر اس شخص کو بیت اللہ سے روکیں گے جو اس کی تعظیم بجالاتے ہوئے آئے گا۔ اس کا حق ادا کرتے حاضر ہوگا۔ وہ جانور کو اس کے مقام تک لے جانا چاہتا ہوگا۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے تم ان کے رستے سے ہٹ جاؤ ورنہ میں سارے احابیش کو لے کر چلا جاؤں گا۔" قریش نے کہا: "حلیس! ذرا رکو! حتیٰ کہ ہم اپنے لیے وہ کچھ لے لیں جس پر ہم راضی ہو جائیں۔" دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "تم بدو ہو۔ تمہیں کچھ علم نہیں ہے۔ جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ محمد عربی ﷺ کی طرف سے مکر و فریب ہے۔"

مکرز بن حفص اٹھا۔ اس نے کہا: "مجھے اجازت دو میں ان کے پاس جاتا ہوں۔" جب وہ آپ کے قریب آیا تو آپ نے کہا: "یہ ایک دھوکہ باز شخص ہے۔" جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے اسی طرح گفتگو فرمائی

جس طرح بدیل اور عروہ سے گفتگو کی تھی۔وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور آپ کی گفتگو انہیں سنائی۔

حضرت خراش بن امیہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کی سفارت

محمد بن اسحاق اور محمد بن عمر وغیرہما نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خراش بن امیہ کو اپنے اونٹ پر قریش کے پاس بھیجا۔اس اونٹ کا نام ثعلب تھا تا کہ وہ قریش کو بتائیں کہ آپ کس مقصد کے لیے آئے ہیں۔عکرمہ نے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔حضرت خراش کو قتل کرنا چاہا لیکن احابیش نے روک دیا۔انہوں نے ان کا رستہ چھوڑ دیا۔وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور قریب تھا کہ وہ کچھ آپ سے عرض نہ کرتے جو کچھ انہیں سامنا کرنا پڑا تھا۔

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:" جب آپ نے حدیبیہ کے مقام پر نزولِ اجلال فرمایا تو قریش گھبرا گئے۔آپ نے پسند کیا کہ آپ اپنے صحابہ کرام میں سے کسی شخص کو ان کے پاس بھیجیں۔آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ انہیں قریش کی طرف بھیجیں۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ! مجھے اپنے بارے قریش سے خطرہ ہے۔قریش جانتے ہیں کہ میں ان سے کتنی عداوت رکھتا ہوں۔بنو عدی کا کوئی شخص بھی وہاں نہیں جو میرا تحفظ کرے۔"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کے پاس جاؤں۔" آپ نے انہیں جواب نہ دیا۔حضرت عمر فاروق نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کو ایسے شخص کے بارے بتاتا ہوں جو مکہ مکرمہ میں مجھ سے زیادہ معزز ہے۔اس کا قبیلہ وہاں آباد ہے جو اس کی حفاظت کر سکتے ہیں۔وہ آپ کا پیغام بھی پہنچا دیں گے یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا:" قریش کے پاس جاؤ۔انہیں بتاؤ کہ ہم جنگ کے لیے نہیں آئے۔ہم عمرہ کرنے آئے ہیں۔انہیں اسلام کی طرف بلاؤ۔" آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ مکہ مکرمہ کے مسلمان مرد اور خواتین کے پاس جائیں اور انہیں فتح کی بشارت دیں۔انہیں بتائیں کہ رب تعالیٰ عنقریب مکہ مکرمہ میں اپنا دین غالب کر دے گا۔اس جگہ ایمان لے کر چھپنا نہیں پڑے گا۔"

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ قریش کے پاس گئے۔بلدح سے ان کے پاس سے گزرے۔انہوں نے کہا: "کہاں جا رہے ہیں۔" انہوں نے کہا:" حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔تا کہ میں تمہیں رب تعالیٰ اور اسلام کی طرف بلاؤں۔دین الٰہی میں مکمل داخل ہو جاؤ رب تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ عطا کرے گا۔اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عزت دے گا۔دوسری بات یہ ہے کہ تم رک جاؤ۔یہ معاملہ کسی اور کے سپرد کر دو۔اگر وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غالب آ گیا تو تمہارا ارادہ بھی یہی ہے۔اگر وہ فتح مند ہو گئے تو پھر تمہارے پاس دو اختیار ہوں گے۔یا تو اس دین حق میں داخل ہو جانا یا آپ سے جنگ کر

لینا۔ اس وقت تمہاری تعداد کثیر اور زیادہ ہوگی۔ جنگ نے تمہیں کمزور کر دیا ہے۔ تمہارے چیدہ چیدہ افراد ختم کر دیے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ حضور انور ﷺ تمہیں بتا رہے ہیں کہ آپ کسی سے قتال کرنے نہیں آئے۔ بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں ان کے پاس قربانی کے جانور ہیں۔ جن پر قلادے ہیں وہ انہیں ذبح کر کے واپس چلے جائیں گے۔"

قریش: جو کچھ تم نے کہا ہم نے سن لیا ہے۔ بخدا! یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ وہ قوت سے ہمارے ہاں نہیں آسکتے۔ اپنے صاحب کے پاس جاؤ اور انہیں بتادو کہ وہ ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔" ابان بن سعید ان سے ملا۔ انہوں نے انہیں خوش آمدید کہا۔ پناہ دی۔ کہا: "اپنی ضرورت پوری کریں۔" وہ اپنے گھوڑے سے اترا زین پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بٹھایا اور خود ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس نے کہا:

اقبل ادبره لا تخف احدا بنوسعید اعزة الحرم

ترجمہ: "آپ آئیں جائیں کسی سے خدشہ نہ کھائیں بنوسعید حرم پاک کے معزز لوگ ہیں (یا طاقتور لوگ ہیں)۔"

وہ انہیں لے کر مکہ چلا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سرداران مکہ میں سے ایک ایک کے پاس گئے۔ وہ انہیں یہی جواب دیتے تھے۔ "محمد عربی ﷺ مکہ مکرمہ میں کبھی بھی داخل نہیں ہو سکتے۔" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے کمزور مسلمان مردوں اور عورتوں کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں: 'وہ وقت آگیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اہل ایمان کو چھپنا نہیں پڑے گا۔' یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ہمارا سلام پیش کرنا۔"

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کا پیغام پہنچانے سے فارغ ہوئے۔ تو قریش نے کہا: "اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو کرلو۔" انہوں نے کہا: "میں اس وقت تک اس کا طواف نہیں کروں گا حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ اس کا طواف کرلیں۔" وہ تین روز تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے اور قریش کو دعوت اسلام دیتے رہے۔

حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: "ہم میں سے صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیت اللہ کے پاس گئے ہیں۔ وہ اس کا طواف کرلیں گے۔" آپ نے فرمایا: "مجھے یقین ہے کہ وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گے حالانکہ ہمیں روک دیا گیا ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ وہاں تک پہنچ چکے ہیں اب انہیں کیا چیز روک سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "میرا یقین ہے کہ وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گے حتیٰ کہ ہم اس کا طواف کرلیں۔"

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر وہ وہاں ایک سال تک بھی ٹھہرے رہے وہ پھر بھی طواف نہیں کریں گے حتیٰ کہ میں طواف کرلوں۔"

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس آئے تو مسلمانوں نے ان سے کہا: ''ابوعبداللہ! بیت اللہ کا طواف کر کے تم نے پیاس بجھالی ہوگی؟'' انہوں نے کہا: ''تم نے میرے بارے کتنی بدگمانی کی ہے۔ بخدا! اگر میں ایک سال وہاں رہتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حدیبیہ میں جلوہ افروز رہتے میں طواف نہ کرتا حتیٰ کہ آپ طواف کر لیتے۔ قریش نے مجھے دعوت دی تھی کہ میں بیت اللہ کا طواف کرلوں مگر میں نے انکار کر دیا تھا۔'' صحابہ کرام نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حسنِ ظن رکھنے والے ہیں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو رات کے وقت نگرانی کا حکم فرماتے تھے۔ تین صحابہ کرام باری باری نگرانی کرتے تھے۔ حضرت اوس بن خولی حضرت عباد بن بشر، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم۔ ایک رات حضرت محمد بن مسلمہ نگرانی کر رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ قریش نے پچاس افراد بھیجے ان میں مکرز بن حفص بھی تھا۔ انہوں نے انہیں حکم دیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد چکر لگائیں۔ انہیں امید تھی کہ وہ کسی کو قتل کر دیں گے یا شب خون ماریں گے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے انہیں پکڑ لیا۔ اور انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔ مکرز بھاگ نکلا اپنے ساتھیوں کو بتایا۔ آپ کا فرمان سچ ثابت ہوا کہ وہ ایک مکار شخص ہے آپ کے کچھ صحابی آپ کی اجازت سے مکہ مکرمہ گئے تھے۔ ان میں حضرات کرز بن جابر فہری، عبداللہ بن سہیل بن عمرو، عبداللہ بن حذافہ، ابوالروم بن عمیر عبدری، عیاش بن ابی ربیعہ، ہشام بن العاص، ابوحاطب بن عمرو، عمیر بن وھاب، حاطب بن ابی بلتعہ اور عبداللہ بن ابی امیۃ شامل تھے۔ وہ حضرت عثمان غنی کی پناہ میں یا چھپ کر داخل ہوئے تھے۔ ان کے بارے علم ہو گیا اور انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ قریش کو وہ خبر بھی مل گئی کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ قریش کا ایک گروہ آیا۔ وہ مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسانے لگے۔ مسلمانوں نے مشرکین کے بارہ سواروں کو گرفتار کر لیا۔ مسلمانوں میں سے حضرت ابن زنیم شہید ہو گئے۔ انہوں نے حدیبیہ کی گھاٹی سے دیکھا تھا مشرکین نے انہیں تیر مار کر شہید کر دیا۔ قریش نے سہیل بن عمرو، خویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص کو بھیجا۔ جب سہیل آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا: ''تمہارا معاملہ آسان ہو گیا ہے۔'' سہیل نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے جو صحابہ کرام گرفتار ہوئے ہیں یا جنہیں تیر کا نشانہ لگا ہے۔ یہ رائے ہمارے اہلِ دانش کی رائے نہیں ہے۔ بلکہ جب ہمیں یہ علم ہوا تو ہم نے اسے ناپسند کیا۔ ہمیں پہلے علم نہ تھا۔ وہ ہمارے احمق ہیں ہمارے وہ ساتھی آزاد کر دیں جو پہلے اور بعد میں گرفتار ہوئے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں انہیں چھوڑنے والا نہیں حتیٰ کہ تم میرے صحابہ کرام کو آزاد کر دو۔'' انہوں نے کہا: ''آپ نے انصاف کیا ہے۔ سہیل اور اس کے ساتھیوں نے قریش کی طرف شیتم بن عبد مناف تیمی کو بھیجا۔ قریش نے حضرات عثمان غنی اور دیگر صحابہ کرام کو چھوڑ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قریش کے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عثمان غنی کے پہنچنے سے قبل آپ تک یہ خبر پہنچ چکی تھی

کہ حضرت عثمان غنی اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا ہے اسی وجہ سے آپ نے بیعت لی۔

بیعت رضوان

جب آپ تک یہ افواہ پہنچی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے تو آپ نے صحابہ کرام کو بیعت کی طرف بلایا۔ آپ نے فرمایا: "ہم روانہ نہ ہوں گے حتیٰ کہ ہم مشرکین سے بدلہ لیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو مازن بن نجار کے گھروں کے پاس تشریف لائے۔ وہ حدیبیہ کے ایک گوشے میں فروکش تھے۔ آپ سبز درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے۔ اور فرمایا: "رب تعالیٰ نے مجھے بیعت کا حکم دیا ہے۔" صحابہ کرام بیعت کرنے کے لیے حاضر خدمت ہو گئے۔ ان کا اژدہام ہو گیا۔ بنو مازن کا ساز و سامان روندھ دیا گیا۔ پھر انہوں نے اسلحہ زیب تن کیا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا اس لکڑی کی طرف گئیں جس کے سایہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اسے اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کے وسط میں چھری باندھ لی۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی، ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع نے کہا: "ہم دو پہر کے وقت سو رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا: "اے لوگو! بیعت بیعت! حضرت جبرائیل امین نازل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نکلو۔" حضرت سلمہ بن الاکوع نے فرمایا: "ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ سمرہ کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ ہم نے آپ کی بیعت کی۔" امام مسلم کی روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا:

"میں نے سب سے پہلے آپ کی بیعت کی۔ پھر صحابہ کرام آپ کی بیعت کرتے رہے۔ وسط میں آپ نے فرمایا: "سلمہ! بیعت کرو۔" میں نے عرض کی: "میں نے سب سے پہلے بیعت کی ہے۔" آپ نے فرمایا: "پھر کرو۔" آپ نے دیکھا کہ میرے پاس اسلحہ نہ تھا۔ آپ نے مجھے ایک ڈھال عطا کی۔ پھر صحابہ کرام کو بیعت کرتے رہے۔ آخر میں مجھے فرمایا: "یا سلمہ! کیا تم میری بیعت نہیں کرو گے!" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے سب سے پہلے اور وسط میں آپ کی دو دفعہ بیعت کی ہے۔" آپ نے فرمایا: "پھر بیعت کرلو۔" میں نے تیسری بار آپ کی بیعت کی۔ آپ نے فرمایا: "سلمہ! وہ ڈھال کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! مجھے میرے چچا عامر ملے ان کے پاس اسلحہ نہ تھا۔ میں نے وہ انہیں دے دی ہے۔" یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا: "تم اس شخص کی طرح ہو جس نے عرض کی: "مولا! مجھے ایسا محبوب دے جو مجھے میرے نفس سے پیارا ہو۔" صحیح بخاری میں ان سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کی۔" ان سے عرض کی گئی: "تم نے کس بات پر آپ کی بیعت کی؟" انہوں نے کہا: "موت پر۔"

صحیح بخاری میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے پہلے بیعت کی۔

لیکن یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے روز حضرت عبداللہ کو بھیجا ان کا گھوڑا ایک انصاری شخص کے پاس تھا تا کہ وہ گھوڑا لے کر آئیں اور وہ اس پر جہاد کریں۔ حضور اکرم ﷺ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ حضرت عمر کو اس کا علم نہ تھا۔ حضرت عبداللہ نے آپ کی بیعت کر لی پھر گھوڑا لے کر حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنگ کے لیے تیاری کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ نے انہیں بتایا کہ حضور اکرم ﷺ درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ یہی واقعہ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے پہلے اسلام قبول کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ حدیبیہ کے روز صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ وہ قیلولہ کرنے کے لیے درختوں کے سایہ میں چلے گئے۔ اچانک صحابہ کرام آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''عبداللہ! دیکھو صحابہ کرام آپ کے اردگرد کیوں جمع ہیں؟ وہ گئے انہوں نے دیکھا کہ وہ آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ انہوں نے بیعت کی۔ پھر حضرت عمر فاروق کے پاس گئے۔ انہیں بتایا۔ انہوں نے بھی بیعت کر لی۔

امام الطبرانی نے حضرت عطا ابن ابی رباح سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضرت ابن عمر سے کہا: ''کیا تم نے حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ بیعت رضوان میں شرکت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہاں! میں نے پوچھا: ''اس روز آپ نے کیا پہن رکھا تھا؟ انہوں نے کہا: ''روئی کی قمیص، جبہ، چادر اور تلوار حمائل کر رکھی تھی۔ میں نے حضرت نعمان بن مقرن کو دیکھا وہ آپ کے سراقدس پر کھڑے تھے۔ سراقدس سے درخت کی شاخیں اٹھائے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم نے حضور اکرم ﷺ کی بیعت کی۔ حضرت عمر درخت سمرہ کے نیچے آپ کے دستِ اقدس کو پکڑے ہوئے تھے۔ جد بن قیس انصاری کے علاوہ سب نے آپ کی بیعت کی۔ وہ اونٹ کی کمر کے پیچھے چھپا رہا۔''

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''گویا کہ میں جد بن قیس کو دیکھ رہا ہوں وہ اپنے اونٹ کے پیٹ کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔ وہ صحابہ کرام سے چھپ کر وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ ہم نے اس بات پر آپ کی بیعت کی کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔ ہم نے موت پر آپ کی بیعت نہیں کی۔''

اسی کتاب میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس روز حضور والا ﷺ لوگوں کی بیعت کر رہے تھے۔ میں درخت کی شاخیں اوپر اٹھائے ہوا تھا۔ میں نے موت پر آپ کی بیعت نہیں کی بلکہ ہم نے اس پر آپ کی بیعت کی کہ ہم راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے۔''

الطبرانی نے ابن عمر سے، امام بیہقی نے شعبی سے حضرت زر بن حبیش سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو بیعت کی دعوت دی۔ تو سب سے پہلے حضرت ابوسنان الاسدی نے یہ سعادت حاصل کی۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہاتھ آگے بڑھائیں تا کہ میں بیعت کرلوں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم کس امر پر میری بیعت کرو گے؟'' انہوں نے عرض کی: ''جو کچھ آپ کے نفس میں ہے۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرے نفس میں کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''میں آپ کے سامنے اتنی شمشیر زنی کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا کرے گا یا میں شہید ہو جاؤں گا۔'' انہوں نے آپ کی بیعت کی اور صحابہ کرام نے حضرت ابوسنان کی بیعت کی طرح بیعت کی۔

امام بیہقی نے حضرت انس سے اور ابن اسحاق نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب حضور اکرم ﷺ نے بیعت کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اہلِ مکہ کی طرف بھیجا تھا۔ لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ آپ نے یوں عرض کی: ''مولا! عثمان تیرے اور تیرے رسولِ محترم ﷺ کے ضروری کام گئے ہیں۔'' آپ نے ایک دستِ اقدس کو دوسرے پر مارا۔ حضرت عثمان سے زیادہ آپ کے ہاتھ ان کے لیے بہتر تھے۔

امام بخاری، ابن مردویہ نے حضرت طارق بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں حج کے لیے روانہ ہوا۔ میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا۔ جو نماز ادا کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' لوگوں نے مجھے بتایا: ''اس درخت کے نیچے صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کی بیعت کر رہے ہیں۔ میں حضرت سعید بن مسیب کے پاس آیا۔ انہیں بتایا۔ انہوں نے فرمایا: ''میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ وہ ان خوش نصیب لوگوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ جب ہم آئندہ سال روانہ ہوئے تو ہم اسے فراموش کر چکے تھے۔ ہم اس پر قادر نہ تھے۔ حضرت سعید نے کہا: ''صحابہ کرام اسے نہیں جانتے تھے۔ تم اسے جانتے تھے کیا تم ان سے زیادہ عالم تھے؟''

ابن سعد نے جید سند کے ساتھ حضرت نافع سے روایت کیا ہے کہ اس واقعہ کے کئی سال بعد صحابہ کرام سفر پر روانہ ہوئے۔ ان میں سے کوئی بھی اس درخت کو نہیں جانتا تھا۔ وہ اس درخت کے بارے اختلاف کرنے لگے۔ حضرت ابن عمر نے کہا: ''وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔''

ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی کہ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں۔ جس کے نیچے آپ کی بیعت کی گئی تھی۔ وہ اس کے نیچے نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے انہیں جھڑکا پھر اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا۔

امام بخاری اور ابن مردویہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت سعید بن

میب سے کہا: "بیعت رضوان میں کتنے صحابہ کرام نے شرکت کی تھی؟" انہوں نے کہا: "ان کی تعداد پندرہ سو تھی۔" میں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا تو انہوں نے کہا: "اس وقت صحابہ کرام کی تعداد چودہ سو تھی۔" حضرت سعید نے کہا: "اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے انہیں وہم ہو گیا ہے۔ انہوں نے ہی مجھے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد پندرہ سو تھی۔"

امام بخاری، امام مسلم اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن اوفی سے روایت کیا ہے کہ اصحاب الشجرۃ کی تعداد تیرہ سو تھی۔ بنو اسلم مہاجرین کا نواں حصہ تھے۔" امام واقدی نے لکھا ہے کہ اس بیعت میں بنو اسلم ایک سو تھے۔

شیخ سعید بن منصور اور شیخان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "حدیبیہ کے روز ہماری تعداد ۱۴ سو تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا: "تم روئے زمین پر سب سے بہترین لوگ ہو۔" امام احمد، ابوداؤد، ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جن خوش بخت افراد نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی بھی آگ میں نہیں جائے گا۔"

امام احمد نے ثقہ راویوں سے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حدیبیہ کے روز ہم سے آپ نے فرمایا: "رات کے وقت آگ نہ جلاؤ۔" پھر فرمایا: "آگ جلاؤ۔ کھانا پکاؤ۔ تمہارے بعد کوئی قوم تمہارے مد اور صاع کو نہیں پہنچ سکے گی۔"

جب سہیل بن عمرو، خویطب اور مکرز وغیرہم نے دیکھا کہ صحابہ کرام کتنی سرعت سے بیعت کر رہے ہیں۔ جنگ کی طرف ان کی تیزی دیکھی تو وہ رعب اور خوف سے بھر گئے۔ انہوں نے فیصلہ کرنے کی طرف جلدی کی۔ پھر آپ کے پاس یہ خبر آ گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے جو افواہ اڑی تھی وہ غلط تھی۔

صلح نامہ

ابن اسحاق، ابوعبید، عبدالرزاق، امام احمد، عبد بن حمید، بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن جریر اور محمد بن عمر نے مسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے۔ شیخین نے حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عثمان اور ان کے ساتھی آ گئے تو سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھی قریش کے پاس گئے۔ انہیں بتایا کہ صحابہ کرام نے کتنی تیزی سے آپ کی بیعت کی تھی اور کتنی جلدی جنگ کی تیاری کی تھی۔ یہ سن کر ان کا رعب شدت اختیار کر گیا۔ ان میں سے اہلِ رائے نے کہا اس سے بہتر اور کوئی امر نہیں کہ ہم محمد عربی ﷺ سے صلح کر لیں کہ وہ اس سال واپس چلے جائیں۔ وہ بیت اللہ کی طرف نہ جائیں حتیٰ کہ وہ اہلِ عرب جنہوں نے آپ کی روانگی کی خبر سن لی تھی وہ یہ بھی سن لیں کہ ہم نے انہیں روک دیا ہے۔ آپ آئندہ سال آئیں۔ تین روز

تک مکہ مکرمہ میں ٹھہریں۔ جانور ذبح کریں پھر واپس چلے جائیں۔ ہمارے شہر میں قیام کریں لیکن ہم پر حملہ نہ کریں۔"
انہوں نے انہی شرائط پر اتفاق کرلیا۔ پھر انہوں نے سہیل بن عمرو، خویطب اور مکرز کو بھیجا۔ انہوں نے سہیل سے کہا:
"تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جاؤ۔ ان سے صلح کرو لیکن صلح میں یہ شرط ضرور شامل ہو کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں تاکہ اہل عرب باتیں نہ بنائیں کہ آپ زبردستی ہمارے ہاں گھس آئے ہیں۔" سہیل آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا: "قریش نے اسے بھیج کر صلح کا ارادہ کیا ہے۔" دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "اب تمہارا معاملہ آسان ہوگیا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہو گئے۔ حضرات عباد بن بشر اور سلمہ بن اسلم آپ کے سر اقدس پر کھڑے تھے وہ غرق آہن تھے۔ سہیل گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ آپ نے گفتگو کی۔ سلسلۂ کلام طوالت اختیار کر گیا۔ آوازیں پست اور بلند ہوتی رہیں۔ حضرت عباد بن بشر نے سہیل سے کہا: "بارگاہِ رسالت مآب میں اپنی آواز پست رکھو۔" مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے اور سہیل کے مابین گفتگو ہوتی رہی حتیٰ کہ صلح ہوگئی۔ جس کی شرائط یہ تھیں:
"فریقین کے مابین دس سال تک جنگ نہ ہوگی۔ لوگ ایک دوسرے سے امن میں رہیں گے۔ اس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس چلے جائیں گے۔ مشرکین مکہ مکرمہ سے نکل جائیں گے۔ آپ وہاں تین روز تک قیام کریں گے۔ آپ مسافر کا اسلحہ لے کر آئیں گے۔ تلواریں نیاموں میں ہوں گی۔ قریش کا جو شخص اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جائے گا۔ اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہوگا اسے واپس کر دیا جائے گا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو پیروکار قریش کے پاس آئے گا وہ اسے واپس نہیں کرے گا۔ قریش اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مابین یہ شرائط طے پائی ہیں۔ نہ چوری ہوگی۔ نہ دھوکہ دہی ہوگی۔ ان کے مابین جنگ و جدل نہ ہوگی۔ جو قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ ان کے ساتھ معاہدہ کرلے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ ان کے ساتھ معاہدہ کرلے۔ بنوخزاعہ اٹھے انہوں نے کہا: "ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں۔ بنوبکر نے کہا: "ہم قریش کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں۔"

مسلمانوں نے ان شروط کو ناپسند کیا۔ ان پر بڑی گراں گزریں۔ سہیل نے یہی شرائط رکھیں۔ جب صلح ہوگئی صرف کتابت باقی تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تیزی سے بارگاہِ رسالت مآب میں گئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول نہیں ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں" حضرت عمر فاروق: کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ہاں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: کیا ہمارے شہید جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!" حضرت عمر فاروق: پھر ہم اپنے دین حق میں یہ کمزوری کیوں قبول کریں۔ ہم واپس لوٹ چلیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ نہیں کیا ہے۔" حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "میں اللہ رب العزت کا بندہ

اور رسول ہوں۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ وہی میرا مددگار ہے۔" حضرت عمر فاروق: کیا آپ بیان نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ جائیں گے اور حق کے ساتھ اس کا طواف کریں گے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! کیا میں نے تمہیں کہا تھا کہ اسی سال" حضرت عمر فاروق: نہیں! آپ نے فرمایا: "تم بیت اللہ جاؤ گے اس کا طواف کرو گے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے۔ وہ غصہ کی حالت میں تھے صبر نہ ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا: "ابوبکر! کیا آپ رب تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں۔" حضرت ابوبکر صدیق: "ہاں!" حضرت عمر فاروق: "کیا ہم حق پر اور مشرکین باطل پر نہیں ہیں۔" حضرت ابوبکر: ہاں۔ حضرت عمر: کیا ہمارے شہید جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق: ہاں! حضرت عمر فاروق: پھر اپنے دین کے بارے یہ کمزوری کیوں دکھائیں کیوں قبول کریں۔ ہم واپس لوٹ چلیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: "ارے شخص! وہ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں وہ اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے وہ ہی آپ کا مددگار ہے تادمِ مرگ آپ کی رکاب تھامے رکھو۔ بخدا! آپ حق پر ہیں۔" حضرت عمر: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول معظم ہیں۔ کیا آپ نے ہمیں بتایا نہیں تھا کہ عنقریب بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔" حضرت ابوبکر: ہاں! کیا آپ نے فرمایا تھا کہ تم اسی سال طواف کرو گے۔ حضرت عمر فاروق: نہیں! حضرت ابوبکر صدیق: تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے۔ اس کا طواف کرو گے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر یہ شرائط بہت گراں گزریں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے کہا: "کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سن نہیں رہے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ شیطان سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ اپنی رائے میں غور و فکر کرو۔" حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "میں حیاء کی وجہ سے رب تعالیٰ کی شیطان مردود سے پناہ مانگنے لگا۔ مجھے اتنی شرم کبھی محسوس نہ ہوئی تھی۔ میں اس کے لیے نیک اعمال بجالاتا رہا تاکہ مجھے اس امر بجا لانے میں جو توقف ہوا ہے اس کا کفارہ ہو سکے۔ آپ نے فرمایا: "میں نے اس روز جو گفتگو کی تھی اس کی وجہ سے میں لگاتار صدقہ کرتا رہا۔ نماز پڑھتا رہا روزے رکھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے امید پیدا ہو گئی کہ اب خیر ہو گی۔"

امام بزار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "دین کے بارے رائے سوچ سمجھ کر دیا کرو میں نے خود کو دیکھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اپنی رائے سے رد کرتا رہا۔ میں نے حق پرستی دکھانا پسند نہ کیا۔ آپ راضی ہو گئے میں انکار کرتا رہا۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: "عمر! تم دیکھ رہے ہو کہ میں راضی ہو گیا ہوں تم انکار کر رہے ہو۔"

سہیل نے کہا: "آئیں! ہمارے اور اپنے مابین صلح نامہ لکھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

آپ نے فرمایا: "لکھو بسم الله الرحمان الرحيم۔" سہیل نے کہا: "میں کسی رحمان اور رحیم کو نہیں جانتا بلکہ یوں لکھو: "باسمك اللهم" ہمارے اس صلح نامہ میں وہی لکھو جسے ہم جانتے ہیں۔" مسلمانوں نے کہا: "بخدا! ہم صرف بسم الله الرحمٰن الرحيم ہی لکھیں گے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "باسمك اللهم" لکھو۔ پھر فرمایا: لکھو "یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کی۔" سہیل: "بخدا! اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے نہ آپ کے ساتھ جنگ کرتے۔ ہمارے فیصلے میں وہی کچھ لکھو جسے ہم جانتے ہیں۔ (جانِ عالم) محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھو۔"

حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "یہ مٹادو۔" انہوں نے عرض کی: "مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکے گا کہ آپ کا نام لکھ کر مٹادوں۔" انہوں نے محمد رسول اللہ لکھنے پر ہی اصرار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "محمد بن عبد اللہ لکھو تمہیں بھی اسی طرح کی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس وقت تمہیں بہت ستایا جائے گا۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت اسید بن حضیر، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑا اور انہیں روکا کہ وہ صرف "محمد رسول اللہ" ہی لکھیں ورنہ تلوار ان کے اور ہمارے مابین فیصلہ کرے گی۔" آوازیں بلند ہونے لگیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پست کرنے لگے۔ دست اقدس سے اشارہ فرمانے لگے۔ فرمایا: "خاموش ہو جاؤ۔ مجھے دکھاؤ۔" آپ نے وہ کاغذ ان کے ہاتھ سے لیا دست اقدس سے مٹادیا اور فرمایا: "محمد بن عبد اللہ لکھو" امام زہری نے لکھا ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا: "قریش مجھ سے آج جو بھی مانگیں گے جس سے وہ بیت اللہ کی تعظیم کریں گے میں انہیں دے دوں گا" کا یہی مفہوم تھا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل سے کہا: "تم ہمارے اور بیت اللہ کے رستے سے ہٹ جاؤ۔ تا کہ ہم طواف کر لیں۔" سہیل: نہیں! بخدا! ورنہ اہلِ عرب باتیں کریں گے کہ ہم نے مجبور ہو کر عہد کیا ہے۔ بلکہ آئندہ سال آپ طواف کر سکیں گے۔" یہ شرط بھی لکھ دی گئی۔ سہیل نے کہا: "ہمارا جو شخص بھی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر آپ کے پاس آئے گا خواہ وہ آپ کے دین پر ہی ہو گا آپ اسے واپس ہماری طرف بھیج دیں گے۔" مسلمانوں نے کہا: "سبحان اللہ! کیا یہ شرط لکھی جائے گی۔ اسے مشرکین کی طرف کیسے لوٹایا جائے گا حالانکہ وہ مسلمان ہو گا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! جو ہماری طرف سے ان کی طرف جائے گا رب تعالیٰ اسے ہم سے دور لے جائے گا ان کی طرف سے جو ہماری طرف آئے گا رب تعالیٰ اس کے لیے کشائش اور گنجائش پیدا فرمادے گا۔"

امام احمد، امام نسائی، امام حاکم نے یہ واقعہ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم اسی

حالت پر تھے کہ ہم پر تیس سوار ظاہر ہوئے۔ انہوں نے ہتھیار پہن رکھے تھے۔ وہ سیدھے ہماری طرف آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے اُن کے خلاف دعا کی۔ رب تعالیٰ نے ان کی سماعت اور بصارت چھین لی۔ ہم ان کی طرف گئے اور انہیں پکڑ لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم کسی معاہدہ کی وجہ سے آئے ہو کیا تمہارے پاس کسی کی امان ہے؟ انہوں نے عرض کی: ''نہیں!'' آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۔ (سورۃ الفتح: ۲۴)

ترجمہ: ''اور اللہ وہی ہے جس نے روک دیا تھا ان کے ہاتھوں کو تم سے۔''

ابن ابی شیبہ، امام احمد، عبد بن حمید اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حدیبیہ کے روز آپ پر اور صحابہ کرام پر اسی افراد کوہِ تنعیم کی طرف سے آئے۔ انہوں نے ہتھیار سجا رکھے تھے۔ وہ آپ کو دھوکہ سے شہید کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے ان کے خلاف دعا کی۔ انہیں پکڑ لیا گیا۔ مگر آپ نے انہیں معاف کر دیا۔

عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہمیں بتایا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کے ایک صحابی جنہیں ابن زنیم کہا جاتا تھا، نے حدیبیہ کے روز گھاٹی پر سے جھانکا۔ مشرکین نے تیر مار کر انہیں شہید کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے گھڑسوار بھیجے وہ بارہ گھڑسواروں کو پکڑ لائے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کوئی عہد یا امان نامہ ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''نہیں!'' آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔

امام احمد، عبد بن حمید اور امام مسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''مشرکین مکہ نے صلح کرنے کے لیے اپنے افراد ہمارے پاس بھیجے۔ جب ہم نے صلح کر لی اور باہم ملے تو میں ایک درخت کے پاس آیا اس کے سایہ میں لیٹ گیا۔ میرے پاس چار مشرکین آئے۔ وہ آپ کے عیب نکالنے لگے۔ مجھے غصہ آیا۔ میں دوسرے درخت کے نیچے چلا گیا۔ انہوں نے اپنے ہتھیار لٹکائے اور لیٹ گئے۔ وہ اس طرح تھے کہ وادی کے دامن سے کسی نے صدا دی۔ ''اے مہاجرین! ابن زنیم شہید کر دیے گئے ہیں۔'' میں نے اپنی تلوار لی۔ ان چاروں پر حملہ آور ہو گیا۔ وہ سو رہے تھے۔ میں نے ان کا اسلحہ لیا۔ اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر کہا: ''مجھے اس ذات کی قسم جس نے محمد عربی ﷺ کے چہرہ انور کو عزت بخشی ہے تم میں سے جس نے بھی سر اٹھایا میں اس کی آنکھ پھوڑ دوں گا۔ پھر میں انہیں ہانک کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ میرے چچا جان مکرز کو لے آئے۔ ہم نے انہیں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو۔ گناہ کی ابتداء ان کی طرف سے ہوگی۔'' آپ نے انہیں چھوڑ دیا اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ

اَظْفَرَكُمْ۔ (الفتح:۲۴)

ترجمہ: ''اور اللہ وہی ہے جس نے روک دیا تھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے وادی مکہ میں باوجود یہ کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا۔''

اتنے میں حضرت ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے زنجیریں پہن رکھی تھیں۔ وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے نکلے۔ حتیٰ کہ اپنا آپ مسلمانوں کے سامنے پھینک دیا۔ ان کے والد سہیل نے انہیں زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ انہیں قید کر رکھا تھا۔ وہ قید خانے سے نکلے عام رستہ سے بچتے اور پہاڑوں پر سے ہوتے ہوئے حدیبیہ آ گئے۔ مسلمان اٹھ کر ان کی طرف گئے انہیں خوش آمدید کہا۔ مبارکباد دی۔ جب سہیل نے انہیں دیکھا تو ان کی طرف گیا۔ اور کانٹے دار شاخ ان کے چہرے پر دے ماری۔ انہیں گریبان سے پکڑ لیا۔ اس نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! یہ پہلا امر ہے جس کے بارے فیصلہ ہوا ہے۔ آپ اسے واپس کر دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ابھی تک صلح نامہ مکمل نہیں ہوا۔'' سہیل: ''پھر کسی بات پر صلح نہیں ہو سکتی۔'' آپ نے فرمایا: ''اسے میرے لیے اجازت دے دے۔'' اس نے کہا: ''میں اسے آپ کے لیے اجازت نہیں دوں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''اجازت دے دے۔'' اس نے کہا: ''نہیں۔'' مکرز اور خویطب نے کہا: ''ہاں! ہم اسے اجازت دیتے ہیں۔'' انہوں نے انہیں پکڑا اور خیمہ میں داخل کر دیا۔ انہوں نے اجازت دے دی لیکن اس کے باپ نے اجازت رد کر دی۔ ابو جندل نے کہا:

''اے مسلمانوں کے گروہ! کیا مجھے مشرکین کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ مجھے کن مشکلات کا سامنا ہے؟ انہیں سخت تکالیف دی جا رہی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آواز بلند فرمائی۔'' آپ نے فرمایا: ''ابو جندل! صبر کرو۔ حصولِ ثواب کی امید رکھو۔ رب تعالیٰ تمہارے لیے اور دیگر کمزور مسلمانوں کے لیے سبیل پیدا فرما دے گا۔ ہم نے اس قوم کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے۔ انہوں نے اس پر ہمیں دیا ہے کچھ ہم نے انہیں دیا ہے۔ ہم دھوکہ نہیں کرتے۔''

حضرت عمر فاروق حضرت ابو جندل کے پاس گئے۔ فرمایا: ''صبر کرو۔ حصولِ ثواب کی امید رکھو۔ مشرکین کا خون کتے کے خون کی طرح ہے۔'' وہ تلوار کا دستہ ان کے قریب کرنے لگے۔ حضرت عمر فاروق نے کہا: ''مجھے امید تھی کہ وہ تلوار لے کر اپنے باپ کا کام تمام کر دیں گے۔ لیکن انسان اپنے باپ سے بڑا پیار کرتا ہے۔''

جب صحابہ کرام عازمِ سفر ہوئے تھے تو انہیں فتح میں ذرا بھر شک نہ تھا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب دیکھا تھا۔ لیکن جب انہوں نے یہ صلح اور رجوع دیکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب دیکھی تو ان کے نفوس میں عظیم امر داخل ہو گیا۔ قریب

تھا کہ وہ ہلاک ہو جاتے۔ حضرت ابو جندل نے انہیں اور غمزدہ کر دیا۔ فیصلہ ہو گیا۔ اس معاہدہ پر درج ذیل افراد نے دستخط کیے۔ مسلمانوں میں سے حضرات ابوبکر، عمر، عبدالرحمان، عبداللہ بن سہیل، سعد بن ابی وقاص، محمود بن مسلمہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم جبکہ مشرکین کی طرف سے مکرز نے دستخط دیے۔

جب صلح نامہ کا کام مکمل ہو گیا تو آپ نے مسلمانوں سے کہا: "اٹھو، قربانیاں اور حلق کراؤ۔" لیکن ان میں سے ایک شخص بھی کھڑا نہ ہوا۔ آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ آپ پر یہ امر گراں گزرا۔ آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا: "مسلمان ہلاک ہو گئے۔ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ قربانیاں کریں اور حلق کرائیں۔ لیکن انہوں نے اس طرح نہیں کیا۔" دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے ام المومنین سے فرمایا: "کیا تم دیکھ نہیں رہی۔ میں انہیں ایک حکم دے رہا ہوں لیکن وہ اسے بجا نہیں لاتے۔ وہ میرا کلام سن رہے ہیں میرے چہرے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! انہیں ملامت نہ فرمائیں۔ انہیں ایک عظیم امر کا سامنا ہے۔ صلح کے معاملہ میں آپ نے جو مشقت برداشت کی ہے۔ وہ فتح کے بغیر جا رہے ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ باہر تشریف لے چلیں کسی سے بات تک نہ کریں۔ اپنا قربانی کا جانور ذبح کریں۔ نائی کو بلائیں اور حلق کرالیں۔" حضرت ام سلمہ کی وجہ سے صحابہ کرام کی نگاہوں سے پردے اٹھ گئے۔ آپ اٹھے کپڑے کا اضطباع کیا۔ باہر تشریف لائے نیزہ لیا۔ قربانی کے جانور کے پاس تشریف لے گئے۔ نیزہ اسے دے مارا۔ آپ کے لبوں پر بسم اللہ اللہ اکبر تھا۔ قربانی کر دی۔ مسلمان تیزی کے ساتھ اپنے جانوروں کی طرف جانے لگے۔ وہاں اژدہام لگ گیا۔ وہ قربانیاں کرنے لگے قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر گر پڑتے۔ آپ نے بعض صحابہ کو قربانی میں شامل کیا۔ اونٹ کو سات صحابہ کرام کی طرف سے ذبح کیا۔ آپ کے پاس قربانی کے ستر جانور تھے۔ یہ قربانیاں اس پہاڑ سے پرے تھیں جو ثنیہ وادی کے اوپر تھا۔ جب مشرکین نے روکا تو آپ نے جانوروں کے منہ پھیر دیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"جب جانوروں کے منہ بیت اللہ سے پھیرے گئے وہ اس طرح آوازیں نکالنے لگے۔ جیسے وہ اپنے بچوں کے لیے آوازیں نکالتے تھے۔" امام احمد نے روایت کیا ہے کہ آپ نے حدیبیہ کے مقام پر ہی قربانی کا جانور ذبح کیا۔ ابوجہل کا اونٹ بھاگ نکلا۔ وہ چر رہا تھا۔ اسے قلادہ پہنایا گیا تھا۔ اشعار کیا گیا تھا۔ وہ ایک عمدہ اور مہری اونٹ تھا اس کے ناک میں چاندی کی نکیل تھی۔ آپ نے مشرکین کو غصہ میں لانے کے لیے اسے ذبح کے لیے مخصوص کیا۔ وہ حدیبیہ میں سے گزرتا ہوا ابوجہل کے گھر تک پہنچ گیا۔ حضرت عمرو بن عنمہ الانصاری اس کے پیچھے بھاگے۔ مکہ کے احمقوں نے انکار کر دیا کہ وہ اسے واپس کریں۔ سہیل نے انہیں کہا کہ وہ اونٹ واپس کر دو۔ آپ نے فرمایا: "اگر ہم نے اس کا نام قربانی کے جانوروں میں نہ

لیا ہوتا تو ہم اسے واپس کر دیتے۔" آپ نے سات مسلمانوں کی طرف سے اسے ذبح کیا۔ حضرات طلحہ بن عبید اللہ، عبد الرحمان بن عوف اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے جانور ذبح کیے۔

ابن سعد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حدیبیہ کے سال ستر جانور ذبح کیے۔ اونٹ کو سات مسلمانوں کی طرف سے ذبح کیا۔ ہماری تعداد ۱۴ سو تھی۔ آپ حل میں تھے۔ لیکن نمازیں حرم میں ادا کرتے تھے۔ آپ نے بیس اونٹ بھیجے تاکہ مروہ کے پاس انہیں ذبح کیا جائے۔ بنو اسلم میں سے ایک شخص انہیں لے کر گیا۔ جب آپ قربانی سے فارغ ہوئے تو اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت خراش بن امیہ کو بلایا۔ حلق کرایا۔ زلف معنبر درخت پر پھینک دیے۔ صحابہ کرام اس درخت سے گیسوئے پاک اٹھانے لگے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کو بعض بال مبارک ملے۔ وہ پانی میں ڈال کر پانی مریض کو پلاتیں وہ شفاء یاب ہو جاتا صحابہ کرام ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے۔ بعض مسلمانوں نے حلق اور بعض نے قصر کرایا۔ آپ نے خیمہ سے سر اقدس باہر نکالا اور فرمایا: "رب تعالیٰ حلق کرانے والوں پر رحم کرے۔" آپ سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قصر کرانے والوں پر بھی! آپ نے تین بار فرمایا: "رب تعالیٰ حلق کرانے والوں پر رحم کرے۔" چوتھی بار فرمایا: "قصر کرانے والوں پر بھی رحم کرے۔"

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے حلق کرانے والوں پر زیادہ رحم کی التجاء کیوں کی ہے؟ آپ نے فرمایا: "کیوں کہ انہیں شک نہیں ہے۔" رب تعالیٰ نے تیز ہوا بھیجی اس نے ان کے بال اٹھائے اور انہیں حرم میں بکھیر دیا۔ آپ نے وہاں انیس یا بیس روز تک قیام کیا۔ اس غزوہ میں ڈیڑھ ماہ صرف ہوا۔

آپ کی واپسی

امام مسلم، امام بیہقی، ابن سعد، حاکم، بزار، الطبرانی اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے آپ مرالظہران پر خیمہ زن ہوئے پھر عسفان فروکش ہوئے صحابہ کرام کا زادِ راہ ختم ہو گیا۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں بہت زیادہ بھوک کی شکایت کی۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم سواری کے جانور ذبح کر لیں۔ ہم ان کی چربی کو بطور تیل اور چمڑوں سے جوتے بنائیں گے۔" آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ "یارسول اللہ! یہ اجازت نہ دیں۔ لوگوں کے پاس اگر زیادہ سواریاں ہوں تو یہ بہتر ہے۔ اگر کل ہم بھوکے اور پیدل دشمن سے معرکہ آزما ہوئے تو پھر کیا ہوگا؟ بلکہ آپ صحابہ

کرام کا بقیہ زادراہ منگوائیں اسے جمع کریں۔اس میں برکت کی دعا کریں۔اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے گا۔" آپ نے لوگوں کا زادِ راہ منگوایا۔ دستر خوان بچھایا گیا کوئی مٹھی بھر اور کوئی اس سے زائد زاد راہ لے کر آیا جو سب سے زیادہ زاد راہ لایا وہ ایک صاع کھجوریں لے کر آیا۔ایک دستر خوان پر زادِ راہ جمع کر دیا گیا۔

حضرت سلمہ فرماتے ہیں "میں آگے بڑھتا تاکہ زادہ راہ کا کچھ اندازہ لگا سکوں۔میں نے اندازہ لگایا تو وہ اتنا تھا جیسے کہ بکری کا بچہ بیٹھا ہوا ہو۔ہماری تعداد ۱۴ سو تھی۔آپ اٹھے آپ نے جو رب تعالیٰ نے چاہی دعا مانگی۔وہ سامان سب نے جی بھر کر کھایا۔اپنے برتن بھی بھر لیے۔پھر بھی اتنا ہی باقی تھا۔یہ برکت دیکھ کر آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک نظر آئے۔فرمایا:"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔رب تعالیٰ کا جو بندہ بھی ان دو گواہیوں کے ساتھ رب تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اسے آگ سے روک دیا جائے گا۔"

پھر آپ نے کوچ کا حکم دیا۔جب مسلمان آگے بڑھے تو بارش برسی مسلمانوں کو گرمی لگی ہوئی تھی۔آپ نیچے تشریف لائے۔مسلمان بھی نیچے اترے اور بارش کا پانی پیا۔پھر آپ ان میں کھڑے ہوئے۔خطبہ ارشاد فرمایا: تین افراد آئے دو حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔ایک نے اعراض کیا۔آپ نے فرمایا:"کیا میں تمہیں ان تینوں کے بارے نہ بتاؤں۔" صحابہ کرام نے عرض کی:"ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا:"ان میں سے ایک نے حیاء کی تو رب تعالیٰ نے بھی اس سے حیاء کی دوسرے نے توبہ کی تو رب تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر لی اور تیسرے نے اعراض کیا تو رب تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض کیا۔"

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ حدیبیہ سے واپس آئے تو ایک شخص نے کہا:"یہ کیسی فتح ہے؟ ہمیں بیت اللہ سے روک دیا گیا۔ہمارے قربانی کے جانور روک دیے گئے۔آپ نے ان دو افراد کو واپس کر دیا۔جو آپ کے پاس آئے تھے۔" جب آپ تک اس کی یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا:"یہ برا کلام ہے۔بلکہ یہ اعظم الفتح ہے۔مشرکین راضی ہو گئے ہیں کہ وہ تمہیں اپنے شہر میں آنے کی اجازت دیں۔تم سے صلح کی درخواست کی ہے۔امان میں تمہاری طرف رغبت کی ہے۔انہوں نے تمہاری طرف سے ایسا امر دیکھا ہے جو انہیں ناپسند ہے۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر فتح عطا کی۔تمہیں صحیح و سالم واپس کیا۔تمہیں اجر و ثواب عطا کیا۔یہ سب سے بڑی فتح ہے۔کیا تم یوم احد کو بھول گئے ہو جب تم بھاگتے جا رہے تھے۔تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔میں تمہیں پیچھے سے بلا رہا تھا۔تم یوم خندق کو بھول گئے ہو؟ جب دشمن تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آگئے تھے۔جب آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔دل حلقوم تک آگئے تھے۔تم رب تعالیٰ کے بارے طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔" مسلمانوں نے کہا:"اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ

نے سچ فرمایا ہے۔ یہ سب سے بڑی فتح ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے اس طرح سوچ و بچار نہیں کیا تھا۔ جس طرح آپ نے غور وفکر کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کو اور امور کو ہم سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔"

سورۃ الفتح کا نزول

امام احمد، امام بخاری، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور ابن مردویہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حدیبیہ میں ہم آپ کی معیت میں تھے۔ میں نے تین بار آپ سے کسی چیز کے بارے عرض کی۔ مگر آپ نے مجھے جواب نہ دیا۔ میں نے دل میں کہا: "ابن خطاب! تیری ماں تجھ پر روئے! تو نے تین بار آپ سے عرض کی ہے لیکن آپ نے جواب نہیں دیا۔" میں نے اپنا اونٹ تیز چلایا اور سارے لوگوں سے آگے نکل گیا۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ میرے بارے قرآن پاک نازل ہوگا۔ جلد ہی میں نے ایک شخص کو سنا جو میرا نام لے کر مجھے پکار رہا تھا۔ میں واپس آیا مجھے گمان تھا کہ میرے بارے قرآن پاک نازل ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "آج مجھ پر وہ سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا اور اس کی ساری اشیاء سے محبوب ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ (الفتح:1)

ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابن سعد، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے روایت کیا کہ حضرت مجمع بن جاریہ انصاری نے فرمایا: "ہم حدیبیہ میں آپ کی معیت میں تھے۔ جب ہم کراع الغمیم تک پہنچے تو لوگ تیز تیز چلنے لگے۔ انہوں نے دوسرے سے پوچھا۔ "لوگوں کو کیا ہوا ہے؟" انہوں نے کہا: "حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ہے۔" ہم جلدی جلدی چلے آپ اپنی سواری پر سوار تھے کراع الغمیم کا مقام تھا۔ آپ نے صحابہ کرام کو سورۃ الفتح سنائی۔ ایک شخص نے کہا: "کیا یہ فتح ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے تصرف میں میری جان ہے۔ یہ فتح ہے۔" حضرت جبرائیل اترے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کو مبارک ہو۔" اس کے بعد سارے صحابہ کرام کو مبارک دینے لگے۔

امام عبدالرزاق، امام احمد، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، شیخین، ترمذی وغیرہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم حدیبیہ سے واپس آئے۔ آپ نے فرمایا: "آج بوقت چاشت مجھ پر ایسی آیت اتری ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے محبوب ہے۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کو مبارک ہو۔ رب تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ اس وقت یہ

آیت طیبہ نازل ہوئی۔

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ (الفتح:۵)

ترجمہ: ''تاکہ داخل کردے ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو باغوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں۔''

امام احمد، امام بخاری اور ابوداؤد وغیرہم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اسی اثناء میں کہ ہم حدیبیہ سے واپس آرہے تھے۔ ہم رواں دواں تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ جب نزولِ وحی ہوتا تو یہ آپ پر بہت شدید ہوتا تھا۔ جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو آپ بہت مسرور تھے۔ آپ نے بتایا کہ آپ پر سورۃ الفتح نازل ہوئی ہے۔

امام بیہقی نے مسعودی کی سند سے جامع بن شداد سے انہوں نے عبدالرحمان بن علقمہ سے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو آپ کی اونٹنی نے گرانی محسوس کی اس وقت آپ پر سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ آپ بہت زیادہ خوش تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ پر سورۃ الفتح نازل ہوئی ہے۔ ایک رات ہم آپ کی معیت میں رواں دواں تھے کہ رات آگئی۔ آپ نے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ فرمایا: ''ہمارا پہرہ کون دے گا؟'' میں نے عرض کی: ''میں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم سو جاؤ گے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''آج ہماری نگرانی کون کرے گا؟'' میں نے کہا: ''میں!'' آپ نے فرمایا: ''تم'' میں نے نگرانی شروع کی۔ جب صبح طلوع ہونے لگی تو آپ کا فرمان سچ ثابت ہوگیا۔ ''تم سو جاؤ گے۔'' مجھے سورج کی شعاعوں نے جگایا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر رب تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم نہ سوؤ تو تم نہ سوتے۔ لیکن اس نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارے بعد آنے والوں کے لیے سنت قائم ہو جاتے۔ پھر آپ اٹھے اس طرح کیا جس طرح آپ کرتے تھے۔ پھر فرمایا: ''میری امت میں سے جو سو جائے یا جو بھول جائے وہ اسی طرح کرے۔ پھر لوگ اپنی سواریوں کی تلاش میں نکلے سب اپنی سواریاں لے آئے مگر آپ کی سواری نہ ملی۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا: ''اس طرف جاؤ۔'' میں اس طرف گیا جس طرف آپ نے میرا رخ کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی زمام ایک درخت کے ساتھ اٹی ہوئی تھی۔ جسے میرے ہاتھ نہیں کھول سکتے تھے۔'' امام بیہقی نے لکھا ہے کہ اس سند سے یہی روایت ہے کہ آپ اس وقت حدیبیہ سے واپس آرہے تھے۔ حضرت شعبہ کی روایت میں ہے ''ہم غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے۔''

امام بیہقی نے لکھا ہے ''شاید مسعودی نے حدیبیہ کا ذکر اس لیے کیا ہے تاکہ سورۃ الفتح کے نزول کی تاریخ کا علم ہو جائے کہ جب وہ حدیبیہ سے واپس آئے۔ پھر بقیہ حدیث بیان کی۔ یہ دونوں حضرات غزوۂ تبوک میں بھی تھے۔ اس روایت میں مسعودی منفرد نہیں ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں لکھا ہے ''ہمیں منذر نے شعبہ سے انہوں نے جامع سے یہی روایت بیان کی ہے۔ ممکن ہے یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہو۔''

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی آمد

امام عبدالرزاق، امام احمد، عبد بن حمید وغیرہم نے حضرت امام زہری سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو حضرت ابوبصیر عتبہ بن اسید ثقفی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ مسلمان تھے اور اپنی قوم سے بھاگ کر آئے تھے وہ آپ کے پیچھے پیچھے آئے تھے۔ الاخنس بن شریق اور ازہر بن عوف نے آپ کی طرف خط لکھا۔ اسے خنیس بن مصغر کے سپرد کیا۔ اس خط میں انہوں نے اس صلح کا ذکر کیا جو ابھی ابھی ہوئی تھی اور یہ بھی لکھا کہ آپ حضرت ابوبصیر کو واپس کر دیں۔ خنیس اپنے غلام کوثر کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا یہی اس کا راہ نما بھی تھا۔ حضرت ابوبصیر کے پہنچنے کے تین روز بعد یہ بھی پہنچ گئے۔ حضرت ابی بن کعب نے آپ کو وہ خط پڑھ کر سنایا۔ اس میں تھا: "آپ کو معلوم ہے کہ کن شرائط پر ہماری صلح ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ ہمارا جو شخص آپ کے پاس جائے گا آپ اسے واپس کر دیں گے۔ آپ ابوبصیر کو واپس بھیج دیں۔"

آپ نے ان دونوں کے ہمراہ حضرت ابوبصیر کو بھیج دیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ مجھے مشرکین کی طرف لوٹا رہے ہیں تا کہ وہ مجھے میرے دین سے برگشتہ کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "ابوبصیر! ہم نے اس قوم کے ساتھ جن شرائط پر صلح کی ہے تم جانتے ہو ہمارے دین میں دھوکہ دینا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ دیگر مسلمانوں کے لیے کوئی سبیل پیدا فرما دے گا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ ہمیں مشرکین کی طرف لوٹا رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ابوبصیر! چلے جاؤ رب تعالیٰ تمہارے لیے کوئی سبیل پیدا فرما دے گا۔" وہ ان دونوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ مسلمان حضرت ابوبصیر کو سرگوشیاں کرنے لگے۔ ابوبصیر! تمہیں بشارت ہو۔ رب تعالیٰ تمہارے لیے آسائش پیدا کر دے گا۔ ایک شخص ایک ہزار افراد سے بہتر ہوگا۔ چلے جاؤ چلے جاؤ۔ وہ انہیں مشورہ دے رہے تھے کہ وہ ان افراد کو قتل کر دیں جو ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت عمر فاروق نے کہا: "تم ایک بہادر شخص ہو۔ تمہارے پاس تلوار ہے۔" وہ نماز ظہر کے وقت ذوالحلیفہ پہنچے حضرت ابوبصیر نے اس میں دو رکعتیں ادا کیں۔ ان کے پاس کھجوریں بطور زادِ راہ تھیں۔ وہ انہی سے کھاتے تھے۔ انہوں نے عامری اور اس کے ساتھی کو بلایا تا کہ ان کے ہمراہ کھانا کھائیں۔ انہوں نے دسترخوان رکھا جس میں روٹی کے ٹکڑے تھے۔ ان سب نے مل کر کھایا۔ عامری نے اپنی تلوار دیوار کے ساتھ لٹکائی اور گفتگو کرنے لگے۔

حضرت عروہ کی روایت میں ہے کہ عامری نے کہا: "میں اس تلوار کے ساتھ صبح سے لے کر شام تک اوس اور خزرج میں شمشیر زنی کروں گا۔" ابوبصیر نے کہا: "کیا تمہاری تلوار تیز دھار والی ہے؟" اس نے کہا: "ہاں!" حضرت ابوبصیر: ذرا مجھے

دو تاکہ میں دیکھوں کہ اس کی دھار تیز ہے۔"اس نے تلوار لی۔اس کی تلوار سے اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔"
"کوثر بھاگتا ہوا مدینہ طیبہ کی طرف نکلا۔اس نے کپڑے کا نچلا حصہ مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے کنکریاں اس کے قدموں کے نیچے سے نکل رہی تھیں۔حضرت ابو بصیر اس کے تعاقب میں تھے۔وہ کوثر کو نہ پکڑ سکے۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔نمازِ عصر کے بعد آپ اپنے صحابہ کرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا:"یہ تو گھبرایا ہوا ہے۔"جب آپ کی خدمت اقدس میں پہنچا تو فرمایا:"تیرے لیے ہلاکت! تجھے کیا ہوا ہے؟"اس نے کہا:"بخدا! آپ کے ساتھی نے میرے ساتھی کو مار ڈالا ہے۔میں اس سے بھاگ آیا ہوں۔ورنہ وہ مجھے بھی قتل کر دیتا۔" اس نے آپ سے استغاثہ کیا۔آپ نے اسے پناہ دے دی۔اتنے میں حضرت ابو بصیر بھی آ گئے۔انہوں نے عامری کا اونٹ بٹھایا اور اپنی تلوار سونتے ہوئے داخل ہوئے۔انہوں نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا عہد پورا ہو گیا ہے۔رب تعالیٰ نے آپ کی طرف سے امانت ادا کر دی ہے۔آپ نے مجھے دشمن کے حوالے کر دیا تھا۔میں نے اپنے دین حق کو فتنے سے بچا لیا ہے۔" آپ نے فرمایا:"اس کی خیر! یہ تو آگ بڑھکانے والا ہے۔"حضرت ابو بصیر نے عامری سے چھینا ہوا سامان آپ کو پیش کر دیا تاکہ آپ اس کا خمس نکال لیں۔

آپ نے فرمایا:"اگر میں نے اس کا خمس نکالا تو مشرکین سمجھیں گے کہ میں نے ان کا عہد پورا نہیں کیا۔لیکن تم اس کا سامان خود ہی لے لو اور جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ۔" صحیح میں ہے کہ جب آپ نے فرمایا:"جنگ کے شعلے تیز کرنے والا اگر اس کے ساتھ کوئی ایک ہو۔" تو انہیں علم ہو گیا کہ آپ انہیں واپس کر دیں گے۔"وہ عازمِ سفر ہوئے۔ان کے ہمراہ پانچ افراد اور بھی تھے۔جو مکہ مکرمہ سے مسلمانوں کے ہمراہ آ گئے تھے۔لیکن ان کی تلاش میں کوئی نہ آیا تھا۔حتیٰ کہ وہ سیف البحر پہنچے۔جب سہیل تک یہ خبر پہنچی کہ ابو بصیر نے عامری کا کام تمام کر دیا ہے تو اس پر گراں گزری۔اس نے کہا:"ہم نے محمد عربی ﷺ کے ساتھ اس پر صلح تو نہیں کی تھی۔" قریش نے کہا:"محمد عربی ﷺ اس سے بری ہو گئے ہیں۔انہوں نے تمہارا ساتھی واپس کر دیا تھا راستہ میں ابو بصیر نے عامری کو تہ تیغ کر دیا۔اس کی وجہ سے آپ پر کیا حرج ہے؟"سہیل نے اپنی کمر خانہ کعبہ کے ساتھ لگا لی اور کہا:"واللہ! میں اس کمر کو یہاں سے نہ ہٹاؤں گا حتیٰ کہ اس شخص کی دیت ادا کر دی جائے۔"ابو سفیان نے کہا:"یہ حماقت ہے۔بخدا! تین کی دیت ادا نہیں ہو سکتی۔پھر عامری کو بنو زہرۃ نے بھیجا تھا۔"اخنس نے کہا:"بخدا! ہم اس کی دیت ادا نہیں کریں گے۔ہم نے نہ اسے قتل کیا نہ ہی قتل کا حکم دیا۔ایک مخالف شخص نے اسے تہ تیغ کر دیا۔محمد عربی ﷺ کی طرف پیغام بھیجو۔وہ اس کی دیت ادا کریں۔"ابو سفیان: نہیں! آپ پر دیت نہیں ہے۔نہ کوئی چٹی ہے آپ بری ہو گئے ہیں۔محمد عربی ﷺ پر اس سے کچھ نہ تھا جو انہوں نے ادا کر دیا۔اس کی دیت نہیں ہو گی۔

حضرت ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں نے سیف البحر کو اپنا ٹھکانہ بنالیا۔ امام زہری نے لکھا ہے: "سرزمین جہینہ کے رستہ میں قریش کے کارواں کے رستہ میں العیص اور ذوالمروۃ کے مقام پر ٹھکانہ بنالیا۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبصیر نکلے تو ان کے پاس صرف مٹھی بھر کھجوریں ہی تھیں۔ انہوں نے انہیں تین دنوں میں کھالیا۔ پھر انہیں مچھلیاں ملیں جو سمندر نے پھینکی تھیں وہ انہیں کھاتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں محبوس مسلمانوں تک ابوبصیر کی یہ خبر پہنچ گئی وہ بھی چوری چپکے وہاں آنے لگے۔" محمد بن عمر نے ہی لکھا ہے "حضرت عمر فاروق نے ان مسلمانوں کی طرف وہ فقرہ لکھا جو آپ نے حضرت ابوبصیر سے فرمایا تھا کہ "یہ جنگ کی آتش بھڑکانے والا ہے۔ اگر اس کے ساتھ چند افراد ہوں۔" انہوں نے انہیں بتایا کہ ابوبصیر ساحل سمندر پر ہے۔ حضرت ابوجندل بھی وہیں پہنچ گئے۔ ان کے ہمراہ ستر مسلمان تھے۔ وہ ابوبصیر کے ساتھ آ کر مل گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں نہ جانا چاہا۔ انہوں نے اپنی قوم کے پاس بھی نہ رہنا چاہا۔ جب حضرت ابوجندل ان کے پاس پہنچ گئے تو ابوبصیر کا مسئلہ حل ہوگیا۔ کیونکہ وہ قریشی تھے وہ ہی انہیں امامت کراتے تھے۔ اس طرح ان کے پاس بنوغفار بنوجہینہ اور بنواسلم کے افراد جمع ہوتے گئے۔ ان کی تعداد تین سو تک جا پہنچی۔ قریش کا جو کارواں بھی وہاں سے گزرتا۔ وہ اسے پکڑ لیتے۔ سامان لوٹ لیتے اور اہلِ کاروان کو قتل کر دیتے۔ انہوں نے یہ شاہراہ قریش کے لیے تنگ کر دی۔ وہ جس شخص کو بھی پاتے اسے تہ تیغ کر دیتے ابوجندل نے ان ایام میں یہ اشعار لکھے:

اَبْلِغْ قریشًا عنْ ابی جَنْدَلِ ‏ ‏ ‏ ‏ اَنَّا بِذِی المرْوَۃِ فی الساحل

ترجمہ: "ابوجندل کی طرف سے قریش تک یہ پیغام پہنچا دو میں ذوالمروہ ساحل سمندر پر ہوں۔"

فی مَعْشَرٍ تَخْفُقُ رایَاتہم ‏ ‏ ‏ ‏ بِالْبَیضِ فیہا والقنا الذَابِلِ

ترجمہ: "میری سکونت ایسی جماعت میں ہے جن کے دائیں ہاتھوں میں تلواریں اور نیزے ہیں یہ ہاتھ ان کی وجہ سے لرز رہے ہیں۔"

یَابَوْنَ اَنْ تبقی لھم رُفقَۃٌ ‏ ‏ ‏ ‏ من بَعْدِ اسلامِہِم الواصِلِ

ترجمہ: "وہ اس امر سے انکار کر رہے ہیں کہ دینِ حق کے قبول کر لینے کے بعد ان کی کوئی جماعت ہو۔"

اَوْ یَجْعَلَ اللہُ لَھُمْ مَخْرَجًا ‏ ‏ ‏ ‏ والحَقُّ لا یُغْلَبُ بالبَاطِلِ

ترجمہ: "یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی سبیل پیدا فرما دے حق کبھی بھی باطل سے مغلوب نہیں ہوتا۔"

فَیَسْلَمُ المَرْءِ باسلامِہٖ ‏ ‏ ‏ ‏ و یُقْتَلُ المَرْءِ وَلَم یَأْتَلِ

ترجمہ: "انسان اپنے اسلام کی وجہ سے مسلمان ہوتا ہے۔ یا وہ سستی نہیں کرتا تو وہ شہید ہو جاتا ہے۔"

قریش نے ابوسفیان کو آپ کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ آپ سے التجا کرے اور وہ آہ وزاری کرے کہ آپ ابوبصیر اور ابوجندل کی طرف پیغام بھیجیں اور جو شخص آپ کے پاس آئے آپ اسے اپنے پاس ہی رکھیں۔ وہ آپ کے لیے روا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس نے کہا: "اس کارواں نے ہمارے لیے ایک ایسا دروازہ کھولا ہے جسے برقرار رکھنا درست نہیں ہے۔" آپ نے ابوبصیر اور ابوجندل کی طرف خط لکھوایا کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ آپ نے وہاں بسنے والے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے شہروں اور اہلِ خانہ کے پاس چلے جائیں۔ قریش اور اس کے قافلوں سے تعرض نہ کریں۔" جب ابوبصیر تک آپ کا یہ مکتوبِ گرامی پہنچا تو حالتِ نزع میں تھے۔ وہ اسے پڑھنے لگے۔ پڑھتے پڑھتے ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت ابوجندل نے انہیں اسی جگہ دفن کر دیا اور ان کے پاس ایک مسجد بنا دی۔ حضرت ابوجندل آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ان کے ہمراہ ان کے ساتھی تھے۔ وہ سارے اپنے اہل وعیال میں چلے گئے اور قریش کے کارواں محفوظ ہو گئے۔

حضرت عروہ نے لکھا ہے: "جب مسلمانوں کا یہ معاملہ ہوا تو ان لوگوں نے جان لیا جنہوں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ حضرت ابوجندل کو واپس نہ کریں کہ آپ کی اطاعت ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ خواہ اسے پسند کریں یا پسند نہ کریں نیز جس نے یہ گمان کیا کہ ان کی وہ قوت ہے جو اس کامیابی اور عزت سے افضل ہے جس کو رب تعالیٰ نے اپنے کریم بندے کے ساتھ مختص کیا ہے۔ جب آپ قضائے عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ حلق کرایا تو فرمایا: "میں نے اس کا تم سے وعدہ کیا تھا۔"

جب فتح مکہ کے روز کعبہ مشرفہ کی چابی پکڑی تو فرمایا: "عمر کو بلاؤ۔" فرمایا: "میں تم سے یہی کہتا تھا۔" جب آپ نے حجۃ الوداع کیا اور عرفہ قیام فرمایا تو فرمایا: "اے عمر! میں تم سے یہی کہتا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ بخدا! اسلام کی کوئی فتح صلح حدیبیہ سے بڑھ کر نہیں تھی۔ لیکن لوگ اسے سمجھ نہیں سکتے تھے۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: "اسلام میں کوئی ایسی فتح نہیں جو صلح حدیبیہ سے بڑھ کر ہو۔ لوگ اس راز کو سمجھنے سے قاصر تھے جو آپ کے اور آپ کے رب تعالیٰ کے مابین تھا۔ لوگ جلدی کرتے ہیں لیکن رب تعالیٰ بندوں کی جلدی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ امور اس طرح ہو جائیں جس طرح اس کا ارادہ ہو۔ میں نے حجۃ الوداع کے روز حضرت سہیل کو کھڑے دیکھا۔ وہ منحر کے پاس کھڑے تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربانی کے جانور آپ کے قریب کر رہے تھے۔ آپ انہیں اپنے دست اقدس سے ذبح کر رہے تھے۔ آپ نے نائی کو بلایا اس نے آپ کا حلق کیا۔ میں نے دیکھا حضرت سہیل رضی اللہ عنہ آپ کے گیسوئے پاک اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگا رہے تھے۔ مجھے یاد آ گیا کہ اسی سہیل نے صلح حدیبیہ کے وقت آپ کو روکا تھا کہ آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ جس نے انہیں دولتِ اسلام سے مالا مال کیا تھا۔

صلح حدیبیہ کے بارے قرآن مجید کا نزول

رب تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿١﴾ (الفتح:۱)

اس آیت طیبہ میں صلح حدیبیہ کے بارے بیان کرنا مقصود ہے۔اس کو فتح اس لیے کہا ہے کیونکہ یہ مشرکین پر آپ کے غلبہ کے بعد ظہور پذیر ہوئی۔حتیٰ کہ انہوں نے آپ سے صلح کی التجاء کی۔ یہ فتح مکہ کا سبب بنا۔آپ دیگر عرب کی طرف توجہ فرما ہوئے۔ان پر حملہ کیا اور فتح فرمائے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔انہوں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "تم فتح سے مراد فتح مکہ لیتے ہو۔وہ بھی فتح تھی لیکن ہم یوم حدیبیہ میں بیعت رضوان کو فتح شمار کرتے ہیں۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿٢﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿٣﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿٤﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ﴿٥﴾ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿٦﴾ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٧﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٠﴾ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ

فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ
نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖۚ
وَكُنْتُمْ قَوْمًاۢ بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ
لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا
كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا
قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ
تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا
تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ
حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ
يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ
فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ (الفتح:۱ تا ۱۸)

ترجمہ: ''یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی۔'' تاکہ دور فرمادے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔ اور مکمل فرمادے اپنے انعام کو آپ پر اور چلائے آپ کو سیدھی راہ پر اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہے۔ وہی ہے جس نے اتارا اطمینان کو اہلِ ایمان کے دلوں میں۔ تاکہ وہ اور بڑھ جائیں (قوتِ) ایمان میں اپنے (پہلے) ایمان کے ساتھ۔ اور اللہ کے زیر فرمان ہیں سارے لشکر آسمانوں اور زمین کے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔ تاکہ داخل کردے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو باغوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور دور فرمادے ان سے ان کی برائیوں کو۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔ اور تاکہ عذاب میں مبتلا کردے منافق مردوں

اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں برے گمان رکھتے ہیں۔ انہیں پر ہے بری گردش۔ اور ناراض ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان پر۔ اور (اپنی رحمت سے) انہیں دور کر دیا ہے اور تیار کر رکھا ہے ان کے لیے جہنم۔ اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ اور اللہ کے زیرِ فرمان ہیں سارے لشکر آسمانوں اور زمین کے۔ اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑا دانا ہے۔ بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر (اپنی رحمت کی) خوشخبری سنانے والا (عذاب سے) بروقت ڈرانے والا۔ تاکہ (اے لوگو!) تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور تاکہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو۔ اور پاکی بیان کرو اللہ کی صبح اور شام۔ (اے جانِ عالم) بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہوگا۔ اور جس نے ایفاء کیا اس عہد کو جو اس نے اللہ سے کیا تو وہ اس کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ عنقریب آپ سے عرض کریں گے وہ دیہاتی جو پیچھے چھوڑے گئے تھے۔ ہمیں بہت مشغول رکھا ہمارے مالوں اور اہل وعیال نے پس ہمارے لیے معافی طلب کریں (اے حبیب) یہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ آپ (انہیں) فرمائیے کون ہے جو اختیار رکھتا ہو تمہارے لیے اللہ کے مقابلے میں کسی چیز کا۔ اگر ارادہ فرمائے تمہارے لیے کسی ضرر کا یا ارادہ فرمائے تمہارے لیے کسی نفع کا بلکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے خیال کر لیا تھا کہ اب ہرگز لوٹ کر نہیں آئے گا یہ پیغمبر اور ایمان والے اپنے اہلِ خانہ کی طرف کبھی اور بڑا خوشنما لگتا تھا یہ ظن (فاسد) تمہارے دلوں کو اور تم طرح طرح کے بُرے خیالوں میں مگن رہے (اس وجہ سے) تم برباد ہونے والی قوم بن گئے۔ اور جو نہ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو بے شک ہم نے ان تمام کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی بخش دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور سزا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ کہیں گے پیچھے چھوڑے جانے والے تم روانہ ہو گے اموالِ غنیمت کی طرف تاکہ ان پر قبضہ کر لو۔ ہمیں بھی اجازت دو کہ تمہارے پیچھے پیچھے آئیں وہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کو بدل دیں۔ فرمائیے تم قطعاً ہمارے پیچھے نہیں آ سکتے یونہی فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے پھر وہ کہیں گے کہ (نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔

درحقیقت وہ بہت کم سمجھتے ہیں، فرما دیجیے ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں کو عنقریب تمہیں دعوت دی جائے گی ایک ایسی قوم سے جہاد کی جو بڑی سخت جنگجو ہے۔تم ان سے لڑائی کرو گے یا وہ ہتھیار ڈال دیں گے پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھا اجر دے گا۔اور اگر تم نے (اس وقت بھی) منہ موڑا جیسے پہلے تم نے منہ موڑا تھا تو تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا۔نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی مریض پر کوئی گناہ ہے اگر یہ شریک جہاد نہ ہوسکیں اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی داخل فرمائے گا اسے باغات میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں۔اور جو شخص روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب دے گا۔یقیناً راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ بیعت کررہے تھے آپ کی اس درخت کے نیچے پس جان لیا اس نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔پس اتارا اس نے اطمینان کو ان پر اور بطور انعام انہیں یہ قریبی فتح بخشی۔"

تنبیہات

◆ "الحُدَیْبِیَہ" اہل لغت اور بعض محدثین اسے تخفیف سے ہی پڑھتے ہیں لیکن اکثر محدثین اسے مشددہ پڑھتے ہیں امام نووی نے لکھا ہے کہ اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔

المطالع میں ہے:"ہم نے محققین سے اسے مخففہ ہی پڑھا ہے لیکن فقہاء اور محدثین اسے مشددہ پڑھتے ہیں۔بکری نے لکھا ہے کہ اہلِ عراق اسے مشدد اور اہلِ حجاز اسے محفف پڑھتے ہیں۔النحاس نے لکھا ہے:"میں نے ہر اس شخص سے سوال کیا جو میرے نزدیک علم میں ثقہ تھا اس نے اسے مخففہ ہی پڑھا ہے۔"

احمد بن یحییٰ نے لکھا ہے"اس میں حرف تخفیف ہے۔البارع میں انہوں نے اس کی تخفیف پر نص قائم کی ہے۔ابن سیدہ نے المحکم میں مشددہ ہی روایت کیا ہے۔تہذیب المطالع میں ہے:"میں نے اسے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں دیکھا۔بعض علماء نے یہ اشارہ کیا ہے کہ تثقیل سنا ہی نہیں گیا۔حتیٰ کہ اسے صحیح قرار دیا جائے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ منسوب میں ہوتا ہے۔جیسے الاسکندریہ۔یہ الاسکندر کی طرف منسوب ہے۔حدیبیہ میں نسبت نہیں ہے۔غیر منسوب میں نسبت کی یاء کم ہی ہے پھر قلت کے ساتھ ساتھ سماع پر موقوف ہے۔قیاس تو یہ تھا کہ یہ حدباء ہوتا۔لیکن الف کو یاء میں تبدیل کر دیا گیا اسے حُدَیبِہ بھی پڑھا گیا ہے۔

امام الطبری نے لکھا ہے "یہ مکہ مکرمہ کے قریب ہے اس کا اکثر حصہ حرم پاک میں شامل ہے۔ صحیح میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ الحدیبیہ کنویں کا نام ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے "اس کا مطلب ہے کہ یہ جگہ حدیبیہ کے نام سے اس لیے معروف ہے کیونکہ وہاں ایک کنواں تھا جسے حدیبیہ کہا جاتا تھا۔ پھر اس ساری جگہ کو ہی حدیبیہ کہا جانے لگا۔ اس کے اور مکہ مکرمہ کے مابین ایک مرحلہ اور اس کے اور مدینہ طیبہ کے مابین نو مرحلے کی مسافت ہے۔

٢ یہ غزوہ چھ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ جمہور کے نزدیک ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ حضرت عروہ کے نزدیک یہ شوال کا مہینہ تھا۔ انہوں نے جمہور سے شاذ قول کیا ہے۔ ابوالاسود نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام بخاری نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے سارے عمرے ذوالقعدہ میں ہی کیے۔" حضرت انس سے روایت ہے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کیے آپ نے سارے عمرے ذوالقعدہ میں ہی کیے۔ انہوں نے ان میں عمرۃ الحدیبیۃ کا بھی ذکر کیا۔

٣ آپ کے ہمراہ کتنے صحابہ کرام تھے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ مسور اور مروان کی روایت میں ہے کہ ان کی تعداد اٹھارہ سو تھی۔ حضرت البراء کی روایت میں یہ تعداد ١٤ سو مرقوم ہے۔ ابواسحاق نے یہ تعداد ١٤ سو یا زائد لکھی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد ١٥ سو تھی۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے یہی روایت مروی ہے۔ الحافظ لکھتے تھے: "اس اختلاف کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد ١٤ سو سے زائد تھی۔ جس نے یہ تعداد پندرہ سو بیان کی ہے اس نے بعد کی تعداد کو شمار کیا ہے اور جس نے یہ تعداد ١٤ سو بیان کی ہے اس نے بعد کی تعداد کو شمار نہیں کیا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم چودہ سو یا اس سے زائد تھے۔" امام نووی نے اسی طرح جمع کرنے پر اعتماد کیا ہے۔ امام بیہقی نے ترجیح کی طرف میلان رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جس نے چودہ سو کی روایت کے بارے کہا ہے اس نے راجح قول کیا ہے۔ پھر انہوں نے ابوزبیر اور سفیان بن عمر کی روایتوں کا تذکرہ کیا جو حضرت جابر سے روایت ہیں اسی طرح معقل بن یسار نے حضرت سلمہ سے، براء بن عازب اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم نے اسی طرح روایات نقل کیں ہیں۔ یہ اکثر اسناد امام مسلم سے مروی ہیں۔ ابن سعد نے حضرت معقل بن یسار سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد تقریباً چودہ سو تھی۔ اس میں بھی حد بیان نہیں کی گئی۔

جہاں تک حضرت عبداللہ بن ابن اوفی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہم تیرہ سو تھے۔ (بخاری) اس کو اس تعداد پر محمول کرنا ممکن ہے جس سے وہ آگاہ ہوئے۔ دیگر راوی ان سے زیادہ تعداد سے آگاہ ہوئے۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی

ہے۔ یا انہوں نے ان صحابہ کرام کی تعداد بیان کی ہو جو جنگ میں شرکت کر سکتے ہوں۔لیکن خدمت گزار، خادموں، عورتوں اور بچوں کی تعداد اس سے زائد تھی۔

جہاں تک ابن اسحاق کے اس قول کا تعلق ہے کہ ان کی تعداد سات سو تھی تو ان کے ساتھ کسی نے موافقت نہیں کی کیونکہ انہوں نے حضرت جابر کی اس روایت سے استدلال کیا ہے۔''ہم نے اونٹ کو دس افراد کی طرف سے ذبح کیا۔انہوں نے ۷۰ اونٹ ذبح کیے تھے یہ روایت اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ انہوں نے اونٹوں کے علاوہ کچھ جانور ذبح نہ کیے ہوں۔حالانکہ بعض افراد نے احرام باندھا ہوا ہی نہ تھا۔ابن قیم نے لکھا ہے:''جو تعداد ابن اسحاق نے ذکر کی ہے وہ بالکل غلط ہے۔انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے ستر اونٹ ذبح کیے اونٹ سات اور دس افراد کی طرف سے قربانی دیا جا سکتا ہے۔اس میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں کیونکہ یہ صراحت موجود ہے کہ اس عمرہ میں اونٹ کو سات افراد کی طرف سے ذبح کیا گیا۔اگر سب کی طرف سے ستر اونٹ ذبح ہوں تو پھر یہ تعداد ۴۹۰ بنتی ہے حالانکہ انہوں نے روایت لکھی ہے کہ ان کی تعداد چودہ سو تھی۔لیکن جو تذکرہ مسور اور مروان کی روایات میں ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد ایک ہزار سے کچھ زائد تھی۔تو انہیں اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ اس تعداد نے آپ ؐ کے دستِ حق نما پر بیعت کی تھی۔دیگر صحابہ کرام وہاں موجود نہ تھے۔جیسے حضرت عثمان غنی ؓ اور دیگر صحابہ کرام جو مکہ مکرمہ گئے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ بضع کا لفظ چار اور پانچ کے لیے بولا جاتا ہے۔لہٰذا اختلاف ختم ہو گیا۔ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد ۱۶۰۰ تھی۔ابن ابی شیبہ نے حضرت سلمہ سے یہ تعداد ۱۷۰۰ بیان کی ہے ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ تعداد ۱۵۲۵ تھی۔اگر یہ ثابت ہو جائے تو یہ ایک عمدہ تعداد ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے زائد تعداد بیان کی ہے۔اس میں ابن دحیہ کا رد ہے۔ان کا گمان ہے کہ اختلاف کا سبب ان کی تعداد میں ہے۔جس نے ان کی تعداد بیان کی ہے اس کا مقصد حد بندی نہیں تھا بلکہ اس نے ظن وتخمین سے بیان کر دیا۔

۴ آپ نے خالد اور اس کے لشکر سے دائیں سمت رستہ اختیار کیا۔اس میں مشرکین کے جاسوس سے بچنے کا جواز ہے اور ان کے اچانک لشکر پر حملہ آور ہونے اور دھوکہ سے بچنے کا جواز ہے۔

۵ آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔اس سے استحباب معلوم ہوتا ہے کہ امام اپنی رعیت اور لشکر سے مشورہ لے تا کہ ان کی رائے کا علم ہو سکے۔ان کے نفوس خوش ہو سکیں۔نیز وہ بعض کو چھوڑ کر بعض کو مختص کرے۔

۶ ''یہ اونٹنی نہ بیٹھی ہے اور نہ اس طرح بیٹھنا اس کی عادت ہے۔''اس میں کسی چیز پر اس کی معروف عادت سے حکم

لگانے کے جواز کا علم ہوتا ہے۔ اگرچہ جائز ہو کہ وہ حد سے زیادہ تعریف کر رہا ہو۔ جب کوئی شخص لغزش کر بیٹھے ایسی خطاء کرنا نہ اس کی عادت ہو اور نہ ہی اس کی طرف منسوب کی جا سکتی ہو تو جو شخص اس کا حال نہ جانتا ہو اس کے لیے اس کی طرف نسبت کرنے کو رد کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ قصواء کا یوں بیٹھنا عادت نہ سہی لیکن جو کچھ صحابہ نے سمجھا تھا صحیح تھا لہٰذا آپ نے انہیں ان کے گمان میں معذور ہونے کی وجہ سے انہیں عتاب نہ فرمایا۔

◆ ''اس اونٹنی کو اسی نے روکا ہے جس نے ہاتھی کو روکا تھا'' یعنی اونٹنی کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے اسی ذات نے روکا ہے جس نے ہاتھی کو وہاں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ ہاتھی کا قصہ معروف ہے۔ اس کا تذکرہ اس لیے مناسب ہے کہ اگر صحابہ کرام اس حالت میں مکہ مکرمہ میں داخل ہو جاتے اور قریش انہیں روکتے تو ان کے مابین جنگ ہو جاتی خون ریزی ہوتی اموال برباد ہوتے۔ جیسے کہ اگر ہاتھی اور ہاتھی والوں کو مکہ مکرمہ میں آنے دیا جاتا۔ لیکن ان دونوں مقامات پر رب تعالیٰ کو علم تھا کہ ان میں سے کثیر مخلوق اسلام میں داخل ہو گی۔ ان کی پشتوں سے ایسے افراد نکلیں گے جو اسلام لائیں گے اور جہاد کریں گے۔ مکہ مکرمہ میں بہت سے کمزور مسلمان تھے اگر مسلمان مکہ مکرمہ پر حملہ کر دیتے تو پھر صحابہ کرام ارادہ کے بغیر ہی انہیں تکلیف دیتے۔ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اسی طرف ہی اشارہ کیا ہے۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ۔ (الفتح:۲۵)

ترجمہ: ''اور اگر نہ ہوتے چند مسلمان مرد اور چند مسلمان عورتیں۔''

◆ مہلب نے اس اطلاق کے جواز کو بعید سمجھا ہے کہ ''حابس الفیل'' کا اطلاق رب تعالیٰ کی ذات پر کیا جائے انہوں نے لکھا ہے کہ اس کا معنی ہے ''اللہ تعالیٰ کے امر سے اسے روکے رکھا'' ان کی گرفت یوں کی گئی ہے کہ اس کا اطلاق حق تعالیٰ کی ذات پر جائز ہے روا ہے کہ یوں کہا جائے "حابسها حابس الفيل" لیکن رب تعالیٰ کی ذات کا حابس الفیل نام رکھنا ممنوع ہے ابن منیر نے یہی جواب دیا ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے اسماء توقیفیہ ہیں۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ اور ایک گروہ نے درمیانی رستہ اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''منع کا محل وہ جگہ ہے جہاں نص وارد نہ ہو جس سے وہ مشتق ہو۔ بشرطیکہ وہ مشتق اسم عیب کا شعور نہ دلاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے اسے واقی کہنا درست ہے۔

وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۚ (غافر:۹)

ترجمہ: ''اور جس کو تو بچالے سزاؤں سے اس دن تو گویا تو نے بڑی رحمت فرمائی اس پر۔''

لیکن رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے اسے البنّاء کہنا درست نہیں۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ۔ (الذاریات:۴۷)

ترجمہ: "اور ہم نے آسمان کو ہاتھوں سے بنایا۔"

◆ ۹ آپ کے فرمان "حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ" میں ایک جہت سے تشبیہ جائز ہے۔خاص جہت سے اس میں اختلاف ہے۔کیونکہ اصحاب فیل باطل پر تھے جبکہ یہ مبارک گروہ حق پر تھا۔لیکن یہ تشبیہ ارادہ ربانیہ کے اعتبار سے جائز ہے کہ اس نے حرم میں داخل ہونے سے روک دیا۔اہلِ باطل کا سبب تو واضح ہے۔یہ اہلِ حق کے لیے اس معنی کے اعتبار سے ہے جس کا تذکرہ چوتھی تنبیہ میں ہو چکا ہے۔

◆ ۱۰ آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے کہ آج قریش مجھ سے جو بھی عمدہ چیز مانگیں گے میں انہیں ضرور عطا کروں گا۔" امام سہیلی نے لکھا ہے کہ کسی روایت میں بھی یہ تذکرہ نہیں کہ آپ نے "ان شاء اللہ" کہا ہو حالانکہ آپ کو ہر حکم میں ان شاء اللہ کہنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حتمی طور پر واجب امر تھا۔اس کے ساتھ ان شاء اللہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ان کی گرفت یوں کی گئی ہے کہ رب تعالیٰ نے اس قصہ میں فرمایا:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ (الفتح:۲۷)

ترجمہ: "کہ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں جب اللہ نے چاہا امن و امان سے۔"

انہوں نے فرمایا کہ جب اس امر کا وقوع ہونا متحقق تھا تو پھر یہ ان شاء اللہ تعلیم اور ارشاد کے لیے ہے۔بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ راوی سے ان شاء اللہ ساقط ہو گیا ہے یا یہ قصہ اس حکم سے پہلے کا ہے۔سورۃ الکہف کا مکی ہونا اس کے لیے رکاوٹ نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ بعض سورت بعد میں نازل ہوئی ہو۔آپ نے اپنے فرمان کو قسم کے ساتھ مؤکد اس لیے کیا تاکہ قبول کرنے کے قریب ہو سکے۔آپ نے اسی مقامات سے زیادہ دفعہ قسمیں اٹھائیں ہیں ان کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

◆ ۱۱ حضرات براء کی روایت میں ہے "آپ نے وضو کیا کلی کی۔پھر وہ پانی اس کنویں میں پھینک دیا۔مسور اور مروان کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر لیا حکم دیا کہ یہ کنویں میں گاڑھ دو۔اس دونوں روایات کو اس طرح جمع کرنا یہ دونوں امور اکٹھے واقع ہوئے تھے۔اس کی تاکید وہ روایت کرتی ہے جسے محمد بن عمر نے حضرت اوس بن خولی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ڈول کے پانی میں وضوء کیا۔وہ پانی اس کنویں میں انڈیل

دیا پھر تیر نکالا اور اس میں گاڑھنے کا حکم دیا۔ ابوالاسود نے حضرت عروہ سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ آپ نے ڈول میں کلی کی اور اسے کنویں میں انڈیل دیا اپنے ترکش سے تیر نکالا اور اسے بھی کنویں میں گاڑھ دیا۔ جس سے کنواں ابلنے لگا۔

◆ ۱۲ تیر لے کر کنویں میں کون اترا تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ بنو اسلم میں سے ایک شخص حضرت ناجیہ بن جندب تھے۔ بعض اہلِ علم نے گمان کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ تھے۔ محمد بن عمر نے حضرت خالد بن عبادہ الغفاری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں کنویں میں تیر لے کر گیا تھا" ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ سب نے ایک دوسرے سے تعاون کیا تھا۔

◆ ۱۳ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حدیبیہ کے مقام پر آپ کے سامنے برتن تھا۔ جس میں آپ وضو کر رہے تھے۔ صحابہ کرام آپ کی طرف آئے تو آپ نے پوچھا: "کیا ہوا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے ہم وضو کر سکیں یا پی سکیں سوائے اس پانی کے جو آپ کے برتن میں ہے۔ آپ نے اپنا دستِ شفاء بخش اس برتن میں رکھا پانی آپ کی مبارک انگلیوں میں سے نکلنے لگا۔ گویا کہ وہ چشمے ہوں۔ ہم نے پانی پیا اور وضوء کیا۔

حضرت ابن حبان نے اس روایت اور مذکورہ بالا روایت کو یوں جمع کیا ہے "یہ دو معجزات ہیں جو علیحدہ علیحدہ رونما ہوئے تھے۔ جو حضرت براء اور حضرت مسور سے روایت ہے وہ اور معجزہ ہے جو حضرت جابر سے روایت ہے وہ اور معجزہ ہے یہ معجزہ کنویں والے معجزے سے پہلے رونما ہوا تھا۔ امام بخاری نے کتاب الاشربۃ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پانی پھوٹنے کا معجزہ نماز عصر کے وقت رونما ہوا تھا جب صحابہ کرام نے وضو کرنا تھا۔ جبکہ حضرت براء سے منقول معجزہ اس سے اعم ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کے ہاتھ مبارک اور انگلیوں سے پانی برتن سے نکلا ہو۔ سب نے اس سے وضو کیا ہو اور وہ پانی پیا بھی ہو۔ پھر آپ نے وہ پانی کنویں میں انڈیلنے کا حکم دیا ہو جس سے پانی زیادہ ہو گیا ہو۔

◆ ۱۴ بدیل نے آپ سے عرض کی تھی: "میں نے کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو چھوڑا ہے۔" کیونکہ مکہ مکرمہ میں موجود قریش کا نسب ان کی طرف ہی لوٹتا تھا۔ بنو سامہ بن لوی میں سے کوئی بھی مکہ مکرمہ میں نہ تھا۔ اسی طرح قریش الظواھر بھی مکہ مکرمہ میں نہیں تھے۔ ہشام بن کلبی نے لکھا ہے "بنو عامر بن لوی اور بنو کعب بن لوی واضح ہیں۔ ان میں شک نہیں ہے لیکن اسامہ اور عوف میں شک ہے۔ ان میں اختلاف ہے۔ وہ قریش البطاح ہیں، قریش

الظواھر کے خلاف۔

۱۵ "ان اظھر فان شاء وا" آپ نے امر کی تردید فرمائی حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ رب تعالیٰ عنقریب آپ کی نصرت کرے گا۔ آپ کو غلبہ عطا کرے گا۔ کیونکہ اس کا آپ کے ساتھ یہ وعدہ تھا۔ یہ دشمن کے ساتھ تنزل کرنے کے اعتبار سے تھا۔ اور فرض کیا کہ امر اسی طرح ہو جس طرح دشمن گمان کرتا ہے۔ اسی لیے آپ نے پہلی قسم کو حذف کر دیا۔ یہ آپ کے دشمن کے غلبہ کی صراحت تھی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: "یا رب تعالیٰ اپنا امر نافذ فرما دے۔" یعنی وہ اپنے دین حق کی نصرت کرے گا۔ اس تردید کے بعد اس یقین کے ساتھ کلام لانا اس امر پر تنبیہ ہے یہ آپ از سبیل فرض اس کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ ابن اسحاق نے پہلی قسم کے ساتھ صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ بعض راویوں نے حذف کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔

۱۶ عروہ نے کہا: "کیا تم والد اور میں تمہاری اولاد نہیں۔" درست اسی طرح ہے بعض راویوں نے اس کے برعکس کہا ہے انہوں نے گمان کیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اولاد کی طرح ہے۔ ایک قول یہ ہے "تم ایسا قبیلہ ہو جس نے مجھے جنم دیا ہے۔" کیونکہ میں میری ماں کا تعلق تمہارے ساتھ ہے۔" یہی صحیح ہے کیونکہ وہ سبیعہ بنت عبد شمس کی اولاد میں سے تھا۔

۱۷ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار سونتے آپ کے سر اقدس پر کھڑے اس میں اس امر پر دلالت ہے کہ امیر کے سر پر حفاظت کی غرض سے کھڑے ہونا روا ہے۔ تاکہ دشمن مرعوب ہو سکے۔ یہ نہی کے متعارض نہیں جس میں بیٹھے ہوئے کے سر پر کھڑا ہونے کی ممانعت ہے۔ وہ اس وقت ہے جب وہ عظمت اور تکبر کی وجہ سے ہو۔

۱۸ اہلِ عرب کی عادت تھی کہ گفتگو کرنے والا شخص مخاطب کی داڑھی پکڑ لیتا تھا۔ یہ از روئے لطف تھا۔ بالخصوص جبکہ گفتگو کرنے والے کو ہم پلہ سمجھا جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تالیف قلبی کرتے ہوئے اس سے چشم پوشی فرما رہے تھے۔ حضرت مغیرہ نے اسے جلالِ نبوت اور تعظیم رسالت کے لیے منع کر دیا۔

۱۹ صحابہ کرام کی جو تعظیم عروۃ نے ذکر کی ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ عروۃ کا یہ مؤقف درست نہیں کہ صحابہ کرام چھوڑ کر بھاگ جائیں گے گویا کہ انہوں نے زبانِ حال سے کہا: "جو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح محبت کرے ان کی اس طرح سے تعظیم بجا لائے تو یہ کیسے گمان ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے راہِ فرار اختیار کر لے گا۔ انہیں دشمن کے حوالے کر دے گا۔ وہ تو ان قبائل سے زیادہ شدید اور محتاط ہو گا۔ وہ ان سے بڑھ کر ان کے دین اور ان کی نصرت کرے گا۔ جو صرف صلہ رحمی کی بناء پر ایک دوسرے کی نصرت کرتے ہیں۔

⑳ آپ نے مکرز کے بارے فرمایا: ''یہ ایک دغاباز اور دھوکہ باز شخص ہے۔'' حالانکہ اس قصہ میں ظاہری طور پر اس سے کوئی دھوکہ صادر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس کے خلاف رونما ہوا تھا جب سہیل نے ابو جندل کو روک دیا تھا تو اس نے اجازت دلانے کی سعی کی تھی۔ اس کا جواب محمد بن عمر نے یوں دیا ہے ''عتبہ بن ربیعہ نے غزوۂ بدر کے وقت کہا تھا ''ہم مکہ مکرمہ سے کیسے نکلیں۔ جبکہ بنو کنانہ ہمارے پیچھے ہیں۔ ہماری اولاد ان سے محفوظ نہیں ہے۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ حفص بن الانیف جو کہ مکرز کا باپ تھا۔ اس کا ایک خوبصورت لڑکا تھا اسے بنو بکر نے عبد مناۃ کے ایک خون کے عوض قتل کر دیا جو قریش کے ذمہ تھا۔ قریش نے اس کے بارے صلح کر لی۔ اس کے بعد مکرز نے عامر بن یزید پر حملہ کیا جو کہ بنو بکر کا سردار تھا اور دھوکہ سے اسے مار ڈالا اس لیے کنانہ نفرت کرنے لگے۔ اسی اثناء میں واقعہ بدر رونما ہوا۔ نیز اسی مکرز نے حدیبیہ کے مقام پر رات کو مسلمانوں پر شب خون مارنے کی کوشش کی تھی۔ گویا کہ آپ نے اسی طرف اشارہ کیا تھا۔

㉑ صحیح مسلم میں حضرت سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے بیعت کی تھی۔ الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو سنان الاسدی نے یہ سعادت حاصل کی تھی۔

㉒ حضرت سلمہ بن الاکوع کی روایت میں ہے کہ انہوں نے موت پر آپ کی بیعت کی تھی۔ حضرت جابر سے مروی روایت میں ہے کہ انہوں نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ وہ راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ الحافظ لکھتے ہیں: ''ان میں کوئی تضاد نہیں کہ موت پر بیعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھاگیں گے نہیں خواہ ان کا وصال ہو جائے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ انہیں لازماً موت ہی آئے گی۔ لیکن نافع نے اس مؤقف کا انکار کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے انہوں نے نصرت پر آپ کی بیعت کی تھی۔ یعنی ثبات اور عدم فرار پر۔ خواہ یہ موت کا سبب بنے یا نہ بنے۔'' انہوں نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس نے یہ قول کیا ہے کہ یہ بیعت موت پر تھی تو اس نے اس کا لازم مراد لیا ہے کیونکہ جب انہوں نے اس امر پر بیعت کر لی تو اس سے یہ لازم آ گیا کہ وہ ثابت قدم رہیں گے۔ جو ثابت قدم رکھتا ہے وہ خواہ غالب یا قیدی بنے یا نجات پائے یا شہید ہو جائے وہ ہر حال میں ثابت قدم رہتا ہے۔ ایسے مواقع پر موت سے امن نہیں ہوتا لہٰذا راوی نے اسی کا اطلاق کر دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک صحابی نے بیعت کی صورت اور دوسرے نے اس کی تاویل کا ذکر کیا۔

㉓ بعض صحابہ کرام نے دو بار بیعت کی وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ انہوں نے اپنے والد گرامی سے قبل کیوں بیعت کی۔ وہ سبب پہلے ذکر ہو چکا ہے ان کو اس طرح جمع کیا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے نور نظر کو بھیجا تا کہ وہ گھوڑا

لے کر آئیں۔ انہوں نے دیکھا صحابہ کرام جمع تھے۔ انہوں نے کہا: "میں دیکھوں یہ کیوں جمع ہیں؟" انہوں نے دیکھا کہ وہ آپ کی بیعت کر رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ پھر گھوڑا لے کر آ گئے۔ اس وقت انہوں نے والد گرامی کو بتایا۔ وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ دوبارہ حاضر ہوئے اور بیعت کی۔

◆ بعض صحابہ کرام نے تین بار آپ کی بیعت کی۔ وہ حضرت سلمہ ہیں۔ آپ نے ان سے تین بار بیعت کرنے کے لیے کہا۔ مہلب نے لکھا ہے "آپ نے حضرت سلمہ کی بیعت کو مؤکد فرمایا کیونکہ آپ ان کی شجاعت اور ثابت قدمی کو جانتے تھے۔ آپ نے انہیں بار بار بیعت کرنے کا حکم دیا تا کہ یہ ان کے لیے فضیلت بن سکے۔

الحافظ نے لکھا ہے "احتمال ہے کہ جب بیعت کے لیے گئے ہوں تو آپ کے قریب ہو کر بیٹھ گئے ہوں۔ صحابہ کرام تیزی سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہوں۔ حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو گھیر لیا ہو۔ آپ نے ان سے ارادہ کیا کہ وہ بیعت کریں تا کہ ان کی بیعت لگا تار ہو اور اس میں خلل نہ آئے۔ کیونکہ ہر امر کے آغاز میں کام کرنے والوں کی تعداد کثیر اور لگا تار ہوتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ خلل آنے لگتا ہے۔ جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے اس سے حضرت سلمہ کا اختصاص لازم نہیں آتا کیونکہ ان کی شجاعت کا ظہور تو بعد میں ہوا تھا۔ کیونکہ شجاعت کا اظہار غزوہ ذی قرد میں ہوا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس پکارنے والے کی مدد کی جس پر مشرکین نے حملہ کیا تھا۔ انہوں نے ان کے کپڑے چھین لیے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے سوار اور پیادہ دونوں حصے نکالے۔

بہتر ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ نے نور بصیرت سے دیکھ لیا تھا اس لیے آپ نے دو بار ان کی بیعت کی تھی۔ آپ نے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ یہ عنقریب جنگ میں دو افراد کے قائم مقام ہوں گے۔" الحافظ کو امام مسلم کی روایت یاد نہ رہی تھی جس میں تین دفعہ بیعت کا ذکر تھا۔ ورنہ وہ اس کی توجیہ بھی بیان کرتے۔

◆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا تھا حالانکہ وہ مخفی تھا تا کہ وہ کسی فتنے کا سبب نہ بنے کیونکہ اس کے نیچے بہت سی بھلائی نازل ہوئی تھی۔ اگر اسے باقی رکھا جاتا تو جاہل لوگ اس کی تعظیم کرتے وہ اس حد تک پہنچ سکتے تھے کہ یہ اتنی قوت رکھتا ہے کہ یہ نفع اور نقصان دے سکے جیسے کہ ہم اب مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضرت عمر نے اپنے فرمان سے اسی طرف اشارہ کیا تھا "وہ رب تعالیٰ کی رحمت تھا" اس کے بعد اس کا مخفی ہو جانا رب تعالیٰ کی رحمت تھا۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ اس کی رحمت اور رضا کے نزول کی جگہ تھی۔ کیونکہ اس کے پاس ہی اہلِ ایمان پر رحمت نازل ہوئی تھی۔ حضرت میب اور حضرت ابن عمر کا یہ فرمان "ہمیں وہ درخت بھلا دیا گیا ہے" یعنی وہ اس کی جگہ کو نہیں جانتے تھے۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کوئی اسے بالکل جانتا ہی نہ تھا۔ بلکہ بعض صحابہ کرام اسے جانتے

تھے۔ جیسے کہ صحیح میں حضرت جابر سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اگر میں بصارت رکھتا تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا سکتا تھا۔'' اس سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں اس کی جگہ یاد تھی۔ وہ آخری عمر میں طویل مدت کے بعد اسے یاد رکھے ہوئے تھے تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے کٹ جانے سے قبل جانتے تھے۔

◆ ابن اسحاق، ابن سعد اور جمہور علماء نے لکھا ہے کہ صلح کی مدت دس سال تھی۔ جبکہ مغازی ابن عائذ میں ہے حضرت ابن عباس سے مروی روایت میں ہے کہ یہ مدت دو سال تھی۔ ابن عقبہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے ان روایتوں کو اس طرح جمع کیا جائے گا جو کچھ ابن اسحاق نے ذکر کیا اس سے مراد وہ مدت ہے جس کا تذکرہ صلح نامہ میں ہوا تھا۔ حتیٰ کہ قریش نے وہ معاہدہ توڑ دیا۔ ابن عدی نے الکامل میں اور مستدرک از حاکم میں اور الطبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صلح کی مدت چار سال تھی۔ یہ روایت اپنی ضعیف سند کے ساتھ ساتھ منکر ہے اور صحیح روایت کے مخالف ہے۔

◆ یہ صلح نامہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ جیسے کہ بہت سے سیرت نگاروں نے لکھا ہے لیکن عمرو بن شبہ نے حضرت عمرو بن سہیل سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اس صلح نامہ کا ایک نسخہ ہمارے پاس بھی تھا جسے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ ان روایتوں کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ صلح نامہ کا اصل نسخہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خط میں تھا۔ جبکہ سہیل بن عمرو کے لیے حضرت محمد بن مسلمہ نے ایک نسخہ تیار کیا تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ عمرو بن شبہ کا وہم ہے۔ حالانکہ انہوں نے خود کئی اسناد سے لکھا ہے کہ اس صلح نامہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے۔ پھر ایک سند سے روایت کیا ہے کہ اس کاتب کا نام حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہمیں یزید بن عائشہ نے روایت کیا ہے کہ ہشام بن عکرمہ کا نام بغیض تھا۔ جب اس نے یہ صحیفہ لکھا تو اس کے ہاتھ شل ہو گئے۔ آپ نے اس کا نام ہشام رکھا۔
الحافظ نے لکھا ہے ''یہ فحش غلطی ہے کیونکہ جو صحیفہ ہشام نے لکھا ہے وہ وہ تھا جس پر قریش نے اتفاق کیا تھا جب مسلمان شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔ عمرو بن شبہ کو وہم ہوا ہے کہ اس سے مراد اس صلح نامہ کا لکھنا ہے جو حدیبیہ میں رونما ہوا تھا۔ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ ان دونوں کے مابین دس سال کا عرصہ تھا۔

◆ بعض اسناد سے حضرت براء سے روایت ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ''محمد رسول اللہ'' نہ مٹایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے صلح نامہ لیا۔ آپ لکھ نہ سکتے تھے اس کے باوجود آپ نے لکھا ''محمد بن عبداللہ'' اس کا تذکرہ خصائص میں آئے گا۔

◆ ۲۹ ان کا یہ الفاظ مبارکہ نہ مٹانا مستحب ادب میں سے ہے کیونکہ وہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ خود انہیں مٹا دیں گے۔ اگر انہیں یہ علم ہوتا تو پھر حضرت علی کے ترک کرنے کا جواز باقی نہ رہتا۔ آپ نے فرمایا: ''تمہارے لیے بھی اس جیسی صورت حال پیش آئے گی۔ اس وقت تم مجبور ہوں گے۔'' یہ آپ کا ظاہری معجزہ ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے رونما ہوا تھا۔ تفصیل بعد میں آئے گی۔

◆ ۳۰ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ علماء نے ابو جندل کے واقعہ کی دو تاویلیں کیں ہیں:

(۱) جب ہلاکت کا اندیشہ ہو تو رب تعالیٰ نے تقیہ کو جائز قرار دیا ہے۔ انسان کے لیے رخصت دی ہے کہ ایمان چھپا کر کفریہ کلمات کہہ لے۔ اگر اس کے لیے توریہ جائز ہو تو کر لے۔ حضرت ابو جندل کو مشرکین کے سپرد کرنا ہلاکت کے سپرد کرنا نہیں تھا کیونکہ وہ تقیہ سے موت سے بچ سکتے تھے۔

(۲) ان کو ان کے باپ کی طرف لوٹایا گیا عموماً باپ ہلاکت کا سبب نہیں بنتا وہ اسے تکلیف و اذیت دیتا ہے۔ وہ اس سے تقیہ کر کے بھی بچ سکتا ہے لیکن جو فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہوتا ہے جس سے وہ اپنے مؤمنین بندوں کے صبر کی آزمائش کرتا ہے۔

◆ ۳۱ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا اس شرط پر مشرکین کے ساتھ صلح کرنا جائز ہے کہ اہلِ ایمان میں سے جو شخص ان کے شہروں سے مسلمانوں کے شہروں میں آئے گا اسے واپس کر دیا جائے گا۔ ایک مؤقف ہے کہ جائز ہے جیسے کہ حضرت ابو جندل اور ابو بصیر کا واقعہ دلالت کر رہا ہے۔ جبکہ دوسرا مؤقف ہے کہ نہیں۔ جو کچھ اس واقعہ میں ہوا تھا وہ منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ یہ روایت ہے ''ہم اس مسلمان سے بری ہیں جو مشرکین کے مابین ہو۔'' یہ احناف کا قول ہے۔ شوافع کے نزدیک رد کا جواز اس صورت میں ہے جب مسلمان پر دار حرب سے ہجرت واجب نہ ہو۔

◆ ۳۲ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ نے بسم الله الرحمان الرحيم کی جگہ "باسمك اللهم" لکھا اور یہ شرط برقرار رکھی کہ جو مشرکین میں سے مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس جائے گا مسلمان اسے واپس کر دیں گے اور جو مسلمانوں میں سے مشرک ہو کر اہلِ شرک کے پاس آئے گا وہ اسے واپس نہیں کریں گے آپ نے ان امور پر صلح ایک خاص مصلحت کی وجہ سے کی جو اس صلح سے حاصل ہونے والی تھی۔ ان امور میں کوئی فساد بھی نہیں تھا۔ کیونکہ بسم الله اور باسمك اللهم کا معنی ایک ہی ہے۔ محمد بن عبداللہ اور محمد رسول اللہ ایک ہی ہیں اس جگہ الرحمان اور الرحیم کی نفی پر کوئی دلالت نہیں۔ نہ ہی آپ کی وصف رسالت کا ترک کرنا کوئی نفی پیدا کرتا ہے۔ ان کے اس مطالبہ کا فساد بھی نہیں تھا۔ فساد اس وقت ہوتا جب وہ ایسی چیز کا تقاضا کرتے جس کا لکھنا حلال نہ ہوتا مثلاً

ان کے معبودانِ باطلہ کی تعظیم وغیرہ۔ دوسری شق کی حکمت آپ نے اپنے اس فرمان میں بیان کر دی ہے۔ "جو ہم میں سے ان کی طرف جائے گا رب تعالیٰ اسے دور کر دے گا اور جو ان میں سے ہمارے پاس آئے گا رب تعالیٰ اس کے لیے سبیل اور کشادگی پیدا فرما دے گا۔" پھر اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا جو مسلمان ہو کر آپ کی طرف آئے اور آپ نے انہیں واپس لوٹا دیا تو رب تعالیٰ نے ان کے لیے سبیل اور کشادگی پیدا فرما دی۔

◆ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے انہیں وہی جوابات دیے جو پہلے حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دے چکے تھے۔ اس لیے علم ہوتا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کامل ترین تھے اور آپ کے احوال کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ امورِ دین سے سب سے زیادہ آگاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے امر کی سب سے زیادہ موافقت رکھتے تھے۔ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا اور ابن دغنہ انہیں واپس لے کر آیا تو ابن دغنہ نے قریش سے کہا: "ان جیسی ہستی کو شہر سے باہر نہیں نکالا جا سکتا۔" اس نے بعینہ وہی اوصاف بیان کیے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کیے تھے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور حق کے امور پر نصرت کرتے ہیں۔ جب ان حضرات کی صفات میں مشابہت ابتداء میں تھی تو یہ انتہاء تک برقرار رہی۔ یہ بھی کسی روایت میں موجود نہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے پاس گئے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے وہ ان کے علم کی وسعت اور قدر کی جلالت کو جانتے تھے:

◆ "میں لگاتار اعمال بجالاتا رہا۔" یعنی میں آپ کے پاس آتا جاتا رہا اور سوال و جواب کرتا رہا۔" یہ ان کی طرف سے کسی شک کی بناء پر نہ تھا۔ بلکہ اس لیے تھا تاکہ مخفی امور ان کے لیے آشکارہ ہو جائیں کفار ذلیل ہو جائیں کیونکہ دین حق کی نصرت کے لیے ان کی قوت معروف تھی۔

الحافظ نے لکھا ہے "اعمال کی یہ تفسیر کرنا مردود ہے۔ بلکہ اس سے مراد اعمال صالحہ ہیں تاکہ وہ اس کا کفارہ بن سکیں۔ جو آپ کے حکم پر جلدی سے عمل پیرا نہ ہوئے تھے۔ بعض روایات میں حضرت عمر کی صراحت بھی موجود ہے۔ حضرت ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں لگاتار صدقہ کرتا رہا۔ روزے رکھتا رہا۔ نمازیں پڑھتا رہا اور اس کلام کے خوف سے لگاتار غلام آزاد کرتا رہا جو میں نے اس روز کیا تھا۔" حضرت ابن عباس کی روایت میں بھی ہے انہوں نے فرمایا: "میں اس وجہ سے غلام آزاد کرتا رہا طویل مدت تک روزے رکھتا رہا" شک کی نفی تو ان سے واضح ہے۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "آپ کی رکاب کو مضبوطی سے تھام لو آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ مصلحت کے وجود یا عدم کے بارے ان کے شک کی نفی مردود ہے۔" امام سہیلی نے لکھا ہے: "یہ شک ہمیشہ برقرار نہیں رہتا۔ یہ وسوسہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔" الحافظ نے لکھا ہے: "ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لیے توقف فرمایا کہ وہ اس قصہ میں حکمت سے آگاہ ہو سکیں۔ شبہ دور ہو سکے۔ اس کی مثال ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا قصہ ہے۔ اگرچہ پہلے واقعہ میں ان کا اجتہاد حکم کے مطابق نہ تھا۔ جبکہ دوسرے واقعہ میں ان کا اجتہاد حکمِ الٰہی کے موافق تھا۔ اس لیے انہوں نے یہ اعمال کیے جو کچھ ان سے صادر ہوا وہ اس میں معذور تھے بلکہ ماجور تھے۔ کیونکہ وہ مجتہد تھے۔

آپ نے مسلمانوں کو قربانی اور حلق کا حکم دیا لیکن انہوں نے توقف کیا احتمال ہے کہ شاید وہ سمجھتے ہوں کہ یہ حکم استحباب کے لیے ہے۔ یا وہ سمجھتے ہوں کہ اس صلح کو ختم کرنے کے لیے وحی کا نزول ہو جائے گا۔ شاید آپ نے فرمایا تھا کہ وہ اسی سال اپنے نسک مکمل کرنے کے لیے مکہ مکرمہ داخل ہوں گے اس سے ان کے لیے یہ جواز پیدا ہو گیا ہو کیونکہ یہ شریعت مطہرہ کے نزول کا زمانہ تھا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ صورت حال سے مبہوت ہو گئے ہوں۔ ان کے نفوس کو جس عاجزی کا سامنا کرنا پڑا ہو وہ اس میں مستغرق ہوں۔ حالانکہ وہ قوت رکھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ وہ اپنے مقصد تک پہنچیں گے اور غلبہ اور طاقت کے ساتھ نسک ادا کریں گے۔ انہیں یہ بھی علم تھا مطلق حکم فوراً عمل پیرا ہونے کا تقاضا نہیں کرتا اس لیے انہوں نے امر پر عمل کرنا مؤخر کیا۔ ممکن ہے کہ یہ سارے امور جمع ہو گئے ہوں۔ اس لیے حضرت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی: "انہیں ملامت نہ کریں۔"

اس سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ ایک فاضلہ خاتون کے ساتھ مشاورت کرنا جائز ہے۔ نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور عقل و دانش کی خصوصیات عیاں ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ امام الحرمین نے فرمایا: "ہم کسی عورت کو نہیں جانتے جس نے رائے دی ہو اور وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رائے کی طرح صحیح رائے ہو۔" بعض علماء نے ان کے مؤقف کو یوں درست کہا ہے کہ وہ مشورہ بھی بہت زیادہ صائب تھا جو حضرت شعیب علیہ السلام کی نورِ نظر نے انہیں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بارے دیا تھا۔

حضرت ابوبصیر نے اس شخص کو تہ تیغ کر دیا تھا جو ان کے تعاقب میں آیا تھا اسے دھوکہ نہ سمجھا جائے کیونکہ وہ اس معاہدہ میں شامل نہ تھے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے مابین ہوا تھا۔ وہ تو اس وقت مکہ مکرمہ میں محبوس تھے۔

لیکن جب ان کو یہ خدشہ دامن گیر ہوا کہ یہ مشرک انہیں مشرکین کی طرف لوٹا دے گا۔ تو انہوں نے اسے قتل کر کے اس سے نجات پالی اپنے دین کا دفاع کیا، آپ نے بھی اس کا انکار نہ کیا۔

◆ ۳۱ مسور کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو بصیر کے واقعہ کے بعد رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ۔ (الفتح: ۲۴)

ترجمہ: ''اور اللہ وہی ہے جس نے روک دیا تھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے۔''

اس کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حضرت ابو بصیر کے بارے نازل ہو لیکن اس میں اختلاف ہے۔ کیونکہ امام مسلم، امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ آیت طیبہ اس قوم کی وجہ سے نازل ہوئی جو مسلمانوں پر شب خوب مارنا چاہتے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے انہیں پکڑ لیا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس کے نزول کے اور بھی بہت سے اسباب بیان کیے گئے ہیں۔

◆ ۳۲ علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ صلح کے بہت سے نتائج اور ثمرات ظاہر ہوئے۔ بالآخر مکہ مکرمہ فتح ہوا سارے مکہ مکرمہ والے اسلام میں داخل ہو گئے۔ لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صلح سے قبل لوگ باہم مل نہیں سکتے تھے۔ نہ ان کے سامنے آپ کا امر عیاں تھا۔ ان کے پاس ایسا شخص نہ آتا تھا جو تفصیل سے آپ کے حالات بتاتا۔ جب صلح حدیبیہ رونما ہوئی تو لوگ باہم ایک دوسرے سے ملے۔ مشرکین مدینہ طیبہ آئے۔ مسلمان مکہ مکرمہ گئے۔ وہ اپنے اہل خانہ، دوستوں اور خیر خواہوں سے ملے ان سے حضور اکرم ﷺ کے مفصل فرامین سنے معجزات کا ذکر خیر سنا۔ نبوت کی علامات جانیں آپ کی حسنِ سیرت سے آگاہ ہوئے۔ عمدہ طریقہ سے آشنا ہوئے۔ بہت سے امور کا بنظر خود جائزہ لیا۔ ان کے نفوس ایمان کی طرف مائل ہوئے۔ حتیٰ کہ بہت سی مخلوق نے ایمان لانے کی طرف جلدی کی۔ وہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین اسلام لے آئے۔ دوسروں کا اسلام کی طرف میلان ہو گیا حتیٰ کہ فتح مکہ کے روز سارے ایمان لے آئے۔ اہلِ عرب قریش کے اسلام لانے کے ہی منتظر تھے۔ جب قریش ایمان لے آئے تو سارا عرب ایمان لے آیا۔

❁❁❁❁

تیئیسواں باب

غزوہ ذی قرد یا غابہ

اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عیینہ بن حصن نے غطفان کے گھڑسوار کے ساتھ حضور والا ﷺ کی شیر دار اونٹنیوں پر حملہ کیا تھا۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت یزید بن ابی عبید اور انہوں نے حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بیس شیر دار اونٹنیاں تھیں جو بیضاء اور بیضاء سے پرے پہاڑ تک چرتی تھیں۔ یہ خیبر کا رستہ تھا وہاں قحط سالی کا دور دورہ ہو گیا تو لوگ انہیں غابہ کے قریب لے گئے۔ وہ وہاں اثل اور طرفاء اور درخت کھاتی تھیں ہر رات مغرب کے وقت چرواہے ان کا دودھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے ''حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے شیر دار اونٹنی کی طرف جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے اس سمت سے تم پر خطرہ ہے کہ تم پر شب خون نہ مارا جائے۔ ہم عیینہ اور اس کے ساتھیوں سے امن میں نہیں ہیں۔ یہ طرف ان کی ہی اطراف میں سے ہے۔ انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: ''گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا فرزند قتل کر دیا گیا ہے۔ تمہاری زوجہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور تم عصا پر ٹیک لگائے ہوئے آئے ہو۔'' حضرت ابو ذر نے کہا: ''مجھے خود پر تعجب ہوا کہ آپ مجھے یوں فرما رہے تھے لیکن میں اصرار کر رہا تھا۔ بخدا! پھر اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا: ''بخدا! میں اپنے گھر میں تھا۔ آپ کی اونٹنیوں کو لایا گیا۔ ان کے نیچے ان کے بچے چھوڑے گئے۔ اور ان کا دودھ نکالا گیا۔ ہم سو گئے۔ رات پڑی تو عیینہ نے چالیس سواروں کے ساتھ ہمارا محاصرہ کر لیا۔ وہ کھڑے ہو کر پکارنے لگے۔ میرے بچے نے ان کی طرف جھانکا تو انہوں نے اسے شہید کر دیا۔ اس کے ہمراہ اس کی زوجہ اور تین افراد اور تھے وہ نجات پا گئے۔ میں ایک طرف ہو گیا۔ اونٹنیوں کی رسیوں کے کھولنے کی وجہ سے وہ میری طرف توجہ نہ دے سکے۔ پھر وہ چلاتے۔ جب میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی خبر دی تو آپ مسکرائے۔

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں اذانِ فجر سے پہلے نکلا۔ آپ کی اونٹنیاں ذی قرد کے مقام پر تھیں۔ آپ نے اپنی سواری کے جانور حضرت رباح کے ساتھ بھیجے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے

پر تھا۔میں اسے پانی پلانے کے لیے سواریوں کے ساتھ ہو گیا۔میں حضرت عبدالرحمان بن عوف کے غلام سے ملا جو حضرت عبدالرحمان کے اونٹوں میں تھا۔انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں پر عیینہ نے شب خون مارا ہے۔اس کے ہمراہ بنو غطفان کے چالیس سوار تھے۔

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ بدھ کی رات تھی۔حضرت سلمہ نے کہا: ''میں نے کہا: ''اے رباح! اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔حضرت طلحہ کے پاس جاؤ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتاؤ کہ آپ کی اونٹنیوں پر شب خون مار دیا گیا ہے۔'' میں سلع کے ایک کونے میں ایک ٹیلے پر کھڑا ہو گیا۔میں نے مدینہ طیبہ کی طرف منہ کیا اور کہا: ''یا صباحاہ! خطرہ خطرہ! دو سنگلاخ پہاڑوں کے مابین ہر ایک نے میری صدا سن لی۔مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔میرے پاس میری تلوار اور تیر کمان تھا۔میں انہیں لوٹاتا رہا۔میں انہیں تیر مارتا رہا انہیں زخمی کرتا رہا۔جب درخت کثیر ہو گئے۔جب کوئی سوار میری طرف آتا تو میں درخت کے تنے کے ساتھ بیٹھ جاتا پھر تیر اندازی کرتا۔جو سوار بھی میری طرف آیا میں نے اس کی سواری کو زخمی کر دیا۔میں تیر اندازی کرتے وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

انا ابن الاکوع   الیوم یوم الرضّع

ترجمہ: ''میں اکوع کا فرزند ہوں آج کمینوں کو ذلیل کرنے کا دن ہے۔''

مجھے ایک شخص ملا۔میں نے اسے تیر مارا وہ اپنی سواری پر تھا۔میں نے اس کے کجاوہ پر مارا۔تیر اس کے کندھے پر جا لگا۔میں نے کہا: ''میں ابن الاکوع ہوں۔آج کمینوں کو مارنے کا دن ہے۔جب درخت زیادہ ہو جاتے تو میں ان کی اوٹ میں ہو کر تیر اندازی کرتا۔جب گھاٹیاں تنگ آجاتیں تو میں پہاڑ پر چڑھ جاتا اور ان پر پتھر مارتا۔ان کی اور میری کیفیت یہی رہی۔میں ان کے تعاقب میں رہا میں رجز پڑھتا رہا حتیٰ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اونٹنیاں ان سے واپس لے لیں۔پھر میں تیر اندازی کرتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے تیس سے زیادہ نیزے اور تیس سے زیادہ چادریں پھینک دیں۔وہ ان سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔وہ جو چیز بھی پھینکتے میں بطور نشانی اس پر پتھر رکھتا۔میں اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رستہ میں رکھ دیتا۔جب چاشت کا وقت ہوا تو عیینہ ان کی مدد کے لیے آیا۔وہ ایک تنگ سی گھاٹی میں تھے۔میں پہاڑ پر چڑھا۔میں ان کے تعاقب میں تھا۔عیینہ نے کہا: ''میں کیا دیکھ رہا ہوں؟'' اس کے ساتھیوں نے کہا: ''سحری سے لے کر اس وقت تک ہم اس مصیبت سے دو چار ہیں۔اس نے ہم سے ہر ایک چیز چھین کر پیچھے پھینک دی ہے۔'' عیینہ نے کہا: ''اگر اسے یہ یقین نہ ہوتا کہ اس کے افراد تمہارے تعاقب میں آ رہے ہیں تو یہ تمہیں چھوڑ دیتا۔تم میں سے چند افراد اٹھ کر اس کی طرف جاؤ۔۴ افراد میری طرف آئے۔پہاڑ پر چڑھے۔جب میں انہیں آواز سنا سکتا تھا میں نے ان سے کہا: ''کیا تم مجھے جانتے ہو؟''

انہوں نے کہا: ''تم کون ہو؟'' میں نے کہا: ''میں ابن الاکوع ہوں مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے حضور والا ﷺ کے چہرۂ اقدس کو تکریم بخشی ہے تم میں سے کوئی شخص تعاقب کر کے مجھے پکڑ نہیں سکتا اور اگر میں اس کا تعاقب کروں تو وہ مجھ سے بچ نہیں سکتا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: ''میرا بھی یہی گمان ہے'' وہ واپس چلے گئے۔

حضور اکرم ﷺ کا تعاقب کرنا

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سلمہ کی صدا سن لی تھی جو انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے پکارا تھا۔ ''خطرہ خطرہ!'' گھڑسوار آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ گھڑسواروں میں سے سب سے پہلے حضرت مقداد بن عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہی کو ابن الاسود کہا جاتا ہے یہ بنو زہرہ کے حلیف تھے۔

محمد بن عمر نے عمارہ بن غزیہ سے روایت کیا ہے کہ یوں صدا دی گئی: ''اے اللہ تعالیٰ کے سوارو! سوار ہو جاؤ۔'' یہ پہلی دفعہ یوں صدا دی گئی تھی۔ ابن عائذ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے غزوۂ بنو قریظہ میں اس طرح صدا لگائی گئی۔ ''یا خیل اللہ ارکبی'' حضرت مقداد فرماتے ہیں ''اس رات میرا گھوڑا اچھل کود کر رہا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ ایک جگہ ٹھہرا نہیں رہا تھا۔ وہ آوازیں نکال رہا تھا۔ میں نے کہا: ''بخدا! آج اس کی عجیب شان ہے میں نے اس کی کھونٹی کو دیکھا وہاں چارہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید اسے پیاس لگی ہے۔ میں نے اسے پانی پلانے کی کوشش کی مگر اس نے پانی نہ پیا۔ وقتِ صبح میں نے اس پر زین ڈالی ہتھیار سجائے۔ باہر نکلا اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ میں اپنے گھر آ گیا۔ گھوڑے کو کسی پل قرار نہ آ رہا تھا۔ میں نے زین اور ہتھیار اتارے اور لیٹ گیا۔ ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: ''گھڑسواروں کو بلا لیا گیا ہے۔'' میں اس پر سوار ہو کر عازمِ سفر ہو گیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے:

''گھڑسواروں میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں حضرات عباد بن بشر، سعد بن زید، اسید بن حضیر، محرز، ربیعہ بن اکثم، عکاشہ بن محصن، ابو عیاش اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہم پہنچے تھے۔ لیکن حضرت مقداد سب سے پہلے حاضر ہوئے تھے۔ یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت سعد بن زید کو ان کا امیر بنایا اور فرمایا: ''اس قوم کے تعاقب میں نکلو۔ حتیٰ کہ میں لوگوں کو لے کر تمہارے ساتھ مل جاؤں۔''

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے: ''حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے حضرت مقداد کے لیے ان کے نیزے کے ساتھ جھنڈا باندھا اور فرمایا: ''عازمِ سفر ہو جاؤ حتیٰ کہ تمہیں گھڑسوار آ ملیں۔ میں تمہارے پیچھے پیچھے ہوں۔'' لیکن ہمارے ہاں زیادہ

درست مؤقف یہ ہے کہ آپ نے اس سریہ میں حضرت سعد بن زید اشہلی کو امیر مقرر کیا۔لیکن لوگ امارت کو حضرت مقداد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔کیونکہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:"غداۃ فوارس المقداد" جب حضرت سعد بن زید نے انہیں عتاب کیا تو انہوں نے کہا:"وزنِ شعر نے مجھے مقداد کی طرف مجبور کیا ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے:"آپ نے بنوزریق کے ایک شخص حضرت ابوعیاش سے فرمایا:"ابوعیاش! کاش تم یہ گھوڑا اس شخص کو دے دو جو تم سے زیادہ شہسوار ہوتا کہ وہ دشمن کے ساتھ جا ملے۔"انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں سارے لوگوں سے زیادہ شہسوار ہوں۔"میں نے گھوڑے کو مارا۔بخدا! ابھی وہ پچاس گز بھی نہ چلا ہوگا کہ اس نے مجھے زمین پر پٹخ دیا۔مجھے تعجب ہوا کہ آپ فرما رہے تھے"کاش! تم اس شخص کو گھوڑا دے دو جو تم سے زیادہ شہسوار ہو۔" میں کہہ رہا تھا"میں سارے لوگوں سے زیادہ شہسوار ہوں۔"بنوزریق کے لوگ کہتے تھے کہ آپ نے حضرت ابوعیاش کا گھوڑا حضرت معاذ بن ماعص کو دیا۔یہ آٹھویں شہسوار تھے۔یا عائذ بن ماعص کو دیا۔الطبری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذ بن ماعص اور ان کے بھائی بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہو چکے تھے۔بعض سیرت نگار حضرت سلمہ کو شمار کرتے ہیں اور وہ حضرت اسید بن حضیر کو ان شہسواروں میں شمار نہیں کرتے۔یہ گھڑسوار عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ دشمن کو جا لیا۔سب سے پہلے حضرت معرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ دشمن تک پہنچے۔انہیں الاخرم یا قمیر کہا جاتا تھا۔جب خطرہ کی آواز آئی تو حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے نے گھوڑوں کی آوازیں سنیں تو وہ چکر لگانے لگا۔وہ ایک خوبصورت اور عمدہ گھوڑا تھا۔جب خواتین نے کھجور کے ساتھ بندھے ہوئے گھوڑے کو اس طرح چکر کاٹتے دیکھا تو ان میں سے ایک خاتون نے کہا:"قمیر! کیا تم اس گھوڑے پر سوار ہو سکتے ہو؟ اس کی کیفیت تم دیکھ رہے ہو۔پھر حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں سے جا کر مل جاؤ۔"انہوں نے کہا:"ہاں! اس عورت نے وہ گھوڑا انہیں دے دیا۔وہ اس پر سوار ہو کر نکلے وہ گھوڑا تیزی سے دوڑا اور دشمن سے جا ملا۔وہ ان کے ساتھ جا کر کھڑے ہو گئے۔ان سے کہا:"اے کمینو! ذرا رکو! حتیٰ کہ تمہارے پاس مہاجرین اور انصار کے مجاہدین پہنچ جائیں۔ان میں سے ایک شخص نے ان پر حملہ کیا اور شہید کر دیا۔گھوڑا اچھلا۔دشمن اسے قابو نہ کر سکا۔حتیٰ کہ وہ بنواشہل میں اپنے مقام پر آ کر ٹھہر گیا۔حضرت سلمہ نے فرمایا:

"میں اس جگہ رہا حتیٰ کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہسواروں کو دیکھ لیا۔جو درختوں میں سے نمودار ہوئے تھے۔ ان کے آگے آگے حضرت اخرم الاسدی تھے۔ان کے پیچھے حضرت قتادہ تھے۔ان کے پیچھے حضرت مقداد بن الاسود تھے۔ مشرکین پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔میں پہاڑ سے نیچے اترا۔میں نے حضرت الاخرم کے گھوڑے کی باگ پکڑی۔میں نے کہا: "اخرم! محتاط رہنا۔وہ تمہیں جدا نہ کر دیں حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ آجائیں۔"انہوں نے کہا:"سلمہ! اگر تم اللہ تعالیٰ

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تم جانتے ہو کہ جنت حق ہے۔ آگ حق ہے تو میرے اور شہادت کے مابین رکاوٹ نہ بنو۔ میں ان کے درمیان سے ہٹ گیا۔ وہ اور عبدالرحمان بن عیینہ باہم جنگ آزما ہو گئے۔ عبدالرحمان کا گھوڑا پھسلا اس نے ان کے نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا۔ وہ آگے بڑھا اس کا مقابلہ حضور اکرم ﷺ کے شہ سوار حضرت ابوقتادہ کے ساتھ ہوا۔ وہ باہم نیزہ بازی کرنے لگے۔ اس نے ان کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ ابوقتادہ نے اسے واصل جہنم کر دیا۔

محمد بن عمر نے حضرت صالح بن کیسان سے روایت کیا ہے کہ حضرت محرز بن نضلہ نے دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہونے سے ایک روز قبل خواب میں دیکھا۔ انہوں نے کہا: ''میں نے دیکھا کہ میرے لیے آسمان کھل گیا ہے میں آسمان دنیا میں داخل ہو گیا ہوں۔ حتیٰ کہ میں ساتویں آسمان تک پہنچ گیا۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا۔ مجھے کہا گیا ''یہی تمہاری منزل ہے'' میں نے یہ خواب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بیان کیا تو انہوں نے کہا: ''تمہیں بشارت ہو۔'' اس کے ایک روز بعد انہیں شہید کر دیا گیا۔

حضرت سلمہ نے فرمایا: ''میں دشمن کے تعاقب میں دوڑتا جا رہا تھا۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ کے چہرۂ انور کو تکریم بخشی۔ میں نے اپنے پیچھے صحابہ کرام کو نہ دیکھا۔ مجھے ان کا گرد و غبار بھی نظر نہ آیا۔ وہ غروبِ آفتاب سے قبل اس گھاٹی تک پہنچ گئے جہاں ایک چشمہ تھا جسے ذوقرد کہا جاتا تھا۔ انہوں نے وہاں سے پانی پینا چاہا۔ انہوں نے مجھے دیکھا۔ میں دشمن کے تعاقب میں تھا وہ وہاں سے میری طرف آ گئے۔ انہوں نے جلدی کی اور ثنیہ ذی بَر کی طرف جلدی سے آئے۔ سورج غروب ہو چکا تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا میں نے اسے تیر مارا۔ میں نے اسے کہا:

خذها انا ابن الاكوع
واليوم يوم الرضع

اس نے کہا: ''تمہاری ماں تم پر روئے! تم صبح سے ہمارے تعاقب میں ہو؟ میں نے کہا: ''ہاں! اے اپنی جان کے دشمن! میں نے صبح بھی اسے تیر مارا تھا۔ اب دوسرا تیر مارا دونوں تیر اسے لگے۔ وہ دو گھوڑے چھوڑ کر بھاگ نکلے میں نے انہیں پکڑا اور انہیں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے۔

''جب گھوڑے باہم آملے تو حضرت ابوقتادہ نے حبیب بن عیینہ کو قتل کر دیا پھر اپنی چادر سے اسے ڈھانپ دیا۔ پھر صحابہ کرام سے جا ملے۔ محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت مقداد نے حبیب کا کام تمام کر دیا۔ حضرت عکاشہ بن محصن نے اوبار کو پایا اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ وہ ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ اس نے انہیں نیزہ مارا ان دونوں کو قتل کر دیا ان سے کچھ اونٹنیاں لے لیں۔

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ان جانوروں سے وہ گھوڑا

خریدا جو مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تھے۔ انہیں مسعدہ فرازی ملا۔ اس نے کہا: ''ابوقتادہ! یہ کیسا گھوڑا ہے؟'' حضرت ابوقتادہ نے فرمایا: ''یہ ایسا گھوڑا ہے جس پر سوار ہو کر میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ جہاد کروں گا۔'' اس نے کہا: ''تمہیں قتل کرنا کتنا آسان ہے اور تمہاری جنگ کتنی شدید ہے'' حضرت ابوقتادہ نے کہا: ''میں رب تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ میری ملاقات اس وقت کرادے جب میں اس گھوڑے پر سوار ہوں۔'' ایک روز حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اپنی چادر کی ایک طرف کھجوریں ڈال کر اپنے گھوڑے کو کھلا رہے تھے کہ اس نے اپنا سر اٹھایا کان بلند کیے۔ انہوں نے کہا: ''میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ تو نے گھوڑوں کی بو سونگھ لی ہے۔'' انہوں نے اس پر زین ڈالی اپنے ہتھیار لیے پھر عازم سفر ہو گئے۔ ان کی والدہ نے کہا: ''بخدا! نور نظر! جاہلیت میں بھی ہم پر حملہ نہیں ہوتا تھا اب تو حضور اکرم ﷺ ہم میں جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔'' وہ مقام زوراء تک پہنچے تو انہیں ایک صحابی ملے۔ انہوں نے کہا: ''ابوقتادہ! گھوڑے کو تیز چلاؤ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنیوں پر حملہ ہو چکا ہے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام دشمن کے تعاقب میں روانہ ہو چکے ہیں۔'' انہوں نے پوچھا: ''کس طرف۔'' انہوں نے ثنیہ کی طرف اشارہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ ذباب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے گھوڑے کی لگام کھینچی پھر اسے چھوڑ دیا۔ جب وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ نے انہیں فرمایا: ''ابوقتادہ آگے چلو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے۔'' حضرت ابوقتادہ فرماتے ہیں:

''میں عازم سفر ہوا۔ میرے ساتھ ساتھ ایک انسان چل رہا تھا۔ ہم جلدی دشمن کے پاس پہنچ گئے۔ اس شخص نے مجھے کہا: ''ابوقتادہ! کیا خیال ہے؟ اس قوم کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں۔'' حضرت ابوقتادہ نے اسے کہا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ میں ٹھہرا رہوں حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لے آئیں۔ میرا ارادہ ہے کہ تم ایک طرف سے حملہ آور ہو جاؤ۔'' حضرت ابوقتادہ نے دشمن پر حملہ کیا ان پر گراں گزرے۔ دشمن نے ان پر تیر برسائے۔ ایک تیر ان کے چہرے پر لگا۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے وہ تیر نکالا۔ مجھے یوں لگا کہ میں نے لوہے کا ٹکڑا نکالا ہے۔ میں آگے بڑھا۔ جلد ہی میں نے ایک سوار دیکھا وہ ایک چست گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے خود پہن رکھا تھا۔ اس نے مجھے پہچان لیا لیکن میں اسے نہ پہچان سکا۔ اس نے کہا: ''ابوقتادہ! رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ میری ملاقات کرادی ہے۔ اس نے اپنے چہرے سے خود اٹھایا۔ اس نے اس کے چہرے کو گھیر رکھا تھا وہ مسعدہ فرازی تھا۔ اس نے مجھے کہا: ''کیا پسند کرو گے۔ شمشیر زنی، نیزہ بازی یا کشتی۔'' میں نے کہا: ''تم خود منتخب کرو۔'' اس نے کہا: ''کشتی!'' وہ اپنی سواری سے اترا میں اپنی سواری سے اترا۔ میں نے اپنا گھوڑا ایک درخت کے ساتھ باندھا اور وہیں اپنا اسلحہ رکھا۔ ہم باہم الجھ پڑے میں جلد ہی اس پر غالب آ گیا۔ میں اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ بخدا! میں ایک اہم شخص کے سینے پر سوار تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں اٹھوں اور تلوار پکڑلوں۔ وہ بھی اپنی تلوار لینے کے

لیے اٹھا۔ ہم دو لشکروں کے مابین تھے۔ ہم میں سے کسی ایک پر حملہ ہو سکتا تھا۔ میرے سر سے کچھ ٹکرایا۔ ہم باہم مقابلہ کر رہے تھے حتیٰ کہ ہم دونوں مسعدہ کے ہتھیاروں تک پہنچ گئے۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کی تلوار اٹھالی۔ جب اس نے دیکھا کہ میرا ہاتھ تلوار تک پہنچا ہے۔ اس نے کہا: "ابوقتادہ! مجھے زندگی بخش دو۔" میں نے کہا: "نہیں! بخدا! حتیٰ کہ تم اپنا ٹھکانہ ھاویہ دیکھ لو۔" اس نے کہا: "میری بچی کی نگرانی کون کرے گا۔" میں نے کہا: "آگ"۔ میں نے اسے قتل کیا۔ اپنی چادر میں اسے لپیٹا اس کے کپڑے اتارے اور پہن لیے اس کے ہتھیار لیے اس کے گھوڑے پر بیٹھا۔ جب ہم باہم نبرد آزما ہوئے تھے تو میرا گھوڑا لشکر کی طرف بھاگ نکلا تھا۔ انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تھیں۔ میں آگے روانہ ہوا میں نے جلد ہی اس کے بھتیجے کو جالیا اس کے ہمراہ سات سوار تھے۔ میں نے انہیں اشارہ کیا وہ ٹھہر گئے۔ میں ان کے قریب ہوا تو میں نے ان پر حملہ کر دیا۔ میں نے اس کے بھتیجے کو نیزہ مارا اور اس کی گردن توڑ کر رکھ دی۔ بقیہ لوگ بھاگ گئے۔ میں نے اونٹنیوں کو نیزے سے اکٹھا کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے: "حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدھ کی صبح کو سوار ہو کر نکلے۔ آپ نے زرہ پہن رکھی تھی۔ حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ حضرت سعد بن عبادہ کو تین سو مجاہدین کے ساتھ پیچھے چھوڑا تا کہ وہ مدینہ طیبہ کی حفاظت کریں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام حبیب کے پاس سے گزرے اس پر حضرت ابوقتادہ کی چادر تھی تو انہوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ انہوں نے کہا: "حضرت ابوقتادہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ ابوقتادہ نہیں ہیں بلکہ یہ ان کا مقتول ہے انہوں نے اپنی چادر سے اسے اس لیے ڈھانپا ہے تا کہ تم جان لو کہ انہوں نے اس کا کام تمام کیا ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت سلمہ نے کہا: "عشاء کے وقت آپ ہمارے ساتھ آملے تھے۔"

حضرت ابوقتادہ نے کہا: "آپ اور آپ کے صحابہ کرام پہنچ گئے جب وہ لشکر گاہ تک پہنچے تو انہوں نے میرے گھوڑے کو دیکھا اس کی کونچیں کاٹ دی گئیں تھیں۔ ایک صحابی نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت ابوقتادہ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی گئیں ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہوئے۔ فرمایا: "تیرے لیے ہلاکت! جنگ میں تیرے کتنے دشمن ہیں۔" آپ نے دو بار اسی طرح فرمایا۔ آپ اور صحابہ کرام آگے روانہ ہو گئے حتیٰ کہ اس جگہ پہنچے جہاں ہم نے کشتی کی تھی تو انہوں نے سمجھا کہ حضرت ابوقتادہ چادر اوڑھے پڑے ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک

وسلم! ابوقتادہ شہید ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ابوقتادہ پر رحم کرے مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے اس اعزاز سے نوازا۔ وہ تو دشمن کے تعاقب میں ہیں وہ رجز پڑھ رہے ہیں۔" شیطان نے ان میں یہ وسوسہ ڈالا۔ انہوں نے میرے گھوڑے کو دیکھا کہ اس کی کونچیں کاٹ دی گئیں تھیں اور مقتول کو میری چادر میں لپٹے ہوئے دیکھا۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دوڑتے ہوئے گئے۔ اس کے چہرے سے کپڑا اٹھایا۔ وہاں مسعدہ مرا پڑا تھا۔ انہوں نے کہا: "اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے یارسول اللہ! یہ مسعدہ ہے جو مقتول پڑا ہے۔" صحابہ کرام نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر جلدی حضرت ابوقتادہ اونٹنیاں ہانکتے ہوئے آپ کی خدمت میں آ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوقتادہ! تمہارا چہرہ کامیاب ہو۔ ابوقتادہ سواروں کے سردار ہیں۔ ابوقتادہ! اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے۔" دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: "تمہاری اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت ڈالے۔ ابوقتادہ! یہ تمہارے چہرے پر کیا ہے؟ میرا گمان تھا کہ میں نے تیر نکال دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "ابوقتادہ! میرے قریب ہو جاؤ۔" میں آپ کے قریب ہوا۔ آپ نے نرمی سے تیر نکالا۔ پھر اس پر اپنا لعاب دہن لگایا اور دستِ شفا بخش رکھ دیا۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا ہے کہ مجھے یوں لگتا تھا کہ مجھے نہ چوٹ لگی ہے نہ زخم آیا ہے۔" محمد بن عمر اور ابن سعد نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کیا ہے۔

"جب مجھ سے آپ نے ملاقات کی تو آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! ان کے بالوں اور جلد میں برکت فرما۔" فرمایا: "تمہارا چہرہ کامیاب ہو۔" میں نے عرض کی: "آپ کا چہرۂ انور بھی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے پوچھا: "کیا تم نے مسعدہ کو قتل کیا ہے؟" میں نے عرض کی: "ہاں!"

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کی عمر ستر سال تھی۔ لیکن وہ چہرے سے پندرہ سال کے لڑکے لگتے تھے۔ منادی بنو عمرو بن عوف تک بھی پہنچ گیا۔ مدد آن پہنچی گھڑسوار، اونٹ سوار اور پیادہ صحابہ کرام آپ کے پاس آتے رہے۔ صحابہ کرام اونٹوں اور گدھوں پر سوار ہو کر آتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ ذوقرد کے مقام پر آپ سے مل گئے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "دس اونٹ انہوں نے بچا لیے اور دس اونٹ دشمن لے گیا۔" آپ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا۔ علمبردار حضرت سعد بن زید تھے۔ مسلمانوں کا شعار "اَمِتْ اَمِتْ" تھا۔ آپ نے اس روز صلوٰۃ الخوف پڑھی تفصیلات بعد میں آئیں گی۔

حضرت سلمہ نے فرمایا: "میرے چچا جان میرے پاس دو برتن لے کر آئے۔ ایک میں دودھ اور دوسرے میں پانی تھا۔ میں نے وضوء کیا اور دودھ پیا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ اس چشمہ پر جلوہ افروز تھے۔ جہاں سے

میں آپ سے جدا ہوا تھا۔آپ نے وہ اونٹ حاصل کر لیے تھے۔آپ نے ہر وہ چیز حاصل کر لی تھی جو میں نے مشرکین سے چھینی تھی۔آپ نے ہر چادر اور ہر نیزہ جمع کر رکھا تھا۔حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کیا تھا جو دشمن سے چھینے گئے تھے۔انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کا کلیجہ اور کوہان بھونے ہوئے تھے۔میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے انہیں پانی سے محروم کر دیا ہے۔وہ پیاسے میرے تعاقب میں تھے۔آپ مجاہدین میں سے مجھے ایک سو مجاہد عطا کر دیں میں ان کا تعاقب کر کے ہر مخبر کو بھی قتل کر دوں گا۔'' آپ مسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندانِ مبارک کی سپیدی آگ کی روشنی میں نظر آئی۔فرمایا: ''سلمہ! کیا تمہارا خیال ہے تم اس طرح کر گزرو گے۔'' میں نے کہا: ''ہاں! مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ کو عزتیں بخشی ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہیں یہ اعزاز بخش دیا گیا ہے۔نرمی اختیار کرو۔وہ تورات کی شراب پی رہے ہوں گے۔'' بنو غطفان میں سے ایک شخص آیا۔اس نے کہا: ''فلاں نے ان کے لیے اونٹ ذبح کیا ہے۔جب اس کا چمڑا اتار چکے تو انہوں نے گردو غبار دیکھا۔انہوں نے کہا: ''مسلمان آگئے ہیں۔'' وہ بھاگتے ہوئے چلے گئے ہیں۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے ہر ایک سو صحابہ کرام میں ایک اونٹ ذبح کیا ایک رات اور ایک دن ذوالقرد میں قیام فرمایا تاکہ دشمن کی خبر مل سکے۔حضرت سلمہ کی روایت میں ہے کہ مجاہدین کی تعداد پانچ سو تھی۔ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ مجاہدین کی تعداد سات سو تھی۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اونٹوں پر کھجوریں اور دس اونٹ بھیجے۔جو آپ کو ذوالقرد کے مقام پر مل گئے۔حضرت سلمہ نے فرمایا: ''وقتِ صبح آپ نے فرمایا: ''آج ابو قتادہ بہترین شہسوار اور ہمارے پیادہ دستہ میں حضرت سلمہ بہترین ہیں۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سوار اور پیادہ کا حصہ عطا فرمایا۔پھر مجھے اپنی اونٹنی العضباء پر اپنے پیچھے سوار کیا۔ہم مدینہ طیبہ واپس آنے لگے۔جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو ایک انصاری صحابی تھے جن سے دوڑ میں مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔انہوں نے اعلان کیا۔'' کوئی ہے جو دوڑ میں میرے ساتھ مقابلہ کرے۔جو مدینہ طیبہ تک میرے ساتھ دوڑ لگائے۔'' اس نے کئی بار یہی اعلان کیا۔میں آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔میں نے انہیں کہا: '' کیا تم کسی کریم کی عزت نہیں کرتے۔کسی شریف سے ڈرتے نہیں۔'' انہوں نے کہا: ''نہیں! سوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! آپ مجھے اجازت دیں میں اس کے ساتھ دوڑ لگاؤں۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر پسند کرو۔'' میں نے عرض کی: ''میں جاتا ہوں۔'' وہ اپنی اونٹنی سے نیچے اتر آئے میں نے بھی کپڑے سمیٹے اور اونٹنی سے نیچے اتر آیا۔میں نے ایک دو ٹیلوں تک خود کو روکے رکھا پھر دوڑ کر اسے جا لیا۔میں نے ان کے کندھوں کے مابین مارا اور کہا: ''بخدا! میں تم سے آگے نکل گیا ہوں۔'' وہ مسکرائے انہوں نے کہا: ''میرا بھی یہی گمان ہے۔'' میں ان سے آگے نکل گیا۔حتیٰ کہ ہم مدینہ طیبہ پہنچ

گئے۔ تین روز کے بعد ہم خیبر کی طرف چلے گئے۔" محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے۔

"آپ سوموار کے روز مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے۔ اس مہم میں پانچ روز صرف ہوئے۔ آپ ایک کنوئیں کے پاس سے گزرے جسے بیسان کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس کے بارے پوچھا: "صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ! اس کا نام بیسان ہے اس کا پانی نمکین ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس کا پانی عمدہ ہے۔ اس کا نام نعمان ہے۔" آپ نے اس کا نام تبدیل فرمایا۔ رب تعالیٰ نے پانی کا ذائقہ تبدیل کر دیا۔" حضرت طلحہ نے اسے خرید کر صدقہ کر دیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی

امام احمد، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کو قیدی بنالیا گیا تھا۔ دشمن قوم انہیں اپنے گھر لے گئی تھی۔ قوم اپنے گھروں میں ان کے سامنے نعمتوں سے مزے اڑاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنی زنجیریں توڑیں وہ اونٹوں کے پاس آئیں۔ وہ جس اونٹ کے پاس جاتیں وہ آوازیں نکالتا۔ وہ عضباء کے پاس گئیں اس نے آواز نہ نکالی۔ وہ ایک سدھائی ہوئی اونٹنی تھیں۔ انہوں نے اسے جھڑکا تو وہ چل پڑی۔ دشمن نے اسے دیکھا تو اس کا تعاقب کیا۔ مگر اونٹنی نے انہیں عاجز کر دیا۔

اس خاتون نے نذر مانی "اگر رب تعالیٰ نے اسے نجات دے دی تو وہ اس اونٹنی کو ذبح کر دے گی۔" جب وہ مدینہ طیبہ پہنچی اور لوگوں نے اسے دیکھا تو انہوں نے کہا: "العضباء" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی۔ اس خاتون نے کہا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ اگر اسے رب تعالیٰ نے نجات دے دی تو وہ اسے قربان کر دے گی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور اس کی نذر کے بارے عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "سبحان اللہ! اس نے اسے کتنی بری جزا دی ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ اگر رب تعالیٰ نے اس کو بچالیا تو وہ اسے ذبح کر دے گی۔ نافرمانی میں نذر پورا کرنا لازم نہیں آتا۔ نہ ہی اس چیز میں نذر مانی جاسکتی ہے جو اس شخص کی ملکیت میں نہ ہو۔" ابن اسحاق نے حسن کی مراسیل میں ذکر کیا ہے۔

"یہ میرے اونٹوں میں ایک اونٹنی ہے۔ رب تعالیٰ کی برکت کے ساتھ تم اپنے اہلِ خانہ میں چلی جاؤ۔" عیینہ کا بھتیجا آپ کی اونٹنی سمراء کو لے آیا۔ حضرت سلمی نے آپ کو عرض کی تو آپ خوشی کے عالم میں باہر تشریف لائے۔ اس اونٹنی کو عیینہ کے بھتیجے نے پکڑ رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو پہچان لیا۔ فرمایا: "ہاں! تمہارے رب تعالیٰ کی قسم!" اس شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم یہ آپ کو بطورِ ہدیہ پیش کرتے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور اس سے لے لی۔ وہ دو یا تین روز آپ کے ہاں ٹھہرا رہا۔ آپ نے اسے تین اوقیہ چاندی دینے کا حکم دیا وہ ناراض ہونے لگا۔ حضرت سلمی نے عرض کی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے اپنے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی کا اسے عوض دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! مگر وہ پھر بھی ناراض ہو رہا ہے۔" آپ نے نماز ظہر ادا کی۔ منبر مبارک پر رونق افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: "ایک شخص مجھے میرے ہی اونٹوں میں سے ایک اونٹنی بطور ہدیہ دیتا ہے جسے میں اس طرح جانتا ہوں جیسے میں اپنے کسی اہلِ خانہ کو جانتا ہوں پھر میں اسے اس کا عوض دیتا ہوں وہ مجھ پر ناراض ہوتا ہے۔ میں نے عزم کیا ہے کہ میں صرف قرشی یا انصاری یا ثقفی یا دوسی سے ہدیہ قبول کروں گا۔"

اس غزوہ کے مقتولین

مسلمانوں میں سے حضرات محرز بن نضلہ اور ابن وقاص بن مجزز کے سر اقدس پر شہادت کا تاج سجا۔ جبکہ کفار میں سے مسعدہ بن حکمۃ، اوبار، عمرو بن اوبار، حبیب بن عیینہ، فرقہ بن مالک واصل جہنم ہوئے۔

اس غزوہ کے بارے شعراء کا کلام

حضرت حسان بن ثابت کا قصیدہ

لو لاالذی لاقت ومسَّ نُسُورَھا بجنوبِ سَابَةَ امسِ فی التقوادِ

ترجمہ: "اگر "سایہ" کی جنوب کی طرف پتھریلی زمین حائل نہ ہوتی جو ہمارے گھوڑوں کے سامنے آئی۔ ان کی کنکریاں ان کے سموں میں چبھ رہی تھیں۔"

للقینکم یَحْلمن کل مدجج حامی العقیقة ماجد الاجداد

ترجمہ: "یہ گھوڑے تم سے ضرور ملاقات کرتے۔ ان کے اوپر ایسے جوان ہوتے جو مکمل غرق آہن ہوتے وہ حق کی حمایت کرنے والے اور عظیم آباء والے ہوتے۔"

و لَسَرَّ اَوْلَادَ اللقیطَةِ اَنَّنَا سِلْمٌ غداةُ فَوارِس المِقدادِ

ترجمہ: "ان لوگوں کو یہ بات از حد مسرور کرتی جن کی اصل بدھوتی کہ ہم اس روز مقداد رضی اللہ عنہ کے سواروں کے ساتھ جنگ کرنے سے بچ گئے۔"

كُنَّا ثمانیة و کانوا جحفلًا لَجِبًا فشُكُّوا بالرماح بَدَادِ

ترجمہ: "ہم تعداد میں آٹھ تھے جبکہ وہ ایک بہت بڑا لشکر تھے۔ پھر نیزوں کے ذریعے انہیں پارہ پارہ کر دیا گیا۔"

کنا من القوم الذین یَلُوتَهُمُ و یقدمون عنانَ کل جوّادِ

ترجمہ: "ہم ایسی قوم تھی جو ان کے تعاقب میں تھی۔ وہ عمدہ گھوڑوں کی لگامیں تھامے آگے بڑھ رہے تھے۔"

كَلَّا و ربّ الراقصاتِ الی مِنًی یَقْطَعْنَ عُرْضَ مغارِمِ الاطوَادِ

ترجمہ: "ہرگز نہیں! ان محو رقص اونٹنیوں کی قسم جو منیٰ کی طرف رواں ہیں۔ وہ پہاڑیوں کی پگڈنڈیوں پر جاری ہیں۔"

حتی نبیلَ الخیلَ فی عَرصاتِکُمْ و نؤُوبَ بالمَلکاتِ و الاولادِ

ترجمہ: "ہم نے اپنے گھوڑوں کو تمہارے مکانات کے درمیان پیشاب کرایا۔ ہم تمہاری عورتوں اور بچوں کو لے کر واپس لوٹ رہے تھے۔"

رَهوًا بکل مُقَلَّصٍ وَ طِمِرَّةٍ فی کُلِّ مُعتَرِكٍ عَطفنَ وَوَادِ

ترجمہ: "ہم تیز رفتار اونٹنیوں اور ایسے گھوڑوں کے ساتھ واپس لوٹ رہے تھے جو ہر معرکہ میں سرعت سے لوٹتے ہیں۔"

افنی دوابِرَها وَلَاحَ مُتُونَها یَوْمٌ تُقادُ به و یومُ طِرَادِ

ترجمہ: "انہوں نے ان کے پچھلے حصہ کو برباد کر دیا ہے ان کی پشتوں کو عیاں کر دیا ہے اس دن جس روز مقابلہ کے لیے لے جاتا ہے۔"

و کز الرعانُ جیادُنا ملبونةٌ والعربُ مشعلةٌ بریحِ غوادِ

ترجمہ: "اسی طرح ہمارے گھوڑے صبح کی ہوا کی وجہ سے مسرور ہو جاتے ہیں جس وقت جنگ خوب شعلہ فشاں ہوتی ہے۔"

و سیوفنا بیضُ الحرائدِ تجتلِی جُنَنَ الحَدیدِ و هامَةِ المُرتادِ

ترجمہ: "ہماری قابل شمشیریں لوہے کی زرہوں اور جنگ کے طلب گار کو کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔"

اخذ الالٰہ علیهم بحرامه ایامَ ذی قردٍ وجوه عبادِ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے اپنے دین حق کی عزت و ناموس کے لیے ان دشمنانِ دین کے سامنے رکاوٹیں قائم کر دی ہیں۔"

جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے تو حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ ان سے ناراض ہو گئے۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کبھی بھی کلام نہیں کریں گے۔ انہوں نے میرے گھوڑوں اور گھڑ سواروں کو مقداد کے لیے مختص کر

دیا ہے۔ حضرت حسان نے ان سے معذرت کی۔ انہوں نے کہا: ''میرا مدعا یہ تھا لیکن قافیہ مقداد سے ملتا تھا۔'' پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھ کر حضرت سعد کو خوش کیا:

اذا اردتُمُ الاشَدَّ الجَلْدا　　　اَوْ ذَاغَنَا فعليكم سعدًا

سَعْدَ من زيدٍ لا يهدُّ هَدًّا

ترجمہ: ''جب تم کسی قوی اور مضبوط شخص کے پاس جانے کا ارادہ کرو یا غنی کے پاس جانے کا ارادہ کرو تو حضرت سعد کے پاس جاؤ یعنی سعد بن زید جنہیں نیچے نہیں گرایا جا سکتا۔''

لیکن حضرت سعد نے ان کی معذرت قبول نہ کی اور نہ ہی انہیں کچھ فائدہ ہوا۔

حضرت کعب بن مالک کے اشعار

اتحسبُ اولادُ اللقيطة اَنَّنَا　　　عَلى الخيلِ لَسْنَا مِثْلَهم فی الفوارس

ترجمہ: ''کیا گرے ہوئے لوگوں کی اولاد یہ گمان کرتی ہے کہ ہم اس وقت ان کی مثل نہیں ہو سکتے جب ہم گھوڑوں پر سوار ہوں۔''

و اِنَّا اُناسٌ لا نرىَ القتلَ سُبَّةً　　　ولا ننثني عند الرماح المداعس

ترجمہ: ''جبکہ ہم ایسے عظیم لوگ ہیں جو قتل کو عار نہیں سمجھتے اور نہ نیزے لگتے وقت ہم پیٹھ پھیرتے ہیں۔''

و انا لنُقْرِی الضيفَ من قمعِ الذُّرَی　　　و نضربُ راسَ الأبلج المتشاوس

ترجمہ: ''ہم اونٹ کی کوہان کے اوپر والے حصہ سے مہمان کی ضیافت کرتے ہیں ہم حسین اور قوی شخص کا سر تن سے جدا کر دیتے ہیں۔''

نرد كماة المعلمين اذ انتخو　　　بفرب يسلّی نخوة المتقاعيس

ترجمہ: ''ہم ان بہادروں کا منہ پھیر دیتے ہیں جو نشان لگا کر لڑتے ہیں یہ ایسی ضرب ہوتی ہے جو باعث اطمینان ہوتی ہے سینہ پھیلانے والے کی نخوت اسے لیے ہوتی ہے۔''

بكل فتى حَامِي الحقيقةِ مَاجِدٍ　　　كريمٍ كسرحان الغضاة مُغَالِس

ترجمہ: ''یہ جنگ ایسے جوانوں کے ہمراہ ہوتی ہے جو حق کے حامی، کریم، وہ جھپٹنے والے ہیں جو گھنے درختوں میں رہنے والا بھیڑیا۔''

يَذُوُذُونَ عن احسابهم و تلادهم ببيضٍ تَقُدُّ الهَامَ تحت القوانس

ترجمہ: ''وہ اپنے حسب اور نسب کی حفاظت کرتے ہیں وہ تلواروں کے ساتھ ان کھوپڑیوں کو کاٹ دیتے ہیں جو خود میں مخفی ہوتی ہیں۔''

فسائل بنی بدر اذا ما لقيتهم بما فعل الاخوان يوم التمارُس

ترجمہ: ''جب تم بنو بدر سے ملاقات کرو تو ان سے پوچھو کہ شمشیر زنی کے روز بھائیوں نے کیسے کارنامے سرانجام دیئے تھے۔''

اذا ما خرجتم فاصدقوا من لقيتم ولا تكتموا اخباركم فی المجالس

ترجمہ: ''جب تم گھروں سے باہر نکلو تو ہر اس شخص سے سچ بولو جس سے ملاقات کرو اور محافل میں اپنی باتیں نہ چھپانا۔''

و قولوا زَلَلْنَا عَنْ مَغَالِبِ خَادِرٍ به و حَرٌّ فی الصَدرِ ما لم يُمَارِسِ

ترجمہ: ''ان سے کہہ دینا کہ ہم اس شیر کے پنجوں سے خوف زدہ ہو کر پھسل گئے تھے جس وقت تک وہ حملہ نہ کرے اس وقت تک اس کے سینے میں آتش غضب رہتی ہے۔''

حضرت شداد بن عارض الجشمی کے اشعار

فَهَلَّا كررتَ ابا مالكٍ و خَيْلُكَ مُدْبِرَةٌ تُقْتَلُ

ترجمہ: ''اے ابو مالک! تم نے اس وقت لوٹ کر حملہ کیوں نہ کیا جب تمہارے گھڑسوار منہ موڑ کر جارہے تھے اور تہ تیغ ہورہے تھے۔''

ذكرتَ الاياب الٰی عَسْجَدٍ و هيهاتَ قد بَعُدَ المُفضَلُ

ترجمہ: ''تم نے ذکر کیا ہے کہ تم مسجد کی طرف لوٹو گے ہائے افسوس! لوٹنا تو بہت دور ہو چکا ہے۔''

وَ طَمَّنْتَ نفسَك ذا ميعَةٍ مسح النَّضَالِ اِذَا يُرْسَلُ

ترجمہ: ''تم نے اپنے دوڑنے والے نفس کو اطمینان دلایا جو اس طرح بھاگ رہا تھا جس طرح کھلے میدان میں چھوڑا ہوا گھوڑا بھاگتا ہے۔''

اِذا قَبَّضَتْهُ اليكَ الشمَالُ جَاشَ كما اضطرَمَ المرجَلُ

ترجمہ: "جب شمال نے تمہارے نفس کو قبضہ میں دے دیا تو وہ ہنڈیاں کی طرح جوش مار رہا تھا۔"

فَلَمَّا عَرَفْتُم عِبَادًا لا لہٖ   لَمْ يُنْظِرِ الْآخِرَ الْأَوَّلُ

ترجمہ: "جب تم نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو جان لیا۔ پہلے جانے والا دوسرے کا انتظار نہیں کرتا۔"

عَرَفْتُم فوارسُ قد عُوِّدُوا   طِرَادَ الْكُمَاةِ إِذَا اَسْهَلُوا

ترجمہ: "تم نے ایسے شہ سواروں کو جان لیا ہوگا جو بہادروں کے ساتھ ٹکرا جانے کے عادی ہیں جب انہیں اجازت دی جاتی ہے۔"

اذا طردوا الخيل تشقي بهم   فضاحا و ان يطردوا ينزلوا

ترجمہ: "دشمنوں کے لیے بدقسمتی کا وہ وقت تھا جب یہ شہ سوار گھوڑوں کو بھگا رہے تھے اگر ان سواروں کو روکا جاتا تو یہ نیچے آجاتے۔"

فيعْتصِمُوا فى سَوَادِ المقام   بالبيضِ اَخْلَهَا الصَّيْقَلُ

ترجمہ: "یہ شمشیر براں کے ساتھ ایسی ہموار جگہ میں حفاظت کرتے ہیں جنہیں صیقل کرنے والے نے عمدہ بنایا تھا۔"

تنبیہات

١. ذوقَرَد۔ بعض نے اسے ذوقُرُد پڑھا ہے۔ علامہ حازمیؒ نے لکھا ہے کہ محدثین کے نزدیک پہلا تلفظ درست ہے۔ اہلِ لغت کے نزدیک دوسرا صحیح ہے۔ علامہ بلاذری نے پہلا تلفظ درست قرار دیا ہے۔ یہ جگہ غطفان کے شہروں سے ایک برید دور ہے۔ دوسرے قول کے مطابق یہ جگہ ایک یوم کی مسافت پر ہے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ لغت القَرَد صوف کو کہتے ہیں۔

٢. امام بخاری نے صحیح میں لکھا ہے کہ غزوہ ذی قرد غزوہ خیبر سے تین روز قبل ظہور پذیر ہوا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ حدیبیہ کے بعد خیبر سے پہلے کیا۔ الحافظ نے لکھا ہے: "امام احمد، امام مسلم سے حضرت ایاس بن سلمہ کی روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے جس میں انہوں نے حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا ہے۔ پھر ذوقرد کا واقعہ بیان کیا۔ پھر آخر میں فرمایا: "پھر ہم اس غزوہ سے مدینہ طیبہ آئے۔ ہم مدینہ طیبہ میں تین دن ہی ٹھہرے تھے کہ خیبر کی طرف عازم سفر ہو گئے۔"

ابن اسحاق، محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ غزوہ ذی قرد چھ ہجری صلح حدیبیہ سے پہلے رونما ہوا تھا۔ محمد بن عمر اور

ابن سعد نے ربیع الاول اور ایک قول جمادی الاولیٰ کا بھی ہے۔ ابن اسحاق نے شعبان کا قول کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: ”غزوہ بنولحیان چھ ہجری شعبان کو رونما ہوا۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے آپ کچھ ہی راتیں یہاں جلوہ افروز ہوئے تھے کہ عیینہ نے آپ کے اونٹوں پر شب خون مارا۔“ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جو کچھ امام بخاری نے لکھا ہے وہ ابن اسحاق کی روایت کے زیادہ مشابہ ہے۔

امام قرطبی نے لکھا ہے ”اہلِ سیر کا اس میں اختلاف نہیں کہ غزوہ ذی قرد صلح حدیبیہ سے پہلے ہوا تھا بعض راویوں کو حضرت سلمہ کی روایت سے وہم پیدا ہوا ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک سریہ خیبر کی طرف اس کی فتح سے قبل بھیجا ہو۔ جس میں حضرت سلمہ بن الاکوع ہوں۔ حضرت سلمہ نے اس کے بارے بتایا ہو۔ کہا: ”ہم خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔“ اس کی تائید ابن اسحاق کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فتح خیبر سے قبل دو بار حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف بھیجا۔“ الحافظ نے لکھا ہے۔

اس روایت کا سیاق اس جمع کی نفی کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں ہے ”ہم حضور اکرم ﷺ کی معیت میں اس غزوہ کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ میرے چچا قوم کو رجز سنانے لگے۔ اس روایت میں ہے کہ آپ نے پوچھا یہ ہانکنے والا کون ہے اس میں ان کے چچا کی مبارزت اور عامر کے قتل کا تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ دیگر واقعات بھی ہیں جو غزوہ خیبر میں رونما ہوائے تھے لہٰذا صحیح میں ذکر کردہ قول دیگر اقوال سے اصح ہے۔“ الحافظ نے لکھا ہے۔

”ان روایتوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ عیینہ نے دو بار اونٹنیوں پر حملہ کیا ہو۔ ایک بار حدیبیہ سے قبل ابن اسحاق نے اس کا ذکر کیا ہے۔ دوسری بار حدیبیہ کے بعد خیبر کی طرف عازمِ سفر ہونے سے پہلے۔ اس مہم کا سرغنہ عبدالرحمان بن عیینہ تھا جیسے کہ امام مسلم کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حاکم نے الاکلیل میں ذکر کیا ہے کہ ذوقرد کی طرف کئی بار سفر کیا گیا۔ سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ احد سے قبل اس کی طرف گئے۔ دوسری بار حضور اکرم ﷺ کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ پانچ ہجری ربیع الآخر میں رونما ہوا۔ تیسری بار میں اختلاف ہے۔“ اس طرح میری تطبیق درست ہو گئی۔ واللہ اعلم

۳ امام مسلم نے حضرت سلمہ سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمان بن عیینہ نے اونٹوں پر حملہ کیا۔ الطبرانی نے عیینہ بن حصن کا ذکر کیا ہے۔ ابن عقبہ نے عیینہ بن بدر کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس غزوہ میں مسعدہ قوم کا رئیس تھا۔ ان روایات میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ سارے رئیس تھے اور اس شیطانی عمل میں شامل تھے۔

④ حضرت سلمہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ کی ساری اونٹنیوں کو بچالیا تھا۔ ابن عقبہ نے بھی یہی لکھا ہے، لیکن ابن اسحاق، ابن عمر اور ابن سعد وغیرہم نے لکھا ہے کہ صرف دس اونٹنیوں کو بچایا جا سکا۔ لیکن جو کچھ حضرت سلمہ کی روایت میں ہے وہ درست ہے۔ وہ ہی معتمد ہے کیونکہ اس کی سند درست ہے۔

⑤ حضرت سلمہ کی روایت میں ہے کہ حضور واپسی پر اپنی اونٹنی عضباء پر سوار ہوئے آپ کے پیچھے حضرت سلمہ تھے جبکہ عمران بن حصین کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر کی زوجہ نے اسے دشمن سے لیا تھا اور اس پر سوار ہو کر آئیں تھیں۔

❁❁❁❁

چوبیسواں باب

غزوۂ خیبر

ابن عقبہ اور ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ سے واپس تشریف لائے۔ ذوالحجۃ کا ماہِ مبارک تھا۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں تقریباً بیس راتیں قیام کیا۔ پھر محرم میں غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے گئے۔ رب تعالیٰ نے آپ سے حدیبیہ میں اس کا وعدہ کیا تھا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں رب تعالیٰ نے آپ کو خیبر عطا کر دیا۔ فرمایا:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (الفتح:٢٠)

ترجمہ: "اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنہیں تم اپنے اپنے وقت میں حاصل کرو گے۔ پس جلدی دے دی گئی ہے تمہیں یہ (صلح)۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو عازمِ سفر ہونے کا حکم دیا۔ انہوں نے بہت کوشش کی۔ آپ نے صرف ان صحابہ کرام کو بلایا جنہوں نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی تھی۔ تاکہ وہ جہاد کے لیے نکلیں صلح حدیبیہ میں پیچھے رہ جانے والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تاکہ وہ بھی مالِ غنیمت کے حصول کے لیے آپ کے ساتھ نکلیں۔ آپ نے فرمایا: "تم ہمارے ساتھ صرف جہاد میں رغبت کرتے ہوئے نکلو۔ مالِ غنیمت کے لیے نہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آپ خیبر کے لیے عازمِ سفر ہونے کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اپنے بچوں میں سے ایک ایسا بچہ تلاش کرو جو میری خدمت کرے۔" میں حضرت ابوطلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ جب آپ نیچے تشریف لاتے تو آپ یہ دعا مانگتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَ ضلع الدَّيْنِ وَ غَلَبَةِ الرِّجَالِ۔ (سعید بن منصور)

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ پر اپنا نائب حضرت نمیلہ بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کو بنایا لیکن روایت کے

مطابق آپ نے حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔(امام احمد، امام بخاری، ابن خزیمہ، طحاوی، حاکم وغیرہ)

یہودیوں پر یہ امر گراں گزرا۔ انہوں نے آپ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ انہیں علم تھا کہ اگر آپ خیبر میں داخل ہو گئے تو اہلِ خیبر ہلاک ہو جائیں گے جیسے بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ ہلاک ہوئے تھے۔ مدینہ طیبہ کے یہودیوں کا کسی مسلمان پر جو حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔

محمد بن عمر، امام احمد اور امام الطبرانی نے حضرت ابن ابی حداد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک یہودی ابوشحم کے چار یا پانچ دراہم دینے تھے۔ انہوں نے اپنے اہلِ خانہ کے لیے جَو لیے تھے۔ جو ان پر لازم تھے۔ انہوں نے ان سے کہا: "قرض مؤخر کر دو مجھے امید ہے کہ میں واپس آ کر تیرا حق ادا کر دوں گا ان شاء اللہ! رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں خیبر بطور غنیمت عطا کر دے گا۔" ابوشحم نے حسد اور بغاوت کرتے ہوئے کہا: "کیا تمہارا خیال ہے کہ اہلِ خیبر سے لڑنا اعرابیوں سے لڑنے کی طرح ہے۔ تورات کی قسم! اس میں دس ہزار جنگجو ہیں۔" انہوں نے اپنا جھگڑا بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا: "ان کا حق ادا کر دو۔" انہوں نے عرض کی: "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں یہ قدرت نہیں رکھتا۔" آپ نے فرمایا: "اس کا حق ادا کر دو۔" جب آپ تین بار فرماتے تھے تو پھر رجوع نہیں فرماتے تھے۔" حضرت عبداللہ نے کہا: "میں باہر نکلا میں نے اپنا ایک کپڑا تین دراہم میں فروخت کر دیا۔ میں نے اس کا حق ادا کر دیا۔ میں نے دوسرا کپڑا پہن لیا جو مجھے ابن اسلم بن حریش نے دیا تھا۔"

امام الطبرانی نے لکھا ہے "اسے لے کر حضرت ابن ابی حداد بازار کی طرف نکلے۔ انہوں نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ تہہ بند باندھ رکھا تھا۔ انہوں نے سر سے عمامہ اتارا۔ سے بطور تہ بند استعمال کیا۔ چادر نکالی اور کہا: "مجھ سے یہ کون خریدے گا؟" اس یہودی نے ان سے دراہم کے عوض وہ خرید لیے۔ پاس سے ایک بڑھیا گزری۔ اس نے کہا: "اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی! آپ کو کیا ہوا؟" انہوں نے ساری بات بتا دی۔ اس بڑھیا نے کہا: "یہ چادر لے لو۔" اس نے انہیں ایک چادر دے دی میں دو کپڑوں کے ساتھ خیبر کی طرف نکلا۔ رب تعالیٰ نے مجھے خیبر میں مالِ غنیمت عطا کیا مجھے ایک عورت ملی جو ابوشحم کی رشتہ دار تھی۔ وہ اسے فروخت کر دی۔

حضرت ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس زادِ راہ ہے نہ خرچہ ہے اور نہ کپڑے ہیں جنہیں پہن کر عازمِ سفر ہوں۔ آپ نے انہیں سلانیہ کپڑا عطا کیا جو موٹے کپڑے کو باس کی طرح تھا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔ ہم رات کے وقت

عازم سفر ہوئے۔ایک شخص نے حضرت عامر بن الاکوع سے کہا:"کیا ہمیں اپنا کلام نہیں سناؤ گے؟" وہ ایک شاعر انسان تھے وہ حدی خوانی کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھنے لگے:

اللّٰھُمَّ لولا انت ما اھتَدَینَا ولا تصدَّقنَا ولا صَلَّینَا

ترجمہ: "بخدا! اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی ہم نہ تو صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے۔"

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ ما اتَّقَیْنَا و اَلْقِیَنْ سکینۃً علینَا

ترجمہ: "تجھ پر نثار! جب ہم متقی بنیں تو ہمیں معاف کردے اور ہم پر سکون نازل فرما۔"

و ثَبِّتِ الاقدامَ اِنْ لَاقَیْنَا اِنَّا اِذا صیحَ بنا آتَیْنَا

ترجمہ: "اگر ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں تو ہمیں ثابت قدم فرما جب بھی ہمیں صدا دی گئی تو ہم حاضر ہو گئے۔"

و بالصیاحِ عَوَّلُوا عَلَیْنَا

ترجمہ: "جب دشمن نے چیخ کر ہمارے خلاف مدد طلب کی۔"

آپ نے پوچھا:"یہ حدی خواں کون ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کی:"حضرت عامر بن الاکوع" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔" دوسری روایت میں ہے۔آپ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیاں معاف کرے۔" آپ نے جس شخص کے لیے بھی مغفرت طلب کی اسے شہادت نصیب ہوگئی۔" حضرت عمر فاروق اپنے اونٹ پر تھے انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کے لیے (جنت) واجب ہوگئی کاش! آپ ہمیں حضرت عامر سے زیادہ لطف اندوز ہونے دیتے۔"

حارث بن ابی اسامۃ نے حضرت ابوامامۃ سے اور امام بیہقی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے روز فرمایا تھا:"جو کمزور یا مشکل حالات میں ہو وہ واپس چلا جائے۔" آپ کے منادی نے یہ اعلان کیا۔کافی لوگ واپس آگئے۔ان میں سے ایک شخص تھا جسے مشکل حالات کا سامنا تھا۔وہ رات کے وقت کسی شخص کے پاس سے گزرے۔اس نے اس پر غلبہ پالیا اور اسے پچھاڑ دیا۔" وہ اسے اٹھا کر بارگاہِ رسالت مآب میں لے آئے۔آپ نے پوچھا:"تمہارے اس صاحب کو کیا ہوا۔" صحابہ کرام نے آپ سے ساری صورت حال گذارش کردی۔آپ نے فرمایا:"بلال! کیا تم نے لوگوں میں اعلان نہیں کیا تھا کہ جو کمزور یا مشکل حالات میں ہو۔وہ واپس لوٹ جائے۔انہوں نے عرض کی:"ہاں!" آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کر دیں:"جنت نافرمان کے لیے حلال نہیں ہے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے "آپ رواں دواں تھے چاندنی رات تھی۔ آپ نے ایک شخص ملاحظہ کیا جو آپ کے آگے آگے جا رہا تھا۔ اس پر کوئی چیز تھی جو چاندنی میں چمک رہی تھی۔ گویا کہ وہ دھوپ میں ہو اور اس نے خود ہی پہن رکھا ہو۔ آپ نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" آپ کو بتایا گیا کہ یہ حضرت ابوعبس بن جابر ہیں۔" آپ نے صحابہ کرام سے کہا: "انہیں پکڑ لاؤ۔" انہوں نے مجھے پکڑ کر گرفتار کر لیا۔ مجھے خدشات نے گھیر لیا۔ میں نے گمان کیا کہ شاید کوئی آسمانی حکم میرے بارے اترا ہے۔ میں غور وفکر کرنے لگا کہ مجھ سے ایسا کون سا عمل سرزد ہوا ہے۔ انہوں نے مجھے آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ آپ نے پوچھا: "تم صحابہ کرام سے آگے آگے کیوں چل رہے ہو۔ ان کے ساتھ کیوں نہیں چل رہے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری اونٹنی بہت عمدہ ہے۔" آپ نے پوچھا: "وہ چادر کہاں ہے جو میں نے تمہیں عنایت کی تھی؟" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آٹھ دراہم میں اسے فروخت کر دیا ہے۔ دو دراہم بطور زادِ راہ لیے۔ دو دراہم اپنے اہلِ خانہ کے لیے چھوڑے چار دراہم سے یہ چادر خرید لی۔" یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا: "ابوعبس! تم اور تمہارے یہ غریب ساتھی اگر سلامت رہے اور تھوڑی سی زندگی نصیب ہوئی تم دیکھو گے تو تمہارا زادِ راہ کثیر ہو جائے گا۔ تم اپنے اہل کے لیے کثیر دراہم چھوڑ کر آیا کرو گے تمہارے دراہم اور غلام کثیر ہو جائیں گے۔ لیکن اس میں تمہارے لیے بھلائی نہ ہو گی۔" حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! پھر اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا۔"

حضرت سعید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب خیبر کے قریب مقامِ صہباء تک پہنچے تو آپ نے نماز عصر ادا فرمائی زادِ راہ منگوایا۔ ستو ہی آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ آپ نے ان سے ثرید بنانے کا حکم دیا۔ آپ نے وہ تناول فرمائی ہم نے بھی اسے کھایا۔ آپ نے نمازِ مغرب ادا کی۔ آپ نے کلی کی ہم نے بھی کلی کی۔ پھر آپ نے نماز ادا فرمائی اور وضو نہ کیا۔"

(بخاری، بیہقی)

محمد بن عمر نے یہ اضافہ کیا ہے: "پھر آپ نے نمازِ عشاء پڑھائی اور رستہ بتانے والوں کو یاد فرمایا۔ حضرات حسیل بن خارجہ اور عبداللہ بن نعیم اشجعی حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ نے حضرت حسیل سے فرمایا: "حسیل! ہمارے آگے آگے چلو۔ ہمیں وادیوں کے اگلے حصوں سے اس جگہ لے چلو جو خیبر اور شام کے مابین ہو۔ تاکہ میں ان کے، شام کے اور بنو غطفان کے مابین حائل ہو جاؤں۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! میں لے کر چلتا ہوں۔" ایک جگہ لے گئے جہاں سے کئی رستے نکلتے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! یہ کئی رستے ہیں جو سارے ایک ہی جگہ جاتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ان کے نام بتاؤ۔" آپ عمدہ فال اور اچھے نام کو پسند فرماتے تھے۔

بدفالی اور قبیح نام کو ناپسند فرماتے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ایک رستہ حزن، دوسرا

شاش اور تیسرا حاطب ہے۔" آپ نے فرمایا: "ان رستوں پر نہ چلو۔" انہوں نے عرض کی: "ایک رستہ مرحب رہ گیا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہی اختیار کرو۔"

آپ کی دعا

ابن اسحاق نے حضرت ابومغیث بن عمرو رضی اللہ عنہ اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو خیبر نظر آیا تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا "رک جاؤ۔" سارے صحابہ کرام رک گئے۔ آپ نے یہ دعا مانگی:

اللھم ربّ السمٰوات السبع وما اظللن رب الارضین السبع وما اقللن و رب الشیاطین وما اضللن و رب الریاح وما اذرین فانا نسلك من ھذہ القریۃ وخیر اھلھا و نعوذبك من شرّھا و شرّ ما فیھا۔

ترجمہ: "اے ساتوں آسمانوں اور ہر اس چیز کے رب جس پر وہ سایہ فگن ہیں اے ساتوں زمینوں کے رب اور جو کچھ وہ اٹھائے ہوئے ہیں ان کے رب تعالیٰ۔ اے شیاطین اور جو وہ گمراہ کرتے ہیں اس کے پروردگار! اے ہواؤں اور جو کچھ وہ بکھیرتی ہیں اس کے پروردگار! ہم تجھ سے اس بستی کی بھلائی اور اس کے اہل کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے اس کے شر اور اس کے اہل کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔"

اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔ آپ جب بھی کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا مانگتے۔

خیبر تشریف آوری

محمد بن عمر نے لکھا ہے "پھر آپ عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ المنزلۃ پہنچے یہ خیبر کا بازار تھا جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔ آپ نے رات کا کچھ حصہ وہاں قیام کیا۔ یہودیوں کا گمان تک نہ تھا کہ آپ ان پر حملہ کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی قوت، اسلحہ اور تعداد کثیر تھی۔ جب سے انہیں یہ احساس ہوا کہ آپ عازم سفر ہو چکے ہیں تو ہر روز دس ہزار جنگجو صفیں باندھے باہر نکلتے وہ کہتے: "محمد عربی ﷺ ہم پر حملہ کریں گے۔ دیکھو ذرا دیکھو! ہر روز ان کی یہ عادت تھی۔ جب آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ ساری رات انہوں نے حرکت تک نہ کی نہ کسی مرغ نے اذان دی تھی کہ سورج طلوع ہو گیا۔ دھڑکتے دلوں کے ساتھ انہوں نے صبح کے قلعوں کے دروازے کھولے۔ کساں، کدالیں اور ٹوکریاں لے کر باہر نکلے۔ جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا تو بھاگ کر قلعوں کے اندر چلے گئے۔

امام شافعی، ابن اسحاق اور شیخان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ رات کے وقت وہاں پہنچے جب آپ رات کے وقت کہیں پہنچتے تو تا دم صبح ان پر حملہ نہ کرتے اگر وقتِ صبح اذان سن لیتے تو آپ حملہ نہ کرتے اگر اذان نہ سنتے تو صبح کے وقت ان پر حملہ کر دیتے۔ آپ نے غلس کے مقام پر اندھیرے میں ہمیں نمازِ صبح پڑھائی۔ ہم نے اذان نہ سنی۔ صبح کے وقت آپ سوار ہوئے صحابہ کرام بھی سوار ہوئے۔ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ آگے بڑھے۔ آپ کی ران مبارک سے کپڑا اٹھ گیا۔ میں نے آپ کی مبارک ران دیکھی۔ میرے قدم آپ کے قدمین شریفین کو چھو رہے تھے۔ خیبر والے اپنی کساں اور ٹوکریاں لے کر کھیتوں کی طرف نکلے۔

جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور لشکر۔'' وہ دوڑ کر واپس چلے گئے۔ آپ نے اپنے ہاتھ بلند فرمائے اور فرمایا: ''اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے جنہیں ڈرایا جاتا ہے۔''

امام ترمذی، ابن ماجہ اور امام بیہقی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس روز آپ گدھے پر سوار تھے۔ اس کی لگام کھجور کے ریشوں سے بٹی ہوئی تھی۔ جس کے نیچے پالان بھی کھجور کا تھا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے: ''جو امر صحیح روایت سے ثابت ہے وہ یہ کہ آپ خیبر کے بازار سے چلے حتیٰ کہ ران مبارک سے کپڑا اٹھ گیا۔ اس روز آپ گھوڑے پر سوار تھے گدھے پر سوار نہ تھے۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس سے مراد یہ ہو گا آپ دورانِ محاصرہ کچھ دن گدھے پر بھی سوار ہوئے۔''

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اس جگہ فروکش ہوئے ہیں یہ آسمانی حکم ہے تو ہم گفتگو نہیں کرتے۔ اگر آپ کی رائے ہے تو پھر مشورہ دیتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ رائے ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! آپ ان کے قلعوں کے قریب فروکش ہوئے ہیں۔ آپ ان کے نخلستانوں کے سامنے اترے ہیں۔ ساتھ ہی شوریدہ زمین بھی ہے۔ میں اہلِ نطاۃ کو جانتا ہوں۔ ان کے تیر سارے لوگوں سے دور جاتے ہیں۔ ان کے نشانے خطا نہیں ہوتے۔ وہ ہم سے بلند ہیں۔ ان کے تیر ہمارے ہاں آ سکتے ہیں ہم پر وہ شب خون مار سکتے ہیں۔ وہ کھجوروں کے جھنڈ سے داخل ہو سکتے ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس جگہ منتقل ہو جائیں جو اس زمین اور وباء سے دور ہو ہم اپنے اور ان کے مابین اس چٹان کو رکھتے ہیں تا کہ ان کے تیر ہم تک نہ پہنچیں۔ ہم ان کے شب خون سے محفوظ ہوں گے۔ ہم شوریدہ زمین سے بچ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے بڑا صائب مشورہ دیا ہے لیکن ہم آج ان کے ساتھ قتال کریں گے۔'' آپ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا۔ آپ نے فرمایا: ''ہمارے لیے ایسی جگہ

تلاش کرو جو ان کے قلعوں سے دور اور وباء سے پاکیزہ ہو۔ جہاں ہم ان کے شب خون سے محفوظ رہیں وہ گھومتے گھومتے رجیع پہنچے۔ پھر عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ کے لیے جگہ تلاش کر لی ہے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ اٹھو۔"

اہلِ نطاۃ سے ابتداء

آپ نے صحابہ کرام کی صف بندی فرمائی۔ انہیں وعظ و نصیحت سے نوازا انہیں منع فرمایا کہ وہ آپ کی اجازت کے بغیر جنگ کی ابتداء نہ کریں۔ بنو اشجع کے ایک شخص نے یہودی پر حملہ کر دیا۔ یہودی نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ صحابہ کرام نے کہا: "فلاں شہید ہو گیا۔" آپ نے فرمایا: "کیا اس کے بعد کہ میں نے قتال سے منع نہیں کیا تھا۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "ہاں! آپ نے اپنے منادی سے فرمایا کہ وہ اعلان کرے۔" نافرمان کے لیے جنت حلال نہیں ہے۔"

الطبرانی نے الصغیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس روز آپ نے فرمایا: "دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہونے کی تمنا نہ کیا کرو۔ رب تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔ تم نہیں جانتے کہ تمہیں کس آزمائش میں مبتلاء کر دیا جائے۔ جب دشمن سے ملاقات کرو تو یوں عرض کرو:

اللھم انت ربنا و ربھم و نواصینا و نواصیھم بیدك و انما تقتلھم انت۔

ترجمہ: "پھر بیٹھ کر زمین کو لازم پکڑ لو۔ جب وہ تم پر چھا جائیں تو اٹھ کھڑے ہو اور تکبیر کہو۔"

ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس روز آپ نے پرچم تقسیم کیے۔ یوم خیبر کو ہی پرچم تھے پہلے جھنڈے ہوتے تھے۔ آپ کا پرچم سیاہ تھا جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چادر کا بنایا گیا تھا۔ جسے عقاب کہا جاتا تھا۔ آپ نے سفید علَم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا تھا۔ ایک پرچم حضرت خباب اور ایک حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا تھا۔ ان کا شعار "یا منصور امت" تھا۔ آپ نے قتال کا حکم دیا۔ صحابہ کرام کو صبر پر ابھارا۔ سب سے پہلے ناعم قلعہ کا محاصرہ کیا۔ آپ نے اس روز شدید قتال کیا۔ اہلِ نطاۃ نے شدید قتال کیا۔ اس روز آپ کے صحابہ کرام نے دفاع کیا۔ آپ نے دو زرہیں اور خود پہن رکھا تھا۔ اپنے الظرب گھوڑے پر سوار تھے۔ ہاتھ میں نیزہ اور ڈھال تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ گدھے پر سوار تھے۔ یہ احتمال ہے کہ راستہ میں آپ گدھے پر سوار ہوئے ہوں پھر قتال کے وقت گھوڑے پر سوار ہو گئے ہو۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کاش! آپ دوسری جگہ منتقل ہو جائیں۔" آپ نے فرمایا: "ہم شام کے وقت منتقل ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ!"

دشمنوں کے تیر لشکر اسلامی پر گرنے لگے بعض آگے تجاوز کرنے لگے۔ مسلمان وہ تیر اٹھا کر ان کی طرف پھینک رہے تھے۔ شام کے وقت آپ رجیع جلوہ نما ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی وہیں چلے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ہمراہ اس قلعہ پر حملہ کرتے رہے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں یہ قلعہ فتح کرا دیا۔

مسلمانوں کو بخار اور آپ کی برکت سے شفاء

امام بیہقی نے حضرت ابوقلابہ اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان جب خیبر آئے تو انہوں نے سبز کھجوریں کھائیں وہ وباء زدہ اور مضر صحت تھیں جس کی وجہ سے انہیں بخار ہو گیا اس نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی تو آپ نے فرمایا: ''مشکیزوں میں پانی خوب ٹھنڈا کرو۔ جب خوب ٹھنڈا ہو جائے تو اپنے اوپر انڈیل لو۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو'' انہوں نے اسی طرح کیا تو رب تعالیٰ نے انہیں شفاء عطا کر دی۔

صعب بن معاذ کے قلعہ کی فتح

اس قلعہ میں سارے قلعوں سے زیادہ کھانا، جانور، چربی اور ساز وسامان تھا۔ اس میں پانچ سو جنگجو تھے۔ مسلمانوں نے کئی روز تک ان کا محاصرہ کیے رکھا۔ ان کے پاس تھوڑا سا ہی کھانا تھا۔ محمد بن عمر نے حضرت کعب بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تین روز تک صعب بن معاذ کے قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ یہ ایک مضبوط قلعہ تھا۔ ایک یہودی کی بکریاں قلعے کے پیچھے سے چرتی ہوئی آئیں۔ آپ نے فرمایا: ''ہمیں ان بکریوں میں سے کون کھلائے گا؟'' میں نے عرض کی: ''میں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ہرن یا شتر مرغ کی طرح دوڑتا ہوا گیا جب آپ نے مجھے جاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''مولا! ہمیں اس سے لطف اندوز فرما۔'' میں نے بکریوں کو جا لیا۔ اس کا ابتدائی حصہ قلعے میں داخل ہو چکا تھا۔ میں نے اس کے آخری حصہ میں دو بکریاں پکڑیں انہیں اپنی بغلوں کے نیچے دبایا اور میں دوڑتا ہوا آیا گویا کہ میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا۔ پھر صحابہ کرام میں تقسیم کر دیں۔ سارے صحابہ کرام نے ان میں سے کھایا۔ حضرت کعب سے عرض کی گئی: ''صحابہ کرام کی تعداد کتنی تھی؟'' انہوں نے فرمایا: ''ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔''

محمد بن عمر نے حضرت معتب الاسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''بنو اسلم کو خیبر میں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم نے حصن النطاۃ کا دس روز تک محاصرہ کیے رکھا لیکن ہمیں وہاں سے غلہ وغیرہ نہ ملا۔ بنو اسلم نے اتفاق کر لیا کہ وہ

حضرت اسماء بن حارثہ کو بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجیں۔" انہوں نے انہیں کہا: "بارگاہِ رسالت مآب میں جاؤ۔ آپ کو عرض کرو کہ بنو اسلم سلام پیش کرتے ہیں اور عرض کناں ہیں۔ ہمیں بھوک اور کمزوری نے آلیا ہے۔" حضرت بریدۃ بن حصیب نے کہا: "اہلِ عرب میں سے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے یوں کیا ہو۔" حضرت اسماء کے بھائی حضرت زید نے کہا: "مجھے یقین ہے کہ اسماء کا حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جانا فتح کی کلید ثابت ہوگا۔" حضرت اسماء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بنو اسلم آپ کو سلام پیش کر رہے ہیں اور عرض کر رہے ہیں کہ وہ بھوک اور کمزوری سے سخت پریشان ہیں۔ آپ ہمارے لیے دعا مانگیں۔" آپ نے ان کے لیے دعا مانگی پھر فرمایا: "بخدا! میرے پاس کچھ بھی نہیں جس سے میں انہیں تقویت دوں۔ میں ان کا حال جانتا ہوں۔ ان کے پاس قوت نہیں ہے۔ پھر یہ دعا مانگی: "مولا! ان کے لیے وہ قلعہ فتح کرادے جو طعام اور چربی کے اعتبار سے سب سے بڑا ہو۔"

آپ نے علَم حضرت خباب بن منذر کو دیا۔ صحابہ کرام کو جہاد کی دعوت دی۔ ہم واپس نہ آئے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے ہمیں حصن الصعب فتح کرا دیا۔ حضرت ام مطاع الاسلمیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب بنو اسلم نے بارگاہِ رسالت پناہ میں بھوک کی شکایت کی تو آپ نے جہاد کی دعوت دی تو بنو اسلم سب سے پہلے حصن الصعب تک پہنچے اس روز غروب آفتاب سے قبل رب تعالیٰ نے انہیں یہ قلعہ فتح کرا دیا۔ سخت قتال ہوا۔ یہ سارے قلعوں سے زیادہ کھانے اور چربی سے بھرا ہوا تھا۔

یوشع یہودی باہر نکلا۔ دعوتِ مبارزت دی۔ حضرت خباب بن منذر اس کے مقابلہ کے لیے آئے کچھ دیر شمشیر زنی ہوتی رہی۔ بالآخر حضرت خباب نے اسے واصلِ جہنم کیا۔ پھر زبال نامی یہودی آیا۔ حضرت عمارۃ بن عقبہ غفاری اس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ انہوں نے اس کے سر پر ضرب کاری لگائی جو اس کی کھوپڑی چیر گئی۔ اس نے کہا: "لو! میں غفاری جوان ہوں۔" صحابہ کرام نے کہا: "اس کا جہاد باطل ہو گیا ہے۔ جب آپ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں اسے اجر دیا جائے گا اور اس کی تعریف کی جائے گی۔"

محمد بن عمر نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ تیر اندازی کر رہے تھے آپ کا ایک نشانہ بھی خطا نہ گیا۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ یہودی منتشر ہو کر قلعے میں داخل ہو گئے۔" محمد بن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "انہوں نے اس قلعہ میں اتنا غلہ، طعام، جو، گھی، شہد، زیتون اور چربی ملی کہ اتنا کچھ کسی اور قلعے سے نہ ملا۔ آپ کے منادی نے اعلان کیا: "خود کھاؤ، جانوروں کو کھلاؤ اور اٹھا کر نہ لے جاؤ۔ نہ ہی اسے لے کر اپنے شہروں کی طرف نکلو۔"

حصن الزبیر بن عوام

امام بیہقی نے محمد بن عمر سے روایت کیا ہے کہ جب یہودی حصن ناعم اور حصن الصعب سے حصن الزبیر کی طرف چلے گئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا آپ نے تین روز تک اس کا محاصرہ کیے رکھا۔ غزال نامی یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "ابوالقاسم صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ مجھے امان دیں تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اہلِ نطاۃ آرام سے کیوں ہیں اور وہ اہلِ شق کی طرف نکلتے ہیں اہلِ شق آپ کے رعب سے مرے جا رہے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اہل اور مال کو پناہ دی تو اس سے کہا: "اگر آپ ایک ماہ تک بھی ان کا محاصرہ کیے رکھیں تو انہیں کوئی پرواہ نہیں۔ ان کی زیر زمین سرنگیں ہیں وہ رات کے وقت ان کی طرف جاتے ہیں اور وہاں سے پانی پی آتے ہیں۔ پھر اپنے قلعے کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ وہ آپ سے دفاع کرتے ہیں اگر ان کے پانی کی سرنگیں کاٹ دیں تو وہ باہر نکل کر آپ کا مقابلہ کریں گے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کی سرنگوں کی طرف گئے اور انہیں کاٹ دیا۔ اس کے بعد باہر نکل آئے اور شدید قتال کیا۔ اس روز کئی مسلمان شہید ہوئے۔ دس یہودی واصل جہنم ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فتح کر لیا۔ یہ آخری نطاۃ کا قلعہ تھا۔ نطاۃ سے فارغ ہو کر آپ شق کے قلعوں کی طرف تشریف لے گئے۔

شق کے قلعوں کا محاصرہ اور ان کی فتح

امام بیہقی نے محمد بن عمر سے روایت کیا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شق کی طرف تشریف لے گئے۔ حصن ابی سے آغاز کیا۔ آپ سموان قلعہ کے پاس کھڑے ہوئے۔ قلعہ والوں نے شدید مزاحمت کی۔ غزول نامی یہودی باہر نکلا۔ دعوتِ مقابلہ دی۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا کچھ دیر شمشیر زنی ہوتی رہی۔ پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے اس کا دایاں ہاتھ نصف کہنی سے کاٹ کر رکھ دیا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی وہ دوڑ کر قلعے کی طرف جانے لگا۔ حضرت خباب نے اس کا تعاقب کیا اور ریڑھ کی ہڈی کا پٹھا کاٹ کر رکھ دیا۔ وہ نیچے گر پڑا انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ ایک اور یہودی باہر نکلا۔ اس نے دعوتِ مبارزت دی۔ آل جحش میں سے ایک مسلمان نے اسے جواب دیا۔ اس یہودی نے مسلمان کو شہید کر دیا۔ پھر دعوتِ مبارزت دینے لگا۔ حضرت ابودجانہ اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے نکلے۔ انہوں نے اپنے سر پر سرخ پٹی باندھ رکھی تھی۔ وہ متکبرانہ چال چل رہے تھے۔ انہوں نے جلدی سے حملہ کیا اور اس کی ٹانگ کاٹ کر رکھ دی۔ پھر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کا سامان، زرہ اور تلوار لے لی۔ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے یہ سامان انہیں عنایت فرما دیا۔ مزید یہودی دعوت مبارزت کے لیے آنا بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ قلعہ پر حملہ آور ہوئے۔ قلعہ کے اندر داخل ہو

گئے۔حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آگے آگے تھے۔اس قلعہ میں بہت سا ساز و سامان، غلہ، کھانا اور بکریاں تھیں۔سارے یہودی وہاں سے بھاگ نکلے۔وہ ہرنیوں کی طرح دیواریں پھلانگتے ہوئے جا رہے تھے۔وہ شق کے قلعوں میں سے نزال قلعے میں چلے گئے۔بقیہ شکست خوردہ یہودی بھی وہیں آنے لگے۔انہوں نے قلعہ بند کر لیا اور شدید مزاحمت کی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف تشریف لے گئے۔آپ نے ان کے ساتھ جہاد کیا۔انہوں نے سخت تیراندازی اور سنگباری کی۔حتیٰ کہ آپ کے مبارک کپڑوں کے ساتھ بھی تیر اٹک گیا۔آپ نے تیر نکالا۔مٹی بھر سنگ ریزے لیے انہیں ان کے قلعے کیطرف پھینک دیا۔جس سے ان کا قلعہ لرز اٹھا۔حتیٰ کہ وہ زمین میں دھنسنے لگا۔مسلمان آئے اور انہوں نے یہودیوں کو گرفتار کر لیا۔

کتیبہ کے قلعوں پر حملہ

جب آپ نے نطاۃ اور شق کے قلعے فتح فرما لیے تو یہودی حصون الکتیبہ کی طرف چلے گئے۔ان کا سب سے بڑا قلعہ قموص تھا۔یہ دفاعی لحاظ سے بہت اہم تھا۔ابن عقبہ کے نزدیک آپ نے تقریباً بیس روز تک اس کا محاصرہ کیا وہ زمین وباء رسیدہ تھی۔

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد سے، امام بخاری اور ابن ابی اسامۃ اور ابونعیم نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے، ابونعیم اور امام بیہقی نے حضرت بریدہ سے، ابونعیم نے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عمر، حضرت ابوسعید خدری، عمران بن حصین، جابر بن عبد اللہ اور ابو لیلی سے۔امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام احمد، ابو یعلی اور امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دردِ شقیقہ ہو جاتا تھا۔آپ کچھ دنوں کے لیے باہر تشریف نہ لاتے تھے۔جب آپ خیبر رونق افروز ہوئے تو آپ کو دردِ شقیقہ ہو گیا۔آپ باہر تشریف نہ لائے۔آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔انہوں نے آپ کا عَلم اٹھایا۔دشمن کے سامنے گئے اور سخت قتال کیا۔پھر واپس آ گئے اور فتح نہ ہوئی۔پھر آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔انہوں نے آپ کا عَلم اٹھایا اور بہت شدید قتال کیا۔اس روز کا قتال پہلے دن کے قتال سے شدید تھا۔وہ واپس آ گئے۔قلعہ فتح نہ ہوا۔ان دونوں ایام میں یہودیوں کا پلہ بھاری رہا۔(بیہقی)

جب آپ کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: ''کل میں عَلمِ اسلام اس شخص کو عطا کروں گا جسے اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔'' راہِ فرار اختیار نہیں کرے گا۔وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیار کرتا ہو گا۔وہ اس قلعے کو زورِ بازو سے فتح کر لے گا۔''

حضرت بریدہ نے فرمایا: ہم نے وہ رات خوشی خوشی بسر کی کہ کل وہ قلعہ فتح ہو جائے گا۔ سارے لوگوں نے اختلاف کرتے ہوئے رات بسر کر دی کہ آپ علمِ اسلام کسے عطا فرمائیں گے۔ وقتِ صبح سارے صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہر ایک کی تمنا تھی کہ علم اسلام اسے عطا کیا جائے۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے صرف اسی روز امارت کی خواہش کی تھی۔"

حضرت بریدہ نے فرمایا: "ہم میں سے ہر وہ شخص جسے آپ کے ہاں کچھ مقام بھی تھا وہ امید کر رہا تھا کہ یہ خوش نصیبی اسی کے حصہ میں آئے گی۔ حتیٰ کہ میں نے بھی اپنا سر بلند کیا تا کہ یہ منصب مجھے نصیب ہو جائے۔"

حضرت سلمہ اور حضرت جابر کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شدید آشوبِ چشم تھا۔ وہ دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ جب آپ عازم سفر ہوئے تو انہوں نے کہا: "میں آپ سے پیچھے نہیں رہ سکتا۔" وہ روانہ ہو کر آپ سے مل گئے۔ وہ آئے۔ آپ کے قریب ہی اونٹنی کو بٹھایا۔ انہیں آشوبِ چشم تھا۔ زیادہ تکلیف کی وجہ سے انہوں نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ حضرت بریدہ نے کہا: "وقتِ صبح آپ نے نمازِ صبح ادا کی۔ جھنڈا منگوایا۔ کھڑے ہو گئے۔ وعظ و نصیحت کیا۔" پھر فرمایا: علی کہاں ہیں؟" صحابہ کرام: "ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔" حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "ان کی طرف پیغام بھیجو۔" حضرت سلمہ نے فرمایا: "میں گیا اور انہیں اپنے ساتھ لے آیا۔ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "مجھے آشوبِ چشم ہے۔ میں اپنے آگے بھی نہیں دیکھ سکتا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "میرے قریب ہو جاؤ۔"

امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ نے میرا سر اپنی آغوش میں رکھا۔ اپنے دست اقدس پر لعابِ دہن رکھا اور اسے میری آنکھوں پر لگا دیا۔" وہ فوراً شفاء یاب ہو گئے گویا کہ کچھ درد تھا ہی نہیں۔ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور اسلام کا جھنڈا انہیں عطا فرما دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ان کے ساتھ جہاد کروں گا حتیٰ کہ وہ ہماری طرح ہو جائیں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ ان کے میدان میں اترو۔ انہیں اسلام کی طرف بلاؤ۔ انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان پر کیا حقوق ہیں۔ بخدا! تمہارے ہاتھوں سے ایک شخص کا مسلمان ہو جانا تمہیں سرخ اونٹوں سے ملنے سے بہتر ہے۔" حضرت ابو ہریرۃ کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "علی! جاؤ۔ ان کے ساتھ جہاد کرو حتیٰ کہ رب تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرما دے۔ پیچھے مڑ کر نہ دیکھو۔" حضرت علی المرتضیٰ: "میں ان کے ساتھ کس چیز پر قتال کروں؟" آپ نے فرمایا: "ان کے ساتھ جہاد کرو حتیٰ کہ وہ یہ گواہی دینے لگیں: "لا الہ الا اللّٰہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ" اگر انہوں نے یوں کر لیا تو انہوں نے تم سے اپنے خون اور

اموال محفوظ کر لیے۔ مگر ان کے حقوق، ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔" بخدا! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تیزی سے بھاگتے ہوئے گئے۔ علَم اسلام قلعے کے نیچے گاڑھ دیا۔ اوپر سے ایک یہودی نے دیکھا۔ اس نے پوچھا: "تم کون ہو؟" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: علی۔ یہودی: مجھے اس خداوند قدوس کی قسم! جس نے تورات نازل کی آپ ان پر غالب آجائیں گے۔" وہ واپس نہ آئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں قلعہ فتح کرا دیا۔ ابونعیم نے لکھا ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی کتب میں مرقوم تھا کہ یہ قلعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوگا۔"

مرحب کا قتل

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے حارث مرحب کا بھائی قلعوں سے باہر نکلا۔ اس نے دعوتِ مبارزت دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ حارث کے ساتھی قلعہ بند ہو گئے۔ پھر عامر نے دعوت مبارزت دی۔ یہ ایک بھاری بھرکم اور لمبا انسان تھا۔ جب یہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا: "تم اسے دیکھ رہے ہو یہ پانچ گز لمبا ہے۔" اس نے دعوت مبارزت دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے۔ باہم شمشیر زنی ہوتی رہی حتیٰ کہ آپ نے اس کی پنڈلی پر مارا۔ تیزی سے اس پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کا سامان لے لیا۔ پھر یاسر یہ رجز گنگناتا ہوا نکلا۔

قد علمت خیبرُ انّی یَاسِرٌ   شَاکِی السِّلَاحِ بَطلٌ مُغَاوِرٌ

ترجمہ: "خیبر جانتا ہے کہ میں یاسر ہوں۔ میں ہتھیار بند ہوں اور میں حملہ کرنے والا جوان ہوں۔"

اِذا اللیوثُ اقبلَتْ تُبادِرُ   و اَحجَمَتْ عَنْ صَوْلَةِ المُسَاوِرُ

ترجمہ: "جب شیر جلدی جلدی آتے ہیں وہ بہادر شخص کی قوت کو روک دیتے ہیں۔"

انَّ حُسَامِیْ فیه موتٌ حَاضِرٌ

ترجمہ: "تو ان میں میری تلوار ایک حاضر موت ہوتی ہے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے "یہ ان کے پہلوانوں میں سے تھا۔ اس کے پاس نیزہ تھا جس سے لوگوں کو پچھاڑتا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ اس کے اور میرے مابین حائل نہ ہو۔" حضرت علی المرتضیٰ پیچھے ہٹ گئے۔ جب حضرت زبیر اس کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میرا فرزند قتل ہو جائے گا؟" آپ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ تمہارا فرزند اسے قتل کر دے گا۔ ان شاء اللہ" حضرت زبیر یہ رجز پڑھتے ہوئے اس کی طرف گئے۔

قد علمت خیبرُ انّی زبّارُ قَرْمٌ لِقَرْمٍ غیرِ نِکسٍ فرّارْ

ترجمہ: "سارا خیبر جانتا ہے کہ میں شیر ہوں۔ سردار کے مقابلہ میں سردار نہ جھکنے والا نہ راہِ فرار اختیار کرنے والا۔"

ابنُ حُماۃِ المَجْدِ ابنُ الاَخْیارْ یَاسِرُ لا یغرُرْكَ جَمعُ الکفّارْ

ترجمہ: "میں بزرگی کی حفاظت کرنے والوں کا فرزند ہوں۔ بہترین لوگوں کا بیٹا ہوں۔ یاسر! تجھے کفار کا جمع ہونا دھوکہ میں نہ ڈال دے۔"

فَجمعھُم مِثْلُ السرابِ الخَتّارْ

ترجمہ: "یہ سست رو سراب کی طرح ہے۔"

پھر یہ باہم نبرد آزما ہو گئے۔ حضرت زبیر نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ابن اسحاق کا مؤقف یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یاسر کا کام تمام کیا تھا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب حضرت زبیر نے یاسر کا کام تمام کیا تو آپ نے انہیں فرمایا: "تم پر چچا اور ماموں فدا!" پھر فرمایا: "ہر نبی کا کوئی نہ کوئی حواری ہوتا ہے۔ میرا حواری میرا پھوپھو زاد زبیر ہے۔"

امام مسلم نے حضرت سلمہ سے روایت کیا ہے کہ مرحب باہر نکلا۔ وہ اپنی تلوار لہرا رہا تھا۔ اس نے یمانی زرد خود پہن رکھا تھا۔ اس کے نیچے سوراخ دار پتھر باندھ رکھا تھا گویا کہ وہ انڈا ہو۔ وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

قد علمت خیبرُ أنّی مَرْحَبْ شاکِی السلَاحِ بطَلٌ مُجَرَّبْ

ترجمہ: "خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیار پہننے والا اور تجربہ کار جوان ہوں۔"

اِذَا اللیوثُ اَقبلَتْ تَلَھَّبْ

ترجمہ: "جب شیر آتے ہیں۔ تو یہ غصہ سے سرخ ہو جاتا ہے۔"

حضرت مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عامر اس کی طرف یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے:

قد علمت الخیبر انی عامر شاکی السلاح بطل مغامر

ترجمہ: "خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں جو ہتھیار پہننے والا اور جان پر کھیلنے والا جوان ہوں۔"

ان میں باہم شمشیر زنی ہوتی رہی۔ مرحب کی تلوار ان کی ڈھال کو لگی۔ حضرت عامر نے مرحب کے نچلے حصے پر تلوار کا وار کیا۔ ان کی تلوار چھوٹی تھی۔ ان کی تلوار انہیں ہی لگی۔ اس نے ان کا گھٹنا کاٹ کر رکھ دیا۔ مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا آیا:

قد علمتْ خیبرُ انی مرحب شاکی السلاج بطلٌ مجرّب

ترجمہ: "سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ میں ہتھیار پہننے والا اور تجربہ کار جوان ہوں۔"

اذ اللیوثُ اقبلت تَلَهَّبُ واحجمتْ عنْ صولة المُغَلَّبُ

ترجمہ: "جب شیر اس کے پاس آتے ہیں جو یہ غصے سے سرخ ہو جاتا ہے جو شیر مغلوب شخص کی طاقت کو روک دیتے ہیں۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ انہوں نے ارجوان کا سرخ حلہ زیب بدن کیا ہوا تھا۔ اس کے جھالر باہر نکالے ہوئے تھے۔ آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

انا الذی سَمتنی امّی حیدَرہٗ کلیثِ غاباتِ کَرِیهِ المنظَرَة

ترجمہ: "میری والدہ محترمہ نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ میں جنگلوں کی شیر کی مانند اور بڑا خوفناک ہوں۔"

أُوفِیْهِم بالصَّاعِ کَیلَ السَّنْدرة

ترجمہ: "میں انہیں ایک صاع کے عوض بڑے پیالے سے ماپ کر دوں گا۔"

آپ نے مرحب پر ضرب کاری لگائی اور اس کی کھوپڑی چیر کر رکھ دی۔ حضرت بریدہ کی روایت میں ہے کہ ان میں باہم شمشیر زنی ہوتی رہی۔ آپ نے ضرب حیدری لگائی جو اس کے خود، پتھر اور اس کو چیرتی ہوئی دانتوں تک پہنچ گئی۔ سارے لشکر نے ان کی ضرب کی صدا سنی۔ مجاہدین آپ کے ہمراہ ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے قلعہ فتح کر لیا۔

امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے مرحب کو قتل کیا اور اس کا سر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔"

بعض سیرت نگاروں کا گمان کہ مرحب کو حضرت محمد بن مسلمہ نے واصل جہنم کیا تھا

امام بیہقی نے حضرات عروہ، موسیٰ بن عقبہ، زھری، ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا: "مرحب یہودی خیبر کے قلعہ سے نکلا اس نے ہتھیار پہن رکھے تھے۔ وہ دعوت مبارزت دیتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

قد علمتْ خیبرُ انّی مرحبُ شاکی السلاح بطلٌ مجرَّبُ
اطعنُ احیانًا و حینًا اضرِبُ اذا اللیوث اقبلت تجرَّبُ

ترجمہ: "سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیار سجانے والا اور تجربہ کار جوان ہوں۔ کبھی نیزہ مارتا ہوں اور کبھی شمشیر زنی کرتا ہوں۔ جب شیر آگے بڑھتے ہیں اور ان کا مقصد جنگ کرنا ہوتا ہے۔"

انَّ حمایٰ بلحیِیَ لا یقرَبُ

ترجمہ: ”میری چراگاہ شیروں کے لیے ہے اس کے قریب کوئی نہیں جاتا۔“

حضرت کعب بن مالک نے اسے یہ جواب دیا:

قد علمتُ خیبرُ انّی کعبُ مفرِّجُ الغُمّی جَرِیٌّ صُلْبُ

ترجمہ: ”خیبر کو معلوم ہے کہ میں کعب ہوں۔ مصیبتیں دور کرنے والا بہادر اور قوی ہوں۔“

اذا شُبتِ الحربُ قلتها العربُ مَعِي حُسَامٌ کالعتیق عَضْبُ

ترجمہ: ”جب آتش جنگ بھڑکتی ہے اس کے بعد جنگ آتی ہے۔ تو میرے پاس عقیق کی مانند قاطع تلوار ہوتی ہے۔“

نَطأکُمْ حتی یُذِلُّ الصَّعْبُ نُعطی الجزاء او یَفيئَ الھبُ

ترجمہ: ”ہم تمہیں روندھ ڈالیں گے حتیٰ کہ مشکل مشکل نہ رہے گی۔ ہم تمہیں بدلہ دیں گے حتیٰ کہ مالِ غنیمت ہاتھ میں آجائے گا۔“

بِکفِّ مَاضٍ لَیْسَ فِیه عَتَبُ

ترجمہ: ”ایسے کاٹنے والے ہاتھوں کے ساتھ جن میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں۔“

حضرت ابوزید نے ابن ہشام کو یہ اشعار یوں بتائے:

قد علمت خیبرُ انّی کعبُ و انّنی متی تُشبُّ الحربُ

ترجمہ: ”سارا خیبر جانتا ہے کہ میں کعب ہوں۔ میری کیفیت اس وقت یہ ہوتی ہے جب جنگ بھڑکتی ہے۔“

مَاضٍ علی الھول جَرِیٌّ صُلْبُ مَعِي حُسَامٌ کالعتیق عَضُبُ

ترجمہ: ”میں خوف پر قابو پانے والا بہادر اور مضبوط ہوتا ہوں۔ میرے پاس تلوار ہوتی ہے۔ جو عقیق کی طرح ہوتی ہے۔“

بکفِّ مَاضٍ لیس فیه عَتْبُ ندُکُّکُم حَتّٰی یَذِلَّ الصَعْبُ

ترجمہ: ”وہ کاٹنے والے ہاتھ میں ہے جن میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے ہم تمہیں پیس کر رکھ دیں گے حتیٰ کہ مشکل آسان ہو جائے۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”یارسول اللہ! بخدا!

میں اس سے بدلہ لوں گا۔" اس نے کل میرے بھائی کو شہید کیا تھا۔" آپ نے کہا: "اٹھو اس کی طرف جاؤ۔ مولا! اس کے خلاف ان کی مدد فرما۔" جب ان میں سے ایک دوسرے کے قریب ہوا۔ عُشر کا پرانا درخت ان کے مابین حائل ہو گیا۔ ہر ایک اس کے پاس آ کر دوسرے سے بچنے لگا۔ ان میں سے ہر ایک ان کا کچھ کاٹ دیتا حتیٰ کہ وہ کٹ گیا اور وہ ایک دوسرے کے سامنے آ گئے۔ مرحب نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا انہوں نے اسے ڈھال پر روکا۔ ڈھال ٹوٹ گئی۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے مرحب پر وار کیا اور اسے جہنم واصل کر دیا۔"

میں کہتا ہوں: "بہت سے اہل مغازی نے لکھا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ نے مرحب کو قتل کیا تھا۔ لیکن صحیح مسلم میں حضرت مسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مرحب کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ حضرت بریدۃ اور حضرت ابو نافع رضی اللہ عنہما کی روایات میں بھی اسی طرح ہے۔ اگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر صحیح مسلم کی روایت ان کی روایت سے دو اعتبار سے مقدم ہو گی: (۱) یہ اس سے زیادہ صحیح سند رکھتی ہے (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خیبر میں شرکت نہیں کی تھی۔ جبکہ حضرت سلمہ اور حضرت بریدہ اور حضرت ابو رافع نے اس غزوہ میں شرکت کی تھی۔ جو یہ کہا گیا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے مرحب کی پنڈلیوں پر وار کیا اور انہیں کاٹ کر رکھ دیا لیکن اس کا سر قلم نہ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو اس کا سر قلم کر دیا۔ حضرت سلمہ اور ابو رافع کی مروی احادیث اس کا انکار کرتی ہیں۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہی مرحب کو واصل بجہنم کیا تھا۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے: "صحیح موقف یہی ہے۔"

بابِ خیبر

ابن اسحاق نے حضرت ابو رافع، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عَلَم اسلام عطا فرمایا تو ہم ان کے ہمراہ نکلے۔ جب قلعے کے قریب گئے تو یہودی باہر نکل آئے۔ انہوں نے ان کے ساتھ جہاد کیا۔ ایک یہودی نے ان پر حملہ کیا اور ان کی ڈھال ٹوٹ گئی۔ انہوں نے قلعہ خیبر کا دروازہ اکھیڑا اور اسے بطور ڈھال استعمال کیا۔ جب تک وہ جہاد کرتے رہے یہ دروازہ ان کے پاس بطور ڈھال رہا حتیٰ کہ قلعہ فتح ہو گیا۔ انہوں نے اسے پھینک دیا۔ میں نے سات افراد کو دیکھا آٹھواں میں تھا ہم نے کوشش کی کہ اس دروازے کو پلٹا دیں لیکن ہم اس کا پانسہ نہ بدل سکے۔"

امام بیہقی نے دو اسناد سے حضرت ابو جعفر محمد بن علی سے اور وہ اپنے آباء کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے روز دروازہ اٹھایا حتیٰ کہ مسلمان اس پر چڑھے اور

اسے فتح کر لیا۔ بعد میں چالیس افراد نے وہ دروازہ اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ اسے نہ اٹھا سکے۔ امام بیہقی نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے کہ ستر افراد نے وہ دروازہ اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ اسے نہ اٹھا سکے۔ میں کہتا ہوں: ''اس روایت کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔''

سیاہ فام حبشی کا مشرف باسلام ہونا

امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے، حضرت انس سے اور حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ اہلِ خیبر کا ایک سیاہ فام غلام تھا جو ان کی بکریاں چراتا تھا۔ جب اس نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ ہتھیار سجا رہے تھے اور حضور ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار تھے تو اس نے ان سے پوچھا: ''تمہارا کیا ارادہ ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہم اس شخص سے قتال کرنے جارہے ہیں جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔'' اس کے دل میں حضور والا ﷺ کا ذکر خیر بیٹھ گیا۔ وہ اپنی بکریاں چرانے کے لیے نکلا۔ مسلمانوں نے اسے پکڑا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ دوسری روایت کے مطابق وہ خود اپنی بکریاں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے گفتگو فرمائی۔ اس نے پوچھا: ''آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں تو یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔'' سیاہ فام غلام: اگر میں نے یہ گواہی دے دی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا تو مجھے کیا ملے گا؟'' آپ نے فرمایا: ''اگر تم ایمان لے آئے تو تمہیں جنت ملے گی۔'' وہ غلام ایمان لے آیا۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ایک سیاہ فام شخص ہوں۔ میرا چہرہ قبیح ہے۔ مجھ سے بو آتی ہے۔ میرے پاس مال بھی نہیں۔ اگر میں ان یہودیوں کے ساتھ جہاد کروں۔ حتیٰ کہ میں قتل ہو جاؤں تو کیا میں جنت میں جاؤں گا؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!''

اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں ان کے ساتھ میں کیا کروں؟'' آپ نے فرمایا: ''انہیں لشکر سے باہر لے جاؤ۔ کنکریاں مارو۔ عنقریب تمہاری یہ امانت رب تعالیٰ ادا کر دے گا۔'' اس نے اسی طرح کیا۔ آپ نے اس کی امانت پر تعجب کا اظہار کیا بکریاں اکٹھی ہو کر دوڑنے لگیں۔ گویا کہ کوئی ہانکنے والا انہیں ہانک رہا تھا۔ حتیٰ کہ ہر بکری اپنے مالک کے پاس پہنچ گئی۔ یہودی کو علم ہو گیا کہ اس کا غلام اسلام لا چکا ہے۔ سیاہ فام غلام صفوں میں آگے بڑھا۔ جہاد کیا ایک تیر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ اس نے ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ مسلمان اسے اٹھا کر لشکر گاہ کی طرف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے خیمہ میں داخل کر دو۔'' انہوں نے اسے آپ کے خیمہ میں داخل کر دیا۔ آپ فارغ ہو کر اس کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر باہر تشریف لائے تو فرمایا: ''تمہارے صاحب نے بہت عمدہ اسلام کیا تھا۔ میں اس

کے پاس داخل ہوا تو اس کے پاس حورعین میں سے دو بیویاں اس کے پاس آگئی ہوئی تھیں ''

حضرت انس نے فرمایا: ''آپ اس کے پاس تشریف لائے۔ وہ شہید پڑا تھا آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارا چہرہ خوبصورت کر دیا ہے۔ تمہاری بو کو خوشبو میں بدل دیا ہے۔ تمہارا مال کثیر ہو گیا ہے۔ میں نے حور عین میں سے دو دیکھیں جو اس کی بیویاں تھیں۔ وہ اس کا جبہ اتار رہی تھیں، مٹی صاف کر رہی تھیں ''

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''وہ اس کے چہرے سے گرد ہٹا رہی تھیں۔ وہ کہہ رہی تھیں: ''رب تعالیٰ اس کا چہرہ گرد آلود کرے جس نے تمہارا چہرہ گرد آلود کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قتل کرے جس نے تمہیں قتل کیا''

پالتو گدھوں کے گوشت کی حرمت

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''خیبر کے دنوں میں ہمیں بھوک نے آلیا۔ ہمیں پالتو گدھے ملے۔ ہم نے انہیں ذبح کیا۔ جب ہنڈیاں ابلنے لگیں تو آپ کا منادی آیا اس نے کہا: ''ہنڈیاں الٹ دو اور پالتو گدھوں کے گوشت میں سے کچھ نہ کھاؤ۔''

حضرت انس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوہ خیبر کے روز بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! گدھے ہلاک ہو گئے۔'' آپ نے حضرت طلحہ کو حکم دیا۔ انہوں نے صدا دی: ''اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔'' (الداری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے روز مال غنیمت کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ تقسیم ہو جائے۔ لونڈیوں سے وطی کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔ فرمایا: ''غیر کی کھیتی کو سیراب نہ کرو۔'' پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ اسی طرح ہر اس درندے کو کھانے سے منع فرمایا جو پنجوں سے شکار کرتے ہیں۔ (دارقطنی)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ کے ہمراہ غزوہ خیبر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ لوگ بھوکے تھے۔ ہمیں پالتو گدھے ملے۔ ہم نے انہیں ذبح کیا۔ آپ کو پتہ چلا تو آپ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا: ''اس شخص کے لیے پالتو گدھوں کا گوشت حلال نہیں جو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔'' (امام احمد، شیخان)

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''ہم خیبر آئے ہم نے اس کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ ہمیں بھوک نے

لیا۔رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتوحات بخشیں۔اس رات مسلمانوں نے بہت سی آگ جلائی۔آپ نے پوچھا:''یہ کیسی آگ ہے۔آپ کو بتایا گیا کہ پالتو گدھوں کا گوشت پکایا جارہا ہے۔'' آپ نے فرمایا:''اسے گرادو۔ہنڈیاں توڑ ڈالو۔''ایک شخص نے عرض کی:''ہم گوشت گرادیتے ہیں اور ہنڈیاں دھولیتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا:''اسی طرح کرلو۔''(شیخان، بیہقی)

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ اس روز مسلمانوں نے بیس یا تیس گدھے ذبح کیے تھے۔

الوطیح اور سلالم کی فتح

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک ایک کر کے ان کے اموال پر قبضہ کرتے جارہے تھے۔ ان کا ایک ایک قلعہ فتح فرمارہے تھے۔حتیٰ کہ آپ ان دو قلعوں تک پہنچ گئے۔وہ اپنے قلعوں سے نیچے جھانکتے بھی نہ تھے۔حتیٰ کہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ ان پر منجنیق نصب کریں۔کیونکہ انہوں نے دروازے بند کر لیے تھے۔کوئی بھی مقابلہ کے لیے نہ نکلتا تھا۔جب انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا آپ نے چودہ روز تک ان کا محاصرہ کیے رکھا۔تو انہوں نے آپ سے صلح کی التجاء کی۔کنانہ بن ابی الحقیق نے ایک یہودی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔اسے شماخ کہا جاتا تھا۔اس نے کہا:''کیا میں آپ کی خدمت میں آجاؤں تا کہ آپ کے ساتھ کلام کروں۔'' آپ نے اسے اجازت دے دی۔اس نے آپ کے ساتھ اس شرط پر صلح کرلی کہ ان کے قلعوں میں خون نہ بہایا جائے۔ان کی اولاد ان کے لیے چھوڑ دی جائے وہ اپنی اولاد لے کر خیبر کے قلعوں سے نکل جائیں گے۔وہ حضور اکرم ﷺ اور اپنے اموال، زمینوں، سونے، چاندی، گھوڑوں اور اسلحہ کے مابین سے ہٹ جائیں گے۔صرف سامان اٹھا کرلے جائیں گے۔جتنا ایک انسان اٹھا سکے۔آپ نے ان سے فرمایا:''اگر تم نے مجھ سے کچھ چھپایا تو تم رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے ذمہ اور عہد سے بری ہوگے۔''

انہوں نے ان شرائط پر آپ سے صلح کرلی۔آپ نے صحابہ کرام کو بھیجا انہوں نے ان اموال پر قبضہ کرلیا۔ان قلعوں میں ایک سو زرہیں، چار سو تلواریں، ایک ہزار نیزے اور پانچ سو عربی کمانیں ترکش سمیت پائی گئیں۔

حیی بن اخطب کے زیورات کے بارے آپ کے سوالات

محمد بن عمر سے روایت ہے۔انہوں نے کہا:''یہودیوں کے پاس پہلے بکری کی جلد میں زیورات تھے۔جب زیادہ ہو گئے تو انہوں نے بیل کی کھال میں رکھ دیے۔پھر اونٹ کی کھال میں رکھ دیے۔یہ زیورات آلِ ابی حقیق کے اکابرین کے پاس تھے۔وہ یہ زیورات عرب کو ادھار دیتے تھے۔

ابن سعد، امام بیہقی نے حضرت ابن عمر سے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ خیبر پر غلبہ پالیا۔ انہوں نے اس شرط پر صلح کی کہ وہ اپنے نفوس اور اہل کے ساتھ چلے جائیں۔ سونا، چاندی، اسلحہ اور دیگر سامان حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہوگا۔ انہوں نے آپ کے ساتھ یہ شرط رکھی کہ وہ آپ سے کچھ نہیں چھپائیں گے۔ اگر انہوں نے چھپایا تو ان کے لیے کوئی عہد نہیں ہے۔" حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے کہ کنانہ اور ربیع کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ کنانہ حضرت صفیہ کا خاوند تھا۔ ربیع اس کا بھائی یا چچازاد تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے وہ برتن کہاں ہیں جو تم اہلِ مکہ کو ادھار دیتے تھے؟"

حضرت ابن عمر نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیی کے چچازاد سے پوچھا: "حیی کا وہ تھیلا کہاں ہے جو وہ بنونضیر سے لے کر آیا تھا۔" اس نے کہا: "وہ اسے لے کر بھاگ گیا تھا۔ یہ زمین ہمیں پست اور سربلند کرتی رہی جس میں ہمارا سارا سامان چلا گیا۔" حضرت ابن عمر نے فرمایا: "اس نے کہا: "جنگ اور اس کے اخراجات نے سب کچھ ختم کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "عہد قریب ہے مال اس سے زائد ہے۔"

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: "اگر تم دونوں نے مجھ سے کچھ چھپایا اور میں اس سے آگاہ ہو گیا تو میرے لیے تمہارے خون اور اولاد حلال ہو جائے گی۔" انہوں نے کہا: "ہاں!"

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خزانے کی جگہ بتادی۔ آپ نے کنانہ سے کہا: "تو آسمانی امر کو دھوکہ دے رہا ہے۔"

حضرت ابن عباس نے فرمایا: "آپ نے ایک انصاری شخص کو بلایا اور فرمایا: "فلاں میدان میں جاؤ پھر نخلستان میں جاؤ۔ اپنے دائیں یا بائیں ایک کھجور دیکھو جو بلند ہوگی۔ وہاں جو کچھ ہو ہمارے پاس لے آؤ۔" وہ برتن اور اموال لے کر آئے۔ ان کی قیمت دس ہزار دینار لگائی گئی۔ آپ نے ان دونوں کی گردنیں اڑادیں اور اہل وعیال کو قیدی بنالیا کیونکہ انہوں نے وعدہ کر کے وعدہ خلافی کی تھی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے "آپ کے پاس کنانہ بن ربیع کو لایا گیا۔ بنونضیر کا خزانہ اس کے پاس تھا۔ آپ نے اس سے اس کے بارے پوچھا۔ مگر اس نے انکار کر دیا کہ اسے اس کے مقام کا کچھ علم ہو۔ ایک یہودی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اسے ابن عقبہ کہا جاتا تھا۔ اس کا نام ثعلبہ تھا۔ اس کے عقل میں کچھ تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: "میں دیکھتا تھا وہ ہر صبح ان کھنڈرات کے گرد چکر لگاتا تھا۔" آپ نے کنانہ سے فرمایا: "تیرا کیا خیال ہے اگر تیرے پاس خزانہ پایا گیا۔ تو میں تجھے قتل کر دوں۔" اس نے کہا: "ہاں!" آپ نے ان کھنڈرات کو کھودنے کا حکم دیا۔ انہیں کھودا گیا تو اس سے کچھ

خزانہ نکال لیا گیا۔ آپ نے اس سے بقیہ کا حکم دیا تو اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا "اسے مارو حتیٰ کہ یہ ہر اس چیز کے بارے اگل دے جو اس کے پاس ہے۔" حضرت زبیر اس کے سینے پر مارتے رہے حتیٰ کہ وہ موت کے قریب ہو گیا۔ پھر آپ نے اسے محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ انہوں نے اپنے بھائی محمود بن سلمہ کے بدلے میں اس کی گردن اڑا دی۔

یہود کی جلاوطنی

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہود نے عرض کی کہ آپ اس شرط پر انہیں اسی جگہ ٹھہرنے دیں وہ پیداوار کا نصف حصہ آپ کو دیں گے۔ انہوں نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم یہیں ٹھہرے رہیں۔ ہم اس کی دیکھ بھال کریں۔ کاشت کاری کریں۔" آپ کے پاس اور صحابہ کرام کے پاس ایسے غلام نہ تھے جو ان زمینوں کی دیکھ بھال کرتے۔ ان کے پاس وقت بھی نہ تھا کہ ایسے امور کی طرف توجہ دیں۔ آپ نے ہر کھیتی، نخلستان اور چیز کی نصف پیداوار پر انہیں وہیں ٹھہرنے دیا۔ آپ نے فرمایا: "ہم تمہیں اس جگہ اتنی دیر ٹھہرنے دیں گے جتنا رب تعالیٰ نے چاہا۔"

حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ ہر سال ان کے پاس جاتے تھے۔ ساری پیداوار کا حساب لگاتے اور نصف پیداوار یہودیوں کو دے دیتے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ کی شدت کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا اور حضرت عبداللہ کو رشوت دینا چاہی۔ انہوں نے فرمایا: "اے اللہ تعالیٰ کے دشمنو! تم مجھے یہ گندگی کھلانا چاہتے ہو۔ بخدا! میں تمہارے پاس اس ہستی سے آیا ہوں جو مجھے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ تم مجھے بندروں اور خنزیروں سے زیادہ مبغوض لگتے ہو۔ تم سے بغض اور اس ہستی پاک سے محبت مجھے اس امر پر نہیں ابھار سکتی کہ میں عدل نہ کروں۔" یہودی: اس عدل کی وجہ سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔" اس شرط پر وہ خیبر ٹھہرے رہے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو یہودیوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو چھت سے نیچے گرایا اور ان کے ہاتھ توڑ دیئے۔ ایک قول یہ ہے کہ رات کے وقت انہوں نے جادو کیا جبکہ وہ اپنے بستر پر سوئے ہوئے تھے۔ ان کی کلائیاں سوکھ گئیں گویا کہ وہ زنجیر ہوں۔ ان کے ساتھی آئے انہوں نے ان کے ہاتھ کو درست کیا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں میں خطبہ دینے کے لیے اٹھے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں

کے ساتھ اس شرط پر معاہدہ کیا تھا کہ ہم اس وقت تک تمہیں یہاں ٹھہرنے دیں گے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہاں برقرار رکھا۔حضرت عبداللہ بن عمر وہاں اپنے اموال کی طرف گئے ہیں۔ان پر ظلم کیا گیا رات کے وقت ان کے ہاتھوں کو خشک کر دیا گیا۔وہاں یہود کے علاوہ ہمارا اور کوئی دشمن نہیں۔میرا خیال ہے کہ انہیں جلاوطن کر دیا جائے جس کا خیبر میں حصہ ہو وہ حاضر ہو جائے تاکہ ہم اسے تقسیم کریں۔"

جب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہو گیا تو ان کے رئیس نے کہا:"ہمیں جلاوطن نہ کرو۔ہمیں یہیں رہنے دو ہم اسی طرح ٹھہریں گے جس طرح ہمیں ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ٹھہرایا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تیرا کیا خیال ہے کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھول گیا ہے:"اس وقت تیری کیفیت کیا ہوگی جب تمہاری اونٹنی پسینے سے شرابور ہو کر تمہیں شام کی طرف لے جا رہی ہوگی۔" دوسری روایت میں ہے:"تیرا کیا گمان ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان فراموش کر چکا ہوں:"تمہاری کیفیت اس وقت کیا ہوگی جب رات کے بعد رات تمہاری اونٹنیاں تمہیں دوڑائے لے جا رہی ہوں گی۔"

ان کے رئیس نے کہا:"یہ ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کی لغزش تھی۔" حضرت عمر نے اسے جواب دیا:"تو جھوٹ بول رہا ہے۔" آپ نے انہیں جلاوطن کر دیا۔ان کے اموال،اونٹوں،لوگوں اور رسیوں تک کی قیمت ادا کر دی۔تفصیلات بعد میں آئیں گی۔

زہر آلود بکری

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت انس سے، امام احمد، ابن سعد اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر فتح کیا۔قتل ہوئے جو قتل ہوئے۔لوگ پرسکون ہو گئے تو زینب بنت حارث نے بھونی ہوئی بکری آپ کی خدمت میں پیش کی۔یہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی اور مرحب کی بھتیجی تھی۔اس نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کا کون سا عضو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟" اسے بتایا گیا:"بازو۔" اس نے بازو پر زیادہ زہر لگایا۔پھر ساری بکری زہر آلود کی۔یہ حضرت صفیہ کی رشتہ دار تھی۔اس نے یہ بکری انہیں بطور ہدیہ دی۔جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے یہ بکری پیش کر دی۔آپ نے اس سے ایک ٹکڑا لیا اور حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے بھی ایک ٹکڑا لیا۔حضرت بشر رضی اللہ عنہ نے اسے نگل لیا۔مگر آپ نے اسے پھینک دیا۔آپ نے فرمایا:"اپنے ہاتھ اٹھا لو۔بکری کا یہ حصہ مجھے بتا رہا ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔"

امام زہری نے کہا ہے:"حضرت بشر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:"مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچی عزتیں عطا

کیں ہیں۔ میں نے جو لقمہ کھایا۔ میں نے اس میں زہر محسوس کر لیا تھا۔ لیکن میں نے اسے اس لیے تھوکنا پسند نہ کیا کہ آپ کا کھانا مکدر کر دوں۔ جب آپ اسے نگل گئے تو مجھے اپنی جان آپ کی جان سے عزیز نہ تھی۔ مجھے پسند تو یہ تھا کہ آپ اسے نہ نگلتے اس میں زہر ہے۔" حضرت بشر کی رنگت اسی جگہ چادر کی طرح ہو گئی حتیٰ کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔" حضرت جابر نے فرمایا: "آپ نے اس روز اپنے شانہ اقدس پر پچھنے لگوائے۔ حضرت ابوھند مولی بنو بیاضہ نے آپ کو پچھنے لگائے۔ اس کے بعد آپ تین سال تک عالم رنگ و بو میں جلوہ افروز رہے۔ حتیٰ کہ وقت وصال آپ کو یہ درد محسوس ہوا۔ آپ نے فرمایا: "میں نے جو لقمہ خیبر کے روز کھایا تھا اس کا زہر مجھے اذیت دیتا رہا حتیٰ کہ وقت وصال آ گیا۔ اس نے میری شہ رگ کاٹ دی ہے۔" امام زہری نے لکھا ہے کہ آپ شہید ہیں۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے اس بکری کا کچھ حصہ کتے کے سامنے رکھا۔ وہ فوراً مر گیا۔ آپ نے اس یہودن کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "اس بکری میں تو نے زہر ملایا تھا؟" اس نے کہا: "آپ کو کس نے بتایا ہے؟" آپ نے فرمایا: "مجھے اس بازو نے بتایا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔" یہودن: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "اس پر تجھے کس نے ابھارا؟" اس نے کہا: "میری قوم کو آپ سے جو نقصان برداشت کرنا پڑا وہ آپ سے مخفی نہیں ہے۔ میں نے کہا: "اگر آپ بادشاہ ہوئے تو ہم آپ سے نجات پالیں گے اور اگر آپ نبی ہوئے تو انہیں علم ہو جائے گا۔" آپ نے اس عورت سے درگزر فرمایا۔ حضرت بشر رضی اللہ عنہ اس لقمہ کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ جو انہوں نے کھایا تھا۔ آپ نے اس کی گرفت نہیں کی تھی۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "آپ نے اس عورت سے پوچھا: "کس چیز نے تمہیں اس امر پر ابھارا؟" اس عورت نے عرض کی: "آپ نے میرے باپ، چچا، خاوند اور بھائی کو قتل کر دیا۔" اس کا باپ حارث، چچا یسار، بھائی مرحب اور خاوند سلام بن مشکم تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت بشر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ نے حکم دیا تو اس یہودن کو قتل کر دیا گیا۔ (ابوداؤد)

امام بزار نے لکھا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس یہودن سے پوچھنے اور اس کے اعتراف کر لینے کے بعد آپ نے اس بکری کی طرف دستِ اقدس بڑھایا صحابہ کرام سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔" ہم نے اللہ کا نام لے کر کھایا۔ ہمیں کچھ بھی نہ ہوا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے "اس روایت میں نکارت اور بہت زیادہ غرابت ہے۔" میں کہتا ہوں کہ محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ آپ کے حکم سے بکری کا گوشت جلا دیا گیا۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا حبشہ سے واپس آنا

امام مسلم، امام بخاری، ابن سعد، ابن حبان وغیرہ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم یمن میں تھے کہ ہمیں آپ کی روانگی کی خبر ملی۔ میں اور میرے بھائی ہجرت کرتے ہوئے آپ کی طرف روانہ ہوئے۔ میں ان سب سے چھوٹا تھا۔ ان میں سے ایک ابورھم اور دوسرا ابوبردۃ تھا۔'' (انہوں نے چند افراد یا تین یا دو یا پچاس افراد کا تذکرہ کیا) ہم کشتی پر سوار ہوئے۔ ابن مندہ کی روایت میں ہے ہم مکہ مکرمہ میں آئے پھر خشکی کے رستہ مدینہ طیبہ پہنچے۔ ہماری کشتی نے ہمیں حبشہ کے ساحل پر پھینک دیا۔ وہاں ہمیں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مل گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں بھیجا ہے۔ آپ نے ہمیں اسی جگہ قیام کرنے کا حکم دیا ہے۔ تم بھی ہمارے ساتھ ٹھہر جاؤ۔'' ہم ان کے ساتھ ٹھہر گئے حتیٰ کہ ہم سارے آگئے۔ آپ نے اس وقت خیبر فتح فرمالیا تھا۔ آپ نے ہمارے لیے حصے نکالے۔ آپ نے ہمارے اور حضرت جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کے لیے حصے نکالے اور اس کے علاوہ کسی اور شخص کے لیے حصہ نہ نکالا جس نے غزوۂ خیبر میں شرکت نہ کی تھی۔ امام بیہقی نے لکھا ہے'' آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ انہیں حصوں میں شریک کرلو۔'' انہوں نے اسی طرح کیا۔ لوگ ہمیں کہا کرتے تھے۔ ''کشتی والو! ہم ہجرت کرنے میں تم سے سبقت لے گئے ہیں۔''

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی ہمارے ساتھ حبشہ سے آئیں تھیں۔ وہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت اسماء ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے حضرت اسماء کو دیکھا تو پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' حضرت حفصہ نے کہا: ''حضرت اسماء بنت عمیس۔'' حضرت عمر فاروق نے کہا: ''ہم ہجرت کرنے میں تم سے سبقت لے گئے ہیں۔ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مستحق ہیں۔'' یہ سن کر حضرت اسماء کو غصہ آیا۔ انہوں نے کہا: عمر! ہرگز نہیں تم تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ بھوکوں کو کھلاتے تھے۔ تمہارے جاہل کو سکھاتے تھے۔ ہم حبشہ کی دور دراز کی سرزمین میں تھے۔ یہ ہجرت رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رستہ میں تھی۔ بخدا! میں کھانا نہ کھاتی تھی نہ ہی پانی پیتی تھی حتیٰ کہ مجھے وہ بات یاد آجاتی جو تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی تھی۔ میں آپ سے ضرور سوال کروں گی۔ میں جھوٹ نہ بولوں گی نہ ہی اس میں کمی بیشی کروں گی۔'' جب حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! لوگ ہم پر فخر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم مہاجرین اولین میں سے نہیں ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ کون کہتا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یوں یوں کہا ہے۔''

آپ نے فرمایا: ''تم نے ان سے کیا کہا۔'' انہوں نے کہا: ''میں نے انہیں یوں یوں کہا۔ آپ نے فرمایا: ''وہ تم

سے زیادہ میرے مستحق نہیں ہیں۔ میرے صحابہ کے لیے ایک ہجرت اور اہلِ سفینہ تمہارے لیے دو ہجرتیں ہیں۔" میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھی گروہ در گروہ میرے پاس آرہے تھے۔ وہ اس حدیث پاک کے بارے پوچھ رہے تھے۔ وہ دنیا کی کسی اور چیز سے اتنا خوش نہیں ہوئے تھے جتنے خوش وہ اس حدیثِ پاک سے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبریدہ نے فرمایا ہے کہ حضرت اسماء نے فرمایا:

"میں نے حضرت ابوموسیٰ کو دیکھا۔ وہ مجھ سے یہ روایت بار بار سنتے تھے۔ وہ کہتے تھے: "تمہاری دو ہجرتیں ہیں۔"

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر سے تشریف لائے تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے۔ آپ نے ان کا استقبال کیا ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے علم نہیں کہ کس پر زیادہ خوش ہوں فتح خیبر پر یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد پر۔"

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب حضرت جعفر آئے تو آپ نے ان کا استقبال کیا۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ کی زیارت کی تو ایک پاؤں پر چلتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔

حضرت ابوہریرۃ اور اوس کے ایک گروہ کی آمد

امام احمد اور امام بخاری اور امام بیہقی وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ ہم اوس کے اسی گھر تھے۔ ہم نے نمازِ صبح حضرت سباع بن عرفطہ الغفاری رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی۔ انہوں نے پہلی رکعت میں سورت مریم اور دوسری رکعت میں ویل للمطففین کی تلاوت کی۔ جب انہوں نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿٢﴾ (المطففین: ۲)

ترجمہ: "جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا کر لیتے ہیں۔"

تو میں نے کہا: "میں نے اپنے چچا کو سراۃ پہاڑ کے پاس چھوڑا ہے اس کے بھی دو پیمانے ہیں۔ جب وہ کچھ لیتا ہے تو پورے پیمانے سے لیتا ہے جب دیتا ہے تو ناقص پیمانے سے دیتا ہے۔" جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خیبر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ تشریف لانے ہی والے ہیں۔" میں نے کہا: "میں نے جس جگہ کے بارے بھی سنا کہ آپ وہاں تشریف فرما ہیں میں وہاں جا کر آپ کی خدمت میں ضرور حاضری دوں گا۔ حضرت سباع بن عرفطہ نے ہمیں زادِ راہ دیا ہمیں سواریاں دیں حتیٰ کہ ہم خیبر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہم نے پایا کہ آپ نے قلعہ نطاۃ فتح کر

لیا تھا۔آپ کتیبہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ہم آپ کی خدمت میں رہے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے خیبر فتح کرا دیا۔دوسری روایت میں ہے:

"جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے خیبر فتح کر لیا تھا۔آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور ہمیں مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا۔امام بخاری اور امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: میں مدینہ طیبہ آیا۔اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تشریف فرما تھے۔آپ نے خیبر فتح کر لیا تھا۔میں نے آپ سے التجاء کی کہ آپ میرا حصہ بھی نکالیں۔آپ نے سعید بن عاص کی اولاد میں سے کسی سے گفتگو فرمائی تو اس نے کہا:"یارسول اللہ! ان کے لیے حصہ نہ نکالیں۔"میں نے کہا:"بخدا! یہ تو ابن قوقل کا قاتل ہے۔وہ ابان بن سعید تھے جو وبر کو عجیب نام دیتے تھے۔وہ ضان کی طرف سے ہماری طرف آئے۔وہ مجھے ایک مسلمان کے قتل کی عار دلاتے تھے۔جسے رب تعالیٰ نے میرے ہاتھوں عزت بخشی تھی۔اس کے ہاتھوں سے اسے برکت نہ ملی تھی۔"

امام بخاری،امام داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابان کو مدینہ طیبہ سے ایک سریہ پر روانہ کیا۔یہ سریہ نجد کی طرف تھا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"حضرت ابان اور ان کے ساتھی خیبر اس وقت پہنچے جب آپ قلعے فتح فرما چکے تھے۔ان کے گھوڑوں کی لگامیں کھجور کے ریشوں کی بنی ہوئی تھیں۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ! ہمیں حصہ عطا فرمائیں۔"حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کا حصہ نہ نکالیں۔"حضرت ابان نے کہا:"وبر! تم یہاں ضال کی چوٹی سے ہمارے لیے اچانک آگئے ہو۔"آپ نے فرمایا:"ابان! بیٹھ جاؤ۔"آپ نے ان کے لیے حصہ نہ نکالا۔

عیینہ بن حصن اور بنو فزارہ کا حاضر ہونا

امام بیہقی نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ بنو فزارہ ان لوگوں میں سے تھے جو اہلِ خیبر کے پاس آئے تاکہ ان کی معاونت کریں۔آپ نے ان سے فرمایا کہ ان کی مدد نہ کرو یہاں سے چلے جاؤ۔تمہیں خیبر کے پھلوں کا اتنا اتنا حصہ ادا کیا جائے گا۔مگر انہوں نے انکار کر دیا۔جب آپ نے خیبر فتح فرما لیا تو وہی بنو فزارہ آپ کی خدمت میں آئے۔انہوں نے کہا: "ہمیں وہ حصہ دیں جس کا آپ نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا۔"آپ نے فرمایا:"تمہارے لیے ذوالرقیبہ پہاڑ ہے۔"انہوں نے کہا:"پھر ہم آپ کے ساتھ جنگ کریں گے۔"آپ نے فرمایا:"تمہارے ساتھ جنفا میں ملاقات کا وعدہ ہے۔"جب آپ سے یہ الفاظ سنے تو وہ راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے بھاگ گئے۔

امام بیہقی نے محمد بن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوشُیَیم مزنی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں "ہم عیینہ بن حصن کے ساتھ آئے۔ خیبر سے کچھ دور ہم نے رات بسر کی۔ ہمیں خوف نے لیا۔ عیینہ نے کہا: "خوش ہو جاؤ۔ میں نے آج رات نیند میں دیکھا ہے کہ مجھے ذوالرقیبہ دے دیا گیا ہے۔ بخدا! میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو گردن سے پکڑوں گا۔" جب ہم خیبر پہنچے تو آپ خیبر فتح فرما چکے تھے۔ عیینہ نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ مال میں سے مجھے بھی عطا کریں جو ہمارے حلفاء سے حاصل کیا ہے۔ میں آپ سے اور آپ سے جنگ کرنے سے دور ہو گیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "تو نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ جو شور تو نے سنا تھا وہ تجھے اہلِ خانہ کے پاس لے گیا تھا۔" اس نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! مجھے حصہ دیں۔" آپ نے فرمایا: "تیرے لیے ذوالرقیبہ ہے۔" اس نے کہا: "ذوالرقیبہ کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ وہی پہاڑ ہے جسے تو نے رات کو خواب میں دیکھا تھا۔" عیینہ واپس آ گیا۔ جب وہ گھر آیا تو حارث بن عوف اس کے پاس آیا۔ اس نے اسے کہا: "میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ تو کسی اور چیز کی طرف جلدی کر۔ بخدا! محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مشرق سے مغرب تک ہر چیز پر غالب آ جائیں گے۔ یہود ہمیں آپ کے بارے بتاتے تھے۔ میں نے ابو رافع سلام بن مشکم کو سنا۔ وہ کہہ رہا تھا وہ ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے ہیں کیونکہ نبوت بنو ہارون سے چلی گئی ہے۔ حالانکہ وہ نبی مرسل ہیں۔ یہود اس کے بارے میری اطاعت نہیں کرتے۔ آپ ہمیں دوبارہ ذبح کریں گے۔ (۱) ایک بار یثرب میں (۲) دوسری بار خیبر میں۔"

اہلِ فدک سے آپ کی صلح

جب آپ خیبر کے قریب پہنچے تو حضرت محیصہ بن مسعود حارثی کو فدک کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں اور انہیں ڈرائیں کہ کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اسی طرح حملہ آور نہ ہو جائیں۔ جس طرح آپ نے خیبر پر حملہ کیا تھا۔ حضرت محیصہ فرماتے ہیں: "میں ان کے پاس گیا۔ ان کے ہاں دو دن تک ٹھہرا رہا۔ وہ انتظار کرتے رہے۔ وہ کہتے تھے: "نطاۃ میں عامر، یاسر، حارث اور یہودیوں کا سردار مرحب ہے۔ ہم نہیں دیکھتے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حرا تک بھی پہنچ سکیں۔" جب میں نے ان کی خباثت دیکھی تو میں نے کہا کہ میں واپس چلا جاتا ہوں۔" انہوں نے کہا: "ہم تمہارے ساتھ ایسے افراد بھیجتے ہیں جو آپ سے صلح کر لیں گے۔" ان کا خیال تھا کہ یہود آپ کو روک دیں گے۔ وہ اسی حالت پر تھے کہ انہیں ناعم اور نجدہ قلعوں کے مکینوں کے قتل کی خبر پہنچی اس سے ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ ان کا ایک رئیس نون بن یوشع کچھ یہودیوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس شرط پر آپ سے صلح کی کہ آپ ان کا خون بخش دیں۔ انہیں جلاوطن کر دیں۔ ان کے اور ان کے اموال کے درمیان سے ہٹ جائیں۔" آپ نے ان کی یہ شرط قبول کر لی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آپ

سے یہ شرط طے کی کہ وہ اپنے شہروں سے نکل جائیں گے اور آپ ان کے اموال میں سے کچھ بھی نہ لیں گے۔ جب جلاوطنی کا وقت آیا تو وہ پس و پیش کرنے لگے۔ مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت محیصہ نے انہیں فرمایا: ''نہ تو تمہارے پاس دفاعی قوت ہے نہ قلعے اور فوجی ہیں اگر آپ نے اپنے ایک سو مجاہدین کو تمہاری طرف بھیج دیا تو وہ تمہیں ہانک کر لے جائیں گے۔'' ان کے مابین اس شرط پر صلح ہوگئی کہ نصف زمین ان کے لیے اور نصف آپ کے لیے ہوگی۔ آپ نے یہ شرط قبول کرلی۔ محمد بن عمر نے اسی کو صحیح قول کہا ہے۔ آپ نے انہیں اسی پر برقرار رکھا۔ آپ ان کے پاس نہ گئے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کیا تو ان کی طرف ایسے افراد بھیجے جو ان کی زمینوں کی قیمت لگائیں۔ انہوں نے حضرت ابوالہیثم مالک بن تیہان کو حضرت فروہ بن عمرو اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو ان کی طرف بھیجا۔ انہوں نے ان کی زمین اور نخلستانوں کی قیمت لگائی۔ آپ نے انہیں نصف قیمت دی جو پچاس ہزار دراہم سے زیادہ تھی یہ رقم عراق سے آئی تھی۔ انہوں نے انہیں شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

قریش کے مابین شرط

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے اور محمد بن عمر نے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت کیا ہے کہ خویطب بن عبدالعزیٰ کہتا ہے ''میں صلح حدیبیہ سے واپس آیا۔ مجھے یقین تھا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنقریب ساری مخلوق پر غالب آجائیں گے۔ مگر شیطانی صحبت نے مجھے اپنا دین پکڑنے پر ہی ابھارا۔ ہمارے پاس عباس بن مرداس آیا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ خیبر میں اتنا بڑا لشکر جرار ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچنا ناممکن ہے۔''

حتیٰ کہ عباس نے کہا: ''جو چاہے مجھ سے شرط لگا لے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچ کر نہیں آسکتے۔'' میں نے کہا: ''میں تجھ سے شرط لگاتا ہوں۔'' صفوان بن امیہ نے کہا: ''عباس! میں تیرے ساتھ ہوں۔'' نوفل بن معاویہ نے کہا: ''عباس! میں بھی تیرے ساتھ ہوں۔ کچھ قریش میرے ساتھ ہو گئے۔ ہم نے ایک سو اونٹ کی شرط لگائی۔ میں اور میرے ساتھی کہتے تھے۔'' محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غالب آجائیں گے۔'' جبکہ عباس اور اس کے ساتھی کہتے تھے: ''بنو غطفان غالب آجائیں گے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غالب آجانے کی خبر آگئی۔ ہم نے خویطب اور اس کے ساتھیوں سے ایک سو اونٹ لے لیے۔

حضرت حجاج بن علاط کا اذن طلب کرنا

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور امام بیہقی نے ابن اسحاق سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا

ہے کہ حضرت حجاج بھی جنگِ شب خون مارنے کے لیے نکلے۔ انہیں بتایا گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں جلوہ افروز ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور شیبہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی بہن ان کی زوجیت میں تھی۔ حضرت حجاج کا مال کثیر تھا۔ جو بنی سلیم کی سرزمین میں ان کی سونے کی کانیں تھیں۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت دیں۔ تا کہ میں جا کر وہ مال لے لوں جو میری بیوی کے پاس ہے اگر اس کو میرے اسلام کی خبر مل گئی تو میں اس سے کچھ نہ لے سکوں گا۔ نیز مکہ کے متفرق تاجروں کے پاس میرا مال ہے۔" آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے ضروری ہے کہ میں خلافِ واقع بات کہہ لوں۔" آپ نے انہیں یہ بھی اجازت دے دی۔ حضرت حجاج کہتے ہیں: "میں عازمِ سفر ہوا جب حرمِ کعبہ میں پہنچا۔ میں سواری سے نیچے اترا میں نے قریش کو دیکھا۔ وہ ثنیۃ البیضاء کے پاس تھے۔ وہاں لوگ مختلف خبروں کی ٹوہ میں تھے۔

انہیں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ آپ خیبر کی طرف جا چکے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ حجاز کا یہ شہر مضبوطی، وقائع، لشکر اور اسلحہ کے اعتبار سے لیقہ میں آپ ہے۔ وہ مختلف خبروں کے متلاشی تھے۔ انہوں نے شرط لگا رکھی تھی۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو انہوں نے کہا: "حجاج آ گیا ہے۔ اس کے پاس خبر ہوگی۔" انہیں میرے اسلام کا علم نہ تھا۔ انہوں نے کہا: "حجاج! قطع رحمی کرنے والے کے بارے ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ خیبر گیا ہے۔ وہ یہودیوں کا شہر ہے وہاں شادابی ہے۔" حجاج نے کہا: "مجھے علم ہوا ہے کہ وہ ان کی طرف گئے ہیں۔ میرے پاس ایسی خبر ہے جو تمہیں خوش کر دے گی۔" انہوں نے میری سواری کی اطراف کو گھیر لیا۔ انہوں نے کہا: "حجاج! وہ خبر سناؤ۔" میں نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اہلِ خیبر کے عدو ہیں کبھی ایسی قوم سے نہیں ملے جو عمدہ قتل کر سکتے ہیں۔ وہ عرب میں جنگ کرنے کے عادی تھے۔ جو ان کے لیے لشکر جمع کرتے تھے۔ اہلِ خیبر نے ان کے لیے دس ہزار کا لشکر جمع کر رکھا تھا۔"

انہیں اس طرح شکست ہوئی کہ میں نے ایسی شکست کے بارے کبھی نہیں سنا۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم قیدی بن گئے ہیں۔ انہوں نے کہا: "ہم انہیں قتل نہ کریں گے حتیٰ کہ ہم انہیں مکہ مکرمہ لے جائیں گے۔ ہم اپنے اور قریش کے مقتولین کے بدلے میں انہیں قتل کریں گے۔ وہ تمہاری طرف آ رہے ہیں۔ وہ اپنے قبائل کے بارے تم سے امن مانگتے آ رہے ہیں۔ وہ اپنے مذہب سے لوٹ رہے ہیں۔ ان کی امان قبول نہ کرنا۔ انہوں نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا ہے تمہیں یاد ہے۔" یہ سن کر سارے مکہ مکرمہ والے چیخ اٹھے۔ انہوں نے کہا: "تمہارے پاس خبر آ گئی ہے۔ یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تم صرف یہ انتظار کر رہے ہو کہ انہیں تمہارے سامنے پیش کیا جائے اور انہیں تمہارے سامنے قتل کیا جائے۔" میں نے انہیں کہا: "میری مدد کرو تا کہ میں اپنے مقروضوں سے مال حاصل کر سکوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میں پہلے وہاں جاؤں تا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کا مالِ

غنیمت خرید سکوں۔اس سے پہلے تاجر وہاں پہنچیں۔“انہوں نے جلدی جلدی مجھے مال نکلوا دیا۔میں اپنی زوجہ کے پاس آیا۔ میں نے اسے کہا: ”شاید میں خیبر جاؤں اور مسلمانوں کا مال خرید لوں اس سے قبل کہ کوئی اور تاجر وہاں جائے۔تم میرا مال مجھے دے دو۔“

مکہ مکرمہ میں یہ خبر پھیل گئی۔مشرکین فرحت و انبساط کا اظہار کرنے لگے۔مکہ مکرمہ کے مسلمان شکستہ دل ہو گئے۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو وہ بیٹھ گئے۔وہ فرطِ غم سے اٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔انہیں خدشہ لاحق تھا کہ لوگ ان کے گھر میں داخل ہو کر انہیں اذیت دیں گے۔انہوں نے دروازہ کھول دینے کا حکم دیا۔وہ لیٹے ہوئے تھے۔انہوں نے قثم کو بلایا وہ رجز پڑھنے لگے۔ان کی آواز بلند تھی تا کہ دشمن ان کی وجہ سے خوشیاں نہ منائیں۔ان کے دروازے پر غمناک، خوشیاں منانے والے، مسلمان مرد و خواتین اور باقی سارے لوگ جمع ہو گئے۔جب مسلمانوں نے انہیں خوش خوش دیکھا تو وہ بھی خوش ہو گئے۔ان کا غم ختم ہو گیا۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا غلام بلایا۔انہوں نے اسے کہا: ”حجاج کے پاس جاؤ اسے کہو کہ عباس کہہ رہا ہے کہ رب تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ کچھ سچ ہو جو تو کہہ رہا ہے۔“ حجاج نے اسے کہا: ”ابوالفضل کو میرا اسلام کہنا اور انہیں کہنا کہ کسی کمرہ میں خلوت میں میرے ساتھ ملاقات کریں۔میں ایسی خبر لے کر آیا ہوں جو انہیں خوش کر دے گی لیکن وہ خبر مخفی رکھنا۔“ غلام حضرت عباس کو خوشخبری دیتا ہوا آیا۔اس نے کہا: ”ابوالفضل! آپ کو بشارت ہو۔“ حضرت عباس خوشی سے اچھل پڑے گویا کہ انہیں کچھ ہوا ہی نہ تھا۔غلام کو گلے لگایا اور اسے آزاد کر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مجھ پر دس غلام آزاد کرنا لازم ہے۔وقتِ ظہر حضرت حجاج رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس آ گئے۔انہوں نے انہیں رب تعالیٰ کا واسطہ دیا کہ وہ اس بات کو تین روز تک چھپائیں گے۔دوسری روایت میں ایک شب و روز کا تذکرہ ہے۔“

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حامی بھر لی۔تو انہوں نے کہا: ”میں اسلام لا چکا ہوں میرا میری بیوی اور لوگوں کے پاس مال تھا۔اگر انہیں میرے اسلام کا علم ہو جاتا تو وہ مجھے بھی عطا نہ کرتے۔میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حالت میں جدا ہوا ہوں کہ آپ خیبر فتح کر چکے تھے۔اس میں سے رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے نکل چکے تھے۔اس میں سے صحابہ کرام کے حصے نکالے جا چکے تھے۔آپ ان کے بادشاہ حیی کی نورِ نظر سے نکاح فرما چکے تھے۔ابن ابی الحقیق مارا جا چکا تھا۔“ جب حضرت حجاج وہاں سے روانہ ہوئے تو یہ ایام حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر بڑے گراں تھے۔جب تین دن گزر گئے۔لوگ خوشیاں منانے میں مصروف تھے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خوبصورت حلہ زیب تن کیا۔عمدہ خوشبو لگائی ہاتھ میں عصا تھاما اور حضرت حجاج کے دروازے پر آئے۔اس پر دستک دی۔ان کی بیوی نے کہا: ”ابوالفضل! کیا آپ اندر نہیں آئیں گے۔“

حضرت عباس: تمہارا خاوند کہاں ہے؟ حضرت حجاج کی زوجہ: وہ فلاں فلاں دن کے جاچکے ہیں۔ ابوالفضل: اللہ تعالیٰ آپ کو غمزدہ نہ کرے۔ جو بات آپ تک پہنچی ہے اس نے ہمیں بھی غمناک کردیا ہے۔" حضرت عباس: ہاں! اللہ تعالیٰ مجھے غمزدہ نہیں کرے گا۔ بخدا! وہی کچھ رونما ہوگا جسے ہم پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کے لیے خیبر فتح کردیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے حصے نکالے جاچکے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت صفیہ کو اپنے لیے منتخب کرلیا ہے۔ اگر تجھے اپنے خاوند سے ضروری کام ہے تو اسے جاملو۔" اس عورت نے کہا: "بخدا! میں آپ کو سچا سمجھتی ہوں۔"

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ قریش کی محافل میں آئے۔ جب وہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: "ابوالفضل! اللہ تعالیٰ آپ کو بھلائی ہی پہنچائے۔ مصیبت کے وقت یہ صبر صرف آپ کو ہی زیبا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہرگز نہیں! مجھے اس ذات والا کی قسم جس کی قسمیں تم اٹھاتے ہو۔ مجھے تو صرف بھلائی ہی پہنچی ہے۔ مجھے حضرت حجاج نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محترم ﷺ کے لیے خیبر فتح کرادیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے حصے نکال دیے گئے ہیں۔ رب تعالیٰ نے اس مصیبت کو مشرکین کی طرف پھیر دیا جو پہلے مسلمانوں کے لیے تھی۔ مسلمان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ انہوں نے انہیں ساری صورت حال بتادی جس سے مسلمان بہت خوش ہوئے۔ مشرکین نے کہا: "اللہ تعالیٰ کا دشمن حجاج بھاگ گیا ہے۔ اگر ہمیں اس کا علم ہوجاتا تو ہم اس سے کسی اور طریقے سے ہی سلوک کرتے۔" کچھ دنوں کے بعد اس خبر کی تصدیق ہوگئی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم خیبر کے سال آپ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ ہمیں مالِ غنیمت میں سونا اور چاندی نہ ملا۔ صرف اونٹ، گائے، سامان اور باغات ملے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے" دشق، نطاۃ اور کتیبہ کے قلعوں کے اموال تقسیم کیے گئے۔ شق اور نطاۃ میں مسلمانوں کے حصے تھے۔ جبکہ کتیبہ سے خمس، حضور اکرم ﷺ کا حصہ، قریبی رشتہ داروں یتیموں اور مساکین کے حصے نکالے گئے۔ ان سے آپ کی ازواجِ مطہرات کے لیے اناج نکالا جاتا تھا۔

اس سے ان فرخندہ فال افراد کا حصہ نکالا گیا جو آپ کے اور اہلِ فدک کے مابین سفارت کا کام کرتے رہے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اس میں تیس وسق جو اور تیس وسق کھجوریں عطا کیں۔ آپ نے خیبر کے اموال کو اہلِ حدیبیہ میں تقسیم کیا خواہ وہ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے تھے یا نہیں۔ ان صحابہ کرام میں سے صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی شرکت نہ کرسکے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے انکا حصہ نکالا جس طرح آپ نے اس غزوہ میں

شرکت کرنے والے کے لیے حصہ نکالا۔ اس کی دو وادیاں تھیں۔ وادی سریرہ، وادی خاص، انہی میں خیبر کو تقسیم کیا گیا۔

نطاۃ اور شق کے اٹھارہ حصے کیے گئے۔ نطاۃ کے پانچ حصے جبکہ شق کے تیرہ حصے کیے گئے۔ شق اور نطاۃ کو اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ کیونکہ صحابہ کرام کے حصوں کی تعداد اتنی تھی ان میں کچھ سوار اور کچھ پیادہ تھے چودہ سو حصے مجاہدین کے لیے تھے۔ دو سو گھوڑے تھے ہر گھوڑے کو دو حصے دیے گئے۔ سوار کو ایک حصہ ملا۔ ہر پیادے کو ایک حصہ ملا۔ تمام حصوں کا ایک ابتدائی حصہ تھا۔ جہاں سو افراد جمع تھے۔ اس طرح یہ اٹھارہ حصے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک حصہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے لیے ایک حصہ تھا۔ پھر آپ نے کتیبہ کو تقسیم فرمایا۔ اس کی وادی خاص کو اپنے قریبی رشتہ داروں امہات المؤمنین، مسلمان مردوں اور عورتوں میں تقسیم کیا۔

ابو داؤد نے حضرت سہل بن ابی خثمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ آپ کے نائبین اور خواص کے لیے تھا۔ دوسرا جو مسلمانوں کے لیے تھا۔ آپ نے اسے ان میں اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا۔ حضرت بُشیر بن یسار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ نے خیبر فتح فرمالیا تو اسے چھتیس حصوں میں تقسیم کیا، ہر حصے میں ایک سو حصے رکھے۔ اس کا نصف آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے تھا۔ جبکہ دوسرا نصف وفود اور لوگوں کے امور کے لیے تھا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس تقسیم کی نگرانی حضرت جبار بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ دوسری شخصیت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تھی۔ وہ حساب لگا کر تقسیم کرتے تھے۔ ابن اسعد نے لکھا ہے" آپ نے حکم دیا تو مالِ غنیمت کو جمع کر دیا گیا۔ آپ نے حضرت فروہ بن عمرو فیاضی کو اس کا نگران مقرر کیا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو اس کے پانچ حصے کیے گئے۔ ایک حصہ پر" اللہ" لکھا گیا۔ دیگر حصوں پر کچھ نہ لکھا گیا۔ سب سے پہلے آپ کا حصہ نکالا گیا۔ اسے بقیہ حصوں میں شامل نہ کیا گیا۔ چار حصوں کو فروخت کرنے کے لیے کہا گیا۔ حضرت فروہ نے انہیں فروخت کیا اور انہیں صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا۔ شمار کرنے کا فریضہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ انہوں نے چودہ سو حصے شمار کیے۔ دو سو گھوڑے تھے۔ مالِ غنیمت کے اٹھارہ حصے کیے گئے۔ ہر سو کا حصہ جمع کیا گیا۔ گھوڑوں کے لیے چار سو حصے تھے۔ جو خمس آپ کے حصہ میں آیا آپ ان سے اسلحہ اور کپڑے خریدتے۔ اپنے اہلِ بیت کو عطا کرتے۔ بنو مطلب کے افراد کو بخشتے۔ خواتین یتامیٰ اور سائلوں کو دیتے پھر انہوں نے تذکرہ کیا کہ آپ نے اہلِ دوس، اشعری اور حبشہ سے آنے والے صحابہ کرام کے لیے حصے نکالے لیکن انہوں نے ان حصوں کی کیفیت بیان نہیں کی کہ یہ کیسے نکالے گئے۔

"العیون" میں ہے" مالِ غنیمت کے اٹھارہ سو حصے کیے گئے اہلِ حدیبیہ چودہ سو تھے۔ دو سو گھوڑوں کے حصے چار سو

تھے۔تو پھر مذکورہ بالا صحابہ کرام نے کہاں سے حصے لیے؟ابن اسحاق نے جو ذکر کیا ہے کہ شق،نطاۃ اور کتیبہ کے اموال تقسیم کیے گئے۔کیونکہ یہ تینوں قلعے طاقت سے فتح کیے گئے تھے۔جبکہ وطیح اور سلالم کو آپ نے مسلمانوں کے امور کے لیے وقف کر دیا تھا۔اس وقت حضرت موسیٰ بن عقبہ کے قول کو ترجیح دی جائے گی کہ بعض خیبر صلح کے ساتھ فتح ہوا تھا۔ان صحابہ کرام کو وہاں سے حصے دیے گئے تھے۔آپ کا اہلِ حدیبیہ سے اس ضمن میں مشورہ ان کے حقوق سے دستبردار ہونے کے لیے نہیں تھا۔یہ عام مشورہ تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ (آلِ عمران:۱۵۹)

ترجمہ: ''اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں۔''

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''مجھے ایک توشہ دان ملا جو چربی سے بھرا ہوا تھا۔میں نے کہا:''میں اس میں سے کسی کو کچھ نہ دوں گا۔''میں نے دیکھا تو مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آئے مجھے آپ سے حیاء آئی۔میں اسے اٹھا کر اپنے کجاوے اور ساتھیوں کے پاس لے آیا۔مجھے مالِ غنیمت کا نگران ملا اس نے اس کا کنارا پکڑا اور کہا:''ادھر لے آؤ حتیٰ کہ ہم اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔''میں نے کہا:''نہیں! بخدا! میں یہ تمہیں نہیں دوں گا۔''وہ مجھ سے توشہ دان چھیننے لگا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حالت میں دیکھ لیا۔آپ مسکرانے لگے۔پھر نگران سے کہا:''تیری خیر!اسے چھوڑ دے۔''اس نے چھوڑ دیا۔میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا ہم نے اس میں سے کھایا۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت لقیم رضی اللہ عنہ کو مرغی اور پالتو پرندے عطا کیے۔

خواتین اور غلاموں کے لیے حصے

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس غزوہ میں عفت مآب صحابیات نے بھی شرکت کی تھی۔آپ نے انہیں مالِ فئے میں سے کچھ عطا کیا۔مالِ غنیمت میں سے حصہ نہ نکالا۔

ابن اسحاق،امام احمد اور امام ابوداؤد نے بنوغفار کی ایک عورت سے روایت کیا ہے۔اس نے کہا:''میں بنوغفار کی خواتین کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ان خواتین نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!ہم چاہتی ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلیں۔ہم زخمیوں کا علاج کریں گی۔مسلمانوں کی اعانت کریں گی۔جتنی ہم میں استطاعت ہے۔'' آپ نے فرمایا:''رب تعالیٰ کی برکت کے ساتھ نکلو۔''ہم آپ کے ساتھ روانہ ہوئیں۔جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے مالِ فئے میں

سے ہمیں حصہ دیا۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں خیبر کی طرف آپ کی معیت میں روانہ ہوا۔ میرے ہمراہ میری زوجہ بھی تھیں۔ وہ حاملہ تھیں۔ رستہ میں بچہ پیدا ہو گیا۔ میں نے آپ کو عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے کھجوریں بھگو دو۔ جب وہ اچھی طرح تر ہو جائیں تو اسے پینے کا حکم دو۔" میں نے اسی طرح کیا۔ میری زوجہ نے کوئی ناپسندیدہ امر نہ دیکھا۔ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے خواتین کو عطا کیا۔ ان کے لیے حصے نہ نکالے میری بیوی اور بچے کو بھی عطا کیا۔

ابوداؤد نے ابواللحم کے غلام حضرت عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں اپنے آقا کے ساتھ خیبر میں شریک ہوا۔ انہوں نے میرے بارے آپ سے بات کی۔ آپ کے حکم سے مجھے تلوار حمائل کرادی گئی۔ میں اسے کھینچ رہا تھا۔ آپ کو بتایا گیا کہ میں غلام ہوں۔ آپ نے مجھے سامان میں سے کچھ عطا کیا۔

شہداء

اس غزوہ میں درج ذیل مسلمان شہید ہوئے۔ اسلم حبشی چرواہا، انیف بن حبیب، انیف بن واثلہ، اوس بن جبیر، اوس بن فائذ، اوس بن قتادہ انصاری، بشر بن براء، ثابت بن اثلہ، ثقف بن عمرو، حارث بن حاطب، ربیعہ بن اکثم، رفاعۃ بن مسروح، سلم بن ثابت، طلحہ بن یحییٰ، عامر بن الاکوع، عبداللہ بن ابی امیہ، عبداللہ بن ھبیب، عدی بن مرہ، عروہ بن مرہ، عمارۃ بن عقبہ، فضیل بن نعمان، بشر بن منذر، محمود بن مسلمہ، مدعم الاسود، مرہ بن سراقہ، مسعود بن ربیعہ، مسعود بن سعد، ابوسفیان بن حارث اور ابوضیاح رضی اللہ عنہم۔

امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی آپ کی خدمت میں آیا۔ وہ آپ پر ایمان لایا اور آپ کی اتباع کی۔ اس نے عرض کی: "میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔" آپ نے اسے ایک صحابی کے سپرد کیا۔ جب آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تو اس کا حصہ نکالا۔ وہ ان کی سواریاں چراتا تھا جب وہ آیا تو انہوں نے اس کا حصہ دیا۔ اس نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" اس نے کہا: "یہ تمہارا حصہ ہے جو تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا کیا ہے۔ اس نے وہ لیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس نے عرض کی: "یہ کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ تیرا حصہ ہے۔" اس نے عرض کی: "میں نے اس کے لیے آپ کی اتباع تو نہیں کی تھی۔ میں نے تو اس لیے اتباع کی تھی کہ میرے یہاں تیر لگے۔" اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ میں شہید ہو کر جنت میں جاؤں۔" آپ نے فرمایا: "اگر تم سچ بول رہے ہو تو رب تعالیٰ تمہاری تصدیق کر دے

گا۔" پھر وہ دشمن کے لیے نکلے۔ اسے اٹھا کر بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا گیا۔ اس کے اسی جگہ تیر لگا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ آپ نے پوچھا: "یہ وہی اعرابی ہے۔" عرض کی گئی: "ہاں" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے اس کی تصدیق کر دی۔" آپ نے اسے اپنے جبے میں کفن دیا۔ پھر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ نے یہ دعا مانگی۔ "مولا! یہ تیرا بندہ ہے تیرے بندے کا بیٹا ہے یہ تیرے رستے میں ہجرت کرتے ہوئے نکلا۔ یہ شہید ہو گیا ہے۔ مولا! میں اس پر گواہ ہوں۔"

اس غزوہ میں یہودیوں کے ۹۳ آدمی کام آئے۔

غزوہ وادی القریٰ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غروبِ آفتاب کے ساتھ وہاں پہنچے۔" علامہ بلاذری نے لکھا ہے: "حضور اکرم ﷺ غزوۂ خیبر کے بعد وادی القریٰ تشریف لائے۔ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے طاقت سے اسے فتح فرمالیا۔ رب تعالیٰ نے آپ کو مالِ غنیمت عطا فرمایا۔ مسلمانوں کو بہت سا ساز و سامان ملا۔ اس سے آپ نے خمس نکالا۔ زمین اور نخلستانوں کو یہودیوں کے پاس ہی رہنے دیا۔ ان پر وہی شرائط عائد کیں جو اہلِ خیبر پر عائد کیں تھیں۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے "جب آپ خیبر سے واپس تشریف لائے۔ صہباء پہنچے تو برمہ کے رستے روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ وادی القریٰ پہنچے۔ آپ نے وہاں کے یہود کا ارادہ کیا۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"ہم آپ کی معیت میں خیبر سے وادی القریٰ آئے۔ رفاعہ بن زید نے آپ کو سیاہ فام غلام بطور ہدیہ دیا تھا۔ اس کا نام مدعم تھا۔ وہ آپ کی سواری تیار کرتا تھا۔ جب ہم وادی القریٰ پہنچے تو ہم یہود کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔ عرب کے لوگ ان کی طرف مائل تھے۔ مدعم آپ کا کجاوہ اتار رہا تھا۔ حتیٰ کہ یہودیوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ ہم تیار نہ تھے وہ اپنے ٹیلوں پر چلا رہے تھے۔ ایک تیر آیا اور مدعم کے پیوست ہو گیا۔ اس نے اسے قتل کر دیا۔ صحابہ کرام نے کہا: "اسے جنت مبارک ہو" آپ نے فرمایا: "ہرگز نہیں! مجھے ذاتِ والا کی قسم جس نے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ اس نے وہ چادر جو خیبر کے روز لی تھی۔ جو اس کے حصے کی نہ تھی وہ اس پر آگ بھڑکاتی رہے گی۔" جب لوگوں نے یہ سنا تو وہ آپ کی خدمت میں ایک تسمہ اور دو تسمے پیش کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "آگ میں سے ایک تسمہ یا آگ میں سے دو تسمے"

آپ نے صحابہ کرام کو قتال کے لیے تیار کیا۔ ان کی صف بندی فرمائی۔ ایک پرچم حضرت سعد بن عبادہ کو دوسرا حضرت خباب بن منذر کو اور تیسرا حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ ایک پرچم حضرت عباد بن بشر کو دیا۔ پھر یہودیوں

کو اسلام کی طرف بلایا انہیں بتایا کہ اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کے اموال اور خون محفوظ ہو جائیں گے۔ ان کا حساب رب تعالیٰ پر ہوگا۔" ان میں سے ایک شخص نے دعوت مبارزت دی۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرے نے دعوت مبارزت دی تو انہوں نے اسے بھی موت کا جام پلا دیا۔ پھر تیسرے نے دعوت مبارزت دی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ایک اور للکارتا ہوا آیا تو حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ سے اسے مار دیا۔ ایک اور نے ھل من مبارز کہا تو حضرت ابو دجانہ نے اسے بھی واصل جہنم کر دیا۔ حتیٰ کہ ان کے گیارہ افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ جب بھی ان کا کوئی فرد قتل ہوتا۔ آپ بقیہ کو اسلام کی طرف دعوت دیتے۔ نمازِ عصر کا وقت ہوگیا۔ آپ نے صحابہ کرام کو عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر واپس آ کر انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ شام تک جہاد کیا۔ صبح طلوعِ آفتاب سے قبل آپ نے اسے طاقت سے فتح کر لیا۔ ان کے اموال بطورِ مالِ غنیمت ملے۔ بہت سا ساز و سامان ملا۔ آپ نے وہاں چار روز تک قیام کیا۔ مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ زمین اور نخلستان یہودیوں کے لیے چھوڑ دیے۔ اس پر ان سے معاہدہ کیا۔

بلاذری نے لکھا ہے" آپ نے حضرت عمرو بن سعید بن عاص کو اس کا نگران بنایا۔ آپ نے حضرت جمرۃ بن ھودۃ کو جاگیر عطا کی۔

رستہ میں آپ کا استراحت فرما ہونا

امام مسلم، ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خیبر اور وادی القریٰ کے غزوات سے فارغ ہو کر آپ واپس تشریف لا رہے تھے۔ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر آپ رات بھر چلتے رہے۔ صبح سے کچھ دیر قبل آپ نیچے اترے۔ آپ نے فرمایا: "کیا کوئی صالح شخص ہے۔ جو بیدار رہے۔ ہمیں فجر کے بارے بتا دے شاید کہ ہم سو جائیں۔" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں یہ فریضہ سرانجام دیتا ہوں آپ نیچے تشریف لائے۔ حضرت بلال کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ اتنے نوافل پڑھے جتنے رب تعالیٰ نے چاہا پھر اپنے اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا دی۔ مشرق کی طرف منہ کر طلوع فجر کا انتظار کرنے لگے۔ نیند کا غلبہ ہوا وہ بھی سو گئے۔ آپ کو اور صحابہ کرام کو سورج کی شعاعوں نے جگایا۔ سب سے پہلے آپ ہی بیدار ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "بلال! تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔" انہوں نے عرض کی: "مجھے بھی اس چیز نے آلیا جس نے آپ کو آلیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "تم نے سچ کہا ہے۔" پھر آپ نے اپنا اونٹ اٹھایا۔ تھوڑا سا آگے لے گئے۔ اونٹ بٹھایا۔ وضو کیا۔ صحابہ کرام نے بھی وضو کیا۔ حضرت بلال کو حکم دیا۔ انہوں نے نماز قائم کی۔ فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: "جب نماز بھول جاؤ تو جب یاد آجائے تو اسے پڑھ لو۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾ (طٰہٰ: ۱۴)

ترجمہ: "اور ادا کیا کرو نماز مجھے یاد کرنے کے لیے۔"

مدینہ طیبہ میں جلوہ نمائی

صحاح ستہ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے ایک وادی کو دیکھا انہوں نے باآواز بلند کہا: "الله اکبر. الله اکبر لا اله الا الله" آپ نے فرمایا: "ذرا آہستہ! اپنے آپ پر رحم کرو۔ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں بلا رہے تم سمیع، قریب کو بلا رہے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے۔" میں آپ کے پیچھے آپ کی سواری پر تھا۔ آپ نے سماعت کیا۔ میں یہ ورد کر رہا تھا۔ "لا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم" آپ نے فرمایا: "عبد اللہ بن قیس!" میں نے عرض کی: "لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار!" آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ کے بارے نہ بتاؤں۔" میں نے عرض کی: "ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے والدین آپ پر نثار!" آپ نے فرمایا: "لا حول ولا قوۃ الا بالله"

رات کے وقت آپ جرف تشریف لے گئے۔ آپ نے منع فرمایا کہ کوئی رات کے وقت اہلِ خانہ کے پاس نہ جائے۔ ایک شخص گیا۔ اس نے اپنے گھر دستک دی۔ اس نے ناپسندیدہ امر دیکھا۔ اس نے اس کا رستہ چھوڑ دیا۔ مگر اپنی زوجہ سے جدا نہ ہونا چاہا اس کی اس میں سے اولاد بھی تھی۔ وہ اس سے پیار کرتا تھا۔ اس نے آپ کی نافرمانی اور ناپسندیدہ امر دیکھ لیا۔

جب آپ نے کوہِ احد کو دیکھا تو فرمایا: "یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ مولا! میں مدینہ طیبہ کی دو سنگلاخ چٹانوں کے درمیانی حصہ کو حرم بناتا ہوں۔"

انصار کو املاک کی واپسی

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب مہاجرین مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آئے تو وہ خالی ہاتھ تھے۔ جبکہ انصار زمینوں اور باغات کے مالک تھے۔ انصار نے کہا کہ وہ اپنے نصف پھل ہر سال مہاجرین کو پیش کریں گے۔ انہوں نے انہیں کام اور مشقت سے روک دیا۔ حضرت انس کی والدہ ماجدہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھجوروں کے چند درخت پیش کیے۔ آپ نے وہ درخت حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو عنایت کر دیئے تھے۔ جب آپ اہلِ خیبر سے فارغ

ہوئے۔ مدینہ طیبہ تشریف لائے مہاجرین نے انصار کے اموال واپس کر دیے جو انہوں نے انہیں دیے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے میری امی جان کو بھی کھجوروں کے درخت واپس کر دیے۔" دوسری روایت میں ہے: "میں نے آپ سے التجاء کی تو آپ نے وہ درخت مجھے عطا کر دیے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں انہوں نے میرے گلے میں کپڑا ڈال لیا وہ کہنے لگیں" بخدا! ہرگز نہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ مجھے آپ نے یہ درخت دیے تھے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ام ایمن چھوڑو میں تمہیں اتنے درخت دوں گا۔" وہ کہتی رہیں۔ "نہیں! مجھے اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔" آپ فرماتے رہے: "تمہارے لیے اتنے درخت! تمہارے لیے اتنے درخت! حتیٰ کہ آپ نے انہیں ان سے دس گنا درخت عطا کر دیے۔"

حضرت کعب بن مالک کے اشعار

و نحنُ وردنا خیبرا و فروضۃ　　　بکل فتیً عاری الاشاجع مذود

ترجمہ: "ہم نے خیبر اور اس کی گھاٹیوں پر ایسے جوانوں سے پیاس بجھائی جن کے ہاتھوں کی رگیں ابھری ہوئی نہ تھیں۔ وہ ہر قسم کی برائی کو روکنے والے تھے۔"

جواد لدی الغایات لا واهن القوی　　　جری علی الاعداء فی کل مشهد

ترجمہ: "وہ سپہ سالار حصولِ مقاصد میں سخی ہیں۔ کمزور طاقت کے مالک نہیں۔ وہ ہر میدان میں دشمن پر جری ہیں۔"

عظیمُ رَمادِ القدر فی کل شَتوۃٍ　　　ضروبٌ بنصل المشرفی المُهنّدِ

ترجمہ: "اس آگ کی راکھ بہت کثیر ہوتی ہے جو ان کی ہنڈیاں کے نیچے جلائی جاتی ہے ہر جنگ کے موسم میں مشرفی ہندی تلواروں کی دھار سے ضربیں لگاتے ہیں۔"

یری القتل مدحا ان اصاب شهادۃً　　　من اللہ یرجوها وفوزًا باحمد

ترجمہ: "اگر راہِ خدا میں انہیں شہادت نصیب ہو جائے تو وہ اسے اپنے لیے قابل شرف سمجھتے ہیں۔ وہ رب تعالیٰ سے اس کی امید رکھتے ہیں کہ وہ حضور انور ﷺ کے ساتھ کامران ہو جائیں۔"

یذودُ و یحمی عن ذمار محمد　　　و یدفع عنه باللسان و بالید

ترجمہ: "وہ آپ کا دفاع کرتے ہیں۔ آپ کے حقوق کی حمایت کرتے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ اور زبان سے آپ سے اذیت دور کرتے ہیں۔"

و ینصُرہٗ من کل امر یریبُہٗ　　یجودُ بنفسٍ دونَ نفسِ محمدٍ

ترجمہ: ”وہ ہر ایسے امر میں آپ کی مدد کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جو آپ کے لیے پریشانی کا باعث ہو وہ آپ پر اپنی جان بھی نثار کر دیتے ہیں۔“

یصدق بالانبارِ بالغیب مُخلِصًا　　یریدُ بذاك العِزَّ والفوز فی غدٍ

ترجمہ: ”وہ اخلاص کے ساتھ غیب کے ساتھ انبیاء کرام ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے ذریعے وہ روزِ حشر کامرانی اور عزت کے خواہاں ہیں۔“

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

بئسَ ما قاتلت خیابِرُ عَمَّا　　جَمَّعُوْا مِنْ مَزارِعٍ و نخیلِ

ترجمہ: ”اس چیز کے بارے جسے اہلِ خیبر نے کھیتوں اور باغات میں سے جمع کر رکھا تھا انہوں نے کتنی بری جنگ کی۔“

کرھوا الموتَ فاستبیعَ حِمَاھم　　وَاقَرُّوا فِعل اللَّئِمِ الذلیلِ

ترجمہ: ”انہوں نے موت ناپسند کی۔ ان کی چراگاہ حلال کر دی گئی۔ انہوں نے ایسے شخص کا عمل کیا جو ذلیل و کمینہ ہو۔“

اَمِنَ الموتِ تھربونَ فَاِنَّ الموتَ　　موتُ الھُزالِ غیرُ جمیلِ

ترجمہ: ”یہ تم موت سے راہِ فرار اختیار کرتے ہو کمزوری کی موت پسند نہیں کی جاتی۔“

تنبیہات

1. خیبر۔ یہ اس زمین کا نام ہے جو قلعوں اور کھیتوں پر مشتمل تھی۔ وہاں کثیر کھجوریں تھیں۔ یہ مدینہ طیبہ سے تین روز کی مسافت پر ہے۔ خیبر یہودیوں کی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی قلعہ ہے۔ لہٰذا اسے خیابر بھی کہا جاتا ہے۔ ابوسعد نیشاپوری نے لکھا ہے کہ اسے جبلہ بن جوال نے آباد کیا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق اسے اس شخص نے آباد کیا جو سب سے پہلے یہاں آیا۔ وہ یثرب کا بھائی خیبر تھا۔ یہ دونوں قانیۃ بن مہلا ئیل کے بیٹے تھے۔ وہ عاد کا بھائی تھا۔ بعض آئمہ نے ذکر کیا ہے کہ اس کا بعض حصہ طاقت اور بعض حصہ صلح سے فتح ہوا۔ اس سے مختلف روایات کو جمع کیا جا

سکتا ہے۔امام مالک سے روایت ہے کہ کتیبہ میں چالیس ہزار کھجوروں کے درخت تھے۔
یہاں بہت زیادہ کھجوریں پیدا ہوتی تھیں۔حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و انا و من یھدی العقائد نحونا كمستبضع تمرا الی اھل خیبر

ترجمہ: "ہم اور ہماری طرف قصائد بھیجنے والا اسی طرح ہے۔جس طرح کوئی تاجر خیبر بیچنے کے لیے کھجوریں لے جائے۔"

امام بخاری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا: "اب ہم سیر ہو کر کھجوریں کھائیں گے۔" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "ہم نے سیر ہو کر کھجوریں نہ کھائیں حتیٰ کہ خیبر فتح ہو گیا۔"

خیبر بخار کی کثرت کی وجہ سے معروف تھا۔ایک اعرابی اپنے اہل وعیال کے ساتھ خیبر آیا۔اس نے کہا:

قلت لحمی خیبر استقری هاك عیالی فاجهدی وجدی
و باکری بصالب و ورد اعانك الله علی ذالجند

ترجمہ: "میں نے خیبر کے بخار سے کہا آؤ اور میرے اہلِ خانہ کی ضیافت کرو خوب کوشش اور جدو جہد کرو۔ صالبہ اور وِرد کے پاس جلدی پہنچو۔اللہ تعالیٰ لشکر والے کے خلاف تمہاری مدد کرے۔"

اسے بخار ہوا۔وہ مر گیا اس کے عیال زندہ رہے۔ابو عبید البکری نے اپنے معجم میں لکھا ہے کہ شق میں ایک چشمہ تھا جسے الحمۃ کہا جاتا تھا۔آپ نے اس کا نام قسمۃ الملائکۃ رکھا۔اس کے پانی کا دو ثلث ایک ندی میں اور ایک ثلث دوسری ندی میں جاتا تھا۔حالانکہ رستہ ایک ہی تھا۔یہ آپ کے عہد ہمایوں سے لے کر آج تک رواں ہے۔اگر اس میں تین لکڑیاں یا تین کھجوریں پھینکی جائیں دو چیزیں اس ندی میں چلی جاتیں جس میں دو ثلث پانی جاتا تھا۔ایک چیز اس ندی میں چلی جاتی جس میں ایک ثلث پانی جاتا تھا۔کوئی شخص اس ندی میں ایک ثلث سے زائد پانی نہیں لے جا سکتا اگر کوئی آدمی کھڑا ہو جائے تاکہ دو ثلث پانی کو دوسری ندی میں ڈال دے تو پانی اس پر غلبہ پا کر بہ نکلتا ہے۔وہ دوسری ندی میں ثلث سے زائد پانی نہیں لے جا سکتا۔خیبر ہی قلعوں پر مشتمل تھا۔

یہ غزوہ کس سال رونما ہوا؟ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب آپ روانہ ہوئے تو سات ہجری تھی اور محرم کے کچھ دن باقی تھے۔آپ نے دس سے زائد راتوں تک اس کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اسے فتح کر دیا۔یہ فتح صفر میں ہوئی تھی۔

ابن اسحاق نے مسور اور مروان سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حدیبیہ سے واپس تشریف لائے۔ مکہ اور مدینہ کے مابین سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ اس میں رب تعالیٰ نے اس فرمان کے ساتھ آپ کو خیبر عطا کر دیا۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (الفتح:۲۰)

ترجمہ: "(اے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ) اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا جنہیں تم اپنے وقت پر حاصل کرو گے۔ پس جلدی دے دی ہے تمہیں یہ (صلح)"

آپ ذوالحجۃ میں مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ محرم میں خیبر کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں تقریباً بیس راتیں بسر فرمائیں۔ پھر خیبر کی طرف تشریف لے گئے۔ ابن عائذ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حدیبیہ سے واپسی پر صرف دس راتیں بسر کیں تھیں۔ سلیمان تیمی نے پندرہ دن کا قول کیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "خیبر کی فتح چھ ہجری کو رونما ہوئی تھی۔ لیکن جمہور علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ سات ہجری کو رونما ہوا تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے "یہی قول راجح ہے۔ ان اقوال کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ جس نے چھ ہجری کا قول کیا ہے۔ اس نے ہجرت کی ابتداء ربیع الاول سے کی ہے۔" ابن حزم نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ربیع الاول میں رونما ہوا تھا۔"

◆ الحافظ نے لکھا ہے کہ امام واقدی اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ جمادی الاولیٰ میں رونما ہوا تھا۔ واقدی کے مغازی میں مَیں نے دیکھا ہے کہ یہ غزوہ صفر میں رونما ہوا تھا۔ ایک قول ربیع الاول کا ہے۔ لیکن عجیب روایت وہ ہے جسے ابن سعد اور ابن شیبہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو رمضان المبارک کے اٹھارہ روز گزر چکے تھے۔" اس کی سند حسن ہے۔ مگر یہ لغزش ہے شاید یہ غزوۂ حنین کے تذکرہ میں ہے۔ میں نے غور کیا تو علم ہوا کہ غزوۂ حنین فتح مکہ کے فوراً بعد ہوا تھا۔ فتح مکہ کے لیے آپ رمضان المبارک میں عازم سفر ہوئے تھے۔ شیخ ابوحامد نے لکھا ہے "یہ غزوہ پانچ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ لیکن یہ وہم ہے۔ شاید یہ خندق سے خیبر کی طرف منتقل ہونا ہو۔ بعض علماء نے جواب دیا ہے کہ انہوں نے "سال" کا لفظ حذف کر دیا یعنی قطع نظر غزوہ کے سال کے۔

◆ فتح خیبر کے بارے اختلاف ہے کہ یہ طاقت سے یا صلح سے فتح ہوا تھا؟ امام بخاری نے عبدالعزیز بن صہیب کی روایت میں لکھا ہے: "یہ صراحت ہے کہ یہ طاقت سے فتح ہوا تھا۔ ابوعمر نے یہی لکھا ہے۔ انہوں نے اس کا رد کیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ صلح سے فتح ہوا تھا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ شبہ اس لیے وارد ہوا ہے کہ جس نے کہا ہے کہ یہ صلح

سے فتح ہوا اسے ان دو قلعوں کی وجہ سے شبہ پڑا۔ جن کے باشندوں نے سر تسلیم خم کر کے اپنے خون محفوظ کر لیے تھے۔ یہ صلح کی ایک قسم ہے لیکن یہ محاصرۃ ہی کی وجہ سے تھا۔"

الحافظ نے لکھا ہے: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کی وجہ سے یہ شبہ وارد ہوتا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خیبر سے جہاد کیا کھجوروں پر غلبہ پا لیا آپ نے ان کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ وہ وہاں سے جلاوطن ہو جائیں گے۔ سونا، چاندی اور اسلحہ آپ کا ہوگا۔ ان کے لیے وہی کچھ ہوگا جو سواریاں اٹھا سکیں گی۔ نیز وہ آپ سے کچھ نہ چھپائیں گے نہ کچھ غائب کریں گے۔" اس روایت کے آخر میں ہے" آپ نے ان کی خواتین اور اولاد کو قیدی بنا لیا کیونکہ انہوں نے عہد توڑا تھا۔ ان کے اموال تقسیم کر دیے۔ انہیں جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے کہا:" آپ ہمیں اس زمین میں چھوڑ دیں۔ ہم یہاں کاشت کاری کریں گے۔ اس کی اصلاح کریں گے۔" اس شرط پر صلح ہوگئی۔ جب نقص پیدا ہوا تو صلح بھی ختم ہوگئی۔ پھر آپ نے انہیں قتل نہ کیا۔ زمین پر بطور عامل کام کرنے پر لگا یا۔ اس میں ان کی ملکیت نہ تھی۔ اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جلاوطن کر دیا تھا۔ اگر انہوں نے اپنی سرزمین پر صلح کی ہوتی تو اس سے جلاوطن نہ ہوتے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کا بعض حصہ طاقت سے اور بعض حصہ صلح سے فتح ہوا تھا۔

◆ ۵ الاُصیلی نے لکھا ہے کہ آپ کا نماز سے سو جانے کا واقعہ غزوۂ حنین میں پیش آیا تھا۔ غزوۂ خیبر میں نہیں خیبر کا تذکرہ خطاء ہے۔ ابو الولید باجی اور ابو عمر کا بھی یہی مؤقف ہے۔

◆ ۶ زینب بنت حارث جس نے بکری میں زہر ملایا تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا یا کہ اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں لکھا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ معمر نے لکھا ہے کہ لوگ اس کے قتل کا قول کرتے ہیں۔ سلیمان تیمی نے اس عورت کا یہ قول لکھنے کے بعد اس کے اسلام کا مؤقف اپنایا ہے۔" اگر آپ جھوٹے ہیں تو لوگ آپ سے نجات پالیں گے۔ اب میرے لیے عیاں ہو چکا ہے کہ آپ سچے ہیں۔ میں آپ کو اور حاضرین کو گواہ بناتی ہوں کہ میں آپ کے دین پر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔" جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے اس سے درگزر فرمایا۔

لیکن امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اس سے تعرض نہ کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اسے سزا نہ دی۔ ابن سعد نے متعدد اسانید سے لکھا ہے کہ آپ نے اس عورت کو حضرت

بشر بن براء کے رشتہ داروں کے سپرد کیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ محمد بن عمر نے اس روایت کو زیادہ ثابت لکھا ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ زیادہ احتمال یہ ہے کہ شاید پہلے آپ نے اسے چھوڑ دیا ہو۔ جب حضرت بشر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا ہو تو آپ نے اسے قتل کر دیا ہو۔ امام سہیلی نے بھی یہی جواب دیا ہے۔ اور یہ اضافہ کیا ہے" آپ نے اسے چھوڑ دیا کیونکہ آپ اپنے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے۔ جب حضرت بشر کا وصال ہو گیا تو قصاص میں اسے بھی قتل کر دیا۔"

الحافظ نے لکھا ہے "یہ احتمال بھی ہے کہ پہلے آپ نے اسے ترک کر دیا ہو۔ کیونکہ وہ اسلام لے آئی تھی۔ جب حضرت بشر کا وصال ہو گیا ہو تو اسے قتل کر دیا گیا ہو۔ کیونکہ ان کے وصال کے بعد ہی قصاص کا وجوب متحقق ہو سکتا تھا۔ ابو سعد نیشاپوری نے لکھا ہے کہ آپ نے اسے قتل کرنے کے بعد مصلوب کر دیا تھا فاللہ اعلم۔"

- سنن ابی داؤد میں ہے کہ وہ مرحب کی بہن تھی۔ امام سہیلی کا بھی یہی قول ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ وہ مرحب کی بھتیجی تھی۔ امام زہری کا یہی قول ہے۔
- اگر یہ کہا جائے کہ اس زہر والی روایت اور اس آیت طیبہ کو کیسے جمع کیا جا سکتا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط (المائدہ:٦٧)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں کے شر سے۔"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت طیبہ تبوک کے سال نازل ہوئی۔ جبکہ یہ واقعہ غزوۂ خیبر میں پیش آیا۔

- آپ نے کتنی دیر وہاں قیام کیا؟ الطبرانی نے اوسط میں لکھا ہے کہ آپ نے وہاں چھ ماہ قیام کیا۔ آپ جمع بین الصلاتین کرتے رہے۔ امام بیہقی نے چالیس دن کا قیام کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

❀❀❀❀

پچیسواں باب

غزوہ ذات الرقاع

اسے غزوہ محارب یا غزوۂ بنی ثعلبہ بھی کہتے ہیں۔اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص جلب سے مدینہ طیبہ آیا۔اہلِ مدینہ نے اس سے سامان خریدا۔اس نے مسلمانوں سے کہا:"بنو انمار اور بنو سعد بن ثعلبہ تمہارے لیے لشکر جرار جمع کر رہے ہیں۔لیکن میں تمہیں پرسکون دیکھ رہا ہوں۔"یہ خبر آپ تک پہنچی تو آپ نے حضرت ابو ذر الغفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔(ابن اسحاق) یا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا(ابن عمر، ابن سعد، ابن ہشام) آپ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے ہفتہ کی رات تھی۔محرم کے دس روز گزر چکے تھے۔آپ کے ہمراہ چار سو، یا سات سو یا نو سو مجاہدین تھے۔آپ مضیق سے روانہ ہوئے پھر وادیٔ الشقرۃ کی طرف روانہ ہوئے۔وہاں ایک دن قیام کیا۔ہر طرف سرایا بھیجے۔وہ رات کے وقت واپس آئے آپ کو بتایا کہ انہوں نے کسی کو نہیں دیکھا۔آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ عازمِ سفر ہو کر نخل پہنچے۔ان کے بیٹھنے کی جگہوں تک پہنچے وہاں صرف عورتیں ہی تھیں۔انہیں گرفتار کر لیا ان میں ایک خوبصورت لونڈی تھی۔اعرابی پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئے۔وہ مسلمانوں پر جھانک رہے تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے"آپ بنو غطفان کے ایک لشکر سے ملے۔لوگ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔لیکن ان کے مابین قتال نہ ہوا۔ہر دو فریق ایک دوسرے سے ڈرنے لگے۔مسلمانوں کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں مشرک ان پر حملہ نہ کر دیں جبکہ وہ غافل ہوں۔مشرکین کہنے لگے"حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نہ چھوڑیں گے حتیٰ کہ آپ انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکیں گے۔نماز کا وقت قریب آ گیا۔آپ نے صحابہ کرام کو صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"آپ نے نمازِ ظہر پڑھائی مشرکین نے آپ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔انہوں نے کہا:"اب انہیں چھوڑ دو۔اس کے بعد ایک نماز ہے جو انہیں اپنے فرزندوں سے بھی زیادہ پیاری ہے۔"حضرت جبرائیل امین نازل ہوئے آپ کو بتایا۔آپ نے نمازِ عصر صلوٰۃ الخوف پڑھی۔

ابن سعد نے لکھا ہے: یہ پہلی صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی۔پھر آپ مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔آپ نے حضرت جعال بن سراقہ

کو مدینہ طیبہ بھیجا تاکہ وہ اہلِ مدینہ طیبہ کو مسلمانوں کی سلامتی کی بشارت دیں۔ اس مہم میں پندرہ روز صرف ہوئے۔ اس غزوہ میں بہت سے معجزات رونما ہوئے۔ ان میں سے اکثر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیے ہیں۔ امام بزار اور امام الطبرانی نے اوسط میں ان سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع کو غزوہ الاعاجیب بھی کہا جاتا ہے۔

غوث بن حارث کی داستان

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ''ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ذات الرقاع کی طرف سفر کیا۔ جب آپ واپس آئے تو آپ نے ایک ایسی وادی میں دوپہر بسر کی جہاں عضاۃ کے بہت سے درخت تھے۔ آپ نیچے تشریف لائے صحابہ کرام مختلف درختوں کے نیچے بکھر گئے۔ آپ ایک سایہ کے نیچے تشریف لائے۔ اس کے ساتھ تلوار لٹکائی اور آرام فرما ہو گئے۔ آپ نے ہمیں بلایا۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ایک اعرابی آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''میں سویا ہوا تھا۔ اس نے میری تلوار لی۔ میں نے آنکھ کھولی تو یہ تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے اسے سونتا ہوا تھا۔ اس نے مجھے کہا: '' آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ ''میں نے کہا: ''اللہ'' اس نے تین بار اسی طرح کہا۔ میں نے اسے ہر بار یہی جواب دیا۔ اس نے تلوار چھوڑ دی اور بیٹھ گیا۔ آپ نے اسے سزا نہ دی۔

مجنون بچہ

بزار اور الطبرانی نے الاوسط میں اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم غزوۂ ذات الرقاع میں آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب آپ حرۃ واقم پہنچے۔ تو ایک بدوی عورت اپنا بچہ لے کر آپ کی خدمت میں آئی۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے اس بچہ پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے۔'' آپ نے اس بچے کا منہ کھولا اور اس میں لعابِ دہن ڈالا۔ آپ نے فرمایا: ''اے دشمن خدا! دور ہو جا۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔'' آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ پھر فرمایا: ''اپنے بچے کو لے جا۔ اب اسے یہ تکلیف کبھی نہ ہوگی۔''

تین انڈے

محمد بن عمر اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ غزوہ ذات الرقاع میں حضرت عتبہ بن زید حارثی رضی اللہ عنہ شتر مرغی کے تین انڈے لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اس کے گھونسلے سے یہی تین انڈے ملے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جابر! انہیں لے لو۔ انہیں پکاؤ۔'' میں نے انہیں

پکایا اور ایک پیالہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے روٹی تلاش کی مگر مجھے کہیں سے نہ ملی۔ آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روٹی کے بغیر ہی وہ انڈے کھانے لگے۔ حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے۔ انڈے پیالے میں اسی طرح پڑے ہوئے تھے۔ پھر دیگر صحابہ کرام نے بھی انڈے کھائے پھر ہم آگے روانہ ہو گئے۔

شہادت مل گئی

محمد بن عمر، حاکم اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص نے پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا: "کیا اس کے پاس ان کے علاوہ کپڑے نہیں ہیں؟" آپ سے عرض کی گئی: "اس کے پاس دو نئے کپڑے ہیں۔" آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ نئے کپڑے پہن لے۔ جب وہ شخص جانے لگا تو آپ نے فرمایا: "کیا یہ اچھا نہیں ہے؟ اسے کیا ہے رب تعالیٰ اس کی گردن اڑائے۔ اس شخص نے سن لیا اور عرض کیا: 'یارسول اللہ! فی سبیل اللہ" آپ نے فرمایا: 'فی سبیل اللہ' وہ شخص جنگِ یمامہ میں شہید ہو گیا۔

شکایت کناں اونٹ

امام بزار، امام الطبرانی اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غزوہ ذات الرقاع سے واپس آرہے تھے حتیٰ کہ جب ہم مہبط الحرۃ کے مقام تک پہنچے تو ایک اونٹ تیزی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ مجھ سے اپنے مالک کے خلاف مدد مانگ رہا ہے۔ اس کا گمان ہے کہ وہ اتنے سالوں سے اس سے ہل چلاتا رہا۔ وہ اب اسے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ جابر اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔" میں نے عرض کی: "میں تو اسے نہیں جانتا۔" آپ نے فرمایا: "یہ اونٹ تمہیں اس کے پاس لے جائے گا۔ وہ ہمارے سامنے اطاعت گزار بن کر نکلا۔ حتیٰ کہ اپنے مالک کے پاس لے گیا۔ میں اسے آپ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے اس کے ساتھ اونٹ کے بارے گفتگو کی۔

گم شدہ اونٹ مل گیا

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت رقم کی ہے انہوں نے فرمایا: "ایک تاریک رات میں میرا اونٹ گم ہو گیا۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ آپ نے فرمایا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا اونٹ گم ہو گیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "تمہارا اونٹ وہ ہے۔ جاؤ اسے پکڑ لو۔" میں اسی طرف گیا جس طرف آپ

نے اشارہ کیا تھا مگر مجھے اونٹ نظر نہ آیا۔ میں واپس آ گیا۔ پھر آپ نے مجھے اسی طرح فرمایا میں گیا مگر مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ میرے ساتھ گئے حتیٰ کہ ہم اونٹ تک پہنچ گئے۔ آپ نے مجھے پکڑا دیا۔

اونٹ تیز رفتار ہو گیا

امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت رقم کی ہے انہوں نے کہا: "وہ غزوۂ بنی ثعلبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ میں اپنے اونٹ پر سوار تھا۔ وہ سست رو ہو گیا۔ اس نے مجھے تھکا دیا کہ صحابہ کرام مجھ سے آگے نکل گئے۔ میں اس کی گردن پر مارنے لگا حتیٰ کہ آپ میرے پاس سے گزرے۔ آپ نے پوچھا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا یہ اونٹ سست رو ہو گیا ہے۔" آپ نے اپنا اونٹ بٹھایا۔ آپ نے پوچھا: "کیا تمہارے پاس پانی ہے؟" میں نے عرض کی: "ہاں! میں نے پیالے میں پانی حاضر خدمت کیا۔ آپ نے اس میں پھونک ماری۔ پھر اسے اونٹ کے سر، کمر اور پشت پر ڈال دیا۔ آپ نے مجھے فرمایا: "مجھے لاٹھی پکڑاؤ۔ میں نے اپنا ڈنڈا پکڑایا۔ آپ نے اسے مارا۔ پھر فرمایا: "سوار ہو جاؤ۔" میں اس پر سوار ہو کر عازم سفر ہو گیا۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ وہ آپ کے اونٹ کا مقابلہ کرنے لگا۔ میں حیاء کی وجہ سے اسے روک رہا تھا۔ میں آپ سے گفتگو کرنے لگا......

دو درخت، عذاب میں تخفیف، انگلیوں سے پانی رواں، سمندر کا جانور

امام مسلم، ابونعیم، بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ غزوہ ذات الرقاع کا موقع تھا۔ ہم وادیٔ افیح میں اترے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں پانی کا برتن لیے آپ کے پیچھے ہو گیا۔ آپ نے دیکھا مگر آپ کو ایسی چیز نظر نہ آئی جس کی اوٹ میں آپ قضائے حاجت کر سکیں۔ وادی کے کنارے پر دو درخت تھے۔ آپ ان میں سے ایک درخت کی طرف تشریف لے گئے۔ اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ کو پکڑا۔ اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری طرف جھک جاؤ۔" وہ فرمانبردار اونٹ کی طرح جھک گیا جسے اسے ہانکنے والا ہانکتا ہے۔ وہ دوسرے درخت کے قریب آ گیا۔ آپ نے اس کی ایک شاخ پکڑی اور فرمایا: "رب تعالیٰ کے حکم سے میری طرف جھک جا۔" جب وہ دونوں نصف نصف جھک گئیں تو آپ نے انہیں جوڑ کر فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے حکم سے مل جاؤ۔" وہ دونوں مل گئیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں اس اندیشہ سے تیز دوڑتا ہوا آیا کہ آپ کو میرے قدموں کی آہٹ سنائی دے۔

اور آپ اجتناب کر لیں۔ میں بیٹھ گیا۔ میں خود سے باتیں کرنے لگا۔ میں نے صرف ایک نظر ہی دیکھا تو حضور اکرم ﷺ تشریف لا رہے تھے۔ دونوں درخت ایک دوسرے سے جدا ہو چکے تھے۔ ہر ایک اپنے تنے پر کھڑا تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے ذرا سا توقف کیا پھر سر اقدس سے دائیں بائیں اشارہ کیا۔ پھر تشریف لے آئے۔ جب میرے پاس آئے تو فرمایا: "جابر! میرا رفیع مقام دیکھا ہے۔" میں نے عرض کی: "ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "ان درختوں کے پاس جاؤ۔ ان کی ایک ایک شاخ کاٹ کر میرے پاس لاؤ۔ پھر اس جگہ کھڑے ہو کر ایک شاخ دائیں دوسری بائیں گاڑھ دینا۔" حضرت جابر نے کہا: "میں اٹھا۔ میں نے پتھر لیا۔ میں نے اسے توڑا۔ اسے تیز کیا تو وہ تیز ہو گیا۔ ان دونوں درختوں کے پاس گیا ان میں سے ہر ایک کی ایک ایک شاخ توڑی۔ پھر انہیں لے آیا۔ اس جگہ کھڑا ہو گیا۔ جہاں آپ جلوہ افروز تھے۔ ایک شاخ اپنے دائیں اور دوسری بائیں گاڑھ دی۔ میں آپ سے جا ملا۔ میں نے عرض کی۔" میں نے حکم کی تعمیل کی ہے۔" آپ نے فرمایا: "میں دو قبور والوں کے پاس سے گزرا۔ میں نے چاہا کہ میری شفاعت کے طفیل جب تک یہ شاخیں سبز رہیں گی ان کے عذاب میں کمی رہے گی۔" پھر ہم لشکر گاہ میں آ گئے۔

آپ نے فرمایا: "جابر! وضوء کا اعلان کرو۔" میں نے صدا لگائی۔ "ارے وضو! ارے وضو" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کارواں کے پاس پانی کا قطرہ تک نہیں ہے۔ ایک انصاری صحابی حضور والا ﷺ کے لیے مشکیزے میں پانی ٹھنڈا کرتے تھے۔ انہوں نے اسے کھجور کی شاخ سے لٹکا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: "فلاں بن فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ اس کے مشکیزے میں کچھ ہے۔ میں وہاں گیا۔ میں نے دیکھا۔ میں نے پانی کا قطرہ نہ پایا۔ صرف مشکیزہ کی تہہ میں کچھ قطرے تھے۔ اگر میں انہیں انڈیلتا تو وہ خشک ہو جاتے۔ میں آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "جاؤ اور وہ مشکیزہ میرے پاس لے آؤ۔" میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اسے دستِ اقدس میں پکڑا کچھ کلام پڑھا جسے میں نہیں جانتا۔ اپنے دستِ اقدس سے اسے نچوڑا۔ پھر مجھے عطا فرما دیا۔ فرمایا "جابر! کارواں کا پیالہ لے کر آؤ۔" وہ پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ میں نے اسے آپ کے سامنے رکھا۔ آپ نے فرمایا: "اس طرح" آپ نے اپنا دستِ اقدس پیالے میں رکھ دیا۔ مبارک انگلیاں کھول دیں۔ اسے پیالے کے پیندے میں رکھ دیا۔ فرمایا: "جابر! بسم اللہ پڑھ کر یہ پانی انڈیلو۔" میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی مبارک انگلیوں سے نکل رہا تھا۔ حتیٰ کہ پیالہ بھر گیا۔ آپ نے فرمایا: "جابر! اعلان کرو" جسے پانی کی ضرورت ہو آ کر لے جائے۔" لوگوں نے سیراب ہو کر پانی پیا۔ میں نے کہا: "کیا کسی کو پانی کی ضرورت ہے۔" آپ نے پیالہ سے دستِ اقدس اٹھا لیا وہ بھرا ہوا تھا۔

صحابہ کرام نے بھوک کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: "عنقریب رب تعالیٰ تمہیں سمندری مچھلی کھلائے گا۔ ہم ساحل

سمندر پر آئے۔ اس نے ایک جانور باہر پھینکا۔ ہم نے اس پر آگ جلائی اسے پکایا کھایا اور سیر ہو گئے۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں فلاں اور فلاں پانچ افراد اس کی آنکھ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہمیں کسی نے نہ دیکھا۔ حتیٰ کہ ہم باہر نکل آئے۔ ہم نے اس کی ایک پسلی لی۔ اس کو کوس بنایا پھر سب سے بڑا اونٹ منگوایا۔ سب سے بڑا شخص بلایا۔ وہ اس کے نیچے داخل ہوا اس کا سر اس کے ساتھ نہ ٹکرایا۔

ایک پرندے کی حکایت

محمد بن عمر اور ابو نعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تھے۔ ایک صحابی کسی پرندے کا بچہ لے آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس بچے کے والدین یا اس میں سے ایک آیا اس نے خود کو اس شخص کے ہاتھوں پر گرا لیا۔ جس نے اس کا بچہ پکڑا تھا۔ اس پر صحابہ کرام تعجب کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم اس پرندے کی شفقت پر تعجب کر رہے ہو جس کا بچہ تم نے پکڑ لیا ہے۔ اس نے اپنے چوزے پر شفقت کی وجہ سے خود کو گرایا ہے۔ اللہ کی قسم! تمہارا رب تم پر اس پرندے سے زیادہ رحیم ہے۔"

حضرت عباد بن بشر کی نگرانی

ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس غزوہ میں مشرکین کے نخلستان میں آپ کو ایک عورت ملی۔ اس کا خاوند غائب تھا۔ جب وہ آیا تو اسے بتایا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے واپس آ چکے تھے۔ اس کے خاوند نے قسم اٹھائی کہ وہ واپس نہیں آئے گا حتیٰ کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کا خون بہا لے۔ وہ آپ کے پیچھے روانہ ہوا۔ آپ نے ایک ہوا والی رات کو استقبلہ کی وادی میں آرام فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "ہماری نگہبانی کون فرمائے گا؟" حضرت عباد بن بشر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اٹھے اور عرض کی: "ہم آپ کی نگہبانی کریں گے۔ ہوا پرسکون نہیں ہو رہی تھی۔ یہ دونوں صحابی گھاٹی کے منہ میں بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: "رات کا کون سا حصہ تمہیں پسند ہے۔ میں اول حصہ میں کفایت کرتا ہوں۔ تم آخری حصہ میں کفایت کرنا۔" انہوں نے کہا: "میں رات کے ابتدائی حصہ میں نگرانی کروں گا۔" حضرت عمار رضی اللہ عنہ سو گئے۔ حضرت عباد کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ اس عورت کا خاوند دھوکہ دینے کے لیے آیا۔ ہوا تھم چکی تھی۔ جب اس نے حضرت عباد کا جسم قریب سے دیکھا تو اس نے کہا: "اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ قوم کا پیش رو ہے۔" اس نے تیر چڑھایا اور حضرت عباد رضی اللہ عنہ کو دے مارا۔ انہیں تیر لگا۔ انہوں نے تیر نکالا۔ اس نے دوسرا تیر چڑھایا اور دے مارا۔ وہ بھی ان کے لگا۔

انہوں نے وہ تیر نکالا۔وہ رکوع اور سجود کرتے رہے۔جب خون کا غلبہ ہو گیا تو انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا:"اٹھو! میں زخمی ہو گیا ہوں۔" حضرت عمار اٹھے۔جب اس شخص نے عمار کو اٹھتے ہوئے دیکھا تو وہ بھاگ گیا۔حضرت عمار نے فرمایا:"میرے بھائی! جب آپ کو پہلا تیر لگا تو آپ نے مجھے جگا کیوں نہ لیا۔" انہوں نے کہا:"میں سورۃ الکہف پڑھ رہا تھا۔میں نے اسے قطع کرنا مناسب نہ سمجھا حتیٰ کہ میں اس سے فارغ ہو جاؤں۔اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ اس نگرانی میں کوتاہی کر رہا ہوں جس کا حکم مجھے حضور اکرم ﷺ نے دیا ہے تو میں نماز نہ چھوڑتا خواہ اس میں میری جان چلی جاتی۔"

ایک روایت میں ہے کہ یہ تیر حضرت عمار کو لگے تھے محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ تیر حضرت عباد رضی اللہ عنہ کو لگے تھے۔

ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب آپ حرار پہنچے تو وہاں نزولِ اجلال فرمایا۔اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا۔وہاں سارا دن قیام کیا۔رات کے وقت آپ مدینہ طیبہ داخل ہوئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ شہر خوباں میں داخل ہو گئے۔

تنبیہات

1. اس غزوہ کا نام ذات الرقاع کیوں رکھا گیا؟ اس کے سبب میں اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک درخت تھا جس کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا۔دوسرا قول یہ ہے کہ صحابہ کرام کے پاؤں پھٹ گئے تھے۔انہوں نے ان پر کپڑے لپیٹے تھے۔جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ان کے جھنڈوں میں پیوند تھے اس لیے اس غزوہ کو اس نام سے یاد کیا جانے لگا۔تہذیب المطالع میں ہے"صحیح قول یہ ہے کہ یہ جگہ کا نام ہے۔جیسے کہ حضرت جابر نے فرمایا ہے۔جب ہم ذات الرقاع پہنچے۔وہ زمین جہاں وہ فروکش ہوئے تھے اس کے کئی رنگ تھے جو پیوندوں سے مشابہت رکھتی تھی۔ایک قول یہ ہے ان کے بعض گھوڑے سیاہ اور بعض سفید تھے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ایک پہاڑ کی وجہ سے اس غزوہ کو یہ نام دیا گیا۔امام سہیلی اور امام نووی نے اس سبب کو ترجیح دی ہے جسے حضرت ابوموسیٰ الاشعری نے ذکر کیا ہے۔امام نووی نے لکھا ہے کہ شاید ان سارے اسباب کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا جاتا ہو۔تہذیب المطالع کے مصنف نے یہی لکھا ہے۔

2. یہ غزوہ کب رونما ہوا۔اس میں اختلاف ہے۔امام بخاری وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ غزوۂ خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔

کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سات ہجری کو غزوہ خیبر کے بعد آئے تھے۔ صحیح میں ہے کہ انہوں نے اس غزوہ میں شرکت کی تھی۔ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد ہو۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے آپ کے ساتھ غزوہ نجد میں صلوٰۃ الخوف پڑھی۔'' امام بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایام خیبر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد رونما ہوا تھا'' ان کی گرفت اس طرح کی گئی ہے کہ نجد کی طرف صرف یہی غزوہ نہیں ہوا تھا۔ اس کی طرف کئی غزوات ہوئے تھے۔ یہ احتمال بھی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس غزوہ میں شرکت کی ہو جو خیبر کے بعد ہوا ہو اس میں نہ کی ہو جو خیبر سے پہلے ہوا ہو۔'' اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب غزوہ نجد کو مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد غزوہ ذات الرقاع ہی ہوتا ہے۔ جیسے کہ احادیث کثیرہ میں تذکرہ ہے۔ اس طرح حضرت عبداللہ بن عمر نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے نجد میں آپ کے ہمراہ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ پہلے گزر چکا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے غزوۂ خندق میں شرکت کی تھی۔ غزوۂ ذات الرقاع یقیناً غزوۂ خندق کے بعد ہی ہوگا۔

صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ساتویں غزوہ میں صلوٰۃ الخوف پڑھی تھی۔ یعنی ذات الرقاع۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ ان کا قول ساتواں غزوہ۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کسی چیز کی اضافت اس کے نفس کی طرف ہو۔ یہ اس میں حذف ہے اصل عبارت یوں تھی: ''غزوۃ السفرۃ السابعۃ''

علامہ کرمانی نے لکھا ہے ''اصل عبارت یہ تھی: ''غزوۃ السنۃ السابعۃ'' یعنی سات ہجری میں رونما ہونے والا غزوہ'' لیکن ان الفاظ میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ اگر مراد یہی ہو تو یہ نص ہوتی کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔ ہاں! یہ نص تو ہے کہ آپ کا ساتواں غزوہ تھا۔ اس سے بھی امام بخاری کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ یہ خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔

یہ اس صورت میں ہے کہ غزوات سے مراد وہ جنگیں ہوں جن میں آپ نے بنفس نفیس شرکت کی ہو۔ خواہ آپ نے قتال کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ پھر تو ساتواں غزوہ، غزوہ احد سے پہلے ہی رونما ہو چکا تھا۔ یہ کسی کا مؤقف نہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ احد سے قبل ہوا تھا۔ البتہ ابن عقبہ کا تردد ہے جس میں اعتراض ہے۔ کیونکہ سارے سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ صلوٰۃ الخوف غزوہ خندق کے بعد پڑھی گئی تھی۔ اس سے یہ بھی تعین ہوگیا کہ یہ غزوہ قریظہ کے بعد رونما ہوا ہو۔ اس سے یہ بھی تعین ہوگیا۔ غزوات سے مراد وہ جنگیں ہیں جن میں قتال ہوا تھا۔ جن میں سے ایک غزوۂ بدر، دوسرا غزوۂ احد، تیسرا غزوۂ خندق، چوتھا غزوۂ قریظہ، پانچواں غزوۂ المریسیع اور چھٹا خیبر ہے۔ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ یہ غزوۂ ساتواں ہو جو خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔ مراد اس واقعہ کی تاریخ ہے غزوات کی تعداد نہیں۔

ان عبارات سے امام احمد کے اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ صلوٰۃ الخوف ساتویں غزوہ میں پڑھی گئی تھی۔ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ "الغزوۃ السابعۃ" مقدر ہو۔ جیسے یہ تقدیر بھی صحیح ہے "غزوۃ السنۃ السابعۃ" میں کہتا ہوں کہ اس بلیغ تحقیق میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔ رب تعالیٰ الحافظ پر رحم کرے اور انہیں جزائے خیر دے۔

ابو معشر نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ غزوہ، غزوۂ بنی قریظہ کے بعد رونما ہوا تھا۔ امام بخاری کا بھی یہی موقف ہے۔ الزھر میں ہے کہ ابو معشر مغازی میں قابل اعتماد ہیں۔ ابن قیم نے اس اختلاف کو لکھنے کے بعد لکھا ہے: "صحیح یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع کا تذکرہ اس جگہ سے تبدیل کر کے غزوہ خندق بلکہ غزوۂ خیبر کے بعد کیا جائے۔ انہوں نے غزوہ بدر الموعد سے پہلے غزوہ بنی نضیر کے بعد اس کا تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے لکھا ہے "میں نے اہلِ مغازی اور سیرت نگاروں کی تقلید کرتے ہوئے اس جگہ اس کا تذکرہ کیا ہے پھر ہمارے لیے ان کا وہم عیاں ہو گیا۔

- ابن عقبہ نے لکھا ہے "ہمیں علم نہیں کہ غزوہ ذات الرقاع بدر سے پہلے یا بعد میں یا احد سے پہلے یا بعد میں رونما ہوا تھا۔" الحافظ نے لکھا ہے "یہ تردد ہے اس کا کوئی حاصل نہیں ہے۔ لیکن جو بات یقینی ہے وہ یہ ہے کہ یہ غزوۃ بنی قریظہ کے بعد واقع ہوا تھا۔ کیونکہ صلوٰۃ الخوف غزوۂ خندق میں رونما نہیں ہوئی تھی۔ وہ روایت جس کا تذکرہ ہے کہ اس غزوۃ میں صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی وہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ غزوہ، غزوۃ الخندق کے بعد ہوا تھا۔

- ابو الفتح علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت کو اس امر کی دلیل بنایا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔ لیکن اس روایت میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں۔" الحافظ نے لکھا ہے "یہ نفی مردود ہے۔ اس روایت کی اس موقف پر دلالت واضح ہے۔" امام علاء الدین الخازن نے لکھا ہے "امام بخاری نے جو کچھ ذکر کیا ہے۔ اس کی دلالت ان کے موقف پر بڑی واضح ہے۔"

- حافظ دمیاطی نے صحیح حدیث کو غلط کہا ہے۔ لیکن سارے اہلِ سیر اس کے خلاف ہیں۔ حدیث پاک میں جو کچھ ہے اس پر اعتماد کرنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ اہلِ مغازی کا اس غزوہ کے زمانہ میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کے نزدیک یہ غزوہ، غزوۂ بنی نضیر کے بعد اور غزوۂ خندق سے پہلے چار ہجری میں رونما ہوا تھا۔ ابن سعد اور ابن حبان نے لکھا ہے یہ محرم پانچ ہجری میں رونما ہوا تھا۔ ابو معشر نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ بنو قریظہ اور خندق کے غزوات کے بعد رونما ہوا تھا۔ ابن عقبہ کا قول پہلے گزر چکا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ کی روایت کو حضرت ابو ہریرۃ اور حضرت ابن عمر کی روایات سے تقویت ملتی ہے۔

- ایک قول یہ ہے کہ وہ غزوہ جس میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری نے شرکت کی تھی۔ جسے ذات الرقاع کہا گیا۔ وہ اس

غزوۃ ذات الرقاع کے علاوہ ہے جس میں صلوٰۃ الخوف ادا کی گئی۔ کیونکہ انہوں نے اپنی روایت میں لکھا ہے کہ ان کی تعداد چھ تھی۔ جبکہ جس غزوہ میں صلوٰۃ الخوف ادا کی گئی اس میں مسلمانوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو تعداد انہوں نے بیان کی ہے وہ ان افراد کی تھی جو ان کے ساتھ تھے۔ ان کی مراد وہ افراد نہ تھے جو آپ کی معیت میں تھے۔

7 صحیح میں ہے "باب غزوۃ ذات الرقاع یہ بنوثعلبہ میں سے بنومحارب بن خصفہ کے ساتھ غزوہ تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے "اس کا تقاضا یہ ہے کہ ثعلبہ محارب کا دادا ہو۔ لیکن اس طرح نہیں ہے۔ قابسی نے حفصہ بن ثعلبہ لکھا ہے جو کہ شدید وہم ہے۔ صحیح وہی ہے جسے ابن اسحاق نے وغیرہ ذکر کیا ہے "و بنی ثعلبہ" کیونکہ ثعلبہ بن سعد بن ذبیان ہے جبکہ غطفان بن سعد بن قیس عیلان ہے اور محارب بن خصفہ بن قیس عیلان ہے۔ محارب اور غطفان چچازاد تھے اور اعلیٰ ادنیٰ کی طرف کیسے منسوب ہو سکتا ہے۔

صحیح میں حضرت جابر کی روایت میں ہے "محارب وثعلبہ" اس طرح "بنوغطفان میں سے ثعلبہ" میں بھی اعتراض کی گنجائش ہے کیونکہ اسے جد اعلیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ صحیح میں بکر بن سواد کی روایت میں ہے "یوم محارب و ثعلبہ" ان کے مابین مغایرت کیا گیا ہے۔ محارب کو اس کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا ہے تا کہ وہ دیگر محاربین سے جدا ہو سکے۔ مضر میں محارب بن فہر، المعتزبین میں محارب بن صباح اور عبدالقیس میں محارب بن عمرو تھا۔

8 غورث کو بعض نے غویرث لکھا ہے۔ خطابی نے غویرث لکھا ہے۔ امام ذہبی نے اس غویرث کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ اس نے کہا تھا: "آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ" تلوار اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ صحیح میں روایت کے طرق میں ایسی کوئی چیز نہیں جس میں اس کے اسلام کا تذکرہ ہو۔ انہوں نے طرق کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر لکھا ہے "مسند الکبیر میں سدد الخزرجی کی روایت میں اس کے عدم اسلام کا تذکرہ ہے اس میں ہے کہ جب اس کے ہاتھوں سے تلوار گر پڑی تو آپ نے فرمایا: "اب تجھے مجھ سے کون روکے گا؟" اس نے کہا: "آپ بہترین تلوار پکڑنے والے بن جائیں" آپ نے فرمایا: "نہیں! الا یہ کہ تو اسلام قبول کر لے۔" اس نے کہا: "نہیں! لیکن میں معاہدہ کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ قتال نہیں کروں گا۔ نہ اس قوم کا ساتھ دوں گا جو آپ کے ساتھ قتال کرے گی۔" آپ نے اس کا رستہ چھوڑ دیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: "میں لوگوں میں سے بہترین شخص کے پاس سے آیا ہوں" امام ثعلبی نے اسے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ ان روایات میں اس کے اسلام کا تذکرہ نہیں۔

امام ذہبی نے دعثور بن حارث کے ضمن میں لکھا ہے کہ امام واقدی نے اس سے ملتا جلتا واقعہ لکھا ہے۔ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے دونوں روایتوں کو جمع کیا ہے۔ غورث کے اسلام کو ثابت کیا ہے لیکن ان کے اس موقف میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ اس حیثیت سے کہ انہوں نے اسے امام بخاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس روات میں یہ تذکرہ نہیں کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ تو اس کو یقین کرتے ہیں کہ ایک ہی قصہ ہے۔ حالانکہ یہ احتمال ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ قصے ہوں جیسے کہ امام واقدی نے نقل کیا ہے۔ یہ احتمال ہی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امیر ابونصر بن ماکولا نے اکمال میں غورث کا اسلام نقل کرنے میں امام ذہبی سے سبقت حاصل کی ہے۔ انہوں نے اس قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ الحافظ نے التبصرۃ میں اسے برقرار رکھا ہے۔ انہوں نے ان کی گرفت نہیں کی۔ امام ذہبی نے بھی اس کو تبدیل نہیں کیا حتیٰ کہ الحافظ کا اعتراض ان پر وارد ہو گیا ایک احتمال یہ ہے کہ اس نے شاید اس کے علاوہ کسی اور موقع پر اسلام قبول کیا ہو۔

⑨ غورث نے آپ سے کہا تھا "من یمنعك منی" یہ از راہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی کوئی آپ کو مجھ سے بچا سکتا۔ کیونکہ وہ تلوار سونتے آپ کے سر اقدس پر کھڑا تھا۔ آپ نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس تلوار نہ تھی۔ اعرابی کے بار بار پوچھنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو اس سے بچا لے گا ورنہ وہ تین بار اس کا تکرار کیوں کرتا۔ کیونکہ وہ آپ کو شہید کر کے فوراً اپنی قوم کے پاس جانا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مجھے بچائے گا۔'' میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ اعرابی نے اس لیے اپنی بات دہرائی ہے۔ یہ آپ کی انتہائی ثابت قدمی تھی۔ آپ نے اس کی پرواہ بالکل نہ کی تھی۔

⑩ یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے اسے دھمکایا تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس کا ظاہر اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس واقعہ کے وقت وہاں موجود ہوں۔ وہ دھمکی سن کر اپنے عزم سے باز آ گیا ہو۔ لیکن حقیقت اس طرح نہیں ہے۔ ابراہیم بن سعد کی روایت میں ہے: ''میں نے اسے کہا: ''اللہ مجھے بچائے گا تو اس نے اپنی تلوار نیام میں ڈال لی۔'' جبکہ اس نے آپ کی یہ ثابت قدمی دیکھی تو اسے علم ہو گیا کہ وہ یہ کام سر انجام نہیں دے سکتا۔ اس نے ہتھیار پھینک دیا اور سر تسلیم خم کر دیا۔

⑪ حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ وہ شخص وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل نے اس کے سینے پر مارا۔ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ آپ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا: ''تجھے میرے

ہاتھوں سے کون بچائے گا؟" اس نے کہا: "کوئی نہیں۔" آپ نے فرمایا: "جا چلا جا۔" جب وہ جار ہا تھا تو اس نے کہا: "آپ مجھ سے بہتر ہیں۔"

ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ آپ کا اسے فرمانا: "چلے جاؤ۔" یہ واقعہ صحابہ کرام کو سنانے کے بعد کا کلام ہے۔ کیونکہ آپ کفار کی تالیف قلبی کرتے تھے تا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ آپ نے اس کا مؤاخذہ نہ کیا۔ اس سے در گزر کیا۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ امام واقدی نے لکھا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ اپنی قوم کی طرف گیا اس کی وجہ سے بہت سی مخلوق کو ہدایت نصیب ہوئی۔" لیکن الحافظ کے اس کلام کی کئی اعتبار سے گرفت کی گئی ہے۔

١ "وقع" ابن اسحاق کی روایت میں اس کا تذکرہ "فدفع جبرائیل فی صدرہ" کے بعد ہے۔ لیکن اس وَقَعَ کا تعلق امام واقدی کے ساتھ ہے۔ ابن اسحاق کے ساتھ نہیں کیونکہ انہوں نے تو اس کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

٢ امام واقدی نے اس کا تذکرہ غزوۂ غطفان میں کیا ہے نہ غزوہ ذات الرقاع میں۔ انہوں نے اس شخص کا نام دعثور لکھا ہے۔

٣ امام واقدی کے روایت کردہ اس قصے سے یہ وہم پیدا ہوا ہے کہ وہ شخص غورث تھا۔ حالانکہ وہ دعثوم تھا۔

٤ "انہ اسلم" کے الفاظ ابن اسحاق کے نہیں ہیں۔ جو ابن اسحاق اور واقدی کے مغازی کو دیکھے گا اس پر اس کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی جو کچھ میں نے کہا ہے۔

١٢ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابوذر غفاری کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب بنایا تھا۔ اس سے اس مؤقف کی تائید نہیں ہوتی کہ غزوۂ ذات الرقاع خندق سے پہلے رونما ہوا تھا۔ کیونکہ حضرت ابوذر نے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ اپنے شہر چلے گئے تھے۔ وہ غزوۂ خندق کے بعد مدینہ طیبہ آئے۔

١٣ الوسیط میں امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع آپ کا آخری غزوہ ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے۔ یہ ان کی لغزش ہے۔ ابن صلاح نے بڑی شدت کے ساتھ ان کا انکار کیا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کرتے ہوئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ شاید یہ وہ آخری غزوہ ہے جس میں صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی اس تائید نے بھی کام نہ کیا۔ جیسے کہ امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن حبان نے حضرت ابوبکرۃ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ حالانکہ انہوں نے غزوۃ الطائف میں یہ نماز پڑھی تھی جو قطعی طور پر غزوہ ذات الرقاع کے بعد واقع ہوا۔

١٥ جمہور اہلِ مغازی نے لکھا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع ہی غزوۂ محارب ہے۔ ابن اسحاق کا یہی مؤقف ہے جبکہ محمد بن عمر کا مؤقف ہے کہ دونوں الگ الگ غزوات ہیں المورد میں القطب نے ان کی تائید کی ہے۔

چھبیسواں باب

عمرۃ القضاء

ہجرت کا ساتواں سال تھا۔ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ اسی ماہ میں مشرکین نے آپ کو بیت اللہ سے روکا تھا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ (البقرہ: ۱۹۴)

ترجمہ: "حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور ساری حرمتوں میں برابری چاہیے۔"

آپ نے صحابہ کرام کو عمرہ کی تیاری کرنے کا حکم دیا۔ نیز یہ کہ ان افراد میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔ جو حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہ رہا۔ سوائے ان صحابہ کرام کے جو غزوۂ خیبر میں شہید ہو چکے تھے۔ یا انتقال کر چکے تھے۔ مدینہ طیبہ میں بسنے والے بعض حضرات نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بخدا! ہمارے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔ نہ ہی ہمارا کوئی ایسا رشتہ دار ہے جو ہمیں کھلائے۔" آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ راہِ خدا میں خرچ کریں۔ صدقہ کریں۔ وہ اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں ورنہ ہلاک ہو جائیں گے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کیا صدقہ کریں ہمارے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔" آپ نے فرمایا: "صدقہ کرو خواہ کھجور کا حصہ ہے۔"

وکیع، ابن عیینہ، ابن سعید، منصور، عبد بن حمید، بخاری، بیہقی نے حضرات عکرمہ، مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ (البقرۃ: ۱۹۵)

ترجمہ: "اور خرچ کیا کرو اللہ رب العزت کی راہ میں اور نہ پھینکو، اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں۔"

میں تہلکۃ سے مراد راہِ خدا میں خرچ نہ کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ انسان راہِ خدا میں قتل ہو جائے۔ بلکہ اس سے مراد راہِ خدا سے روک لینا ہے۔ خرچ کرو خواہ نیزے کا پھل ہی۔"

محمد بن عمر، ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ پر نیابت کے فرائض حضرت ابورھم الغفاری رضی اللہ عنہ کے سپرد کیے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یہ فرائض عویف بن الاضبط رضی اللہ عنہ کے سپرد کیے۔ علامہ بلاذری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہے۔

قربانی کے جانور ساتھ لے جانا، اسلحہ آگے بھیج دینا

محمد بن عمر نے حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''آپ نے قربانی کے جانور حضرت ناجیہ بن جندب اسلمی کے سپرد کیے۔ وہ آگے آگے رواں تھے جانوروں کو درخت چروا رہے تھے۔ ان کے ہمراہ بنواسلم کے چار افراد تھے۔'' دوسرے راوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اضافہ کیا ہے۔ محمد بن عمر نے محمد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ عمرۃ القضاء میں آپ ساٹھ جانور ساتھ لے کر گئے۔ انہوں نے حضرت شعبہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھوں اپنے جانوروں کو قلادے پہنائے۔

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ آپ نے اسلحہ، خود، زرہیں اور نیزے بھی ساتھ لے لیے۔ حضرت محمد بن مسلمہ کو ان پر نگران مقرر کیا۔ ساتھ ایک سو گھوڑے بھی تھے۔ جب آپ ذوالحلیفہ پہنچے تو گھوڑے آگے بھیج دیے۔ اسلحہ پر نگران حضرت بشیر بن سعد کو مقرر کیا۔ آپ سے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اسلحہ لے کر جا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے یہ شرط رکھی تھی کہ ہم صرف مسافر کا اسلحہ لے کر داخل ہوں گے۔ تلواریں نیاموں میں ہوں گی۔'' آپ نے فرمایا ہم یہ اسلحہ لے کر حرم میں داخل نہیں ہوں گے۔ ہم اسے حرم پاک کے قریب رکھ دیں گے۔ اگر انہوں نے ہم پر حملہ کرنے کی حماقت کی تو اسلحہ ہمارے قریب ہی ہوگا۔'' حضرت محمد بن مسلمہ گھوڑے لے کر مرالظہران پہنچ گئے۔ وہاں چند قریشی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: ''وقت صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ پہنچ جائیں گے۔'' انہوں نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بہت سا اسلحہ دیکھا۔ وہ بھاگتے ہوئے گئے۔ قریش کے پاس پہنچے اور انہیں گھوڑوں اور اسلحہ کے بارے بتایا۔ یہ سن کر قریش گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا: ''بخدا! ہم نے کوئی حادثہ بھی رونما نہیں کیا ہم اپنے معاہدہ پر برقرار ہیں۔ معاہدہ کی مدت برقرار ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ ہم پر کیوں حملہ آور ہو رہے ہیں۔

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ بنت حارث کے ہاں بھیجا تاکہ وہ آپ کی طرف سے پیغام نکاح دیں۔ عنقریب تفصیلات آئیں گی۔

روانگی اور احرام

محمد بن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مسجد نبوی کے دروازہ سے احرام باندھا۔ کیونکہ آپ الفرع کے رستے روانہ ہوئے۔ ورنہ آپ البیداء سے احرام باندھتے۔ آپ تلبیہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام بھی تلبیہ کہہ

رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ مرالظہران پہنچ گئے۔ آپ نے اسلحہ وادی یاجج میں بھیج دیا۔ وہاں سے حرم کے پتھر نظر آرہے تھے۔ قریش نے مکرز بن حفص کو چند قریشی افراد کے ہمراہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے اسی وادی میں آپ سے ملاقات کی۔ آپ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ وہاں اسلحہ اور قربانی کے جانور بھی تھے۔ اس وفد نے آپ سے عرض کی: ''محمد عربی ﷺ! کسی چھوٹے یا بڑے نے دھوکہ نہیں دیا۔ آپ اپنی قوم پر حرم پاک میں اسلحہ لے کر آگئے ہیں۔ آپ نے یہ شرط لگا رکھی تھی کہ آپ مسافر کا اسلحہ لے کر ان کے پاس آئیں گے۔ تلواریں نیاموں میں ہوں گی۔'' آپ نے فرمایا: ''میں اسلحہ لے کر ان کے پاس نہ آؤں گا۔'' مکرز نے کہا: ''آپ اس نیکی اور وفا کی وجہ سے معروف ہیں۔'' مکرز جلدی سے مکہ مکرمہ گیا۔ اس نے کہا: ''محمد عربی ﷺ اسلحہ لے کر داخل نہیں ہو رہے۔ وہ اپنی اسی شرط پر برقرار ہیں۔ جو انہوں نے تمہارے ساتھ رکھی تھی۔''

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب آپ مرالظہران تشریف لائے تو صحابہ کرام تک یہ خبر پہنچی کہ قریش کہہ رہے ہیں کہ محمد عربی ﷺ کے ساتھی کمزوری کی وجہ سے تیز نہیں چل سکتے۔ صحابہ کرام نے کہا: ''کاش! ہم اپنی سواری کے جانور ذبح کر لیں۔ ہم ان کا گوشت کھائیں۔ ان کا شوربہ پی لیں۔ جب ہم مکہ مکرمہ داخل ہوں تو ہم طاقتور ہوں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس طرح نہ کرو۔ بلکہ اپنے زادِ راہ میرے لیے جمع کرو۔'' انہوں نے زادِ راہ جمع کیے دسترخوان بچھا دیے۔ انہوں نے خوب سیر ہو کر کھایا ہر ایک نے اپنا توشہ دان بھر لیا۔

مکہ مکرمہ میں داخلہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ذوالحجۃ کے بدھ کی صبح کو مکہ مکرمہ داخل ہوئے۔ جب مکرز قریش کے پاس آپ کی خبر لے کر آیا تو سردارانِ قریش نے حسد، غیظ اور غصے کی وجہ سے آپ کو دیکھنا گوارا نہ کیا۔ آپ کے حکم سے قربانی کے جانوروں کو ذوطوی روک دیا گیا۔ آپ اپنی قصواء اونٹنی پر سوار تھے۔ صحابہ کرام آپ کے اردگرد حلقہ زن تھے۔ وہ تلواریں گلے میں لٹکائے تلبیہ کہہ رہے تھے۔ جب آپ ذوطوی پہنچے تو آپ اپنی سواری پر کھڑے ہوئے مسلمان آپ کے اردگرد تھے۔ آپ اس گھاٹی سے داخل ہوئے جو الحجون کے اوپر ہے۔

آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خلّوا بنی الکفارِ عن سبیلہ　　　نحنُ ضربناکم علی تاویلہ

ترجمہ: ''اے کفار کی اولاد! آپ کے رستے سے ہٹ جاؤ ہم اس کتاب حکیم کی تاویل پر تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔''

ضربًا یُزیلُ الھامُ عن مقیله و یُذھل الخلیل عن خلیله

ترجمہ: ''ایسے ضرب لگائیں گے جو کھوپڑی کو قیلولہ کرنے کی جگہ سے جدا کر دے گی اور وہ ایک دوست کو دوسرے دوست سے جدا کرے گی۔''

قد انزلَ الرحمٰنُ فی تنزیله فی صحفٍ تُتلی علی رسوله

ترجمہ: ''اللہ رب العزت نے اپنی کتاب زندہ کو ایسے صحیفوں میں نازل کیا ہے جنہیں اس کے رسول مکرم ﷺ پر تلاوت کیا جاتا ہے۔''

یا ربِّ انی مومنٌ بقیله انی رایتُ الحق فی قبوله

ترجمہ: ''مولا! میں آپ کے ہر فرمان پر ایمان لاتا ہوں۔ میں اسے قبول کرنے میں ہی حق کو دیکھتا ہوں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ابن رواحہ! کیا حضور اکرم ﷺ کے سامنے اشعار پڑھ رہے ہو؟ کیا تم حرم پاک میں اشعار پڑھ رہے ہو؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو۔ عمر! یہ اشعار مشرکین کو تیروں سے زیادہ لگ رہے ہیں۔'' دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''عمر! میں سن رہا ہوں۔ تم خاموش ہو جاؤ۔'' آپ نے فرمایا: ''ابن رواحہ! یوں کہو: ''لا اله الا الله وحدهٗ نصر عبده اغر جنده و هزم الاحزاب وحدهٗ'' حضرت ابن رواحہ نے اس طرح کہا۔ دیگر صحابہ کرام نے بھی اسی طرح کہا۔

حضور اکرم ﷺ کا طواف

امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام مکہ مکرمہ آئے۔ یثرب کے بخار نے انہیں کمزور کر دیا تھا۔ مشرکین نے کہا: ''صبح تمہارے پاس ایسی قوم آئے گی جسے یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ وہاں انہیں شدت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔'' وہ کوہِ قعیقعان پر بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ان کی اس بات سے آگاہ کر دیا۔ جب آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو آپ نے اپنی چادر مبارک سے اضطباع کیا۔ دایاں شانہ مبارک باہر نکالا۔ پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے۔ جو آج قوت کا مظاہرہ کرے۔'' آپ نے انہیں پہلے تین چکروں میں رمل کرنے کا حکم دیا۔ وہ دونوں رکنوں کے درمیان چلے تاکہ مشرکین ان کی قوت دیکھیں آپ نے رکن کو استلام کیا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھے۔ صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ تیز چلنے لگے۔ جب بیت اللہ کی وجہ سے وہ مشرکین سے مخفی ہو گئے انہوں نے رکن یمانی کو استلام کیا۔ پھر چلتے حتیٰ کہ حجر اسود کو استلام کیا۔ پھر تیزی سے چلنے

لگے آپ نے تین چکر اسی طرح لگائے۔ بقیہ چکروں میں چلے۔ آپ نے سارے چکروں میں صحابہ کرام کو رمل کرنے کا حکم نہ دیا۔ یہ آپ کی ان پر شفقت تھی۔ مشرکین نے کہا: "تم نے تو کہا تھا کہ یثرب کے بخار نے انہیں کمزور کر دیا ہے۔ وہ تو فلاں فلاں سے مضبوط ہیں۔ انہوں نے صرف چلنے پر اکتفاء نہیں کیا وہ ہرن کی طرح اچھل رہے ہیں۔"

محمد بن عمر اور ابن سعد وغیرہ نے لکھا ہے کہ آپ تلبیہ کہتے رہے حتیٰ کہ آپ نے اپنے عصا مبارک کے ساتھ استلام کیا۔

حمیدی، امام بخاری اور اسماعیلی نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کیا تو ہم نے آپ کے ارد گرد حلقہ بنالیا تاکہ مشرکین کے بچے یا مشرکین میں سے احمق آپ کو اذیت نہ دیں۔"

یونس بن بکیر کی روایت میں ہے کہ حضرت زید بن اسلم نے کہا: "آپ عمرۃ القضا کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے اپنی سواری پر ہی طواف کیا۔ آپ نے اپنے عصا مبارک کے ساتھ رکن کو استلام کیا۔" ابن سعد نے کہا ہے کہ بغیر بیماری کے۔ مسلمان آپ کے ارد گرد حلقہ زن تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ سابقہ رجز پڑھ رہے تھے۔"

بیت اللہ میں داخلہ

امام بیہقی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے عمرۃ القضاء کیا تو بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ لگا تار وہیں رہے حتیٰ کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذانِ صبح دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا۔ عکرمہ نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے ابو الحکم پر رحم کیا ہے کہ اس نے اس غلام کو یہ الفاظ کہتے ہوئے نہیں سنا۔" صفوان بن امیہ نے کہا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو میرے باپ کو یہ سب کچھ دیکھنے سے قبل لے گیا۔" خالد بن اسید نے کہا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرے باپ پر موت طاری کر دی۔ اس نے یہ روز نہ دیکھا جس میں حضرت بلال خانہ کعبہ کے اوپر چڑھ کر یہ آوازیں نکال رہے ہیں۔ جب سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھیوں نے آذان سنی تو اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔" اس روایت میں ہے کہ آپ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے تھے۔

جبکہ امام بخاری نے اسماعیل بن خالد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن اوفی سے روایت کیا کہ کیا عمرۃ القضاء کے سال آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا: "نہیں۔" ابراہیم بن اسماعیل نے داؤد بن حصین سے روایت کیا ہے کہ اس سال آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ آپ نے کفار کی طرف یہ پیغام بھیجا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا: "آپ نے یہ شرط نہیں رکھی تھی۔"

صفا اور مروہ کے مابین سعی

محمد بن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سعی اپنی سواری پر کی۔ آپ کا ساتواں چکر مروہ کے پاس ختم ہوا۔ فراغت اسی جگہ ہوئی۔ اسی جگہ مروہ کے پاس قربانی کے جانور کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ منحر ہے۔ مکہ مکرمہ کی ہر وسیع شاہراہ منحر ہے۔'' آپ نے مروہ کے قریب جانور ذبح کیے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ کے ہمراہ ایسے صحابہ کرام نے بھی عمرہ کیا جو صلح حدیبیہ میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ انہوں نے قربانیاں نہ کیں۔ لیکن جس نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی اور عمرۃ القضا کے لیے آیا انہوں نے اسے قربانی میں شریک کر لیا۔ آپ نے دو سو صحابہ کرام کو حکم دیا۔ جبکہ انہوں نے طواف کر لیا تھا۔ صفا اور مروہ کی سعی کر لی تھی کہ وہ وادی یاجج میں جائیں۔ اسلحہ کی نگرانی کریں دوسرے صحابہ کرام آ کر اپنے نسک ادا کر لیں۔

مکہ مکرمہ سے روانگی

محمد بن عمر نے حضرت عمر بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ چوتھے روز ظہر کے وقت سہیل بن عمرو اور خویطب بن عزی آپ کے پاس آئے۔ آپ انصار کی محفل میں تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مصروف گفتگو تھے۔ انہوں نے کہا: ''آپ کی مدت ختم ہو چکی ہے آپ چلے جائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہیں کیا حرج ہے۔ اگر تم مجھے چھوڑ دو میں ادھر رات بسر کروں اور تمہارے لیے کھانا بناؤں۔'' انہوں نے کہا: ''ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں۔ ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ چلے جائیں۔ ہمارے اور آپ کے مابین معاہدہ ہوا تھا کہ آپ ہماری سرزمین سے نکل جائیں گے۔ اب تین دن گزر چکے ہیں۔''

آپ اپنے گھر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ مقام الابطح پر آپ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔ آپ نے وہیں قیام کیا حتیٰ کہ آپ تشریف لے آئے۔ مکہ مکرمہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی چھت کے نیچے آپ نے قیام نہیں کیا۔ جب حضرت سعد بن عبادہ نے سہیل اور خویطب کا انداز گفتگو دیکھا تو انہیں غصہ آیا۔ انہوں نے سہیل سے کہا: ''تیری ماں تجھ پر روئے! نہ تو تیری اور نہ تیرے باپ کی زمین ہے۔ بخدا! ہم اپنی مرضی سے یہاں سے جائیں گے۔'' آپ نے تبسم فرمایا۔ آپ نے کہا: ''سعد! اس قوم کو اذیت نہ دو۔ جو ہمارے خیموں میں ہم سے ملاقات کرنے آئی ہے۔'' ان دونوں نے حضرت سعد سے کچھ نہ کہا۔

صحیح میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مدت مقررہ ختم ہو گئی تو مشرکین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: ''اپنے صاحب سے کہو کہ یہاں سے چلے جائیں۔ مدت ختم ہو چکی ہے۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نے اس بات کا تذکرہ آپ سے کیا تو آپ نے حضرت ابورافع کو کوچ کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا: "کوئی مسلمان آج کی رات یہاں بسر نہ کرے۔" آپ سوار ہوئے۔ سرف نزول اجلال فرمایا۔ صحابہ کرام نے آپ کی اقتداء کی۔ آپ نے حضرت ابورافع کو پیچھے چھوڑا تاکہ وہ رات کے وقت آپ کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے آئیں۔ حضرت ابورافع شام تک وہیں رہے پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے کر نکلے۔ انہیں مکہ مکرمہ کے احمقوں سے حماقت کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت براء بن عازب سے، امام احمد نے حضرت علی المرتضیٰ سے اور محمد بن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں تھیں۔ جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: "ہم اپنے چچا کی نورِ نظر کو مشرکین کے پاس حالتِ یتیمی میں کیوں چھوڑیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع نہ کیا اور انہیں لے کر عازمِ سفر ہوئے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جب آپ روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر آپ کے پیچھے چچا چچا کی صدائیں دیتی ہوئی آئیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ انہوں نے حضرت سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا: "اپنی چچازاد کو پکڑ لیں۔" مدینہ طیبہ آنے کے بعد حضرت زید، حضرت علی اور جعفر رضی اللہ عنہم نے اس بچی کے بارے آپ کی خدمت میں گذارشات کیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے وصی تھے۔ جب آپ نے مہاجرین کے مابین مؤاخات قائم کی تھی تو آپ نے ان دونوں کے مابین رشتہ اخوت قائم کیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے کہا: "میں اس بچی کا سب سے زیادہ مستحق ہوں یہ میری چچازاد ہے۔ میں ہی اسے مشرکین کے پاس سے لے کر آیا ہوں۔" حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: "یہ میری چچازاد ہے اور اس کی خالہ حضرت اسماء بنت عمیس میرے عقد نکاح میں ہے۔" حضرت زید نے کہا: "یہ میرے بھائی کی لختِ جگر ہے۔" آپ نے اس کی خالہ کے لیے اس کا فیصلہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔" آپ نے حضرت علی سے فرمایا: "تم مجھ سے اور میں تم سے ہوں۔" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "علی! تم میرے بھائی اور میرے صاحب ہو۔" آپ نے حضرت جعفر سے فرمایا: "تم خَلق اور خُلق میں میرے مشابہ ہو۔" حضرت زید سے فرمایا: "تم ہمارے بھائی اور ہمارے مددگار ہو۔" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے "تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار ہو۔"

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے لیے فیصلہ کیا تو وہ آپ کے اردگرد ایک

ٹانگ پر چلنے لگے۔آپ نے فرمایا:"جعفر! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب نجاشی کسی کو راضی کرتا تو وہ اٹھ کر اس کے ارد گرد ایک ٹانگ سے چلنے لگتا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ ذوالحجۃ میں واپس آ گئے۔مسلمانوں کی تعداد دو ہزار تھی خواتین اور بچے اس کے علاوہ تھے۔ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ (الفتح:۲۷)

ترجمہ: "یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ کہ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں جب اللہ نے چاہا امن و امان سے منڈواتے ہوئے اپنے سروں کو یا ترشواتے ہوئے تمہیں (کسی کا) خوف نہ ہوگا پس وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے تو اس نے عطا فرمادی (تمہیں) اس سے پہلے ایسی فتح جو قریب ہے۔"

تنبیہات

❶ اس عمرۃ کو عمرۃ القصاص بھی کہتے ہیں۔امام سہیلی نے لکھا ہے۔یہ اسم اس کا زیادہ مستحق ہے۔کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ (البقرۃ:۱۹۴)

ترجمہ: "حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینہ کا بدلہ ہے اور ساری حرمتوں میں (فریقین کے رویہ میں) برابری۔"

اسے عمرۃ القضاء بھی کہتے ہیں اس کا یہ نام کیوں رکھا گیا؟ اس میں اختلاف ہے۔امام سہیلی نے لکھا ہے"کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر قریش سے صلح کی تھی۔کیونکہ آپ نے وہ عمرہ قضاء کیا تھا جس میں قریش نے آپ کو بیت اللہ سے روک دیا تھا۔یہ روکنے کی وجہ سے فاسد نہیں ہوا تھا۔بلکہ یہ مکمل اور مقبول عمرہ تھا۔حتیٰ کہ صحابہ کرام نے اپنے بالوں کا حلق حل میں کرایا۔ہوا نے انہیں حرم میں پھینک دیا۔اسے آپ کے عمروں مین شمار کیا جاتا ہے۔قاضی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ قضاء سے مراد وہ فیصلہ ہے جس پر صلح واقع ہوئی تھی۔لہٰذا اسے عمرۃ القضیۃ بھی کہا جاتا ہے۔

دوسرے مؤقف کے حامل علماء فرماتے ہیں"بلکہ آپ نے سابقہ عمرہ قضا کیا تھا۔عمرۃ الحدیبیہ کو آپ کے عمروں میں اس لیے شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا اجر آپ کو مل گیا تھا۔اس لیے نہیں کہ یہ مکمل عمرۃ تھا۔یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ کیا جسے بیت اللہ سے روک دیا جائے اس پر عمرۃ کی قضاء لازم ہے یا نہیں۔جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ

اس پر قربانی کا جانور ہے۔قضاء نہیں ہے۔امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف اس کے برعکس ہے۔امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اس پر قربانی ہے قضاء نہیں۔دوسری روایت میں ہے کہ اس پر قربانی اور قضاء ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اسے عمرۃ الصلح بھی کہا جاتا ہے۔حاصل کلام یہ ہے کہ اس کے چار نام ہیں: (۱) القضاء (۲) القضیۃ (۳) القصاص (۴) الصلح۔

- اس عمرۃ کو غزوہ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ ابن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن شہاب نے کہا ہے کہ آپ اسلحہ لے کر اور قتال کی تیاری کر کے گئے تھے۔آپ کو خدشہ تھا کہ قریش دھوکہ نہ کریں۔غزوہ کے نام پر اطلاق کرنے سے قتال لازم نہیں آتا۔ابن الاثیر نے الجامع میں لکھا ہے:"یہ عمرہ غزوات میں سے نہیں ہے۔امام بخاری نے اس کا تذکرہ غزوات میں کیا ہے۔کیونکہ اس میں مشرکین کے ساتھ مصالحت کا ذکر ہے۔"
- ابن ہشام نے لکھا ہے:"نحن قتلنا کم علی تاویلہ" یہ اشعار حضرت عمار بن یاسر کے ہیں جو انہوں نے کسی اور دن کے لیے کہے تھے۔امام سہیلی نے لکھا ہے یعنی یوم صفین۔ابن ہشام نے لکھا ہے"اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن رواحہ نے مشرکین کا ارادہ کیا تھا۔مشرکین تنزیل کا اقرار نہیں کرتے۔تاویل پر قتال اسی پر ہو سکتا ہے جو تنزیل کا اقرار کرتا ہو۔البدایہ میں ہے:"ابن ہشام کے اس مؤقف میں اعتراض کی گنجائش ہے۔امام بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضاء کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔تو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے تھے۔دوسری روایت میں ہے کہ وہ آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ابن اسحاق اور ابن عقبہ نے ان کی اتباع کی ہے۔الحافظ نے لکھا ہے"جب یہ روایت ثابت ہوگئی تو اس کے اطلاق میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ابن ہشام کی رائے کے مطابق محذوف عبارت یوں ہوگی:

نحن ضربنا کم علی تاویلہ ای حتی تذعنوا الی ذالک التاویل۔

یا پھر محذوف عبارت یہ ہوگی:

نحن ضربنا کم علی تاویل ما فھمنا منہ حتی تدخلوا فیما دخلنا فیہ۔

جب یہ احتمال ہے۔روایت ثابت ہوگی۔تو اعتراض ساقط ہوگیا۔یہ بہت عمدہ روایت ہے۔لیکن یہ مصرعہ "فالیوم نضربکم علی تاویلہ" حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔یہ بعید ہے کہ یہ حضرت ابن رواحہ کا قول ہے۔کیونکہ عمرۃ القضاء میں نہ شمشیر زنی ہوئی تھی نہ ہی قتال۔"

ہر ایک نے گزشتہ واقعات کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمار نے یہ رجز انہی الفاظ کے ساتھ کہے ہوں۔ اس کا معنی یہ ہو "نضربکم علی تاویلہ" یعنی ابھی ہم تم سے شمشیر زنی کریں گے۔ باء کو جزم ضرورتِ شعری کی وجہ سے دی گئی۔

④ امام ترمذی نے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار لکھنے کے بعد لکھا ہے "یہ قصہ حضرت کعب بن مالک کے لیے رونما ہوا تھا۔ یہ اصح قول ہے کیونکہ حضرت ابن رواحہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ عمرۃ القضاء بعد میں ہوا تھا۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ امام ترمذی کی شدید لغزش ہے۔ میں نہیں جانتا ہے کہ امام ترمذی سے یہ لغزش کیسے رونما ہوئی۔ حالانکہ عمرۃ القضاء میں حضرات جعفر، علی اور زید رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنا اپنا مدعا پیش کیا تھا۔ حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ ایک ہی جگہ شہید ہوئے تھے۔ امام ترمذی پر یہ امر کیسے مخفی ہو گیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے لکھا ہے کہ حضرت انس نے کہا: "یہ فتح مکہ کے دن رونما ہوا تھا۔" اگر اسی طرح ہو تو امام ترمذی پر اعتراض ختم ہو سکتا ہے۔ لیکن الکروخی کے نسخہ میں اسی طرح موجود ہے اور میں نے جامع ترمذی کے کئی نسخوں میں اس طرح دیکھا ہے۔

⑤ سہیل اور خویطب دو پہر کے وقت آپ کی خدمت میں آئے تا کہ تشریف لے جانے کے لیے عرض کریں کیونکہ آپ دن کے ابتدائی حصے میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ چوتھے روز اس وقت ہی تین دن مکمل ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اس وقت ہی مکہ مکرمہ داخل ہوئے تھے۔

⑥ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر نے آپ کو اجلال کی وجہ سے "چچا" کہا تھا۔ ورنہ آپ اس کے چچازاد تھے یا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت علی، جعفر اور زید رضی اللہ عنہم نے مدینہ طیبہ آ کر اپنا اپنا مدعا آپ کو پیش کیا تھا۔

⑦ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شیرِ خدا، شیر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر کو حاصل کیا تو آپ نے انہیں کچھ نہ کہا۔ حالانکہ مشرکین کے ساتھ یہ شرط طے تھی کہ اہلِ مکہ میں سے آپ کے ساتھ کوئی نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ اہلِ مکہ نے اس بچی کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ نیز یہ کہ اہلِ ایمان خواتین اس شق میں شامل نہ تھیں۔ اس کے بارے قرآن پاک مدینہ طیبہ جانے کے بعد نازل ہوا۔

❀❀❀❀

ستائیسواں باب

فتح اعظم، فتح مکہ

یہ وہ عظیم الشان فتح ہے جس کی بشارت اہلِ آسمان نے دی۔ اس کی عزت کی طنابیں جوزاء ستارے کے شانوں پر ڈالی گئیں۔ لوگ دین الٰہی میں گروہ در گروہ داخل ہونے لگے۔ اس کی وجہ سے زمین رونق اور نور سے لبریز ہو گئی۔ رمضان المبارک کے ماہِ مقدس کی آٹھ تاریخ تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "آپ نے رمضان المبارک میں مکہ مکرمۃ فتح کیا۔" امام زہری نے حضرت سعید بن المسیب سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (بخاری)

سبب

زمانہ جاہلیت میں بنوخزاعہ نے بنوحضرمی میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اس کا نام مالک بن عباد تھا۔ حضرمی کا حلیف اسود بن رزن تھا وہ تاجر کی حیثیت سے نکلا۔ جب وہ خزاعہ کی سرزمین سے گزرا تو انہوں نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے مال پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد بنوخزاعہ کا ایک شخص بنودیل کے پاس سے گزرا تو انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ بنوالاسود بن رزن (ذؤیب، سلمیٰ اور کلثوم) بنوخزاعہ کے پاس سے گزرے انہوں نے حرم کی علامات کے پاس عرفہ میں انہیں مار ڈالا۔ بنوکنانہ میں سے اسود کی قوم پیش رو سمجھی جاتی تھی۔ وہ بنوبکر میں اپنی فضیلت کی وجہ سے دو دیتیں دیتے تھے۔ دیت کا اعلان کیا گیا۔ بنوبکر اور بنوخزاعہ اسی حالت پر تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اسلام کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے رک گئے۔ لوگ اسلام کے بارے مصروف ہو گئے۔ مگر وہ دلوں میں غیظ و غضب چھپائے ہوئے تھے۔ جب صلح حدیبیہ واقع ہوئی تو اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو چاہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لے اور جو چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کر لے۔ بنوخزاعہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ بنوخزاعہ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے حلیف تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے جانتے تھے اس روز بنوخزعہ نے آپ کی خدمت میں جناب عبدالمطلب کا خط پیش کر دیا۔ حضرت ابی بن کعب نے آپ کو وہ خط پڑھ کر سنایا وہ کچھ یوں تھا:

"باسمك اللھم! یہ وہ معاہدہ ہے جو جناب عبدالمطلب نے بنوخزاعۃ کے ساتھ کیا تھا جب کہ ان کے

رؤساء اور اہلِ رائے ان کے پاس آئے۔ ان کا غائب اس بات کا اقرار کرنے والا ہے جو ان کے حاضر نے کی۔ ہمارے اور تمہارے مابین اللہ تعالیٰ کے نام پر میثاق اور معاہدے ہیں۔ جنہیں کبھی بھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ ہم یکجان رہیں گے۔ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ جب تک ثبیر ضوفشاں رہے گا۔ جب تک حراء اپنی جگہ پر قائم ہے۔ جب تک سمندر اپنی جھاگ کو تر کرتا رہے گا۔ اس معاہدہ میں ہمیشہ ہمیشہ قوت کا ہی اضافہ ہوتا رہے گا۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے سابقہ معاہدہ پر برقرار رہو۔ جاہلیت میں جو معاہدہ بھی تھا اسلام نے اس کی شدت اور مضبوطی میں اضافہ ہی کیا ہے۔"

قریش کی عہد شکنی

جب شعبان المعظم کا ماہ مقدس آیا صلح حدیبیہ کو بائیس ماہ گزر چکے تھے۔ تو بنونفاثۃ اور بنو بکر کے رئیسوں نے قریش سے گفتگو کی کہ ان کے دشمن بنوخزاعہ کے خلاف اسلحہ اور آدمیوں کے ذریعے ان کی مدد کریں۔ انہوں نے اس خونریزی کا تذکرہ کیا جس کا انہیں بنوخزاعہ کی طرف سے سامنا کرنا پڑا تھا۔ انہوں نے چاہا کہ وہ بنوالاسود بن رزن کا ان سے انتقام لیں۔ انہوں نے انہیں صلہ رحمی کا واسطہ دیا۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ انہوں نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔ نیز یہ کہ انہوں نے اسلام بھی قبول نہیں کیا۔ انہوں نے بتایا کہ بنوخزاعہ نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے۔" قریش نے جلدی ہی ان کی صدا پر لبیک کہا۔ مگر ابوسفیان اس سے مستثنیٰ تھا اس سے نہ مشورہ کیا گیا تھا اور نہ ہی اسے اس کا علم تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے ساتھ مشورہ کیا گیا تھا مگر اس نے اس کا انکار کر دیا۔ انہوں نے اسلحہ، گھوڑوں اور آدمیوں کے ساتھ ان کی مدد کی۔ انہوں نے شب خون مارا تا کہ بنوخزاعۃ اپنا دفاع نہ کر سکیں۔ اس معاہدہ کی وجہ سے بنوخزاعہ امن سے تھے۔ وہ غافل تھے۔ کیونکہ اسلام نے ان کے مابین رکاوٹ کھڑی کر دی تھی۔

قریش، بنوبکر اور بنونفاثہ نے وتیر کے مقام پر ملنے کا وعدہ کیا۔ یہ مکہ مکرمہ کا نشیبی علاقہ تھا۔ بنوخزاعہ کے گھر اسی جگہ تھے۔ وہ مقررہ وقت پر وہاں ملے۔ قریش کے رؤساء نے نقاب اوڑھ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھیس بدلے ہوئے تھے۔ ان میں صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل، خویطب بن عبدالعزی، شیبہ بن عثمان اور مکرز بن حفص تھے۔ ان کے ہمراہ ان کے غلام بھی تھے۔ بنوبکر کا رئیس نوفل بن معاویہ تھا۔ بنوخزاعہ نے مطمئن اور غافل ہو کر رات بسر کی۔ ان کے ہاں بچے، خواتین اور کمزور لوگ تھے وہ انہیں قتل کرتے رہے حتیٰ کہ وہ حرم تک پہنچ گئے۔ نوفل کے ساتھیوں نے کہا: "نوفل! تیرا معبود

تیرا معبود! تو حرم پاک میں داخل ہو گیا ہے۔" اس نے بری بات کی۔ اس نے کہا: "آج میرا کوئی معبود نہیں ہے۔ بنو بکر! مجھے حیاتی کی قسم! تم حرم پاک میں حاجیوں کو لوٹ لیتے ہو۔ کیا تم اپنے دشمن سے بدلہ نہیں لو گے۔ آج تم میں سے کوئی بدلہ لینے سے پیچھے نہ ہٹے۔" بنو خزاعہ حرم پاک میں داخل ہوئے۔ وہ بدیل بن ورقاء کے گھر داخل ہو گئے۔ اس وقت صبح طلوع ہو رہی تھی۔ قریش اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو گئے۔ ان کا گمان تھا کہ انہیں پہچانا نہیں گیا۔ نہ ہی یہ خبر آپ ﷺ تک پہنچے گی۔ صبح بدیل اور رافع کے گھروں کے سامنے کشتوں کے پشتے لگے تھے۔

سہیل بن عمرو نے نوفل بن حارث سے کہا "تم نے دیکھ لیا ہے ہم نے تمہارے ساتھ اور تمہاری قوم اور ان لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے جس کے ہمراہ تو نے قتال کیا ہے۔ تو ان کا قتل عام کیا ہے تو بقیہ لوگوں کو بھی تہ تیغ کرنا چاہتا ہے ہم اس پر تیری اتباع نہیں کریں گے۔ انہیں چھوڑ دے۔ اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ وہ چلے گئے۔ قریش نادم تھے۔ وہ اپنے اس عمل پر شرمندہ تھے۔ انہیں علم تھا کہ ان کے اس فعل سے وہ معاہدہ ٹوٹ گیا ہے جو حضور اکرم ﷺ اور ان کے مابین تھا۔ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی، ربیعہ، صفوان، سہیل اور عکرمہ کے پاس گئے اور انہیں اس پر ملامت کی جو انہوں نے بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کی تھی۔ انہوں نے کہا: "یہ اس معاہدہ کو توڑ دینا ہے جو تمہارے اور محمد عربی ﷺ کے مابین ہے۔

آپ کا علم مبارک

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ اس رات کی صبح کو آپ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جس رات کو بنو بکر اور قریش نے بنو خزاعہ پر شب خون مارا تھا" عائشہ! بنو خزعہ میں کوئی واقعہ رونما ہو چکا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا قریش نے وہ عہد توڑ دیا تھا جو آپ کے اور ان کے مابین تھا۔ تلوار نے انہیں فنا کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "انہوں نے وہ عہد اس امر کے لیے توڑا ہے جس کا ارادہ رب تعالیٰ نے کیا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! خیر ہے۔" آپ نے فرمایا: "خیر ہے۔"

الطبرانی نے الکبیر اور الصغیر میں حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے میرے ہاں رات بسر فرمائی۔ آپ اٹھے نماز کے لیے وضو کیا۔ ہم نے آپ کو سنا آپ نماز پڑھتے ہوئے فرما رہے تھے: "لبیک! لبیک! لبیک تیری مدد کر دی گئی۔ تیری مدد کر دی گئی۔ تیری مدد کر دی گئی۔ جب آپ باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ کو سنا آپ وضو کرتے ہوئے فرما رہے تھے: "لبیک! لبیک! لبیک! نصرت نصرت نصرت۔" گویا کہ آپ کسی شخص سے گفتگو کر رہے ہیں۔" کیا آپ کے ساتھ کوئی تھا؟ آپ نے

فرمایا: "یہ بنوکعب کا زاجر ہے جو مجھ سے مدد طلب کر رہا ہے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر بن وائل کی مدد کی ہے۔" حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ آپ نے نمازِ صبح ادا کی۔ میں نے زاجر کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

یارب انی ناشد محمدا ... الخ۔

عمرو بن سالم کی بارگاہِ رسالت مآب میں فریاد

الطبرانی، البزار، ابن ابی شیبہ، امام بیہقی اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ عمرو بن سالم بنوخزاعہ کے چالیس سواروں کے ساتھ نکلا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کرنے کے لیے عازم سفر ہوئے۔ انہوں نے آپ کو بتایا کہ انہیں کس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ قریش نے کس طرح ان کے خلاف اسلحہ، پیادہ آدمیوں اور گھڑسواروں سے مدد کی ہے۔ صفوان، عکرمہ اور قریش کے دیگر رؤساء نے اس قتل عام میں شرکت کی ہے۔ اس وقت آپ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے پاس جلوہ افروز تھے۔ عمرو بن سالم خزاعہ کا سردار تھا۔ جب وہ اپنی خون چکاں داستان سے فارغ ہوئے تو عمرو نے اٹھ کر یہ اشعار پڑھے:

یا رب انی ناشدٌ محمدًا حلف ابینا و ابیه الا تلدا

ترجمہ: "اے میرے مولا! میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے آباء اور ان کے دادا جان کے مابین رونما ہوا تھا۔"

قد کنتم ولدا و کنا ولدا تمت اسلمنا فلم ننزع یدا

ترجمہ: "تم ہماری اولاد ہو۔ ہم تمہارے باپ ہیں۔ ہم نے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا ہے اور ہم نے ہاتھ نہیں کھینچا۔"

انَّ قریشا اخلفوك الموعدا و نقضوا میثاقك الموكدا

ترجمہ: "قریش نے آپ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور آپ کا مؤکد عہد توڑ دیا ہے۔"

و زعموا ان لست ادعوا احدا و هم اذل و اقل عددا

ترجمہ: "انہوں نے گمان کیا ہے کہ میں کسی کو مدد کے لیے نہیں پکاروں گا حالانکہ وہ ذلیل بھی ہیں اور تعداد میں تھوڑے بھی ہیں۔"

هم بیتونا بالوتیر هجدا و قتلونا رکعا و سجدا

ترجمہ: "انہوں نے وتیر کے مقام پر ہم پر اس وقت ہلہ بول دیا جبکہ ہم سو رہے تھے۔ انہوں نے ہمیں رکوع اور سجود میں قتل کیا۔"

• و جعلوا لی فی کداء رصدا — فانصر رسول الله نصرا یدا

ترجمہ: "انہوں نے کداء میں میرے لیے گھات لگا رکھی تھی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہماری زبردست نصرت فرمائیں۔"

وادع عباد الله یاتوا مددا — فیھم رسول الله قد تجردا

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بلائیں وہ مدد کرنے کے لیے آئیں۔ اس لشکر میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں جو مقام و منصب میں یکتا ہیں۔"

ان سیم خسفا وجھه تربدا — فی فیلق کالبحر یجری مزبدا

قرم لقرم من قروم اصیدا

ترجمہ: "اگر ان پر ظلم کیا جائے تو ان کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے آپ ایسے لشکر میں جلوہ افروز ہیں جو اس سمندر کی طرح ہے جو جھاگ اچھالتے ہوئے چلتا ہے۔ سرداروں میں سردار کے عوض سردار جو سر اٹھا کر چلتے ہیں جو ادھر ادھر نہیں دیکھتے۔"

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عمرو بن سالم تمہاری مدد کر دی گئی ہے۔" اسی اثناء میں آسمان پر سے بادل گزرا اور گرجا آپ نے فرمایا: "یہ بادل بنو کعب کی نصرت لے کر برسے گا۔"

ابو یعلی نے جید سند کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو اتنا غصے میں کبھی نہیں دیکھا تھا جتنے غصہ میں آپ اس روز تھے۔" آپ نے فرمایا: "اگر میں بنو کعب کی نصرت نہ کروں تو رب تعالیٰ میری مدد نہ کرے۔" محمد بن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ نے بنو خزاعہ کی خونچکاں داستان سنی۔ آپ اٹھے۔ چادر مبارک گھسٹ رہی تھی۔ آپ فرما رہے تھے۔" اگر میں اس چیز سے بنو خزاعہ کی نصرت نہ کروں جس سے میں اپنے نفس کی نصرت کرتا ہوں تو رب تعالیٰ میری نصرت نہ کرے۔"

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ کو بنو خزاعہ کے واقعہ کی خبر ملی تو فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے میں انہیں ہر اس چیز سے روکوں گا جس سے میں اپنے اہل اور گھر والوں کو روکتا ہوں۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے بنو خزاعہ کے ان افراد سے کہا: "واپس لوٹ جاؤ۔ وادیوں میں بکھر

جاؤ۔" وہ واپس چلے گئے۔ وہ منتشر ہو گئے۔ ایک گروہ ساحل سمندر کی طرف چلا گیا۔ جبکہ بدیل بن ورقاء نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ عام رستہ اختیار کیا۔ محمد بن عمر نے محسن بن وھب سے روایت کیا ہے کہ بدیل بن ورقاء صلح حدیبیہ کے بعد مکہ مکرمہ گیا۔ بلکہ فتح مکہ کے روز مرالظہران پر آپ سے ملاقات کی۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ یہ مؤقف زیادہ بہتر ہے۔ عمرو بن سالم اور اس کے ساتھیوں نے بتایا ہے کہ انس بن زنیم نے آپ کی ہجو کی آپ نے اس کا خون ہدر قرار دیا۔"

آپ کا قریش کو پیغام

محمد بن عمر اور ابن عائذ نے روایت کیا ہے کہ قریش بنونفاشہ کی مدد کر کے نادم ہوئے۔ انہوں نے کہا: "اب محمد عربی ﷺ ہم پر حملہ آور ہوں گے۔" عبداللہ بن سرح ان کے پاس تھا۔ اس نے کہا: "میری ایک رائے ہے وہ یہ کہ محمد عربی ﷺ اس وقت تک تم پر حملہ آور نہ ہوں گے حتیٰ کہ تمہیں ایسے امور پر اختیار دے دیں جو جنگ سے آسان ہوں۔" انہوں نے پوچھا: "وہ کون سے اختیار ہوں گے؟" اس نے کہا: "وہ تمہاری طرف پیغام بھیجیں گے کہ تم خزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کرو۔ وہ تیئس مقتول وہیں۔ یا بنونفاشہ کا عہد ختم کر دو یا صلح حدیبیہ ختم کر دو۔" ان تینوں اختیارات کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔" قریش نے کہا: "ابن ابی سرح نے جن امور کو پیش کیا ہے ان میں سے بہترین کا انتخاب کرلو۔ یہ انہیں جانتا ہے۔" سہیل نے کہا: "ہم بنونفاشہ کا عہد توڑ دیتے ہیں۔ یہ سب سے زیادہ آسان ہے۔" شیبہ بن عثمان نے کہا: "تو نے اپنے ننھیال کی حفاظت کی ہے اور ان کے لیے غصے میں ہوا ہے۔" سہیل: قریش میں سے کسی کو خزاعہ نے جنم نہیں دیا۔" شیبہ: لیکن ہم بنوخزاعہ نے مقتولوں کی دیت ادا کر دیں گے۔ یہ آسان امر ہے۔" قرظہ بن عبد عمرو نے کہا: "نہیں! ہم نہ تو دیت دیں گے اور نہ ہی بنونفاشہ سے قطع تعلقی کریں گے بلکہ صلح حدیبیہ کو توڑ دیں گے۔" ابوسفیان: یہ رائے درست نہیں۔ میں اس رائے کا انکار کرتا ہوں کہ قریش اس معاہدہ کو توڑیں یا قطع تعلقی کریں۔ یہ خون ریزی ہمارے مشورہ اور رضا کے بغیر ہوئی ہے۔" قریش نے کہا: "بس یہی رائے ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی رائے نہیں۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب بنوخزاعہ کا کارواں آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے ان سے پوچھا: "تمہارے خیال میں یہ ستم کس نے ڈھایا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "بنوبکر نے۔" آپ نے فرمایا: "کیا سارے بنوبکر نے؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں! بنونفاشہ نے۔ ان کا سردار نوفل بن معاویہ نفاشہ ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ بنوبکر کا ہی ایک قبیلہ ہے۔ میں اہلِ مکہ کے پاس اپنا قاصد بھیجنے لگا ہوں۔ ان سے اس امر کے بارے پوچھنے لگا ہوں۔ میں انہیں تین امور میں اختیار دینے لگا ہوں۔"

آپ نے حضرت ضمرہ کو ان کے پاس بھیجا۔ تین امور میں سے ایک کو اختیار کرنے کے لیے کہا یا تو وہ بنوخزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کریں یا بنونفاثہ سے لاتعلقی کا اظہار کر دیں۔ یا صلح حدیبیہ توڑ ڈالیں۔ حضرت ضمرہ ان کے پاس آئے۔ مسجد حرام کے دروازے کے پاس اونٹنی بٹھائی۔ مسجد کے اندر گئے۔ قریش اپنی اپنی محافل میں تھے۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے قاصد ہیں اور انہیں حضور اکرم ﷺ کا پیغام دیا۔ قرظہ بن عبد عمرو نے کہا: ''اگر ہم بنوخزاعہ کے مقتولوں کی دیت دے دیں تو پھر بنونفاثہ میں شدت اور قوت ہے۔ جب تک ہمارے پاس کچھ بھی ہے ہم ان کی دیت نہیں دیں گے۔ جہاں تک بنونفاثہ سے لاتعلقی کا تعلق ہے تو اہلِ عرب کا کوئی قبیلہ نہیں جو ان کی طرح بیت اللہ کی تعظیم کرتا ہو۔ وہ ہمارے حلیف ہیں۔ ہم ان سے قطع تعلقی نہیں کریں گے۔ ہم صلح حدیبیہ توڑ دیتے ہیں۔'' ضمرہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آگئے اور ان کی باتوں سے آپ کو آگاہ کیا۔ بعد میں قریش اپنے اس جواب پر نادم ہوئے اور ابوسفیان کو آپ کے پاس بھیجا۔

ابوسفیان، بارگاہِ رسالت مآب میں

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''گویا کہ تمہارے پاس ابوسفیان آ رہا ہے وہ کہہ رہا ہے ''معاہدہ کی تجدید کر دو۔ صلح میں اضافہ کر دو لیکن وہ ناراضگی لے کر جائے گا۔''

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور محمد بن عمر نے لکھا ہے ''حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ ابوسفیان کے پاس گئے انہوں نے کہا: ''اس امر سے صلح کرنا ناگزیر ہے۔ اگر یہ معاملہ درست نہ ہوا تو محمد عربی ﷺ اپنے صحابہ سمیت تم پر حملہ آور ہوں گے۔'' ابوسفیان نے کہا: ''ہند بنت عتبہ نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے میں تو اس کے شر سے خوف زدہ ہوں۔'' انہوں نے پوچھا: ''اس نے کیا خواب دیکھا ہے؟'' اس نے کہا: ''اس نے دیکھا ہے کہ خون الحجون کی طرف سے آیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ خندمہ میں کچھ دیر کے لیے ٹھہرا ہے۔ پھر گویا کہ وہاں خون نہ تھا۔'' قوم نے اس خواب کو ناپسند کیا۔

ابوسفیان نے کہا: ''بخدا! میں نہ تو اس خونریزی کے وقت موجود تھا نہ غائب۔ نہ ہی اس کے بارے مجھ سے مشورہ کیا گیا جب مجھے اس کی خبر ملی نہ میں اس پر راضی ہوا۔ بخدا! اگر میرا گمان سچ ہے تو محمد عربی ﷺ ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ یہ گمان سچ ہے اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ محمد عربی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ ان سے بات چیت کروں کہ وہ صلح نامہ میں اضافہ کر دیں۔ معاہدہ کی تجدید کر دیں۔'' قریش نے کہا: ''بخدا! تیری بات درست ہے۔'' قریش اپنے اس فعل پر سخت نادم تھے۔ انہیں خطرہ لاحق ہو گیا کہ اب حضور اکرم ﷺ ان پر ضرور حملہ آور ہوں گے۔''

ابوسفیان روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا۔ دو اونٹنیاں ہمراہ تھیں۔ وہ جلدی جلدی روانہ ہوا۔ اس کا خیال

تھا کہ وہ سب سے پہلے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہو رہا ہے۔عسفان کے مقام پر وہ بدیل بن ورقاء سے ملا۔ابوسفیان کو خدشہ لاحق ہوا کہ شاید بدیل بارگاہِ رسالت مآب سے آ رہا ہے بلکہ اسے یقین ہو گیا تھا۔اس نے انہیں کہا:''ہمیں بتاؤ یثرب کے حالات کیسے ہیں تم کب وہاں گئے ہو؟''انہوں نے کہا:''ہمیں وہاں کے حالات کا علم نہیں۔''ابوسفیان سمجھ گیا کہ یہ چھپا رہے ہیں۔''اس نے کہا:''کیا تمہارے پاس مدینہ طیبہ کی کھجوریں ہیں تم ہمیں کچھ کھلاؤ۔کیونکہ مدینہ طیبہ کی کھجوریں تہامہ کی کھجوروں سے عمدہ ہیں۔''انہوں نے کہا:''نہیں!ابوسفیان نے اس کی بات نہ مانی حتیٰ کہ کہا:''بدیل!کیا تم محمد عربی ﷺ کے پاس سے ہو کر آ رہے ہو؟''اس نے کہا:''نہیں!لیکن میں تو بنو کعب اور بنو خزاعہ کے ان شہروں کی طرف گیا تھا جو ساحل سمندر کے پاس ہیں۔میں ایک قتل کے زمرے میں ان کی صلح کرانے گیا تھا۔''ابوسفیان: بدیل! تم نیکی اور صلہ رحمی سے نا آشنا ہو۔''پھر ابوسفیان نے ان کے پاس قیلولہ کیا۔بدیل اور اس کے ساتھی چلے گئے۔ابوسفیان ان کی جگہ آیا۔اونٹوں کی مینگنیاں اٹھائیں ان میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں پائیں۔گویا کہ وہ پرندے کی زبان ہو۔ابوسفیان نے کہا:''میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ یہ محمد عربی ﷺ کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔''

جس رات یہ واقعہ رونما ہوا تھا اسی رات کی صبح کو یہ روانہ ہوئے تھے۔تین دن لگاتار چلتے رہے۔پھر اسی روز واپس آ گئے تین دن بعد ابوسفیان انہیں ملا۔بنو بکر نے بنو خزاعہ کو تین دن تک بدیل کے گھر روکے رکھا۔وہ ان کے ساتھ بات چیت کرتے رہے۔قریش نے مشورہ کیا کہ ابوسفیان کو بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجیں۔دو دن وہ ٹھہرا رہا یہی پانچ دن تھے جو بنو خزاعہ کے قتل عام کے بعد گزرے تھے۔ابوسفیان مدینہ طیبہ پہنچا۔وہ سب سے پہلے اپنی لخت جگر ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا۔اس نے ارادہ کیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھے۔مگر انہوں نے وہ بستر لپیٹ دیا۔اس نے کہا:''نورِ نظر!کیا یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس کے قابل نہیں۔''انہوں نے فرمایا:''بلکہ یہ حضور اکرم ﷺ کا بستر ہے تو ایک مشرک اور پلید شخص ہے۔میں پسند نہیں کرتی کہ تو حضور اکرم ﷺ کے بستر پر بیٹھے۔''اس نے کہا:''نورِ نظر!میرے بعد تمہیں شر نے آلیا ہے۔''ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:''نہیں بلکہ اس نے مجھے اسلام کی طرف دعوت دی ہے۔تو قریش کا رئیس اور سردار ہے۔تم سے قبول اسلام میں تاخیر کیسے ہو سکتی ہے۔تم بتوں کی پوجا کرتے ہو۔جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں۔''

ابوسفیان وہاں سے اٹھا۔بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔اس وقت آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔اس نے عرض کی:''محمد عربی ﷺ!میں صلح حدیبیہ کے وقت غائب تھا۔آپ اس معاہدہ کی تجدید فرما دیں۔ہمارے لیے مدت میں اضافہ کر دیں۔''آپ نے فرمایا:''ابوسفیان!صرف اسی لیے آیا ہے؟''اس نے عرض کی:''ہاں!''آپ نے فرمایا:''کیا تمہاری طرف سے کوئی حادثہ رونما ہوا ہے؟''اس نے کہا:''اللہ کی پناہ!ہم صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر برقرار ہیں۔ہم نے اس میں کوئی تغیر و

تبدل نہیں کیا۔" آپ نے فرمایا: "ہم بھی اپنے معاہدہ اور صلح پر برقرار ہیں۔ ہم نے بھی کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔" ابوسفیان اپنی بات دہراتا رہا لیکن آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ان سے عرض کی۔ اس ضمن میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرو۔ یا اپنی طرف سے لوگوں میں پناہ کا اعلان کر دیں۔" انہوں نے فرمایا: "میری پناہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں ہے۔" ابن عقبہ نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "بخدا! اگر میں کسی چیونٹی کو بھی پالوں جو تیرے ساتھ جنگ کر رہی ہو تو میں تیرے خلاف اس کی بھی مدد کروں گا۔" ابوسفیان حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اسی طرح کی گفتگو کی جس طرح کی گفتگو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ انہوں نے کہا: "کیا میں بارگاہِ رسالت مآب میں تیری سفارش کروں گا۔ اگر میں چیونٹی کو بھی تیرے ساتھ مصروفِ جنگ دیکھوں گا میں اس کی بھی مدد کروں گا۔ جو ہمارا معاہدہ ہوا ہے رب تعالیٰ اسے بوسیدہ کر دے۔ جو محکم ہوا ہے رب تعالیٰ اسے کاٹ دے۔ جو کٹ چکا ہے رب تعالیٰ اسے نہ جوڑے۔" ابوسفیان نے کہا: "رب تعالیٰ تمہیں اس قطع رحمی کی سزا دے۔"

ابوسفیان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ان سے عرض کی: "اس قوم میں سے تم میرے سب سے قریبی رشتہ دار ہو۔ مدت میں اضافہ کر دو اور معاہدہ کی تجدید کر دو۔ تمہارے صاحب تمہاری بات کو نہیں ٹالیں گے۔" انہوں نے فرمایا: "میری پناہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں ہے۔" وہ وہاں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کاشانہ اقدس میں آیا۔ اس نے کہا: "علی! تم رشتہ داری میں سب سے میرے قریبی ہو۔ میں ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں لیکن بے نیل مرام واپس نہیں جانا چاہتا۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں میری سفارش کریں۔" انہوں نے فرمایا: "ابوسفیان! تیرے لیے ہلاکت! جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بات کا عزم کر لیں تو ہم میں استطاعت نہیں کہ ہم آپ سے اس پر گفتگو کر سکیں۔" وہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اس نے کہا: "ابوثابت! تم اس بستی کے سردار ہو۔ لوگوں کو پناہ دے دو۔ مدت میں اضافہ کر دو۔" حضرت سعد نے فرمایا: "میری پناہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دیتا۔" ان سے مایوس ہو کر وہ حضرت سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنی والدہ محترمہ کے سامنے گھٹنے گھسیٹ کر چل رہے تھے۔ اس نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورِ نظر! کیا لوگوں کو پناہ دیتی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک خاتون ہوں۔" انہوں نے انکار فرما دیا۔ ابوسفیان نے کہا: "اپنے اس نورِ نظر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو پناہ دے دے۔ یہ آخری زمانہ تک عرب کا سردار بن جائے گا۔" انہوں نے فرمایا: "میرے فرزند دلبند ابھی تک اس عمر کو نہیں پہنچا کہ لوگوں کو پناہ دے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دیتا۔" اس نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا: "علی! زمانہ مجھ پر شدت اختیار کر گیا ہے۔ مجھے نصیحت کریں۔" انہوں نے کہا: "میں کسی چیز کو نہیں جانتا جو تجھے فائدہ دے۔ تم بنو کنانہ کے سردار ہو۔" ابوسفیان: "ہاں!"

حضرت علی المرتضیٰ: اٹھو اور لوگوں کے مابین پناہ کا اعلان کرو پھر اپنے شہر لوٹ جاؤ۔ ابوسفیان: کیا آپ کی رائے میں مجھے اس طرح فائدہ ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: "نہیں! بخدا! لیکن مجھے اس کے علاوہ تمہارے لیے کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔" ابوسفیان اٹھا مسجد نبوی میں گیا۔ کہا: "اے لوگو! میں نے لوگوں میں امن و امان کا اعلان کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے تم میرے عہد کو نہیں توڑو گے۔ وہ حضور رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! میں نے لوگوں کے مابین امن و امان کا اعلان کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ابوحنظلہ! یہ صرف تو ہی کہہ رہا ہے۔" پھر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر عازم سفر ہو گیا۔

اس کو آئے ہوئے کافی دن گزر چکے تھے۔ جس کی بناء پر قریش نے اس پر سخت تہمتیں لگائیں۔ انہوں نے کہا: "ہمارا خیال ہے وہ صابی ہو گیا ہے۔ اس نے چھپ کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کر لی ہے۔ وہ اپنا اسلام چھپا رہا ہے۔" جب رات کے وقت ہند کے پاس گیا۔ تو اس نے کہا: "تو نے اتنی دیر لگا دی کہ قوم میں تیرے بارے طرح طرح کی باتیں گردش کرنے لگیں۔ اگر تو کسی کامیابی کے ساتھ آیا ہے تو تو جوانمرد ہے۔" پھر ہند نے پوچھا: "تو نے کیا کیا؟" ابوسفیان نے سارا واقعہ سنا دیا۔ اس نے کہا: "میں صرف وہی کر سکا جو مجھے علی نے کہا تھا۔" ہند نے اس کے سینے پر ٹانگ ماری اور کہا: "تو اپنی قوم کا قبیح قاصد ہے۔ تو بھلائی کے ساتھ نہیں آیا۔"

وقتِ صبح اس نے اساف اور نائلہ کے پاس حلق کرایا۔ ان کے لیے قربانی دی ان کے سروں پر خون چھڑکا پھر کہا: "میں تمہاری پوجا سے جدا نہ ہوں گا حتیٰ کہ میں اس عقیدہ پر مر جاؤں جس پر میرا باپ مرا ہے۔" یہ سب کچھ اس نے اس لیے کیا تھا تاکہ وہ قریش کی تہمتوں سے خود کو بری کر سکے۔ جب قریش نے اسے دیکھا تو اٹھ کر اس کے پاس گئے۔ پوچھا: "کیا ہوا؟ کیا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پر حملہ نہیں کریں گے۔" اس نے کہا: "بخدا! انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ میں نے ان سے بات کی مگر انہوں نے مجھے جواب نہ دیا۔ میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بات کی مگر مجھے ان میں بھی بھلائی نظر نہ آئی۔ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ لیکن وہ سب سے بڑھ کر دشمن نکلے میں نے سارے معزز صحابہ سے گفتگو کی۔ مگر کسی نے مجھے جواب نہ دیا۔ سب نے میرے ساتھ ایک ہی بات کی۔ میں نے کسی قوم کو نہیں دیکھا جو اپنے بادشاہ کی اتنی اطاعت گزار ہو۔ سوائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جب امور مجھ پر شدت اختیار کر گئے تو انہوں نے مجھے کہا: تم بنو کنانہ کے سردار ہو۔ لوگوں کے مابین امن کا اعلان کر دو۔" میں نے امن کا اعلان کر دیا۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: "ابوحنظلہ! یہ تم ہی کہہ رہے ہو؟" انہوں نے مزید کچھ نہ کہا۔

"قریش نے کہا: "تم رضا کے بغیر راضی ہو گئے ہو۔ ایسی چیز لے کر آئے ہو جس کا ہمیں فائدہ نہیں نہ اس کا کچھ تمہیں فائدہ ہے۔ بخدا! تمہاری پناہ جائز نہیں۔ تمہاری پناہ ان کے لیے توڑنا بہت آسان ہے۔ حضرت علی نے تمہارے ساتھ کھیل کھیلا ہے۔"

ابوسفیان: اس کے علاوہ مجھے کوئی رستہ نظر نہ آیا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے مشاورت

ابن ابی شیبہ نے محمد بن حنیفہ سے اور وہ ابو مالک الاشجعی سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ ایک حجرہ مقدسہ سے باہر تشریف لائے۔ اس کے دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔ جب آپ تنہا بیٹھتے تھے تو کسی کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ آپ اسے خود ہی یاد فرما لیتے۔ آپ نے فرمایا: ''ابوبکر صدیق کو بلاؤ۔'' وہ حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ کافی مدت ان سے سرگوشی کرتے رہے۔ پھر آپ نے انہیں دائیں طرف بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: ''عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔'' وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے۔ ان سے آپ طویل وقت سرگوشی فرماتے رہے۔ حضرت عمر فاروق نے بلند آواز سے کہا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کفر کے سرغنے ہیں انہوں نے ہی گمان کیا ہے کہ آپ جادوگر ہیں، آپ کاہن ہیں، آپ کذاب ہیں، آپ گھڑنے والے ہیں۔'' حضرت عمر فاروق نے کوئی چیز نہ چھوڑی جو اہلِ مکہ آپ کو کہتے تھے مگر انہوں نے اس کا تذکرہ کر دیا۔'' آپ نے انہیں دوسری طرف بیٹھنے کا حکم دیا۔ ایک دائیں اور دوسرا بائیں طرف بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے صحابہ کرام کو بلایا اور فرمایا: ''کیا میں تمہارے ان دو ساتھیوں کی مثال نہ بیان کروں؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے رخِ انور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف کیا۔ فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں گھی سے بھی زیادہ نرم تھے۔'' پھر آپ نے رخِ انور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کیا اور فرمایا: ''حضرت نوح علیہ السلام رب تعالیٰ کے بارے پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے۔'' مشورہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہی ہے۔ تیاری کرو ایک دوسرے کی معاونت کرو۔''

صحابہ کرام حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے گئے۔ انہوں نے کہا: ''ابوبکر! ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم حضرت فاروق اعظم سے اس سرگوشی کے بارے پوچھیں۔ جو حضور اکرم ﷺ نے تم سے کی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''آپ نے مجھے فرمایا: ''مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے بعد تمہاری کیا رائے ہے؟'' میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ آپ کی قوم ہیں۔'' حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ میرا مشورہ مان لیں گے۔ پھر آپ نے عمر فاروق کو بلایا۔ انہوں نے عرض کی: ''وہ کفر کے سرغنے ہیں۔'' حتیٰ کہ انہوں نے وہ ساری باتیں عرض کر دیں جو کافر آپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''عرب اطاعت نہیں کریں گے حتیٰ کہ اہلِ مکہ اطاعت کر لیں۔ آپ نے تمہیں جہاد کا حکم دیا ہے تاکہ مکہ مکرمہ پر حملہ کریں۔''

آپ کی تیاری اور دعا

ابن عقبہ، ابن اسحاق اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ ابوسفیان کے چلے جانے کے بعد آپ کچھ دن ٹھہرے رہے۔ پھر ام

المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ تیاری کریں اور یہ معاملہ مخفی رکھیں۔آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! ان کی آنکھوں اور کانوں پر پردے ڈال دے وہ ہمیں اچانک دیکھیں اچانک سنیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے رستوں کی نگرانی کا حکم دیا۔ حضرت عمر فاروق ان پہرے داروں کی نگرانی فرماتے رہے۔ وہ ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے:

"تمہارے پاس جو بھی اجنبی گزرے تم اس سے پوچھ گچھ ضرور کرو۔"

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا خط

امام احمد اور دیگر پانچ محدثین نے حضرت علی المرتضیٰ سے، حاکم، ضیاء، عبد بن حمید، ابن مردویہ، ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے پر اتفاق کر لیا تو حضرت حاطب نے قریش کی طرف ایک خط لکھا اس میں انہیں بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری طرف روانگی پر اتفاق کر لیا ہے۔ انہوں نے وہ خط ایک عورت کے سپرد کیا۔ اس کا تعلق بنو مزینہ کے ساتھ تھا اس عورت کا نام کنود تھا۔ یا سارہ تھا جو بنو مطلب میں سے کسی شخص کی لونڈی تھی۔ انہوں نے اس کے لیے اجرت مقرر کی۔ محمد بن عمر کے مطابق ایک دینار ایک قول ہے دس دینار۔ اس شرط پر کہ وہ یہ خط اہلِ مکہ تک پہنچا دے گی۔ انہوں نے اس عورت سے کہا: "اس خط کو حتی الامکان مخفی رکھنا۔ عام رستہ سے نہ جانا وہاں پہرے دار ہیں۔ اس نے اسے سر کی چوٹی میں رکھا۔ پھر مینڈھیاں کر دیں۔ پھر عازم سفر ہوئی۔ وہ اس رستے پر چلی جہاں پہرے دار نہ تھے۔ وہ خلوق میں محجہ کے رستے چلی حتیٰ کہ وہ عقیق کے مقام پر عام شاہراہ پر چلی گئی۔" امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضرت حاطب نے یہ خط لکھا تھا:

"حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری طرف ایسا لشکر لے کر آ رہے ہیں جو رات کی طرح ہے۔ وہ سیلاب کی طرح رواں ہے میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ اکیلے ہی آپ کی طرف آ جائیں تو رب تعالیٰ تمہارے خلاف آپ کی مدد کرے گا۔ وہ اپنا وعدہ پورا کرے گا جو اس نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار اور ولی ہے۔"

تفسیر ابن سلام میں ہے کہ خط میں لکھا ہوا تھا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہونے ہی والے ہیں یا تمہاری طرف یا تمہارے علاوہ کسی اور کی طرف۔ تم محتاط ہو جاؤ۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کا حکم دے دیا ہے۔ میرے خیال میں آپ صرف تمہارا قصد کیے ہوئے ہیں۔ میں نے پسند کیا کہ میں یہ خط لکھ کر تم پر احسان کر دوں۔"

آپ پر آسمان سے اس خط کے بارے وحی آ گئی۔ آپ نے حضرات علی، زبیر، مقداد بن اسود یا ابومرثد رضی اللہ عنہم کو

بھیجا۔ آپ نے فرمایا: اس عورت کو جا پکڑو جس کے پاس حاطب کا خط ہے۔ جو انہوں نے قریش کی طرف لکھا ہے۔ انہوں نے ہمارے اس لشکر سے انہیں محتاط رہنے کے لیے کہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے: ''تم جاؤ روضۃ خاخ جاؤ۔ وہ ایک جاسوسہ ہوگی اس کے پاس ایک خط ہے۔''

یہ حضرات عازمِ سفر ہوئے۔ اسے وادیٔ ریم میں جا پایا۔ اسے نیچے اترنے کے لیے کہا۔ انہوں نے اس کا کجاوہ چھان مارا مگر وہاں سے کچھ نہ ملا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ نہیں بولا۔ نہ ہم نے جھوٹ بولا ہے۔ تو وہ خط نکال دے ورنہ ہم تجھے ننگا کر دیں گے۔'' جب اس نے یہ اصرار اور کوشش دیکھی تو اس نے کہا: ''پیچھے ہو جاؤ۔'' اس نے اپنے سر کی مینڈھیاں کھولیں۔ وہاں سے خط نکال دیا۔ انہوں نے اس سے خط لیا اور اسے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا:

''حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہلِ مکہ کے مشرکین کی طرف!'' انہوں نے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض امور کے بارے بتایا تھا۔ آپ نے حضرت حاطب کو بلایا۔ فرمایا: اے حاطب! تمہیں اس امر پر کس نے ابھارا؟ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں نہ بدلا ہوں نہ ہی تبدیل ہوا ہوں میں ایک ایسا انسان ہوں جس کا اس قوم میں نہ قبیلہ ہے نہ کوئی اصل ہے۔ میرے اہلِ خانہ اور اولاد ان کے پاس ہے میں نے ان پر احسان کرنے کی کوشش کی ہے۔''

ابو رافع کی روایت میں ہے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے بارے جلدی نہ کریں۔ میں ایک ایسا شخص ہوں جو قریش کا حلیف اور ان میں مقیم تھا۔ میں قریش میں سے نہیں تھا۔ آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کے رشتہ دار ہیں۔ جو ان کے اموال بچاتے ہیں اہلِ خانہ کا تحفظ کرتے ہیں۔ وہاں میری رشتہ داری نہیں۔ میں نے چاہا کہ میں ان پر احسان کر دوں تاکہ اپنے رشتہ داروں کا تحفظ کروں۔ میں نے اسلام لانے کے بعد کفر کرتے ہوئے اس طرح نہیں کیا۔'' آپ نے فرمایا: ''انہوں نے تمہارے ساتھ سچ بولا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب سے کہا: ''تم دیکھ رہے ہو کہ آپ نے رستوں پر پہرے دار بٹھا رکھے ہیں اور تم قریش کو خط لکھ رہے ہو کہ محتاط رہو۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔ یہ شخص منافق ہو گیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''عمر! تم کیا جانو رب تعالیٰ نے یومِ بدر کو اہلِ بدر کی طرف دیکھا اور فرمایا'' تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔'' یہ سن کر حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۞② لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ (الممتحنہ:۱تا۳)

ترجمہ: "اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو (اپنے) جگری دوست تم تو اظہارِ محبت کرتے ہو ان سے حالانکہ وہ انکار کرتے ہیں (اس دین) حق کا جو تمہارے پاس آیا ہے۔ انہوں نے نکالا ہے رسولِ (مکرم) کو اور تمہیں بھی (مکہ سے) محض اس لیے کہ تم ایمان لائے ہو اللہ پر جو تمہارا پروردگار ہے۔ اگر تم جہاد کرنے نکلے ہو میری راہ میں اور میری رضاجوئی کے لیے (تو انہیں دوست مت بناؤ) تم بڑی رازداری سے ان کی طرف محبت کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں جانتا ہوں جو تم نے چھپا رکھا ہے اور جو تم نے ظاہر کیا اور جو ایسا کرے تم میں سے تو وہ بھٹک گیا راہِ راست سے اگر وہ تم پر قابو پا لیں تو وہ تمہارے دشمن ہوں گے اور بڑھائیں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم (ان کی طرح) کافر بن جاؤ۔ نہ نفع پہنچائیں گے تمہیں تمہارے رشتہ دار اور نہ تمہاری اولاد روزِ قیامت۔ اللہ تعالیٰ جدائی ڈال دے گا تمہارے درمیان اور اللہ تعالیٰ جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔"

مکہ مکرمہ کی طرف روانگی

ابن عقبہ، ابن اسحاق، محمد بن عمرو وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ کو بطن اضم کی طرف بھیجا تاکہ گمان کرنے والا گمان کرے کہ آپ اس سمت جانے کا عزم کر رہے ہیں۔ خبر نہ پھیل سکے۔ آپ نے قریش کی طرف جانے کا اعلان کیا۔ آپ نے اہلِ بادیہ اور دیگر مسلمانوں کی طرف یہ پیغام بھیجا "جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ حاضر ہو۔" آپ نے ہر طرف قاصد

بھیجے حتیٰ کہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ترغیب دلاتے ہوئے۔ اور بنو خزاعہ کے افراد کی مصیبت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

عنانی ولم اشهد ببطحاء مكة رجال بنی كعب تحز رقابها

ترجمہ: "اگرچہ میں وادیٔ بطحاء میں موجود نہ تھا مگر بنو کعب کے افراد کی گردنیں اڑا کر مجھے سخت تکلیف دی گئی۔"

بایدی رجالٍ لم یسلّوا سیوفهم و قتلی کثیرٌ لم تجنّ ثیابها

ترجمہ: "ایسے افراد کے ہاتھوں میں سے جنہوں نے اپنی تلواریں بھی نہیں سونت رکھی تھیں اور بہت سے مقتولین کو کفن نہیں دیا گیا تھا۔"

الا لیت شعری هل تنالنّ نصرتی سهیل بن عمرو حرها و عقابها

ترجمہ: "کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ کیا میری چھوٹی بڑی مدد سہیل بن عمرو کے پاس پہنچ چکی ہے۔"

فلاتا منها یا ابن امّ مجالدٍ اذا احتلبت صرفا واعصل نابها

ترجمہ: "اے ام مجالد کے فرزند! تم ہم سے امن میں نہیں رہ سکتے۔ جب جنگ سے خالص دودھ نکالا جائے گا اور اس کے دانت ٹیڑھے ہو جائیں گے۔"

ولا تجزعوا منها فانّ سیوفنا لها وقعةٌ بالموتِ یفتح بابها

ترجمہ: "اب ہم سے جزع و فزع کرتے ہوئے بھاگ نہ جانا۔ ہماری شمشیروں سے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوں گے جن سے موت کے دروازے کھل جائیں گے۔"

حضرت ابورہم کلثوم بن حصین الغفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ آپ بروز بدھ عصر کے بعد روانہ ہوئے۔ رمضان المبارک کے دس روز گزر چکے تھے آپ کے منادی نے اعلان کیا۔ جو روزہ رکھنا چاہے وہ روزہ رکھے جو افطار کرنا چاہے وہ افطار کرلے، آپ نے روزہ رکھ لیا۔ آپ نے آرام نہ فرمایا حتیٰ کہ آپ الصلصل تک پہنچ گئے۔ آپ مہاجرین، انصار اور عرب کے گروہوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ کچھ گھوڑوں پر سوار تھے بعض حضرات قدیہ اونٹوں پر تھے۔ آپ نے حضرت زبیر بن عوام کو دو سو سواروں کے ساتھ آگے بھیج دیا۔ جب آپ بیداء پہنچے تو فرمایا: "میں بادل دیکھ رہا ہوں جو بنو کعب کی نصرت کے ساتھ برس رہا ہے۔"

جب آپ العرج تشریف لے گئے۔ آپ روزہ سے تھے۔ شدت پیاس کی وجہ سے چہرہ انور اور سر اقدس پر پانی ڈالا۔ جیسے کہ امام مالک اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں نے العرج میں آپ کی زیارت کی۔ گرمی کی وجہ سے آپ اپنے سر اقدس پر پانی انڈیل رہے تھے۔ آپ روزہ سے تھے۔ جب آپ العرج سے روانہ ہوئے۔ تو العرج اور الطلوب کے مابین ایک کتیا کو دیکھا جو اپنے بچوں کی وجہ سے ہلکی سی آواز نکال رہی تھی۔ بچے اس کا دودھ پی رہے تھے۔ آپ نے حضرت جمیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔ تاکہ لشکر میں سے کوئی مجاہد اس کے ساتھ یا اس کی اولاد کے ساتھ تعرض نہ کرے۔"

آپ نے ایک سو گھڑ سواروں کا دستہ مسلمانوں کے آگے آگے روانہ کیا۔ العرج اور الطلوب کے مابین ہوازن کا ایک جاسوس گرفتار ہوا۔ آپ نے اسے پوچھا تو اس نے بتایا کہ بنو ہوازن آپ کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے روکے رکھیں تاکہ وہ آگے جا کر لوگوں کو خبردار نہ کر دے۔ جب آپ قدید پہنچے تو بنو سلیم آپ سے ملے۔ آپ نے جھنڈے اور پرچم باندھے اور انہیں قبائل میں تقسیم کیا۔ محمد بن عمر نے یزید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ جب آپ قدید پہنچے تو آپ سے عرض کی گئی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ بنو مدلج کی خوبصورت عورتوں اور ان کے اونٹوں کے سالن کے لیے ان پر حملہ آور نہیں ہوں گے؟" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے انہیں صلہ رحمی کی وجہ سے مجھ پر حرام کیا ہے۔" دوسری روایت میں ہے: "باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اونٹوں کو سینے پر مارنے کی وجہ سے رب تعالیٰ نے انہیں مجھ پر حرام کیا ہے۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ رہے تھے۔ انہوں نے الجحفہ میں آپ سے ملاقات کی آپ نے ان کا سامان مدینہ طیبہ بھیج دیا۔ وہ آپ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "چچا جان! آپ کی ہجرت آخری ہجرت ہے جیسے میری نبوت آخری نبوت ہے۔" حضرت ابوسفیان بن حارث اور حضرت عبد اللہ بن ابی امیہ آپ کو نقب العقاب کے مقام پر ملے۔

روزہ افطار کرنے کا حکم

ترمذی، شیخان، ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں روانہ ہوئے۔ آپ بھی روزے رکھ رہے تھے اور صحابہ کرام بھی روزے سے تھے۔ جب آپ عسفان اور قدید کے مقام کے مابین الکدید پہنچے یا عسفان اور امج یا کراع الغمیم پہنچے تو آپ کو خبر ملی کہ صحابہ کرام پر روزہ رکھنا گراں گزر رہا ہے۔ آپ سے عرض کی گئی کہ ہم انتظار کر رہے ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ نماز عصر کے بعد آپ اپنی سواری پر جلوہ نما ہوئے۔ تو آپ نے دودھ یا پانی کا پیالہ منگوایا۔ اسے اپنے کجاوہ پر رکھا تاکہ لوگ انہیں دیکھ لیں۔ آپ نے اسے نوش فرمایا اور روزہ کھول دیا۔

پھر آپ نے اسے صحابی کو عطا فرمایا جو آپ کے پہلو میں تھے۔ انہوں نے اسے نوش کیا۔ آپ سے عرض کی گئی کہ بعض لوگ روزہ رکھے ہوئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ نافرمان ہیں۔ وہ نافرمان ہیں۔" پھر آپ نے روزہ نہ رکھا حتیٰ کہ ماہِ رمضان المبارک گزر گیا۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم نے آپ کے ہمراہ سفر کیا۔ ہم روزہ سے تھے۔ ایک جگہ ہم فروکش ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم دشمن کے قریب پہنچ گئے ہو۔ روزہ نہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ قوت کا سبب ہے۔" یہ رخصت تھی۔ بعض نے روزہ رکھا بعض نے افطار کر دیا۔ پھر ہم ایک اور منزل پر فروکش ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "تم صبح دشمن سے ملاقات کرو گے۔ روزہ نہ رکھنا۔ تمہارے لیے بہتر ہے۔ روزہ نہ رکھو۔" یہ عزیمت تھی ہم نے روزہ نہ رکھا۔

مرالظہران پر نزولِ اجلال

آپ نے عشاء کے وقت مرالظہران پڑاؤ کیا۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ وہ دس ہزار مقامات پر آگ روشن کریں۔ ان پر نگران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ قریش تک ایک خبر بھی نہ پہنچی تھی۔ انہیں آپ کی روانگی کے بارے ایک حرف تک نہ پہنچا تھا نہ ہی وہ جانتے تھے کہ آپ کیا کرنے لگے ہیں۔ وہ اس بات سے فکرمند ضرور تھے کہ آپ ان پر حملہ آور ہوں گے۔ انہوں نے ابوسفیان بن حرب کو بھیجا۔

ابن راھویہ، حاکم اور امام بیہقی نے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے کہ جب آپ مرالظہران پہنچے تو آپ نے دس ہزار مقامات پر آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ قریش کو آپ کے بارے ایک خبر بھی نہ ملی تھی۔ انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ آپ کیا کرنے لگے ہیں؟

صحیح میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ جب فتح مکہ کے سال آپ عازم سفر ہوئے تو قریش کو خبر ملی تو ابوسفیان باہر نکلا۔ وہ مختلف خبروں کی ٹوہ میں تھا قریش نے ابوسفیان سے کہا: "اگر تم محمد عربی ﷺ سے ملو تو ہمارے لیے آپ سے امان طلب کرنا۔" وہ اور حکیم بن حزام روانہ ہوئے۔ وہ بدیل بن ورقاء سے ملے۔ یہ مل کر مختلف خبروں کے تجسس میں لگ گئے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ کیا انہیں کوئی خبر ملی ہے یا وہ کسی خبر کے بارے سنتے ہیں۔ جب وہ مرالظہران کے مقام الاک تک پہنچے۔ رات کا وقت تھا۔ انہوں نے لشکر، خیمے اور آگ دیکھی گویا کہ وہ عرفات کی آگ ہو۔ انہوں نے گھوڑوں کے ہنہنانے اور اونٹوں کی آوازیں سنیں۔ یہ سن کر وہ بہت گھبرا گئے۔ بدیل بن ورقاء نے کہا: "یہ بنو کعب ہیں جنگ نے انہیں جلا دیا ہے۔"

ابو سفیان نے کہا: "بنو عمرو کی تعداد اس سے کم ہے۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خواب

امام بیہقی نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ کو اور خود کو خواب میں دیکھا کہ ہم مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ ایک آواز نکالتی ہوئی کتیا وہاں سے نکلی ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہ پشت کے بل لیٹ گئی ہے۔ اس کا دودھ نکلنے لگا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ان کی شدت اب ختم ہو چکی ہے۔ وہ دودھ پیش کر رہے ہیں وہ عنقریب اپنے رشتہ داروں کے ہاں پناہ لیں گے تم ان میں سے بعض کو ملو گے۔ اگر تم ابو سفیان سے ملو تو اسے قتل نہ کرنا۔"

ابو سفیان اراک میں ہے

الطبرانی نے حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم مرالظہران کے مقام پر آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے فرمایا: "ابو سفیان اراک میں ہے اسے پکڑ لو۔" ہم وہاں گئے اور ہم نے اسے پکڑ لیا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے "ابو سفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو شعور تک نہ تھا حتیٰ کہ صحابہ کرام کے اس گروہ نے انہیں جا پکڑا جن کو آپ نے بھیجا تھا۔ انہوں نے ان کے اونٹوں کی نکیلیں جا پکڑیں۔ انہوں نے پوچھا: "تم کون ہو؟" انہوں نے فرمایا: "یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ہیں۔" ابو سفیان نے کہا: "کیا تم نے کسی ایسے لشکر کے بارے سنا ہے جو کسی قوم کے جگر میں اترا ہو لیکن وہ اسے جانتی نہ ہو۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو سلمہ سے اور یحییٰ بن عبدالرحمان بن حاطب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ابو سفیان اور اس کے ساتھی گرفتار ہوئے۔ آپ کے انصاری صحابہ کرام پہرہ دے رہے تھے۔ اس رات ان کی نگرانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام ان تینوں کو پکڑ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ انہوں نے کہا: "ہم اہل مکہ میں سے چند افراد آپ کی خدمت میں لے کر آئے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے کہا: "اگر تم ابو سفیان کو لے کر آئے ہو تو پھر تم نے میرے علم میں اضافہ نہیں کیا۔" انہوں نے کہا: "بخدا! ہم ابو سفیان ہی کو لے کر آئے ہیں۔" حضرت عمر فاروق: "اسے صبح تک روکے رکھو۔" انہوں نے اسے تادم صبح روکے رکھا۔ صبح انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا گیا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے "جب ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کو نگرانوں نے پکڑ لیا تو انہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے انہیں پناہ دے دی۔"

ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے "جب ابوسفیان کو نگران صحابہ کرام نے پکڑ لیا تو اس نے کہا: "مجھے عباس کے پاس لے چلو۔" وہ اسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے انہیں داستان سنائی۔ وہ اسے لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔

ابن راھویہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مرالظہران جلوہ افروز ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دل میں اہلِ مکہ کے لیے رقت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے کہا: "ہائے قریش! اگر آپ طاقت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔ اس سے قبل کہ وہ آئیں اور آپ سے امان طلب کریں تو قریش ہمیشہ کے لیے برباد ہو گئے۔" میں آپ کی خچر شہباء پر سوار ہو گیا۔ میں نے کہا: "میں کسی لکڑیاں فروش کو تلاش کرتا ہوں۔ کسی گوالے کو ڈھونڈتا ہوں یا کسی ضرورت مند کو تلاش کرتا ہوں۔ جو مکہ مکرمہ جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے انہیں بتائے۔ تاکہ وہ آپ سے امان طلب کرلیں۔ اس سے قبل کہ آپ طاقت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔ بخدا! میں اراک میں تھا۔ میں کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھا کہ میں نے ابوسفیان اور بدیل کی آواز سنی۔ وہ باتیں کر رہے تھے۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا۔" میں نے آج کی رات کی طرح کی آگ نہیں دیکھی۔ نہ ہی اتنا بڑا لشکر دیکھا ہے۔" بدیل نے کہا: "بخدا! یہ بنوخزاعہ ہیں جنگ نے انہیں کمزور کر دیا ہے۔" ابوسفیان نے کہا: "بنوخزاعہ کی تعداد اس سے کم ہے کہ ان کا اتنا بڑا لشکر اور اتنی بڑی آگ ہو۔" میں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی۔ میں نے کہا: "ابوحنظلہ! اس نے بھی میری آواز پہچان لی۔ اس نے کہا: "لبیک! ابوالفضل! میرے والدین تم پر فدا! کیا ہے؟" میں نے کہا: "تیرے لیے ہلاکت! یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو دس ہزار افراد کا لشکر لے کر آئے ہیں۔" ابوسفیان! ہائے قریش کے لیے ہلاکت! میرے والدین تم پر نثار! تم مجھے کیا حکم دیتے ہو؟ کیا کوئی حیلہ ہے؟" میں نے کہا: "ہاں! اس خچر کے پیچھے سوار ہو جا۔ میں تجھے بارگاہِ رسالت مآب میں لے جاتا ہوں میں تیرے لیے آپ سے امان طلب کرتا ہوں۔ بخدا! اگر آپ کے علاوہ کسی اور نے تجھ پر غلبہ پالیا تو قتل ہو جائے گا۔" وہ ان کے پیچھے سوار ہو گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسے بارگاہِ رسالت پناہ میں لے آئے۔ حضرت عباس نے فرمایا:

"میں ابوسفیان کو لے آیا۔ میں جب بھی کسی آگ کے پاس سے گزرتا تو وہ پوچھتے: "یہ کون ہے؟ جب وہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خچر کو دیکھتے۔ مجھے اس پر سوار دیکھتے تو کہتے: "یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان ہیں جو آپ ہی کی خچر پر سوار ہیں۔" حتیٰ کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آگ کے پاس سے گزرا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ پوچھا: "کون؟" میں نے کہا: "عباس۔" وہ دیکھنے لگے۔ انہوں نے میرے پیچھے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ انہوں نے کہا: "اللہ کے دشمن! ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے تجھ پر کسی امان اور عہد کے بغیر تسلط بخشا ہے۔" پھر وہ دوڑ کر بارگاہِ رسالت مآب

میں جانے لگے۔ میں نے بھی خچر کو ایڑ لگا دی۔ میں ان سے آگے نکل گیا۔ ہم آپ کے خیمہ کے دروازہ پر اکٹھے ہو گئے۔ میں خچر سے نیچے اترا اور آپ کے خیمہ میں داخل ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے پیچھے خیمہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ابوسفیان ہے۔ جس پر رب تعالیٰ نے کسی امان اور عہد کے بغیر تسلط بخشا ہے آپ مجھے اجازت دیں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اسے پناہ دی ہے۔" میں آپ سے چمٹ گیا۔ سر اقدس کو تھاما۔ میں نے کہا: "بخدا! آج کی رات آپ سے میرے علاوہ کوئی اور سرگوشی نہیں کرے گا۔ جب حضرت عمر فاروق نے اصرار کیا تو میں نے انہیں کہا: "عمر! ذرا ٹھہرو! اگر ابوسفیان بنو عدی میں سے ہوتا تو تم اس قدر اصرار نہ کرتے۔ لیکن تمہیں علم ہے کہ اس کا تعلق بنو عبد مناف کے ساتھ ہے۔" انہوں نے کہا: "عباس! ذرا آہستہ! بخدا! آپ کا اسلام لانا مجھے خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے اگر وہ اسلام لاتا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ کا اسلام لانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے اگر وہ اسلام لاتا۔"

ابن عقبہ اور محمد بن عمر نے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ حضرت عباس نے کہا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل کو پناہ دی ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "انہیں لے آؤ۔" وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ وہ رات بھر آپ کی خدمت میں رہے۔ آپ ان سے حالات دریافت کرتے رہے۔ آپ نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے کہا: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔" آپ نے فرمایا: "یہ گواہی دو: "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔" بدیل اور حکیم نے گواہی دی۔ لیکن ابوسفیان نے کہا: "میں یہ نہیں جانتا۔ بخدا! میرے نفس میں اس کے بارے تردد ہے۔ مجھے مہلت دیں۔" ابوسفیان: "میں لات و عزیٰ کا کیا کروں گا" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیمہ کے باہر سے فرمایا: "ان پر پیشاب کر دو۔ بخدا! اگر تم خیمہ سے باہر ہوتے تو اس طرح نہ کہتے۔" ابوسفیان: "یہ کون ہے؟" صحابہ کرام نے کہا: "یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عباس! ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ۔ اسے صبح میرے پاس لے آنا۔" میں اسے اپنے خیمہ میں لے گیا۔

ابن عقبہ اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب مؤذن نے آذان صبح دی تو سارے لشکر نے اسے جواب دیا۔ ابوسفیان ان کی یہ آوازیں سن کر گھبرا گیا۔" اس نے پوچھا: "یہ کیا کر رہے ہیں؟" حضرت عباس: "نماز پڑھنے کی تیاری کر رہے ہیں۔" ابوسفیان: "تم کتنی نمازیں پڑھتے ہو؟" حضرت عباس: "دن اور رات میں پانچ نمازیں۔" پھر اس نے دیکھا کہ صحابہ کرام آپ کے وضوء کا پانی اپنے ہاتھوں پر اٹھا رہے تھے۔" اس نے کہا: "میں نے آج کی طرح کا بادشاہ نہیں دیکھا۔ کسریٰ اور

قیصر کی سلطنت بھی ایسی نہیں ہے۔" جب آپ نے نمازِ صبح ادا کر لی تو میں ابوسفیان کو آپ کی خدمت میں لے گیا۔

ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے کہ جب صبح ہوئی تو مسلمان وضو کرنے لگے۔ ابوسفیان نے کہا: "ابوالفضل! مسلمانوں کو میرے بارے کوئی حکم دیا گیا ہے۔" انہوں نے کہا: "نہیں! بلکہ وہ نماز پڑھنے لگے ہیں۔ حضرت عباس نے اسے حکم دیا تو اس نے وضو کیا۔ وہ انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں لے گئے۔ جب آپ نے نماز شروع کی تو آپ نے تکبیر کہی۔ صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی۔ آپ نے رکوع کیا تو انہوں نے بھی رکوع کیا۔ آپ نے سر اٹھایا تو صحابہ کرام نے بھی سر اٹھا لیے۔ پھر آپ نے سجدہ کیا تو وہ بھی سجدہ ریز ہو گئے۔" ابوسفیان نے کہا: "میں نے اس قسم کی اطاعت نہیں دیکھی۔ لوگ ادھر ادھر سے جمع ہوئے ہیں۔ میں نے کسریٰ اور روم کے درباروں میں اس قدر اطاعت گزاری نہیں دیکھی۔ ابوالفضل! تمہارا بھتیجا بہت بڑا بادشاہ بن گیا ہے۔" حضرت عباس نے کہا: "ابوسفیان! یہ سلطنت نہیں بلکہ نبوت ہے۔" جب حضور اکرم ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا: "ابوسفیان! کیا اب وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔" اس نے عرض کی: "میرے والدین آپ پر نثار آپ کتنے حلیم اور کریم ہیں۔ آپ کی درگزر کتنی عظیم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہوتا تو مجھے فائدہ دیتا میں نے اپنے معبودانِ باطلہ سے مدد طلب کی۔ آپ نے اپنے معبودِ حق سے مدد طلب کی۔ بخدا! میں جب بھی آپ کے ساتھ جنگ آزما ہوا۔ آپ کی میرے خلاف مدد کی گئی۔ اگر میرا خدا حق اور آپ کا خدا باطل ہوتا تو میں آپ پر غالب آچکا ہوتا۔" آپ نے فرمایا: "ابوسفیان! کیا تیرے لیے اب وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔" اس نے عرض کی: "میرے والدین آپ پر نثار! آپ کتنے حلیم اور کریم ہیں آپ کی درگزر کتنی عظیم ہے۔ اس امر کے بارے میرے دل میں ابھی تک تردد ہے۔" حضرت عباس نے کہا: "ابوسفیان! تیرے لیے ہلاکت! اسلام لے آ۔ اس سے قبل کہ تیری گردن اڑا دی جائے۔" اس نے حق کی گواہی دے دی۔ اس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

ابوسفیان اور حکیم بن حزام نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مختلف لوگوں کو اپنے اہل اور قبیلہ کے پاس لے آئے ہیں ان میں سے بعض معروف ہیں بعض معروف نہیں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم زیادہ ظالم اور جفا جو ہو۔ تم نے صلح حدیبیہ کو توڑا۔ اللہ تعالیٰ کے حرم اور امن میں سے تم نے گناہ اور بغاوت کے ساتھ بنو کعب کے خلاف مدد کی۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ اس جہاد اور کوشش کو ہوازن کے لیے صرف فرماتے تو بہتر ہوتا وہ رشتہ داری کے اعتبار سے بھی دور ہیں اور آپ سے ان کی عداوت بھی بہت شدید ہے۔" آپ نے فرمایا: "مجھے اپنے رب تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ان سارے امور کو جمع کر دے گا۔ فتح مکہ

وہاں اسلام کا غلبہ، بنو ہوازن کی شکست اور ان کے اموالِ غنیمت۔ مجھے درگاہِ ربانیہ سے یہ امید ہے۔"

ابوسفیان اور حکیم بن حزام نے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! لوگوں کو امان بخش دیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر قریش علیحدہ ہو جائیں وہ اپنے ہاتھ روک لیں تو کیا وہ امن سے ہوں گے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں!" حضرت عباس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابوسفیان کو شرف اور فخر پسند ہے۔ آپ اس کے لیے کوئی چیز باعثِ فخر فرما دیں۔"

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت ابوسفیان شرف پسند کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو گیا وہ امن سے ہوگا۔" انہوں نے عرض کی: "میرے گھر میں کتنی وسعت ہوگی؟" آپ نے فرمایا: "جو حکیم بن حزام کے گھر داخل ہوگا وہ امن سے ہوگا۔" حضرت ابوسفیان کا گھر مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں جبکہ حضرت حکیم کا گھر نشیبی علاقے میں تھا۔ آپ نے فرمایا: "جو مسجد حرام میں داخل ہو گیا وہ امن سے ہوگا۔" حضرت ابوسفیان: "مسجد حرام میں کتنی گنجائش ہے۔" آپ نے فرمایا: "جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ امن سے ہے۔" حضرت ابوسفیان: "اب کافی ہے۔"

حضرت ابوسفیان، حضرت حکیم اور لشکرِ الٰہی

ابن عقبہ نے لکھا ہے "جب یہ دونوں جانے لگے تو حضرت عباس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے امن نہیں کہ ابوسفیان اسلام سے پھر جائے۔ آپ اسے واپس آنے کا حکم دیں حتیٰ کہ یہ اسلام کو سمجھ لے اور آپ کے ساتھ لشکرِ الٰہی کو دیکھ لے۔" ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابوسفیان جانے لگے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ابوسفیان کے بارے حکم دیں کہ انہیں رستہ میں روک دیا جائے۔"

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب ابوسفیان جانے لگے تو آپ نے حضرت عباس سے فرمایا: "اسے وادی کی گھاٹی میں روک کر رکھو۔" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں جا لیا اور روک لیا۔ انہوں نے کہا: "بنو ہاشم! کیا مجھے دھوکہ دینے لگے ہو؟" حضرت عباس نے فرمایا: "اہلِ نبوت دھوکہ نہیں دیتے۔ ہم دھوکہ نہیں دیتے۔ لیکن ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ تم رب تعالیٰ کے لشکر کو دیکھو وہ مجاہدین دیکھ لو جنہیں رب تعالیٰ نے مشرکین کے لیے تیار کیا ہے۔" اراک کے پاس تنگ گھاٹی میں انہیں روک دیا گیا۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب غزوۃ الفتح میں آپ مکہ مکرمہ کے قریب آئے تو آپ نے فرمایا: "قریش کے چار افراد ایسے ہیں جو خود کو شرک سے الگ سمجھتے ہیں اور اسلام میں رغبت رکھتے ہیں۔" آپ سے

عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ عتاب بن اسید، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام اور سہیل بن عمرو ہیں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیاری

ابن عقبہ نے رقم کیا ہے کہ آپ کے منادی نے اعلان کیا: ''وقتِ صبح ہر قبیلہ روانہ ہو جائے اور ہر قبیلہ اپنے جھنڈے کے پاس جمع ہو جائے۔ وہ اپنے سامانِ حرب اور اسلحہ کی نمائش کرے۔'' قبائل آپ کے سامنے گزرنے لگے۔ سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گزرے۔ ان کے ہمراہ بنو سلیم تھے۔ ان کی تعداد ایک ہزار یا نو سو تھی۔ ان کے پاس دو جھنڈے اور ایک پرچم تھا۔ ایک جھنڈے کو حضرت عباس بن مرداس دوسرے کو حضرت خفاف بن ندبہ اور حضرت حجاج بن علاط پرچم اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر آگے گزر گئے۔ ابوسفیان نے پوچھا: ''عباس! یہ کون ہیں؟'' حضرت عباس: ''خالد بن ولید۔'' حضرت ابوسفیان: ''جوان۔ حضرت عباس: ہاں! حضرت ابوسفیان: ان کے ساتھ کون ہیں؟ حضرت عباس: بنو سلیم۔ حضرت ابوسفیان: میرا اور بنو سلیم کا کیا تعلق؟ ان کے بعد حضرت زبیر بن عوام گزرے۔ ان کے ہمراہ پانچ سو مہاجرین اور عرب تھے۔ ان کے پاس سیاہ جھنڈا تھا۔ جب وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ابوسفیان: یہ کون ہے؟ حضرت عباس: حضرت زبیر بن عوام ہیں۔ حضرت ابوسفیان: تمہارا بھانجا۔ حضرت عباس: ہاں! پھر ان کے پاس سے بنو غفار گزرے۔ ان کی تعداد تین سو تھی۔ ان کے علمبردار حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تھے۔ جب وہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ حضرت ابوسفیان نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس: بنو غفار۔ حضرت ابوسفیان: میرا اور بنو غفار کا کیا تعلق؟ پھر ان کے پاس سے بنو اسلم گزرے۔ ان کی تعداد چار سو تھی۔ ان میں دو جھنڈے تھے۔ ایک کو حضرت بریدہ بن حصیب اور دوسرے کو حضرت ناجیہ بن الاعجم اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ جب ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس: بنو اسلم۔ حضرت ابوسفیان: میرا اور بنو اسلم کا کیا واسطہ؟ پھر ان کے پاس سے بنو کعب بن عمرو گزرے۔ ان کی تعداد پانچ سو تھی۔ ان کے علمبردار بشر بن سفیان تھے۔ جب وہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس: بنو عمرو بن کعب۔ اسلم کے بھائی۔ ابوسفیان: ہاں! یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیف ہیں۔ پھر بنو مزینہ گزرے۔ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان کے تین جھنڈے تھے۔ ایک سو گھوڑے بھی تھے۔ ان کے جھنڈے حضرات نعمان بن مقرن، عبداللہ بن عمرو اور بلال بن حارث اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ ان کے

سامنے سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس: بنو مزینہ۔ حضرت ابوسفیان: میرا اور بنو مزینہ کا کیا تعلق؟ یہ میرے پاس آئے تو ان کے پہاڑ گونج رہے تھے۔" پھر بنو جہینہ ان کے پاس سے گزرے۔ ان کی تعداد آٹھ سو تھی۔ ان میں چار جھنڈے تھے۔ انہیں حضرات ابو روعہ، معبد بن خالد، سوید بن صخر، رافع بن ملیک اور عبداللہ بن بدر اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ ان کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے نعرۂ تکبیر تین بار کہا۔ حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس: یہ بنو جہینہ ہیں۔ حضرت ابوسفیان: مجھے اور بنو جہینہ کو کیا؟ پھر بنو کنانہ، ضمرہ اور سعد بن بکر دو سو مجاہدین کے ہمراہ گزرے۔ حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں۔ حضرت عباس: بنو بکر۔ حضرت ابوسفیان: ہاں! نحوست والے۔ محمد عربی ﷺ ان ہی کی وجہ سے ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں۔" حضرت عباس: اسی حملہ میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔ وہ تمہارے پاس تمہارا امن لے کر آئے ہیں۔ تم سب اسلام میں داخل ہو جاؤ گے۔" پھر بنو اشجع گزرے۔ ان کی تعداد تین سو تھی۔ ان کے پاس دو جھنڈے تھے۔ ایک کو حضرت معقل بن سنان اور دوسرے کو حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہما اٹھائے ہوئے تھے۔ جب وہ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ حضرت ابوسفیان: یہ کون ہیں۔ حضرت عباس: یہ بنو اشجع ہیں۔ حضرت ابوسفیان: "یہ تو سارے عرب سے زیادہ محمد عربی ﷺ سے عداوت رکھتے تھے۔" حضرت عباس: "اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو داخل کر دیا ہے یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے۔" حضرت ابوسفیان: "کیا محمد عربی ﷺ گزر چکے ہیں؟" حضرت عباس: "نہیں! وہ ابھی تک نہیں گزرے۔ جب وہ گروہ آئے گا جس میں آپ جلوہ نما ہوں گے تو تم اس میں لوہا، گھوڑے اور بہادر مرد دیکھو گے۔ جس کے ساتھ مقابلہ کرنے کی کسی میں طاقت نہ ہو گی۔" ابوسفیان: ان کے ساتھ ٹکر لینے کی جرأت کس میں ہے۔" صحابہ کرام گزرنے لگے۔ جب بھی کوئی گروہ گزرتا تو حضرت ابوسفیان پوچھتے: "کیا ان میں محمد عربی ﷺ ہیں؟" حضرت عباس فرماتے: "نہیں!" حتیٰ کہ آپ کا سبز پوش دستہ نمودار ہوا۔ جس میں مہاجرین اور انصار تھے۔ اس میں جھنڈے اور پرچم تھے۔ انصار کے ہر ہر قبیلہ کے پاس جھنڈا یا پرچم تھا۔ وہ غرق آہن تھے۔ ان کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ ان میں گاہے بگاہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ وہ بلند آواز میں کہہ رہے تھے: "ذرا آہستہ حتیٰ کہ تمہارا اگلا حصہ پچھلے حصے سے مل جائے۔" اس دستہ میں ایک ہزار زرہ پوش تھے۔ آپ نے اس دستہ کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرما رکھا تھا۔ وہ دستے کے آگے آگے تھے۔ جب وہ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ کے ساتھ جھنڈا لے کر حضرت ابوسفیان کے پاس سے گزرے۔ تو انہوں نے کہا: "آج خوب خونریزی کا دن ہے آج خانہ کعبہ کی حرمت حلت میں بدل جائے گی۔ آج قریش ذلیل ہو جائیں گے۔" ابوسفیان نے کہا: "عباس! آج میری حفاظت کا ذمہ آپ پر ہے۔" پھر قبائل گزرتے تھے۔ پھر حضور اکرم ﷺ

جلوہ افروز ہوئے۔آپ اپنی قصواء اونٹنی پر سوار تھے۔آپ کے ایک طرف حضرت سیدنا صدیق اکبر اور دوسری طرف حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما تھے۔آپ ان کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: "یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے محترم و مکرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔" صحیح میں ہے کہ انصار کا دستہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔ان کے پاس جھنڈا تھا۔یہ سب سے بڑا دستہ تھا۔پھر ایک چھوٹا دستہ آیا اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز تھے۔آپ کا جھنڈا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔حضرت ابوسفیان نے کہا: "آج تمہارے بھتیجے کی سلطنت بہت عظیم ہوگئی ہے۔" حضرت عباس: "یہ سلطنت نہیں۔نبوت ہے۔" حضرت ابوسفیان: "ہاں! نبوت ہے۔"

الطبرانی نے حضرت عباس سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں نے ابوسفیان سے کہا: "ہمارے ساتھ اسلام لے آؤ۔" اس نے کہا: "نہیں! حتیٰ کہ میں کداء سے گھوڑے نمودار ہوتے دیکھ لوں۔" حضرت عباس کہتے ہیں۔میں نے کہا: "تو نے یہ کیا کہا؟" اس نے کہا: "یہ بات ویسے ہی میرے دل میں آگئی تھی کیونکہ رب تعالیٰ وہاں سے گھوڑے نمودار نہیں کرا سکتا۔" جب آپ وہیں سے جلوہ افروز ہوئے تو میں نے ابوسفیان کو یہ بات یاد کرائی۔"

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ نے اپنی قوم کے قتل عام کا حکم دے دیا ہے۔کیا آپ نہیں جانتے کہ حضرت سعد کیا کہہ رہے ہیں؟" آپ نے پوچھا: "وہ کیا کہہ رہے ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "وہ اس طرح اس طرح کہہ رہے ہیں۔میں آپ کو آپ کی قوم کے بارے رب تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔آپ سارے لوگوں سے زیادہ پاکباز، صلہ رحمی کرنے والے اور رحم فرمانے والے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "سعد نے خطاء کی ہے۔آج تو رحمت کا دن ہے۔آج رب تعالیٰ کعبہ معظمہ کی تعظیم عطا کرے گا۔آج خانہ کعبہ کو غلاف چڑھایا جائے گا۔آج رب تعالیٰ قریش کو حقیقی عزت عطا فرمائے گا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ بات کی کہ مہاجرین میں سے کسی (شاید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے وہ سن لی۔انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم امن میں نہیں شاید حضرت سعد قریش پر حملہ کر دیں۔" لیکن الحافظ نے یہ مؤقف درست قرار نہیں دیا۔کیونکہ وہ کفار کے حق میں بہت سخت تھے۔محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ یہ بات سننے والے حضرات عبدالرحمان بن عوف اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما ہیں۔

ضرار بن خطاب نے ایسے اشعار کہے جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التجاء کی گئی تھی کہ وہ اہل مکہ پر رحم کریں کیونکہ انہوں نے حضرت سعد کی بات سن لی تھی۔ابوربیع نے لکھا ہے یہ بہت عمدہ اشعار ہیں۔ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ قریش کی ایک عورت نے آپ کی خدمت میں یہ اشعار پیش کیے۔ضرار نے اس عورت کو آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔تاکہ آپ قریش کی

حالت پر رحم کریں۔ وہ درج ذیل اشعار تھے:

یا نبی الھدی الیك لجا   حیّ قریش ولات حین لجاء

ترجمہ: "اے سراپا ہدایت نبی صلی اللہ علیک وسلم! قبیلہ قریش آپ کے ہاں پناہ کا طالب ہوا ہے حالانکہ یہ پناہ کا وقت نہیں ہے۔"

حین ضاقت علیھم سعۃ الارض   و عاداھم الٰہ السماء

ترجمہ: "جب ان پر کشادہ زمین تنگ ہوگئی۔ آسمان کے رب نے ان کے ساتھ عداوت کی۔"

والتقت حلقتا البطان علی القوم   و نودوا بالصیلم الصلعاء

ترجمہ: "قوم پر معاملہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ اور انہیں ایسی مصیبت کی طرف بلایا جاتا ہے جو تکلیف دہ ہے۔"

ان سعدا یرید قاصۃ الظھر   باھل الحجون والبطحاء

ترجمہ: "حضرت سعد ارادہ کرتے ہیں کہ وہ اہلِ حجون اور بطحاء کی کمریں توڑ دیں۔"

خزرجیٌّ لو یستطیع من الغیظ   رمانا بالنسر والعوّاء

ترجمہ: "ان کا تعلق بنو خزرج کے ساتھ ہے۔ اگر وہ غصے کے عالم میں طاقت رکھتے تو ہمیں گھوڑوں اور کتوں کا نشانہ بنا لیتے۔"

و غر الصدر لا یھم بشیئ   غیر سفك الدما و سبی النساء

ترجمہ: "ان کا سینہ غصے کی وجہ سے کھلا ہوا ہے ان کا عزم صرف یہ ہے کہ وہ خونریزی کریں اور عورتوں کو قیدی بنائیں۔"

قد تلظی علی البطاح و جائت   غنہ ھندٌ بالسوءۃ السوآء

ترجمہ: "وہ وادی میں غصے سے دمک رہے ہیں۔ ہند نے ان کی طرف سے بہت بری خبر سنائی ہے۔"

اذ ینادی بذل حیی قریش   و ابنُ حَرْبٍ بذا من الشھداء

ترجمہ: "انہوں نے اعلان کیا ہے کہ آج قریش کا قبیلہ ذلیل ہو جائے گا ان کی اس بات کا ابن حرب (ابوسفیان) گواہ ہے۔"

فلئن اقعم اللواء و نادی   یا حماۃ الادبار اھل اللواء

ترجمہ: "اگر وہ علَم اسلام لے کر آگے جاتے تو یہ اعلان کرتے پشتوں کی حفاظت کرنے والے! اے جھنڈے والو۔"

ثم ثابت الیہ من بھم الخزرج   والاوس انجم الھیجاء

ترجمہ: ''پھر خزرج اور اوس کے مضبوط جوان ان کی طرف لوٹ کر آتے۔ وہ جوان جنگ کے ستارے ہیں۔''

لتکونن بالبطاح قریش فقعة الفاع فی اکُفّ الاِماء

ترجمہ: ''تو قریش سنگلاخ سنگریزوں والی سرزمین میں نرم زمین بن جاتے۔ وہ لونڈیوں کی ہتھیلیوں میں ہوتے۔''

فانہینہٗ فانہ اسدُ الاسد لدی الغاب والِغٌ فی الدماء

ترجمہ: ''آپ انہیں روک دیں وہ شیروں کے شیر ہیں۔ وہ جنگلات میں خون کے پیاسے ہیں۔''

انہ مطرق یرید لنا امر سکوتًا کالحیّة الصَّمّاء

ترجمہ: ''وہ مہر بلب ہیں وہ گونگے سانپ کی طرح خاموش رہ کر ہمارے امر کا ارادہ کیے ہوئے ہیں۔''

حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے ان سے جھنڈا لیا ان کے لخت جگر حضرت قیس بن سعد کو عطا کر دیا۔ آپ نے دیکھا کہ گویا کہ وہ جھنڈا حضرت سعد سے لیا ہی نہیں گیا۔ حتیٰ کہ وہ ان کے نورِ نظر کے پاس چلا گیا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت سعد نے جھنڈا دینے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ آپ کی بارگاہ والا سے کوئی چیز بطور علامت لائی جائے۔ آپ نے اپنا عمامہ مبارک بھیجا۔ آپ نے وہ جھنڈا ان کے نورِ نظر حضرت قیس کو دے دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے ان سے وہ جھنڈا لے لیا اور اسے لے کر مکہ مکرمہ گئے اور اسے رکن کے پاس گاڑ دیا۔

ابن عمر نے روایت کیا ہے کہ آپ نے یہ جھنڈا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا تھا۔ ابو یعلی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انہیں یہ جھنڈا بھی عطا کر دیا تھا۔ آپ نے انہیں دو جھنڈے عطا کیے تھے۔ الحافظ لکھتے ہیں:

''یہ روایتیں اس طرح جمع کی جا سکتی ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے وہ جھنڈا حضرت سعد سے لے لیا۔ پھر آپ کو حضرت سعد کے کبیدہ خاطر ہونے کا خدشہ ہوا تو آپ نے وہ جھنڈا ان کے فرزند حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ پھر حضرت سعد کو خدشہ لاحق ہوا کہ ان کے بیٹے سے کسی ناپسند امر کا اظہار نہ ہو جائے تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی کہ آپ وہ جھنڈا ان سے لے لیں۔ آپ نے وہ جھنڈا لے کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا۔ اس موقف کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت قیس رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو وہ حضور اکرم ﷺ کے آگے آگے تھے۔ حضرت سعد نے آپ سے عرض کی کہ آپ ان سے وہ جھنڈا لے لیں تاکہ ان سے کوئی خلاف ادب کام نہ ہو جائے۔ آپ نے ان سے وہ جھنڈا لے لیا۔

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے اذن دیں تو میں اہلِ مکہ کے پاس جاؤں۔ انہیں دعوت دوں۔ آپ انہیں امن عطا کر دیں۔'' وہ حضور اکرم ﷺ کی خچر شہباء پر

سوار ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میرے باپ کو میرے پاس لے آؤ میرے باپ کو میرے پاس لے آؤ۔ ایک آدمی کا چچا اس کے باپ کی طرح ہی ہوتا ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ قریش ان کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو ثقیف نے عروہ بن مسعود کے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ انہوں نے انہیں قتل کر دیا۔ بخدا! اگر انہوں نے میرے چچا کو اذیت دی تو میں ان پر آگ بھڑکا دوں گا۔" حضرت عباس نے واپس آنا پسند نہ کیا۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! اگر آپ نے ابوسفیان کو جانے دیا تو یہ اسلام لانے کے بعد کفر کرے گا۔" آپ نے فرمایا: "اسے روک لو۔" انہوں نے اسے روک لیا۔ قبائل ان کے پاس سے گزرنے لگے۔ اسی روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے کہا: "عباس! جاؤ۔" حضرت عباس روانہ ہوئے حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "اے اہلِ مکہ! اسلام لے آؤ نجات پا جاؤ گے۔ تمہارے پاس اتنا بڑا لشکر آیا ہے کہ جس کا مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔"

الطبرانی نے حضرت عروۃ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو حضرت عباس سے روکے رکھا۔ حضرت عباس نے کہا: "میں نے ابوسفیان سے کہا: "تیرے لیے ہلاکت! جاؤ اپنی قوم کو پا لو اس سے قبل کہ حضور اکرم ﷺ اس کے پاس پہنچیں۔ ابوسفیان تیزی سے نکلے سارے لوگوں سے آگے نکل گئے۔ کداء سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ بلند آواز سے کہا: "اے گروہِ قریش! یہ محمد عربی ﷺ ہیں۔ جو تمہارے پاس اتنا بڑا لشکر لے کر آئے ہیں۔ جس کا مقابلہ کرنے کی تاب تم میں نہیں۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امن سے ہو گا۔" قریش: تمہارا گھر کتنے افراد کو پناہ دے سکتا ہے۔ حضرت ابوسفیان: "جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا وہ امن سے ہو گا۔ جو مسجد حرام میں داخل ہو گا۔ وہ امن سے ہو گا۔" ہندا اٹھ کر ابوسفیان کی طرف گئی ان کی مونچھوں سے پکڑا۔ اس نے کہا: "گھی کے اس مٹکے کو قتل کر دو۔ اس میں گھی بھرا ہوا ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ یہ قوم کا بدبخت پیش رو ہے۔ یہ قوم کے پاس خیر کی خبر کبھی نہیں لے کر آیا۔" ابوسفیان نے کہا: "یہ عورت تمہیں دھوکہ میں مبتلا نہ کر دے۔ اتنا بڑا لشکر آ گیا ہے جس کا مقابلہ کرنے کی تم میں سکت نہیں۔"

وہ افراد جو امان میں شامل نہ تھے

فتح مکہ کے روز درج ذیل افراد امان میں شامل نہ تھے:

1. عبدالعزیٰ بن خطل۔ بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ اس نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ آپ نے اسے زکوٰۃ لینے کے لیے بھیجا۔ اس کے ہمراہ بنو خزاعہ میں سے ایک شخص بھیجا۔ جو اس کے لیے کھانا بناتا تھا اور اس کی خدمت کرتا تھا۔ یہ ایک جگہ فروکش ہوا۔ اس شخص کو حکم دیا کہ وہ

کھانا تیار کرے۔ یہ دوپہر کے وقت سو گیا۔ یہ جاگا تو وہ خزاعی سو رہا تھا۔ اس نے کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ اس نے اس پر حملہ کر دیا اور تلوار کے ساتھ اس خزاعی کا سر قلم کر دیا۔ عبد العزیٰ اسلام سے مرتد ہو گیا۔ مکہ مکرمہ بھاگ گیا۔ یہ اشعار کہتا تھا ان میں حضور اکرم ﷺ کی ہجو بیان کرتا تھا۔ اس کی دو فاسق لونڈیاں تھیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے بارے ہجو یہ اشعار گاتی تھیں۔ حضرت انس نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے سر اقدس پر خود پہنا ہوا تھا۔ آپ نے اسے اتارا تو ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''ابن خطل خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ معلق ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اسے قتل کر دو۔'' (امام مالک، شیخان)

محمد بن عمر نے لکھا ہے ''جب آپ ذوطوی تشریف لائے تو ابن خطل مکہ مکرمہ کے بالائی حصے کی طرف چلا گیا۔ وہ اسلحہ سے لیس تھا۔ وہ اپنے گھوڑے پر تھا۔ ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ سعید بن عاص کی بیٹیوں کے پاس سے گزرا۔ ان سے کہا: ''محمد عربی ﷺ داخل نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تم اس طرح شمشیر زنی دیکھو گویا کہ مشکیزے کے منہ کھل گئے ہوں۔'' پھر وہ روانہ ہوا۔ خندمہ پہنچا اس نے رب تعالیٰ کے گھڑ سوار دیکھے۔ قتال دیکھا تو اسے رعب نے آلیا۔ حتیٰ کہ اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ وہ واپس آیا خانہ کعبہ پہنچا۔ گھوڑے سے اترا۔ ہتھیار پھینک دیے۔ بیت اللہ آیا اور اس کے پردوں کے نیچے چھپ گیا بنو کعب کے ایک شخص نے اس کے ہتھیار اٹھا لیے۔ اس کے گھوڑے کو جاتے ہوئے دیکھا تو اس پر سوار ہو گیا اور الحجون میں آپ سے جاملا۔

◆ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا پھر مرتد ہو گیا تھا۔ فتح مکہ کے روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی سفارش کی تو آپ نے اس کا خون بخش دیا۔ بعض میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ نے اس کا اسلام قبول کر لیا اس نے اپنا اسلام عمدہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کسی علاقے کا عامل بنا دیا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں عامل بنایا۔ نماز صبح میں سجدہ کی حالت میں ان کا وصال ہوا۔ یہ قریش کے دانا، کریم اور عمدہ لوگوں میں سے تھے یہ بنو عامر بن لؤی کے شہسوار تھے۔ عنقریب ان کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

عکرمہ بن ابی جہل۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

حویرث بن نقید ر۔ یہ آپ کو اذیتیں دیتا تھا۔ اسی نے ہی حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کو آنکڑا مارا تھا۔ جب کہ وہ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آرہی تھیں۔ آپ نے اس کا خون رائیگاں فرمایا۔ وہ اپنے گھر میں تھا۔ اس نے دروازہ بند کر رکھا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے پوچھا۔ انہیں بتایا گیا کہ وہ جنگل میں ہے۔ حویرث کو بتایا گیا کہ اس کی تلاش ہو رہی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے دروازے سے ہٹ گئے۔ وہ بھاگ

کر دوسرے گھر جانا چاہتا تھا۔انہوں نے اسے پالیا اور اس کی گردن اڑادی۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو سوار کرایا تھا تا کہ انہیں مکہ مکرمہ بھیج دے۔حویرث نے ان کے اونٹ کو آنکڑا مارا اور انہیں نیچے گرادیا۔علامہ بلاذری نے لکھا ہے یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے بری باتیں کرتا تھا۔آپ کی ہجو کرتا تھا۔مکہ مکرمہ میں آپ کو بہت اذیتیں دیتا تھا۔

مقیس بن صبابۃ۔اس نے اسلام قبول کرلیا۔پھر ایک انصاری صحابی کے پاس آیا تو انہیں شہید کردیا۔اس انصاری نے غزوۂ ذی قرد میں اس کے بھائی کو خطاءً قتل کیا تھا۔انہوں نے اسے دشمن سمجھا تھا۔مقیس نے دیت لی پھر اس انصاری صحابی کو بھی شہید کردیا۔پھر مرتد ہوگیا۔حضرت نمیلہ بن عبداللہ نے فتح مکہ کے روز اس کا کام تمام کردیا۔

ھبار بن الاسود۔اس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔اس سے قبل یہ مسلمانوں کو بہت اذیتیں دیتا تھا۔جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہجرت فرما ہونے لگیں تو اس نے ان کے اونٹ کو آنکڑا مارا۔جس کی وجہ سے وہ نیچے گر پڑیں۔وہ اسی مرض میں مبتلا رہیں حتیٰ کہ ان کا وصال ہوگیا۔جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو اسے علم ہوا کہ آپ نے اس کا خون رائیگاں فرمایا ہے اس نے اپنے اسلام کا اعلان کردیا۔آپ نے اس کا اسلام قبول کرلیا اور اسے معاف کردیا۔

حویرث بن طلاطل: اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا تھا۔

کعب بن زہیر: اس نے بھی بعد میں اسلام قبول کرلیا تھا۔آپ کی تعریف کی تھی۔

وحشی بن حرب: غزوہ احد میں اس کا تذکرہ ہوچکا ہے۔یہ طائف بھاگ گیا تھا۔جب اہلِ طائف نے اسلام قبول کرلیا تو یہ بھی حاضر خدمت ہوا اور اسلام قبول کرلیا۔

سارہ: یہ عمرو بن ہاشم کی لونڈی تھی۔یہ نوحہ گری اور نغمہ زنی کرتی تھی۔یہ فتح مکہ کے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔آپ سے کچھ مانگا اور محتاجی کا شکوہ کیا۔آپ نے فرمایا: "تمہاری نغمہ زنی کو کیا ہوا؟" اس نے کہا: "جب سے مشرکین کے سردار غزوۂ بدر میں مارے گئے ہیں انہوں نے گانے سننے بند کردیے ہیں۔" آپ نے اس کے ساتھ صلہ رحمی کی اور ایک اونٹ غلہ عطا فرمایا۔وہ قریش کے پاس آئی۔ابن خطل اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے ہجویہ اشعار بتادیتا تھا یہ انہیں گاتی تھی یہی حضرت حاطب کا خط لے کر آئی تھی۔اس نے اسلام قبول کرلیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہی۔

ہند بنت عتبہ: یہ ابوسفیان کی بیوی تھی۔اسی نے ہی آپ کے شیر دل چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے کی کوشش کی تھی۔اس نے اسلام قبول کرلیا۔آپ نے اسے معاف کردیا۔

ارنب: یہ ابن خطل کی لونڈی تھی۔ ابن خطل کی دو اور لونڈیاں تھیں جو آپ کے بارے ہجو یہ اشعار گاتی تھیں۔ ایک کا نام فرتنی، دوسری کا نام قریبہ تھا۔ یہی ارنب تھی۔ ایک نے اسلام قبول کرلیا جبکہ دوسری کو قتل کر دیا گیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ فرتنی نے اسلام قبول کرلیا تھا جبکہ قریبہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔

ام سعد: اس کا تذکرہ ابن اسحاق نے کیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے ممکن ہے کہ یہی ارنب ہو۔ ام سعد کی دو لونڈیاں تھیں جن کے ناموں میں اختلاف ہے۔

مکہ مکرمہ میں داخلہ

ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب ابوسفیان مکہ مکرمہ پہنچے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کے لشکروں کا مشاہدہ کرلیا تھا۔ جو ان کے پاس سے گزرے تھے۔ مسلمان ذوطوی پہنچے۔ صحابہ کرام وہاں پہنچ کر آپ کا انتظار کرنے لگے حتیٰ کہ سارے صحابہ کرام وہیں جمع ہوگئے۔ آپ سبز پوش دستے میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ اپنی قصواء اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ نے اپنی یمنی سرخ چادر کے نصف سے عمامہ باندھ رکھا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو لوگ آپ کی زیارت کے لیے آئے۔ عاجزی کی وجہ سے آپ کا سر اقدس کجاوے کو چھو رہا تھا۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ آپ کا جھنڈا سیاہ تھا۔ پرچم بھی سیاہ تھا۔ آپ ذوطوی کے سامنے کھڑے ہوئے۔ آپ لوگوں کے مابین تھے۔ آپ کی ریش مبارک کجاوے کو چھو رہی تھی یا قریب تھا کہ وہ چھولے۔ یہ سب عاجزی کی وجہ سے تھا۔ جب آپ نے فتح مکہ دیکھی۔ مسلمانوں کی کثرت دیکھی۔ پھر عرض کی: ''مولا! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔'' گھوڑے ذوطوی کی ہر سمت بکھر گئے جب آپ جلوہ افروز ہوگئے تو وہ واپس آکر پرسکون ہوگئے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ آپ احرام کے بغیر تھے۔ (مسلم، امام احمد)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: ''گویا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ کے روز دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ اس کا ایک کنارہ مبارک شانوں کے مابین لٹکا رکھا تھا۔'' (امام مسلم)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''آپ فتح مکہ کے روز کداء مکہ مکرمہ کے بالائی علاقے سے داخل ہوئے۔ (بخاری، بیہقی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس روز آپ کا جھنڈا سفید تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ کا علم مبارک سفید تھا۔ پرچم سیاہ تھا جسے عقاب کہا جاتا تھا وہ یمنی چادر کا ایک ٹکڑا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب فتح مکہ کے سال آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے خواتین کو دیکھا۔ وہ گھوڑوں کو دوپٹوں کے ساتھ واپس کر رہی تھیں۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ فرمایا: "ابوبکر! حضرت حسان نے کیسے کہا ہے؟" انہوں نے حضرت حسان کے یہ اشعار پڑھے:

عدمتُ بُنیّتی ان لم ترَوْھا　　تُثیرُ النقعَ من کِتفی کداءُ

ترجمہ: "میں نے اپنی نورِ نظر کو معدوم پایا۔ اگر چہ تم نے اسے نہیں دیکھا۔ کداء میرے کندھے پر سے گردوغبار اڑا رہا تھا۔"

یُنازِعْنَ الاعنّۃَ مُترجَاتٍ　　یَلطِمھُنَّ بالخُمُرِ النساءُ

ترجمہ: "وہ گھوڑے اپنی لگاموں کو کھینچ رہے تھے۔ حالانکہ ان پر زین ڈالی گئی تھی۔ عورتیں انہیں اپنی اوڑھنیوں سے مار رہی تھیں۔"

آپ نے فرمایا: "اسی طرح داخل ہو جاؤ جیسے حسان نے کہا ہے۔"

صحیح وغیرہ میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مکہ مکرمہ کے بالائی حصے کداء سے داخل ہوں۔ وہ اپنا علم الحجون میں گاڑھ دیں اور آپ کے آنے تک وہیں ٹھہریں۔" صحیح میں ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر سے کہا: "اے ابوعبداللہ! کیا آپ نے تمہیں یہاں جھنڈا گاڑھنے کا حکم دیا تھا؟" انہوں نے کہا: "ہاں!"

آپ نے حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے اللیط سے داخل ہوں۔ وہ میمنہ کی طرف تھے۔ ان کے دستے میں بنو اسلم، بنو سلیم، بنو غفار، بنو مزینہ اور بنو جہینہ شامل تھے۔ آپ نے انہیں قریبی گھروں کے پاس جھنڈا گاڑھ دینے کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا تقرر الحُسّر پر کیا۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن رباح سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدۃ پیادہ دستے کے امیر تھے۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح مسلمانوں کی صف کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آپ کے سامنے ٹھہر گئے۔ آپ نے اپنے امراء کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ روکے رکھیں صرف اس کے ساتھ قتال کریں۔ جو ان کے ساتھ قتال کرے۔ ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ صفوان، عکرمہ اور سہیل نے قتال کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے لوگوں کو جمع کیا۔ وہ خندمہ میں تھے۔ قریش، بنو بکر اور ہذیل کے لوگ ان کے پاس جمع تھے۔ انہوں نے ہتھیار پہن رکھے تھے۔ وہ رب تعالیٰ کی قسمیں اٹھا رہے تھے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی طاقت سے مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ بنو الدیل کے ایک

شخص جماش بن قیس نے جب حضور اکرم ﷺ کے داخلہ کے بارے سنا تو وہ اپنے ہتھیار درست کرنے لگا۔ اس کی بیوی نے اسے کہا: ''یہ تیاری کس لیے ہو رہی ہے؟'' اس نے کہا: ''محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ لڑنے کے لیے۔'' اس عورت نے کہا: ''بخدا! محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔'' مرد نے کہا: ''مجھے امید ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو تیری خدمت میں پیش کر دوں گا۔ تمہیں ایک شخص کی ضرورت ہے جو تمہاری خدمت کرے۔'' عورت: تیرے لیے بربادی! یوں نہ کرو۔ محمد عربی ﷺ کے ساتھ قتال نہ کرو۔ بخدا! تمہاری رائے گمراہ ہے۔ کاش! تم نے محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو دیکھ لیا ہوتا۔'' مرد نے کہا: ''تم عنقریب دیکھ لوگی۔'' پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

ان یقبلوا الیوم فما لی عِلَّۃٌ   ھذا سلاحٌ کامل و اَلَّۃٌ

ترجمہ: ''اگر آج وہ میری دعوت کو قبول کر لیں تو مجھ میں کوئی کمزوری نہیں یہ مکمل اسلحہ اور نیزہ ہے۔''

و ذو غِرارَیْنِ سُرِیعُ السَّلَّۃُ

ترجمہ: ''اور دو دھاری تلوار ہے جو نیام سے تیزی سے نکلنے والی ہے۔''

پھر وہ شخص صفوان، سہیل اور عکرمہ کے ساتھ خندمہ چلا گیا۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں سے اس طرح داخل ہوئے جیسے حضور اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا تو انہوں نے موجودہ اجتماع دیکھا۔ انہوں نے انہیں داخل ہونے سے روکا۔ ان کے لیے ہتھیار لہرائے۔ تیر اندازی کی۔ انہوں نے کہا: ''تم طاقت کے ذریعے یہاں داخل نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو پکارا مشرکین کے ساتھ جنگ آزما ہوئے۔ فوراً قریش کے چوبیس افراد تہ تیغ ہوئے۔ ہذیل کے چار افراد کام آئے۔ انہیں بری طرح شکست ہوئی۔ وہ ہر طرف بکھر گئے۔ ایک گروہ پہاڑوں پر چڑھ گیا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھنے لگے:

اذا ما رسولُ اللہ فینا رائیتُہ   کلُجّۃِ بَحْرٍ نالَ فیھا سریرُھا

ترجمہ: ''حضور اکرم ﷺ ہم میں تشریف فرما تھے آپ سمندر کی وسعت کی طرح تھے۔ جس میں اس کے تحت نے دل کھول کر فیاضی کی تھی۔''

اذا ما ارتدینا الفارسِۃ فَوقِھا   رُدَینیۃٌ یھدی الاصم خریرُھا

ترجمہ: ''جب ہم نے ایسے فارسیہ نیزے اٹھائے جن کے اوپر ردینہ نیزے تھے جس کی آواز بہرے کو رستہ دکھا رہی تھے۔''

راینا رسولُ اللہ فینا محمدًا   لھا ناصرًا عزَّتْ و عزَّ نصیرُھا

ترجمہ: "ہم نے خود میں محمد عربی ﷺ کو دیکھا۔ ان کے لیے ایسے مددگار تھے جو غالب تھے اور ان کے مددگار غالب آگئے۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں مہاجرین کا شعار یا بنی عبدالرحمن، خزرج کا شعار یا بنی عبداللہ اور اوس کا شعار یا بنی عبیداللہ تھا۔

ابوسفیان اور حکیم بن حزام چیخ کر کہنے لگے: "اے گروہِ قریش! تم خود کو ہلاکت میں کیوں پھینکتے ہو؟ جو اپنے گھر میں داخل ہوگیا وہ امن میں ہے۔ جس نے ہتھیار پھینک دیے وہ امن میں ہے۔" لوگ اپنے گھروں میں داخل ہو کر دروازے بند کرنے لگے۔ وہ ہتھیار رستے میں پھینکتے جا رہے تھے۔ مسلمان ہتھیاروں کو اٹھاتے جا رہے تھے۔ جماش شکست خوردہ ہو کر آیا۔ گھر پہنچا۔ دروازے پر دستک دی۔ اس کی بیوی نے دروازہ کھولا۔ گھر داخل ہوا خوف کی وجہ سے گویا کہ روح نکل رہی تھی۔ عورت نے کہا: "وہ خادم کہاں ہے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ میں تو آج سارا دن اس کا انتظار کرتی رہی۔" مرد نے کہا: "اس بات کو ترک کر دو یہ دروازہ بند کر دو۔" پھر اس نے یہ اشعار کہے:

انكِ لو شهدتِ يوم الخندمه   اِذْ فَرَّ صفوانُ و فَرَّ عكرمه

ترجمہ: "اگر تو آج خندمہ میں موجود ہوتی۔ جب صفوان راہِ فرار اختیار کر گیا تھا اور عکرمہ کے بھی چھکے چھوٹ گئے تھے۔"

و ابويزيد كالعجوز الموتمه   و استقبلتهم بالسيوف المُسلمه

ترجمہ: "ابویزید بھی وہاں موت کی طرح کھڑا تھا۔ میں نے ان کا مقابلہ مسلمہ تلواروں کے ساتھ کیا۔"

يقطعن كُلَّ ساعدٍ و جُمجُمه   ضربًا فلا تسمع الا الغَمغمه

ترجمہ: "جو ہر کھوپڑی اور کلائی کو جدا کر رہی تھیں۔ شوروغل کے علاوہ کچھ بھی سنائی نہیں دیتا تھا۔"

لهم نهيتُ خلفا و همهمه   لهم تنطِقى فى اللوم ادنىٰ كلِمَة

ترجمہ: "ہمارے تعاقب میں ان کے سینوں کی مبہم آوازیں تھیں۔ اگر تو بھی یہ سب کچھ سن لیتی تو ملامت کا ایک کلمہ نہ کہتی۔"

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہ مسلمانوں کے ساتھ آئے۔ الحجون پہنچے۔ وہاں آپ کا قیام تھا۔ ان کے ساتھیوں میں سے صرف دو افراد شہید ہوئے تھے۔ وہ رستہ بھول گئے تھے کسی اور رستہ پر چل پڑے تھے۔ انہیں شہید کر دیا گیا تھا وہ کرز بن جابر فہری اور حبیش بن خالد رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ ﷺ آگے تشریف لے گئے۔ اذاخر سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

جب آپ اذاخر پر چڑھے تو آپ کو چمک نظر آئی۔ آپ نے مشرکین کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا: "یہ چمک کیسی ہے؟ کیا میں نے قتال سے منع نہیں کیا؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔ اگر ان کے ساتھ پہلے قتال نہ کیا جاتا تو وہ قتال نہ کرتے۔ انہوں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی نہ ہی آپ کی حکم عدولی کی ہے۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ کی قضاء بہتر ہے۔"

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا ہے۔" آپ سے عرض کی گئی: "یہ خالد ہیں جو قتال کر رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "فلاں! جاؤ اور انہیں کہو وہ قتل کرنے سے ہاتھ اٹھا لیں۔" ایک شخص حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: "حضور اکرم ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تمہیں جس پر قدرت ہے اسے قتل کر دو۔" انہوں نے ستر افراد کو قتل کر دیا۔ وہ شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ سے اس قتل کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے حضرت خالد کی طرف پیغام بھیجا فرمایا: "میں نے تمہیں قتال سے منع نہیں کیا تھا؟" انہوں نے عرض کی: "آپ نے فلاں شخص کو حکم دیا تھا کہ میں جس پر قدرت پاؤں اسے تہ تیغ کر دوں۔" آپ نے اس شخص کو بلا بھیجا۔ آپ نے اسے فرمایا: "کیا میں نے تجھے حکم نہیں دیا تھا کہ تو حضرت خالد کو قتل سے روکے۔" اس نے عرض کی: "آپ نے ایک امر کا ارادہ فرمایا۔ رب تعالیٰ نے دوسرے امر کا ارادہ فرمایا۔ رب تعالیٰ کا امر آپ کے امر سے سبقت لے گیا۔ مجھ میں یہی استطاعت تھی جو ہو گیا۔" آپ خاموش ہو گئے آپ نے اسے جواب نہ دیا۔

امام احمد، امام مسلم، امام بیہقی وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز قریش کے مختلف لوگ جمع ہوئے۔ انہوں نے کہا: "ہم ان کو آگے بھیجتے ہیں۔ اگر انہیں کچھ مل گیا۔ ہم ان کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو ہمیں وہی کچھ عطا کر دیا جائے گا جو کچھ مانگا جائے گا۔" حضور اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا فرمایا: "ابوہریرہ!" میں نے عرض کی: "لبیک!" آپ نے فرمایا: "انصار کو بلاؤ۔ میرے پاس صرف انصار کو لے کر آؤ۔" میں نے آپ کے حکم پر عمل کیا۔ انصار آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "قریش اور ان کے اوباش لوگوں کو دیکھو اور انہیں خوب قتل کرو۔" آپ نے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر اشارہ کیا۔ ہم چلے کسی کو ہمارے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہم میں سے کوئی ان میں سے جسے چاہتا پکڑ لیتا۔ ابوسفیان حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قریش کو ہلاک کر دیا گیا آج کے بعد قریش نہ ہوں گے۔" آپ نے فرمایا: "جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو گیا وہ امن سے ہے۔ جس نے ہتھیار پھینک دیے وہ امن سے ہے۔" لوگوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے۔

محمد بن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اس روز میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا

تھا۔میں آپ کے ساتھ ہی مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔جب آپ نے اذاخر سے دیکھا۔مکہ مکرمہ کے گھر دیکھے تو وہیں رک گئے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔آپ نے اپنے خیمہ کی جگہ کو دیکھا۔فرمایا:" جابر! یہ ہمارے قیام کی جگہ ہے۔اسی جگہ قریش نے ہمارے ساتھ بائیکاٹ کیا تھا۔" مجھے وہ حدیث پاک یاد آ گئی۔جسے میں نے مدینہ طیبہ میں آپ سے سن رکھا تھا۔ "جب ہم مکہ مکرمہ فتح کریں گے تو ہمارا قیام بنو کنانہ کا دامن کوہ ہوگا۔جہاں کفر کی حالت میں قریش نے ہمارے ساتھ معاشرتی بائیکاٹ کیا تھا۔

سورۃ الفتح اور سورۃ النصر کی تلاوت

حضرت عبد اللہ بن مغفل سے روایت ہے۔انہوں نے کہا:"میں نے فتح مکہ کے روز آپ کی زیارت کی۔آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔آپ سورۃ الفتح تلاوت فرمارہے تھے۔آپ بار بار قرأت کررہے تھے۔"راوی کہتے ہیں"اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے اردگرد جمع ہو جائیں گے۔تو میں تمہیں بتاتا کہ حضرت عبد اللہ کس طرح قرأت کر کے ہمیں بتاتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس طرح قرأت کی تھی۔حضرت شعبہ کہتے ہیں۔میں نے حضرت معاویہ سے پوچھا:" آپ کتنی بار قرأت دہرا رہے تھے؟"انہوں نے کہا:" تین بار۔"

الطبرانی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے روز فرمایا:"میرے رب تعالیٰ نے میرے ساتھ اسی کا وعدہ کیا تھا۔" پھر آپ نے سورۃ النصر کی تلاوت کی۔

فتح مکہ کے روز آپ کا قیام کہاں تھا؟

محمد بن عمر نے حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"حضرت ابورافع نے الحجون کے مقام پر آپ کا خیمہ نصب کیا تھا۔آپ تشریف لائے۔اس خیمہ کے اندر تشریف لے گئے۔آپ کے ہمراہ آپ کی دو ازواج مطہرات حضرات ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما تھیں۔"امام بخاری نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کل کہاں قیام فرمائیں گے؟ کیا آپ اپنے گھر قیام فرمائیں گے؟" آپ نے فرمایا:"کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر یا حویلی چھوڑی ہے۔عقیل اور ان کا بھائی طالب، ابوطالب کے وارث بنے تھے۔حضرت جعفر اور علی رضی اللہ عنہما ان کے وارث نہیں بنے تھے۔کیونکہ وہ مسلمان تھے۔جبکہ عقیل اور طالب ان کے وارث بنے۔کیونکہ وہ اس وقت کافر تھے۔عقیل نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔

امام بخاری، امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:"جب مکہ فتح ہوگا

تو ہمارا قیام بنو کنانہ کی گھاٹی میں ہوگا۔ جہاں کنانہ اور قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ بائیکاٹ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ نکاح نہیں کریں گے۔ نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کریں گے۔ حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کو ہمارے سپرد کر دیں۔ محمد بن عمر نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ سے عرض کی گئی: ''کیا آپ گھاٹی میں اپنے گھر جلوہ افروز ہوں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''عقیل نے ہمارا کون سا گھر چھوڑا ہے۔'' عقیل نے آپ کا گھر، اپنے بھائیوں اور بہنوں کے گھروں کو فروخت کر دیا تھا۔ آپ سے عرض کی گئی: ''آپ مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے علاوہ کسی اور گھر قیام فرمالیں۔'' آپ نے انکار فرما دیا۔ آپ نے فرمایا: ''میں گھروں میں داخل نہیں ہوں گا۔'' آپ نے الحجون میں قیام فرمایا۔ گھر میں داخل نہ ہوئے۔ آپ ہر نماز کے وقت الحجون سے مسجد حرام میں تشریف لاتے تھے۔

غسل اور نماز چاشت

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''فتح مکہ کے روز دو افراد بھاگ کر میرے پاس آئے۔ ان کا تعلق بنو مخزوم کے ساتھ تھا۔ میں نے انہیں پناہ دے دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے کہا: ''میں انہیں قتل کر دوں گا۔'' جب میں نے ان کی بات سنی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ آپ مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں جلوہ افروز تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو مجھے خوش آمدید کہا۔ آپ نے فرمایا: ''ام ہانی! کیسے آئی ہو؟'' میں نے عرض کی: ''میں نے اپنے سسرالی رشتہ داروں میں سے دو کو پناہ دی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جسے تم نے پناہ دی ہم نے اسے پناہ دی۔'' آپ غسل کرنے کے لیے اٹھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کو پردہ کیے ہوئے تھیں۔ پھر آپ نے کپڑا لیا اور اسے لپیٹا پھر چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس روز ان کے گھر غسل کیا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اس سے ہلکی پھلکی نماز پڑھتے ہوئے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ آپ صرف رکوع اور سجود مکمل فرما رہے تھے۔''

ابلیس کی چیخ

ابو یعلی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو ابلیس نے ایک چیخ ماری۔ اس کی اولاد اس کے پاس جمع ہوگئی۔ اس نے کہا: ''آج کے بعد امت محمدیہ ﷺ شرک نہیں کرے گی۔ لیکن اس میں نوحہ اور شعر عام کر دو۔''

ابن ابی شیبہ نے حضرت مکحول سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو آپ کے سامنے جنات آ

گئے جو آپ کی طرف شرارے پھینک رہے تھے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کلمات کے ساتھ رب تعالیٰ کی پناہ طلب کریں۔

اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزھن بر ولا فاجر من شر ما ینزل من السماء وما یعرج منھا و من شرِّ ما بث فی الارض وما یخرج منھا و من شر اللیل والنھار و من شر کل طارق یطرق الا بخیر یا رحمان۔

امام بیہقی نے ابن المنبرؒ ی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کیا۔ تو ایک حبشی بڑھیا نکلی۔ جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ تھے۔ وہ اپنا چہرہ لپیٹ رہی تھی۔ وہ ہلاکت پکار رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: "یہ نائلہ ہے وہ مایوس ہو چکی ہے کہ اب اس تمہارے شہر میں اس کی عبادت کی جائے۔"

حضرت ابوقحافہ کا اسلام لانا

امام احمد، امام الطبرانی، امام بیہقی اور محمد بن عمر نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "فتح مکہ کے سال آپ ذوطوی کے مقام پر ٹھہرے۔ حضرت ابوقحافہ نے حضرت اسماء یا قریبہ سے کہا: "نور نظر! میرے لیے ذرا کوہ ابی قبیس کی طرف دیکھنا۔ ان کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔ انہوں نے ان کے لیے کوہِ ابی قبیس کی طرف جھانکا۔ انہوں نے پوچھا: "لخت جگر! تم نے کیا دیکھا ہے؟" انہوں نے کہا: "میں نے لشکر جرار دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص اس لشکر میں آتے جاتے دوڑ رہا ہے۔" انہوں نے کہا: "وہ شخص لشکر کو روکنے والا ہے۔" پھر انہوں نے کہا: "اب تم کیا دیکھ رہی ہو؟" انہوں نے کہا: "میں نے دیکھا ہے کہ وہ لشکر منتشر ہو چکا ہے۔" ابوقحافہ نے کہا: "بخدا! گھوڑے منتشر ہو چکے ہیں۔ مجھے جلدی سے گھر لے چلو۔" میں جلدی سے نکلی حتیٰ کہ میں انہیں لے کر الابطح پہنچی تو گھڑسوار ملے۔ ان کے گلے میں چاندی کا گلوبند تھا۔ ایک انسان نے ان کی گردن سے وہ اتار لیا۔ جب آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد کو لے آئے۔ ان کے بال ثغام کی طرح سفید تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: "تم نے شیخ کو اپنے گھر ہی کیوں نہ رہنے دیا۔ حتیٰ کہ میں ان کے پاس آجاتا۔" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔" آپ نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔ ان کے سینے پر دست اقدس پھیرا۔ فرمایا: "اسلام لے آؤ۔ نجات پالو گے۔" انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اپنی بہن کا ہاتھ تھاما۔ فرمایا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ میری

بہن کا گلوبند کس نے لیا ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ انہوں نے دوسری اور تیسری بار اسی طرح کہا پھر فرمایا: ”میری بہن! گلوبند کے بارے رب تعالیٰ کے لیے صبر کرو۔ بخدا! آج کل لوگوں میں امانت قلیل ہے۔“

امام بیہقی نے جید قوی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقحافہ کا ہاتھ تھاما۔ انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں لے آئے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا: ”ان کے بال رنگ دو۔ سیاہی سے بچنا۔“ محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے والد گرامی کے اسلام کی مبارک دی۔

امام احمد اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت ابوقحافہ کو اٹھا کر لائے۔ انہیں آپ کے سامنے اتار دیا۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم اپنے اس شخص کو اپنے گھر ہی رکھتے تو میں خود اس کے پاس آجاتا۔“ یہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی کے لیے تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغام کی طرح سفید تھے۔ آپ نے فرمایا: ”انہیں تبدیل کر دو۔“ قتادہ نے کہا ہے کہ یہ پہلا خضاب تھا جو اسلام میں لگایا گیا۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوقحافہ کو فتح مکہ کے روز آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغام کے درخت کی مانند سفید تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ان کا رنگ تبدیل کر دو۔ لیکن سیاہ رنگت سے بچنا۔“

علامہ بلاذری نے روایت کیا ہے کہ کسی مسلمان نے تیر پھینکا اور ابوقحافہ کو زخمی کر دیا۔ ان کی نورِ نظر حضرت اسماء کا گلوبند چھین لیا۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو ان سے خون نکل رہا تھا۔ انہوں نے ان کے چہرے سے خون صاف کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ”تم نے قتال کیوں کیا؟ حالانکہ میں نے قتال سے منع کیا تھا۔“ انہوں نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مشرکین نے قتال کی ابتداء کی تھی۔ انہوں نے ہماری طرف تیر پھینکے تھے۔ انہوں نے ہم پر ہتھیار سونتے تھے۔ میں حتیٰ الاستطاعت ان سے رکا رہا۔ میں نے انہیں اسلام کی طرف بلایا کہ وہ بھی اس دین حق میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہو رہے ہیں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ جب مجھے اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ تو میں نے ان کے ساتھ قتال کیا۔ رب تعالیٰ نے ہمیں ان پر فتح دی۔ وہ ہر طرف منتشر ہو گئے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے فرمایا: ”ان کے تعاقب سے باز رہا۔“ انہوں نے عرض کیا: ”میں نے اسی طرح کیا۔“ آپ نے فرمایا: ”رب تعالیٰ کی قضاء بہتر ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”ہتھیار روک لو۔ سوائے بنو خزاعہ کے بنو بکر کے۔

وہ بھی نمازِ عصر تک۔ آپ نے اس ساعت میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہی وہ ساعت تھی جو آپ کے لیے حلال کی گئی تھی۔ پھر کسی اور کے لیے حرم پاک میں خونریزی حلال نہ ہوگی۔

مسجد حرام میں داخلہ اور طواف

حضور اکرم ﷺ دن کا کچھ حصہ اپنے خیمہ میں تشریف فرما رہے۔ حتیٰ کہ لوگ پرسکون ہو گئے۔ آپ نے غسل فرمایا۔ اپنی اونٹنی قصواء منگوائی۔ اسے آپ کے خیمہ کے دروازے کے قریب کر دیا گیا۔ آپ ہتھیار سجانے اور خود پہننے کے لیے تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام آپ کے اردگرد حلقہ زن تھے۔ آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے خندمہ سے لے کر الحجون تک گھوڑے بل کھا رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ وہاں سے گزرے، آپ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ان کے ساتھ محوگفتگو تھے۔ آپ ابورجیحہ کی لڑکیوں کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے اپنے بال بکھیر رکھے تھے۔ وہ گھوڑوں کے منہ پر اپنے دوپٹے مار رہی تھیں۔ آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔ تبسم فرمایا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ شعر پڑھا۔

تظل جیادنا متمطرات یلطّمهن بالخمر النساءُ

ترجمہ: ''ہمارے عمدہ گھوڑے ہمیں لے کر دوڑے جا رہے تھے۔ عورتیں انہیں اپنی اوڑھنیوں سے مار رہی تھیں۔''

آپ کعبہ مقدسہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ مسلمان تھے۔ آپ نے اپنے عصا مبارک کے ساتھ حجر اسود کو استلام کیا۔ تکبیر کہی۔ مسلمانوں نے بھی جواباً تکبیر کہی۔ وہ بار بار نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے۔ حتیٰ کہ مکہ مکرمہ لرز اٹھا۔ حتیٰ کہ آپ نے انہیں خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ پہاڑوں پر مشرکین یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھے۔ آپ حجر اسود کے پاس آئے اسے استلام کیا۔ بیت اللہ کا طواف کیا۔

ابونعیم، امام بیہقی نے حضرات ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ جنہیں سیسہ کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ ہبل سب سے بڑا بت تھا۔ یہ خانہ کعبہ کے سامنے تھا۔ اساف اور نائلہ اس جگہ تھے۔ جہاں لوگ اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں کمان تھی۔ آپ نے کمان کو کنارے سے پکڑا جب بھی آپ کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اس کے ساتھ اسے اشارہ کرتے اسے اس کی آنکھ میں لگاتے۔ اس آیت طیبہ کی تلاوت کرتے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ (الاسراء:۸۱)

ترجمہ: ''آگیا حق اور مٹ گیا باطل بیشک باطل تھا ہی مٹنے والا۔''

آپ جس بت کی طرف اشارہ کرتے وہ منہ کے بل یا گدی کے بل گر پڑتا۔ آپ نے کسی بت کو مس نہ کیا۔ تمیم بن اسد الخزاعی نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

ففی الاصنام معتبر و علم لمن یرجو الثواب والعقاب

ترجمہ: ''بتوں میں کئی عبرت ناک باتیں اور علم اس شخص کے لیے ہے جو ثواب اور سزا کی امید رکھتا ہے۔''

آپ نے اپنی سواری پر طواف مکمل کیا۔ ہر چکر کے وقت اپنے عصا مبارک سے حجر اسود کو استلام کیا۔ جب آپ نے طواف مکمل کر لیا تو آپ اونٹنی سے نیچے اتر آئے۔

ابن شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم نے مسجد میں اونٹنی کو بٹھانے کی جگہ نہ پائی۔ آپ لوگوں کی ہتھیلیوں پر اترے۔ اونٹنی کو باہر لے جایا گیا۔ حضرت معمر بن عبداللہ آئے اور اونٹنی کو لے کر وادی میں چلے گئے۔ آپ مقام ابراہیمی پر آئے یہ اس وقت خانہ کعبہ کے ساتھ متصل تھا۔ آپ نے زرہ پہن رکھی تھی۔ خود اور عمامہ شانوں کے سامنے تھا۔

آپ نے دو رکعتیں ادا کیں پھر آب زمزم کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا: ''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ بنو عبدالمطلب پر غالب آجائیں گے۔ تو کنویں میں سے ایک ڈول نکالتا۔'' حضرت عباس یا حضرت حارث نے ایک ڈول نکال کر پیش کیا۔ آپ نے اس سے پانی نوش فرمایا۔ وضو فرمایا۔ صحابہ جلدی جلدی وضو کا پانی حاصل کرنے لگے وہ اسے اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ مشرکین ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ متعجب تھے۔ انہوں نے کہا: ''ہم نے اتنے بڑے بادشاہ کے بارے نہ سنا ہے نہ دیکھا ہے۔'' ہبل کے بارے حکم دیا تو اسے گرا دیا گیا۔ آپ اس کے پاس کھڑے تھے۔ حضرت زبیر نے حضرت ابوسفیان سے کہا: ''ابوسفیان! ہبل کو گرا دیا گیا ہے۔ تم غزوۂ احد میں دھوکہ میں تھے جب تم نے یہ گمان کیا تھا کہ اس نے تم پر انعام کیا ہے۔'' ابوسفیان: ''ابن العوام! ان باتوں کو اب جانے دو۔ اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معبود کے علاوہ کوئی اور معبود ہوتا تو نتیجہ کچھ اور ہوتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام کے ایک کونہ میں تشریف فرما ہو گئے۔ صحابہ کرام آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''فتح مکہ کے روز آپ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق تلوار سونتے آپ کے سر پر کھڑے تھے۔'' (البزار)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر کھانا تناول فرمانا

الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے روز حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

"کیا آپ کے پاس کھانا ہے جسے ہم کھائیں۔" انہوں نے عرض کی: "سوکھی ہوئی روٹی کے ٹکڑوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ مجھے حیاء آتی ہے کہ میں انہیں آپ کی خدمت میں پیش کروں؟ آپ نے فرمایا: "انہیں ہی لے آؤ۔ آپ نے انہیں پانی میں بھگویا۔ وہ نمک لے آئیں۔ آپ نے فرمایا: "کیا شوربہ ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس سرکہ کے علاوہ کچھ اور نہیں۔" آپ نے فرمایا: "وہی لے آؤ۔ آپ نے اسے کھانے پر انڈیلا۔ تناول فرمایا۔ رب تعالیٰ کا شکرادا کیا۔ پھر فرمایا: "سرکہ عمدہ سالن ہے۔ اور پانی! جس گھر میں سرکہ ہو وہ غریب نہیں ہوتا۔"

حضرت فضالہ بن عمیر کا اسلام لانا

ابن ہشام نے لکھا ہے "مجھے بعض اہلِ علم نے بتایا ہے کہ فضالہ بن عمیر نے آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ جب وہ آپ کے قریب ہوئے۔ آپ نے پوچھا: "کیا فضالہ ہو؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے پوچھا: "دل میں کیا سوچ رہے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "کچھ بھی نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا۔" آپ مسکرائے اور فرمایا: "رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔" آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہ پرسکون ہو گئے۔ حضرت فضالہ فرماتے ہیں: "جب آپ نے میرے سینے سے دست اقدس اٹھایا تو آپ مجھے رب تعالیٰ کی ساری مخلوق سے پیارے ہو گئے۔ حضرت فضالہ اپنے اہلِ خانہ کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ایک عورت کے پاس سے گزرا۔ میں اس کے ساتھ باتیں کرتا تھا۔ اس نے مجھے کہا: "فضالہ! آؤ باتیں کریں۔" میں نے کہا: "نہیں" انہوں نے فوراً یہ اشعار کہے:

قالتْ هلُمَّ الی الحديث فقلتُ لا   یابی عَلَیَّ اللہ والاسلامُ
اذا ما رایتِ محمدًا و قبیلَه   بالفتح یومَ تکسر الاصنامُ

ترجمہ: "اس عورت نے کہا: "فضالہ! آؤ بیٹھ کر باتیں کریں۔ میں نے اسے کہا: "نہیں! اللہ تعالیٰ اور اسلام منع کرتے ہیں کہ میں تجھ سے باتیں کروں۔ اگر تو فتح کے روز حضور اکرم ﷺ اور آپ کے قبیلہ کو دیکھ لیتی جس روز پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔"

لرایت دینَ اللہ اضحی بیّنًا   والشرکَ یغشی وجهَه الاظلامُ

ترجمہ: "تو تو ضرور دیکھتی کہ دین الٰہی منور اور واضح ہو گیا ہے اور شرک کے چہرے پر ظلمت چھا گئی ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بت گرانا

ابن ابی شیبہ اور امام حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ مجھے خانہ

کعبہ کے پاس لے کر آئے۔فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔" میں خانہ کعبہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔آپ میرے کندھوں پر چڑھ گئے۔فرمایا: "اٹھو۔" میں اٹھا۔جب آپ نے میری کمزوری ملاحظہ کی تو فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔" میں بیٹھ گیا۔فرمایا: "علی! میرے مبارک شانوں پر چڑھ جاؤ۔" میں نے اسی طرح کیا۔جب میں اوپر گیا تو مجھے یوں لگا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے افق کو چھوسکوں۔میں خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھا۔آپ نیچے سے ہٹ گئے۔آپ نے فرمایا: "بڑے بت کو نیچے پھینک دو۔وہ تانبے کا بت تھا جسے لوہے کے کیلوں کے ساتھ چپکایا گیا تھا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسے بار بار ہلاؤ۔" آپ نے فرمایا: "اس طرح۔اس طرح۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾ (الاسراء:۸۱)

میں اسے ہلاتا رہا حتیٰ کہ وہ نیچے گر پڑا۔

حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے کلید کعبہ طلب فرمانا

ابن ابی شیبہ اور محمد بن عمر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "حضرت عثمان بن طلحہ حضرت خالد بن ولید کے ساتھ مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے۔جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ خانہ کعبہ کی چابی لے کر آئیں۔حضرت بلال، حضرت عثمان کے پاس آئے۔انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم چابی لے کر آؤ۔انہوں نے کہا: "بالکل! وہ میری امی سلافہ کے پاس ہے۔" حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ حضرت عثمان کہتے ہیں۔میں ابھی لے کر آیا۔چابی ان کی والدہ کے پاس ہے۔آپ نے اس عورت کے پاس ایک شخص بھیجا۔اس نے کہا: "نہیں! مجھے لات و عزیٰ کی قسم! میں یہ چابی کبھی نہیں دوں گی۔" حضرت عثمان نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اس کے پاس بھیجیں۔" آپ نے انہیں بھیجا۔انہوں نے کہا: "امی! مجھے چابی دے دیں۔مجھے حضور اکرم ﷺ نے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں چابی آپ کے پاس سے لے کر آؤں۔" ان کی امی نے کہا: "مجھے لات و عزیٰ کی قسم میں یہ چابی کبھی نہیں دوں گی۔" انہوں نے کہا: "امی! اب کوئی لات و عزیٰ نہیں ہیں۔اب معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے۔جس پر ہم تھے۔اگر تو نے چابی نہ دی تو پھر مجھے اور میرے بھائی کو تہ تیغ کر دیا جائے گا۔پھر تم ہی ہماری قاتلہ ہوگی۔یا تم مجھے چابی دے دو یا میرے علاوہ کوئی اور آئے گا اور چابی چھین کر لے جائے گا۔" اس نے وہ چابی نیفے میں داخل کر لی اور کہا: "یہاں کون شخص اپنا ہاتھ داخل کر سکتا ہے؟" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیر لگا دی۔حضور اکرم ﷺ کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے۔آپ کے پسینے کے بڑے بڑے قطرات گر رہے تھے۔آپ نے فرمایا: "انہیں کس نے روک رکھا ہے؟" ایک شخص ان کی طرف دوڑتا ہوا گیا۔

اسی اثناء میں کہ وہ اپنی والدہ کے ساتھ تکرار کر رہے تھے کہ اس عورت نے گھر میں حضرات ابوبکر و عمر کی آوازیں سنیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی آواز بلند کی۔ انہوں نے کہا: "عثمان! باہر نکلو۔" ماں نے کہا: "میرے نورِ نظر یہ لو چابی! تمہارا اسے لے لینا مجھے بنو تیم اور بنو عدی کے لینے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔" حضرت عثمان نے چابی لی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے جب آپ کے قریب پہنچے تو ان کا پاؤں پھسلا، چابی نیچے جا گری۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیچے جھک کر چابی اٹھالی۔

فاکہی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو ابی طلحہ کہتے تھے: "خانہ کعبہ کو صرف وہی کھول سکتے ہیں۔ آپ نے چابی لی اور اپنے دست اقدس سے خانہ کعبہ کا دروازہ کھول دیا۔"

ابن ابی شیبہ نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوسفر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو شیبہ بن عثمان کو بلایا اور خانہ کعبہ کی چابی مانگی۔ اس نے پس و پیش کیا تو آپ نے فرمایا: "عمر! اٹھو اس کے ساتھ جاؤ۔ اگر وہ چابی لے آیا تو بہتر ورنہ اس کا سر اڑا دو۔" اس نے وہ چابی آپ کی گود میں پھینک دی۔

داخلہ سے قبل بیت اللہ سے تصاویر مٹانا

ابوداؤد، ابن سعد اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ آپ بطحاء میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کعبہ معظمہ کے اندر جائیں اور ساری تصاویر مٹا دیں۔ آپ اس میں داخل نہ ہوئے حتیٰ کہ ساری تصاویر مٹا دی گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کو نہ مٹایا تھا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو فرمایا: "عمر! کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ اس میں کوئی تصویر نہ چھوڑنا۔ رب تعالیٰ انہیں ہلاک کرے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایسا بزرگ بنا دیا ہے جو تیروں سے فال نکالا کرتا تھا۔" پھر آپ نے حضرت مریم کی تصویر دیکھی تو فرمایا: "اس کے اندر کی ساری تصاویر مٹا دو۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہلاک کرے جو ان چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں جنہیں وہ تخلیق نہیں کر سکتے۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ آپ نے اس وقت خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانے سے انکار کر دیا۔ جب تک اس میں تصاویر ہوں۔ آپ نے حکم دیا تو حضرات ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصاویر نکال دی گئیں۔ ان کے ہاتھوں میں تیر تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ ان مشرکین کو ہلاک کر دے۔ وہ جانتے تھے کہ انہوں نے کبھی بھی تیروں سے قرعہ اندازی نہیں کی۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ کپڑا گیلا کر کے لایا گیا اور ان کی تصاویر کو مٹا دیا گیا۔

ابن شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان آبِ زمزم کے ڈول بھر بھر کے لاتے رہے۔ انہوں نے خانہ کعبہ کو اندر اور باہر سے دھو دیا۔ انہوں نے مشرکین کے سارے نشانات مٹا دیے۔

آپ کا خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانا اور نماز ادا کرنا

امام بخاری، امام مسلم، ابن عتبہ، ابن ماجہ وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ مکہ مکرمہ کے بالائی حصے کی طرف سے آئے۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہمراہ حضرات بلال اور عثمان بن طلحہ تھے۔ مسجد حرام میں آپ کی اونٹنی بٹھا دی گئی۔ آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا: ''چابی لے آؤ۔'' وہ اپنی والدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے چابی دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا: ''مجھے چابی دے دو ورنہ یہ تلوار میری کمر سے نکال دی جائے گی۔'' انہوں نے انہیں چابی دے دی۔ وہ آئے۔ آپ کے لیے دروازہ کھولا۔ آپ، حضرات اسامہ، بلال اور عثمان بن طلحہ اندر چلے گئے۔ آپ نے حکم دیا تو دروازہ بند کر دیا گیا۔ آپ نے اندر عیدان کی ایک کبوتری پائی اسے اپنے ہاتھ سے توڑ دیا۔ پھر اسے باہر پھینک دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں حضرات ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کی تصاویر دیکھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ میں تیر تھے جن سے وہ قرعے نکال رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ مشرکین کو قتل کرے۔ یہ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قرعے نہیں نکالتے تھے۔'' پھر آپ نے زعفران منگوایا ان تصاویر کو مٹا دیا گیا۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور یحییٰ بن عبدالرحمان بن خاطب رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کعبہ معظمہ کے اندر تشریف لے گئے۔ تو اس کے کونوں اور گوشوں میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ دو ستونوں کے مابین نماز پڑھی۔ پھر آپ کافی دیر ٹھہرے رہے۔'' راویوں سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا: ''ہاں!'' ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے فرمایا: ''دو یمانی ستونوں کے مابین۔ ایک آپ کے دائیں طرف جبکہ دوسرا بائیں طرف تھا۔ تین ستون آپ کے پیچھے تھے۔'' آپ نے اگلے دو ستونوں کے مابین نماز پڑھی تھی۔ خانہ کعبہ کے چھ ستون تھے جو دو لائنوں میں تھے۔ آپ نے اگلے ستونوں کے مابین نماز ادا کی۔ خانہ کعبہ کا دروازہ آپ کے پیچھے تھا۔ جس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی وہاں سنگ مرمر لگا دیا گیا ہے۔ دیواروں اور آپ کے مابین تین ذراع کا فاصلہ تھا۔

الحافظ ابوالفضل عراقی نے لکھا ہے کہ آپ نے بیت اللہ کے اندر جس جگہ نماز پڑھی تھی۔ وہ وہی جگہ ہے کہ اگر کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو اور وہ دیوار اور اپنے مابین دو یا تین ذراع کی جگہ رکھے۔ اس سے کم جگہ نہ رکھے۔ اگر اس نے تین ذراع کا فاصلہ رکھا تو آپ کی نماز کی جگہ کو پالے گا۔ اگر اس نے دو ذراع جگہ چھوڑی تو اس جگہ آپ کے قدمین شریفین کی جگہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی۔'' انہوں نے کہا: ''ہاں! آپ نے دو رکعتیں پڑھی تھیں۔''

الطبرانی، البزار نے حضرت عبدالرحمان بن صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ خانہ کعبہ سے باہر تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام نے دروازے سے لے کر حطیم تک کو گھیر رکھا تھا۔ انہوں نے اپنے رخسار بیت اللہ پر رکھے تھے۔ آپ ان کے وسط میں کھڑے تھے۔ میں نے اس شخص سے پوچھا جو آپ کے ہمراہ تھا کہ آپ اندر تشریف لے گئے تو آپ نے کیا کیا؟'' اس نے کہا: ''آپ نے دو رکعتیں نماز پڑھی تھی۔''

روایت ہے کہ جب آپ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر کے دو رکعتیں ادا کیں۔ فرمایا: ''یہ قبلہ ہے۔'' محمد بن عمر نے لکھا ہے ''پھر آپ خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ مبارک میں چابی تھی۔ حضرت خالد بن ولید لوگوں کو خانہ کعبہ کے دروازے سے دور ہٹا رہے تھے۔'' حضرت برہ بنت ابی تجراۃ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے آپ کی طرف دیکھا۔ چابی آپ کے دست اقدس میں تھی۔ پھر آپ نے اسے آستین میں ڈال لیا۔

خطبہ

امام احمد، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جب آپ خانہ کعبہ سے باہر جلوہ افروز ہوئے لوگ آپ کے اردگرد جمع تھے۔ آپ نے انہیں دیکھا۔ وہ خانہ کعبہ کے اردگرد بیٹھ گئے تھے۔ آپ خانہ کعبہ کے دروازے میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا ہے۔ اس نے تنہا سارے گروہوں کو شکست دی ہے۔ اے گروہ قریش! تمہارا کیا گمان ہے۔ تم کیا کہتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہم بھلائی ہی کہتے ہیں اور خیر ہی کی توقع رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کریم نبی، کریم بھائی اور کریم ابن کریم ہیں۔ آپ کو قدرت حاصل ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں اسی طرح کہتا ہوں جس طرح میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا:

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ (یوسف: ۹۲)

ترجمہ: "نہیں کوئی گرفت تم پر آج کے دن معاف فرمادے اللہ تعالیٰ تمہارے (قصوروں) کو اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔"

"جاؤ تم سب آزاد ہو۔" وہ اس طرح نکلے گویا کہ ابھی ابھی قبروں سے نکلے ہوں۔ وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر فرمایا: "جاہلیت کا سارا سود یا خون یا انتقام یا وہ مال جس کا دعویٰ کیا گیا ہو، وہ میرے ان دو قدموں کے نیچے ہے۔ سب سے پہلے میں ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں۔ مگر بیت اللہ کی حفاظت اور حاجیوں کو پانی پلانا برقرار ہے۔ جیسے عصا، کوڑے جسے خطاءً قتل کیا گیا جو عمداً قتل کے مشابہ ہو اس میں دیت ہے وہ دیت ایک سو اونٹنیاں ہیں۔ جن میں سے چالیس کے پیٹ میں بچے ہوں گے۔ ارے! رب تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور آباء پر تکبر کو ختم کر دیا ہے تم سب حضرت آدم سے ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ پھر آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: "ہم نے پیدا کیا تمہیں ایک مرد اور عورت سے اور بنا دیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے۔ جو تم میں سے زیادہ متقی ہے بے شک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے۔"

"اے لوگو! لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم پاکباز، متقی اور کریم لوگوں پر مشتمل ہے۔ دوسری قسم کافر، بدبخت اور ان لوگوں کی ہے جو درگاہِ خداوندی میں ہلکے ہیں۔ ارے! رب تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو اس روز سے حرم پاک بنایا ہے۔ جس روز اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی۔ ان دو پہاڑوں کو قائم فرمایا۔ یہ رب تعالیٰ کے حرام کرنے کی وجہ سے حرام ہے۔ یہ مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال نہیں ہوا تھا۔ نہ ہی میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ میرے لیے بھی یہ دن کے مختصر سے وقت کے لیے حلال ہوا۔ (آپ نے دستِ اقدس سے اختصار کا اشارہ کیا) اس کے شکار کو بھگایا نہیں جائے گا۔ اس کے درخت کو کاٹا نہیں جائے گا۔ اس میں گری ہوئی چیز کو نہ اٹھایا جائے۔ مگر صرف اعلان کرنے والے کے لیے۔ نہ اس کے سبز گھاس کو کاٹا جائے۔"

حضرت عباس ایک تجربہ کار بزرگ تھے۔ انہوں نے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! سوائے اذخر کے اس کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے۔ کاری گروں کے لیے اور چھتوں کے لیے اس کی ضرورت ہوتی ہے۔" آپ لمحہ بھر کے لیے خاموش

رہے۔ پھر فرمایا: ''سوائے الاذخر کے یہ حلال ہے۔ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔ صاحب فراش کے لیے بچہ ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔ عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے خاوند کے مال میں سے کچھ دے۔ مگر خاوند کے اذن سے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ وہ اپنے دشمن کے خلاف یکجان ہیں۔ ان کا دور کا رشتہ داران کی طرف لوٹایا جائے گا۔ ان کا ادنیٰ شخص بھی ان کی طرف سے دیت ادا کرے گا۔ ان کے کمزوروں کو ان کے طاقتوروں کی طرف لوٹا دیا جائے گا، ان کے غریبوں کو امیروں کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہی کسی معاہدہ والے کو مدتِ عہد میں تہ تیغ کیا جائے گا۔ دو مختلف ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بنیں گے۔ نہ زکوٰۃ کے لیے جانور کو شہر میں لایا جائے گا۔ نہ ہی انہیں صحنوں سے چراگاہ کی طرف لے جایا جائے گا۔ مسلمانوں سے ان کے صحنوں اور گھروں میں زکوٰۃ لی جائے گی۔ کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر یا خالہ پر شادی نہیں کی جائے گی۔ دعویٰ کرنے والے پر گواہ ہیں۔ انکار کرنے والے پر قسم ہے۔ کوئی عورت تین دن کا سفر کسی محرم کے بغیر نہ کرے۔ عصر اور فجر کے بعد نماز نہ پڑھی جائے۔ میں تمہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز روزہ رکھنے سے منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں دو لباسوں سے منع کرتا ہو۔ کوئی شخص ایک کپڑے سے اس طرح احتباء نہ کرے کہ اس کی شرم گاہ آسمان کی سمت ہو جائے۔ نہ اس طرح چادر لپیٹے کہ اس کے اعضاء باہر نہ نکل سکیں۔'' ایک شخص اٹھا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے زمانۂ جاہلیت میں بدکاری کی تھی۔'' آپ نے فرمایا: ''اگر کسی نے اس عورت سے بدکاری کی جو اس کی ملکیت (زوجیت) میں نہ ہو یا کسی دوسری قوم کی لونڈی سے بدکاری کی جس کا وہ مالک نہ تھا پھر اس کے بیٹے کا دعویٰ کر دیا تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ نہ وہ مالک بنے گا نہ اس کا کوئی وارث بنے گا۔ اے گروہِ مسلماناں! میرا خیال ہے کہ میں نے تمہیں اس کی اچھی طرح پہچان کرادی ہے۔ خزاعہ کے بنو بکر کے علاوہ ہتھیار اٹھانے سے رک جاؤ۔ یہ حلت بھی فتح والے دن کے چاشت کے وقت سے لے کر نماز عصر تک تھی۔'' یہی آپ کے لیے حلال کی گئی تھی۔ آپ سے قبل کسی کے لیے حلال نہ تھی۔ پھر فرمایا: ''اسلحہ روک لو۔ ابوشاہ اٹھے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے تحریر لکھوا دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔'' میں اپنی یہ بات کرتا ہوں اور اپنے لیے اور تمہارے لیے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

امام زہری نے لکھا ہے ''پھر آپ نیچے تشریف لائے۔ کلید کعبہ آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ مسجد کے ایک کونے میں تشریف لے گئے اور سقایہ کے پاس بیٹھ گئے۔''

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ سقایہ کی چابی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اور بیت اللہ کی چابی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے لی جا چکی تھی۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عبید سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے بعد مسجد حرام کے ایک کونے کی

طرف تشریف لے گئے۔آپ کی خدمت میں آبِ زمزم کا ایک ڈول پیش کیا گیا۔آپ نے اس سے چہرہ انور دھویا ہر ہر قطرہ کسی نہ کسی انسان کے ہاتھ پر گرا۔اگر پانی اتنا ہوتا جسے وہ پی سکتا تو وہ پی لیتا ورنہ اپنی جلد پر مل لیتا۔مشرکین یہ دل آویز منظر دیکھ رہے تھے۔انہوں نے کہا: ''ہم نے آج سے بڑا بادشاہ نہیں دیکھا نہ ہی اس قوم سے زیادہ احمق قوم دیکھی ہے۔''

حضرت عثمان اور کلید کعبہ

ابن سعد نے ابراہیم بن محمد سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں عثمان بن طلحہ آپ سے ملے۔آپ نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔انہوں نے کہا: ''محمد عربی ﷺ آپ پر تعجب ہے۔کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ میں آپ کی اتباع کرلوں گا۔حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے دین کی مخالفت کی ہے۔ایک نیا دین لے آئے ہیں۔''ہم خانہ کعبہ کو زمانہ جاہلیت میں سوموار اور جمعرات کے روز کھولتے تھے۔ایک دن آپ تشریف لائے۔ آپ لوگوں کے ساتھ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانا چاہتے تھے۔میں نے آپ پر سختی اور شدت کی۔مگر آپ نے حلم کا مظاہرہ کیا۔پھر فرمایا: ''عثمان! شاید تم دیکھو کہ یہ چابی ایک روز میرے ہاتھ میں ہوگی۔میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا۔'' میں نے کہا: ''اس روز تو قریش ہلاک ہو چکے ہوں گے۔ذلیل ہو چکے ہوں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''بلکہ اس دن وہ آباد ہوں گے اور انہیں عزت نصیب ہوگی۔'' آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔میرا گمان تھا کہ عنقریب اسی طرح ہو جائے گا۔میں نے اسلام لانے کا ارادہ کیا۔مگر میری قوم نے مجھے سختی سے جھڑک دیا۔فتح مکہ کے روز آپ نے فرمایا: ''عثمان! کلید کعبہ لے کر آؤ۔'' میں چابی لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔آپ نے مجھ سے چابی لے لی۔آپ نے پھر وہ مجھے ہی عنایت کر دی۔فرمایا: ''عثمان! یہ چابی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لے لو تم سے کوئی ظالم ہی چھینے گا۔رب تعالیٰ نے تمہیں اپنے گھر کا امین بنا دیا ہے۔اس کے گھر سے جو کچھ تمہیں ملے اسے بھلائی کے ساتھ کھاؤ۔'' جب میں جانے لگا تو آپ نے مجھے بلایا۔میں آپ کے پاس آیا۔آپ نے فرمایا: ''کیا یہ بات میں نے تم سے کی نہ تھی۔''شاید کسی روز یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔میں جسے چاہوں گا اسے دوں گا۔'' میں نے عرض کی: ''ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے۔آپ کے دستِ اقدس میں چابی تھی۔انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے لیے حجابۃ اور سقایہ جمع کر دیں۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟'' آپ نے انہیں یاد فرمایا۔ فرمایا: ''عثمان! یہ لو چابی۔آج پاکبازی اور وفا کا دن ہے۔''

آپ نے انہیں چابی عطا کر دی۔آپ نے اپنے کپڑوں کا اضطباع کیا ہوا تھا۔آپ نے فرمایا: ''زمانہ جاہلیت

اور زمانہ اسلام سے رب تعالیٰ نے یہ چابی تمہیں عطا فرما دی ہے۔ اسے چھپا لو۔"

فاکہی نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب حضرت عثمان نے چابی لی تو آپ نے ان سے فرمایا: "اس کو چھپا لو۔" امام زہری نے لکھا ہے: "اسی لیے کلید کعبہ کو چھپا کر رکھا جاتا ہے۔"

ابن عائذ، ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلید کعبہ حضرت عثمان بن طلحہ کو عطا کی۔ فرمایا: "اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لے لو۔ یہ میں نے تمہیں نہیں دی۔ بلکہ رب تعالیٰ نے تمہیں دی ہے۔ اب تم سے کوئی ظالم ہی چھینے گا۔"

ابن عائذ اور ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: "آپ ہمارے لیے حجابۃ اور سقایۃ جمع کر دیں۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ (النساء: ۵۸)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے تمہیں کہ (ان کے) سپرد کرو امانتوں کو جو ان کے اہل ہیں۔"

آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلایا اور فرمایا: "بنو شیبہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لے لو۔ اب کوئی ظالم ہی اسے تم سے چھینے گا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ آپ نے کلید کعبہ لی۔ فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ جب باہر تشریف لائے تو یہ آیت طیبہ پڑھ رہے تھے۔ آپ نے حضرت عثمان کو بلایا۔ انہیں کلید کعبہ عطا کی۔ فرمایا: "بنو ابی طلحہ! رب تعالیٰ کی امانت سے اسے لے لو۔ اسے کوئی ظالم ہی تم سے چھینے گا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ باہر تشریف لائے تو اس آیت مبارکہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں نے اس سے پہلے آپ سے یہ آیت طیبہ نہیں سنی تھی۔ حضرت سعید بن مسیب سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

امام عبد الرزاق اور الطبرانی نے امام زھری سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "ہمیں نبوت، سقایہ اور حجابہ عطا کر دیے گئے ہیں ہم سے زیادہ خوش کون ہے؟ ان کی اس بات کو آپ نے ناپسند کیا۔ آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور اسے چابی عطا کی اور فرمایا: "اسے چھپا لو۔"

امام عبد الرزاق نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ جس روز حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ سے چابی کے بارے عرض کی تو آپ نے ان سے فرمایا: "میں نے تمہیں وہ منصب عطا کیا ہے جو تمہارے اموال میں کمی کرے۔ میں نے تمہیں وہ منصب نہیں دیا جس سے اموال میں تم کمی کرو۔ میں نے تمہیں سقایہ دیا ہے کیونکہ اس کی ادائیگی تمہارے ذمہ آتی ہے۔ میں نے تمہیں بیت اللہ کی چابی کا منصب نہیں دیا۔" کیونکہ وہ اس کا ہدیہ کھا لیتے تھے۔

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: "یا نبی

اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے لیے سقایہ کے ساتھ حجابہ بھی جمع کر دیں۔" آپ پر وحی نازل ہوئی۔ آپ نے فرمایا: "عثمان بن طلحہ کو میرے پاس بلاؤ۔" ان کو بلایا گیا۔ آپ نے چابی انہیں عطا کر دی۔ انہوں نے اسے چھپا لیا۔ آپ نے فرمایا: "سب سے پہلے انہوں نے اسے چھپایا ہے۔" آپ نے فرمایا: "بنو طلحہ! اسے لے لو اب کوئی ظالم ہی اسے تم سے چھینے گا۔"

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں فتح مکہ کے روز آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے کعبہ معظمہ کے سامنے نماز پڑھی۔ نعلین مبارک اتارے اور انہیں اپنے دائیں طرف رکھا۔ آپ نے سورۃ المؤمنین کی تلاوت شروع کی۔ جب حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر خیر آیا تو آپ جھک گئے۔ آپ نے رکوع کیا۔

انصار کا خدشہ

ابو داؤد، ابن ابی شیبہ، امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف سے فارغ ہوئے تو صفا پر تشریف لائے۔ اس پر اتنا اوپر چڑھے کہ آپ کو بیت اللہ نظر آنے لگا۔ اپنے ہاتھ مبارک بلند کیے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ رب تعالیٰ سے جو چاہا دعا مانگی۔ انصار نیچے کھڑے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "کبھی کبھی انسان کو اس کے شہر کی محبت آ ہی لیتی ہے یا قبیلہ کی محبت آ لیتی ہے۔" آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ جب آپ پر نزولِ وحی ہوتا تھا تو ہمیں علم ہو جاتا تھا۔ ہم میں سے کسی میں اتنی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔ حتیٰ کہ نزولِ وحی کا سلسلہ رک جاتا۔ آپ نے فرمایا: "اے گروہِ انصار!" انہوں نے عرض کی: "لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم" آپ نے فرمایا: "تم نے کہا ہے کہ انسان کو اس کے شہر کی محبت اور قبیلہ کی الفت آ ہی لیتی ہے۔" انہوں نے عرض کی: "ہاں! یا رسول اللہ! ہم نے کہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "پھر مجھے کیا کہا جائے گا! ہرگز نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول (محترم) ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ تمہاری زندگی کے ساتھ میری حیات طیبہ اور تمہارے ساتھ ہی میرا وصال ہوگا۔" انصار روتے روتے آپ کی خدمت میں آئے۔ وہ کہہ رہے تھے: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جو کچھ ہم نے کہا ہے وہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی وجہ سے کہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے عذر کو قبول کرتے ہیں اور تمہاری تصدیق کرتے ہیں۔"

ابو سفیان کی بات کا علم ہو جانا

ابن سعد، ابن اسحاق، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ابو سفیان نے آپ کو دیکھا۔ صحابہ کرام آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ اس نے دل میں کہا: "کاش! میں ان کے ساتھ پھر قتال کر سکتا اور ان کے

لیے لشکر جرار جمع کرتا۔" آپ تشریف لائے ان کے سینے پر دست اقدس مارا اور فرمایا: "رب تعالیٰ تمہیں پھر رسوا کر دے گا۔" انہوں نے کہا: "میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے معافی چاہتا ہوں۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ رب تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ میں اپنے دل میں ایسی بات کر رہا تھا۔"

محمد بن یحییٰ ذہلی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب آپ فتح مکہ کی رات مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ تکبیر و تہلیل اور طواف میں مصروف ہو گئے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ ابوسفیان نے ہند سے کہا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں! یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔" وقتِ صبح ابوسفیان حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم نے ہند سے کہا ہے کہ تمہارے خیال میں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں! یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔" ابوسفیان نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے (خاص) بندے اور رسول ہیں۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ میری اس بات کو یا اللہ تعالیٰ جانتا تھا یا ہند جانتی تھی۔

ابن سعد، حارث بن ابی اسامہ اور ابن عساکر نے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ ابوسفیان مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: "میں نہیں جانتا کہ محمد عربی ﷺ ہم پر کس چیز کی وجہ سے غالب آ گئے ہیں۔" آپ ان کے پاس آئے ان کے سینے پر مارا۔ فرمایا: "رب تعالیٰ کے ساتھ ہم تم پر غالب آ گئے ہیں۔" ابوسفیان نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

العقیلی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ طواف کرتے وقت حضرت ابوسفیان سے ملے۔ آپ نے فرمایا: "ابوسفیان! کیا تم نے ہند سے یہ یہ باتیں کی ہیں۔" ابوسفیان نے کہا: "ہند نے میرا راز افشا کر دیا ہے۔ میں اس کے ساتھ یوں یوں کر دوں گا۔" جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: "ہند کو کچھ نہ کہنا انہوں نے تمہارا راز افشا نہیں کیا۔" ابوسفیان نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

بیعت عامّہ

امام احمد، امام بیہقی نے حضرت اسود بن خلف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے روز آپ کی زیارت کی۔ آپ لوگوں کو بیعت فرما رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "آپ قرن مسفلہ کے پاس تشریف فرما ہو گئے۔ اسلام پر لوگوں کی بیعت لی۔ چھوٹے، بڑے، بچے اور خواتین آپ کی خدمت میں آ گئے۔ آپ نے انہیں ایمان باللہ اور اس گواہی پر بیعت کر

لیا۔ "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

الحافظ ابوجعفر محمد بن جریر نے کہا ہے "لوگ مکہ مکرمہ میں جمع ہو گئے تاکہ اسلام پر آپ کی بیعت کریں۔ آپ کوہِ صفا پر تشریف فرما تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نیچے تھے۔ آپ اس پر لوگوں سے بیعت لے رہے تھے کہ وہ حتیٰ الاستطاعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی بات سنیں گے اور اطاعت بجالائیں گے۔ جب آپ مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے عورتوں کی بیعت کی۔ ان خواتین میں ہند بھی تھیں جنہوں نے نقاب کر رکھا تھا۔ انہیں خوف تھا کہ آپ کو حضرت حمزہ کا مثلہ یاد نہ آجائے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اس کی وجہ سے ان کی گرفت نہ ہو جائے۔ جب یہ خواتین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تو آپ نے فرمایا: "اس امر پر میری بیعت کرو کہ تم رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گی۔" حضرت ہند نے سر اٹھایا اور عرض کی: "بخدا! آپ ہم سے ان امور پر بیعت لے رہے ہیں۔ جن پر مردوں سے بیعت نہیں لی۔" آپ نے فرمایا: "تم چوری نہیں کرو گی۔" حضرت ہند: بخدا! میں ابوسفیان کے مال سے بعض اوقات کچھ لے لیتی ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ وہ میرے لیے حلال ہے یا حرام۔" ابوسفیان نے کہا: "تم نے جو گزشتہ مال لیا ہے۔ وہ تمہارے لیے حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ تم سے درگزر فرمائے۔" پھر آپ نے فرمایا: "تم بدکاری نہیں کرو گی۔" حضرت ہند: "کیا آزاد عورت بھی بدکاری کرتی ہے؟" پھر فرمایا: "تم اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی۔" حضرت ہند: "ہم نے بچپن میں انہیں پالا، بڑے ہوئے تو آپ نے انہیں قتل کر دیا۔ آپ جانیں یا وہ۔" یہ سن کر حضور اکرم ﷺ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: "تم ایسا بہتان نہیں لگاؤ گی جسے تم نے اپنے سامنے گھڑا ہو گا۔" حضرت ہند: بہتان لگانا بہت قبیح بات ہے۔" پھر فرمایا: "تم میری نافرمانی نہیں کرو گی۔" حضرت ہند: "بھلائی میں۔" آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ان عورتوں کو بیعت کر لو۔ ان کے لیے مغفرت طلب کرو۔ رب تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔" حضرت عمر فاروق نے انہیں بیعت کیا۔ آپ خواتین سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ نہ ہی آپ نے کسی غیر محرم عورت کی جلد کو چھوا تھا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ کے دستِ اقدس نے کبھی کسی عورت کو مس نہیں کیا تھا۔ آپ اپنے فرمان سے ہی انہیں بیعت کر لیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: "ایک عورت کے لیے میرا فرمان اسی طرح ہے جس طرح کہ ایک سو عورتوں کے لیے۔"

آپ نے مکہ مکرمہ میں اعلان کیا: "جو بھی رب تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے گھر میں کسی بت کو نہ چھوڑے مگر اسے توڑ دے۔"

آذانِ بلالی

ابویعلی، ابن ہشام، بیہقی، ابن ابی شیبہ اور محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ جب نمازِ ظہر کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر آذان دیں۔ تاکہ مشرکین آتش غیظ میں جلیں۔ قریش پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔ بہت سے لوگ بھاگ کر چھپ گئے تھے۔ ابوسفیان، عتاب بن اسید، حارث بن ہشام خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اسید پر رحم کیا کہ اس نے یہ اذان نہ سنی جو اسے آتش غیظ میں جلا دے۔ حارث نے کہا: ''بخدا! اگر میں جان لیتا کہ یہ حق ہے تو میں اس کی اتباع ضرور کرتا۔'' ابوسفیان نے کہا: ''میں تو اس کے بارے کچھ نہیں کہوں گا اگر میں نے کچھ کہا تو یہ سنگریزے بھی انہیں بتا دیں گے۔'' سعید بن عاص کے فرزند نے کہا: ''رب تعالیٰ نے سعید پر کرم فرمایا کہ اس کی روح کو قبض کر لیا قبل اس کے کہ وہ اس سیاہ فام کو خانہ کعبہ کی چھت پر دیکھتا۔ حکم بن ابی العاص نے کہا: ''بخدا! یہ بہت بڑا حادثہ ہے کہ بنو جمح کا غلام ابوطلحہ کی عمارت پر چیخ رہا ہو۔'' حارث بن ہشام نے کہا: ''اگر یہ سب کچھ رب تعالیٰ کو ناپسند ہے تو وہ عنقریب اسے تبدیل کر دے گا۔'' ایک اور روایت کے مطابق سہیل بن عمرو نے یوں کہا تھا۔ حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی یہ باتیں بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف نکلے۔ فرمایا: ''تم نے جو جو باتیں کی ہیں میں انہیں جان گیا ہوں۔'' حارث اور عتاب نے کہا: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ آپ کو کسی ایسے شخص نے نہیں بتایا جو ہمارے ساتھ ہو۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔''

تجدید حرم پاک

ازرقی نے حضرت محمد بن الاسود سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے حرم پاک میں پتھر نصب کیے۔ حضرت جبرائیل امین انہیں ان کی جگہ بتا رہے تھے۔ پھر انہیں نہ ہلایا گیا حتیٰ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کی تجدید کی۔ پھر انہیں نہ ہلایا گیا حتیٰ کہ قصی بن کلاب نے ان کی تجدید کی۔ پھر انہیں نہ ہلایا گیا حتیٰ کہ فتح مکہ کے سال آپ نے تمیم بن اسد خزاعی کو بھیجا۔ انہوں نے ان کی تجدید کی۔

حضرت سائب بن عبداللہ مخزومی دامن اسلام میں

ابن ابی شیبہ، امام احمد نے حضرت سائب سے روایت کیا ہے کہ وہ اسلام سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر تجارت کرتے تھے۔ جب روزِ فتح وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''میرے بھائی اور میرے ساتھ مل کر

تجارت کرنے والے کو خوش آمدید! جو نہ جھگڑا کرتا تھا اور نہ ہی دھوکہ دیتا تھا یا سائب! تم جاہلیت میں اعمال کرتے تھے۔ جنہیں تم سے قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ آج تم سے وہ قبول کر لیے جائیں گے۔" یہ بڑے فضل وکمال والے اور دوستی والے تھے۔

امام احمد نے حضرت سائب بن عبداللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "فتح مکہ کے روز مجھے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت عثمان وغیرہ میری تعریف کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "مجھے ان کے بارے نہ بتاؤ۔ یہ میرے ساتھی تھے۔"

حارث بن ہشام کا اسلام

محمد بن عمر نے حارث بن ہشام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ تو میں اور عبداللہ بن ابی ربیعہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہو گئے۔ آپ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی پناہ کو قبول کر لیا۔ باہر نکلے۔ ہم دو دن ٹھہرے رہے۔ پھر ہم اپنے گھروں کی طرف نکلے۔ ہم ان کے صحنوں میں بیٹھے ہوئے تھے کوئی ہم سے تعرض نہیں کرتا تھا۔ ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے خوف لگتا تھا۔ بخدا! میں اپنے دروازے پر چادر اوڑھے بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے ساتھ کچھ مسلمان تھے۔ انہوں نے سلام کیا اور گزر گئے۔ مجھے حیاء آنے لگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھیں کیونکہ آپ نے مجھے ہر جگہ مشرکین کے ہمراہ دیکھا تھا۔ پھر مجھے آپ کی نیکی، رحمت اور صلہ رحمی یاد آ گئی۔ میں نے آپ سے ملاقات کر لی۔ جب کہ آپ مسجد حرام میں داخل ہو رہے تھے۔ آپ نے میرے ساتھ خندہ پیشانی سے ملاقات کی۔ آپ رک گئے۔ حتیٰ کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور حق کی گواہی دے دی۔ آپ نے فرمایا: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ تم جیسا زیرک انسان اسلام سے کیسے دور رہ سکتا تھا۔" حارث نے کہا: "بخدا! میں نے دیکھا کہ اسلام جیسے مذہب سے دور نہیں رہا جا سکتا۔"

حضرت سہیل بن عمرو کا اسلام

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا: "جب آپ مکہ مکرمہ داخل ہوئے اور غلبہ پالیا تو میں اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔ میں نے دروازہ بند کر لیا۔ میں نے اپنے نورِ نظر حضرت عبداللہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ آپ سے میرے لیے پناہ طلب کرے۔ اگر میں نے اسلام قبول نہ کیا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والد آپ سے پناہ طلب کر رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! وہ اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ امن سے ہے۔ وہ ظاہر ہو جائے۔" آپ نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے صحابہ کرام سے فرمایا: "تم میں سے جو سہیل سے ملے تو اسے تیز نظروں سے نہ دیکھے۔ سہیل جیسا صاحب عقل وشرف اسلام سے دور نہیں رہ سکتا۔ اس نے

دیکھ لیا ہے کہ جس امر میں وہ تھا وہ اس کے لیے نافع نہیں تھا۔" حضرت عبداللہ اپنے باپ کے پاس گئے اسے حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے بارے بتایا۔ سہیل نے کہا: "بخدا! آپ بچپن میں بھی پاکباز تھے اور اس عمر میں بھی پاکباز ہیں۔" حضرت سہیل امن سے آتے جاتے رہے۔ غزوہ حنین میں آپ کے ساتھ شرکت کی وہ اس وقت حالتِ شرک پر ہی تھے۔ جعرانہ کے مقام پر اسلام قبول کر لیا۔

حضرات معتب اور عتبہ کا قبولِ اسلام

ابن سعد نے حضرت عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب فتح مکہ کے روز آپ مکہ مکرمہ میں آئے۔ تو آپ نے مجھے فرمایا: "تمہارے بھتیجے عتبہ اور معتب کہاں ہیں؟ میں نے انہیں نہیں دیکھا۔" میں نے عرض کی: "وہ دیگر مشرکین کی طرح کنارہ کش ہو گئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "انہیں میرے پاس لے کر آؤ۔" میں سوار ہو کر عرفہ گیا اور انہیں لے آیا۔ آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے انہیں بیعت فرمایا۔ پھر آپ اٹھے۔ ان کے ہاتھ پکڑے اور انہیں ملتزم پر لے آئے۔ کچھ دیر دعا مانگی پھر واپس تشریف لائے۔ چہرہ انور پر شادمانی اور مسرت کے آثار عیاں تھے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کے چہرہ انور پر مسرت کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "میں نے اپنے ان دو چچازادوں کو اپنے رب تعالیٰ سے مانگ لیا تو اس نے مجھے یہ عنایت کر دیے۔"

حضرت عبداللہ بن زبعری کا اسلام

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن زبعری نجران کی طرف بھاگ گئے تھے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف یہ چند اشعار بھیجے۔ جن میں انہیں مخاطب کیا گیا تھا۔

لَا تَعْدَمَنْ رجلا احلّك بغضُه
نجرانَ فی عَیْشٍ احَذَّ لَئِیمِ

ترجمہ: "تو اس ذاتِ بابرکات سے ملاقات کرنے سے محروم نہ رہ جس کے بغض نے تجھے نجران پہنچا دیا ہے۔ جہاں تو کمینگی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔"

بَلِیتْ قناتك فی الحروب فاُلفیتْ
خوارةً خوفاً وذاتَ وُصُومِ

ترجمہ: "جنگوں میں تیرے نیزے بوسیدہ ہو چکے ہیں ان میں کمزوری اور ڈھیلا پن آچکا ہے۔"

غضبُ الالٰهِ علَى الزِّبْعْرى وابنه
و عذابُ سُوءٍ فی الحیاةِ مُقیم

ترجمہ: "زبعری اور اس کے بیٹے پر رب تعالیٰ کا غضب ہے اور زندگی میں ان کے لیے گندا عذاب ہے۔"

حضرت حسان کے اشعار عبداللہ کو لے آئے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے آپ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا تو فرمایا"یہ ابن زبعری ہیں وہ ایسا چہرہ لے کر آئے ہیں۔" جب وہ آپ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے یوں سلام عرض کیا:"السلام علیک یارسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔آپ اس کے بندے اور رسول ہیں ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی ہے میں نے آپ کے ساتھ عداوت کی۔آپ کے خلاف لشکر کشی کی۔میں گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہوا۔آپ ئی عداوت میں پیدل چلا۔ پھر آپ سے ڈر کر نجران چلا گیا۔میرا ارادہ تھا کہ میں کبھی بھی اسلام کا اقرار نہیں کروں گا۔ پھر رب تعالیٰ نے مجھے اس کی بھلائی دکھادی۔ مجھے وہ گمراہی یاد کرادی جس میں میں منہمک تھا۔اس اتباع کو دکھادیا جسے کرنا ہی نہ چاہیے تھا یعنی بتوں کے لیے قربانیاں اور عبادت۔ جو یہ جانتے ہی نہیں کہ کون ان کی عبادت کر رہا ہے اور کون ان کی عبادت نہیں کر رہا۔اس نے اسلام کو میرے دل میں داخل کر دیا۔اسے میرے نزدیک پسندیدہ بنا دیا۔" آپ نے فرمایا:"ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تمہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔اسلام اپنے سے پہلے کی ساری خطائیں بخش دیتا ہے۔"حضرت عبداللہ نے اس وقت یہ اشعار کہے:

يا رسول الله المَليكِ انّ لِسَانى　　　　راتقٌ ما فتقتُ اذ انا بورا

ترجمہ: "اے بادشاہوں کے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے رسولِ معظم ﷺ جب میں ہلاکت کے گڑھے میں گر رہا تھا۔میں نے اس وقت بھی نازیبا گفتگو نہ کی۔میری زبان محتاط ہی رہی۔"

اذ اُبارى الشيطان فى سننِ الغيِّ　　　　و مَن مالَ ميلَهُ مثبورُ

ترجمہ: "جب میں گمراہی کے رستوں پر شیطان سے مقابلہ کر رہا تھا۔جو شیطان کے رستے کی طرف میلان رکھتا ہے تو وہ برباد ہو جاتا ہے۔"

آمَنَ اللَّحمُ وَالعظامُ لِرَبِّى　　　　ثم قلبى الشهيد و انتَ النذيرُ

ترجمہ: "اب تو میری ہڈیاں اور گوشت بھی رب تعالیٰ پر ایمان لے آئے ہیں۔ پھر میرا دل یہ گواہی دیتا ہے کہ آپ نذیر ہیں۔"

اننى عناكَ زاجرٌ ثُمَّ حيًّا　　　　مِنْ لُؤيٍّ و كلهم مغرورُ

ترجمہ: "میں نے وہاں لوی کے قبیلہ کو زجر و توبیخ کی تھی کیونکہ وہ سب مکر و فریب کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

انہوں نے مزید یہ اشعار کہے:

منع الرُّقادَ بلابلٌ و هُمومُ والَّليْلُ مُعتلِجُ الرّواقِ بهيمُ

ترجمہ: "وسوسوں اور غموں نے نیند کو دور کر دیا ہے۔ جبکہ رات کے پہلے حصہ میں شب ظلمت بھری تھی یہ ظلمت تہ در تہ تھی۔"

مما اتانی انَّا احمدَ لامنی فيه فبتُّ كأنني مَحمومُ

ترجمہ: "جب مجھے یہ خبر ملی کہ حضور ﷺ نے میری ملامت کی ہے تو میں نے یوں رات بسر کی گویا کہ مجھے بخار ہے۔"

یا خیرَ من حملَتْ علی او صالها عيرانَةٌ سُرُحُ اليدَين غَشوم

ترجمہ: "اے ان لوگوں میں سے بہترین ذات جنہیں ہلکی پھلکی اور مضبوط پاؤں والوں اونٹنی نے اٹھایا ہے جن کے اعضاء بڑے مناسب ہوں۔"

انی لمعتذرٌ الَيكَ من الذی اسدَيتُ اذا نافی الضلال اهيمُ

ترجمہ: "میں آپ کی جنابِ والا میں معذرت پیش کرتا ہوں اس امر سے معذرت کرتا ہوں جسے میں نے خود بنایا تھا۔ کیونکہ میں واضح گمراہی میں بھٹک رہا تھا۔"

ایام تامرنی باغوی خُطّةٍ سُهْمٌ و تامُرُنی بها مخزومُ

ترجمہ: "ان ایام میں بنوسہم مجھے ایک وادیٔ ضلالت میں گرنے کا حکم دیتے جبکہ بنومخزوم مجھے دوسری وادیٔ ضلالت میں گرنے کا حکم دیتے۔"

وامدُّ اسبابَ الردَی و يقودُنِی امرُ الوُشاةِ وامْرُهُمْ مشُومُ

ترجمہ: "میں ہلاکت کے اسباب کو طویل کر رہا تھا گمراہی کا معاملہ میری قیادت کر رہا تھا۔ ان کا امر منحوس تھا۔"

فاليومَ آمَنُ بالنبی محمّدٍ قلبی و مُغطِئُ هذه محرومُ

ترجمہ: "آج میرا دل حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آیا ہے۔ اس میں غلطی کرنے والا محروم رہتا ہے۔"

مضتِ العداوةُ فانقضتْ اسبابُها ودَعَت اواصِرُ بيننا و حُلومُ

ترجمہ: "عداوت کا دور گزر گیا۔ اس کے اسباب بھی منقطع ہو گئے۔ مجھے اپنے مابین تعلقات اور دانائیوں نے دعوت دی۔"

فاغفِرْ فَدًی والدی كلاهُما زلَلِیْ فانَّكَ راحِمٌ مَرْحُومُ

ترجمہ: "میں آپ پر نثار آپ پر میرے والدین نثار! میری لغزش معاف کر دیں۔ آپ رحم کرنے والے ہیں۔

آپ پر رحم کیا گیا ہے۔"

و علیك من علم الملیكِ علامةٌ　　نورٌ اغرُّ و خاتَمٌ مَخْتُومٌ

ترجمہ: "آپ میں رب تعالیٰ کے علم کی نشانی موجود ہے آپ نور تاباں ہیں۔آپ پر ختم نبوت ہے۔آپ ختم المرسلین ہیں۔"

اعطاكَ بعد محبةٍ برهانَه　　شرفًا و برهانُ اللهِ عظیمُ

ترجمہ: "محبت کے بعد رب تعالیٰ نے آپ کو اپنی دلیل شرف کے طور پر عطا کی ہے۔رب تعالیٰ کی برہان بہت عظیم ہے۔"

و لقد شهدتُ بانَّ دینك صادق　　حقٌّ و انك فی العباد جسیمُ

ترجمہ: "میں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ آپ کا دین حق اور سچا ہے اور بندوں میں آپ سب سے عظیم شان کے مالک ہیں۔"

واللهُ یشهدانَ اَحمدَ مصطفی　　مستقبل فی الصالحینَ کَریمُ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ احمد مصطفی ﷺ پاکباز افراد میں سے سب سے آگے اور کریم ہیں۔"

قَرْمٌ علا بنیانُه منْ هَاشِمٍ　　فرْعٌ تمکَّنَ فی الندی و اُرومُ

ترجمہ: "وہ ایسے سردار ہیں جن کی بنا ہاشم سے اٹھی ہے۔آپ وہ فرع ہیں جو رفعتوں پر فائز ہے۔آپ اصل بھی ہیں۔"

حضرت عکرمہ کا اسلام

محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عکرمہ نے کہا: "مجھے یہ خبر ملی کہ روزِ فتح مکہ کو آپ نے میرا خون رائیگاں قرار دے دیا ہے۔میں مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں قریش کی ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔میری طرف جھکا تھا جو جھکا تھا۔وہاں مجھے حضرت خالد بن ولید ملے۔انہوں نے ہمیں شکست سے دوچار کیا۔میں آپ سے ڈر کر بھاگ گیا۔میرا ارادہ تھا کہ میں خود کو سمندر میں گرا لوں گا۔تاکہ شہروں میں گھومتا گھومتا مر جاؤں۔یہ اسلام قبول کرنے سے پہلے کی بات ہے۔میں روانہ ہوا۔شعیبہ پہنچا میری زوجہ حضرت ام حکیم بنت حارث ایک دانا عورت تھی۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔وہ آپ کی خدمت میں آئیں اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا چچازاد خود کو سمندر میں پھینکنے کے لیے چلا گیا ہے۔آپ اسے پناہ دے دیں۔"

ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، النسائی نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ عکرمہ کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی والوں کو سخت آندھی کا سامنا کرنا پڑا۔ عکرمہ نے لات وعزیٰ کو پکارا۔ اہلِ کشتی نے کہا: ''خلوص کا اظہار کرو۔ تمہارے معبودانِ باطلہ تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتے۔'' عکرمہ نے کہا: 'اگر سمندر میں مجھے اخلاص فائدہ دے سکتا ہے تو پھر سمندر کے باہر بھی مجھے اخلاص ہی فائدہ دے گا۔''مولا! میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے عافیت بخشی تو میں محمد عربی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا اور ان کے دستِ اقدس میں اپنا ہاتھ پکڑا دوں گا۔ میں ضرور انہیں درگزر کرنے والا، بخشنے والا اور کریم پاؤں گا۔'' عکرمہ حاضر خدمت ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا۔

امام بیہقی نے امام زھری سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حکیم زوجہ عکرمہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گیا ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ خودکشی کر لے گا۔ آپ اسے امن عطا کر دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اسے امان حاصل ہے۔'' حضرت ام حکیم ان کی تلاش میں نکلیں ان کے ہمراہ ان کا رومی غلام تھا۔ وہ انہیں بہلانے پھسلانے لگا۔ وہ انہیں تمنا دلاتی رہیں حتیٰ کہ وہ اسے عک کے ایک قبیلہ تک لے آئیں ان سے اس کے خلاف مدد لی۔ انہوں نے اسے رسیوں میں جکڑ دیا۔ حضرت ام حکیم نے عکرمہ کو جالیا وہ سمندر کے پاس پہنچ چکے تھے۔ وہ کشتی پر سوار ہوئے۔ ملاح نے کہا: ''اخلاص کا اظہار کرو۔ اخلاص کا اظہار کرو۔'' عکرمہ نے کہا: ''میں کیا کہوں؟'' ملاح نے کہا: ''کہہ دو: 'لا الٰہ الا اللہ'' عکرمہ نے کہا: ''میں اسی سے تو بھاگ کر آیا ہوں۔ اس امر کو تو عرب و عجم حتیٰ کہ ملاح بھی جانتے ہیں۔ دین وہی ہے جسے محمد عربی ﷺ لے کر آئے ہیں۔'' رب تعالیٰ نے میرے دل کو تبدیل کر دیا۔ ام حکیم بھی اس امر کو لے کر میرے پاس آ گئیں۔ وہ میرے ساتھ اصرار کرنے لگیں۔ انہوں نے کہا: ''چچازاد! میں اس ہستی پاک کے پاس سے آئی ہوں جو سارے لوگوں سے زیادہ پاکباز ہے۔ سارے لوگوں سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور سارے لوگوں سے زیادہ بہترین ہے۔ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔'' عکرمہ ان کے لیے رک گئے حتیٰ کہ انہوں نے عکرمہ کو جالیا۔ حضرت ام حکیم نے کہا: ''میں نے تمہارے لیے حضور اکرم ﷺ سے امان طلب کی ہے۔ آپ نے مجھے امان بخش دی ہے۔'' عکرمہ ان کے ساتھ واپس آ گئے۔ رستہ میں انہوں نے غلام کی بدمعاشی کے بارے بتایا اور انہوں نے اسے تہ تیغ کر دیا۔

جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس عکرمہ حالت ایمان اور مہاجر بن کر آ رہے ہیں ان کے باپ کی وجہ سے انہیں عار نہ دلانا۔ میت کی وجہ سے عار دلانے اسے زندہ کو اذیت پہنچتی ہے اور وہ میت تک نہیں پہنچتی۔'' عکرمہ اپنی زوجہ محترمہ سے وظیفۂ زوجیت کا مطالبہ کرتے رہے۔ مگر وہ برابر انکار کرتی رہیں۔ انہوں نے کہا: ''تم کافر ہو۔ میں مسلمان ہوں۔'' عکرمہ نے کہا: ''جس امر نے تجھے مجھ سے روک دیا ہے وہ ایک عظیم امر ہے۔'' جب آپ نے عکرمہ کو

دیکھا تو فرطِ مسرت سے اچھل پڑے۔ آپ پر چادر بھی نہ تھی۔ پھر آپ بیٹھ گئے۔ عکرمہ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ان کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ بھی تھیں انہوں نے نقاب کیا ہوا تھا۔ عکرمہ نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اس عظیم خاتون نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے مجھے پناہ دی ہے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! اس نے سچ کہا ہے تجھے امان حاصل ہے۔" عکرمہ: محمد عربی ﷺ آپ کس امر کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ: میں اس امر کی طرف بلاتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسولِ مکرم ﷺ ہوں۔ تم نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو۔ یہ کرو یہ کرو...... آپ نے اسلام کے افعال بیان کر دیے۔" عکرمہ: آپ بھلائی اور حسین وجمیل امر کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ اس دعوت کو دینے سے قبل بھی ہم میں سے سب سے زیادہ سچے تھے۔ سب سے زیادہ پاکباز تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں: "ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ" یہ سن کر آپ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ عکرمہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے بہترین کلمہ سکھائیں جسے میں پڑھا کروں۔" آپ نے فرمایا: "یوں کہو: "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمد عبدہ و رسولہ" حضرت عکرمہ نے پوچھا: "پھر؟" آپ نے فرمایا: "یوں کہو: "میں رب تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان مجاہد مہاجر ہوں۔" حضرت عکرمہ نے اسی طرح کہا۔

صفوان بن امیہ گلشن اسلام میں

ابن اسحاق، بیہقی اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ صفوان جدہ کی طرف گئے تا کہ سوار ہو کر یمن چلے جائیں۔ حضرت عمیر بن وہب نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! صفوان میری قوم کے سردار ہیں وہ آپ کے خوف سے بھاگ گئے ہیں تا کہ خود کو سمندر میں گرادیں آپ انہیں امان عطا فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "اسے امان ہے۔" حضرت عمیر عازمِ سفر ہوئے حتیٰ کہ صفوان کو جا لیا اور کشتی میں سوار ہونے والے تھے۔ صفوان نے اپنے غلام یسار سے کہا: "دیکھو! تمہیں کون نظر آرہا ہے؟" اس نے کہا: "یہ عمیر بن وہب ہیں۔" صفوان: میں عمیر بن وہب کو کیا کروں گا۔ بخدا! یہ مجھے قتل کرنے آیا ہے۔ ہم پر محمد عربی ﷺ غالب آچکے ہیں۔ حضرت عمیر نے انہیں جا لیا۔ انہوں نے کہا: "ابو وہب! تمہیں بچالیا گیا ہے۔ میں اس ذات بابرکات کے پاس سے آیا ہوں۔ جو سارے لوگوں سے زیادہ پاکباز ہے۔ سارے لوگوں سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی ہے۔ میرے والدین تم پر نثار! اللہ اللہ! خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو یہ حضور اکرم ﷺ کی امان ہے۔ جو میں تمہارے لیے لے کر آیا ہوں۔" صفوان نے کہا: "مجھ سے دور ہو جاؤ۔ مجھ سے بات تک نہ کرو۔" انہوں نے کہا: "صفوان! میرے والدین تم پر فدا! وہ سارے لوگوں سے افضل ہیں سارے لوگوں سے پاکباز ہیں۔ وہ سارے لوگوں سے بہترین ہیں وہ

تمہارے چچا زاد ہیں۔ ان کی عزت تمہاری عزت، ان کا شرف تمہارا شرف اور ان کا ملک تمہارا ملک ہے۔" صفوان نے کہا: "مجھے اپنے بارے خطرہ ہے۔" حضرت عمیر نے کہا: "آپ اس سے زیادہ حلیم اور کریم ہیں۔" صفوان نے کہا: "میں تمہارے ساتھ واپس نہ جاؤں گا حتیٰ کہ تم میرے لیے کوئی نشانی لے کر آؤ۔ جسے میں جانتا ہوں۔" حضرت عمیر: اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔" حضرت عمیر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "صفوان نے میرے ساتھ مانوس ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ آپ کی ایسی نشانی دیکھ لے جسے وہ جانتا ہو۔" آپ نے اپنا عمامہ مبارک اتارا اور انہیں عطا کر دیا۔ یہ وہی چادر تھی جسے لپیٹ کر آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ صفوان حضرت عمیر کے ساتھ آ گئے وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ اس وقت مسجد میں صحابہ کرام کو نمازِ عصر پڑھا رہے تھے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو صفوان نے باآواز بلند کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! عمیر میرے پاس آپ کی چادر لے کر آئے ہیں ان کا گمان ہے کہ آپ نے مجھے حاضر ہونے کی دعوت دی ہے۔ اگر میں اس امر پر راضی ہو گیا تو بہتر ورنہ آپ مجھے دو ماہ کی مہلت دیں۔" آپ نے فرمایا: "ابو وھب! نیچے اترو۔" انہوں نے کہا: "نہیں! حتیٰ کہ آپ میرے لیے واضح کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہیں چار ماہ کی مہلت ہے۔" صفوان نیچے اترے۔ جب آپ ھوازن تشریف لے گئے اور مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔ تو آپ نے صفوان کو دیکھا وہ اس گھاٹی کو دیکھ رہے تھے جو بھیڑ بکریوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ لگاتار انہیں دیکھ رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ صفوان کو دیکھ رہے تھے۔ فرمایا: "ابو وھب! کیا اس گھاٹی نے تمہیں تعجب میں ڈال دیا ہے۔" صفوان: ہاں! آپ نے فرمایا: "یہ گھاٹی اور اس میں جو کچھ ہے سب کچھ تمہارا ہے۔" انہوں نے ان کے سارے اموال پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت کہا: "جس طرح عمدہ طریقے سے نبی کا نفس سخاوت کے دریا لٹاتا ہے اس طرح کسی اور کا نفس نہیں لٹا سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔" انہوں نے اس جگہ اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ہند کا قبول اسلام

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "ہند بنت عتبہ نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! روئے زمین کا کوئی خیمہ یا خیمہ والے ایسے نہیں جس کے بارے میں تمنا کرتی تھیں کہ وہ آپ کے خیمہ یا اہلِ خیمہ سے زیادہ ذلیل ہوں۔ جبکہ آج روئے زمین کا کوئی خیمہ یا خیمہ والے ایسے نہیں جن کے بارے میرا ارادہ ہو کہ وہ آپ کے خیمہ یا خیمہ والوں سے زیادہ معزز ہو۔"

محمد بن عمر نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے مروان کی لونڈی سے

سنا۔اس نے کہا:''میں نے ہند بنت عتبہ کو سنا۔وہ کہہ رہی تھی۔جبکہ وہ حضور اکرم ﷺ کا ذکر کر رہی تھی۔میں نے ان کے ساتھ پوری طرح عداوت کی ہے۔میں نے غزوۂ احد میں ان کے چچا اور صحابہ کرام کا مثلہ کیا تھا۔جب بھی قریش نے کوئی سفر کیا تو میں یا تو اس کے ساتھ تھی یا قریش کی معاون تھی۔جو بھی آپ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نکلتا۔میں اس کی مدد کرتی حتیٰ کہ اپنے کپڑے بھی اسے دے دیتی۔''میں نے فتح مکہ سے تین روز قبل ایک خواب دیکھا۔میں نے دیکھا کہ گویا کہ میں ظلمت میں ہوں۔مجھے کوئی پہاڑ یا میدان نظر نہیں آرہا۔میں نے دیکھا کہ وہ تاریکی چھٹ گئی ہے۔نور پھیل گیا ہے گویا کہ سورج نکل آیا ہے۔میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ مجھے بلا رہے تھے۔''میں نے دوسری شب خواب دیکھا کہ میں ایک رستہ پر کھڑی ہوں۔ہبل مجھے دائیں طرف سے،اساف مجھے بائیں طرف سے اور حضور ﷺ مجھے سامنے سے بلا رہے ہیں۔آپ فرما رہے تھے۔''میری طرف آؤ۔''تیسری شب میں نے دیکھا''گویا کہ میں جہنم کے کنارے پر کھڑی ہوں۔لوگ مجھے اس میں گرانا چاہتے ہیں۔ہبل کہہ رہا تھا اسے جہنم میں داخل کر دو۔میں نے توجہ کی تو پیچھے حضور اکرم ﷺ نظر آگئے۔آپ نے میرے کپڑے پکڑ رکھے تھے۔آپ مجھے آگ کے کنارے سے دور کر رہے تھے۔مجھے آگ نظر نہ آئی۔میں یہ دیکھ کر گھبرا گئی۔میں نے کہا:''یہ کیا ہے؟ سارا معاملہ روشن ہو گیا میں اس بت کی طرف گئی جو ہمارے گھر میں تھا ہم جسے ڈھانپ کر رکھتے تھے۔میں نے کلہاڑا لیا اور اسے پاش پاش کر دیا۔میں نے اسے کہا:''تو نے ہمیں بہت دھوکہ میں رکھا ہے۔''میں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ہند بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔آپ الابطح کے مقام پر تھے۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔انہوں نے کہا:''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے اس دین کو غالب کیا۔جو اس نے اپنے لیے پسند کیا۔کیا آپ کی رحمت کا کچھ حصہ مجھے بھی مل سکے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں وہ عورت ہوں جو رب تعالیٰ پر ایمان لے آئی ہے اور اس کی تصدیق کرنے والی ہے۔''پھر انہوں نے نقاب اتار دیا۔عرض کی:''میں ہند بنت عتبہ ہوں۔''آپ نے فرمایا:''تمہیں خوش آمدید!''انہوں نے عرض کی:''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں روئے زمین کے اہلِ خیمہ میں سے کسی کے بارے یہ نہ چاہتی تھی کہ وہ آپ کے خیمہ سے زیادہ رسوا ہوں۔اب مجھے روئے زمین کے سارے اہلِ خیمہ کی عزتوں سے آپ کی عزت عزیز ہے۔''

ابو حصین الہذلی سے روایت ہے۔انہوں نے روایت کیا ہے کہ حضرت ہند نے اسلام لانے کے بعد دو کم عمر بکرے بھون کر آپ کی خدمت میں لونڈی کے ہاتھوں بھیجے۔آپ الابطح میں تشریف فرما تھے۔لونڈی نے وہ بکرے آپ کی خدمت میں پیش کیے۔عرض کی:''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری مالکہ نے یہ آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں۔وہ عذر کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔''آج کل ہماری بکریوں کے بچے کم ہیں۔''آپ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ تمہاری بکریوں اور ان کی اولاد میں

برکت ڈالے۔" یہی لونڈی کہتی ہے "بخدا! میں نے بکریوں اور ان کے بچوں کی اتنی کثیر تعداد دیکھی جو میں نے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ حضرت ہند کہتی تھیں "یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے طفیل ہے۔" پھر کہتیں: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دھوپ میں کھڑی ہوں۔ سایہ میرے قریب ہے لیکن میں اس کے پاس جانے کی قدرت نہیں رکھتی۔ جب آپ قریب آئے تو میں نے دیکھا گویا کہ میں سایہ میں داخل ہو گئی ہوں۔"

دوسرے روز خطبہ دینے کا سبب

ابن ابی شیبہ نے امام زہری سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بنو ھذیل کے کچھ سپاہی نکلے۔ ان میں جنیدب بن الادلع ہذلی بھی تھا۔ وہ بنو اسلم میں احمر باسا کے قبیلے کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ احمد باسا بنو اسلم کا بہادر ترین شخص تھا۔ جس کا قصد نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے قبیلہ کے لوگوں سے باہر سوتا تھا۔ کیونکہ جب وہ سوتا تھا تو وہ بہت زیادہ خراٹے لیتا تھا۔ جس سے اس کی جگہ مخفی نہیں رہتی تھی اس کے ساتھیوں کو جب کسی قوم کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ پکارتے "احمر باسا! وہ شیر کی طرح اچھل کر ان کے پاس آجاتا تا جب بنو ھذیل کے وہ سپاہی آئے تو جنیدب بن ادلع نے ان سے کہا: "اگر احمر باسا بھی ان لوگوں میں قیلولہ کر رہا ہو تو پھر ان تک ہم نہیں جا سکتے۔ اس کے خراٹے مخفی نہیں رہتے۔ ذرا مجھے سننے دو۔ اس نے غور سے سنا تو اسے خراٹے سنائی دیے۔ وہ اس کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ سو رہا تھا اس نے اسے قتل کر دیا۔ اس نے اس کے سینے پر تلوار رکھی۔ پھر اس پر زور ڈالا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے اس کے قبیلہ پر حملہ کر دیا۔ قبیلہ چلایا۔ "یا احمر باسا! لیکن اس کا جواب نہ آیا۔ وہ تو قتل ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس قبیلے کا خوب خون بہایا۔ پھر واپس آ گئے۔ لوگ اسلام کی وجہ سے مصروف ہو گئے۔ فتح مکہ کے ایک روز بعد جنیدب بن ادلع مکہ مکرمہ آیا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ امن و امان سے تھے۔ جندب بن اعجم اسلمی نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے کہا: "جیندب بن ادلع، احمد باسا کا قاتل! انہوں نے کہا: "ہاں! ٹھہرو!" جندب باہر نکلا۔ وہ اپنے قبیلے سے مدد طلب کر رہا تھا۔ اسے سب سے پہلے خراش بن امیہ الکعبی ملا۔ اس نے اسے بتایا۔ خراش نے اپنی تلوار حمائل کی پھر جنیدب کی طرف آیا۔ لوگ اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں احمر باسا کے قتل کے بارے بتا رہا تھا۔ اسی اثناء میں ان کے پاس خراش آیا۔ اس نے کہا: "پیچھے ہٹو۔" لوگوں نے گمان کیا کہ وہ اس لیے لوگوں کو ہٹا رہا ہے تاکہ وہ چلے جائیں۔ لوگ ہٹ گئے۔ خراش نے تلوار سے اس پر حملہ کر دیا۔ نیزہ اس کے پیٹ میں اتار دیا۔ ابن ادلع مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ اس کی آنتیں اس کے پیٹ سے نکلنے لگیں۔ اس نے کہا: "اے بنو خزاعۃ! تم نے یہ قتل کیا ہے۔" وہ اسی جگہ گر پڑا اور مر گیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے قتل کے بارے علم ہوا۔ تو

آپ نے فرمایا: "اے بنوخزاعہ! اپنے ہاتھ قتل سے روک لو۔ بہت قتل عام ہو چکا ہے۔ تم نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ میں اس کی دیت دوں گا۔ قاتل غراش ہے۔ اگر اس نے کسی مؤمن کو قتل کیا ہوتا تو میں خراش کو تہ تیغ کر دیتا۔"

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: "اے لوگو! رب تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو اس روز سے حرم پاک بنایا ہے۔ جس روز اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی جس روز اس نے شمس وقمر کو بنایا۔ یہ دو پہاڑ نصب کیے۔ اسے لوگوں نے حرم نہیں بنایا۔ یہ روز حشر تک حرم ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو۔ روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ اس میں خونریزی کرے۔ نہ اس کا درخت کاٹے۔ یہ نہ مجھ سے قبل کسی کے لیے حلال ہوا نہ میرے بعد میں کسی کے لیے حلال ہوگا۔ یہ گھڑی بھر کے لیے حلال ہوا۔ پھر اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے جس طرح کل تھی۔ تم میں سے موجود غائب تک پہنچا دے۔ جو تمہیں کہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس میں قتال کیا تھا تو اسے کہو: "اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول محترم ﷺ کے لیے حلال کیا تھا۔ اس نے تمہارے لیے حلال نہیں کیا۔" اے لوگو! لوگوں میں سے رب تعالیٰ پر سب سے جرأت کرنے والا وہ شخص ہے جس نے حرم میں قتل کیا یا اپنے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کیا یا زمانہ جاہلیت کے انتقام کی وجہ سے قتل کیا۔ اے بنوخزاعہ! قتل سے ہاتھ روک لو۔ بہت سا قتل ہو چکا ہے تم نفع بخش ہو۔ تم نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ میں اس کی دیت ادا کروں گا۔ جو میری روانگی کے بعد کسی کو قتل کرے گا تو اس کے اہل کو دو اختیار ہوں گے اگر وہ چاہیں تو دیت کاملہ لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو اسے قتل کر دیں۔" پھر آپ نے اس شخص کی دیت دے دی جسے بنوخزاعہ نے قتل کیا تھا۔ یہ سب سے پہلا مقتول تھا جس کی آپ نے دیت دی اس کی دیت ایک سو اونٹ تھی۔"

کسی قریشی کو بھوکا اور پیاسا رکھ کر نہ مارا جائے

امام مسلم نے مطیع بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے آپ کو سنا۔ آپ فتح مکہ کے روز فرما رہے تھے آج کے بعد روزِ حشر تک کسی قریشی کو پیاسا، بھوکا اور قید میں رکھ کر قتل نہیں کیا جائے گا۔"

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوحصین الہذلی نے کہا "جب ان لوگوں کو قتل کیا گیا جنہیں قتل کرنے کا آپ نے حکم دیا تھا تو مکہ مکرمہ میں ان پر نوحہ خوانی سنی۔ حضرت ابوسفیان آپ کی خدمت میں آئے۔ عرض کی: "میرے والدین آپ پر فدا! آپ کی قوم کے بقیہ افراد!" آپ نے فرمایا: "آج کے بعد کسی قریشی کو بھوکا پیاسا رکھ کر نہ مارا جائے۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے یعنی کفر پر۔ اسی طرح حضرت حارث بن برصاء سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا

آپ نے فرمایا: "آج کے بعد تاروزِ حشر کسی قریشی کو کفر پر قتل نہیں کیا جائے گا۔"

آپ کا مال قرض لینا اور محتاجوں میں تقسیم کرنا

محمد بن عمر نے ابراہیم بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن ابی ربیعہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے روز عبداللہ بن ابی ربیعہ کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے چالیس ہزار دراہم قرض مانگا۔ انہوں نے پیش کر دیے۔ جب رب تعالیٰ نے بنوھوازن کو فتح کرایا۔ ان کے اموال بطور غنیمت عطا کیے تو آپ نے وہ قرض واپس کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "قرض کا بدلہ ستائش اور حسنِ ادائیگی ہے۔ آپ نے اسے یہ دعا کی: "مولا! تمہارے اموال اور اولاد میں برکت ڈالے۔"

ابوحصین الہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے قریش کے تین افراد سے قرض مانگا۔ آپ نے صفوان بن امیہ سے پچاس ہزار دراہم، عبداللہ بن ابی ربیعہ سے چالیس ہزار دراہم اور خویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس ہزار دراہم قرضہ لیا۔ یہ کل ایک لاکھ تیس ہزار دراہم بنے۔ آپ نے یہ رقم صحابہ کرام میں تقسیم کر دی۔

ابوحصین نے کہا ہے "مجھے بنوکنانہ کے ان افراد نے بتایا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ آپ نے ان میں دراہم تقسیم کیے۔ ایک شخص کو کم وبیش پچاس دراہم ملے۔

شراب، خنزیر اور میت کی قیمت سے ممانعت

ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے فتح مکہ کے سال آپ کو فرماتے ہوئے سنا: "رب تعالیٰ نے شراب، خنزیر، مردار اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔" ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مردار کی چربی کے بارے آپ کا کیا حکم ہے۔ اس کے ساتھ کشتیوں پر تیل لگایا جاتا ہے۔ چمڑے رنگے جاتے ہیں چراغ جلائے جاتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے۔ رب تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام کیا۔ انہوں نے اسے لیا۔ اسے منجمد کیا۔ پھر اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت کھا گئے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبدالرحمان بن الازہر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے فتح مکہ کے سال آپ کی زیارت کی۔ میں نوجوان تھا۔ آپ حضرت خالد بن ولید کے گھر کے قریب تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس شراب نوش لایا گیا۔ آپ نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ کسی نے اسے کوڑے سے، کسی نے جوتے سے اور کسی نے ڈنڈے سے اسے مارا۔ آپ نے اس پر مٹی پھینکی۔

امام بخاری اور امام مسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ہند نے فتح مکہ کے روز آپ سے سوال کیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابوسفیان ایک بخیل انسان ہیں۔ کیا مجھ پر کچھ حرج ہے

کہ میں ان کے اموال میں سے اپنے اہل وعیال کو کھلالوں۔'' آپ نے فرمایا:''تم پر کوئی حرج نہیں جبکہ تم انہیں بھلائی کے ساتھ کھلاؤ۔''

آپ ہی سے روایت ہے۔فرمایا:''عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص سے عہد لیا تھا کہ وہ عبدالرحمٰن بن ولیدہ زمعہ کو اپنے قبضہ میں لے لیں۔عتبہ نے کہا:''وہ میرا بیٹا ہے۔'' جب آپ مکہ مکرمہ آئے تو حضرت سعد نے اس لڑکے کو دیکھا تو اسے اس مشابہت سے پہچان لیا جو اس کے اور عتبہ کے مابین پائی جاتی تھی۔انہوں نے اسے سینے سے لگایا اور کہا:''رب کعبہ کی قسم! یہ میرا بھتیجا ہے۔'' وہ اسے لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے ان کے ساتھ عبد بن زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کو دیکھا۔وہ عتبہ بن ابی وقاص سے مشابہت رکھتا تھا۔آپ نے فرمایا:''وہی ہے اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ یہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔بچہ صاحب فراش کا ہوتا ہے بدکار کے لیے پتھر ہیں۔اے سودہ! تم اس سے پردہ کرو۔'' جب آپ نے عتبہ کے ساتھ اس کی مشابہت دیکھی تو فرمایا۔

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:''فتح مکہ کے وقت ایک عورت نے چوری کی۔'' صحابہ کرام نے کہا:''اس کے بارے کون ہے جو بارگاہِ رسالت مآب میں سفارش کرے۔'' بتایا گیا کہ یہ جرأت صرف حضرت اسامہ بن زید ہی کر سکتے ہیں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں۔'' اس عورت کی قوم حضرت اسامہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تا کہ بارگاہِ رسالت مآب میں اس عورت کی سفارش کریں۔جب حضرت اسامہ نے آپ سے اس کے بارے گفتگو کی تو آپ کے چہرۂ انور کی رنگت متغیر ہوگئی۔فرمایا:''کیا تم رب تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے مجھ سے سفارش کرتے ہو۔'' حضرت اسامہ نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے مغفرت طلب کریں۔'' عشاء کے وقت آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے پہلے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔پھر فرمایا:

امابعد! تم سے پہلے لوگ (بنو اسرائیل) اس لیے ہلاک ہو گئے ہیں کہ جب ان میں کوئی امیر چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا۔جب کمزور چوری کرتا تو اس کے ہاتھ کاٹ دیے جاتے۔اس عورت پر حد قائم کرو۔بخدا! اگر حضرت سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتیں تو ان کے ہاتھ بھی کاٹ دیے جاتے۔'' پھر فرمایا:''اے بلال! اس کے ہاتھ پکڑو اور کاٹ دو۔'' اس کے بعد اس عورت نے بہت عمدہ توبہ کی۔بنو سلیم کے ایک شخص کے ساتھ شادی کر لی۔ام المومنین فرماتی تھیں۔اسکے بعد وہ میری خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔میں اس کی ضرورت بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیتی تھی۔''

(امام احمد، شیخان، نسائی، بیہقی)

جس نے نذر مانی کہ اگر رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ فتح کرا دیا تو وہ بیت المقدس میں نماز پڑھے گا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ مکرمہ کی فتح کے روز ایک شخص نے کہا: ''میں نے نذر مانی ہے کہ اگر رب تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ فتح کرا دیا تو میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''بیت اللہ میں نماز پڑھ لو۔'' اس نے دوسری بار عرض کی تو فرمایا: ''بیت اللہ میں نماز پڑھ لو۔'' اس نے تیسری بار عرض کی تو فرمایا: ''پھر تمہاری مرضی۔''

امام احمد نے اپنے بعض صحابہ کرام سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے محمد عربی ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر وہ یہاں نماز پڑھ لیتا تو اس کی ہر وہ نماز ادا ہو جاتی جو اس نے بیت المقدس میں پڑھنے کی نذر مانی تھی۔''

آج کے بعد مکہ مکرمہ پر لشکر کشی نہ ہوگی

حارث بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فتح مکہ کے روز سنا'' آج کے بعد روز حشر تک مکہ مکرمہ پر لشکر کشی نہ ہوگی۔'' علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ کفر پر اس پر لشکر کشی نہ ہوگی۔

بت شکنی

محمد بن عمر نے عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے لیے مکہ مکرمہ کے اموالِ غنیمت حلال نہیں ہیں۔'' انہوں نے یعقوب بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کا مالِ غنیمت حاصل نہ کیا۔ آپ نے حرم پاک سے باہر سرایا بھیجے وہ مالِ غنیمت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کو گرانے کے لیے، خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو عرفہ کی طرف حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ کو یلملم کی طرف سعد بن زید رضی اللہ عنہ کو مناۃ کو گرانے کے لیے بھیجا۔

فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں

اس کی وجہ یہ ہے کہ فتح سے پہلے مکہ مکرمہ دار حرب تھا۔ اس سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت واجب تھی۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو یہ دار اسلام بن گیا۔ اس سے ہجرت منقطع ہو گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے روز فرمایا: "فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔ بلکہ جہاد اور نیت ہے۔ جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو ضرور نکلو۔"

حضرت عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ہمراہ عبید بن عمر اللیثی بھی تھے۔ آپ بشیر کے پاس تشریف فرما تھیں۔ انہوں نے ان سے ہجرت کے بارے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: "آج کوئی ہجرت نہیں ہے۔ اہلِ ایمان اپنا ایمان بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جاتے تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ انہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دیا جائے آج رب تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے۔ مومن جہاں ہے وہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کر سکتا ہے۔ البتہ آج جہاد اور نیت باقی ہے۔"

یعلی بن صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اپنے والد گرامی کے ساتھ فتح مکہ کے روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والد کو ہجرت پر بیعت کر لیں۔" آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ میں انہیں جہاد پر بیعت کروں گا۔ ہجرت ختم ہو چکی ہے۔"

ابن ابی اسامۃ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت یعلی بن صفوان رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والد گرامی کو بھی ہجرت میں سے کچھ حصہ عطا فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "آج کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے۔" وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "ابوالفضل! کیا تم میری آزمائش نہیں دیکھ رہے۔" انہوں نے فرمایا: "کیسی آزمائش؟" انہوں نے کہا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تا کہ آپ میرے والد گرامی کو ہجرت پر بیعت کریں۔ مگر آپ نے انکار فرما دیا ہے۔" حضرت عباس اٹھے۔ گرمی کی وجہ سے ان پر چادر بھی نہ تھی۔ انہوں نے حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: "آپ کے پاس حضرت یعلی اپنے والد کو لے کر حاضر ہوئے تا کہ آپ انہیں ہجرت پر بیعت کر لیں۔ مگر آپ نے اس طرح نہ کیا۔" آپ نے فرمایا: "آج کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے۔" انہوں نے عرض کی: "میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ انہیں ہجرت پر ضرور بیعت کریں۔" آپ نے اپنا دستِ اقدس بڑھایا۔ انہیں بیعت فرما لیا۔ آپ نے فرمایا: "میں نے اپنے چچا جان کی قسم پوری کر دی ہے۔ لیکن آج کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے۔"

مکہ مکرمہ میں قیام کی مدت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں انیس روز قیام فرمایا۔ آپ قصر نماز پڑھتے رہے۔

بعض روایات میں سترہ روز کا تذکرہ ہے۔ حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں غزوہ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں اٹھارہ راتیں قیام کیا۔ آپ نے دو رکعتیں ہی نماز پڑھی۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے پندرہ روز مکہ مکرمہ میں قیام کیا۔ آپ قصر نماز پڑھتے رہے۔"

ذاالجوشن کی خبر

ابن سعد نے ابن اسحاق السبیعی سے روایت کیا ہے کہ ذوالجوشن بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں کہا: "تم اسلام کیوں نہیں لاتے؟" انہوں نے کہا: "میں نے دیکھا ہے کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلا دیا ہے۔ انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ سے باہر نکال دیا ہے۔ آپ کے ساتھ جنگ کی ہے۔ ذرا دیکھیں اگر آپ ان پر غالب آ گئے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ آپ کی اتباع کروں گا۔" اگر قریش آپ پر غالب آ گئے تو پھر میں آپ کی پیروی نہیں کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "ذوالجوشن! اگر تمہیں تھوڑی سی عمر نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے۔ میں قریش پر غالب آ گیا ہوں۔"

ذوالجوشن نے کہا: "میں بضریہ میں تھا۔ مکہ مکرمہ کی طرف سے ایک کارواں آیا۔ میں نے پوچھا: "وہاں کے حالات کیسے ہیں؟" اس نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مکہ پر غالب آ چکے ہیں۔" انہیں افسوس ہوا کہ انہوں نے اس وقت اسلام قبول نہ کر لیا تھا۔ جب انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت دی تھی۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ روایت بھی کی۔

فتح مکہ کے بارے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان نے صلح حدیبیہ کے زمرہ میں فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

عفت ذات الاصابع فالجواء — الی عذراء منزلها خلاء
دیار من بنی الحسحاس قفرٌ — تعفّيها الروامسُ والسماء

ترجمہ: "(جگہ) ذات الاصابع اور (مقام) جواء عذراء بستی تک بے نام و نشان ہو گئے ہیں اب ان کے مقامات سونے پڑے ہیں۔ بنو حسحاس کے گھر ایسے چٹیل میدان بن گئے ہیں جن کے نشانات تیز آندھیوں اور بارشوں نے مٹا دیے ہیں۔"

عدمنا خیلنا ان لم تروھا تثیرُ النقعَ موعدُھا کداءُ

ترجمہ: "اگر تو ہمارے گھوڑوں کو نہ دیکھے تو ہم انہیں معدوم پائیں۔ اس طرح کہ وہ گرد و غبار اڑا رہے ہوں ان کے پہنچنے کی جگہ کداء ہے۔"

ینازعن الاعنۃَ مُصغیاتٍ علی اکتافھا الاسَلُ الظِّماء

ترجمہ: "وہ گھوڑے ایسے ہیں جو توجہ سے کان لگائے لگامیں کھینچتے ہیں۔ ان کے کندھوں پر پیاسے نیزے ہیں۔"

تظل جیادُنا متمطّراتٍ یلطھُنّ بالخُمُر النساء

ترجمہ: "ہمارے گھوڑے ہوا کی طرح اڑے جا رہے تھے۔ عورتیں انہیں اپنے دوپٹے مار رہی تھیں۔"

فاما تعرضوا عنا اعتمرنا مکان الفتح وانکشف الغِطَاء

ترجمہ: "یا تو تم ہم سے دور چلے جاؤ تاکہ ہم عمرہ ادا کر لیں۔ ہمیں فتح نصیب ہو جائے اور پردہ اٹھ جائے۔"

و الا فاصبروا لجِلاد یوم یعزّ اللہ فیہ من یشاء

ترجمہ: "ورنہ اس روز کی شدت پر صبر کرو جس میں اللہ تعالیٰ جس کی چاہے مدد فرمائے۔"

و جبریلٌ رسولُ اللہ فینا و روحُ القدس لیس لہ کِفاء

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے قاصد حضرت جبرائیل امین ہم میں موجود ہیں۔ روح الامین کا کوئی کف نہیں ہے۔"

و قال اللہ قد ارسلتُ عبدًا یقول الحق ان نفع البلاء

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے فرمایا" میں نے ایسا عبد کامل بھیجا ہے جو سچی بات کرتا ہے۔ اگر آزمائش فائدہ دے۔"

شھدت بہ فقوموا صدقوہ فقلتم لا نقوم ولا نشاء

ترجمہ: "میں نے آپ کی صداقت کی شہادت دے دی لیکن تم نے کہا: "ہم نہ تو اٹھیں گے اور نہ ہم ایسا چاہیں گے۔"

و قال اللہ قد سیرتُ جندًا ھم الانصارُ عُرْضَتُھا اللقاء

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایسا لشکر بھیج دیا ہے جو مددگار ہے ان کا مقصد ہی مقابلہ کرنا ہے۔"

لنا فی کل یوم من مَعَدٍّ سبابٌ اَو قتال او ھجاء

ترجمہ: "ہمیں ہر روز معد کی طرف سے یا گالیوں کا یا قتال کا یا ہجو کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

فنحکُم بالقوافی من ھجانا و نضرِبُ حین تختلط الدماء

ترجمہ: "جو ہماری ہجو کرتا ہے ہم اس کے بارے فیصلہ اشعار کے ساتھ کرتے ہیں۔ جب خونوں کا اختلاط ہوتا تو

ہم شمشیر زنی کرتے ہیں۔"

الا ابلغ ابا سفیان عنی   مغلغلۃً فقد برح الجفاء

ترجمہ: "ارے! میری طرف سے ابوسفیان کو یہ پیغام پہنچا دو کہ وہ لگا تار مخفی ہے۔"

بانّ سیوفنا ترکت کعبداً   و عبد الدار سادتُھا الاماء

ترجمہ: "کہ ہماری تلواروں نے تمہیں غلام بنا کر چھوڑا ہے اور لونڈیاں عبدالدار کے سردار بن گئیں۔"

ھجوتَ محمدًا واجبتُ عنہ   و عند اللہ فی ذاك الجزاء

ترجمہ: "تو نے محمد عربی ﷺ کی ہجو کی میں نے آپ کی طرف سے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی جزاء ہے۔"

اتھجوہٗ و لست لہٗ بکُفْئٍ   فشرُّکُما لِخیر کُما الفِداء

ترجمہ: "کیا تو آپ کی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو آپ کا ہم پلہ نہیں ہے۔ تم دونوں میں سے برا دونوں میں سے بہتر پر فدا ہو جائے۔"

ھجوتَ مُبارکا بَرًّا حنیفًا   امین اللہ سیمتُہٗ الوفاء

ترجمہ: "کیا تم نے ایسی ذات بابرکات کی ہجو بیان کی ہے جو سراپا برکت نیک اور اللہ تعالیٰ کا امین ہے وفا کرنا جن کی خصلت میں شامل ہے۔"

امن یھجو رسول اللہ منکم   و یمدحُہٗ و ینصُرُہٗ سَوَاء

ترجمہ: "کیا تم میں سے وہ جو رسول مکرم ﷺ کی ہجو کرتا ہے اور جو آپ کی ستائش کرتا ہے اور آپ کی نصرت کرتا ہے کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں۔"

فانّ ابی و والدتی و عرضی   لعرض محمدٍ منکم وِقاء

ترجمہ: "بلاشبہ میرا باپ، میری والدہ اور میری عزت تم سے حضور اکرم ﷺ کی عزت کی دفاع کرنے والی ہے۔"

فسوف یجبکم عنہ حسامٌ   یصوغ المُحکماتِ کما یشاء

ترجمہ: "عنقریب تلوار آپ کی طرف سے کاٹ کر رکھ دے گی۔ وہ محکم امور کو ایسے ڈھال لے گی جیسے چاہے گی۔"

لسانی صارم لا عیب فیہ   و بحری لا تُکدرہ الدلاء

ترجمہ: "میری تلوار شمشیر قاطع ہے جس میں کوئی عیب نہیں۔ ڈول میرے سمندر کو آلودہ نہیں کرتے۔"

حضرت کعب بن مالک نے فرمایا:

قضینا من تہامۃ کل اربٍ و خیبرَ ثم اجملنا السیوفا

ترجمہ: "ہم نے تہامہ اور خیبر سے ہر شک کا فیصلہ کر دیا۔ پھر ہم نے تلواریں جمع کیں۔"

نُخَیِّرُھا ولو نطقت لقالت قوا طعھن دوسًا او ثقیفًا

ترجمہ: "اگر تلواریں گفتگو کرتیں اور ہم انہیں اختیار دیتے تو بول اٹھتیں کیا اب دوس کا قصد کرنا ہے یا ثقیف کا۔"

فلستُ لعاضِنٍ ان لم تروھا بساحَۃِ دارکم منا الوُفا

ترجمہ: "میں انہیں پردے میں رکھنے والا نہیں اگر تم نے انہیں اپنے گھر کے صحن میں ملاحظہ نہیں کیا کہ وہ تلواریں ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔"

و تنتزع العروسَ ببطنِ وَجٍّ و تصبح دارکم منکم خلوفا

ترجمہ: "ہم وج میں مکانوں کی چھتیں اکھیڑ رہے تھے اور تمہارے گھر ہی تمہارے خلاف ہو گئے تھے۔"

و یاتیکم لنا سرعَان خیلٍ یُغادر خلفَہٗ جمعًا کثیفا

ترجمہ: "ہمارے سریع رفتار گھڑسوار تمہارے پاس پہنچ گئے تھے جو اپنے پیچھے لشکر جرار چھوڑ گئے تھے۔"

اذا نزلوا بساحتکم سمعتم لھا مما اناخَ بھا رجیفا

ترجمہ: "جب یہ تمہارے صحن میں اترے تو وہاں اونٹوں کو بٹھانے کی آواز سنی جنہیں وہاں بٹھایا گیا تھا۔"

بایدیھم قواضبُ مُرھفاتُ یُزرن المصطلینَ بھا العتوفا

ترجمہ: "ان کے ہاتھوں میں پتلی دھاری دار شمشیریں تھیں جو ایسے لوگوں کو موت کا دیدار کرا رہی تھیں جو ان سے آگ تاپتے تھے۔"

کامثال الصواعق اخلصتھا قیون الھند لم تصرب کثیفا

ترجمہ: "یہ تلوار بجلیوں کی مانند تھیں جنہیں ہند کے کاری گروں نے خالص لوہے سے بنایا تھا وہ دروازوں کی چوکھٹوں کی طرح موٹی نہ تھیں۔"

تخال جدیۃ الابطال فیھا غداۃ الزحف جادیًّا مذوفا

ترجمہ: "تو خیال کرے گا کہ جوانوں کے لہو کی دھاریاں ان میں پڑی ہوئی ہیں یہ میدان جنگ کا روز تھا اور

ان میں زعفران ملا ہوا تھا۔"

اجنّھم الیس لھم نصیح   من الاقوام کان بنا عریفا

ترجمہ: "کیا وسعی کناں ہیں کیا اقوام میں انہیں کوئی نصیحت کرنے والا نہیں جو ہمارے بارے آگہی رکھتا ہو۔"

یخبرھم باَنّا قد جمعنا   عناقَ الغیل والنجُبَ الطروفا

ترجمہ: "جو انہیں بتائے کہ ہم نے ان کے لیے عمدہ نسل اور بہترین گھوڑے تیار کر رکھے ہیں۔"

و انا قد اتیناھم بزحفٍ   یُحیط بسور حصنھم صفوفا

ترجمہ: "ہم ان کے پاس ایسا لشکر جرار لے کر آئیں گے جو ان کے قلعے کی دیواروں کو صفیں بنا کر گھیرے ہوئے ہوگا۔"

رئیسھمُ النبیُ و کانَ صَلْبا   نقِیَ القلب مُصطبرًا عزوفا

ترجمہ "حضور نبی اکرم ﷺ ان کے سپہ سالار ہیں۔ آپ قوی، پاک دل، صبر کرنے والے اور زاہد ہیں۔"

رشید الامر ذاحکمٍ و علم   و حلم لم یکن نزقًا خفیفا

ترجمہ "آپ عمدہ امر والے، حکمت، علم اور حلم والے ہیں آپ ہلکی طبیعت اور جلد غصے میں آنے والے نہیں ہیں۔"

نطیع بیأنا و بطیعُ ربًّا   ھو الرحمٰن کان بنا رؤُوفا

ترجمہ "ہم اپنے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہم اپنے اس رب کریم کی اطاعت کرتے ہیں جو رحمان ہے وہ ہمارے ساتھ مہربانی کرنے والا ہے۔"

فان تلقوا الینا السلم نقبل   و نجعلکم لنا عضدا و ریفا

ترجمہ "اگر تم نے ہمیں پیغام صلح دیا تو ہم اسے قبول کریں گے تمہیں اپنی قوت بنالیں گے اور عمدہ مقام دیں گے۔"

و ان تألوا نجاھدکم و نصبر   ولا بك امرُنا رعشًا ضعیفا

ترجمہ "اگر تم نے انکار کر دیا تو ہم اسے قبول کریں گے تمہیں اپنی قوت بنالیں گے اور عمدہ مقام دیں گے۔"

نجالدُ ما بقینا او تنیبوا   الی الاسلام اذعانًا مضیفا

ترجمہ "ہم جہاد کرتے رہیں گے جب تک ہم زندہ ہیں یا تم انکساری کرتے ہوئے اور جھکتے ہوئے اسلام کی طرف لوٹ آؤ۔"

نجالدُ لانبالی مَن لَقِینا   اَاھلکنا التلادَ ام الطریفا

ترجمہ "ہم جہاد کریں گے ہمیں یہ پرواہ نہ ہوگی کہ ہم کس کے ساتھ مصروفِ پیکار ہیں نیز یہ کہ ہم نے پرانا مال کھویا ہے یا نیا۔"

و کم من معشر البُوا علینا صمیم الجذم منهم والحلیفا

ترجمہ "کتنے ہی گروہ ہیں جو ہمارے پاس جمع ہو گئے ہیں جو مضبوط یقین کے مالک ہیں اور حلیف ہیں۔"

اتونا لا یرونَ لهم کِفاءً فجرعنا المسامع والانوفا

ترجمہ "وہ ہمارے پاس آئے، وہ کسی کو اپنا مدمقابل نہیں سمجھتے۔ ہم ان کے کان اور ناک کاٹ دیں گے۔"

بکل مهندٍ لیِّنٍ صقیلٍ نسُوْقهم بها سوقًا عنیفا

ترجمہ "ہندکی بنی ہوئی نرم تلوار کے ساتھ جو صیقل شدہ ہے جو انہیں سختی سے ہانک کر لے آئے گی۔"

لامر الله والاسلام حتی یقوم الدین فعتدلا حنیفا

ترجمہ "ہم اللہ تعالیٰ اور اسلام کے امر کی طرف بلائیں گے حتیٰ کہ دین حنیف قائم ہو جائے۔"

و تنسی اللات والعزّیٰ وَوَدٌّ و نسلبُها الفلائه والشنوفا

ترجمہ "اور لات وعزّیٰ اور ود کو بھلا دیا جائے ہم ان کے ہار اور بند چھین لیں گے۔"

فامسَوْا قد اقبروا و اطمانّوا و من لا یمتنع یقبل خُسُوْفَا

ترجمہ "پھر انہیں قرار ملے۔ اطمینان نصیب ہو جائے۔ جو دعوتِ حق قبول نہ کرے وہ رسوائی قبول کریں۔"

حضرت انس بن زنیم معذرت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انت الذی تهدی معدٌّ بامره بل الله یهدیهم و قال لك اشهدِ

ترجمہ: "کیا آپ وہ ذات ہیں جس کے ذریعے معد کو ہدایت دی جا سکتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت سے نوازتا ہے پھر وہ آپ سے فرماتا ہے کہ آپ گواہ بن جائیں۔"

وما حملَتْ من ناقة فوق رجلها ابرو اوفی ذمة من محمد

ترجمہ: "حضور اکرم ﷺ سے زیادہ متقی اور زیادہ عہد کو پورا کرنے والے کسی شخص کو کسی اونٹنی نے کبھی بھی اپنے اوپر سوار نہیں کیا۔"

احثَّ علی خیر واسبغ نائلاً اذا راح کالسیفِ الصقیل المهندِ

ترجمہ: "آپ بھلائی پر سب سے زیادہ ابھارنے والے ہیں سب سے زیادہ عطیات سے نوازنے والے ہیں

معرکہ آزمائی کے وقت آپ صیقل شدہ ہندی تلوار کی طرح ہیں۔"

و اکسی لبُرد الحال قبل ابتذاله   و اعطی لراس السابق المنجرد

ترجمہ: "آپ یمن کی بہترین چادر استعمال کرنے والے ہیں اور آپ آگے جانے والے عمدہ گھوڑا عنایت کرنے والے ہیں۔"

تُعلَّم رسولَ الله انك قادرٌ   علی کل ضربٍ متهمين و مُنجِدِ

ترجمہ: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ آگاہ ہو جائیں کہ آپ مجھے حاصل کرنے والے ہیں۔ آپ کی طرف سے دھمکی یوں ہے جیسے ہاتھ سے پکڑنا ہوتا ہے۔"

تعلم بانّ الرکب رکبَ عُوَيمرٍ   هم الکاذبون المخلفو کل موعد

ترجمہ: "آپ کو علم ہے کہ عویمر کا کارواں وہ کارواں ہے جو کاذب ہے اور ہر وعدہ توڑنے والے ہیں۔"

و نبّوا رسولُ الله انه هجوته   فلا حملت سوطی الی اذا يَدِی

ترجمہ: "انہوں نے آپ سے عرض کر دی کہ میں نے آپ کی ہجو بیان کی ہے۔ پھر میرا ہاتھ ہی میری طرف ڈنڈا نہ اٹھائے۔"

سِوَی انی قد قلتُ ویلُ ام فتیةٍ   أُصيبوا بنحسٍ لا بطلقٍ واسعُدِ

ترجمہ: "مگر یہ کہ میں نے کہا ہے کہ ان جوانوں کی ماؤں پر افسوس جو نحوست سے قتل ہوئے۔ جو خندہ پیشانی سے مقتول نہ ہوئے نہ ہی وہ سعادت مند ہوئے۔"

اصابهم من لم یکن لدمائهم   کفاء فعزت عبرتی و تبلّدی

ترجمہ: "ان لوگوں نے انہیں تہ تیغ کیا جو ان کے خون بہا کے مساوی نہ تھے میرے آنسو غالب آ گئے اور میری عقل مبہوت ہوگئی۔"

و انك قد حفرت ان کنت ساعیًا   بعبد بن عبدالله و ابنة مَهوَدِ

ترجمہ: "اگر اس لیے آپ کوشش فرما رہے تھے تو آپ وعدہ توڑنے والے تھے کہ عبد بن عبداللہ اور مہود کی بیٹی۔"

ذويبٌ و کلثوم و سلمی تتابعوا   جميعًا فالّا تدمع العين اکمدِ

ترجمہ: "ذویب، کلثوم اور سلمی کو باہم ضربیں لگائی جائیں اگر آنکھ گریہ زار نہ ہوگی تو غم ضرور ہوگا۔"

و سلمی و سلمی ليس حيٌّ کمثله   و اخوته او هل لوكٌ کاعبُدِ

ترجمہ: "سلمی تو وہ ہے کہ زندہ انسانوں میں اس کی مثل کوئی نہیں نہ ہی اس کے بھائیوں کی نظیر مل سکتی ہے کیا بادشاہ غلاموں جیسے ہو سکتے ہیں۔"

فالی لاذنبًا فتقتُ ولا دَمًا . ھرفتُ تبیّن عالِمَ الحق و اقصِدِ

ترجمہ: "میں نے نہ تو دین کا گریباں چاک کیا ہے نہ میں نے خونریزی کی ہے۔ عالم حق کو واضح دیکھو اور اس کا قصد کرو۔"

امام ابو محمد عبداللہ بن ابی زکریا الشقر اطسی نے لکھا ہے:

و یومُ مکۃ اذ اشرفتَ فی امم　　　تضیق عنھا فجاجُ الوعث والسھلِ

ترجمہ: "اور فتح مکہ کے روز جب آپ ساری اقوام سے بلند تھے۔ لشکر جرار کی وجہ سے سارے رستے اور پگڈنڈیاں تنگ ہوگئی تھیں۔"

خوافق ضاقَ ذَرعُ الغافقین بھا　　　فی قاتم من عَجاجِ الخیل والاِبِلِ

ترجمہ: "مشرق و مغرب کے رستے گھوڑوں اور اونٹوں کے سموں سے اٹھنے والی گرد و غبار کی وجہ سے تنگ آ گئے تھے۔"

و جعفلٍ قُذفِ الارجاء ذی لَجَبٍ　　　عَرَمْرَمٍ کرھاء السبل مسخل

ترجمہ: "اس لشکر جرار کی اطراف کثرت کی وجہ سے دور تھیں یہ شور و غل والا تھا۔ یہ لشکر جرار رات کے دھواں کی طرح رواں دواں تھا۔"

و انت صلی علیكَ اللہُ تقدمھم　　　فی بھو اشرقِ نورٍ منك مکتمِلِ

ترجمہ: "رب تعالیٰ آپ پر درود بھیجے آپ ان کے آگے آگے تھے اور آپ کے چہرۂ انور سے مکمل نور کی تابانیاں نکل رہی تھیں۔"

یُنیرُ فوقَ اغَرِّ الوجہ منتجبٍ　　　مُتوّجٍ بعزیز النصر مُقبَلٍ

ترجمہ: "یہ ایسے مبارک چہرے پر نور افشانیاں تھیں جسے منتخب کر لیا گیا تھا جس کو غالب نصرت کا تاج پہنا دیا گیا تھا اس پر بڑھاپے کے اثرات نمودار نہیں ہوئے تھے۔"

یسمو امامَ جنود اللہ مُرتدِیًا　　　ثَوبَ الوقار لامر اللہ مُمتثِلِ

ترجمہ: "آپ وقار کا لباس زیب تن کیے رب تعالیٰ کے لشکر کے آگے آگے تھے۔ آپ حکم الٰہی کو عملی جامہ پہنا

رہے تھے۔"

خشعت تحت بهاء العز حين سمتْ بك المهابةُ فعلَ الخاضع الوجل

ترجمہ: "اس عزت کی رونق کے نیچے آپ اس وقت خشوع کر رہے تھے جب رعب آپ کو بلند کر رہا تھا۔ یہ خشوع کرنے والے اور رب سے ڈرنے والے شخص کا فعل ہے۔"

و قد تباشر املاك السماء بما مُلِّكْتَ اذ نلتَ منه غايةَ الامل

ترجمہ: "آپ جس امر کے مالک بنے اس کی وجہ سے آسمان کے فرشتے بھی خوش ہو گئے جب آپ نے اس سے بلند مقصد حاصل کر لیا۔"

والارض ترجفُ من زهوٍ و من فرقٍ والجو يزهر اشراقا من الجذلِ

ترجمہ: "زمین تعجب اور آسائش سے محو رقص ہو گئی اور فضا بھی خوشی سے منور ہو گئی۔"

والخيل تغتال زهوًا فی اعنتها والعيُن تنثالُ رهوًا فی ثنی الجدل

ترجمہ: "گھوڑے بھی اپنی لگاموں میں رقص کرنے لگے اور اونٹنیاں بھی اپنی بنی ہوئی نکیلوں کو سرعت سے جانے لگیں۔"

لولا الذی خطَّتِ الاقلام من قدرٍ و سابق من قضاء غيرِ ذی حِوَلِ

ترجمہ: "اگر وہ مقدر نہ ہوتا جسے قلموں نے لکھ دیا ہے اور پہلے سے ایسی قضاء اور تقدیر نہ ہوتی جو تبدیل نہیں ہو سکتی تو حالات دگرگوں ہوتے۔"

اهلَّ ثهلانُ بالتهليل من طربٍ و ذابَ يذبُل تهليلا من الذبُلِ

ترجمہ: "ثھلان پہاڑ بھی مسرت سے ذکر کرتے ہوئے جھوم اٹھا اور نیزوں سے ڈرتے ہوئے وہ بھی بھاگ گیا۔"

الملك لله هذا عزُّ من عُقِدتَ لهٗ النبوةُ فوق العرش فی الازل

ترجمہ: "ساری بادشاہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یہ اس ہستیٔ پاک کے لیے عزت ہے جن کے لیے ازل سے عرش معلی پر نبوت کا جھنڈا باندھ دیا گیا تھا۔"

شعبتَ صدْعَ قريش بعد ما قذفت بهم شعوبُ شِعَابَ السهل والقللِ

ترجمہ: "اس کے بعد آپ نے قریش کو ملامت کی جبکہ آرزوؤں نے انہیں میدانوں اور چوٹیوں پر پھینک دیا تھا۔"

قالوا محمدُ قد زادت كتائبُهٗ كالأُسدِ تزار فی انيابها العصل

ترجمہ: "انہوں نے کہا: "یہ محمد عربی ﷺ ہیں جن کے لشکر ان شیروں کی مانند ہیں جو ایسی آوازیں نکال رہے ہیں جیسے شیر اپنے جبڑے ٹیڑھے کر کے آوازیں نکالتے ہیں۔"

فويل مكة من آثار و طاته ... وويل ام قريش من جوى الهبل

ترجمہ: "آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی خیر! اور ہبل کی مرض کی وجہ سے قریش کی ماں کے لیے ہلاکت۔"

فجدت عفوًا بفضل العضو منك ولم ... تُلمم ولا بالئيم اللوم والعذل

ترجمہ: "آپ نے بن مانگے ان سے بہت زیادہ درگزر کیا آپ نے انہیں ایسی ملامت نہ کی جو ان کے لیے تکلیف کا باعث ہو۔"

اضربت بالصفح صفحًا عن طوائلهم ... طولا اطال مقيلَ النوم فی المقلِ

ترجمہ: "آپ نے ان کی طویل جنگ سے انہیں یوں معاف کر دیا جو سونے والے کی آنکھ میں نیند سے بھی طویل تر تھا۔"

رحمتَ واشجَ ارحام أُتيحَ لها ... تحت الوشيجِ نشيجُ الروع والوجلِ

ترجمہ: "آپ نے اتنا عمدہ رحم فرمایا جس کی وجہ سے "وشیج" درخت کے نیچے خوف اور ڈر کی وجہ سے حلق سے آواز نکلنے لگی۔"

عاذوا بظلِّ كريم العفو ذى لطفٍ ... مبارك الوجه بالتوفيق مشتمِل

ترجمہ: "وہ ایسی کریم ذات کے عفو و درگزر میں پناہ گزیں ہوئے جو لطف والی اور درگزر کرنے والی ہے۔ جن کے چہرہ مبارک ہے وہ توفیق کو شامل ہے۔"

از كى الخليقة اخلاقا واطهرها ... واكرمُ الناس صنعًا عن ذوى الزللِ

ترجمہ: "وہ اخلاق اور پاکیزگی کے اعتبار سے مخلوق میں سے پاک ترین ذات ہے۔ وہ خطاؤں والوں سے درگزر کرنے میں سارے لوگوں سے زیادہ کریم ذات ہے۔"

زانَ الخشوعَ وقار منه فی خفر ... ارق من خفر العذراء فی الكِلَل

ترجمہ: "حیاء میں وقار آپ کے خشوع کو آراستہ کر رہا ہے۔ جو رقیق پردہ میں دوشیزہ کے حیاء سے زیادہ نرم ہے۔"

و طفتَ بالبيت مجبورا و طاف به ... من كان عنه قبيلَ الفتح فی شغل

ترجمہ: "آپ نے خوش ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور ہر اس شخص نے اس کا طواف کیا جو فتح سے قبل اس کی طرف توجہ نہ دیتا تھا۔"

والکفر فی ظلمات الرجس مرتکس ثاوٍ بمنزلة البهموتِ من زُحَل

ترجمہ: "کفر ناپاکی کی تاریکیوں میں اندھا ہو گیا۔ وہ زحل ستارے سے بھمو مچھلی کی جگہ چلا گیا۔" (یہ مچھلی زمین کے نیچے ہے۔)

حجرت بالامن اقطارَ الحجاز معًا و ملت بالخوف عن ضیفٍ و عن ملل

ترجمہ: "حجاز مقدس کے سارے اطراف کو آپ نے امن سے دفاع کیا اور آپ نے مقام خیف کو خوف اور ڈر سے بھر دیا۔"

و حَلَّ امنٌ و یُمنٌ منك فی یَمَن لمّا اجابت الی الایمان عن عجل

ترجمہ: "آپ کی وجہ سے یمن میں امن اور برکت نازل ہوئی۔ جب انہوں نے جلدی سے ایمان کی دعوت پر لبیک کہا۔"

و اصبح الدین قد حفَّتْ جوانبهٗ بعزة النصر و استولی علی المِلل

ترجمہ: "دین حق اس طرح ہو گیا کہ نصرت کی عزت کے ساتھ اس کی اطراف گھیر لی گئیں یہ اقوام پر غالب آگیا۔"

قد طاع منحرِف منهم لمعترف و انقاد منعدلٌ منهم لِمُعتدلِ

ترجمہ: "منحرف نے معترف کی اطاعت کر لی اور منعدل، معتدل کے سامنے جھک گیا۔"

احبب بخلة اهل الحق فی الخِلل و عز دولته الغراء فی الدُول

ترجمہ: "عادات میں سے اہلِ حق کی خلت کے ساتھ پیار کو اور سلطنتوں میں سے ان کی روشن سلطنت سے محبت کر۔"

ام الیمامة یوم منه مصطلمٌ و حَلَّ بالشام شوم غیرُ مرتَحِل

ترجمہ: "یمامہ کا قصد ایسے دن نے کیا جو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے والا تھا۔ شام میں ایسا مہمان آیا جو کوچ کرنے والا نہیں۔"

تفرقت منه اعرافُ العراق و لم یترك من التُرك عظمًا غیر مُنتثِل

ترجمہ: "عراق کی ہڈیوں پر گوشت بھی زائل ہو گیا وہاں ایسی ہڈی چھوڑی جائے گی جس کو نکالا نہیں جائے گا۔"

لم یبق للفرس لیث غیر مفترس ولا من الجیش میث غیرُ منجفلِ

ترجمہ: "گھوڑوں کے لیے چیر نے پھاڑنے والے شیر نہ رہے اور لشکر میں سے بھاگنے والا لشکر نہ رہا۔"

ولا من الصِّين سُورٌ غيرُ مبتذَل　　ولا من الروم مَرمىً غيرُ منتضَلِ

ترجمہ: ''چین سے ایسی حفاظت نہ رہی جو بوسیدہ نہ ہو۔ روم میں ایسا شکار نہ رہا جسے نشانہ نہ بنایا گیا ہو۔''

ولا من النوب جِذْمٌ غيرُ منجَذِمٍ　　ولا من الزنج جَزْلٌ غيرُ منجدِل

ترجمہ: ''نوب'' کی ہر اصل کی جڑ کاٹ دی گئی اور زنج کی بھی ہر اصل نیچے پچھاڑ دی گئی۔''

و نيل بالسيف سيفُ البحر و اتصلت　　دعوىَ النجود فكل بالجهاد صلى

ترجمہ: ''تلوار سے دریائے نیل کا ساحل فتح کر لیا گیا۔ لشکر کی پکار مل گئی۔ ہر ایک کو تلوار کے ساتھ جلا دیا گیا۔''

و سُلّ بالغرب غربُ والسيف اذ شرقت　　بالشرق قبل صدور البيض والاسل

ترجمہ: ''مغرب سے تلوار کی دھار کو سونت لیا گیا۔ جب وہ تلوار اور نیزوں سے قبل روشنی سے چمک اٹھی۔''

و عادَ كُلُّ عدُوٍ عزَّ جانبُهم　　قد عاد منكم ببذلٍ غير مبتذل

ترجمہ: ''ہر دشمن لوٹ آیا۔ اس کی جانب طاقتور تھی۔ اس نے گھٹیا ذات کے ساتھ آپ سے پناہ طلب کی۔''

اصفى من الثلج اشراقًا مذاقتُهٗ　　احلى من اللبَن المضروب فى العَسَلِ

ترجمہ: ''حوض کوثر کا مبارک پانی سفیدی میں برف سے بھی زیادہ سفید ہے اور اس کا ذائقہ اس دودھ سے بھی شیریں ہے جس میں شہد ملایا گیا ہو۔''

تنبیہات

❶ اس میں اختلاف نہیں کہ یہ غزوہ رمضان المبارک میں رونما ہوا تھا۔ جیسے کہ صحیح میں ہے۔ ابن شہاب نے لکھا ہے ''کیا آپ شعبان المعظم میں عازمِ سفر ہوئے تھے تو رمضان آ گیا یا رمضان المبارک میں ہی عازمِ سفر ہوئے تھے۔ مجھے علم نہیں ہے۔'' امام بیہقی نے امام زہری سے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو رمضان المبارک کے تیرہ روز گزر چکے تھے۔

امام احمد نے صحیح سند سے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم فتح مکہ کے لیے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو رمضان المبارک کی دو راتیں گزر چکی تھیں۔'' اس سے گذشتہ تردد ختم ہو جاتا ہے۔ عازمِ سفر ہونے کے دن کا تعین ہو جاتا ہے۔ امام زہری کا قول اس دن کو متعین کر دیتا ہے جس میں آپ عازمِ سفر ہوئے۔ یہ بتاتا ہے کہ آپ نے رستہ میں بارہ روز بسر فرمائے۔''

الحافظ لکھتے ہیں: "جہاں تک امام واقدی کے اس قول کا تعلق ہے کہ جب آپ روانہ ہوئے تو رمضان المبارک کے دس روز گزر چکے تھے یہ قول قوی نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے سے اصح کے مخالف ہے۔ میں کہتا ہوں" امام واقدی کی تائید ابن اسحاق وغیرہ نے بھی کی ہے۔ ابن راھویہ نے اسے صحیح سند سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم کے نزدیک مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت رمضان المبارک کے سولہ روز گزر چکے تھے۔ امام احمد نے اٹھارہ روز کا قول کیا ہے۔ ایک قول میں بارہ دن کا تذکرہ ہے۔ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ ایک قول کو گذشتہ اور دوسرے قول کو بقیہ ایام پر محمول کیا جائے گا۔

المغازی میں ہے "رمضان المبارک کے انیس روز گزر چکے تھے۔ اسے ابتدائی مہینے کے بارے اختلاف پر محمول کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ انیس یا سترہ روز گزر چکے تھے۔ یعقوب بن سفیان نے مشائخ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ بیس رمضان المبارک کو ہوا تھا۔ اگر یہ قول ثابت ہو جائے تو اسے اس مراد پر محمول کیا جائے گا کہ یہ درمیانے عشرہ میں رونما ہوا تھا۔

- اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے حضرت حاطب کے خط کو لانے کے لیے کسے بھیجا؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے مجھے، حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو بھیجا۔" ابوعبدالرحمان سلمی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے، حضرت ابومرثد الغنوی اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ احتمال یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ تینوں حضرات قدسی ان کے ساتھ ہوں۔ ایک راوی نے اس کا تذکرہ کیا ہو جس کا تذکرہ دوسرے نے نہ کیا ہو۔
- ابن اسحاق نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ فتح مکہ میں دس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی تھی۔ امام زھری اور ابن عقبہ نے یہ تعداد بارہ ہزار لکھی ہے۔ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ دس ہزار حضرات قدسی آپ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے تھے۔ دو ہزار رستہ میں آپ سے ملے تھے۔
- صحیح روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "اس وقت ہجرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساڑھے آٹھ سال گزر چکے تھے۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ وہم ہے۔ صحیح موقف یہ ہے کہ اس وقت ساڑھے سات برس گزر چکے تھے۔ یہ وہم اس وقت رونما ہوا ہے۔ جب فتح مکہ کو ہجرت کے آٹھویں سال میں سمجھا جائے جبکہ ربیع الاول سے لے کر رمضان المبارک تک نصف سال شمار کیا جائے۔ صحیح قول یہ ہے کہ فتح مکہ ساتویں سال رونما ہوا تھا۔ حضرت ابن عباس کی روایت کی توجیہ یوں ممکن ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب سالِ ہجرت کی بناء سالِ اول کے ماہِ محرم سے کی

جائے۔ جب دوسرے سال کے ایک یا دو ماہ گزرے ہوئے ہوں تو اسے مجازی طور پر سال کہہ دیا گیا ہو۔ جیسے کہ بعض کو کل کا نام دے دیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ربیع الاول کے آخر میں رونما ہوا ہو۔ رمضان المبارک تک یہ نصف سال بنتا ہے۔ اس سال شعبان المعظم کا آخر سات سال اور نصف سال بنتا ہے۔ آٹھویں سال کی ابتداء ربیع الاول سے ہوئی ہو اس کے بعد نصف سال ہو۔

۵ روایت ہے کہ آپ نے کدید کے مقام پر روزہ افطار کیا۔ بعض روایات میں کسی اور مقام کا تذکرہ ہے۔ یہ امور ایک ہی سفر کے بارے ہیں ممکن ہے کہ کسی ایک جگہ پر افطار کی نسبت حقیقت کے اعتبار سے ہو۔ وہ کدید ہو یا کراع الغمیم، عسفان ہو یا قدید۔ دوسرے علاقہ کی طرف نسبت اس کے قرب کی وجہ سے ہو۔ یا آپ نے چار مختلف مقامات پر یوں کیا ہو۔ صرف ایک جگہ افطار کرنے کو سارے لوگوں نے ملاحظہ نہ کیا ہو کیونکہ ان کی کثیر تعداد تھی۔ آپ نے بار بار افطار کیا تا کہ سارے لوگ دیکھ لیں۔ ہر ایک نے آنکھ سے مشاہدہ کر کے اس کی خبر دی۔

۶ صحیح میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ آپ نے اس روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کداء سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو۔ یہ مکہ مکرمہ کا بالائی حصہ ہے۔ آپ خود کدی سے داخل ہوئے یہ نشیبی علاقہ ہے۔ یہ مؤقف صحیح احادیث کے مخالف ہے۔ صحیح میں ان کے علاوہ کسی اور راوی سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالائی علاقے سے داخل ہوئے۔ ابن عقبہ اور ابن اسحاق نے اس پر جزم کیا ہے۔"

۷ آپ نے شعب ابی طالب میں کیوں قیام فرمایا اس میں کیا حکمت ہے۔ اسی جگہ قریش نے بنو ہاشم کے ساتھ معاشرتی بائیکاٹ کیا تھا تا کہ آپ کو وہ سختی یاد آ جائے آپ اس فتح عظیم پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کر سکیں۔ آپ اس شخص کو رسوا کرتے ہوئے یہاں داخل ہوں جس نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کی سعی کی تھی۔ آپ ان لوگوں سے درگزر کرنے میں مبالغہ کریں جنہوں نے برے کام کیے آپ ان کے ساتھ امتنان واحسان کے ساتھ پیش آئیں۔

۸ قاضی ابو بکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ پر اس ملک کا انکار فرمایا جو نبوت کے بغیر ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ورنہ اسے سلطنت کہنا جائز ہے خواہ وہ نبی کے لیے ہو۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے فرمایا:

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ۔ (ص:۲۰)

ترجمہ: "اور ہم نے مستحکم کر دیا ان کی حکومت کو۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کی:

وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ (ص:۳۵)

ترجمہ: "اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد۔"

لیکن آپ کو اس حالت میں بادشاہ کہنے کی کراہیت ظاہر ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ آپ کو اختیار دیا گیا کہ آپ عبد نبی بن جائیں یا بادشاہ نبی بن جائیں۔ آپ نے حضرت جبرائیل امین کی طرف دیکھا۔ انہوں نے آپ کو عاجزی کا اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "بلکہ عبد نبی۔ میں ایک دن بھوکا رہوں ایک دن سیر ہوں۔" حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوسفیان کو انکار کرنا بھی اس مفہوم کو تقویت دیتا ہے۔ اسی طرح آپ کے بعد چار خلفاء کو بادشاہ کہنا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا: "میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ پھر امراء آجائیں گے پھر بادشاہ ہوں گے پھر جبابرہ ہوں گے۔"

9. وہ ساعت جس میں آپ کے لیے مکہ مکرمہ میں قتل کرنا جائز کر دیا گیا تھا۔ وہ فتح مکہ کی صبح سے لے کر عصر تک کا وقت تھا۔ جیسے کہ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے۔

10. ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں جن میں سے ایک میں ہے کہ آپ نے محصب میں نزولِ اجلال فرمایا تھا جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ کیونکہ آپ نے حضرت ام ہانی کے گھر قیام نہیں فرمایا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے غسل فرمایا۔ نماز پڑھی۔ پھر اسی جگہ آگئے۔ جہاں شعبِ ابی طالب میں آپ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔

11. ابن خطل کے قاتل میں اختلاف ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ابوعثمان نہدی کی سند سے لکھا ہے کہ ابن خطل کو حضرت ابوبردہ الاسلمی نے قتل کیا تھا۔ وہ خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ معلق تھا۔ یہ مرسل روایت ہے مگر اس کی سند صحیح ہے۔ اس کی شاہد ایک اور روایت بھی ہے جسے ابن مبارک نے کتاب البر والصلہ میں حضرت ابوبرزہ سے روایت کیا ہے۔ اس روایت کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے:

"قاتل کے تعین میں وارد ہونے والی روایات میں سے یہ روایت اصح ہے۔ علامہ بلاذری وغیرہ نے اسی روایت کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ دیگر روایتوں میں جو قاتلین کا تذکرہ ہے انہیں اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ انہوں نے اسے قتل کرنے میں جلدی کی لیکن ابوبرزہ رضی اللہ عنہ ان سے سبقت لے گئے۔ شاید ان کے علاوہ کسی اور نے بھی اسے قتل کرنے میں شرکت کی ہو۔ جیسے ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت سعید بن حریث اور حضرت ابوبرزہ اسلمی نے مل کر اسے قتل کیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت زبیر بن عوام نے دوسرے قول کے مطابق حضرت شریک بن عبدۃ

نے اس کا کام تمام کیا تھا۔

۱۲ امام بخاری نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر غسل کیا تھا۔ امام مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں، آپ مکہ مکرمہ کے بالائی حصے میں تھے۔ انہوں نے پایا کہ آپ غسل کر رہے تھے۔ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا آپ کو پردہ کیے ہوئے تھیں۔ ان روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ یہ امر بار بار رونما ہوا ہوگا۔ اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے ابن خزیمہ نے مجاہد کی سند سے روایت کیا ہے کہ جب آپ غسل فرمار ہے تھے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ کو پردہ کیے ہوئے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ ان کے اس گھر میں رونق افروز ہوئے ہوں جو مکہ مکرمہ کے بالائی حصے میں ہو اور یہ مکہ مکرمہ میں ان کا دوسرا گھر ہو۔ آپ وہاں تشریف لے گئے ہوں۔ وہاں آپ نے غسل کیا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ان میں سے ایک نے ابتدا اور دوسرے نے درمیان میں آپ کو پردہ کیا ہو۔

۱۳ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ آپ نے ان رکعتوں میں باآواز بلند قرأت نہیں کی تھی۔ یہ آٹھ رکعتیں تھیں۔ یہ صلوٰۃ الفتح ہے۔ اہلِ علم اسے اسی نام سے یاد کرتے ہیں امراء جب کسی شہر کو فتح کر لیتے تو وہ وہاں یہ آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے مدائن کسریٰ فتح کیے تو ایوانِ کسریٰ میں آٹھ رکعتیں نماز پڑھیں۔ جن کے مابین فاصلہ نہیں ہوتا۔ نہ ہی یہ امام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

۱۴ علا ابن عبدالرحمان نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت اسامۃ سے روایت کیا۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھر میں اس جگہ یہ نماز پڑھی تھی۔ حضرت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت میں ہے کہ انہوں نے پوچھا: ''آپ نے کہاں نماز پڑھی؟'' صحابہ کرام نے بتایا: ''یہاں''

الحافظ نے لکھا ہے: ''اگر یہ روایت محفوظ ہو تو اس کو اس طرح محمول کیا جائے گا کہ انہوں نے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ پھر اس جگہ کے بارے مزید جاننے کے لیے انہوں نے حضرات اسامہ اور عثمان رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ امام مسلم کی روایت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ جس میں انہوں نے فرمایا: ''میں بھول گیا ہوں کہ میں ان سے پوچھوں کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔'' الحافظ نے لکھا ہے: ''یہ قاضی کے جزم سے اولیٰ ہے جو اس روایت کے وہم کی وجہ سے ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے گویا کہ وہ بقیہ روایات سے واقف ہی نہیں ہوئے۔''

۱۵ یہ تنبیہ اس شخص کے قول کے بارے ہے جس نے یہ گمان کیا ہے کہ یحییٰ بن قطان نے اپنے قول ''دو رکعتیں'' میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمر نے کہا ہے ''میں پوچھنا ہی بھول گیا تھا'' آپ کے خروج کے بعد دو رکعتوں کے

تذکرہ نے انہیں وہم میں مبتلا کیا۔ مغلط غالط ہی ہے۔ لغزش بیان کرنے والے نے خود لغزش کھائی ہے۔ اس کا کلام مردود ہے۔ یحییٰ نے پہلے اور بعد میں دو رکعتوں کا تذکرہ ہی کیا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ کا انہوں نے ارادہ نہیں کیا۔ وہ اس میں منفرد بھی نہیں ہوئے۔ حتیٰ کہ انہیں غلط کہا جائے۔ بلکہ اس واقعہ میں ان کی اتباع انہوں نے بھی کی ہے۔ جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ اس شخص پر افسوس ہے جس نے حفظ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر لغزش کا الزام لگایا۔ اس شخص کے قول کے ساتھ جس پر دو حدیثوں کو جمع کرنے کا امکان مخفی رہا۔ اس نے علم کے بغیر کہا کاش وہ خاموش رہتا تو سلامت رہتا۔"

⓬ الحافظ نے لکھا ہے "فلیح، ایوب اور نافع عن ابن عمر کی اس روایت "میں بھول گیا تھا کہ میں حضرت بلال سے روایت کروں۔" اس روایت "میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھیں" انہیں بتایا گیا کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ یہ احتمال ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت بلال کے قول پر اعتماد کیا ہو۔ مجاہد اور ابن ابی ملیکہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں تھیں آپ دن کے وقت اسی طرح نوافل پڑھتے تھے۔ کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا تھا کہ آپ نے نماز پڑھی تھی کہیں روایت نہیں ہے کہ آپ نے دن کے نوافل دو رکعتوں سے کم پڑھے ہوں۔ دو رکعتیں ہی آپ پڑھتے تھے۔ یہ آپ کی عادت مبارکہ سے ثابت ہے اس صورت میں رکعتیں حضرت ابن عمر کا کلام ہوگا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نہیں۔"

الحافظ نے لکھا ہے: "میں نے وہ روایت بھی پائی ہے جو اس کی تائید کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان دونوں روایتوں کو ایک اور طرح بھی جمع کیا جا سکتا ہے۔ اس روایت کو عمرو بن شیبہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت بلال رضی اللہ عنہ میرے سامنے آئے" میں نے ان سے پوچھا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں کیا کیا ہے؟ انہوں نے اپنی سبابہ اور وسطی انگلیوں سے اشارہ کیا کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اس صورت میں حضرت ابن عمر کے قول "میں ان سے سوال کرنا بھول گیا تھا کہ آپ نے کتنی نمازیں پڑھیں" کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ نہ تو انہوں نے الفاظ میں سوال کیا نہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے الفاظ میں جواب دیا۔ انہوں نے اشارہ ہی سمجھ لیا تھا کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھی تھیں۔ جبکہ دوسری روایت میں جو قول ہے "میں ان سے یہ سوال کرنا بھول گیا تھا کہ آپ نے کتنی نماز پڑھی؟" احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں یہ امر متحقق نہ تھا کہ کیا آپ نے دو رکعتیں پڑھیں یا نہ۔"

شیخ حافظ ابوالفضل عراقی نے لکھا ہے "یہ احتمال ہے حضرت ابن عمر نے اگرچہ حضرت بلال سے سن لیا تھا کہ آپ نے

دو رکعتیں پڑھیں تھیں۔ انہوں نے اس پر اکتفاء نہ کیا کہ آپ نے ان کے علاوہ کچھ نہ پڑھا۔ کیونکہ جس نے چار یا زائد رکعتیں پڑھیں اس کی اس امر پر تصدیق کی جاتی ہے کہ اس نے دو رکعتیں پڑھیں ہیں۔ کیونکہ عدد کا مفہوم حجت نہیں ہوتا اصول میں یہی مرجح ہے شاید ابن عمر یہ سوال کرنا بھول گئے ہوں کہ آپ نے چار سے زائد رکعتیں پڑھیں یا نہیں۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

''بعض متاخرین کا یہ قول دو اعتبار سے اعتراض کی گنجائش رکھتا ہے کہ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت بلال سے پوچھا۔ پھر دوسری بار ملاقات ہوئی تو انہوں نے پھر یہ سوال کیا: (۱) یہ قصہ بار بار رونما نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ دونوں روایات میں سوال میں فاء معقبۃ ہے۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ ایک قول میں ایک ہی سوال تھا۔ (۲) حضرت ابن عمر کے قول کے راوی حضرت نافع ہیں جو ان کے غلام تھے۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ وصال تک ان کی طویل ملازمت تک وہ نسیان تک ہی برقرار رہے ہوں اور انہوں نے آپ کی نماز کی تعداد کے بارے سوال نہ کیا ہو۔''

۱۴ الحافظ نے لکھا ہے ''حضرت ابن عمر کی روایت میں حضرت اسامہ کا اثبات ہے کہ آپ نے بیت اللہ میں نماز پڑھی تھی جبکہ حضرت ابن عباس کی ان سے روایت میں نفی ہے کہ آپ نے بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ ان روایات میں تعارض نہیں ہے کیونکہ انہیں جمع کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس کا اثبات کیا تو اس کے بارے غیر پر اعتماد کیا۔ اور جب نفی کا اظہار کیا تو اپنے علم پر اعتماد کیا کیونکہ انہوں نے آپ کو وہاں نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔''

الحافظ دوسری جگہ لکھتے ہیں ''اس کے بارے حضرت اسامہ سے متضاد روایات ہیں۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ وہ مثبت ہے۔ دوسری روایت نفی کرنے والی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے ساتھ اثبات میں اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف نفی میں ہے۔''

امام نووی وغیرہ نے لکھا ہے۔ ''حضرت بلال کے اثبات اور حضرت اسامہ کی نفی کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ جب یہ حضرات قدسی خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو دعاء میں مشغول ہو گئے۔ حضرت اسامہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعا مانگتے دیکھا۔ حضرت اسامہ کسی گوشے میں دعا میں مصروف ہو گئے۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے کنارے پر تھے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی تو حضرت بلال نے آپ کو دیکھ لیا کیونکہ وہ آپ کے قریب تھے جبکہ حضرت اسامہ دور ہونے اور دعا میں مشغول ہونے کی وجہ سے آپ کو نہ دیکھ سکے۔ کیونکہ دروازہ بند تھا۔ تاریکی بھی تھی شاید بعض ستونوں نے

انہیں دیکھنے سے روک دیا ہو۔ انہوں نے اپنے ظن کے مطابق اس کی نفی کر دی۔"

امام الطبری لکھتے ہیں: "یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت اسامہ کعبہ معظمہ میں داخل ہونے کے بعد کسی ضروری کام کے لیے تشریف لے گئے ہوں۔ انہوں نے آپ کا نماز پڑھنا نہ دیکھا ہو۔ اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے حضرت ابن عباس کے غلام حضرت عمیر نے حضرت اسامہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کعبہ معظمہ میں داخل ہوا۔ آپ نے تصاویر دیکھیں پانی کا ڈول مانگا۔ میں پانی لے کر حاضر خدمت ہو گیا۔ آپ نے اس کے ساتھ تصاویر مٹا دیں۔"

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ شاید حضرت اسامہ نے یہ نفی کا قول اس لیے کیا ہے کیونکہ وہ جلدی واپس آ گئے تھے۔" میں کہتا ہوں کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے سال رونما ہوا تھا۔ اگر وہ روایت نہ ہوتی جسے عمرو بن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے۔ حضرت اسامہ دروازے پر بیٹھ گئے۔ جب آپ باہر نکلے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت اسامہ جبوہ مار کر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کا جبوہ کھول دیا۔ شاید اسی اثناء میں انہیں اونگھ آ گئی ہو۔ انہوں نے آپ کی نماز نہ دیکھی ہو۔ جب ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے اپنے علم کے مطابق اس کی نفی کر دی۔ یہ ان کے دیکھنے کی نفی ہے۔ نماز کی نفی نہیں۔ بعض علماء کرام نے اثبات والی روایت کو لغوی نماز پر محمول کیا ہے اور نفی والی نماز کو شرعی نماز پر محمول کیا ہو صرف دعا مراد نہ لی ہو۔ حضرت مہلب شارح بخاری نے لکھا ہے:

"شاید خانہ کعبہ میں دخول دو بار ہوا ہو۔ ایک بار آپ نے نماز پڑھی ہو۔ دوسری بار نہ پڑھی ہو۔" ابن حبان نے ان روایتوں کو اس طرح جمع کیا ہے۔ "یہ دونوں روایتیں جو مختلف واقعات کے بارے ہیں۔ یوں کہا جائے گا جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں نماز ادا کی۔ یہی وہ روایت ہے جسے حضرت ابن عمر نے حضرت بلال سے روایت کیا ہے۔ لیکن حجۃ الوداع کے وقت آپ نے کعبہ معظمہ کے اندر نماز نہ پڑھی۔ کیونکہ حضرت ابن عباس سے اس کی نفی مروی ہے۔ انہوں نے اسے حضرت اسامہ اور اپنے بھائی حضرت فضل کی طرف منسوب کر دیا۔ حضرت ابن عمر نے اس کا اثبات کیا تو اس کو حضرات اسامہ اور بلال کی طرف منسوب کر دیا۔ اس طرح یہ تعارض ختم ہو گیا۔" الحافظ نے لکھا ہے کہ یہ ایک عمدہ جمع ہے لیکن امام نووی نے یہ کہہ کر ان کی گرفت کی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں۔ آپ فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے۔ لیکن حجۃ الوداع کے وقت اندر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جیسے علامہ ارزقی نے حضرت سفیان بن

عیینہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صرف ایک بار ہی خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے۔ یعنی فتح مکہ کے وقت لیکن حجۃ الوداع کے وقت آپ اس کے اندر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ فتح مکہ کے وقت دو بار اس کے اندر تشریف لے گئے تھے۔ دارقطنی نے ایک ضعیف روایت لکھی ہے جو اس طریقہ سے جمع کرنے کی تائید کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دارقطنی نے سنن میں لکھا ہے کہ قاضی عزالدین بن جماعۃ نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام احمد نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت اسامہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں آپ کے ساتھ کعبہ معظمہ میں داخل ہوا۔ آپ بیٹھ گئے۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ پڑھا۔ آپ باہر تشریف لے آئے۔ آپ نے نماز نہ پڑھی۔ پھر دوسرے روز میں آپ کے ساتھ اندر آ گیا۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ دعا مانگی اور دو رکعتیں نماز پڑھی پھر آپ باہر تشریف لائے خانہ کعبہ کی طرف رخ انور کر کے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا: ''یہ قبلہ ہے۔'' اس روایت کو احمد بن منیع نے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے نہ تو یہ روایت مجمع الزوائد از ہیثمی میں دیکھی ہے۔ نہ ابوصیری کی کتاب اتحاف المہرۃ میں دیکھی ہے نہ یہ کتاب الصلاۃ نہ ہی کتاب الحج میں ہے۔ اللہ اعلم۔

مجمع الزوائد میں جو روایت حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ دو ستونوں کے مابین دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر باہر تشریف لائے تو دروازہ اور حجر کے پاس دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر فرمایا: ''یہ قبلہ ہے۔'' پھر آپ دوسری بار اندر تشریف لے گئے۔ آپ کھڑے ہو گئے دعا مانگی لیکن نماز نہ پڑھی۔

(الطبرانی فی الکبیر)

ہیثمی لکھتے ہیں ''اس میں ابو مریم ہے۔ جس نے صغار تابعین سے روایت کیا ہے۔ میں اسے نہیں جانتا بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ بعض کے بارے کلام ہے۔''

علامہ ازرقی نے عبدالمجید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے ''مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت فضل اندر گئے تھے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میرے والد صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں کسی کام کے لیے یاد فرمایا۔ جب وہ واپس آئے تو آپ نماز پڑھ چکے تھے انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے انہیں بھیجا۔ وہ پانی کا ڈول لے کر آئے۔ جس کے ساتھ آپ نے تصاویر مٹائیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا'' میں کہتا ہوں کہ آپ نے اسی طرح حضرت اسامہ کو بھی بھیجا تھا۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔ امام تقی الدین الفاسی نے اپنی

تاریخ میں ان جوابات پر اعتماد کیا ہے۔جنہیں ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔لیکن دوسرے علماء نے ان کی تردید کی ہے۔

۱۸۱ یہ روایت پہلے گزر چکی ہے کہ جب آپ نے اندر نماز پڑھی تو دو عمود اپنے بائیں طرف ایک عمود دائیں طرف اور تین ستون پیچھے رکھے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ستون بائیں طرف دو عمود دائیں طرف رکھے۔ایک اور روایت میں ہے ایک ستون دائیں طرف دوسرا بائیں طرف رکھا۔ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے دو اگلے ستونوں کے مابین نماز پڑھی تھی۔ایک روایت میں ہے کہ یہ دو ستون آپ کے سامنے تھے۔علامہ الطبری احکام الکبریٰ میں لکھتے ہیں:"یہ مؤقف اس شخص کی روایت کی تائید کرتا ہے جس نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دو عمود اپنے دائیں طرف ایک عمود اپنے بائیں طرف رکھا۔کیونکہ دروازہ حجر اسود کے قریب ہے۔وہ دائیں طرف زیادہ ہے۔وہ مشرق کی طرف سے کھلتا ہے۔جب آپ اس کے اندر تشریف لے گئے۔تو آپ نے دو اگلے یمانی ستونوں کے مابین نماز پڑھی۔اس وقت بیت اللہ چھ ستونوں پر تھا۔آپ نے دو ستون اپنے دائیں اور ایک کو اپنے بائیں طرف رکھا۔تین ستون اپنے پیچھے رکھے مغرب کی طرف رخ انور کر کے نماز پڑھی۔لیکن دو یمانی ستونوں سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔یہ تین صفوں میں ہیں۔ان میں سے دو کو یمانی بنانا انہیں شامی بنانے سے اولیٰ نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ان میں سے دو کو یمانی بنایا۔کیونکہ تین ستون یمانی اور شامی صفت کے ساتھ ہیں جو شخص ایک یمانی ستون اور ایک اس ستون کے مابین کھڑا ہو جو یمن اور شام کے مابین مشترک ہو تو اس کے بارے جائز ہے کہ اسے یوں کہا جائے"وہ دو یمنی ستونوں کے مابین ہے اس ستون کو مجازی اعتبار سے یمن کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔جو ایک شامی ستون اور ایک مشترک ستون کے مابین کھڑا ہو۔اس کے بارے روا ہے کہ اسے یوں کہا جائے کہ وہ دو شامی ستونوں کے مابین ہے یا جو یمن کی طرف زیادہ کھڑا ہو تو اس کے اعتبار سے اس پر یمانی کا اطلاق کیا جائے پہلا قول زیادہ درست ہے۔اس میں اور اس روایت میں کوئی تضاد نہیں جس میں ہے کہ آپ نے ایک عمود اپنے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف رکھا۔

الحافظ لکھتے ہیں:"اس روایت میں کوئی مخالفت نہیں جس میں تذکرہ ہے کہ آپ نے ایک ستون اپنے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف رکھا لیکن امام مالک کی یہ روایت مشکل پیدا کرتی ہے کہ اس وقت خانہ کعبہ چھ ستونوں پر تھا۔کیونکہ اس طرح تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت دو ستون تھے جن میں ایک کو آپ نے اپنے دائیں طرف دوسرے کو بائیں طرف رکھا۔ان روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ جب انہوں نے دو ستونوں کا ذکر کیا تو اس کی

وہ حالت بیان کی جس میں وہ آپ کے عہد ہمایوں میں تھا۔ جب زیادہ ستونوں کی بات کی تو یہ اس تغیر کو شامل ہو گیا جو بیت اللہ میں بعد میں رونما ہوا۔ کیونکہ اس جملے "بیت اللہ اس وقت چھ ستونوں پہ مشتمل تھا" میں یہ وضاحت ہے کہ بعد میں اسے تبدیل کر دیا گیا۔

علامہ الکرمانی نے لکھا ہے "العمود کا لفظ جنس ہے جو ایک اور دو کو شامل ہے۔ یہ مجمل تھا اس کی تفصیل "عمودین" کی روایت نے کر دی ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ یوں کہا جائے کہ تینوں ستون ایک سمت میں نہ تھے۔ بلکہ دو ایک سمت میں اور تیسرا دوسری سمت میں تھا۔ حدیث سابق میں المقدمین کا لفظ اس کا احساس دلاتا ہے۔"

الحافظ نے لکھا ہے "اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے امام بخاری نے حضرت ابن عمر سے "واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى" کے باب میں لکھا ہے "اس میں دو ستون ہیں جو داخل ہونے والے کے بائیں طرف آتے ہیں۔" یہ اس بات کی صراحت ہے کہ وہاں بائیں طرف دو ستون تھے۔ آپ نے ان کے درمیان نماز پڑھی۔ یہ احتمال بھی ہے کہ وہاں ایک ستون دائیں طرف بھی ہو وہ دور ہو یا ان دو ستونوں کے علاوہ کسی اور سمت میں ہو۔ اس طرح اس شخص کا قول درست ہو جو یہ کہتا ہے کہ آپ نے اپنے دائیں سمت دو ستون رکھے۔ اس شخص کا قول بھی درست ہے جس نے کہا آپ نے ایک ستون اپنی دائیں سمت رکھا۔ علامہ کرمانی نے ایک اور احتمال لکھا ہے۔ وہ یہ کہ وہاں تین ستون ایک صف میں ہوں۔ آپ نے درمیانے ستون کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔ جس شخص نے یہ کہا کہ آپ نے ایک ستون بائیں اور دوسرا دائیں طرف رکھا اس نے اس ستون کا اعتبار نہ کیا ہو جس کے ساتھ آپ نے نماز پڑھی ہو۔ جس نے دو ستونوں کا قول کیا ہو اس نے اس کا اعتبار کیا ہو۔ بعض متاخرین نے یہ لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا ہو۔ لیکن یہ احتمال بعید ہے کیونکہ مخرج الحدیث ایک ہی ہے۔ امام بیہقی نے جزم کے ساتھ اس قول کو ترجیح دی ہے کہ آپ نے دو ستون اپنے دائیں طرف اور ایک ستون بائیں طرف رکھا۔ امام طبری نے صفوۃ القوی میں لکھا ہے کہ یہی مؤقف اظہر ہے۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں آپ فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے۔ آٹھویں تنبیہ میں ہے کہ آپ دوسری بار اس میں تشریف لے گئے تھے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ عمرۃ القضا کے وقت اس کے اندر تشریف لے گئے تھے۔ لیکن صحیح مؤقف اس کے برعکس ہے۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ عمرۃ القضاء اور حجۃ الوداع کے وقت اندر تشریف لے گئے تھے۔ ۱۹

۲۰ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے کتنی مدت مکہ مکرمہ میں قیام کیا تھا۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے امام بیہقی اس اختلاف کو جمع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جس نے انیس روز کا قول کیا ہے اس نے آپ کے تشریف لانے اور تشریف لے جانے کا دن شمار کیا ہے۔ جس نے سترہ روز کا قول کیا ہے اس نے انہیں شمار نہیں کیا۔ جس نے اٹھارہ روز کا قول کیا ہے اس نے ان میں سے ایک کو شمار کیا ہے۔ پندرہ دن کے قیام کی روایت کو امام نووی نے ضعیف قرار دیا ہے۔" الحافظ لکھتے ہیں: "یہ درست نہیں کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہیں ابن اسحاق اس میں منفرد نہیں ہیں۔ جب اس کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا تو اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ راوی نے یہ گمان کیا ہے اصل روایت سترہ یوم کی ہے لیکن اس نے تشریف لانے اور تشریف لے جانے کے ایام کو حذف کر دیا۔ اس نے پندرہ کا تذکرہ کیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ سترہ دن کی روایت ارجح روایت ہے اس سے بھی اسی جگہ کو ترجیح ملتی ہے کہ اکثر صحیح روایات یہی ہیں۔" الحافظ لکھتے ہیں: "حضرت انس کی روایت حضرت ابن عباس کی روایت کے معارض نہیں ہے۔ کیونکہ ابن عباس کی روایت فتح مکہ کے بارے اور حضرت انس کی روایت حجۃ الوداع کے بارے ہے۔"

انہوں نے ایک اور جگہ لکھا ہے: "جو میرا اعتقاد ہے وہ یہ کہ حضرت انس کی روایت حجۃ الوداع کے بارے ہے اس سفر میں آپ نے مکہ مکرمہ دس روز قیام کیا کیونکہ آپ چار شوال کو تشریف لائے اور چودہ شوال کو تشریف لے گئے۔" انہوں نے لکھا ہے "شاید امام بخاری نے اسی وجہ سے اس روایت کو اس باب میں شامل کیا ہے جو میں نے اشارہ دیا ہے۔ اذہان کو تیز کرنے کے لیے انہوں نے اسے وضاحت سے بیان نہ کیا ہو۔ اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں دس روز قیام فرمایا۔ آپ قصر نماز پڑھتے رہتے حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔"

اٹھائیسواں باب

غزوۂ حنین

اس غزوہ کو غزوۂ ھوازن بھی کہا جاتا ہے کیونکہ بنوھوازن نے ہی آپ سے قتال کیا تھا۔محمد بن عمر نے ابن ابی الزناد سے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ بنوھوازن ایک سال تک لشکر جمع کرتے رہے۔وہ عرب کے رؤساء کے پاس جاتے رہے۔تاکہ انہیں آپ کے خلاف جمع کریں۔" آئمہ مغازی نے لکھا ہے:

"جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح کرلیا تو بنوھوازن اور بنوثقیف کے سردار ایک دوسرے کے پاس گئے۔انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ حضور اکرم ﷺ ان پر حملہ کردیں گے۔انہوں نے کہا:"اب آپ ہمارے لیے فارغ ہو چکے ہیں۔اب آپ کے لیے اور کوئی سمت نہیں رہی۔رائے یہ ہے کہ ہم آپ پر حملہ کردیں۔" انہوں نے لشکر جمع کیا۔انہوں نے سرکشی کرتے ہوئے کہا "بخدا! محمد عربی ﷺ ابھی تک ایسے لشکر سے نبرد آزما ہوئے ہیں جنہیں جنگ کے فنون صحیح نہ آتے تھے۔تم اتفاق کرلو ان پر حملہ کردو اس سے قبل کہ وہ تم پر حملہ کریں۔" بنوھوازن نے اس امر پر اتفاق کرلیا۔مالک بن عوف نے انہیں جمع کیا۔اس وقت اس کی عمر تیس برس تھی۔ھوازن کے ساتھ ثقیف بھی جمع ہو گئے۔جشم، سعد بن بکر، بنوھلال نے ان کی مدد کی۔بنوھلال کی تعداد قلیل تھی۔محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد ایک سو بھی نہ تھی۔بنوقیس میں سے یہی حاضر ہوئے تھے۔ھوازن میں سے کعب اور کلاب نے شرکت سے انکار کردیا تھا۔ابن ابی براء وہاں گیا۔مگر انہوں نے شرکت سے انکار کردیا۔انہوں نے کہا:"بخدا! اگر ہم مشرق و مغرب کے مابین سب کو بلالیں پھر بھی محمد عربی ﷺ ہم پر غالب آجائیں گے۔"

بنوجشم میں درید بن صمہ تھا۔اس وقت اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی۔دوسرا قول ۱۲۰ سال کا بھی ہے۔یہ وہ بوڑھا شخص تھا جس کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔اب اس کی رائے اور تجربہ سے ہی فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔وہ ایک تجربہ کار شخص تھا۔وہ بیس سال کی عمر سے ہی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے معروف تھا۔جب بنوہوازن نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر اتفاق کرلیا تو انہوں نے درید سے کہا کہ وہ ان کی قیادت کرے۔"اس نے کہا:"یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔میری بصارت ختم ہو چکی ہے۔میں گھوڑے کی پشت پر ٹھہر بھی نہیں سکتا۔لیکن میں تمہارے ساتھ حاضر ہوتا ہوں۔تاکہ تمہیں مشورہ دے سکوں۔بشرطیکہ تم میری مخالفت نہ کرو۔اگر تمہارا گمان ہے کہ میری مخالفت ہوگی تو میں یہیں ٹھہر جاتا ہوں۔میں

تمہارے ساتھ نہیں جاتا۔" انہوں نے کہا: "ہم تمہاری مخالفت نہیں کریں گے۔" مالک بن عوف آیا۔ سارے لوگوں نے متفقہ طور پر اسے اپنا قائد تسلیم کر لیا۔ انہوں نے اس سے کہا: "ہم تیری رائے سے مخالفت نہیں کریں گے۔"

درید نے کہا "مالک! تم ایک کریم شخص سے جنگ کرنے جا رہے ہو۔ اس ہستی نے سارے عرب کو روند ڈالا ہے۔ عجم ان سے لرزہ براندام ہے۔ انہوں نے یہود کو حجاز سے جلاوطن کر دیا ہے یا انہیں تہ تیغ کر دیا ہے یا ذلت و رسوائی کے ساتھ انہیں جلاوطن کر دیا ہے۔ جس دن تم محمد عربی ﷺ کے ساتھ جنگ کرو گے اس کے نتائج بعد تک رہیں گے۔"

مالک: میں چاہتا ہوں کہ کل تجھے ایسے کارنامے دکھاؤں جو تجھے خوش کر دیں۔

درید: تو میری حالت دیکھ رہا ہے۔ جب تو لوگوں کو جمع کرے گا تو میں تیرے پاس آ جاؤں گا۔" جب وہ اس کے پاس سے نکلا تو اس نے یہ بات مخفی رکھی کہ وہ اپنے ساتھ عورتوں اور اموال کو بھی لے کر نکلے گا۔"

جب مالک نے اتفاق کر لیا کہ وہ لوگوں کو لے کر حضور اکرم ﷺ کی طرف نکلے تو وہ اپنے ساتھ اموال، خواتین اور بیٹوں کو لے کر نکلے۔ وہ اوطاس پہنچے اور وہیں خیمہ زن ہو گئے۔ ہر طرف سے امداد ان کے پاس آنے لگی۔ درید بن صمہ ھودج میں آیا۔ جب وہ نیچے اترا تو ہاتھوں سے زمین کو چھوا۔ پوچھا: "تم کس وادی میں ہو؟" لوگوں نے بتایا: "اوطاس میں۔" اس نے کہا: "یہ گھوڑوں کا عمدہ میدان ہے۔ یہ نہ سخت چٹیل ہے نہ نرم ریت کی طرح ہے۔ میں بچوں کے رونے کی آواز، اونٹوں کی آواز، گدھوں، بکریوں اور گائے کی آوازیں کیوں سن رہا ہوں؟" لوگوں نے اسے بتایا کہ مالک اپنے ساتھ لوگوں کے بیٹے، خواتین اور اموال ہانک لایا ہے۔" درید: اس نے تو میرے ساتھ شرط رکھی تھی کہ وہ میری مخالفت نہیں کرے گا۔ اس نے میری مخالفت کر دی ہے۔ میں اپنے اہل کی طرف واپس جا رہا ہوں اور ان سب کو یہیں چھوڑ رہا ہوں۔ اس سے کہا گیا "کیا تو مالک سے مل کر اس سے بات نہیں کر لیتا۔" مالک کو بلایا گیا۔ درید نے کہا: "مالک! تو اپنی قوم کا رئیس بن گیا ہے۔ اس دن کا اثر بقیہ ایام پر ہے۔ میں بچوں کے رونے، اونٹوں، گدھوں، بکریوں اور گائے کی آوازیں کیوں سن رہا ہوں؟" مالک: "میں لوگوں کے ساتھ ان کے بچوں، عورتوں اور اموال کو بھی ہانک کر لے آیا ہوں۔" درید: "کیوں؟" مالک: "میرا ارادہ ہے کہ میں ہر انسان کے پیچھے اس کے اہلِ خانہ رکھوں گا۔ اس کے اموال رکھوں گا وہ ان کی طرف سے جنگ کرے گا۔"

درید نے آواز نکالی اور کہا: "بھیڑوں کے چرواہے! اس کا اور جنگ کا آپس میں کیا تعلق؟ اس نے تعجب کے ساتھ تالی بجائی۔ پھر کہا: "شکست خوردہ کو کون سی چیز روک سکتی ہے۔ اگر جنگ میں تجھے فتح نصیب ہوئی تو پھر بھی تجھے آدمی کی تلوار اور نیزہ ہی کام آ سکتا ہے۔ اگر شکست ہوئی تو پھر تو نے اپنے اموال اور اہل کو ضائع کر دیا۔ مالک! تو نے ھوازن کی جماعت اور گھوڑوں کو آگے کیوں نہ کیا۔ اموال، عورتوں اور بچوں کو قوم کے قلعوں میں بھیج دے۔ پھر گھوڑوں کی پشتوں پر

بیٹھ۔ دشمن سے مقابلہ کر۔ پیادہ فوج گھوڑوں کے مابین ہوگی۔ اگر تجھے فتح ہوئی تو یہ لوگ تجھے پیچھے سے جا ملیں گے۔ اگر تجھے شکست ہوئی تو یہ تجھے پالیں گے۔ تیرے اموال اور اھل بھی بچ نکلیں گے۔"

مالک نے کہا: "بخدا! میں اس طرح ہرگز نہیں کروں گا۔ میں اس کام کو تبدیل نہیں کروں گا۔ جسے میں نے کر دیا ہے۔ تو بوڑھا ہو گیا ہے۔ تیرا علم اور عقل کام نہیں کرتا۔" وہ درید کے مشوروں سے ہنسنے لگا۔ درید کو غصہ آ گیا۔ اس نے بنو ھوازن سے کہا: "اے گروہِ ھوازن! یہ مشورہ صحیح نہیں۔ یہ شخص تمہاری عورتوں کو بے عزت کر دے گا۔ یہ تمہیں دشمن کے حوالے کر کے خود ثقیف کے قلعوں میں جا کر چھپ جائے گا۔ تم واپس لوٹ چلو اسے چھوڑ دو۔" مالک نے اپنی تلوار سونتی پھر اسے جھکایا اور کہا: "اے ھوازن! تم میری اطاعت کرو ورنہ میں اس تلوار پر جھک جاؤں گا۔ حتیٰ کہ وہ میری پشت سے نکل جائے گی۔ اس نے ناپسند کیا کہ اس معاملہ میں درید کا ذکر ہو یا کوئی رائے ہو۔" بنو ھوازن نے باہم مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا: "اگر ہم نے مالک کی نافرمانی کی تو وہ خود کو مار ڈالے گا۔ یہ جوان ہے۔ ہم درید کے ساتھ رہ جائیں گے جو بوڑھا ہے۔ جس کے ساتھ مل کر جنگ نہیں ہو سکتی۔ مالک کے ساتھ اپنی رائے پر اتفاق کر لو۔" جب درید نے اپنی قوم کی مخالفت دیکھی۔ تو اس نے کہا:

یا لیتنی فیها جذع اخب فيها واضع
اقود و طفاء الزمع کانها شاة صدع

ترجمہ: "کاش! میں اس معرکہ کے وقت جوان ہوتا میں بھاگتا اور دوڑتا میں ایسے طویل بالوں والے گھوڑے پر سوار ہو کر نبرد آزمائی کرتا گویا کہ وہ پہاڑی بکرا ہوتا۔"

پھر درید نے کہا: "بنو ھوازن! کاش میں اس وقت جوان ہوتا۔ بنو کعب اور بنو کلاب نے کیا کیا؟ لوگوں نے بتایا: "ان میں سے ایک شخص بھی حاضر نہیں ہوا۔" درید نے کہا: "شجاعت اور کوشش ختم ہو گئی۔ اگر آج رفعت اور عزت کا دن ہوتا ذکر اور شرف کا دن ہوتا تو وہ پیچھے نہ رہتے۔ اے بنو ھوازن! لوٹ چلو۔ وہی کچھ کرو جو ان لوگوں نے کیا ہے۔" مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ درید نے پوچھا: "آج کون حاضر ہیں؟" لوگوں نے بتایا: "عمرو بن عامر اور عوف بن عامر۔" درید نے کہا: "یہ بنو عامر کے ایسے جوان ہیں جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔"

مالک نے درید سے پوچھا: "کیا اس کے علاوہ کوئی اور رائے بھی ہے؟" درید: ہاں! کمین گاہوں میں اپنے افراد چھپا دو۔ جو تمہارے لیے مددگار ثابت ہوں گے۔ اگر دشمن نے تجھ پر حملہ کر دیا تو یہ ان کے پیچھے سے حملہ کر دیں گے۔ تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوبارہ حملہ کر سکے گا۔ اگر تو نے حملہ کیا تو پھر ان میں ایک بھی پیچھے نہ ہٹے گا۔" اس وقت مالک نے اپنے

ساتھیوں سے کہا: ''وہ گھاٹیوں اور وادیوں کے دامنوں میں چھپ جائیں۔ پہلا حملہ ہی یکبارگی کر دیں جس میں حضور اکرم ﷺ کو شکست دے سکو۔'' درید نے پوچھا: ''محمد عربی ﷺ کے لشکر کے مقدمہ میں کون ہیں۔'' اسے بتایا گیا ''بنو سلیم۔'' درید: یہ ان کی بری عادت نہیں۔ کاش! میرا اونٹ ان کے گھوڑوں کے رستے سے ہٹ جائے۔'' اس کا اونٹ اس جگہ چلا گیا جہاں سے آیا تھا۔ جب آپ کو بنو ھوازن کے بارے یہ خبریں پہنچیں تو آپ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا امیر بنایا۔ حضرت معاذ بن جبل کو ان کا معلم بنایا تا کہ وہ انہیں سنن اور فقہ سکھائیں اس وقت حضرت عتاب کی عمر تقریباً بیس سال تھی۔

صفوان بن امیہ سے ادھار زر ہیں لیں

ابن اسحاق نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے بنو ھوازن کی طرف جانے پر اتفاق کر لیا تو آپ کو بتایا گیا کہ صفوان بن امیہ کے پاس زرہیں اور اسلحہ ہے۔ آپ نے اس کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ اس وقت تک مشرک ہی تھا۔ آپ نے فرمایا: ''ابو امیہ! ہمیں اپنے ہتھیار ادھار دو حتیٰ کہ ہم مشرکین کے ساتھ جنگ کر لیں۔'' صفوان نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا یہ غصب ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ یہ عاریۃً ہیں اور ان کی ضمانت ہے حتیٰ کہ ہم تجھے واپس لوٹا دیں۔'' صفوان نے کہا: ''اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس نے آپ کو سو زرہیں اور کافی اسلحہ دیا۔ آپ نے حکم دیا تو انہیں اٹھا کر اوطاس پہنچا دیا گیا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ آپ نے اس غزوہ میں نوفل بن حارث سے تین ہزار نیزے ادھار لیے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمہارے نیزوں کو دیکھ رہا ہوں گویا کہ یہ مشرکین کی پشتوں کو توڑ رہے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد کو بھیجنا

ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے بنو ھوازن کے بارے سنا تو آپ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد کو بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اس قوم میں داخل ہو جائیں۔ ان میں ٹھہریں۔ آپ نے فرمایا: ''ہمیں ان کے بارے بتاؤ۔'' وہ ان کے پاس گئے۔ ان میں گھس گئے۔ ایک دن اور رات یا دو دن قیام کیا۔ حتیٰ کہ ان کے اس اتفاق کے بارے سنا جو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر کر لیا تھا۔ مالک اور ھوازن کی گفتگو سنی۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ وہ مالک کے خیمہ تک پہنچ گئے۔ اس کے پاس ھوازن کے رؤساء بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ ''اس سے قبل محمد عربی ﷺ نے کسی ایسی قوم سے جنگ کی ہی نہیں جو فنون حرب سے آشنا ہو۔

انہوں نے ایسی قوم سے جنگ کی ہے جو جنگی فنون سے نا آشنا تھی۔ وہاں پر غالب آ گئے ہیں۔ وقت تھا اپنے پیچھے اپنے چوپایوں اور عورتوں کی صفیں بنا دیتا پھر اپنی صفیں باندھ لیتا پھر یکبار حملہ کر دیتا۔ اپنی تلواروں کے نیام پھاڑ دیتا۔ جس نے اپنے نیزہ و شمشیروں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا۔ جون و کامیابی اسے ملتی ہے جو پہلے حملہ کرتا ہے۔"

حضرت عبداللہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے ساری صورت حال عرض کی۔ آپ نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا: "کیا تم سن نہیں رہے کہ حضرت عبداللہ کیا کہہ رہے ہیں؟" حضرت عمر نے کہا: "یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔" حضرت عبداللہ نے کہا: "عمر! اگر تم نے میری تکذیب کی ہے تو تم نے حق کی بھی تکذیب کی تھی۔" حضرت عمر نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ حضرت عبداللہ کیا کہہ رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "تم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی۔"

حضور اکرم ﷺ کی روانگی

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ حنین کے ارادہ سے نکلے تو فرمایا: "کل ہماری منزل بنو کنانہ کی وہ وادی ہے۔ جہاں انہوں نے کفر پر معاہدہ کیا ہے۔" ان شاء اللہ! دوسری روایت میں ہے: "جب رب تعالیٰ نے فتح عطا فرما دی تو ہماری منزل وہ وادی ہوگی۔ جہاں انہوں نے کفر پر معاہدے کیے ہیں۔ ان شاء اللہ!" آئمہ مغازی نے لکھا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ بارہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ دس ہزار صحابہ کرام مدینہ طیبہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے۔ دو ہزار اہلِ مکہ میں سے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

ابوشیخ نے محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر اللیثی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "آپ کے ہمراہ چار ہزار انصار، بنو جہینہ میں سے ایک ہزار بنو مزینہ میں سے ایک ہزار، بنو اسلم میں سے ایک ہزار بنو غفار میں سے ایک ہزار، بنو اشجع میں سے ایک ہزار اور ایک ہزار مہاجرین آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ بارہ ہزار افراد کے ساتھ روانہ ہوئے۔ لیکن حضرات عروہ، زہری اور ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ چودہ ہزار صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے۔ کیونکہ ان کے نزدیک آپ بارہ ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے اور دو ہزار افراد اہل مکہ میں سے شامل ہوئے تھے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ ہفتہ کے روز روانہ ہوئے اس وقت شوال کے چھ دن گزر چکے تھے۔ ابن اسحاق کے نزدیک شوال کے پانچ دن گزرے تھے۔

ابن عقبہ اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضور اکرم ﷺ حنین کے لیے روانہ ہوئے۔ اہلِ حنین (یا اہلِ

مکہ) یہ گمان کرتے تھے جب آپ ان کے قریب گئے کہ آپ ھوازن کی طرف تشریف لے جارہے ہیں۔ رب تعالیٰ نے اپنے رسولِ محترم ﷺ کے لیے اس سے عمدہ کام کر دیا۔ آپ کے لیے مکہ مکرمہ فتح کیا۔ آپ کی چشمان مقدس کو ٹھنڈک نصیب ہوئی۔ دشمن کو رسوا کیا۔ جب آپ حنین کے لیے تشریف لے گئے تو سارے اہلِ مکہ آپ کے ہمراہ نکلے۔ ایک بھی پیچھے نہ رہا۔ کچھ سوار تھے کچھ پیادہ تھے۔ حتیٰ کہ یہ منظر دیکھنے کے لیے خواتین بھی روانہ ہوئیں۔ انہیں مالِ غنیمت کی امید تھی۔ وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ صدمہ آپ کے لیے ہو۔ آپ کے ہمراہ ابوسفیان اور صفوان بھی روانہ ہوئے۔ صفوان کی زوجہ محترمہ نے اسلام قبول کرلیا تھا لیکن وہ خود حالت شرک پر تھا۔ آپ نے ان کے مابین تفریق نہ ڈالی۔ جب صحابہ کرام کا سامان، تلوار یا ڈھال گرتی حضور اکرم ﷺ فرماتے ''مجھے اٹھا کر دو۔'' تو حضرت ابوسفیان اسے اٹھا کر اپنے اونٹ پر رکھ لیتے حتیٰ کہ ان کا اونٹ بوجھل ہوگیا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ امہات المومنین میں سے آپ کے ہمراہ حضرات ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

ذات انواط

ابن اسحاق، امام ترمذی، امام نسائی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوقتادہ حارث بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم حنین کے سال آپ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ ہم آپ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے۔ کفارِ قریش اور دیگر مشرکین کے لیے ایک بہت بڑا درخت ہوتا تھا۔ حاکم نے لکھا ہے کہ وہ سرسبز بیری کا درخت تھا۔ جسے ذات انواط کہا جاتا تھا۔ وہ ہر سال اس کے پاس آتے تھے۔ اس پر اپنا اسلحہ معلق کرتے تھے اس کے پاس قربانیاں کرتے تھے۔ ایک دن وہاں قیام کرتے تھے۔ ہم نے آپ کے ہمراہ چلتے ہوئے ایک بہت بڑا بیری کا درخت دیکھا۔ ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے لیے ذات انواط بنادیں جس طرح ان کے لیے ''ذات انواط'' ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! اللہ اکبر! اللہ اکبر! بخدا! تم نے اسی طرح کہا ہے جس طرح قومِ موسیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کہا تھا:

اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ (اعراف: ۱۳۸)

ترجمہ: ''اے موسیٰ! بناؤ ہمارے لیے بھی ایک ایسا خدا جیسے ان کے خدا ہیں موسیٰ نے فرمایا یقیناً تم جاہل قوم ہو۔''

بنو ھوازن مال واسباب سمیت آگئے ہیں

حضرت سہیل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ حنین کے روز آپ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ طویل قطاریں تھیں ہم جلدی جلدی چل رہے تھے۔ نماز ظہر کا وقت ہوگیا۔ سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ایک شہسوار آیا اس

نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کے آگے آگے روانہ ہوا حتیٰ کہ میں فلاں پہاڑ پر چڑھا میں نے دیکھا کہ ہوازن اپنا ان گنت سامان، عورتیں، بھیڑیں اور بکریاں لے آئے ہیں۔ وہ سارے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: "کل یہ سب کچھ مسلمانوں کے لیے غنیمت بنے گا ان شاء اللہ! آپ نے فرمایا: "آج رات نگہبانی کے فرائض کون سرانجام دے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "میں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے انہیں فرمایا: "سوار ہو کر آؤ۔" وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "اس گھاٹی کی طرف رخ کرو۔ حتیٰ کہ اس کی بلندی پر چڑھ جاؤ۔ ہم آج تمہاری طرف سے دھوکہ میں نہ ڈالے جائیں۔" وقت صبح آپ نماز پڑھنے کے لیے نکلے آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ نے پوچھا: "کیا تمہیں اپنے شہ سوار کا علم ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "نہیں۔" اقامت کہی گئی۔ آپ نماز پڑھانے لگے۔ آپ کا رخِ انور گھاٹی کی طرف تھا۔ آپ نے اپنی نماز مکمل کی تو فرمایا: "تمہیں بشارت ہو۔ تمہارا سوار آ گیا ہے۔" آپ درختوں میں سے گھاٹی کے اندر دیکھنے لگے۔ حضرت انس آ گئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: "میں روانہ ہوا۔ اس گھاٹی کی بلندی پر چلا گیا جیسے کہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ وقتِ صبح میں نے دو گھاٹیاں دیکھیں میں نے غور سے دیکھا تو ایک بھی نہ تھی۔" آپ نے فرمایا "کیا تم آج رات گھوڑے سے اترے ہو؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں! سوائے نماز پڑھنے کے لیے یا قضائے حاجت کے لیے۔" آپ نے فرمایا: "تم نے خود پر جنت واجب کر لی ہے۔ اگر تم اس کے بعد عمل نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں۔"

حضرت عباس بن مرداس کی ہوازن کو نصیحت

انہوں نے ان اشعار کے ذریعے بنو ہوازن کو نصیحت کی:

اَبلِغْ ہوازنَ اعلاھا و اسفلھَا — منی رسالۃ نُصح فیہ تبیانُ

ترجمہ: "ہوازن کے فرومایہ اور بلند ہمت انسانوں کو میری طرف سے یہ پیغام دے دو۔ یہ ایسی نصیحتیں ہیں جن میں ہر امر واضح ہے۔"

انی اظنُّ رسولَ اللہ صَابحکم — جیشًا لہ فی فضاء الارض ارکانُ

ترجمہ: "میں گمان کرتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وقتِ صبح تم پر حملہ آور ہوں گے آپ ایسے لشکر کے ہمراہ ہوں گے جس کے افراد زمین کی ہر طرف بکھرے ہوں گے۔"

فیھم سلیمٌ اخوکم غیرَ تارککم — والمسلمونَ عبادُ اللہ غسّان

ترجمہ: "اس لشکر میں تمہارے بھائی بنوسلیم بھی ہیں جو تمہیں چھوڑنے والے نہیں۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو ہر چیز کو چبا جاتے ہیں۔"

و فی عضادته الیمنٰی بنو اسدٍ　　　والاجرتانِ بنو عبسٍ و ذُبیانُ

ترجمہ: "اس لشکر کے میمنہ کی طرف بنو اسد، بنو عبس اور بنو ذبیان موجود ہیں مؤخر الذکر دو قبائل کو لوگ دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔"

تکادُ ترجف منه الارض ترهبُهٗ　　　و فی مقدمهٖ اوسٌ و عثمانٗ

ترجمہ: "زمین بھی اس رعب اور دہشت کی وجہ سے کانپ رہی ہے۔ اس کے مقدمہ میں اوس اور عثمان ہیں۔"

شمعِ حیاتِ مصطفیٰ ﷺ گل کرنے کی ناکام کوشش

محمد بن عمر نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے۔ انہوں نے کہا: "جب ہم اوطاس میں تھے ہم ایک درخت کے نیچے اترے۔ ہم نے ایک بڑا درخت دیکھا آپ اس کے نیچے جلوہ افروز ہو گئے۔ آپ نے اپنی تلوار اور کمان لٹکائی۔ میں آپ کے سب سے زیادہ قریب تھا۔ مجھے آپ کی آواز مبارک نے متوجہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "ابو بردہ! میں نے عرض کی: "لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم" میں جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ شخص میرے پاس آیا تو میں سویا ہوا تھا۔ اس نے میری تلوار سونتی۔ اسے لے کر میرے سر پر کھڑا ہو گیا۔ میں بیدار ہوا تو یہ کہہ رہا تھا۔" محمد عربی (ﷺ) اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟" میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ" حضرت ابو بردہ نے کہا: "میں نے اپنی تلوار سونت لی۔" آپ نے فرمایا: "اپنی تلوار نیام میں کرلو۔" میں نے عرض کی: "آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس دشمن خدا کی گردن اڑا دوں۔ یہ مشرکین کے جاسوسوں میں ہے۔" آپ نے مجھے فرمایا: "ابو بردہ خاموش ہو جاؤ۔" آپ نے اس شخص کو کچھ نہ کہا۔ نہ ہی اسے سزا دی۔ میں اس واقعہ کی لشکر میں تشہیر کرنے لگا تاکہ کوئی اور مجاہد اٹھے اور آپ کے حکم کے بغیر اس کی گردن اڑا دے۔ مجھے تو آپ نے اس کے قتل سے روک دیا تھا۔ آپ فرمانے لگے "ابو بردہ! اس شخص سے ہاتھ روک لو۔" میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "ابو بردہ! رب تعالیٰ میرا محافظ اور نگہبان ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے اس دین کو سارے ادیان پر غالب کر دے۔"

مشرکین کے جاسوس

ابو نعیم اور امام بیہقی نے ابن اسحاق کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے امیہ بن عبداللہ بن عمرو بن

عثمان بن عفان نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ منگل کی شام کو حنین پہنچ گئے۔ ماہ شوال کے دس روز گزرے تھے۔ مالک بن عوف نے بنوھوازن میں سے تین افراد بطور جاسوس بھیجے۔ تاکہ وہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے لشکر کو دیکھیں۔ اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ لشکر میں پھیل جائیں۔ وہ جاسوس مالک کے پاس آئے تو ان کے اوسان خطا تھے۔ مالک نے پوچھا: "تمہیں کیا ہوا ہے؟" انہوں نے کہا: "ہم نے سفید مرد دیکھے ہیں جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ جب ہم نے انہیں دیکھا تو ہم پر رعب طاری ہو گیا۔ ہم اہلِ زمین سے نہیں لڑ سکتے۔ ہم اہلِ آسمان سے کیسے لڑیں گے۔ ہماری بات مانو اور اپنی قوم کو واپس لے چلو۔ جب ہماری قوم نے یہی کچھ دیکھا جو کچھ ہم نے دیکھا ہے تو انہیں بھی ہماری طرح رعب آلے گا۔" اس نے کہا: "تمہارے لیے ہلاکت! تم تو سارے لشکر سے زیادہ بزدل نکلے ہو۔ اس نے اس خوف سے انہیں چھپا دیا کہ یہ خبر سارے لشکر میں نہ پھیل جائے۔" اس نے کہا: "مجھے اس شخص کے بارے بتاؤ جو سب سے زیادہ بہادر ہو۔" انہوں نے ایک شخص پر اتفاق کیا۔ وہ گیا لیکن جب وہ واپس آیا تو وہ اسی طرح مرعوب تھا جیسے ان کے پہلے تین ساتھی مرعوب تھے۔ مالک نے پوچھا: "تو نے کیا دیکھا ہے؟" اس نے کہا: "میں نے سفید مرد ابلق گھوڑوں پر دیکھے ہیں۔ ان کی طرف دیکھنے کی تاب بھی نہیں۔ حتیٰ کہ مجھے اس رعب نے آلیا جسے تو دیکھ رہا ہے۔" اس کی وجہ سے بھی مالک اپنے ارادہ سے باز نہ آیا۔

مشرکین کی تیاری

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب رات کے دو ثلث گزر گئے تو مالک اپنے لشکر کے پاس گیا۔ انہیں وادی حنین میں بکھیر دیا۔ یہ ایسی وادی ہے جس میں بہت سی گھاٹیاں اور درے ہیں۔ اس نے ان میں لوگوں کو بکھیر دیا۔ انہیں کہا کہ وہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنے صحابہ کرام کو تیار کیا۔ وقتِ سحر ان کی صف بندی فرمائی۔ پرچم اور جھنڈے تقسیم کیے۔ دو زرہیں اور خود پہنا۔ بیضاء خچر پر سوار ہو گئے۔ صفوں کی طرف رخ انور کیا۔ آپ نے مجاہدین کو قتال پر ابھارا اور انہیں فتح کی بشارت دی بشرطیکہ انہوں نے تصدیق کی اور صبر کا دامن تھامے رکھا۔ حضرت خالد بن ولید بنو سلیم اور اہلِ مکہ کے ساتھ آگے بڑھے۔ انہوں نے میمنہ، میسرہ اور قلب بنایا۔ آپ بھی اس لشکر میں جلوہ افروز تھے۔

یومِ حنین بعض مسلمانوں کو اپنی کثیر تعداد پر تعجب

یونس بن بکیر نے حضرت ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ حنین کے روز ایک شخص نے کہا: "آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔" آپ پر یہ بات گراں گزری۔ مسلمانوں کو عارضی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔

ابن منذر نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ جب اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ جمع ہوئے تو انہوں نے کہا: "اب ہم مل کر قتال کریں گے۔" حضور اکرم ﷺ نے ان کی اس بات کو ناگوار سمجھا۔ جب مسلمان نبرد آزما ہوئے تو انہیں عارضی پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے پر نہ ٹھہر سکے۔

ابو شیخ، حاکم، ابن مردویہ اور بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حنین کے روز اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ جمع ہوئے تو انہیں ان کی کثرت نے عجب میں ڈال دیا۔ انہوں نے کہا: "بخدا! آج ہم قتال کریں گے۔" بزار کے الفاظ میں انصار کے ایک غلام نے کہا: "آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔" جب وہ دشمن سے ملے تو انہیں عارضی پسپائی کا سامنا کرنا پڑا وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

محمد بن عمر نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی نے کہا: "اگر ہم بنو شیبان سے ملیں تو ہمیں کوئی پرواہ نہیں آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت آپ نے یوں فرمایا تھا لیکن صحیح روایت یہی ہے کہ یہ جملہ کسی اور نے کہا تھا آپ نے نہیں کہا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ بنو بکر کا ایک شخص تھا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔" ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ حضرات ابوسفیان، معاویہ، صفوان اور حکیم بن حزام ایک ٹیلے پر چڑھ گئے تا کہ دیکھیں کہ فتح کس کے نصیب میں آتی ہے۔"

مسلمانوں میں عارضی پسپائی کے آثار

ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ منگل کی شب حنین کے مقام پر پہنچ گئے۔ شوال کے دس دن گزر چکے تھے۔ ابن اسحاق، امام احمد، ابن حبان، ابو یعلی اور محمد بن عمر نے حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ہم وادی حنین میں پہنچے۔ یہ وادی بہت وسیع ہے اور اس میں بہت سے درے اور گھاٹیاں ہیں۔ ہم اس وادی میں اتر رہے تھے۔ صبح کی پو پھوٹ رہی تھی۔ مشرک ہم سے قبل اس وادی میں پہنچ چکے تھے۔ وہ اس کی گھاٹیوں، اطراف، دروں میں چھپ چکے تھے۔ وہ بھرپور تیاری کر کے آئے تھے۔ جب ہم نیچے اترے ہمیں ایک لشکر کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے اچانک اور یکبار ہم پر حملہ کر دیا۔ وہ تیرانداز تھے۔ حضرت انس نے فرمایا: "بنو ہوازن میں سے ہمیں اس چیز کا سامنا کرنا پڑا جس کی مثل میں نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ وہ ایک لشکر جرار تھا وہ اپنی عورتوں، بیٹوں اور اموال کو ہانک لائے تھے۔ پھر

صف بندی کر لی تھی۔ انہوں نے مردوں کی صفوں کے پیچھے عورتوں کو اونٹوں پر سوار کرا دیا تھا۔ وہ اونٹ گائے اور بکریاں لائے انہیں ان کے پیچھے رکھا تا کہ وہ بھاگنے نہ پائیں جب ہم نے یہ سب کچھ دیکھا تو اسے آدمی ہی سمجھے۔ جب ہم وادی سے نیچے اترے ہم صبح کی تاریکی میں تھے۔ ہمیں اچانک ایک لشکر کا سامنا کرنا پڑا جو وادی کی گھاٹی اور درے سے نکلا تھا۔ انہوں نے ایک شخص کی مانند ہم پر حملہ کر دیا۔ سب سے پہلے بنو سلیم کا گھڑ سوار دستہ پیچھے بھاگا۔ ان کے پیچھے پیچھے اہلِ مکہ تھے پھر عام لوگ تھے۔ وہ پسپائی اختیار کرتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ وہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھ رہے تھے۔ اتنا گرد وغبار اٹھا کہ ہم میں سے کوئی ایک اپنی ہتھیلی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔" حضرت جابر نے کہا: "حضور اکرم ﷺ دائیں طرف جھکے پھر فرمایا: "اے لوگو! میری طرف آؤ۔ اے لوگو! میری طرف آؤ۔ میری طرف آؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسولِ (محترم) ہوں۔ میں محمد بن عبد اللہ (فداہ روحی و ابی و امی ﷺ) ہوں" لیکن لوگ واپس نہیں آ رہے تھے۔ اونٹ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ لوگ آگے رواں دواں تھے۔"

بہت سے اہلِ مغازی نے لکھا ہے کہ جب مسلمان وادی حنین میں اترے تو ان کے آگے آگے ایسے کثیر لوگ تھے جنہیں جنگ کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ ان کی غالب اکثریت اہلِ مکہ کے نوجوانوں کی تھی۔ ہر سمت سے لشکر ان پر حملہ آور ہو گیا۔ وہ یکبار حملہ آور ہوئے۔ مسلمان غافل تھے۔ راہِ فرار اختیار کر گئے جو اختیار کر گئے۔ بعض مکہ مکرمہ تک پہنچ پھر واپس آ گئے۔"

صحیح میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "قوم کے نوجوانوں نے جلدی کی۔ ان کے پاس اسلحہ یا زیادہ اسلحہ نہ تھا۔ جب ہم نے مشرکین پر حملہ کر دیا تو وہ پسپائی اختیار کرنے لگے۔ لوگوں نے مالِ غنیمت کی طرف توجہ کی بنو ھوازن تیر اندازی کے ماہر تھے۔ انہوں نے تیر اندازی سے ہمارا سامنا کیا۔ گویا کہ وہ ٹڈیوں کا لشکر ہو۔ جن کا کوئی تیر نیچے نہ گرتا ہو۔ ایک شخص سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ وہ بنو ھوازن کے آگے آگے تھا اس نے بڑے سے نیزے پر سیاہ جھنڈا باندھا ہوا تھا۔ ھوازن اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ جب وہ کسی کو پالیتا تو اپنے نیزے سے اسے مارتا۔ جب لوگ پیچھے رہ جاتے تو وہ ان کے لیے اپنا نیزہ بلند کرتا تو اس کے پیچھے آ جاتے۔ وہ اسی حالت پر تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ایک اور صحابی نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ اسے تہ تیغ کرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیچھے سے آئے اور اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ وہ پیٹھ کے بل نیچے جا گرا۔ انصاری نے اس پر اچانک حملہ کر دیا تلوار مار کر پنڈلی کو نصف سے کاٹ دیا۔ وہ اپنے کجاوے سے نیچے گر پڑا۔ لوگ باہم شمشیر زنی کرنے لگی۔ بخدا! جب بھاگنے والے واپس آئے تو انہوں نے آپ کے پاس قیدیوں کو بندھا ہوا پایا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے۔ "جب مسلمانوں کو عارضی پسپائی کا سامنا کرنا پڑا اور اہلِ مکہ کے نو مسلمانوں نے دیکھا تو

انہوں نے اپنے دل میں چھپے ہوئے کینہ کا اظہار کر دیا۔ ابو سفیان نے کہا: "یہ شکست سمندر سے پہلے ختم نہ ہو گی۔ تیر کی چمک ان کے ترکش سے ہی دکھائی دیتی ہے۔ جبلہ بن حنبل یا کلدہ بن حنبل نے کہا: "آج جادو کا بطلان ہو گیا ہے۔" یہ صفوان کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ صفوان ابھی تک اسی مہلت میں تھا جو حضور اکرم ﷺ نے اسے دی تھی۔ صفوان نے کہا "خاموش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تیرا منہ بگاڑ دے۔ بخدا! مجھے کسی قریشی شخص کے ماتحت ہونا بنو ھوازن میں سے کسی شخص کے ماتحت ہونے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔"

محمد بن عمر نے حضرت ابو بشیر المازنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حنین کے روز ہم نے نمازِ صبح پڑھی۔ پھر ہم اس جگہ واپس آ گئے جہاں آپ نے ہمیں کھڑا کیا تھا۔ ہمیں علم تک نہ تھا قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جائے کہ اچانک آگے سے ہم پر حملہ ہوا۔ مسلمانوں میں پسپائی کے آثار نمودار ہو گئے۔ صفیں الٹ پلٹ گئیں۔ لشکر کا مقدمہ بھاگ نکلا تھا۔ میں ان دنوں میں نوخیز جوان تھا۔ میں جانتا تھا کہ آپ آگے تشریف فرما ہیں۔ میں نے کہا: "یا انصار! میرے والدین تم پر نثار! کیا تم حضور اکرم ﷺ کو چھوڑ کر بھاگے جا رہے ہو۔ میں ان لوگوں کے چہرے پیچھے موڑنے لگا۔ میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ میں آپ کی سلامتی کو دیکھ لوں۔ حتیٰ کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ فرما رہے تھے: "یا انصار! میں آپ کی سواری کے قریب گیا۔ میں نے اس کے پیچھے دیکھا۔ انصار فوراً واپس لوٹ رہے تھے۔ آپ اپنی سواری پر دشمن کے سامنے تھے۔ انصار آپ کے سامنے قتال کرنے لگے۔ آپ ان کے ساتھ تھے۔ وہ دشمن کو آپ سے دور کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہم نے دشمن کو ایک فرسخ دور کر دیا۔ وہ گھاٹی میں بکھر گئے۔ وہ ہمارے سامنے شکست کھا گئے آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے۔ قیدی آپ کے ارد گرد تھے۔ ایک گروہ آپ کے خیمہ کے ارد گرد تھا۔ آپ کے خیمہ میں ازواجِ مطہرات تھیں۔ خیمہ کے ارد گرد مسلمانوں کا پاکباز گروہ نگہبانی کر رہا تھا۔ اس گروہ میں حضرات عباد بن بشر، ابو نائلہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ ایک قریشی شخص صفوان کے پاس سے گزرا۔ اس نے کہا: "تمہیں محمد عربی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی شکست مبارک ہو۔ بخدا! یہ اب کبھی بھی پہلی حالت پر نہ آسکیں گے۔" صفوان نے کہا: "کیا تو اعرابیوں کے غلبہ کی بشارت مجھے دیتا ہے۔ بخدا! کسی قریشی کا میرا سردار بننا کسی اعرابی کے سردار بننے سے زیادہ مجھے پسند ہے۔" صفوان بہت ناراض ہوا۔ اس نے اپنا غلام بھیجا اور کہا: "ذرا غور سے سنو کہ کس کے شعار کی آواز ہے۔" اس نے کہا: "میں نے انہیں سنا وہ یوں کہہ رہے تھے۔ "یا بنی عبد الرحمان! یا بنی عبید اللہ! یا بنی عبد اللہ!" اس نے کہا: "محمد عربی ﷺ کا غلبہ ہو چکا ہے۔ یہ شعار جنگ میں ان کا ہی ہے۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "شکست خوردہ لوگ جلدی سے بھاگے وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔ وہ ایک دن اور ایک رات چلتے رہے۔ انہوں نے اہلِ مکہ کو مسلمانوں کی شکست کے بارے

بتایا۔انہوں نے حضرات عتاب بن اسید اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو بتایا۔وہ بہت زیادہ غمزدہ ہو گئے۔اہلِ مکہ بہت خوش ہوئے۔انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ان میں سے ایک نے کہا ''عرب اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ آئیں گے۔محمد عربی ﷺ شہید ہو چکے ہیں۔ان کے ساتھی منتشر ہو چکے ہیں۔'' حضرت عتاب نے کہا: ''اگر محمد عربی ﷺ شہید ہو چکے ہیں تو اللہ کا دین تو قائم ہے۔حضور اکرم ﷺ اس کی عبادت کرتے ہیں۔وہ زندہ ہے۔اسے موت نہیں۔''اس رات یہ بشارت بھی آگئی کہ حضور اکرم ﷺ بنو ھوازن پر غالب آچکے ہیں۔حضرت عتاب اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما خوش ہو گئے۔رب تعالیٰ نے دشمن کو رسواء کر دیا۔یہ شکست خوردہ گروہ بارگاہِ رسالت مآب میں واپس آگیا۔وہ آپ سے اوطاس میں ملے۔آپ ان کے ساتھ طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔

شیبہ بن عثمان اور نضیر بن حارث کی لاحاصل کوششیں

ابن سعد، ابن عساکر، امام بغوی، الطبرانی، بیہقی نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ شیبہ نے کہا: ''فتح مکہ کے سال آپ طاقت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔پھر حنین کی طرف تشریف لے گئے۔میں نے کہا: ''میں قریش میں قریش کے ساتھ ھوازن کی طرف نکلتا ہوں۔ممکن ہے کہ میں دھوکہ سے آپ کو شہید کر سکوں۔مجھے اپنے باپ اور چچا کا قتل یاد آ گیا۔جنہیں حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا۔'' میں نے کہا: ''آج میں محمد عربی ﷺ سے اپنا بدلہ لوں گا۔گویا کہ میں سارے قریش کا بدلہ لے لوں گا۔'' میں نے کہا تھا ''اگر عرب و عجم میں کوئی باقی نہ رہے سارے محمد عربی ﷺ کا اتباع کر لیں میں پھر بھی آپ کا اتباع نہیں کروں گا۔میں جب سے آپ کے ساتھ نکلا تھا میں موقع کی تلاش میں تھا۔جب لوگ باہم نبرد آزما ہوئے آپ اپنے خچر سے نیچے تشریف لائے تو میں نے اپنی تلوار سونتی آپ کے قریب گیا۔وہ ارادہ کیا جو میرا ارادہ تھا۔'' دوسری روایت میں ہے: ''جب لوگوں کو پسپائی کا سامنا کرنا پڑا تو میں آپ کے دائیں طرف سے آیا۔وہاں حضرت عباس کھڑے تھے انہوں نے سفید زرہ پہن رکھی تھی۔میں نے کہا: ''یہ تو آپ کے چچا ہیں جو آپ کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔'' میں آپ کے بائیں طرف سے آیا۔وہاں حضرت ابوسفیان بن حارث کھڑے تھے۔میں نے کہا: ''یہ بھی آپ کے چچازاد ہیں۔یہ بھی آپ کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔میں آپ کے پیچھے سے آیا۔جب میں نے تلوار بلند کی تو میرے اور آپ کے درمیان سے آگ کا ایک شعلہ بلند ہوا گویا کہ وہ بجلی تھی۔جو مجھے خاکستر بنا دے گی۔میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔پیچھے ہٹنے لگا۔میں جان گیا کہ آپ مجھ سے محفوظ ہیں۔آپ نے میری طرف توجہ کی۔آپ نے فرمایا: ''شیب! میرے قریب ہو جا۔'' میں آپ کے قریب ہو گیا۔آپ نے میرے سینے پر اپنا دستِ اقدس رکھا۔یہ دعا مانگی: ''مولا! شیطان کو اس سے دور کر دے۔'' میں نے سر اٹھایا تو آپ مجھے

میرے کانوں، آنکھوں اور دل سے زیادہ محبوب بن گئے تھے۔

آپ نے فرمایا "شیبہ! کفار کے ساتھ قتال کرو۔" میں آپ کے سامنے لڑنے لگا۔ بخدا! مجھے یہ پسند تھا کہ میں ہر چیز فدا کر کے آپ کو بچا لوں۔ جب بنو ھوازن کو شکست ہوگئی۔ آپ واپس تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے تمہارے ساتھ وہ ارادہ کیا جو تمہارے ارادے سے بہتر تھا۔" پھر آپ نے میری ساری داستان بیان کر دی۔

محمد بن عمر نے ابراہیم بن محمد بن شرحبیل العبدری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "نضیر قریش کے حلیم افراد میں سے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت دی۔ محمد عربی ﷺ کو مبعوث کر کے ہم پر احسان کیا۔ ہم اس شرک پر نہ مرے جس پر ہمارے آباء مرے تھے...... پھر انہوں نے کہا: "میں قوم قریش کے ساتھ عازم سفر ہوا۔ قریش اپنے دین ہی پر تھے۔ ان میں ابوسفیان، صفوان اور سہیل بن عمرو شامل تھے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ اگر محمد عربی ﷺ کو شکست ہوگئی تو ہم بھی آپ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ جب دونوں لشکر نبرد آزما ہوئے۔ ہم مشرکین کے حق میں تھے۔ ھوازن نے مسلمانوں پر یکبار حملہ کر دیا۔ ہم نے کہا "اب مسلمان کبھی بھی جمع نہ ہو سکیں گے۔" ہم ان کے ساتھ تھے میں نے وہ ارادہ کیا جو کیا۔ میں آپ کی سمت گیا۔ آپ مشرکین کے سامنے شہباء خچر پر کھڑے تھے۔ آپ کے ارد گرد سفید چہروں والے مرد تھے۔ میں آپ کی طرف بڑھا۔ وہ چلائے "دور ہو جا" یہ سن کر میرا دل مرعوب ہو گیا۔ میرے اعضاء کانپنے لگے۔ میں نے کہا: "غزوۂ بدر کے روز اس طرح ہوا تھا۔ یہ شخص حق پر ہے یہ مجھ سے محفوظ ہیں۔ رب تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل کر دیا۔ میرا ارادہ تبدیل کر دیا۔ ابھی اتنی دیر گزری جتنی دیر میں اونٹنی دوہی جاتی ہے کہ آپ کے صحابہ کرام واپس آ گئے۔ انصار کہہ رہے تھے "ہم دوبارہ حملہ آور ہو رہے ہیں۔ وہ آواز دے رہے تھے "خزرج خزرج! انہوں نے ہمیں شکست دے دی۔ ہمارے امور بکھر گئے۔ ہماری جمعیت منتشر ہوگئی۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑ گئی۔ میں لوگوں سے ہٹ کر دور چلا گیا۔ حتیٰ کہ میں اوطاس کی ایک وادی میں چلا گیا۔ میں درختوں کے جھنڈ میں چھپ گیا۔ میرے پاس صرف وہی آ سکتا تھا جس کی رب تعالیٰ راہ نمائی کرتا۔ میں کئی روز تک وہیں ٹھہرا رہا۔ رعب مجھ سے دور نہیں ہو رہا تھا۔ حضور والا ﷺ طائف تشریف لے گئے۔ پھر جعرانہ واپس آئے۔ میں نے کہا: "کاش! میں جعرانہ جاؤں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور اسلام قبول کر لوں۔ کیا باقی رہ گیا ہے میں نے عبرت انگیز واقعہ دیکھ لیا ہے۔ اب اسلام کا غلبہ ہو چکا ہے۔ سب نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ عرب و عجم آپ کے لیے سرنگوں ہو گیا ہے۔ آپ کی عزت ہماری عزت اور آپ کا شرف ہمارا شرف ہے۔ بخدا! میں انہی خیالات میں مگن تھا کہ آپ نے جعرانہ میں میرے ساتھ ملاقات کر لی۔ میں آپ کے سامنے اور آپ میرے سامنے تھے۔ آپ

نے فرمایا: "نضیر!" میں نے عرض کی: "لبیک" آپ نے فرمایا: "یہ تیرے اس ارادے سے بہتر ہے جو تو نے حنین کے روز کیا تھا۔ جس کے اور تیرے مابین رب تعالیٰ حائل ہو گیا تھا۔" میں تیزی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "اب وقت آ گیا ہے کہ تو دیکھ لے کہ تو کس امر میں تھا۔" میں نے عرض کی: "میں نے دیکھ لیا ہے اگر رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود ہوتا تو وہ مجھے کچھ فائدہ دیتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے۔ آپ اس کے سچے رسول ہیں۔" آپ نے مجھے اس دعا سے نوازا۔ "مولا! اس کے ثبات میں اضافہ فرما۔" حضرت نضیر کہتے ہیں "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ دین میں ثبات کے اعتبار سے گویا کہ میرا دل پتھر ہے۔ حق میں بصیرت کے اعتبار سے بھی یہی حالت ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت قدمی اور دعا

ابن اسحاق، امام احمد، امام عبدالرزاق اور امام مسلم نے حضرت جابر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا: "میں روزِ حنین آپ کے ہمراہ تھا۔ میں اور حضرت ابوسفیان بن حارث آپ کے ساتھ ہی رہے۔ آپ سے جدا نہ ہوئے۔ آپ اپنی خچر شہباء (یا بیضاء) پر سوار تھے۔ جب مسلمان اور کفار باہم جنگ آزما ہوئے تو مسلمان بھاگ نکلے۔ آپ اپنی خچر کو کفار کی طرف بڑھانے لگے۔ میں آپ کی خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ میں اسے روک رہا تھا کہ وہ جلدی نہ کرے۔ وہ تیزی سے مشرکین کی طرف بڑھ رہی تھی۔ حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ آپ کی خچر کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسفیان کی طرف توجہ کی۔ وہ غرقِ آہن تھے۔ آپ نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" میں نے عرض کی: "یہ آپ کا چچازاد ابوسفیان ہے۔" آپ دونوں رکابوں میں کھڑے ہو گئے۔ آپ اپنی خچر پر ہی تھے۔ آپ نے دستِ اقدس بلند کیے۔ یہ دعا مانگی "مولا! میں تجھے وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔ مولا! دشمنوں کو ہم پر غالب نہیں آنا چاہیے۔" آپ نے فرمایا: "عباس! یوں آواز دو۔" اے گروہِ انصار! اے اصحاب السمرۃ اے اصحاب سورۃ البقرۃ! میں بلند آواز شخص تھا۔ میں نے بلند آواز سے کہا "انصار کہاں ہیں؟ اصحاب السمرۃ کہاں ہیں۔ اصحاب سورۃ البقرۃ کہاں ہیں؟" وہ میری آواز سن کر یوں واپس آ گئے جیسے گائے اپنی اولاد کے پاس آتی ہے۔"

امام بغوی اور امام بیہقی نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: "عباس! ان مہاجرین کو بلند آواز سے پکارو جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ ان انصار کو پکارو جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی ہے۔" حضرت عباس فرماتے تھے "میں انصار کے لوٹنے کو صرف اس اونٹ سے تشبیہ دے سکتا ہوں جو اپنے بچوں کی طرف لوٹتا ہے۔" آپ کو یوں چھوڑ دیا گیا تھا گویا کہ

آپ درختوں کے جھنڈ میں ہوں۔ مجھے آپ پر کفار کے نیزوں سے زیادہ انصار کے نیزوں کا خدشہ تھا۔ انہوں نے عرض کی: "یا لبیک! یا لبیک! یا لبیک! ایک ایک صحابی اپنے اونٹ کو پلٹانے لگا۔ اگر وہ کثرت کی وجہ سے نہ مڑتا تو وہ اسے چھوڑ دیتا۔ وہ اپنی زرہ لیتا۔ اسے اپنی گردن پر ڈالتا۔ تلوار اور ڈھال لیتا اپنے اونٹ سے نیچے اتر آتا۔ اس کا رستہ چھوڑ دیتا۔ وہ آواز کی سمت آتا۔ حتیٰ کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ جب ان کی تعداد ایک سو ہو گئی تو انہوں نے مشرکین کی طرف رخ کر لیا۔ ان کے ساتھ نبرد آزما ہو گئے۔ انصار کو یا معشر الانصار کے ساتھ پکارا گیا تھا۔ بنو حارث بن حزرج تک آواز نہ گئی۔ وہ جنگ کے وقت ثابت قدم ہوتے تھے۔ آپ نے رکابوں میں کھڑے ہو کر دیکھا۔ وہ شمشیر زنی کر رہے تھے۔ آپ نے اپنی خچر پر ہی آگے بڑھ کر ان کی طرف دیکھا۔ آپ نے فرمایا: "اب جنگ کا تنور گرم ہوا ہے۔" آپ نے سنگریزے لیے انہیں کفار کی طرف پھینک دیا۔ فرمایا: "رب محمد ﷺ کی قسم! انہیں شکست ہو گئی ہے۔" میں دیکھنے کے لیے گیا تو جنگ اپنی ہیئت پر تھی۔ جب آپ نے کنکریاں پھینکیں تو ان کی تیزی میں کمی آ گئی۔ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔ جب لوگ واپس آئے تو قیدی آپ کے پاس بندھے ہوئے تھے۔ ان میں سے جو قتل ہوا قتل ہوا جو قیدی بنا قیدی بنا۔ رب تعالیٰ نے ان کی خواتین، اموال اور اولاد کو بطورِ مالِ غنیمت آپ کو عطا فرمایا۔

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابو داؤد، امام بغوی، الطبرانی، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت ابو عبد الرحمان کرز بن یزید فہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ حنین کے وقت میں آپ کے ساتھ تھا۔ اس روز شدید گرمی تھی۔ ہم سمر کے درختوں کے نیچے فروکش ہوئے۔ جب سورج ڈھل گیا۔ تو میں نے اپنا سامانِ جنگ پہنا گھوڑے پر سوار ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے یوں سلام عرض کیا: "السلام علیک یا رسول اللہ و رحمتہ! روانگی کا وقت ہو گیا ہے" آپ نے فرمایا: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "بلال! وہ سمرہ کے درخت کے نیچے سے یوں اٹھے گویا کہ ان کا سایہ کسی پرندے کا سایہ ہو۔ انہوں نے عرض کی: "لبیک! سعدیک! میں آپ پر فدا آپ نے فرمایا: "میرے گھوڑے پر زین ڈالو" وہ زین لے کر آئے یہ زین دونوں طرف سے کھجور کی چھال کی تھی۔ جس میں تکبر نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ ہم دو دن چلتے رہے۔ پھر ہم دشمن سے ملے۔ مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرما رہے تھے "اے اللہ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔" آپ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔ مجھے اس شخص نے بیان کیا ہے جو آپ کے قریب تر تھا کہ آپ نے مٹھی بھر مٹی لی اور اسے دشمن کی طرف پھینک دیا۔ فرمایا: "چہرے برباد ہو جائیں۔" یعلی بن عطاء کہتے ہیں "اولاد نے آباء سے روایت کیا ہے کہ ہم میں سے کوئی باقی نہ رہا مگر اس کی آنکھیں اور منہ مٹی سے

بھر گئے۔ہم نے آسمان سے یوں آواز سنی گویا کہ لوہا طشت سے گزرا ہو۔" رب تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔

ابو یعلی اور الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے غزوۂ حنین کے روز سفید سنگریزے لیے انہیں پھینکا۔آپ نے فرمایا:"رب کعبہ کی قسم! انہیں شکست ہوگئی۔" اس روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے شدید قتال کر رہے تھے۔" ابو نعیم نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس سے اور الطبرانی نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حنین کے مقام پر مسلمانوں نے پسپائی اختیار کر لی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خچر شہباء پر سوار تھے۔اس کا نام دلدل تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے "دلدل البدی" فرماتے تھے۔اس نے اپنا پیٹ زمین کے ساتھ لگا دیا۔آپ نے مٹی بھر سنگریزے لیے اور کفار کے چہروں کی طرف پھینک دیے۔فرمایا: "حم لا ینصرون" قوم کو شکست ہوگئی۔ہم نے نہ مشرکین پر تیر برسائے نہ انہیں نیزے مارے۔" اس روایت میں اس خچر کا نام دلدل بیان کیا گیا ہے۔حالانکہ دلدل وہ خچر تھا جسے المقوقس نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔جبکہ یہ خچر حضرت فروہ بن نفاثہ نے آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔

امام بغوی، بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر نے حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حنین کے روز فرمایا:"عباس! مجھے سنگریزے پکڑاؤ۔" رب تعالیٰ نے خچر کو آپ کا کلام سننے کی توفیق دی۔وہ نیچے جھکی قریب تھا کہ اس کا پیٹ زمین سے چھو جاتا۔آپ نے کنکریاں لیں اور مشرکین کے چہروں کی طرف پھینک دیں۔فرمایا: "شاهت الوجوه، حم لا ينصرون"

عبد بن حمید، امام بخاری، بیہقی اور ابن جوزی نے حضرت یزید بن عامر سوائی سے روایت کیا ہے۔یہ پہلے غزوہ حنین میں مشرکین کے ساتھ تھے۔پھر اسلام قبول کر لیا تھا۔انہوں نے کہا:" آپ نے حنین کے روز مٹھی بھر مٹی لی۔پھر مشرکین کی طرف توجہ کی اور اسے مشرکین کی طرف پھینک دیا۔فرمایا:"واپس چلو۔چہرے برباد ہو جائیں۔" اسے جو بھی ملا اس نے شکوہ کیا کہ اس کی آنکھوں میں تنکے پڑ گئے ہیں۔وہ آنکھیں مل رہا تھا۔"

امام احمد، الطبرانی، الحاکم، ابو نعیم اور امام بیہقی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حنین کے روز میں آپ کے ساتھ تھا۔مسلمان بھاگ نکلے۔آپ کے پاس انصار اور مہاجرین میں سے اسی افراد تھے۔ہم ثابت قدم تھے ہم نے منہ نہ موڑا تھا۔انہی پر رب تعالیٰ نے سکینہ نازل کی تھی۔آپ ثابت قدم تھے۔آپ ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ ہوئے تھے۔آپ کی خچر آپ کو لے کر ایک طرف ہٹ گئی۔آپ زین سے نیچے جھکے۔میں نے عرض کی: "آپ بلند ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو رفعتیں دے۔" آپ نے فرمایا:" مجھے مٹھی بھر مٹی پکڑاؤ" میں نے آپ کو مٹی پکڑائی۔آپ نے اسے دشمن کی طرف پھینکا ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔آپ نے فرمایا:"مہاجرین اور انصار کہاں ہیں" میں نے عرض کی

"وہ وہاں ہیں" آپ نے فرمایا: "انہیں بلاؤ" میں نے انہیں آواز دی تو وہ تلوار ہاتھوں میں سونتے حاضر ہو گئے گویا کہ وہ شہاب ہوں۔ مشرکین پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، حاکم، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ھوازن حنین کے روز عورتوں، بچوں، اونٹوں اور بکریوں سمیت آ گئے۔ انہوں نے ان کی صفیں بنا لیں تاکہ آپ کو کثیر نظر آئیں۔ مسلمان اور مشرکین باہم نبرد آزما ہوئے۔ مسلمان بھاگ نکلے۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ اکیلے رہ گئے۔ آپ نے فرمایا: "اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں۔" آپ نے دو دفعہ پکارا درمیان میں اور کلام نہ کی۔ آپ نے دائیں طرف دیکھا فرمایا: "انصار! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں۔" انہوں نے عرض کی: "لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔" پھر آپ نے بائیں طرف رخ انور کیا اور آپ نے فرمایا: "انصار! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں۔" انہوں نے عرض کی: "لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔" رب تعالیٰ نے مشرکین کو شکست سے دوچار کر دیا۔ نہ انہوں نے شمشیر زنی کی نہ نیزہ بازی۔"

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے ابواسحاق سبیعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بنو قیس میں سے ایک شخص حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: "ابوعمارہ! کیا تم غزوۂ حنین کے روز بھاگ گئے تھے؟" انہوں نے کہا: "لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھاگے تھے۔ بلکہ آپ جوان صحابہ کرام کے ساتھ نکلے ان کے پاس اسلحہ نہ تھا یا کثیر ہتھیار نہ تھے۔ وہ ایسی قوم سے ملے جو تیر اندازی کی ماہر تھی۔ جس کا ایک تیر بھی خطاء نہ جاتا تھا۔ جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو انہیں شکست ہوگئی لوگوں نے مالِ غنیمت کی طرف توجہ کی۔ انہوں نے تیروں کے ساتھ ہمارا استقبال کیا گویا کہ وہ ٹڈیاں ہوں ان کا کوئی تیر بھی خطاء نہیں جاتا تھا۔ وہ وہاں سے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ اپنی بیضاء خچر پر سوار تھے۔ حضرت ابوسفیان بن حارث اس خچر کو ہانک رہے تھے۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ آپ نے دعا مانگی۔ مدد طلب کی۔ آپ نے فرمایا: "اس میں ذرہ بھر شک نہیں میں نبی برحق ہوں میں حضرت عبدالمطلب کا فرزند دلبند ہوں۔ مولا! اپنی نصرت نازل فرما۔"

حضرت براء نے فرمایا: "جب جنگ خوب مچلتی تھی تو ہم آپ کے دامن میں پناہ لیتے تھے۔ ہم میں سے سب سے بہادر اور شجاع آپ کی ذات والا تھی جس کے پاس ہم پناہ لیتے تھے۔"

امام بخاری، امام مسلم، امام بیہقی نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم نے آپ کی معیت میں غزوۂ حنین میں شرکت کی۔ جب ہم دشمن کے سامنے گئے۔ میں آگے بڑھ کر گھاٹی پر چڑھ گیا۔ ایک مشرک شخص

میرے سامنے آیا۔ میں نے اسے تیر مارا۔ وہ مجھ سے چھپ گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے کیا کیا۔ میں نے انہیں دیکھا۔ وہ دوسری گھاٹی سے نظر آرہے تھے۔ وہ اور صحابہ کرام باہم نبرد آزما ہوئے۔ صحابہ کرام بھاگ گئے۔ میں بھی شکست خوردہ ہو کر واپس آگیا۔ میرے اوپر دو چادریں تھیں۔ میں اپنا تہ بند سنبھال کر دوڑے جا رہا تھا۔ میں آپ کے پاس سے گزرا۔ آپ اپنی شہباء خچر پر سوار تھے۔ آپ نے فرمایا: "ابن الاکوع گھبرایا ہوا ہے۔" جب دشمن آپ کے قریب آگیا تو آپ اپنی خچر سے نیچے اترے۔ مٹھی بھر مٹی لی اور دشمن کی طرف پھینکا۔ آپ نے فرمایا: "چہرے برباد ہو جائیں۔" ان میں سے ہر ایک کی آنکھوں میں وہ مٹی پڑی۔ وہ راہِ فرار اختیار کر گئے۔ آپ نے مسلمانوں کے مابین مالِ غنیمت تقسیم کیا۔

ابوالشیخ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ حنین کے روز مسلمان بھاگ نکلے۔ مگر حضور اکرم ﷺ ثابت قدم رہے۔ آپ نے فرمایا: "میں محمد رسول اللہ ہوں۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ آپ کے ساتھ آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ تھے۔" ابن سعد، امام بخاری، حاکم، امام بیہقی نے عیاض بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "آپ نے مٹھی بھر مٹی لی اور اسے ہماری طرف پھینک دیا۔ جس سے ہمیں شکست ہوگئی۔

امام بخاری نے تاریخ میں، امام بیہقی نے دلائل میں حضرت عمرو بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ حنین کے روز آپ نے مٹھی بھر سنگریزے لیے۔ انہیں ہماری طرف پھینک دیا۔ جس سے ہمیں شکست ہوگئی۔ ہمیں یوں لگا تھا کہ ہر پتھر اور ہر درخت ایک شہ سوار ہے جو ہمارے تعاقب میں ہے۔ ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حنین کے روز آپ نے یہ دعا مانگی تھی "مولا! کیا تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے آپ کے پاس صرف ایک سو صابرافراد رہ گئے تو آپ نے یہ دعا مانگی: "اللهم لك الحمد. اليك المشتكى و انت المستعان" حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "آپ پر وہ کلمات القاء کیے گئے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر اس وقت القاء کیے گئے جس وقت سمندر ان کے لیے شق ہوا۔ سمندر ان کے آگے تھا فرعون ان کے پیچھے تھا۔"

ملائکہ کا قتال اور رعب

ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ (التوبۃ:۲۶)

ترجمہ: "اور اتارے وہ لشکر جنہیں تم دیکھ نہ سکے۔"

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ملائکہ ہیں اور "عذب الذین کفروا" سے مراد ان کا تلوار سے قتل کرنا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "غزوۂ حنین کے روز رب تعالیٰ نے اپنے رسول محترم ﷺ کی پانچ ہزار ایسے ملائکہ سے مدد کی تھی جن پر نشان لگائے تھے۔ اس روز اللہ تعالیٰ نے انصار کو مومنین کہا اس نے اپنے رسول محترم ﷺ اور اہلِ ایمان پر سکینہ کا نزول کیا۔

ابن اسحاق، ابن منذر، ابن مردویہ، ابونعیم اور امام بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے شکست سے قبل دیکھا لوگ باہم قتال کر رہے تھے کہ سیاہ چادر آسمان سے اتری ہے۔ وہ مشرکین کے سامنے اتری میں نے دیکھا تو مجھے سیاہ چیونٹیاں بکھری ہوئی نظر آئیں۔ جنہوں نے وادی کو بھر دیا تھا۔ مجھے شک نہ رہا کہ وہ ملائکہ تھے۔ اسی وقت مشرکین کو شکست ہوگئی۔

محمد بن عمر نے یحییٰ بن عبداللہ اور وہ اپنی قوم کے شیوخ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "اس روز ہم نے دیکھا کہ گویا کہ آسمان سے سیاہ چادر اتری ہے۔ ہم نے دیکھا تو گویا وہ بکھری ہوئی ریت تھی۔ ہم اپنے کپڑے جھاڑ رہے تھے۔ وہ رب تعالیٰ کی نصرت تھی اس نے اس کے ساتھ ہماری نصرت کی تھی۔

مسدد، امام بیہقی اور ابن عساکر نے عبدالرحمن مولی ام برثن سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے اس شخص نے روایت کیا ہے جو غزوۂ حنین میں مشرکین کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا: "جب ہم اور صحابہ کرام باہم جنگ آزما ہوئے وہ ہمارے سامنے اتنی دیر بھی نہ ٹھہر سکے جتنی دیر میں بکری دوہی جاتی ہے۔ ہم انہیں پیچھے سے ہانکے جا رہے تھے۔ ہم ایک خچر والی ذاتِ والا سے ملے۔ وہ حضور اکرم ﷺ تھے۔ ہم ان کے پاس لڑنے لگے۔ ہمارے اور آپ کے سامنے سفید اور خوبصورت چہروں والے انسان تھے۔ انہوں نے کہا: "چہرے برباد ہو جائیں واپس لوٹ چلو۔" ہم واپس لوٹ آئے یہی شکست تھی۔

ابن مردویہ، بیہقی اور ابن عساکر نے مصعب بن شیبہ بن عثمان سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "میں حنین کے روز آپ کے ساتھ عازمِ سفر ہوا۔ میں اسلام قبول کرتے ہوئے نہیں نکلا تھا۔ میں غیرت کرتے ہوئے نکلا تھا خواہش تھی کہ ہوازن قریش پر غالب آ جائیں۔ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ابلق گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "انہیں صرف کافر دیکھ رہا ہے۔" آپ نے ان کے سینے پر دست اقدس مارا اور فرمایا: "مولا! شیبہ کو ہدایت دے۔" آپ نے تین بار اسی طرح کیا۔ جب آپ نے تیسری بار ہاتھ اٹھایا تو بخدا! آپ مجھے ساری مخلوق سے زیادہ پیارے ہوگئے۔ مسلمان کفار سے معرکہ آزما ہوئے۔ قتل ہوئے

جو قتل ہوئے۔ آپ تشریف لائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عباس اس کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عباس نے باآواز بلند کہا "مہاجر کہاں ہیں؟ سورۃ البقرہ والے کہاں ہیں؟ یہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔" مسلمان آگئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

صحابہ کرام نے مشرکین کو تلواروں سے جالیا۔ آپ نے فرمایا: "اب جنگ کا تنور گرم ہوا ہے۔" عبد بن حمید اور امام بیہقی نے حضرت یزید بن عامر السوائی سے روایت کیا ہے۔ وہ اس وقت وہاں موجود تھے۔ ان سے رعب کے بارے سوال کیا گیا۔ وہ سنگریزے لیتے تھے۔ انہیں طشت میں ڈالتے تھے۔ جس سے آواز پیدا ہوتی تھی۔ وہ کہتے تھے۔ "ہم اپنے پیٹوں میں اسی طرح کی آواز پاتے تھے۔"

محمد بن عمر نے مالک بن اوس بن حدثان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میری قوم کے کئی افراد جو اس غزوہ میں موجود تھے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز کنکریاں پھینکیں۔ ہم میں سے ہر ایک کی آنکھوں میں مٹی پڑ گئی۔ ہم اپنے سینوں میں یوں آوازیں پاتے تھے گویا کہ وہ سنگریزے کسی ٹرے میں گرے ہوں۔ وہ آواز پرسکون نہ ہو رہی تھی۔ ہم نے اس روز سفید مرد دیکھے۔ جو ابلق گھوڑے پر سوار تھے۔ انہوں نے سرخ عمامے باندھ رکھے تھے۔ انہیں کندھوں کے مابین لٹکا رکھا تھا۔ زمین اور آسمان کے مابین ایسے لشکر تھے جن کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہرتی تھی۔ ہم رعب کی وجہ سے ان میں غور و فکر کرنے کے بھی قابل نہ تھے۔

حضرت ربیعہ بن ابزی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے میری قوم کے کئی افراد نے بیان کیا ہے جو اس روز حاضر تھے۔ انہوں نے کہا: "ہم مسلمانوں کے لیے گھاٹیوں اور دروں میں چھپے ہوئے تھے۔ ہم نے ان پر یکبار حملہ کر دیا۔ ہم ان کے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ ہم ایسی ذات والا تک پہنچے جو شہباء خچر پر سوار تھی۔ ان کے ارد گرد خوبصورت سفید چہروں والے مرد تھے۔ انہوں نے ہمیں کہا: "شاھت الوجوہ واپس چلو" اس کے بعد ہمیں شکست ہو گئی۔ مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ یہ ہی شکست تھی۔ ہم انہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ہمیں تھکا دیا تھا۔ ہمارا لشکر ہر اعتبار سے منتشر ہو چکا تھا۔ ہم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حتیٰ کہ ہم اپنے شہروں کی بلند جگہ پر پہنچ گئے۔ اگر ہم سے بات کی جاتی تو ہمیں اس کی سمجھ نہیں آتی تھی۔ یہ سب کچھ رعب کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں اسلام کو ثابت کر دیا۔

ثقیف کے شیوخ سے روایت ہے۔ وہ اس روز اس غزوہ میں شریک تھے۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے تعاقب میں تھے۔ ہم پیٹھ پھیرے بھاگے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی اگر

طائف کے قلعہ میں داخل ہوگیا تو وہ یہی گمان کر رہا تھا کہ آپ اس کے تعاقب میں ہیں۔ یہ سب کچھ رعب کی وجہ سے تھا۔"

یوم حنین آپ کے ساتھ کون ثابت قدم رہا

امام بیہقی نے حضرت حارثہ بن نعمان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب لوگ بھاگ گئے تو میں نے اندازہ لگایا کہ آپ کے ہمراہ کتنے افراد رہ گئے تھے۔ میں نے کہا: "ان کی تعداد ایک سو ہے۔" ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے غزوۂ حنین میں دیکھا۔ دو گروہ بھاگتے جا رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ صرف ایک سو صحابہ کرام رہ گئے تھے۔

امام احمد، حاکم، الطبرانی، بیہقی اور ابونعیم نے ثقہ افراد سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہم حنین کے روز آپ کے ساتھ تھے۔ لوگ بھاگ نکلے۔ آپ کے ہمراہ مہاجرین اور انصار میں سے صرف اسی افراد ثابت قدم رہے تھے۔ ہم صرف تقریباً اسی قدم پیچھے ہٹے۔ ہم نے آخر تک راہِ فرار اختیار نہ کی۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے "جب لوگ روزِ حنین میں بھاگ نکلے تو آپ نے حضرت حارثہ سے پوچھا" حارثہ! تمہاری رائے میں کتنے افراد ثابت قدم رہے۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا۔ میں نے اندازہ لگایا۔ ان کی تعداد ایک سو تھی۔ میں نے عرض کی "ایک سو ہیں۔" مجھے صحیح اندازہ نہ تھا کہ ان کی تعداد ایک سو ہے۔ میں ایک روز آپ کے پاس سے گزرا۔ آپ حضرت جبرائیل کے ساتھ بابِ مسجد کے پاس سرگوشی فرما رہے تھے۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی: "محمد مصطفی ﷺ! یہ کون ہیں؟" آپ نے فرمایا: "حارثہ بن نعمان۔" حضرت جبرائیل امین نے کہا: "یہ ان میں سے ایک تھے جو حنین کے روز ثابت قدم رہے۔ اگر یہ مجھے سلام کرتے تو میں انہیں سلام کا جواب دیتا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حارثہ کو بتایا۔ انہوں نے عرض کی: "میں نے گمان کیا تھا کہ شاید دحیہ الکلبی آپ کے پاس کھڑے تھے۔"

ابن ابی شیبہ نے حضرت حکم بن عتیبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب حنین کے روز لوگ بھاگ نکلے تو آپ یوں فرمانے لگے:

انا النبی لا کذب　　انا ابن عبدالمطلب

آپ کے ہمراہ بنو ہاشم کے تین یا چار افراد تھے۔ ان کے علاوہ ایک شخص اور بھی تھا۔ حضرات علی المرتضیٰ، عباس۔ یہ دونوں آپ کے سامنے تھے۔ حضرت ابوسفیان بن حارث آپ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ حضرت ابن مسعود آپ کی بائیں طرف تھے۔ جو بھی ہماری طرف آتا وہ قتل ہو جاتا۔ مشرکین ہمارے ارد گرد قتل ہوئے پڑے تھے۔ اہلِ بیت میں سے

آپ کے پاس حضرت عباس، ابوسفیان بن حارث، ان کا بھائی ربیعہ، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب، جعفر بن ابی سفیان بن حارث اور قثم بن عباس تھے۔"

الزھر میں ہے کہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہے کیونکہ یہ اس وقت کم سن تھے جب آپ کا وصال ہوا تو انہوں نے غزوہ حنین میں کیسے شرکت کر لی تھی۔ آپ کے ہمراہ حضرت عتبہ، عبداللہ بن زبیر، نوفل بن حارث، عقیل بن ابی طالب، اسامہ بن زید، ایمن بن ام ایمن۔ یہ اسی روز شہید ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس روز آپ کے ساتھ حضرات ابوبکر، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ہر ایک نے دس سے زائد ضربیں لگائیں۔ ابن مسعود بھی ان میں شامل تھے۔ انصار میں سے حضرات ابودجانہ، حارثہ بن نعمان، سعد بن عبادہ، ابوبشیر، اسید بن حضیر، شبیر بن عثمان ثابت قدم رہے تھے۔ عفت مآب خواتین میں سے حضرت ام سلیم بنت ملحان، ام عمارہ نسیبہ بنت کعب، ام الحارث، ام السلیط بنت عبید رضی اللہ عنہن۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ان سو میں سے ۳۳ مہاجرین اور ۶۶ انصار تھے۔

حضرت ام سلیم اور حضرت ام عمارہ کی ثابت قدمی

ابن اسحاق نے لکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت ام سلیم بنت ملحان کو دیکھا۔ وہ اپنے شوہر نامدار حضرت ابوطلحہ کے ہمراہ تھیں۔ ان کے پیٹ مبارک میں عبداللہ بن ابی طلحہ تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اونٹ انہیں نیچے نہ گرا دے۔ انہوں نے اس کا سر اپنے قریب کر رکھا تھا۔ اپنا ہاتھ نکیل کے ساتھ ڈال رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ام سلیم!" انہوں نے عرض کی: "جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! آپ بھاگنے والوں کو اسی طرح قتل کر دیں جیسے آپ ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو آپ کے ساتھ قتال کرتے ہیں۔ یہ اسی کے مستحق ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ام سلیم! کیا اللہ تعالیٰ انہیں کافی نہیں ہے۔" محمد بن عمر کے نزدیک آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ انہیں کافی ہے اس کی عافیت بہت وسیع ہے۔"

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "غزوہ حنین کے روز حضرت ام سلیم نے اپنے پاس خنجر رکھا تھا۔ حضرت ابوطلحہ ان سے ملے تو ان کے پاس خنجر تھا۔ انہوں نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "اگر کوئی مشرک میرے قریب ہوا تو میں اس کے ساتھ اس کا پیٹ چیر کر رکھ دوں گی۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ سن رہے ہیں کہ یہ ام سلیم کیا کہہ رہی ہیں؟" آپ تبسم ریز ہوئے۔ حضرت ام سلیم نے

عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان لوگوں میں سے جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں انہیں تہ تیغ کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ انہیں کافی ہے۔ ام سلیم! وہ عمدہ سلوک کرنے والا ہے۔" محمد بن عمر نے حضرت عمارہ بن غزیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ام عمارہ نے کہا: "روز حنین کو جب لوگ بھاگ نکلے ہم چار خواتین تھیں۔ میرے ہاتھ میں تلوار قاطع تھی۔ حضرت ام سلیم کے پاس خنجر تھا۔ انہوں نے اپنی کمر کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔ ان کے شکم اطہر میں عبداللہ تھے۔ حضرت ام سلیط حضرت ام حارث رضی اللہ عنہن"

محمد بن عمر کے شیوخ نے کہا ہے کہ حضرت ام عمارہ چلا اٹھیں: "انصار! یہ کون سی عادت ہے تمہیں فرار سے کیا تعلق؟" انہوں نے کہا: "میں نے ہوازن کا ایک شخص دیکھا جو گندمی اونٹ پر سوار تھا۔ اس کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ وہ مسلمانوں کے پیچھے بھاگا جا رہا تھا۔ میں اس کے سامنے آئی۔ اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ کر رکھ دیں۔ وہ اس کی پیٹھ سے نیچے گر پڑا۔ میں اس کی طرف دوڑی لگاتار اس پر حملے کرتی رہی حتیٰ کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں نے اس کی تلوار لی۔ آپ کھڑے تھے تلوار دست اقدس میں تھی۔ آپ نے اسے بے نیام کر رکھا تھا۔ آپ پکار رہے تھے "اے اصحاب سورۃ البقرۃ! انصار واپس آ گئے تھے۔ اب ہوازن ان کے سامنے اتنی دیر ہی ٹھہرے جتنی دیر میں اونٹنی کو دوہا جاتا ہے۔ پھر انہیں شکست ہوگئی۔ بخدا! میں نے اس طرح کی شکست کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ ہر سمت بکھرتے جا رہے تھے۔ میرے پاس میرے سارے فرزند خبیب، عبداللہ اور زید کے بیٹے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں قیدی تھے۔ میں غصے سے ان کی طرف لپکی۔ ان میں سے ایک کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ لوگ قیدی لانے لگے۔ میں نے بنو مازن میں تیس قیدی دیکھے۔ مسلمان شکست خوردہ ہو کر مکہ مکرمہ تک پہنچ چکے تھے۔ پھر وہ واپس لوٹ آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سب کے لیے حصے نکالے۔ حضرت ام حارث انصاریہ اپنے خاوند کے اونٹ کی نکیل تھامے ہوئی تھیں۔ اسے مجسار کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا: "حارث! تم حضور اکرم ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لوگ پیٹھ پھیرے بھاگے جا رہے تھے۔ وہ اپنے خاوند سے جدا نہ ہوئیں۔ انہوں نے کہا: "میرے پاس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گزرے۔" میں نے پوچھا: "عمر! یہ کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ امر الٰہی ہے۔"

مشرکین کی شکست

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انصار کو پکارا۔ وہ واپس لوٹ آئے۔ وہ کہنے لگے یا بنی عبدالرحمان! یا بنی عبیداللہ! یا خیل اللہ!" آپ اپنے گھڑ سوار دستے کو "خیل اللہ" کہتے تھے۔ مہاجرین کا یہ شعار تھا "یا بنی عبدالرحمان! اوس کا یہ شعار تھا یا بنی عبیداللہ! خزرج کا یہ شعار تھا "یا بنی عبداللہ"

محمد بن عمر، محمد بن عبد اللہ بن ابی صعصعۃ سے روایت کرتے ہیں کہ اس روز حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے تین بار کہا ''یاللخزرج!'' حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بھی تین دفعہ فرمایا: ''یاللاوس!'' انصار ہر سمت سے آپ کی طرف آنے لگے جیسے شہد کی مکھیاں چھتے کی طرف آتی ہیں۔ مسلمان مشرکین پر ٹوٹ پڑے ان کا قتل عام کرنے لگے۔ وہ مشرکین کے بچوں کو بھی تہ تیغ کرنے لگے۔ آپ تک یہ خبر پہنچی تو فرمایا ''اس قوم کو کیا ہوگیا ہے کہ ان کا قتل اس حد تک ہوگیا ہے کہ وہ مشرکین کے بچوں کو قتل کرنے لگے ہیں۔ ارے ان بچوں کو قتل نہ کرو۔ ان بچوں کو قتل نہ کرو۔'' حضرت اسید بن حضیر نے عرض کی: ''یارسول اللہ! کیا وہ مشرکین کے بچے نہیں ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے بہترین مشرکین کی اولاد میں سے نہیں ہیں۔ ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جب اس کی زبان واضح گفتگو کرنے لگتی ہے تو اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔''

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ثقیف کے بزرگوں نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے تعاقب میں رہے۔ حتیٰ کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص طائف کے قلعے میں بھی داخل ہوگیا تو اسے یوں محسوس ہوا کہ آپ اس کے تعاقب میں ہیں۔ یہ شکست کا رعب تھا۔''

امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص ہم پر حملے کر رہا تھا۔ وہ ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا تھا۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ اپنی سواری سے نیچے تشریف لے آئے۔ رب تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی۔ آپ نے فتح دیکھی تو کھڑے ہو گئے۔ آپ کے پاس ایک ایک کر کے قیدی لایا جا رہا تھا۔ آپ اسلام پر انہیں بیعت کر رہے تھے۔ ایک صحابیٔ رسول نے کہا: ''مجھ پر یہ نذر ہے کہ اگر میرے پاس وہ شخص لایا گیا جو مسلمانوں کو کاٹ رہا تھا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔'' آپ خاموش رہے۔ اس شخص کو لایا گیا۔ جب اس کو دیکھا تو عرض کی: ''یانبی اللہ! میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔'' آپ اسے بیعت کرنے سے رک گئے۔ تاکہ وہ صحابی اپنی نذر پوری کرلیں۔ وہ آپ کی طرف دیکھنے لگے۔ تاکہ آپ انہیں اس شخص کے قتل کا حکم دیں۔ وہ آپ سے ڈر گئے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہ اپنی نذر پوری نہیں کر رہے تو آپ نے اس شخص کو بیعت کرلیا۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری نذر کا کیا بنے گا؟'' آپ نے فرمایا: ''کیا میں اس سے رکا نہیں رہا تاکہ تم اپنی نذر پوری کرلو۔'' انہوں نے عرض کی: ''آپ نے مجھے اشارہ کر دیا ہوتا۔'' آپ نے فرمایا: ''کسی نبی کے لیے اشارہ کرنا جائز نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمن کو ہر طرف سے شکست سے دوچار کر دیا۔ مسلمان ان کا تعاقب کرنے لگے۔ وہ انہیں تہ تیغ کر رہے تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کی خواتین، اولاد اور اموال مسلمانوں کو غنیمت کے طور پر عطا کیے۔ مالک بن عوف بھاگ نکلا۔ اس نے طائف کے قلعے میں جا کر دم لیا۔ وہیں اس کی قوم کے سردار بھی پہنچ گئے۔ جب اہلِ مکہ نے اللہ تعالیٰ کی

اس نصرت اور دین اسلام کے غلبہ کو دیکھا تو ان کی کثیر تعداد مسلمان ہوگئی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ہزیمت سے دو چار کر دیا آپ کو ان پر تسلط عطا فرمایا تو ایک مسلمان خاتون نے یہ شعر پڑھا:

قد غلبت خیل اللہ خیل اللات ۔۔۔ واللہ احق بالثبات

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے شہ سوار لات کے شہ سواروں پر غالب آگئے ہیں۔ رب تعالیٰ (کے سپاہی) ثابت قدمی کے زیادہ مستحق ہیں۔"

محمد بن عمر نے ان اشعار کا اضافہ کیا ہے:

ان لنا ماء حنین فخلوہ ۔۔۔ ان تشربوا منہ فلن تعلوہ

ھذا رسول اللہ لن تغلوہ

ترجمہ: "حنین کا چشمہ ہمارا ہے تم اسے چھوڑ دو اگر تم اس سے پی لو گے تم اس پر غالب نہ آسکو گے۔ یہ حضور اکرم ﷺ ہیں تم آپ پر غالب نہیں آسکتے۔"

حضور اکرم ﷺ اپنی لشکر گاہ کی طرف لوٹ آئے۔ آپ نے حکم دیا جس پر قدرت ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ مسلمان واپس لوٹ آئے۔"

بزار نے ثقہ راویوں کے ذریعے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حنین کے روز فرمایا: "انہیں ذبح کر دو۔" آپ نے اپنے دستِ اقدس سے حلق کی طرف اشارہ کیا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے "آپ سے عرض کی گئی کہ ایک شخص نے شدید قتال کیا ہے حتیٰ کہ وہ شدید زخمی ہوگیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "وہ اہلِ نار میں سے ہے۔" بعض لوگوں کو شک گزرا۔ جب اس شخص کو زخموں نے اذیت دی۔ تو اس نے اپنے ترکش سے چوڑا پھل نکالا اور اس کے ساتھ خودکشی کر لی۔ آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کر دیں: "جنت میں صرف مومن ہی جائے گا اللہ تعالیٰ فاسق شخص کے ذریعے اس دین کی مدد کرے گا۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ گھڑ سوار دستے سے فرمایا "اگر تم بجاد کو پالو تو اسے ضرور تہ تیغ کر دینا۔" اس نے ایک عظیم واقعہ رونما کیا تھا۔ ایک مسلمان شخص اس کے پاس آیا۔ اس نے اس کا عضو عضو کاٹا پھر اسے آگ میں جلا دیا۔ اسے اپنا جرم یاد تھا یہ بھاگ گیا۔ گھڑ سواروں نے اسے پکڑ لیا۔ انہوں نے اسے شیماء آپ کی رضاعی بہن کے ساتھ ملا دیا۔ یہ تھک گئے ان کی وجہ سے شیماء بھی تھک گئیں۔ وہ کہنے لگیں "بخدا! میں تمہارے صاحب کی رضاعی بہن

ہوں۔" صحابہ کرام نے ان کی تصدیق نہ کی۔انصار کی ایک جماعت نے انہیں پکڑا اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔ شیماء نے عرض کی: "محمد مصطفی ﷺ میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔" آپ نے فرمایا: اس کی کیا علامت ہے؟ انہوں نے اپنے انگوٹھے پر دانتوں کا نشان دکھایا۔عرض کی: "آپ نے مجھے اس وقت دانتوں سے کاٹا تھا جب میں آپ کو وادی سرا میں اٹھائے ہوئے تھی۔ہم اس وقت بکریاں چراتے تھے۔آپ کا (رضاعی) باپ میرا باپ اور آپ کی (رضاعی) ماں میری ماں ہے۔یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یاد فرمائیں۔میں آپ کے لیے آپ کے باپ کی بکریوں کا دودھ نکالتی تھی۔آپ نے اس علامت سے انہیں پہچان لیا۔جلدی سے اٹھے۔مبارک چادر پھیلا دی۔فرمایا: "اس پر بیٹھ جاؤ۔" آپ نے انہیں خوش آمدید کہا۔چشمانِ مقدس سے آنسو گرنے لگے۔ان سے رضاعی والدین کے بارے پوچھا۔انہوں نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔آپ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرو تو ہمارے پاس قیام کرو۔تمہیں عزت وتکریم اور محبت ملے گی۔اگر تم اپنی قوم کے پاس جانا چاہتی ہو تو میں صلہ رحمی کر دیتا ہوں تم وہیں چلی جاؤ۔" انہوں نے عرض کی: "میں اپنی قوم کے پاس واپس جانا چاہتی ہوں۔" انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔آپ نے انہیں تین غلام اور ایک لونڈی دی۔انہیں ایک یا دو اونٹ دینے کا حکم دیا۔فرمایا: "جعرانہ چلی جائیں۔اپنی قوم کے پاس ٹھہریں۔میں طائف جا رہا ہوں۔" وہ جعرانہ آ گئیں آپ نے جعرانہ میں ان سے ملاقات کی۔انہیں بکریاں اور بھیڑیں عطا کیں۔بقیہ گھر والوں کو بھی نوازا۔انہوں نے آپ سے بجاد کے بارے گفتگو کی تو آپ نے اسے معاف کر دیا۔

درید بن صمہ کا قتل

ابن اسحاق اور محمد بن عمر وغیرہما نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہوازن کو شکست سے دوچار کیا۔وہ سب طائف پہنچے ان کے ساتھ مالک بھی تھا۔ان میں سے بعض اوطاس میں ٹھہر گئے۔بعض نخلہ بنو عیرہ کی طرف چلے گئے۔آپ نے گھڑ سوار دستہ بھیجا۔انہوں نے ان لوگوں کا تعاقب کیا جو نخلہ کی طرف گئے تھے۔لیکن ثنایا کی طرف جانے والوں کا تعاقب نہ کیا۔حضرت ربیعہ بن رضیع نے درید بن صمہ کو پا لیا۔انہوں نے اس کے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔انہوں نے گمان کیا کہ شاید اس میں کوئی عورت ہے۔وہ پالکی میں بیٹھا ہوا تھا۔وہ ایک عمر رسیدہ شخص تھا۔انہوں نے اس کا اونٹ بٹھایا۔دیکھا تو وہ درید تھا جس کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی۔وہ انہیں نہیں جانتے تھے۔درید نے پوچھا "کیا کرنے لگے ہو؟" حضرت ربیعہ: "تجھے قتل کرنے لگا ہوں۔" درید: "تم ایک لرزنے والے پیر فرتوت کو قتل کر کے کیا کرو گے؟" حضرت ربیعہ: "بس میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔" درید: "تم کون ہو؟" حضرت ربیعہ: "میں ربیعہ بن رفیع سلمی ہوں۔" انہوں نے اس پر وار کیا مگر وار خطا گیا۔درید: تمہاری ماں

نے تمہیں کتنا برا اسلحہ دیا ہے۔اس پالکی میں کجاوے کے پرے میری تلوار پڑی ہے۔اس سے ضرب کاری لگاؤ۔ ہڈی سے اوپر اور دماغ کے نیچے ضرب لگانا۔ میں مردوں کو اسی طرح قتل کرتا تھا۔جب اپنی ماں کے پاس جانا تو اسے بتا دینا کہ تم نے درید کو قتل کر دیا ہے۔کئی روز تک میں نے تمہاری خواتین کا دفاع کیا تھا۔بنوسلیم کا خیال ہے کہ جب حضرت ربیعہ نے درید کو ضرب لگائی تو اس کی رانیں عریاں ہوگئیں۔وہ گھوڑوں پر چڑھنے کی وجہ سے کاغذ کی طرح تھیں۔جب حضرت ربیعہ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس گئے اور انہیں درید کے قتل کی خبر دی تو انہوں نے کہا:''بخدا! اس نے ایک ہی صبح کو تمہاری تین ماؤں کو آزاد کیا تھا۔تمہارے باپ کو آزاد کرایا تھا۔''انہوں نے کہا:''مجھے علم نہیں تھا۔''

مالک بن عوف اور اس کے ساتھی ایک گھاٹی پر کھڑے ہو گئے۔اس نے کہا:''رک جاؤ حتیٰ کہ کمزور لوگ اور تمہارے بھائی تمہیں آملیں۔حضرت زبیر بن عوام نے انہیں دیکھا۔انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔انہیں گھاٹی سے نیچے گرا دیا۔مالک اپنے محل میں بھاگ گیا یا ثقیف کے قلعہ میں داخل ہوگیا۔

غزوہ حنین کے شہداء

اس غزوہ میں درج ذیل صحابہ کرام شہید ہوئے۔(۱) ایمن بن عبید اللہ، ابن ام ایمن، سراقہ حارث، رقیم بن ثابت، ابوعامر اشعری، یزید بن زمعہ رضی اللہ عنہم۔بنوثقیف کے ستر افراد تہ تیغ ہوئے تھے۔ان کا جھنڈا ذوالخمار کے پاس تھا۔جب وہ قتل ہو گیا تو اسے عثمان بن عبد اللہ نے اٹھالیا۔اس نے قتال کیا حتیٰ کہ قتل ہوگیا۔جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو فرمایا:''رب تعالیٰ نے اسے دور کر دیا ہے یہ قریش کے ساتھ بغض رکھتا تھا۔''

امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ غزوہ طائف میں اتنے ہی مشرکین مارے گئے تھے جتنے غزوہ بدر میں تہ تیغ ہوئے تھے۔

حضرت خالد بن ولید کی عیادت

امام عبد الرزاق اور ابن عساکر نے حضرت عبد الرحمان بن ازہر سے روایت کیا ہے کہ اس روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔یہ آپ کے گھڑ سوار دستے کے امیر تھے۔راوی کہتے ہیں۔''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کفار کو شکست ہوگئی۔مسلمان اپنے خیموں کی طرف آئے تو آپ مسلمانوں میں چل رہے تھے۔آپ فرما رہے تھے''مجھے خالد بن ولید تک کون پہنچائے گا؟ آپ کی خدمت میں ایک شراب نوش کو پیش کیا گیا۔آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا۔انہوں نے اسے مارا۔اس پر خاک ڈالی۔''حضرت عبد الرحمان نے کہا:''میں چلا''یا''میں آپ کے آگے آگے دوڑ رہا تھا۔میں نوخیز جوان

تھا۔میں کہہ رہا تھا۔ہمیں حضرت خالد کے خیمہ تک کون لے کر جائے گا؟کسی نے ہمیں وہاں تک پہنچا دیا۔حضرت خالد اپنے کجاوے کے سرے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔حضورا کرم ﷺ وہاں تشریف لائے زخم دیکھے۔لعاب دہن لگایا انہیں فوراً شفا مل گئی۔

دست شفاء بخش کی برکت

حاکم،ابونعیم،ابن عساکر نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''غزوۂ حنین کے روز میری پیشانی پر زخم لگا۔میرے چہرے اور سینے پر خون بہنے لگا۔آپ نے اپنے دستِ اقدس سے میرے چہرے اور سینے سے خون صاف کیا۔پھر میرے لیے دعا مانگی۔عبداللہ کے والد حشرج کہتے ہیں''ہم نے آپ کے دستِ اقدس کا نشان دیکھا۔یہ نشان اس جگہ تھا جہاں آپ نے دست اقدس پھیرا تھا۔یہ گھوڑے کے نشان کی طرح لمبا اور چوڑا تھا۔''

پانی میں برکت

ابونعیم نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''ہم آپ کے ساتھ جہاد کے لیے بنو ھوازن کی طرف گئے۔ہمیں سخت پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔آپ نے برتن میں پانی منگوایا۔اسے پیالے میں انڈیل دیا گیا۔ہم اس سے پاکیزگی حاصل کرنے لگے حتیٰ کہ ہم سب نے وضو کر لیا۔

خواتین کو قتل کرنے کی ممانعت

امام احمد،ابوداؤد نے حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہیں حضورا کرم ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کرنے کی سعادت ملی۔اس کے مقدمہ پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقرر تھے۔حضرت رباح اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک مقتولہ عورت کے پاس سے گزرے۔جسے لشکر کے مقدمہ نے تہ تیغ کیا تھا۔صحابہ کرام کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔حتیٰ کہ حضورا کرم ﷺ بھی انہیں آملے۔آپ نے انہیں اس سے دور کیا۔آپ نے فرمایا:''یہ عورت تو قتال نہیں کر سکتی تھی۔''آپ نے کسی صحابی کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔انہیں فرمایا:''انہیں کہو کہ وہ نہ اولاد کو اور نہ غلاموں کو قتل کریں۔''

الطبرانی نے حضرت سیابہ بن عاصم السلمی سے روایت کیا ہے کہ حضورا کرم ﷺ نے حنین کے روز فرمایا تھا:''میں عواتک کا فرزند ہوں۔''

جس نے کسی کافر کو قتل کیا اس کا سامان اسے ملے گا

ابن شیبہ، امام احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی کو قتل کیا اس کا سامان اسے ملے گا۔'' حضرت ابوطلحہ نے اس روز بیس افراد کو تہ تیغ کیا اور ان کا سامان حاصل کر لیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے ایک شخص کے کندھے کی ہڈی پر ضرب کاری لگائی۔ لیکن وہ مجھ سے غائب ہو گیا۔ اس پر زرہ تھی۔ پتہ نہیں وہ زرہ کس نے لے لی ہے؟ ایک شخص اٹھا۔ اس کا نام (محمد بن عمر کی روایت کے مطابق) اسود بن خزاعی اسلمی تھا۔ یہ بنوسلمہ کا حلیف تھا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ زرہ میں نے لی ہے۔ آپ انہیں میری طرف سے راضی کر دیں اور یہ زرہ مجھے عطا کر دیں۔'' آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ سے جو مانگا جاتا تھا آپ عطا کر دیتے تھے۔ یا آپ خاموش ہو جاتے تھے۔ آپ خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بخدا! یوں نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کے شیروں میں سے ایک شیر سے زرہ چھین کر تمہیں دے دی جائے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت عمر نے سچ کہا ہے۔''

امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم غزوہ حنین کے روز آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ جب دونوں لشکر باہم نبرد آزما ہوئے۔ مسلمانوں نے پسپائی اختیار کی۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک شخص مسلمان پر سوار تھا۔ دوسری روایت میں ہے: ''میں نے ایک مسلمان شخص کو دیکھا وہ ایک مشرک کے ساتھ نبرد آزما تھا۔ دوسرا مشرک شخص اسے مکر سے قتل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے پیچھے سے اسے ضرب کاری لگائی۔ یہ ضرب اس کے کندھے کی ہڈی پر لگی۔ اس نے اس کی زرہ کو کاٹ کر رکھ دیا۔ وہ میری طرف آیا۔ مجھے زور سے بھینچا۔ میں نے موت کی بو سونگھ لی۔ پھر اسے موت نے آلیا۔ اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے راہِ فرار اختیار نہیں کی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا: ''لوگوں کو کیا ہوا؟'' انہوں نے کہا: ''یہ امر الٰہی ہے۔'' لوگ واپس آ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''جس نے کسی کو قتل کیا۔ اس کے پاس اس پر گواہ ہوں تو اس کا سامان اسے ملے گا۔'' میں اٹھا۔ میں نے کہا: ''میری گواہی کون دے گا؟'' میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اسی طرح فرمایا۔ میں اٹھا۔ پھر میں نے کہا: ''میری گواہی کون دے گا؟'' میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اسی طرح فرمایا۔ میں نے اسی طرح کیا تو آپ نے فرمایا: ''ابوقتادہ! کیا معاملہ ہے؟ میں نے ساری حکایت بیان کر دی۔'' محمد بن عمر نے لکھا ہے ''حضرت عبداللہ بن انیس نے ان کی گواہی دی۔ ایک شخص نے کہا: ''انہوں نے سچ کہا ہے۔ ان کا سامان میرے پاس

ہے۔ آپ انہیں میری طرف سے راضی کر دیں۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! یوں نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے شیروں میں سے ایک شیر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لڑے اور اس کا سامان تجھے دے دیا جائے۔" آپ نے فرمایا: "انہوں نے سچ کہا ہے۔ ان کا سامان انہیں دے دو۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے۔ حضرت ابوقتادہ نے فرمایا: "مجھے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ابوقتادہ! کیا تم اسلحہ فروخت کرو گے؟" میں نے سات اوقیہ میں انہیں وہ اسلحہ فروخت کر دیا۔ میں نے اس مال سے بنوسلمہ میں ایک باغ خریدا۔ یہ پہلا مال تھا جو مجھے اسلام میں ملا۔"

البدایہ میں ہے کہ جس روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے شیروں میں سے ایک شیر نے جہاد کیا ہے اور اس کا سامان تجھے دے دیا جائے۔" اس روایت میں حضرت عمر فاروق کا ذکر غریب ہے مشہور یہ ہے کہ یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ جیسے کہ حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے الحافظ نے لکھا ہے" راجح قول یہی ہے کہ یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ جیسے کہ حضرت ابوقتادہ کی روایت میں ہے۔ یہ واقعہ انہی کے ساتھ پیش آیا تھا۔ لہٰذا وہی اسے یقین کے ساتھ بتا سکتے تھے۔ شاید حضرت عمر نے حضرت ابوبکر صدیق کی اتباع میں ان کی موافقت اور مدد کرتے ہوئے یہ بات کی ہو اور راوی کو اشتباہ لاحق ہو گیا ہو۔ علماء کرام نے لکھا ہے:

"اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کے علاوہ اور کوئی فضیلت نہ بھی ہو پھر بھی یہ فضیلت کافی ہے۔ انہوں نے اپنے علم کی پختگی، وقار کی سنجیدگی، انصاف کی قوت، توفیق کی صحت اور حق کی صداقت کے ساتھ سچا قول فرمایا۔ انہوں نے اسے جھڑ کا۔ فتویٰ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کے سامنے شریعت مطہرہ کے بارے بتایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تصدیق کی اور ان کے قول کو نافذ کر دیا۔

امام بخاری نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم نے آپ کے ساتھ ہوازن پر حملہ کیا۔ اسی اثناء میں کہ ہم چاشت کے وقت آپ کے ہمراہ کھا رہے تھے کہ ایک شخص سرخ اونٹ پر آیا۔ اس نے اپنا اونٹ بٹھایا۔ اس نے رسی نکالی اسی کے ساتھ اپنا اونٹ باندھا اور آگے بڑھ کر صحابہ کرام کے ساتھ کھانے لگا۔ وہ دیکھنے لگا۔ ہم میں کمزوری تھی۔ سواریوں کی قلت تھی۔ ہمارے کچھ ساتھی پیدل تھے۔ وہ شخص بھاگتا ہوا نکلا۔ اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اس کی رسی کھولی اسے بٹھایا اس پر سوار ہوا اور اسے تیزی سے ہانک کرلے گیا۔ بنو اسلم میں سے ایک شخص نے خاکستری اونٹنی پر اس کا تعاقب کیا۔

دوسری روایت میں ہے۔ مشرکین کا ایک جاسوس آیا۔ اس وقت آپ سفر میں تھے۔ وہ صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ پھر چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: "اس کا تعاقب کر کے اسے قتل کر دو۔" حضرت سلمہ نے فرمایا: "میں بھاگ کر نکلا

حتیٰ کہ میں اونٹنی تک پہنچ گیا۔ پھر میں بھاگ کر اس کے اونٹ تک پہنچ گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ میں نے اسے بٹھایا۔ جب اس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا۔ میں نے تلوار نکالی اس کی گردن اڑا دی۔ وہ نیچے گر پڑا۔ میں اونٹ کو اس کے اسلحہ اور کجاوہ سمیت لے آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے میرا استقبال کیا۔ صحابہ کرام آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے پوچھا: اس شخص کو کس نے قتل کیا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: "ابن الاکوع نے۔" آپ نے فرمایا: "یہ سارا سامان اس کا ہی ہے۔"

حنین کے اموالِ غنیمت

جب مشرک قوم کو شکست ہوگئی تو آپ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت کو جمع کیا جائے۔ آپ کے منادی نے اعلان کیا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ خیانت نہ کرے۔ صحابہ کرام اس جگہ مالِ غنیمت رکھنے لگے۔ جہاں آپ نے جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ الحاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ حنین کے روز آپ نے اونٹ کا بال پکڑا۔ پھر فرمایا: "اے لوگو! اس مالِ غنیمت میں سے جو رب تعالیٰ نے تمہیں بخشا ہے میرے لیے خمس کے علاوہ کچھ لینا جائز نہیں ہے۔ خمس بھی تمہاری طرف ہی لوٹا دیا جاتا ہے۔ سوئی اور دھاگہ لے آؤ۔ خیانت سے بچو۔ یہ روز حشر خائن کے لیے عار ہوگی۔"

حضرت عقیل بن ابی طالب اپنی زوجہ محترمہ کے پاس گئے۔ ان کی تلوار خون سے آلودہ تھی۔ انہوں نے کہا: "مجھے علم ہے کہ آپ نے آج مشرکین کا قتل عام کیا ہے۔ مالِ غنیمت میں سے کیا ملا ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ سوئی ہے اس سے اپنے کپڑے سی لینا۔" انہوں نے اسے سوئی دے دی۔ پھر باہر نکلے تو آپ کے منادی کو سنا جو یہ اعلان کر رہا تھا: "جس کے پاس مالِ غنیمت میں سے کچھ ہو وہ اسے لوٹا دے۔ حضرت عقیل اپنی زوجہ کے پاس گئے۔ فرمایا: "یہ سوئی بھی تمہارے پاس نہیں رہے گی۔" انہوں نے اسے لیا اور مالِ غنیمت میں رکھ دیا۔ ایک شخص بالوں کا کمبل لے کر آیا۔ اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کمبل مجھے عطا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: "جو کچھ میرے لیے اور بنو عبدالمطلب کے لیے ہو گا وہ تیرا ہو گا۔"

حنین کے روز لوگ اپنے اپنے قبیلوں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ آپ نے ایک قبیلہ کو ترک کر دیا۔ ان میں سے ایک شخص کی چادر کے نیچے سے ہار نکلا تھا۔ جسے اس نے مالِ غنیمت سے چرایا تھا۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے اور اس طرح تکبیر کہی جس طرح آپ میت پر تکبیر کہتے تھے۔

اس روز مسلمانوں کے ہاتھوں دشمن کی عورتیں لگیں۔ مسلمان ناپسند کر رہے تھے کہ وہ ان کے ساتھ مباشرت کریں جبکہ ان کے خاوند ہوں۔ انہوں نے اس کے بارے آپ سے پوچھا۔ تو اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ۚ (النساء: ۲۴)

ترجمہ: "اور (حرام) ہیں خاوندوں والی عورتیں مگر (کافروں کی وہ عورتیں) جو تمہاری ملک میں آجائیں۔"

اس وقت آپ نے فرمایا: "حاملہ عورت جو قیدی ہو اس کے ساتھ مباشرت نہ کی جائے حتیٰ کہ اس کا وضع حمل ہو جائے اور نیز غیر حاملہ عورت سے مباشرت نہ کی جائے حتیٰ کہ اسے حیض آجائے۔"

جب مالِ غنیمت جمع کر دیا گیا تو آپ نے اسے جعرانہ میں رکھنے کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ آپ طائف سے واپس تشریف لے آئے۔ ابن سعد نے لکھا ہے اور العیون میں بھی ہے کہ قیدیوں کی تعداد چھ ہزار، اونٹوں کی تعداد چوبیس ہزار، بکریاں چالیس ہزار سے زائد اور چار ہزار اوقیہ چاندی مالِ غنیمت میں ملے۔

الطبرانی نے بدیل بن ورقاء سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیدیوں اور اموال کو جعرانہ روک دیا جائے حتیٰ کہ آپ تشریف لے آئیں۔" یہ سب کچھ جعرانہ روک دیا گیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت مسعود بن عمرو الغفاری کو مالِ غنیمت پر نگران مقرر کیا۔ امام عبدالرزاق نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اس روز قیدی بننے والے غلاموں اور عورتوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔ آپ نے حضرت ابوسفیان بن حرب یا حضرت بدیل بن ورقاء خزاعی کو ان پر نگران مقرر کیا۔

حنین میں نماز ظہر کی ادائیگی اور عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کے مابین فیصلہ

ابن اسحاق محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حنین میں نمازِ ظہر پڑھی پھر ایک طرف درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے۔ عیینہ بن حصن اٹھا اس نے عامر بن الاضبط اشجعی کے خون کا مطالبہ کیا۔ اس وقت وہ قیس کا سردار تھا۔ اس کے ساتھ ہی اقرع بن حابس اٹھا وہ محلم بن جثامہ کا دفاع کر رہا تھا۔ انہوں نے آپ کے سامنے جھگڑنا شروع کر دیا۔ عیینہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! بخدا! میں اسے نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ اس کی خواتین پر اسی طرح جنگ اور غم داخل کر دوں گا جس طرح اس نے میری خواتین پر داخل کیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "دیت لے لو۔" عیینہ نے انکار کر دیا۔ آوازیں بلند ہونے لگیں۔ شور زیادہ ہو گیا۔ بنولیث کا ایک شخص اٹھا۔ جس کا نام مکیتل تھا۔ اس نے مکمل ہتھیار سجا رکھے تھے۔ اس کے ہاتھ میں ڈھال تھی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جو کچھ اس نے کہا ہے میں اسلام کے نور میں اس کی مثال بکریاں ہی پاتا ہوں۔ جو کہیں آئیں اس کے ابتدائی حصہ پر تیر پھینکا جائے اس کا آخری حصہ بھاگ جائے۔ آپ اس کے لیے آج سنت قائم فرمادیں۔ آپ نے دست اقدس بلند کیے اور فرمایا: "دیت قبول کر لو۔ پچاس اونٹ فوراً لے لو اور پچاس

مدینہ طیبہ پہنچ کر لے لینا۔" آپ انہیں لگاتار فرماتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے دیت قبول کر لی۔

دوسری روایت میں ہے "اقرع بن حابس اٹھا۔ اس نے کہا: "اے گروہِ قریش! تم نے ایک مقتول کے بارے آپ سے سوال کیا تم نے آپ کو چھوڑ دیا کہ آپ لوگوں کے مابین صلح فرما دیں۔ مگر تم نے آپ کو روک دیا ہے کیا تم اس سے امن میں ہو کہ تم سے حضور والا ﷺ ناراض ہو جائیں اور اس کی وجہ سے رب تعالیٰ بھی تم پر ناراض ہو جائے یا آپ تم پر لعنت کریں۔ اس کی وجہ سے رب تعالیٰ بھی تم پر لعنت کرے۔ بخدا! تم یہ فیصلہ آپ کے سپرد کر دو۔ ورنہ بنو لیث کے پچاس افراد لائے جائیں۔ جو سارے یہ گواہی دیں گے کہ مقتول کا قتل واضح نہیں ہے۔ میں اس کا خون رائیگاں کر دوں گا۔" جب اس نے یہ بات کی تو انہوں نے دیت قبول کر لی۔ قاتل محلم ایک طرف تھا۔ لوگ اسے برابر اصرار کرتے رہے کہ بارگاہِ رسالت مآب میں جاؤ۔ آپ تمہارے لیے مغفرت طلب کریں۔ محلم اٹھا وہ ایک پتلا، لمبا اور گندم گوں انسان تھا۔ اس نے مہندی لگا رکھی تھی۔ حلہ پہن رکھا تھا۔ وہ قصاص کے لیے تیار ہونے کے لیے تیار ہوا تھا۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو گر رہے تھے۔ اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جو معاملہ آپ تک پہنچا ہے میں اس سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" آپ نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے کہا: "محلم بن جثامہ۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم نے اسلام کے عمدہ حصہ میں اپنے اسلحہ کے ساتھ اسے قتل کیا ہے۔ مولا! محلم کو معاف نہ کر۔" آپ نے یہ جملہ بلند آواز سے فرمایا تا کہ سارے لوگ اسے سن لیں۔ محلم نے دوبارہ عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" آپ نے بلند آواز سے کہا تا کہ لوگ اسے سن لیں۔ "مولا! محلم بن جثامہ کو معاف نہ کرنا۔" اس نے تیسری بار عرض کی تو آپ نے تیسری بار بھی اسی طرح فرمایا۔ وہ آپ کے سامنے سے اٹھا وہ اپنی چادر سے اپنے آنسو صاف کر رہا تھا۔ حضرت ضمرہ اسلمی روایت کرتے ہیں "ہم باہم باتیں کرتے تھے کہ آپ نے اس کے لیے استغفار کے لیے اپنے لب مبارک ہلائے تھے۔ لیکن آپ نے بلند آواز سے استغفار نہ کی تا کہ لوگ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں انسانی خون کی قدر و قیمت جان لیں۔

اہلِ مدینہ کو بشارت

محمد بن عمر نے داؤد بن حصین سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "آپ نے حضرت نہیک بن اوس کو بنو ہوازن پر فتح کی بشارت دے کر بھیجا۔ وہ اسی دن رات کے وقت عازم سفر ہوئے۔ اوطاس کے رستے سے غمرہ پہنچے۔ وہاں لوگ کہہ رہے تھے "محمد عربی ﷺ کو ایسی شکست ہوئی ہے کہ ایسی شکست کبھی کسی کو نہیں ہوئی۔ مالک بن عوف آپ کے لشکر پر غالب آ

چکا ہے۔" انہوں نے کہا۔ میں نے کہا: "یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔ یہ باطل خبریں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محترم ﷺ کو فتح عطا کی ہے۔ ان کی خواتین اور اولاد بطور قیدی آپ کو عطا کیے ہیں۔" میں یہ خبر پھیلاتا رہا حتیٰ کہ میں معدن بنی سلیم تک پہنچ گیا۔ میں مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ میں اوطاس سے تین دن میں یہاں پہنچ گیا۔ میں اس سے زائد بھی سواری پر سوار نہ ہوا تھا۔ جب میں عیدگاہ تک پہنچا۔ میں نے باآواز بلند کہا: "اے مسلمانو! تمہیں حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی سلامتی مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہوازن پر فتح عطا کی ہے۔ آپ نے ان کی خواتین کو قیدی بنالیا ہے اور ان کے اموال بطور مالِ غنیمت عطا فرمائے ہیں۔ میں نے آپ کو اس حالت پر چھوڑا ہے کہ مالِ غنیمت آپ کے ہاتھوں میں تھا۔ لوگ جمع ہو گئے وہ حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی سلامتی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ پھر میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ تک گیا۔ میں نے انہیں بتایا انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔" مسلمانوں کی پسپائی کی خبر ہر طرف پھیل چکی تھی۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے لوگوں کی باتوں کو جھوٹ ثابت کر دیا۔

اس غزوہ کے بارے قرآن پاک کا نزول

رب تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اپنا احسان اور فضل یاد دلاتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْــٴًـا وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ۟ۚ(۲۵) ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ(۲۶) ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۲۷) (التوبہ: ۲۵ تا ۲۷)

ترجمہ: "بے شک مدد فرمائی تمہاری اللہ نے۔ بہت سے جنگی میدانوں میں اور حنین کے روز بھی جبکہ گھمنڈ میں ڈال دیا تھا تمہیں تمہاری کثرت نے پس نہ فائدہ دیا تمہیں (اس کثرت نے) کچھ بھی اور تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے پھر تم مڑے پیٹھ پھیرتے ہوئے۔ پھر نازل فرمائی اللہ نے اپنی خاص تسکین اپنے رسول پر اور اہلِ ایمان پر اور اتارے وہ لشکر جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر رحمت سے توجہ فرمائے گا اللہ اس کے بعد جس پر چاہے اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔"

اس غزوہ کے بارے اشعار

حضرت عباس بن مرداس سلمی قارب بن اسود، فرازہ اور ذالخمار کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الا من مُبلِغٌ غیلانَ عنی　　　　و سوف اخالُ یاتیہ الخبِیْرُ

ترجمہ: "ارے کون ہے جو میری طرف سے غیلان کو یہ پیغام دے دے میرا خیال ہے کہ عنقریب اس کے پاس ایک آگاہ شخص آجائے گا۔"

و عروۃ انما اھدی جواباً　　　　و قولًا غیر قولکما یسیرُ

ترجمہ: "جو عروہ کو بھی پیغام دے دے۔ میں ایسا جواب دینا چاہتا ہوں اور ایسا قول کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے قول کے علاوہ ہوگا وہ پھیل جائے گا۔"

بانَّ محمدًا عبدًا رسولٌ　　　　لربّ لا یضل و ولا یجورُ

ترجمہ: "وہ کہ حضور اکرم ﷺ رب تعالیٰ کے عبد کامل اور رسول مکرم ﷺ ہیں وہ گمراہ نہیں ہوتے نہ حد سے متجاوز ہوتے ہیں۔"

وجَدْناہ نبیًا مثل موسٰی　　　　فکل فتًی یُغایرہ مَغیرُ

ترجمہ: "ہم نے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ایک بلند مرتبت نبی پایا ہے ہر جوان جو بھلائی میں آپ کا مقابلہ کرے گا وہ مغلوب ہوجائے گا۔"

و بئس الامرُ امرُ بنی قِسِیٍّ　　　　بوجٍ اذا تُقُسمّت الامورُ

ترجمہ: "بنو قسی کا معاملہ جو وج کے مقام پر رونما ہوا تھا وہ کتنا برا معاملہ تھا جب ان کے امور منتشر ہوگئے تھے۔"

اضاعُوْا امرھم و لکل قوم　　　　امیرٌ والدوائر قد تدورُ

ترجمہ: "انہوں نے اپنا معاملہ ضائع کر دیا ہر قوم کا ایک امیر ہوتا ہے حوادثات زمانہ تو بدلتے رہتے ہیں۔"

فجئنا اُسْد غاباتٍ الیھم　　　　جنود اللہ ضاحِیَۃً تسیرُ

ترجمہ: "ہم جنگلوں کے شیر کی مانند ان کے پاس آئے۔ رب تعالیٰ کے لشکر واضح انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔"

تومُّ الجمعَ جمعَ بنی قِسِیٍّ　　　　علی حَنقٍ نَکادُ لہ نطیرُ

ترجمہ: "ہم ایک لشکر یعنی بنو قسی کے لشکر کا ارادہ کر رہے تھے سخت غصے کے عالم میں قریب تھا کہ ہم ان کی سمت

پرندوں کی طرح اڑے جارہے ہوں۔"

و اُقسمُ لو هُمُو مکثو لیسرْنا | الیهم بالجنود و لم یَفُوروا

ترجمہ: "میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ ٹھہرتے تو ہم ان کی جانب ایسے لشکر لے کر جاتے وہ واپس نہ جاسکتے۔"

فکنا اُسْد لیّةَ ثَمَّ حتّی | ابحناها و اسلمت النصورُ

ترجمہ: "ہم تو لیہ کے شیر تھے حتیٰ کہ ہم اسے فتح کر لیتے اور بنو نصر کو ہمارے سپرد کر دیا جاتا۔"

و یومٍ کانَ قبلُ لدی حُنینٍ | فاقْلَعَ والدماء به تموزُ

ترجمہ: "اس سے قبل روزِ حنین بھی تھا۔ جس نے انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکا اس میں خون سیلاب کی طرح بہہ رہا تھا۔"

من الایام لم تسمَعْ کیَوْمٍ | و لم یسمعْ به قومٌ ذکورُ

ترجمہ: "وہ ایام میں سے ایک ایسا دن ہے جس کے متعلق نہ تم نے سنا نہ بہادر قوم نے اس کے بارے کچھ سنا۔"

قتلنا فی الغبار بنی حُطیطٍ | علی رایاتها والخیلُ زُورُ

ترجمہ: "ہم نے غبار میں بنو حطیط کو قتل کیا جہاں ان کے گھوڑے تھے اور ان کے گھوڑے مائل ہو رہے تھے۔"

و لم تك ذوالخمار رئیسَ قومٍ | لهم عقل یُعاقبُ او نکیرُ

ترجمہ: "اس وقت ذوالخمار قوم کا سردار نہیں تھا۔ ان کی عقل تھی یا تدبیر تھی جسے سزا دی جارہی تھی۔"

اقام بهم علی سنَنِ المنایا | و قد بانَت لمُبصرِها الامورُ

ترجمہ: "وہ انہیں موت کی راہوں پر کھڑا کر گیا تھا۔ حالانکہ اس کی بصارت پرکھنے والے کے لیے امور بالکل عیاں ہو چکے تھے۔"

فافْلَتْ مَنْ نجا منهم حریضًا | و قُتِّلَ منهم بشرٌ کثیرٌ

ترجمہ: "ان میں سے جس نے نجات پائی وہ اس طرح لوٹا کہ وہ اٹھنے کے قابل نہ رہا تھا ان میں سے کثیر لوگ تہ تیغ ہوئے تھے۔"

ولا یُغنی الامورَ اخو التوانی | ولا الفلِقُ الصُّریِّرة الحصورُ

ترجمہ: "کاہل شخص کو امور کوئی فائدہ نہیں دے سکتے نہ ہی بہت زیادہ رکاوٹوں والا، نامرد اور مسدود شخص کوئی کردار ادا کر سکتا ہے۔"

احانهم و حانَ و ملّکوهٔ | امورَهم و اَفْلتَتِ الصقورُ

ترجمہ: "اس نے انہیں ہلاک کر دیا وہ خود بھی ہلاکت کی وادی میں گر پڑا انہوں نے اسے اس وقت امور کا والی بنایا جب شاہین صفت لوگ بھاگ رہے تھے۔"

بنو عوفٍ تمیجُ بھم جیادٌ　　آھِینَ لھا الفصَافِصُ والشعیرُ

ترجمہ: "عمدہ گھوڑے عمدہ چال کے ساتھ بنوعوف کو لے جارہے تھے ان کے لیے بریسم اور جو مہیا کیے گئے تھے۔"

فلولَا قاربٌ و بنو اَبِیہِ　　تُقُسمتِ المزارعُ والقصورُ

ترجمہ: "اگر قارب اور اس کے بھائی نہ ہوتے تو کھیتوں اور محلات کو تقسیم کر دیا جاتا۔"

و لکن الریاسَۃَ عُمِّمُوھا　　علی یُمنٍ اشارَ بہ المُشِیرُ

ترجمہ: "لیکن اس برکت کی وجہ سے ریاست ان کے سپرد کر دی گئی جس کی طرف حضور والا ﷺ نے اشارہ کیا تھا۔"

اطاعُوا قاربًا و لھم جُدودٌ　　و احلامٌ الی عِزٍّ تصیرُ

ترجمہ: "انہوں نے قارب کی فرمانبرداری کی حالانکہ انکے ہاں ایسے آباء اور عقلیں تھیں جو انہیں عزت کی طرف لے جانے والی تھیں۔"

فان یُھْدُا الی الاسلامِ یُلفَوْا　　اُنُوفَ النایس ما سَمرَ السمیرُ

ترجمہ: "اگر انہیں اسلام کی طرف ہدایت نصیب ہو جائے تو یہ لوگوں کے پیش رو رہیں گے جب تک اہلِ سمیر داستان بیان کرتے رہیں گے۔"

و ان لم یُسلموا فھم آذَانٌ　　بحرب اللہ لیس لھم نصیرٌ

ترجمہ: "اور اگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا تو پھر ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہے اور ان کا مددگار کوئی نہ ہوگا۔"

کما حَکَّتْ بنی سَعدٍ وَ حَرْبٍ　　برھطِ بنی غزیَّۃَ عَنقضیرُ

ترجمہ: "جیسے جنگ نے بنوسعد کو برباد کر دیا اور یہ جنگ بنوغزیہ پر بھی بہت بڑی مصیبت لے کر آئی۔"

کَاَنَّ بنی مُعاویۃَ بنِ بکرٍ　　الی الاسلام ضائنۃٌ تخورُ

ترجمہ: "بنومعاویہ گویا کہ اسلام کے آگے گائے کے بچے بن گئے جو آوازیں نکالتے ہیں۔"

فقلنا اَسلمُوا انا اخوکم　　و قد برئت من الثرۃ الصدورُ

ترجمہ: "ہم نے انہیں کہا کہ اسلام قبول کرلو۔ ہم تمہارے بھائی ہیں جبکہ سینے کینے سے پاک ہو چکے ہیں۔"

كَانَ الْقَوْمُ اِذْ جَاؤُوا اِلَيْنَا   مِنَ الْبَغْضَاءِ بَعْدَ السِّلْمِ عُوْرُ

ترجمہ: "جب قوم صلح کے بعد بھی ہماری طرف آئی تو بغض کی وجہ سے وہ کانی لگ رہی تھی۔"

حضرت بجیر بن زہیر بن ابی سلمی نے کہا:

لَوْ لَا الْاِلٰهُ وَ عَبْدُهٗ وَ لَّيْمٍ   حِيْنَ اسْتَخَفَّ الرُّعْبُ كُلَّ جَبَانٍ

ترجمہ: "اگر معبود برحق نہ ہوتا اور اس کا بندہ خاص نہ ہوتا تو تم لوگ روگرداں ہو کر بھاگ جاتے جب ہر بزدل کو رعب نے ہلکا پھلکا بنا دیا تھا۔"

بِالْجِزْعِ يَوْمَ حَبَالَنَا اَقْرَانُنَا   وَ سَوَابِحٌ يَكْبُوْنَ لِلْاَذْقَانِ

ترجمہ: "جس روز وادی کے موڑ پر دشمن ہمارا مقابلہ کر رہے تھے اور برق رفتار گھوڑے منہ کے بل گر رہے تھے۔"

مِنْ بَيْنِ سَاعٍ ثَوْبُهٗ فِيْ كَفِّهٖ   وَ مُقَطَّرٍ بَسَنَانِكٍ وَ لِبَانٍ

ترجمہ: "بعض دوڑنے والے اپنے کپڑے ہتھیلیوں میں رکھے ہوئے تھے۔ بعض کے اردگرد تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ بعض کے سینوں کو گھوڑے روند رہے تھے۔"

وَاللّٰهُ اَكْرَمَنَا وَ اَظْهَرَ دِيْنَنَا   وَ اَعَزَّنَا بِعِبَادَةِ الرَّحْمٰنِ

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے ہم پر کرم کیا۔ ہمارے دین کو غالب کر دیا رحمان رب تعالیٰ کی عبادت کرنے کی وجہ سے اس نے ہمیں عزت دی۔"

وَاللّٰهُ اَهْلَكَهُمْ وَ فَرَّقَ مِثْلَهُمْ   وَ اَذَلَّهُمْ بِعِبَادَةِ الشَّيْطَانِ

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے انہیں ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیا۔ ان کی جمعیت منتشر کر دی شیطان کی پوجا کرنے کی وجہ انہیں رسوا کر دیا۔"

اِذْ قَامَ عَمُّ نَبِيِّكُمْ وَ وَلِيُّهٗ   يَدْعُوْنَ بِالْكَتِيْبَةِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: "اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے نبی کریم ﷺ کے چچا جان اور مددگار کھڑے ہوئے وہ یوں پکار رہے تھے" اے اہل ایمان کا لشکر!"

اَيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ اَجَابُوْا رَبَّهُمْ   يَوْمَ الْعُرَيْضِ وَ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ

ترجمہ: "وہ کہہ رہے تھے" وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے عریض کے دن اپنے رب تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہا تھا اور جنہوں نے بیعت الرضوان میں شرکت کی تھی۔"

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

فانی والسوابحُ یوم جمع ۔۔۔ وما یتلوا الرسولُ من الکتابِ

ترجمہ: "میدانِ وغا کے روز سریع رفتار گھوڑوں اور اس رسولِ مکرم ﷺ کے ساتھ جو کتاب حکیم کی تلاوت کرتے تھے ان کے ساتھ میں نے۔"

لقد اصبحتُ ما لقیت ثقیفٌ ۔۔۔ بجنب الشعبِ امس من العذابِ

ترجمہ: "بنو ثقیف کو جواب دیا۔ جب کل وہ گھاٹی کی ایک طرف عذاب میں مبتلا ہوئے تھے۔"

ھم راس العدو من اھل نجد ۔۔۔ فقتلھم الذُّ من الشراب

ترجمہ: "وہ اہلِ نجد میں سے دشمن کے سرغنہ ہیں۔ انہیں تہ تیغ کرنا شراب سے بھی لطف آور ہے۔"

ھزمنا الجمع جمع بنی مَتِّی ۔۔۔ و حکُّث برکھا بہی رثاب

ترجمہ: "ہم نے لشکر بنو مستی کے لشکر کو ہزیمت سے دو چار کر دیا۔ جب جنگ نے بنو رئاب پر اپنا سینہ رگڑا۔"

و صرمًا من ھِلالٍ غادرتھم ۔۔۔ باوطاسٍ تعفَّرُ فی التراب

ترجمہ: "بنو ھلال کے خاندان کو جنگ نے اوطاس کے مقام پر برباد کر دیا۔ جبکہ انہیں مٹی سے ڈھانپا جا رہا تھا۔"

و لولا قینَ جمعَ بنی کلاب ۔۔۔ لقام نأوُھم والنقع کابی

ترجمہ: "اگر ہم نے بنو کلاب کے لشکر کے ساتھ نبرد آزما ہوتے تو ان کی خواتین کھڑی ہو جاتیں۔ ہر طرف گرد و غبار ہوتا۔"

رکضنا الخیل فیھم بین بسٍّ ۔۔۔ الی الاوْرادِ تخِظ بالنھاب

ترجمہ: "ہم نے بس اور اوراد کے مابین ان پر گھوڑے دوڑائے وہ آگے بڑھنے کی وجہ سے ہانپ رہے تھے۔"

بذی لجبٍ رسولُ اللہ فیھم ۔۔۔ کتیبتہٌ تعرضُ للضِرّابِ

ترجمہ: "ہم ایک ایسے عظیم لشکر کے ہمراہ تھے جس میں سرورِ کائنات ﷺ جلوہ افروز تھے۔ آپ کا لشکر شمشیر زنی کے لیے تیار کیا گیا تھا۔"

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

یا خاتم النبآء انک مرسل ۔۔۔ بالحق کل ھدی السبیل ھداکا

ترجمہ: "اے خاتم النبیین صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے رستہ کی ہر ہدایت آپ ہی کی

ہدایت ہے۔"

ان الاله بنی علیك محبة فی حلقه و محمدًا سمّاکا

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں آپ کی محبت رکھ دی ہے اور اس نے آپ کا نام نامی محمد (جانِ عالم روحِ کائنات ﷺ) رکھا ہے۔"

ان الذین و فوا بما عاهدتهم جند بعثت علیهم الضحّاکا

ترجمہ: "پھر وہ لوگ ہیں جنہوں نے وہ معاہدہ پورا کر دیا جو آپ نے ان سے لیا تھا وہ ایسا لشکر ہے جس پر آپ نے ضحاک کو امیر بنایا ہے۔"

رَجُلا به دربُ السلاح کانه لما تکنفهُ العدو یَرَاکا

ترجمہ: "وہ ایسا شجاع شخص ہے جس کا اسلحہ بہت تیز ہے۔ جب دشمن اسے گھیر لیتا ہے تو وہ آپ کی زیارت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔"

یغشی ذوی النسب القریب و انما یبغی رِضی الرحمٰن ثم رضاکا

ترجمہ: "وہ قریبی نسب رکھنے والے شخص پر حملہ آور ہو جاتا ہے وہ رب تعالیٰ کی رضا کے متلاشی ہوتے ہیں پھر آپ کی رضا کے طلب گار ہوتے ہیں۔"

أُنبیك انی قد رایتُ مِکرَّهُ تحت العجاجة یدمغ الاشراکا

ترجمہ: "میں آپ سے عرض کرتا ہوں میں نے اسے دیکھا وہ گرد و غبار کے نیچے بار بار حملے کر رہا تھا وہ شرک پر ضرب کاری لگا رہا تھا۔"

طُورًا یعانق بالیدَین و تارةً یُغری الجماجم صارمًا بتاکا

ترجمہ: "وہ کبھی دونوں ہاتھوں سے معانقہ کرتا کبھی وہ شمشیر بے نیام اور قاطع تلوار کے ساتھ سرداروں کی کھوپڑیاں چیرتا۔"

یغشی به هام الکماةِ ولو تری منه الذی عاینت کان شفاکا

ترجمہ: "وہ اس شمشیر براں کے ساتھ بہادروں کی کھوپڑیاں چیر رہا تھا۔ اگر آپ اس کے ان کارناموں کو دیکھ لیتے جو میں نے دیکھے تھے تو آپ کو سکون ملتا۔"

و بنو سُلم مُعفتونُ امامَة ضربا و طعنًا فی العدُ دِراکا

ترجمہ: ''بنوسلیم ضحاک کے سامنے یوں لڑ رہے تھے کہ وہ دشمنوں پر بار بار تلواریں مار رہے تھے اور پیہم نیزے برسا رہے تھے۔''

یمشون تحتِ لوائه و کانهم أُسدُ العیرین اردْنَ ثَم عِرَاکا

ترجمہ: ''وہ ضحاک کے علَم کے نیچے رواں دواں تھے گویا کہ وہ کچھار کے شیر تھے جو وہاں معرکہ آزمائی کا قصد کرتے تھے۔''

ما یرتجونَ من القریب قرابةً الا بطاعةِ ربهم و هواکا

ترجمہ: ''وہ کسی رشتہ دار سے کسی رشتہ داری کی امید نہیں رکھتے وہ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت اور آپ کی رضا کے حصول کے لیے یوں کر رہے تھے۔''

هَذِی مَشاهدُنا التی کانت لنا معروضةً وولیُّنَا مَوْلاکا

ترجمہ: ''یہ ہمارے مشاہدات ہیں جو ہمارے لیے معروف و مشہور ہیں ہمارا مددگار آپ کا مولیٰ ہے۔''

حضرت عباس بن مرداس نے کہا:

عفا مجدلٌ من اهله فمتالع فمطلی اریكٍ قد خلا فالمُصانعُ

ترجمہ: ''مجدل اپنے باسیوں کے چلے جانے کی وجہ سے مٹ گیا پھر متالع بھی ختم ہو گیا۔ اریک کی سرزمین خالی ہو گئی مکانات بھی خالی ہو گئے۔''

دیارٌ لنا یا جُملُ اِذْ جُل عیشنا رخیٌّ و صرفُ الدهر للحَیِّ جامعُ

ترجمہ: ''اے جمل! ہمارے گھر بھی برباد ہو گئے۔ وہ وقت یاد کرو جب ہماری زندگی کا بیشتر حصہ آسودگی میں گزرا۔ پھر حوادثاتِ زمانہ نے سارے قبیلے کو گھیر لیا۔''

حُبیبةٌ الْوتْ بها غُربة النوی لِتبن فهل ماضٍ من العیش راجع

ترجمہ: ''بنو حبیبہ کو بھی جدائی کی اجنبیت نے لپیٹ کر رکھ دیا۔ ذرا بتاؤ کیا وہ زندگی واپس آ سکتی ہے جو گزر گئی ہے۔''

فان تبتغی الکفارُ غیر ملومةٍ فانی وزیرٌ للنَّبیِّ و تابعُ

ترجمہ: ''اگر تم ملامت کیے بغیر کفار کی دوستی کا دم بھرتے ہو تو کیا ہوا؟ میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوجھ اٹھانے والا اور پیروکار ہوں۔''

دعانا الیه خیرُ و فد علمتهم خزیمةُ والمرارُ منهم و واسِعُ

ترجمہ: "اس بہترین وفد نے ہمیں ان کی طرف دعوت دی جس سے تم آگاہ ہو ان میں بنوخزیمہ، بنومراد اور بنوواسع ہیں۔"

فجئنا بالفٍ من سُلیم علیہمُ لبوس لھم من نسبح داؤد رائع

ترجمہ: "ہم بنوسلیم کے ایک ہزار افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے جنہوں نے عمدہ زرہیں پہن رکھی ہیں (گویا کہ) انہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے بنایا ہے۔"

نُبایعہ بالاخشبین و انما ید اللہ بین الاخشبین نبایعُ

ترجمہ: "اخشبین کے مقام پر ہم نے آپ کی بیعت کی۔ گویا کہ اخشبین کے درمیان ہم نے رب تعالیٰ کے دستِ قدرت پر بیعت کی۔"

فجُسنا مع المھدی مکۃ عَنوۃً باسْیَافِنَا والنقع کابٍ و ساطِعُ

ترجمہ: "ہم اس ہدایت یافتہ ہستی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں اپنی تلواریں لیے گھس گئے۔ اس وقت گرد وغبار پھیل رہا تھا۔"

علانیۃً والخیلُ یغشَی متونَھا حمیمٌ و انٍ من دم الجوف ناقعُ

ترجمہ: "ہم اعلانیہ اس میں داخل ہوئے۔ جبکہ گھوڑوں کے پشتوں پر پسینہ غالب تھا ان کے پیٹ گرم لہو سے لبریز تھے۔"

و یوم حنین حین سَارت ھوازنٌ الینا و ضافت بالنفوس الا ضالعُ

ترجمہ: "غزوۂ حنین کے روز جب بنوھوازن ہماری طرف چلے اور سانسوں کی وجہ سے پسلیاں بھی تنگ پڑ گئی تھیں۔"

صبرنا مع الضحّاك لا یستفزُّنا قراع الاعادِی منھم والوقائعُ

ترجمہ: "ہم نے ضحاک کے ساتھ صبر کیا۔ دشمن کی طرف سے واقعات وحوادث نے ہمیں اکھیڑ نہ پھینکا۔"

امام رسول اللہ یخفقُ فُوقنا لواء کخُذروفِ السحابۃ لامِعُ

ترجمہ: "حضور اکرم کے سامنے ہمارے اوپر جھنڈے یوں لہرا رہے تھے جیسے اوپر نیچے ہوتا ہوا بادل ہوا۔"

عشیۃَ ضحّاكِ بن سفیان معتصٍ بسیفِ رسول اللہ والموت کانعُ

ترجمہ: "جس شام کو ضحاک بن سفیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمشیر بے نیام کے ساتھ شمشیر زنی کر رہے تھے موت قریب کھڑی تھی۔"

نذودُ اخانا عن اخينا و لو نرى مصارا لكنا الاقربين نتابعُ

ترجمہ: "ہم بھائیوں کو بھائیوں سے راہِ فرار اختیار کرار ہے تھے اگر کچھ گنجائش ہوتی تو ہم اپنے قریبی رشتہ کی ضرور اتباع کر لیتے۔"

و لكن دين الله دين محمدٍ رضينا به فيه الهدى والشرائع

ترجمہ: "لیکن اللہ تعالیٰ کا دین وہی ہے جو حضور اکرم ﷺ کا دین حق ہے۔ اس میں ہدایت ہے اور شریعت مطہرۃ ہے۔"

اقام به بعد الضلالة اَمْرَنا و ليس لامرٍ حمَّهُ الله دافِعُ

ترجمہ: "اس کی وجہ سے ضلالت کے بعد ہمارا امر درست ہو گیا جو کچھ رب تعالیٰ مقدر کر دیتا ہے اسے روکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔"

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

ما بالُ عينِك فيها عائرٌ سهِرُ مثلُ الحماطة اُغْضى فوقها الشفرُ

ترجمہ: "کیا تمہاری آنکھوں میں کوئی تنکا ہے جس کی وجہ سے یہ جاگ رہی ہیں یوں لگتا ہے جیسے گلے کے اندر جلن ہو اور اس پلکیں بند ہو چکی ہوں۔"

عين تاوَّبها من شجْوِها ارق فالماء لِغمُرها طورًا و ينحدرُ

ترجمہ: "غم کی وجہ سے بیداری نے آنکھ کو اپنا گھر بنا لیا ہے۔ کبھی آنسو اس پر چھا جاتے ہیں اور کبھی رواں ہو جاتے ہیں۔"

كانه نظمُ درٍّ عندَ ناظمة تقطع السلكُ منه فهو مُنتثرُ

ترجمہ: "گویا کہ یہ ہار پرونے والی کے ہاں موتیوں کی لڑی ہو جس کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو اور موتی منتشر ہو گئے ہوں۔"

يا بُعْدَ منزل من ترجو مودته و من اتى دونه الصمانُ فالحفرُ

ترجمہ: "ہائے اس گھر کا بعد جس کی محبت کی تمہیں امید ہے جس کے مابین صمان اور حفر حائل ہو چکے ہیں۔"

دع ما تقدم من عهد الشباب فقد ولّى الشبابُ و زار الشيبُ والزعرُ

ترجمہ: "گذرے ہوئے زمانہ کا تذکرہ چھوڑ دو۔ وہ تو بیت گیا ہے اب بڑھاپا اور گنجا پن آچکا ہے۔"

و اذكر بلاء سُليم فى مواطنها و فى سُليم لاهل الفخرِ مفتخَرُ

ترجمہ: "تو بنو سلیم کی اس آزمائش کا تذکرہ کر جو ان کے مقامات پر ان پر طاری ہے ان میں ایسے قابل فخر سپوت ہیں جن پر فخر کیا جاتا ہے۔"

قومٌ هُمُوْ نصروا الرحمٰنَ واتبعوا دينَ الرسولِ و امرُ الناس مشتجرٌ

ترجمہ: "یہ وہ فرخندہ فال قوم ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی نصرت کی حضور اکرم ﷺ کے دین کی اتباع کی جبکہ دوسرے لوگوں کا معاملہ جھگڑے کا شکار ہے۔"

لا يغرسونَ فسيلَ النخل وسطهم ولا تحاور فى مشتاهم البقرُ

ترجمہ: "بنو سلیم اپنے گھروں کے وسط میں کھجور کے درخت نہیں لگاتے نہ ہی ان کے ان مقامات پر گائیں آواز نکالتی ہے جہاں وہ موسم گرما گذارتے ہیں۔"

الا سوابحَ كالعقبان مقربةً فى دارةٍ حَوْلها الاخطارُ والعكرُ

ترجمہ: "وہ اپنے گھروں میں اپنے گھوڑے رکھتے ہیں جو شہباز کی طرح سریع رفتار ہیں ان کے ارد گرد اونٹوں کے گلے ہوتے ہیں۔"

تدعى كفافٌ و عوف فى جوانبها و حى ذكوان لاميلٌ ولا ضجرٌ

ترجمہ: "ان کی جوانب میں بنو کفاف، بنو عوف اور ذکوان کے قبائل کو بلایا جاتا ہے جو نہ مفلس ہیں نہ غیر مسلح ہیں۔"

الضاربون جنود الشرك ضاحيةً ببطن مكة والارواحُ تبتدرُ

ترجمہ: "وہ مشرکین کے لشکر کو مکہ مکرمہ کی وادی میں عیاں طور پر مار رہے ہیں۔ مشرکین کی ارواح تیزی سے نکل رہی ہیں۔"

حتّٰى رفعنا و قتلاهم كانهم نخلٌ بظاهرة البطحاء و منقعرُ

ترجمہ: "ہم نے انہیں بلند کیا جبکہ ان کے مقتول وادیٔ بطحاء میں کھجوروں کے ان درختوں کی طرح تھے جو جڑ سے اکھڑ چکے ہوں۔"

و نحن يوم حنين كان مشهَدُنا للدين عزًّا و عند الله مدّخرُ

ترجمہ: "غزوۂ حنین میں ہماری شرکت صرف اس لیے تھی تاکہ رب تعالیٰ کے دین حق کو عزت نصیب ہو اور اس کا اجر رب تعالیٰ کے ہاں ذخیرہ ہو جائے۔"

اذ نركبُ الموتَ مخضرًّا بطائنهٗ والخيلُ ينجابُ عنها ساطع كدرُ

ترجمہ: "ہم موت پر سوار تھے اس کے اندرونی راز ظاہر ہو رہے تھے گھوڑوں کے پاؤں سے مکدر گرد و غبار اٹھ رہا تھا۔"

تحت اللواء مع الضحاكِ يقدمُنا كما مشى الليث فى غاباته الخدِر

ترجمہ: "جھنڈے کے نیچے ہم ضحاک کے ہمراہ تھے۔ وہ ہمارے آگے آگے یوں چل رہے تھے جیسے شیر اس کچھار سے نکل کر چلتا ہے جس کے ارد گرد جھاڑیاں ہوں۔"

فى ماذق من مجرٍّا الحرب كلكلها تكادُ تأفل منه الشمس والقمر

ترجمہ: "میدانِ جنگ کی تنگ نالی میں ان کا سینہ یوں اٹھا ہوا ہوتا ہے کہ قریب ہوتا ہے کہ اس کے خوف سے آفتاب و ماہتاب غروب ہو جائیں۔"

و قد صبرنا باوطاسٍ اُسِنَّتنا لله تنصُر من شئنا و ننتصِرُ

ترجمہ: "ہم نے اوطاس کے معرکہ میں صبر کیا۔ ہمارے نیزے اللہ تعالیٰ کے لیے تھے۔ ہم جس کی چاہتے ہیں مدد کرتے ہیں اور غلبہ پالیتے ہیں۔"

حتى تاوّب اقوامٌ منازلهم لولا المليكُ ولو لا نحن ما صدورا

ترجمہ: "حتیٰ کہ تمام اقوام اپنی اپنی منازل میں لوٹ آئیں اگر ذات باری تعالیٰ اور ہم نہ ہوتے تو یہ اس طرح واپس نہ آتیں۔"

فما ترى معشرا حَلّوْا ولا كثروا الاقد اصبح منافيهمُ اثرُ

ترجمہ: "تم کسی کثیر یا قلیل جماعت کو نہ دیکھو گے مگر تم دیکھو گے کہ اس میں ہماری تاثیر ضرور موجود ہے۔"

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

ياايها الرحُل الذى تهوى به و جناء مُجمرةُ المُناسم عرمُسَ

ترجمہ: "اے وہ شخص جسے فربہ، محکم قدم والی اور طاقتور اونٹنی لے کر جا رہی ہے۔"

اما اتيت على النبى فقل له حقًّا عليك اذ اطمانّ المجلسُ

ترجمہ: "اگر تو حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو جب آپ کی محفل پاک پر سکون ہو جائے تو آپ کی خدمت میں یہ ضرور عرض کرنا۔"

باخيرَ من ركب المطى و من مشى فوق التراب اذا تعدُّ الا نفسُ

ترجمہ: "اے لوگوں میں سے بہترین ذات! جو سواری پر سوار ہوں یا مٹی پر چلیں جب لوگوں کو گنا جائے۔"

انا وَفینا بالذی عاھَدتنا　　والخیل تقدَع بالکماۃ و تضرِسُ

ترجمہ: "ہم نے وہ وعدہ پورا کر دیا ہے جو آپ سے کیا تھا۔ جب گھوڑوں کو بہادر جوانوں کے ذریعے روکا جا رہا تھا اور ان کی داڑھوں پر مارا جا رہا تھا۔"

اذ سال من افناء بھثۃ کلھا　　جمعٌ تظل بہ المغارمُ ترجسُ

ترجمہ: "جب قبیلہ بہثہ کے سارے لشکر رواں ہوئے تو پہاڑی رستوں پر سایہ ہو گیا اور وہ لرزا ٹھے۔"

حتی صبحنا اھل مکۃ فیلقًا　　شھباء یقدمھا الھمام الاشوسُ

ترجمہ: "حتیٰ کہ ہم نے صبح سویرے ہی بڑے چمکدار لشکر کے ساتھ اہلِ مکہ پر حملہ کر دیا۔ اس کی زمامِ قیادت ایک طاقتور اور دلیر سردار کر رہا تھا۔"

من کل اَغلبَ من سُلیمٍ فوقہ　　بیضاء محکمۃُ الدخال و قونَسُ

ترجمہ: "ہر لشکر میں بنو سلیم کا ایک ایسا لشکر شامل تھا جس کے جسم پر سفید اور طاقتور زرہ تھی اور سر پر خود موجود تھا۔"

یُروی القناۃ اذا تجاسر فی الوغی　　و تخالُہ اسدًا اِذا ما یعبِسُ

ترجمہ: "جب وہ میدانِ جنگ میں بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے تو وہ نیزوں کو سیراب کرتا تھا جب وہ سختی دکھاتے ہیں تو تو انہیں شیر سمجھے گا۔"

یغشی الکتیبۃ مُعلَمًا و بکفہ　　عضبٌ یقدُّ بہ و لَدُنٌ مدعَسُ

ترجمہ: "وہ نشان لگا کر لشکر پر چھا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ تلوار ہے جس کے ساتھ وہ دشمنوں کو پارہ پارہ کر رہا ہے اور اس کے پاس نرم اور سخت نیزے بھی ہیں۔"

و علی حین قد و فی من جمعنا　　الف اُمِدَّ بھا الرسولُ عرندَسُ

ترجمہ: "غزوۂ حنین میں ہماری تعداد پوری ایک ہزار تھی جو ایسے بہادر شیروں پر مشتمل تھی جن کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی گئی تھی۔"

کانوا امامَ المسلمین دریئَۃً　　والشمسُ یومئِذٍ علیھم اشمسُ

ترجمہ: "یہ شیر اہلِ ایمان کے آگے دشمن کا نشانہ تھے اس روز ان پر ایک سورج کئی سورج لگ رہا تھا۔"

نمضی و یحرسُنا الالٰہُ بحفظہ　　واللہ لیسَ بضائع من یحرُسُ

ترجمہ: "ہم آگے ہی رواں دواں تھے رب تعالیٰ ہماری حفاظت کر رہا تھا جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا۔"

و لقد حُسنا مالمناقب محبسًا رضیَ الالٰہُ بہ فنعم المجسُ

ترجمہ: "ہمیں مناقب کے مقام پر اس طرح روکا گیا جس روکنے پر رب تعالیٰ راضی تھا یہ روکنا کتنا عمدہ تھا۔"

و غداۃ اوطاس شددنا شدۃً کفت العدوّ و قیل منہا: یا اَحْبِسوْا

ترجمہ: "اوطاس کے میدان میں ہم نے دشمن پر شدید حملہ کیا جو دشمن کی کفایت کر گیا اس کی طرف کہا گیا ارے! بس کرو۔"

تدعُو ھوازن بالاخارۃ بیننا ثدی تمدُ بہ ھوازنُ ایبَسُ

ترجمہ: "ہمیں بنو ھوازن اس اخوت کی وجہ سے بلاتے ہیں جو ہمارے مابین ہے۔ جبکہ وہ پستان خشک ہو گیا ہے جس سے ہوازن دودھ پینا چاہتے ہیں۔"

حتی ترکنا جمعَھم و کانہ عیرٌ تعاقبَۃ السباعُ مُقرَّسٌ

ترجمہ: "حتیٰ کہ ہم نے ان کے لشکر کو یوں چھوڑا گویا کہ وہ چیرے ہوئے جنگلی گدھے ہوں درندے جن کے تعاقب میں ہوں۔"

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

نصرنا رسولَ اللہ من غضبٍ لہ بالفٍ کمِیّ لا تعدُّ حواسرُہٗ

ترجمہ: "ہم نے حضور اکرم ﷺ کی نصرت کی۔ یہ نصرت ایسے ہزار افراد کے ساتھ تھی۔ جو زرہ پوش تھی اور زرہ کے بغیر شمار نہیں کیے جاتے۔"

حملنا لہ فی عامل الرمح رایۃً یزودُ بہا فی حومَۃ الموت ناصرۃ

ترجمہ: "ہم نے جھنڈے کو نیزے کی نوک پر اٹھا لیا جس کی وجہ سے آپ کے مددگار موت کے منہ میں مصروف پیکار تھے۔"

و نحنُ خضبناھا دمًا فھو لونھا غداۃَ حُنین یوم صفوانُ شاجرۃ

ترجمہ: "ہم نے اس علَم کو خون کے رنگ میں رنگ دیا۔ اس کا رنگ بھی خون نما ہو گیا یہ غزوۂ حنین کی بات ہے۔ جب کہ صفوان بھی خون میں آلودہ تھا۔"

و كنا على الاسلام ميمنةً له   و كان لنا عقدَ اللواء و شاهِرُه

ترجمہ: ”ہم اسلامی لشکر کے میمنہ پر متعین تھے ہمارے ذمہ جھنڈا باندھنا اور اسے بلند کرنا تھا۔“

و كنا له دونَ الجنود بطانة   لمشاوِرُنا فی امره و نشاوِرُهٗ

ترجمہ: ”ہم لشکر کے مسئلہ میں آپ کے راز داں تھے آپ اپنے معاملہ میں ہم سے اور ہم آپ سے مشاورت کرتے تھے۔“

دعانا فسمانا الشعار مقدمًا   و كنا له عونا على من يناكِرُه

ترجمہ: ”آپ نے ہمیں بلایا اور ”مقدم“ ہمارا شعار مقرر کیا ہم ہر اس شخص کے خلاف آپ کے مددگار تھے جو آپ کی مخالفت کرتا تھا۔“

جزى الله خيرا من نبي محمدا   و ايّدَهٗ بالنصر والله ناصِرُه

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی عمدہ جزائے خیر دے اور اپنی نصرت کے ساتھ آپ کی تائید کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے۔“

حضرت عباس بن مرداس نے لکھا ہے:

من مُبلغ الاقوام ان محمدا   رسولُ الاله راشد حيث يمَّما

ترجمہ: ”اقوام تک یہ پیغام پہنچانے والا کون ہے کہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وہ راہِ راست پر ہیں جہاں کا بھی عزم کریں۔“

دعا ربه و استنصر الله وحدَهٗ   فاصبح قد و فى اليه و انعما

ترجمہ: ”آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی اور صرف اللہ رب العزت سے مدد مانگی۔ رب تعالیٰ نے آپ کی بھرپور مدد کی اور آپ پر انعام فرمایا۔“

سرينا وواعَدْنا قديدًا محمدًا   يوم بنا امرًا من الله محكما

ترجمہ: ”ہم رات کے وقت رواں ہوئے ہم نے آپ کے ساتھ قدید کے مقام پر ملنے کا وعدہ کیا آپ رب تعالیٰ کی طرف سے محکم امر کے ساتھ ہماری قیادت کر رہے تھے۔“

تمادَوْا بنا فى الفجر حتى تبينوا   مع الفجر فتيانًا و غابًا مقومًا

ترجمہ: ”لوگوں نے ہمارے متعلق وقتِ صبح پہنچنے میں شک کیا حتیٰ کہ انہوں نے فجر کے ساتھ ہی جوان اور ایسے

نیزے دیکھ لیے جو یدھے تھے۔"

علی الخیل مشدودًا علینا دُروعُنا و رجُلًا کدفاع الاتی عرمرما

ترجمہ: "ہم گھوڑوں پر سوار تھے ہمارے اوپر ہماری زرہیں باندھی گئیں تھیں انہوں نے ایسی پیادہ فوج بھی دیکھی جو چٹان کی طرح سیل رواں کو روک لیتی تھی۔"

فانّ سراۃ الحی ان کنت سائلا سُلیم و فیھم منھم من تسلّما

ترجمہ: "اگر تو پوچھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ بنو سلیم قبیلے کے سردار ہیں۔ ان میں کچھ وہ بھی ہیں جو بنو سلیم کے حلیف ہیں۔"

و جند من الانصار لا یخذلونه اطاعُوا فما یعصونه ما تکلما

ترجمہ: "ان میں انصار کے مجاہدین بھی ہیں جو آپ کو کبھی بھی نہیں چھوڑتے۔ وہ آپ کی اطاعت بجالاتے ہیں اور آپ جو فرماتے ہیں اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔"

فان تك قد امّرت فی القوم خالدًا و قدمته فانه قد تقدما

ترجمہ: "اگر آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا ہے انہیں آگے کیا ہے تو وہ آگے بڑھ گئے ہیں۔"

بجندٍ ھداہٗ اللہ انت امیرُہٗ تصیبُ بہ فی الحق من کان اظلما

ترجمہ: "آپ ایسے لشکر کے امیر ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا ہے۔ ان کے ذریعے آپ حق میں اس شخص تک پہنچ سکیں گے جو ظلم کرنے والا ہوگا۔"

حلفت یمینًا برّۃً لِمُحَمَّدٍ فاکملتھا الفًا من الخیل مُلجما

ترجمہ: "میں نے آپ کے بارے ایسی قسم اٹھائی ہے جسے پورا کیا جائے گا میں نے یہ قسم ایک ہزار ایسے گھوڑے دے کر پوری کر دی جن کو لگا میں دی گئیں تھیں۔"

و قال نبی المومنین تقدموا و حب الینا ان تکونُ المقدما

ترجمہ: "اہلِ ایمان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آگے بڑھو۔" ہمیں یہ بات پسندیدہ ہے کہ ہم ہی آگے آگے ہوں۔"

و بتنا بنھیی المستدیر و لم تکن بنا الخوف الا لو غبۃً و تحزُّما

ترجمہ: "ہم نے حملہ کی اذیت کو روک کر رات بسر کی ہمیں کوئی خوف دامن گیر نہ تھا مگر رغبت اور احتیاط لازم تھی۔"

اطعناك حتی اسلم الناسُ کلھم و حتّٰی صبحنا الجمعَ اھل یلملما

ترجمہ: "ہم نے آپ کی پیروی کی حتیٰ کہ سارے لوگ مسلمان ہو گئے۔ ہم نے وقت صبح ہی اہل یلملم کے لشکر پر حملہ کر دیا۔"

یضل الحصانُ الابلق الورد و سطه　　　ولا یطمئِن الشیخُ حتّٰی یَسُوِّما

ترجمہ: "ابلق اور سرخ گھوڑا چاہتا تھا کہ اس کے درمیان گم ہو جائے۔ بزرگ کو اس وقت تک اطمینان نصیب نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ نشان لگا لے۔"

لئِن غُدوۃً حتی ترکنا عشیۃً　　　حُنَینًا و قد سالت دوامعه دما

ترجمہ: "صبح سویرے سے لے کر شام تک ہم نے حنین کو اس طرح چھوڑا تھا کہ وہاں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔"

سَمَونا لهم وِردَ القطا زفة ضُحًی　　　و کُلٌّ تراهٗ عن افیه قد احجَما

ترجمہ: "ہم ان کے لیے اس طرح بلند ہوئے۔ جیسے چاشت کے وقت کونج پانی کی طرف جلدی جاتی ہے تو دیکھے گا کہ ہر کوئی اپنے بھائی سے بھی غافل ہے۔"

اذا شئت مِن کل رایت طِمِرَّۃً　　　و فارسَها یهوی ورُمحا مُحَطَّما

ترجمہ: "جب تم دیکھتے تو دیکھتے کہ گھوڑا اور اس کا شہ سوار تیزی سے چل رہے ہوتے اور اس کا نیزہ شکستہ ہوتا۔"

و قد احرزت منا هوازن سربها　　　و حب الیها ان نخیب و نحرما

ترجمہ: "ھوازن ہم سے اپنے جانور بچانے لگے انہیں یہ امر پسند تھا کہ ہم ان کے جانوروں سے محروم رہیں اور گھاٹے میں رہیں۔"

تنبیہات

1. اہلِ مغازی نے لکھا ہے کہ جب آپ غزوۂ حنین کے لیے روانہ ہوئے تو شوال کے چھ دن گزر چکے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ رمضان المبارک کی دو راتیں باقی تھیں۔ بعض علماء کرام نے ان دو روایتوں کو یوں جمع کیا ہے کہ آپ نے سفر کا آغاز رمضان المبارک کے آخری ایام میں کیا آپ چھ شوال تک عازمِ سفر رہے دس شوال کو وہاں پہنچ گئے۔

زاد المعاد میں ہے۔
"رب تعالیٰ سچا وعدہ فرمانے والا ہے۔ اس نے اپنے رسول محترم ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا تو لوگ دین اسلام میں گروہ در گروہ داخل ہونے لگیں گے۔ سارا عرب آپ کے قریب ہو جائے گا۔ جب

میں اور ہم دکھائیں فرعون اور ہامان اور ان کی فوجوں کو ان کی جانب سے (وہی خطرہ) جس کا وہ اندیشہ کیا کرتے تھے۔"

◆ رب تعالیٰ نے عرب کو فتح کرنے کا آغاز غزوۂ بدر سے فرمایا اور اس کا اختتام غزوۂ حنین سے کیا اسی لیے ان دونوں غزوات کا تذکرہ اکٹھا کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے "بدر و حنین" اگرچہ ان کے مابین سات سال کا عرصہ ہے۔ ان دونوں غزوات میں ملائکہ نے آپ کے ساتھ جہاد کیا۔ ان دونوں میں آپ نے مشرکین کی طرف کنکریاں پھینکی تھیں ان دونوں غزوات کے ساتھ ہی اہلِ عرب کی آتش جنگ بجھ گئی۔ جو وہ حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے لیے رکھتے تھے۔ وہ خوفزدہ ہو گئے ان کی تیزی جاتی رہی۔ ان کے قویٰ جواب دے گئے۔ ان کے تیر ختم ہو گئے۔ ان کی جمعیت ذلیل ہو گئی اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ دین اسلام میں داخل ہوں۔ اس غزوہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کے ساتھ مہربانی کی۔ وہ نصرت اور مالِ غنیمت پا کر خوش ہو گئے۔ ان کی شکستہ دلی کی دوا کی طرح تھا۔ اگرچہ یہ جبر اور قہر بھی ان کے لیے نعمتوں کی تکمیل کے لیے تھا۔ اس نے اس کے ذریعے عرب کے ان قبائل کے شر کو ان سے پھیر دیا ھوازن اور ثقیف کو شکست دی۔ پھر انہیں اسلام لانے کی توفیق دے دی۔ اگر اس طرح نہ ہوتا تو اہلِ مکہ ان قبائل کو شکست نہیں دے سکتے تھے۔

توکل کی تکمیل ان اسباب کے استعمال کرنے سے مکمل ہوتی ہے۔ جنہیں رب تعالیٰ نے مسبب کے لیے شرعی طور پر مقرر فرمایا ہے۔ آپ توکل کے اکمل ترین درجہ پر فائز تھے۔ پھر بھی جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سر اقدس پر خود تھا۔ غزوہ حنین کے روز دو زرہیں زیبِ تن فرمائیں۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے آپ سے فرمایا تھا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (المائدہ:٦٧)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا"

بہت سے ان لوگوں پر یہ مسئلہ مشکل ثابت ہوا ہے جو اس تحقیق سے آگاہ نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سمجھداری سے جواب دے رہے ہیں۔ وہ کبھی کہتے ہیں کہ یہ آپ نے اپنی امت کو تعلیم دینے کے لیے کیا تھا۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ اس آیت طیبہ کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اگر وہ غور کریں تو انہیں علم ہو جائے کہ رب تعالیٰ کی آپ کو بچا لینے کا وعدہ ان اسباب کے منافی نہیں ہے۔ یہ وعدہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ لوگوں سے تحفظ کرنے کے منافی نہیں ہے۔ جیسے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو بتایا کہ آپ کا دین سارے ادیان پر غالب آجائے گا۔ یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس نے آپ کو قتال کا حکم دیا۔ تیاری کرنے اور قوت جمع کرنے کا حکم دیا۔ گھوڑے باندھنے اور

کوشش کرنے کا حکم دیا۔ احتیاط کرنے اور لوگوں سے تحفظ کرنے کا حکم دیا۔ جنگ کی ساری اقسام کا حکم دیا۔ توریہ کیا۔ جب آپ غزوہ کے لیے تشریف لے جانا چاہتے تو اسے مخفی رکھتے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا تھا کہ بالآخر یہ حسن انجام ان اسباب کی وجہ سے ہوگا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اس نصرت اور فتح کا سبب بنایا ہے جس کا اس نے آپ کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ دین کو غالب کرنے اور دشمن کو مغلوب کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

◆ علماء کرام کا اس چیز کے بارے اختلاف ہے جسے عاریۃً لیا گیا ہو کہ جب وہ تلف ہو جائے تو اس کا ضمان ہوگا امام شافعی وغیرہ نے لکھا ہے کہ وہ اس کا ضامن ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ وہ ضامن نہیں ہوگا۔ حدیث پاک کی بعض اسناد میں ہے "بل عارية مضمونة" اس وصف کے بارے اختلاف ہے کہ یہ موضحہ ہے یا مقیدۃ ہے جس نے اسے موضحہ کہا ہے اس نے ضمان کا قول کیا ہے جس نے اسے مقیدہ کہا ہے وہ کہتا ہے کہ وہ اس وقت تک ضامن نہ ہوگا جب تک وہ یہ شرط نہ لگا دے گا۔

◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سوال کرنے والے نے دوسری روایت میں کہا: "کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھاگ نکلے تھے۔" تیسری روایت میں ہے "کیا تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ راہِ فرار اختیار کی تھی۔" حضرت براء نے فرمایا: "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے راہِ فرار اختیار نہیں کیا تھا۔" دوسری روایت کے مطابق انہوں نے کہا: "لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھاگے تھے۔" انہوں نے فرار کا اثبات کیا۔ لیکن عمومیت کے طریقہ پر نہ کیا۔ انہوں نے ارادہ کیا سائل کا اطلاق سب کو شامل ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی ذاتِ والا کو بھی۔ دوسری روایت کے ظاہر سے یہی عیاں ہوتا ہے۔ دوسری اور تیسری روایت کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ اس معیت کو ہزیمت سے پہلے پر محمول کیا جائے۔ انہوں نے جلدی سے استثناء کر دی۔ انہوں نے وضاحت کر دی اور کہا کہ اس روز آپ سے زیادہ سخت کوئی نہ تھا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ شاید سائل کو حضرت سلمہ کی اس روایت سے اشتباہ ہوا ہو۔ "میں شکست خوردہ ہو کر آپ کے پاس سے گزرا۔" لہٰذا حضرت براء نے قسم اٹھائی کہ آپ نے راہِ فرار اختیار نہ کی تھی۔ اس سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ "منهزمًا" سلمہ سے حال ہے دوسری روایت میں ہے۔ "مررت على رسول الله ﷺ منهزمًا وهو على بغلته" انہوں نے کہا: "حضرت سلمہ نے گھبراہٹ دیکھی تھی۔" ایک احتمال یہ بھی ہے کہ سائل نے رب تعالیٰ کے اس فرمان سے عمومیت کا اندازہ لگا لیا ہو۔

ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ (التوبہ: ۲۵)

ترجمہ: "پھر تم مڑے پیٹھ پھیرتے ہوئے۔"

حضرت براء نے بیان کر دیا کہ یہ ایسی عمومیت ہے جس سے خصوص کا ارادہ کیا گیا ہے۔

◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول "آپ تنہا رہ گئے تھے" اور ان روایات کو یوں جمع کرنا ممکن ہے جن میں ہے کہ آپ کے ساتھ بھی کچھ صحابہ کرام ثابت قدم رہے تھے۔ کیونکہ پہلی روایت سے یہ مراد ہے کہ آپ آگے اور دشمن کے سامنے تنہا رہ گئے تھے۔ جو ثابت قدم رہے وہ آپ کے پیچھے تھے یا یہ وحدت قتال کے اعتبار سے ہے جبکہ حضرت ابوسفیان بن حارث وغیرہ آپ کی خدمت میں مشغول تھے۔

◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان "آپ کے ہمراہ ایک سو صحابہ کرام بھی نہ تھے" اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان "آپ کے ہمراہ اسی مہاجرین اور انصار تھے" حضرت ابن عمر نے نفی کی ہے کہ ان کی تعداد ایک سو ہو۔ حضرت ابن مسعود نے ثابت کیا ہے کہ ان کی تعداد اسی تھی۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ آپ کے ہمراہ بارہ صحابہ کرام ثابت قدم رہے حضرت عباس نے ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ہمراہ صرف دس صحابہ کرام رہ گئے تھے۔

نصرنا رسول اللہ فی الحرب تسعۃ و قد فر من قد فر عنہ فاتشعوا

و عاشرنا لاقی الحمام بنفسہ لما مسّہ فی اللہ لا یتوجّع

ہم نو نے جنگ میں آپ کی نصرت کی وہ بھاگ جو آپ سے راہِ فرار اختیار کر گیا۔ وہ منتشر ہو گئے۔ ہم میں سے دسویں شخص نے موت سے خود ملاقات کی۔ جب اسے راہِ خدا میں تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے آہ تک نہ نکالی۔ الحافظ نے لکھا ہے "شاید یہ ہی روایت زیادہ ثابت ہو۔ جس نے زائد کا تذکرہ کیا ہو اس نے ان افراد کو بھی شامل کر لیا ہو جو جلدی لوٹ آئے ہوں گویا کہ وہ بھاگے ہی نہ تھے۔

◆ بیضاء خچر۔ امام مسلم نے حضرت سلمہ سے روایت کیا ہے کہ آپ اس روز اس خچر پر سوار تھے جسے آپ کی خدمت میں حضرت فروہ بن نفاثہ نے پیش کیا تھا۔ بعض روایات میں ان کا نام فروہ بن نعامہ مرقوم ہے۔ لیکن یہی روایت درست ہے۔ بعض اہلِ مغازی نے لکھا ہے کہ آپ اپنی خچر دلدل پر سوار تھے۔ لیکن اس پر اعتراض ہے کیونکہ دلدل کو مقوقس نے آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ القطب نے لکھا ہے کہ شاید آپ اس روز دونوں خچروں پر سوار ہوتے ہوں۔ ورنہ جو صحیح میں ہے وہ اصح ہے۔

◆ علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس روز خچر پر سوار ہونا آپ کی شجاعت اور ثبات کی انتہاء پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ گھوڑے پر سوار ہونے سے فرار اور بھاگنے کا گمان پیدا ہو سکتا ہے۔ جب سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدم فرار پر نفس کو آمادہ کیا تھا۔ تو پھر آپ کے پیروکاروں کے لیے یہ زیادہ مناسب ہے۔

◆ ۹ صحیح میں حضرت براء کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوسفیان بن حارث خچر کو ہانک رہے تھے جبکہ حضرت عباس کی روایت میں ہے کہ وہ آپ کی خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ حضرت ابوسفیان ان کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت ابوسفیان نے پہلے آپ کی خچر کی لگام تھامی ہوئی تھی۔ جب آپ نے کفار کی طرف خچر کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خدشہ لاحق ہوا۔ انہوں نے خچر روکنے کے لیے اس کی لگام پکڑ لی۔ حضرت ابوسفیان نے رکاب تھام لی حضرت عباس کے لیے لگام چھوڑ دی کیونکہ وہ ان کے چچا تھے۔

◆ ۱۰ عبدالرحمٰن بن فہری کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے گھوڑے کو روکا اور مٹھی بھر مٹی لی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ روایت شاذ ہے۔ صحیح روایت ہے کہ آپ اس وقت خچر پر سوار تھے۔

◆ ۱۱ آپ نے فرمایا "انا النبی لا کذب" یہ نبوت کے وصف کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کذب محال ہے۔ گویا کہ آپ نے فرمایا: "انا النبی والنبی لا یکذب" میں نبی ہوں۔ نبی جھوٹ نہیں بولتا۔ میں اپنے فرمان میں جھوٹا نہیں ہوں حتیٰ کہ مجھے شکست ہو جائے مجھے یقین ہے کہ رب تعالیٰ نے میرے ساتھ جو نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ حق ہے میں فرار نہیں ہو سکتا۔ ایک معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ میں سچا نبی ہوں اس میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں۔

◆ ۱۲ "انا النبی لا کذب" اگرچہ یہ موزوں ہے لیکن اسے شعر نہیں کہیں گے لیکن یہ غیر مقصود ہے تفصیل خصائص میں آئے گا۔

◆ ۱۳ آپ نے خود کو حضرت عبدالمطلب کی طرف منسوب کیا اپنے والد گرامی کی طرف منسوب نہ کیا۔ کیونکہ حضرت عبدالمطلب لوگوں میں مشہور تھے۔ انہوں نے طویل عمر پائی تھی لیکن حضرت عبداللہ نے جوانی کے عالم میں وصال فرمایا۔ اسی لیے اکثر اہلِ عرب آپ کو ابن عبدالمطلب کہتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کیونکہ لوگوں کے مابین یہ مشہور تھا کہ حضرت عبدالمطلب کی نسل پاک سے ایک شخص کا ظہور ہو گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے گا اللہ تعالیٰ انکے ہاتھوں کثیر مخلوق کو ہدایت دے گا۔ وہ خاتم الانبیاء ہو گا۔ آپ نے ان کی طرف اس لیے نسبت کی تا کہ جو شخص یہ جانتا ہو اسے یاد آجائے۔ یہ امر ان میں مشہور تھا۔ سیف بن ذی یزن نے حضرت عبدالمطلب کے لیے یہ تذکرہ کر دیا تھا۔ اس وقت حضرت عبداللہ کا حضرت آمنہ سے نکاح مبارک بھی نہیں ہوا تھا۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو بتایا کہ آپ کا غلبہ یقیناً ہو گا۔ عمدہ انجام آپ ہی کا ہو گا۔ ان کے قلوب کے تقویٰ کی وجہ سے وہ جانتے تھے کہ آپ ثابت قدم ہیں۔ آپ کو شکست نہیں ہو سکتی۔

۱۴ آپ نے جنگ میں اپنے نفس کریمہ کا نام لیا۔ یہ آپ کی انتہائی شجاعت کی دلیل ہے۔ نیز یہ کہ آپ کو دشمن کی پرواہ نہیں ہے۔

۱۵ آپ کا کفار کی طرف بڑھنا آپ کی انتہائی بہادری کی دلیل ہے اس طرح دشمن کے قریب آجانے کے وقت آپ کا خچر سے نیچے اتر آنا آپ کے ثبات، شجاعت اور صبر کی دلیل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی تھی جو زمین پر تھے۔

۱۶ حضرت سلمہ بن الاکوع کی روایت میں ہے کہ آپ خچر سے نیچے آئے پھر مٹھی بھر مٹی لی۔ حضرت ابن مسعود کی روایت میں ہے کہ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا "مجھے مٹھی بھر مٹی دو" انہوں نے آپ کو سنگریزے پکڑائے۔ حضرت براء کی روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشتِ خاک پکڑائی۔ آپ نے اسے مشرکین کی طرف پھینک دیا۔ ان روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ پہلے آپ نے اپنے صحابی سے فرمایا "مجھے مٹی پکڑائیں" انہوں نے آپ کو سنگریزے پکڑائے۔ آپ نے انہیں مشرکین کی طرف پھینکا پھر آپ خچر سے نیچے تشریف لائے اپنے دستِ اقدس سے سنگریزے پکڑے اور ان کی طرف پھینک دیے۔ ممکن ہے کہ ایک دفعہ کنکریاں پھینکی ہوں اور دوسری دفعہ سنگریزے۔ یا جس بھی چیز کا ذکر کیا گیا ہے وہ آپ کو پکڑائی ہو۔

۱۷ آپ نے یہ سنگریزے مشرکین کی طرف پھینکے اور فرمایا "رب کعبہ کی قسم! ان کو شکست ہوگئی" اس میں آپ کے دو واضح معجزات ہیں۔ ایک فعلیہ ہے دوسرا خبریہ ہے۔ آپ نے ان کی طرف سنگریزے پھینکے۔ ان کی خبر کی شکست دی اور انہیں شکست ہوگئی۔ آپ نے ان کے چہروں کی طرف رخِ انور کیا۔ فرمایا "چہرے برباد ہو گئے" اس میں بھی دو معجزات ہیں فعلیہ اور خبریہ۔

۱۸ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "صحابہ کرام آپ کی طرف یوں آئے جب انہوں نے میری آواز سنی جیسے گائے اپنی اولاد کے پاس آتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھاگ کر دور نہیں گئے۔"

۱۹ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کفار کے علمبردار کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دشمن کے گھوڑے یا سواری کی کونچیں کاٹنا جائز ہے۔ جب یہ اس کے قتل پر معاونت کرے۔

۲۰ آپ نے بنو ھوازن کے مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے سے پہلے ان کا انتظار کیا۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ امام مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے سے پہلے کفار کے اسلام لانے کا انتظار کر سکتا ہے۔ وہ ان کے سر تسلیم خم کر لینے کے بعد ان کے اموال نہیں واپس کر سکتا۔

۶۱ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جس نے سامان کا مطالبہ کیا اس کا یہ مطالبہ صرف گواہ کی گواہی کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ ابن عطیہ نے اکثر فقہاء سے لکھا ہے کہ اس جگہ صرف ایک گواہ کی گواہی کافی ہوگی۔

۶۲ العیون میں الروض الانف سے نقل کیا گیا ہے کہ غزوۂ حنین کے روز لوگ بھاگ گئے تھے پھر وہ جلد ہی آپ کی خدمت میں آگئے تھے اور قتال کرنے لگے تھے۔ حتیٰ کہ انہیں فتح نصیب ہوگئی۔ اس کے بارے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷

(التوبۃ: ۲۵ تا ۲۷)

جیسے کہ احد کے دن لوگوں کے بارے بتایا جو پیٹھ پھیر گئے تھے "تحقیق اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے" اگر حالات دونوں مقامات پر جداگانہ تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ غیر مؤلفہ میں سے جو بھاگ نکلے تھے ان کا عذر یہ تھا کہ ان کا دشمن تعداد میں دوگنا یا اس سے بھی زائد تھا۔ "النور" میں ہے کہ بنو ہوازن اور ان کا لشکر آپ کے صحابہ کرام سے کئی گنا زیادہ تھے۔

❁❁❁❁

انتیسواں باب

غزوہ طائف

جب بنوثقیف شکست خوردہ ہو کر طائف چلے گئے تو وہ اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہو گئے۔ اپنے شہر کے دروازے بند کر لیے جنگ کی تیاری کر لی۔ انہوں نے اس میں ایک سال کی خوراک جمع کر لی۔ انہوں نے بہت سے پتھر جمع کر لیے۔ انہوں نے لوہے کی سلاخیں تیار کیں۔ اہلِ عرب میں سے بنو عقیل وغیرہم ان کے ہمراہ داخل ہو گئے۔ انہوں نے اپنے مویشی کسی محفوظ جگہ چرانے کا حکم دیا۔

آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک ہزار صحابہ کرام کو آگے طائف بھیج دیا۔ حضرت خالد طائف پہنچے۔ قلعہ کے ایک کونے کی طرف فروکش ہوئے۔ بنوثقیف اپنے قلعے پر لوگوں اور اسلحہ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ حضرت خالد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کے قریب گئے۔ قلعے کا چکر لگایا۔ پھر اس کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر آواز دی "تم میں سے کوئی ایک نیچے اترے۔ میں اس کے ساتھ بات کروں وہ واپس آنے تک امن سے ہوگا۔ یا میرے لیے شرط رکھو۔ میں تمہارے پاس آجاتا ہوں اور تم سے بات چیت کرتا ہوں۔" انہوں نے کہا: "تمہارے پاس ہمارا ایک شخص بھی نہیں آئے گا۔ نہ تم ہمارے پاس آسکو گے۔" انہوں نے کہا: "خالد تمہارے صاحب کسی ایسی قوم سے نبرد آزما نہیں ہوئے جو عمدہ قتال کر سکتے ہوں۔" حضرت خالد نے فرمایا: "میری بات غور سے سنو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یثرب اور خیبر کے قلعوں والے اور قوت والے لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فدک میں صرف ایک شخص کو بھیجا۔ انہوں نے آپ کے فیصلے کو تسلیم کر لیا۔ میں تمہیں بنو قریظہ کے دن کی طرح کے دن سے ڈراتا ہوں۔ آپ نے کئی روز تک ان کا محاصرہ کیا۔ پھر وہ آپ کا فیصلہ ماننے پر مجبور ہو گئے۔ آپ نے ان کے جنگجوؤں کو ایک میدان میں تہ تیغ کر دیا۔ پھر ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا۔ پھر آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اسے فتح کیا سارے ھوازن کو روندھ ڈالا۔ تم زمین کے ایک گوشے میں قلعہ بند ہو۔ اگر آپ نے تمہیں چھوڑ دیا۔ تو تمہارے اردگرد کے مسلمان تمہیں تہ تیغ کر دیں گے۔" انہوں نے کہا: "ہم اپنے دین سے جدا نہ ہوں گے۔" حضرت خالد اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ آپ مکہ مکرمہ واپس نہ گئے۔ آپ نے کسی اور چیز

کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے قبل اور ہر چیز سے پہلے غزوۂ طائف کی طرف توجہ کی۔ قیدیوں کو جعرانہ روکا۔ مکہ مکرمہ کے عریش ان سے بھر گئے۔ آپ ہجرت کے آٹھویں سال ماہِ شوال میں ان کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت شداد بن عارض الجشمی نے آپ کی روانگی کے بارے یہ اشعار کہے:

لا تنصروا اللات انّ اللہ مهلکها — و کیف ینصرُ من هو لیسَ ینتصِرُ؟

ترجمہ: ''تم لات کی مدد نہ کرو رب تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا۔ جو خود مدد نہیں کرتا اس کی مدد کیسے ہو سکتی ہے۔''

انَّ اللتی حُرِّقت بالسدِّ فاشتعلت — و لم تقاتل لدی احجارِها هدرُ

ترجمہ: ''لات وہی ہے جسے سد میں جلا دیا گیا وہ خوب روشن ہوا اس کے پتھروں کے نزدیک کوئی جنگ نہ لڑی گئی۔''

انَّ الرسولَ متی ینزل بلادَکم — یظعَن و لیس بها من اهلها بشرُ

ترجمہ: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے شہروں میں تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ سفر کرتے ہیں مگر ان کے اہل میں سے وہاں کوئی بشر موجود نہیں ہوتا۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ حنین سے طائف کی طرف نخلہ الیمانیہ پر پھر قرن پھر ملیح سے پھر لیّہ سے نجرۃ الرغاء پر روانہ ہوئے۔ آپ نے وہاں مسجد بنائی۔ اس میں نماز ادا کی۔ آپ نے بحرۃ الرغاء قیام کیا تو وہاں ایک شخص کو قصاص میں قتل کیا یہ اسلام میں پہلا قصاص لیا گیا تھا۔ آپ کی خدمت میں بنولیث کے اس شخص کو پیش کیا گیا جس نے بنوھذیل کے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ آپ نے اسے اس کے بدلہ میں قتل کر دیا۔ آپ نے لیّہ کے مقام پر مالک بن عوف کا خون رائیگاں فرمایا۔ اسی مقام پر نمازِ ظہر پڑھی پھر الفیقہ کے رستہ روانہ ہوئے۔ آپ نے اس کی طرف رخ انور کیا تو اس کا نام پوچھا آپ سے عرض کی گئی کہ اس کا نام ''الضیقہ'' ہے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ یہ یسریٰ ہے۔'' وہاں سے آپ نخب کے رستے روانہ ہوئے۔ اس بیری کے درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ جسے الصادہ کہا جاتا تھا۔ یہ جگہ بنوثقیف کے ایک شخص کے باغ کے قریب تھی۔ وہ وہاں محفوظ تھا۔ آپ نے اس کی طرف یہ پیغام بھیجا ''یا تو باہر نکل آ۔ ورنہ ہم تیرا باغ جلا دیں گے۔'' اس نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے اس کا باغ جلا دیا۔

ابورغال کی قبر

ابن اسحاق، ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب ہم آپ کے ساتھ طائف کی طرف گئے۔ ہم ایک قبر کے پاس سے گزرے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ ابورغال کی قبر ہے۔ یہ ثقیف کا باپ

تھا۔اس کا تعلق قوم ثمود کے ساتھ تھا۔یہ حرم پاک میں تھا۔یہ محفوظ تھا۔جب باہر نکلا تو اسے بھی اس عذاب کا سامنا کرنا پڑا۔جس کا اس کی قوم کو سامنا کرنا پڑا تھا۔اس کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ایک ڈلی بھی دفن ہے۔اگر تم اسے کھود و گے تو تمہیں وہ مل جائے گی۔"لوگوں نے اس کی طرف جلدی کی۔انہوں نے قبر کھود دی۔وہاں سے سونے کی ڈلی نکال لی۔

طائف کا محاصرہ

ابن اسحاق نے لکھا ہے"پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔طائف کے قریب قیام فرمایا۔آپ کے لشکر نے بھی قیام کیا۔ثقیف نے اپنے قلعے پر سے دیکھا۔یہ عرب میں سے بے نظیر قلعہ تھا۔انہوں نے اپنے تیرانداز کھڑے کیے ان کی تعداد ایک سو تھی۔انہوں نے تیر پھینکے۔مقالیع کے ذریعے دور سے پتھر پھینکے۔جو قلعے کے نیچے آیا اس پر دہکتی ہوئیں لوہے کی سلاخیں پھینکیں۔جس سے شرارے اٹھ رہے تھے۔انہوں نے مسلمانوں پر سخت تیراندازی کی۔گویا کہ وہ ٹڈیاں ہوں۔کافی مسلمان زخمی ہو گئے۔جن میں بارہ شہید ہو گئے۔آپ ایک بلند جگہ پر تشریف لے گئے۔جہاں آج کل مسجد ہے جسے بنو ثقیف نے اسلام لانے کے بعد تعمیر کیا تھا۔اسے امیہ بن عمرو نے تعمیر کیا تھا۔اس میں ایک ایسا ستون تھا جس میں جب بھی صبح کے وقت سورج چمکتا تو دس سے زائد بار اس سے آواز نکلتی تھی۔وہ اسے تسبیح کہتے تھے۔آپ ﷺ کے ہمراہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے حضرت ام سلمہ اور زینب رضی اللہ عنہما تھیں۔آپ سارے محاصرہ کے دوران دو قبوں کے مابین نماز ادا کرتے رہے۔

عمرو بن امیہ ثقفی نے کہا"محمد عربی ﷺ کی طرف کوئی بھی نہ نکلے۔اگر ان کے ساتھی دعوت مبارزت دیں تو کوئی ان کا جواب نہ دے۔وہ یہاں جتنی دیر چاہیں ٹھہرے رہیں۔"یہ عرب کا دانش مند شخص تھا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ آئے۔انہوں نے دعوت مبارزت دی۔لیکن کسی شخص نے انہیں جواب نہ دیا۔پھر انہوں نے للکارا مگر کسی نے انہیں جواب نہ دیا۔پھر للکارا مگر کسی نے جواب نہ دیا۔عبد یالیل نے کہا:"تمہاری طرف کوئی نہیں آئے گا۔بلکہ ہم اپنے خیمہ میں ٹھہرے رہیں گے۔ہم نے اس میں کئی سالوں کے لیے سامان ذخیرہ کر رکھا ہے۔جب یہ غلہ ختم ہو جائے گا۔ہم تلواریں لے کر نکل آئیں گے۔حتیٰ کہ ہمارا آخری شخص بھی مر جائے گا۔آپ نے ان پر تیراندازی کی تو وہ قلعے پر سے تیر پھینکتے رہے۔کوئی بھی دعوت مبارزت کے لیے نہ آیا۔بنو ثقیف کے بہت سے افراد زخمی ہوئے۔کافی مسلمان بھی شہید ہوئے۔

جو غلام نیچے اتر آئے وہ آزاد ہے

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا"جو غلام بھی

قلعے سے نیچے اترے اور ہماری طرف آجائے وہ آزاد ہے۔" دس سے زائد غلام قلعے سے اتر آئے۔

المنبعث۔ ان کا نام المضطجع تھا۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے ان کا نام المنبعث رکھا۔ ان کا تعلق روم سے تھا۔ بہت سخی تھے۔ یہ عثمان بن عامر بن معتب کے غلام تھے۔

ازرق بن عتبہ بن ازرق۔ یہ کلدہ ثقفی کے غلام تھے۔ پھر بنو امیہ کے حلیف بن گئے۔

وردان۔ یہ عبداللہ بن ربیعہ الثقفی کے غلام تھے۔

یحنس۔ یہ یسار بن مالک الثقفی کے غلام تھے۔ بعد میں ان کے آقا نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی وراثت انہیں دے دی۔

ابراہیم بن جابر۔ یہ خرشہ الثقفی کے غلام تھے۔ یسار عثمان بن عبداللہ کے غلام تھے۔

ابوبکرہ النفیع حارث بن کلدہ کے غلام تھے۔ ان کی کنیت ابوبکرہ اس لیے پڑ گئی کیونکہ یہ گروہ کے ساتھ قلعے سے نیچے آئے تھے۔

نافع ابواسایب۔ یہ غیلان بن سلمہ کے غلام تھے۔ غیلان نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی وراثت انہیں دے دی۔

نافع بن مسروح اور مرزوق یہ عثمان بن عبداللہ کے غلام تھے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے یوم طائف کو فرمایا: "جو غلام ہمارے پاس آ جائے وہ آزاد ہے۔" بہت سے غلام نیچے اتر آئے۔ ان میں ابوبکرۃ بھی تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ابوعثمان نہدی سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں "میں نے حضرت سعد سے سنا۔ انہوں نے سب سے پہلے راہِ خدا میں تیر پھینکا تھا۔ وہ طائف کے قلعے کی دیوار پر چڑھے تھے۔" انہوں نے کہا: "میں نے سرورِ کائنات ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی حالانکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو تو جنت اس پر حرام ہے۔"

دوسری روایت کے مطابق اہلِ طائف کے تیئس غلام اتر کر آپ کے پاس آ گئے۔ اہلِ طائف پر یہ بات بہت شاق گزری۔ انہوں نے اپنے غلاموں پر شدت کا اظہار کیا۔ حضور والا ﷺ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ آپ نے ان میں سے ہر شخص کو کسی صحابی کے حوالے کیا۔ جو اس کے معاملات کی نگرانی کرتا تھا۔ حضرت ابوبکرۃ کو حضرت عمرو بن سعید کے حوالے کیا گیا۔ حضرت ازرق کو حضرت خالد بن سعید کے سپرد کیا گیا۔ وردان کو حضرت ابان بن سعید کے حوالے کیا گیا۔ یحنس

النبال کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا گیا۔حضرت یسار بن مالک کو حضرت سعد بن عبادۃ کے حوالے کیا گیا۔حضرت ابراہیم بن جابر کو حضرت اسید بن حضیر کے حوالے کیا۔آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں قرآن پاک سکھائیں۔سنن کی تعلیم دیں۔جب بنوثقیف کے سرداروں نے ان غلاموں کے بارے گفتگو کی۔ان میں حارث بن کلدہ بھی تھے تا کہ آپ ان غلاموں کو غلامی کی طرف لوٹا دیں۔آپ نے فرمایا"یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔ان کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔"

منجنیق کے ساتھ سنگ باری

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مشاورت کی۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری رائے یہ ہے کہ آپ ان پر منجنیق نصب کریں۔ہم سرزمین ایران میں تھے ہم قلعوں پر منجنیق نصب کرتے تھے۔دشمن ہمارے قلعوں پر منجنیق نصب کرتا تھا۔دشمن ہمیں اور ہم دشمن کو نقصان دیتے تھے۔اگر منجنیق نصب نہ کی گئی تو قیام طویل ہو جائے گا۔آپ نے حکم دیا تو حضرت سلمان نے اپنے دست اقدس سے منجنیق تیار کی۔اسے طائف کے قلعے پر نصب کر دیا۔یہ پہلی منجنیق تھی۔جس سے اسلام میں پتھر پھینکے گئے۔

ابن سعد نے حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اہلِ طائف پر چالیس روز تک منجنیق نصب کی۔ایک روایت یہ ہے کہ حضرت یزید بن زمعہ منجنیق اور دبابے لے کر آئے۔دوسری روایت کے مطابق طفیل بن عمرو یہ لے کر آئے تھے۔ایک اور روایت ہے کہ حضرت خالد بن سعید جرش سے دو دبابے اور ایک منجنیق لے کر آئے تھے۔آپ نے ان کے قلعے کے اردگرد حسک (کانٹے دار شاخیں) بکھیر دیں۔مسلمان دبابہ کے نیچے داخل ہوئے۔یہ گائے کی جلد سے بنائے گئے تھے۔اس روز کو یوم شدخۃ کہا جاتا ہے۔کیونکہ اس روز بہت سے صحابہ کرام زخمی ہوئے تھے۔وہ اس میں داخل ہو کر دیوار کی طرف گئے تا کہ اسے اکھیڑ دیں۔بنوثقیف نے لوہے کی سلاخیں پھینکیں۔جنہیں آگ میں سرخ کیا گیا تھا۔انہوں نے دبابہ کو جلا دیا۔مسلمان اس کے نیچے سے نکل آئے۔بہت سے مسلمان زخمی ہوئے۔بنوثقیف نے تیراندازی شروع کر دی۔بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔آپ نے ان کے انگوروں اور کھجوروں کے باغات کاٹنے کا حکم دیا۔انہیں جلانے کا حکم دیا۔حضرت عروہ نے کہا ہے کہ آپ نے ہر شخص کو پانچ کھجوریں اور پانچ انگور کی بیلیں کاٹنے کا حکم دیا۔مسلمانوں نے انہیں بے دریغ کاٹا۔بنوثقیف پکارا ٹھے۔"ہمارے اموال آپ کیوں کاٹ رہے ہیں؟ اگر آپ نے ہم پر غلبہ پالیا تو یہ آپ کو مل جائیں گی یا آپ انہیں اللہ تعالیٰ اور صلہ رحمی کے لیے چھوڑ دیں۔" آپ نے فرمایا"میں انہیں اللہ تعالیٰ اور صلہ رحمی کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔" آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔

ان کا ایک شخص قلعہ پر کھڑا ہوگیا۔ اس نے کہا: "بکریاں چرانے والوں کی طرف نکلو۔ محمد عربی ﷺ کے غریب ساتھیوں کی طرف نکلو۔ کیا تم ہمیں دیکھ رہے ہو کہ ہم ان انگوروں کی وجہ سے غمگین ہیں جو تم نے کاٹیں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "مولا! اسے آگ کی طرف لے جا۔" حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا: "میں نے اسے تیر مارا۔ جو اس کے حلق پر لگا اور مردہ ہو کر قلعے سے گر پڑا۔" یہ دیکھ کر آپ بہت مسرور ہوئے۔

عیینہ بن حصن کا اذن

ابونعیم، امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ عیینہ بن حصن نے آپ سے اجازت مانگی کہ وہ اہلِ طائف کے پاس جائیں ان سے گفتگو کریں۔ شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے دے۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ ان کے پاس گئے۔ ان کے قلعے میں گھس گئے۔ ان سے کہا: "میرا باپ تم پر فدا! تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہو۔ بخدا! ہم تو غلاموں سے بھی ذلیل تر ہیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ آپ کے ساتھ حادثہ رونما ہوگیا۔ تو آپ سارے عرب پر غالب آ جائیں گے۔ اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں میں نہ دینا۔ یہ درخت کاٹنا تم پر گراں نہ گزرے۔" پھر عیینہ آپ کی خدمت میں آ گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا: "عیینہ! تم نے ان سے کیا کہا؟" انہوں نے کہا: "میں نے انہیں اسلام قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں اسلام کی طرف بلایا ہے۔ آگ سے ڈرایا ہے۔ جنت کی طرف ان کی راہ نمائی کی ہے۔" آپ نے فرمایا: "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے ان سے یہ یہ کہا ہے۔" آپ نے ان کی ساری باتیں انہیں بتا دیں۔ انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے سچ کہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ اور آپ کی بارگاہِ والا میں توبہ کرتا ہوں۔"

تیراندازی کی ترغیب

حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم نے آپ کے ساتھ طائف کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ میں نے سنا آپ فرما رہے تھے" جس کا تیر نشانے پر لگا۔ اس کے لیے جنت کا ایک درجہ ہے۔" اس روز میرے سولہ تیر نشانے پر لگے۔" آپ نے اس روز فرمایا: "جس نے راہِ خدا میں تیر پھینکا اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے جو اسلام میں بوڑھا ہوا۔ تو یہ روزِ حشر اس کے لیے نور بن جائیگا۔ جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر ایک ہڈی کے بدلے میں اس کی ہڈی کو آتش جہنم سے بچالے گا۔ جس عورت نے کسی مسلمان عورت کو آزاد کیا تو رب تعالیٰ اس کی ہر ہڈی کے عوض اس کی ہڈی کو آتش جہنم سے بچالے گا۔"

مخنثین کو خواتین کے پاس آنے کی ممانعت

شیخان نے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "میرے پاس ایک مخنث تھا۔اس نے میرے بھائی عبداللہ سے کہا: "اگر رب تعالیٰ نے تمہیں کل طائف فتح کرادیا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کے بارے بتاؤں گا جو آتی ہے تو چار سلوٹیں پڑتی ہیں جاتی ہے تو آٹھ سلوٹیں پڑتی ہیں۔" آپ نے اس کی یہ بات سن لی۔آپ نے فرمایا: "میرا گمان نہ تھا یہ اس طرح جانتا ہے۔تمہارے پاس یہ مخنث نہ آیا کریں۔" صحابہ کرام یہی سمجھتے تھے کہ اسے عورتوں کی طرف کوئی رجحان نہیں ہے۔ابن جریج نے اس کا نام ھیت لکھا ہے۔ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ کے ساتھ فاختہ بنت عمرو کا مخنث غلام تھا جسے ماتع کہا جاتا تھا۔وہ آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آتا جاتا تھا۔آپ کا خیال تھا کہ اسے عورتوں کی احتیاج نہیں ہے۔آپ نے اسے سنا وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہہ رہا تھا "اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف فتح کرلیا تو تم سے بادیہ بنت غیلان نہ رہنے پائے۔وہ چار سلوٹوں کے ساتھ آتی ہے اور آٹھ سلوٹوں کے ساتھ واپس جاتی ہے۔" جب آپ نے اس کی یہ بات سنی تو فرمایا: "میرا گمان نہ تھا کہ یہ خبیث اس امر کو جانتا ہوگا جس کے بارے یہ گفتگو کررہا ہے۔" پھر آپ نے ازواجِ مطہرات سے فرمایا: "یہ تمہارے پاس نہ آیا کرے۔" اسے آپ کے حجراتِ مقدسہ سے روک دیا گیا۔

آپ کا خواب

ابن اسحاق نے لکھا ہے "مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے ایک پیالہ پیش کیا گیا ہے جو مکھن سے لبریز ہے۔لیکن مرغ کے چونچ مار کر اسے گرادیا ہے۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میرا گمان ہے کہ آج اہلِ ثقیف کے بارے آپ کا ارادہ پورا نہ ہوسکے گا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری رائے بھی یہی ہے۔"

محمد بن عمر نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "جب طائف کے محاصرہ کو پندرہ روز گزر گئے۔آپ نے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔آپ نے فرمایا: "اے نوفل! ان کا محاصرہ کرنے کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ بل میں لومڑی کی طرح ہیں۔اگر آپ یہاں تشریف رکھیں تو آپ انہیں پکڑ لیں گے۔اگر آپ انہیں چھوڑ دیں تو یہ آپ کو نقصان نہیں دے سکیں گے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت خولہ بنت حکیم السلمیۃ نے عرض کی۔یہ حضرت عثمان بن مظعون کی زوجہ محترمہ تھیں۔یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر رب تعالیٰ نے آپ کو طائف فتح کرادیا تو آپ مجھے بادیہ بنت غیلان یا فارعۃ بنت

عقیل کے زیورات عطا فرمادیں۔" یہ بنوثقیف کی ساری خواتین سے زیادہ زیورات رکھتی تھیں۔ روایت ہے آپ نے فرمایا: "یا خولہ! اگر مجھے بنوثقیف کے بارے اذن نہ دیا گیا؟" حضرت خولہ باہر نکلیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! خولہ کیسی بات کر رہی ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ یہ بات آپ نے ان سے فرمائی ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! میں نے اسے کہا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "کیا ان کے بارے آپ کو اذن نہیں دیا گیا؟" آپ نے فرمایا: "نہیں۔" حضرت عمر فاروق: کیا میں لوگوں کو کوچ کرنے کے لیے نہ کہوں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! حضرت عمر فاروق نے کوچ کا اعلان کر دیا۔"

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمرو یا ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سپہ سالار اعظم ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا۔ طائف فتح نہ ہوا تو آپ نے فرمایا: "کل ہم واپس چلے جائیں گے ان شاء اللہ! صحابہ کرام پر یہ گراں گزرا۔ انہوں نے کہا: "کیا ہم واپس چلے جائیں حالانکہ طائف ابھی فتح نہیں ہوا؟" آپ نے فرمایا: "صبح قتال کے لیے چلو۔" صحابہ کرام گئے۔ انہوں نے شدید قتال کیا۔ ان میں سے بعض صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "کل ہم واپس چلے جائیں گے۔ ان شاء اللہ! آپ نے انہیں تعجب میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر آپ تبسم ریز ہوئے۔ حضرت عروہ نے فرمایا: "آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ سواری کے جانور چرانے کے لیے نہ لے کر جائیں۔ وقتِ صبح آپ اور صحابہ کرام روانہ ہو گئے آپ نے واپسی کے وقت یہ دعا مانگی:

اللهم اهدهم واكفنا مؤنتهم.

امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں ثقیف کی آگ نے جلا دیا ہے۔ آپ ان کے لیے بددعا کریں۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں لے آ۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے تیس راتوں تک یا اس کے قریب اہلِ طائف کا محاصرہ کیا۔ مگر آپ کو ان کے بارے اذن نہ ملا۔ رمضان المبارک میں ان کا وفد حاضر ہو گیا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ زیاد کی روایت میں بیس اور کچھ روز تک محاصرہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ ایک روایت میں بیس اور دوسری روایت دس سے کچھ زائد روز محاصرہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ بلاشک وشبہ یہی صحیح ہے۔

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے چالیس روز تک ان کا محاصرہ کیا۔ البدایۃ میں اس روایت کو عجیب سمجھا گیا ہے۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب صحابہ کرام نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے انہیں

فرمایا۔ یوں کہو:

"لا الٰه الا الله وحده لا شريك له صدق وعده و نصر عبده و اعزّ جنده و هزم الاحزاب وحده۔"

جب وہ کوچ کر گئے اور منزل مقصود کی طرف رخ کر لیا تو آپ نے فرمایا: یوں کہو:

آیبون ان شاء الله تائبون عابدون لربنا حامدون۔

شہدائے طائف

اس غزوہ میں درج ذیل صحابہ کرام شہید ہوئے۔ حضرت سعید بن سعید بن عاص، حضرت عرفہ بن خباب، حضرت یزید بن زمعہ، حضرت عبداللہ بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن امیہ، حضرت عبداللہ بن عامر، حضرت سائب بن حارث، حضرت حلیمہ بن عبداللہ، حضرت ثابت بن جذع، حضرت حارث بن سہل، حضرت منذر بن عبداللہ، حضرت رقیم بن ثابت رضی اللہ عنہم"

طائف سے جعرانہ

آپ طائف سے عازم سفر ہوئے۔ آپ دحنا، پھر قرن المنازل، پھر نخلہ پھر جعرانہ تشریف لے گئے۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔ حضرت سراقہ بن جعشم نے کہا: "میں نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ طائف سے جعرانہ کی طرف آ رہے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ صحابہ کرام آپ کے آگے گروہ در گروہ جا رہے تھے۔ میں انصار کے گھڑسوار دستے میں کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھے نیزے چبھو کر دور ہٹانے لگے۔ وہ کہنے لگے: "دور ہو جاؤ۔ تم کیا چاہتے ہو۔" انہوں نے مجھے عجیب سمجھا۔ حتیٰ کہ جب قریب ہو گیا۔ میں جان گیا کہ آپ میری آواز سن لیں گے۔ میرے ہاتھ میں وہ نوشتہ بھی تھا۔ جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ میں نے اسے اپنی دو انگلیوں کے مابین پکڑا۔ ہاتھ بلند کیا۔ میں نے عرض کی: "میں سراقہ ہوں۔ یہ میرا نوشتہ ہے۔" آپ نے فرمایا: "آج وفاء اور نیکی کا دن ہے۔ اسے میرے قریب کر دو۔" گویا کہ میں اب بھی رکاب میں آپ کی مبارک پنڈلی کو دیکھ رہا ہوں۔ گویا کہ وہ گوداتھی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کیا۔ صدقہ کے جانور آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ مجھ کچھ یاد نہ رہا سوائے اس کے کہ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بھولے بھٹکے اونٹ میرے حوض پر آ جاتے ہیں۔ اس حوض کو میں نے اپنے جانوروں کے لیے بھرا ہوتا ہے کیا اگر میں اس سے ان اونٹوں کو پانی پلاؤں تو کیا میرے لیے اجر ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! ہر جگر والی چیز کو پانی پلانے میں اجر ہے۔"

محمد بن عمر نے حضرت ابورھم الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ آپ عازم سفر

تھے میں آپ کے ساتھ چل رہا تھا۔ میں نے موٹے جوتے پہن رکھے تھے۔ جب میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے ساتھ ٹکراتی تو میرے جوتے کی نوک آپ کی پنڈلی پر لگتی جس سے آپ کو تکلیف ہوتی۔ میں نے آپ کو اذیت دی۔ آپ نے فرمایا: "تم نے مجھے اذیت دی ہے۔ اپنی ٹانگ پیچھے کرلو۔" آپ نے اپنا عصا میری ٹانگ پر مارا۔ مجھے بہت زیادہ خوف نے آلیا۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ میرے اس عمل کے بارے قرآن پاک نازل ہوگا۔ جب صبح کے وقت ہم جعرانہ پہنچے تو میں جانور چرانے کے لیے چلا گیا۔ حالانکہ وہ میرا دن نہ تھا۔ مجھے خوف تھا کہ آپ مجھے طلب فرمالیں گے۔ جب میں شام کے وقت سواریاں لے کر آیا۔ میں نے پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ نے تمہیں یاد فرمایا تھا۔ میں نے کہا: "یہ ان میں سے ایک ہے۔" میں ڈرتا ڈرتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے مجھے اپنے پاؤں سے اذیت دی تھی۔ میں نے اس پر عصا مبارک مار کر تمہیں تکلیف دی تھی۔ میں نے تمہیں جو مارا تھا اس کے عوض یہ بکریاں لے لو۔" حضرت ابورہم نے فرمایا: "آپ کا مجھ سے راضی ہوجانا دنیا اور اس میں موجود ساری اشیاء سے مجھے پسندیدہ ہے۔"

ابن اسحاق نے سلمہ کی روایت میں لکھا ہے۔ مجھے اس شخص نے روایت کیا ہے جس نے غزوۂ حنین میں شرکت کی تھی۔ اس نے کہا: "بخدا! میں آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ میں اپنی اونٹنی پر سوار تھا۔ میں نے موٹے جوتے پہن رکھے تھے۔ جب میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے ساتھ لگتی تو میرے جوتے کی نوک آپ کی پنڈلی پر لگتی۔ میں نے آپ کو اذیت دی۔ آپ نے میرے قدم پر عصا مارا۔ فرمایا: "تم نے مجھے اذیت دی ہے۔ مجھ سے کچھ دور ہوجاؤ۔" میں کچھ دور ہوگیا۔ دوسرے روز آپ نے مجھے تلاش کیا۔ میں نے کہا: "بخدا! میرے بارے قرآن پاک نازل ہوا ہوگا۔" میں ڈرتا ڈرتا آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے کل میری پنڈلی پر مارا تھا۔ تم نے مجھے تکلیف دی تھی۔ میں نے تمہارے پاؤں پر عصا مارا تھا۔ میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے تاکہ تمہیں اس کا بدلہ دوں۔" آپ نے مجھے اس ضرب کے عوض اسی بکریاں عطا کیں۔ جو میں نے آپ کو ماری تھی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے۔

"آپ صحابہ کرام کے ہمراہ جعرانہ تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ بنو ھوازن کے چھ ہزار قیدی تھے۔ اونٹوں اور بکریوں کی تعداد ہمیں معلوم نہیں۔" ابن سعد اور محمد بن عمر نے لکھا ہے: "آپ کے ہمراہ چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ اور ان گنت بکریاں تھیں۔ (ابن سعد نے چالیس ہزار سے زائد بکریاں لکھی ہیں) اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ آپ نے قیدیوں کے بارے انتظار فرمایا حتیٰ کہ ان کا وفد آپ کے پاس آجائے۔

وفد ھوازن

ابن اسحاق نے ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غزوۂ حنین میں آپ کے ہمراہ تھے۔ جب

ھوازن کو نقصان برداشت کرنا پڑا جو کرنا پڑا تو ان کا وفد جعرانہ میں آپ کی خدمت میں پیش ہو گیا۔ یہ وفد چودہ افراد پر مشتمل تھا۔ زہیر بن صردان کے رئیس تھے۔ اس وفد میں آپ کے رضاعی چچا ابوبرقان بھی تھے۔ یہ سارے اسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اصل اور قبیلہ ہیں جس مصیبت کا ہمیں سامنا کرنا پڑا ہے وہ آپ سے مخفی نہیں ہے۔ آپ ہم پر احسان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کرے۔''

ان کے خطیب زھیر بن صرد کھڑے ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان قیدی خواتین میں آپ کی پھوپھیاں اور خالائیں اور ایسی پرورش کرنے والیاں ہیں جنہوں نے آپ کی پرورش کی تھی۔ اگر ہم نے حرث بن ابی شمر یا نعمان بن منذر کی پرورش کی ہوتی۔ پھر ان کی طرف سے ہمیں ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا جیسے حالات کا سامنا آپ کی طرف سے کرنا پڑا ہے تو ہمیں ان کی طرف سے مہربانی اور شفقت کی امید ہوتی۔ آپ تو ان انسانوں میں سے بہترین ہیں جن کی پرورش کی گئی ہے۔'' پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

امنُن علینا رسولُ اللہ فی کرمٍ فانك المرءُ نرجوہُ و ننتظِرُ

ترجمہ: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کرم کرتے ہوئے ہم پر احسان فرمائیں۔ آپ کی ذات بابرکات سے ہم امید رکھتے ہیں اور ہم انتظار کرتے ہیں۔''

امنُن علی بیضۃٍ قد عاقھا قدرٌ مشتتٌ شملُھا فی دھرھا غیرُ

ترجمہ: ''آپ اس سردار پر احسان فرمائیں جسے مقدر نے عاق کر دیا ہے۔ زمانے میں برے انقلابات نے اس کی جمعیت منتشر کر دی ہے۔''

ابقت لنا الدھرُ ھتافًا علی حَزنٍ علی قلوبھم الغماءُ والغِمرُ

ترجمہ: ''زمانہ نے ہمیں اس طرح کر دیا ہے کہ ہم غم پر آہ و فغاں کر رہے ہیں ان کے دلوں پر غم اور کینہ چھایا ہوا ہے۔''

ان لم تدارکھا نغماءُ تنثرھا یا ارجع الناس حِلمًا حینَ یُختَبرُ

ترجمہ: ''اے لوگوں میں سے حلم کے اعتبار سے سب سے گراں ہستی! جب انہیں آزمایا جاتا ہے اگر انہیں وہ نعمتیں نہ ملیں گی جنہیں آپ پھیلا رہے ہیں۔''

امنُن علی نسوۃ قد کنتَ ترضعھا اذ فوك مملوۃ من مخضعھا الدررُ

ترجمہ: ''ان خواتین پر رحم کریں جن کا شیر آپ نوش جاں کرتے تھے۔ جب خالص دودھ آپ کے منہ مبارک کو بھر دیتا تھا۔''

اذ انت طفل صغیرٌ کنتَ ترضعها ۔ و اذ یزینُكَ ما تاتی وما تذرُ

ترجمہ: "جب آپ شیر خوار بچے تھے تو آپ ان کا دودھ نوش کرتے تھے جو کچھ وہ کرتیں اور جو چھوڑتی تھیں وہ آپ کو زینت دیتا تھا۔"

لا تجعلنّا کمن شالت نعامتُهٗ ۔ و استبقِ منافانا معشرٌ زهُرُ

ترجمہ: "ہمیں ان لوگوں کی طرح نہ بنائیں جو برباد ہو گئے ہوں۔ ہمیں باقی رکھیں اسی سے ایک منور جماعت پیدا ہو گی۔"

انا لنشکرُ للنّعما اِذا کُفرتْ ۔ و عندنا بعد هذا الیوم مُدّخرُ

ترجمہ: "ہم نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ کفرانِ نعمت کیا جاتا ہے۔ اس روز کے بعد بھی ہمارے پاس ذخیرہ موجود ہے۔"

فالبس العفو من قد کنت ترضعهٗ ۔ من امهاتك ان العفو مشتهرُ

ترجمہ: "آپ ان رضاعی ماؤں کے بارے عفو و درگزر کی پوشاک پہنیں جن کا دودھ آپ نوش کرتے تھے۔ آپ سے عفو و درگزر ہی عیاں ہے۔"

یا خیرَ من مرحَتْ کمتُ الجیاد به ۔ عند الهیاج اذا ما استوقدَ الشررُ

ترجمہ: "اے وہ ذاتِ والا جو ان لوگوں میں سے بہترین ہے جنہیں سرخ گھوڑے لے کر میدانِ جنگ میں اترتے ہیں جب جنگ کی آگ بھڑکتی ہے۔"

انا نؤمّلُ عفوًا منك تُلبسُهٗ ۔ هادی البریة ان تعفوا و تنتصرُ

ترجمہ: "ہم آپ سے عفو و درگزر کی امید رکھتے ہیں جو آپ اس مخلوق کو پہنائیں گے جب آپ معاف کریں اور انتقام لیں۔"

فاعفُ عفا اللهُ عما انت راهبُهٗ ۔ یوم القیٰمة اذ یُهدی لك الظفرُ

ترجمہ: "ہم کو معاف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو روزِ حشر اس چیز سے بچا لے جس سے آپ ڈراتے ہیں۔ فتح و کامرانی آپ کو بطور ہدیہ عطا کر دی گئی۔"

جب آپ نے یہ اشعار سماعت فرمائے تو فرمایا: "جو کچھ میرا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ ہے۔ وہ تمہارا ہو گیا۔" قریش نے کہا: "جو ہمارا حصہ ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے ہے۔" یہ روایت بہت زیادہ جید اسناد کی حامل ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں اپنی خواتین اور اولاد پیاری ہے یا اموال؟"

صحیح میں حضرت مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تمہاری کیا رائے ہے مجھے سچی بات سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ دو گروہوں میں سے ایک کو پسند کرلو۔ یا قیدی لے لو یا مال۔ میں تو تمہارا انتظار کرتا رہا۔'' آپ نے دس سے زائد راتوں تک ان کا انتظار کیا جب آپ طائف سے واپس تشریف لائے۔ جب بنو ھوازن کو یقین ہو گیا کہ آپ ان دو اشیاء میں سے صرف ایک چیز ہی واپس کریں گے تو انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے ہمارے قیدیوں اور اموال کے بارے ہمیں اختیار دیا ہے۔ ہمیں اپنی خواتین اور بچے پسندیدہ ہیں۔ ہم اپنے اونٹوں اور بکریوں کے بارے گفتگو نہیں کریں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''ان میں سے جو میرا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ تمہارا ہو گیا۔ جب میں لوگوں کو نماز پڑھا لوں تو تم اپنے اسلام کا اظہار کر دینا۔ تم کہنا: ''ہم تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ہم مسلمانوں کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور سفارش اور آپ کی بارگاہ میں مسلمانوں کو بطور سفارش پیش کرتے ہیں۔ میں تمہارا حصہ تمہیں دے دوں گا اور لوگوں سے تمہارے بارے سوال کروں گا۔'' آپ نے انہیں کلمۂ حق کی گواہی دینا سکھایا۔ نیز یہ کہ وہ کیسے لوگوں سے بات کریں۔ جب آپ نے صحابہ کرام کو نمازِ ظہر پڑھائی۔ تو بنو ھوازن نے آپ سے گفتگو کا اذن طلب کیا۔ آپ نے انہیں دے دیا۔ ان کے خطباء نے اسی طرح کلام کیا جس طرح آپ نے انہیں سکھایا تھا۔ انہوں نے ماخذِ ضمیر کا عمدہ طریقہ سے اظہار کیا۔ بلاغت سے کام لیا اور قیدی لوٹانے کے لیے مسلمانوں کو ترغیب دی۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو آپ ان کی سفارش کرنے کے لیے اٹھے۔ صحیح میں ہے۔

''آپ اٹھے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: ''امابعد! تمہارے بھائی توبہ کرتے ہوئے تمہارے پاس آگئے ہیں۔ میری رائے ہے کہ میں ان کے قیدی واپس کر دوں۔ جو خوش دلی سے یوں کر سکتا ہو وہ اس طرح کر دے۔ جو اپنے حصہ پر برقرار رہنا چاہتا ہو تو ہم اسے اس پہلے مال فئے سے ان کا حصہ اسے دے دیں گے وہ بھی اس طرح کر دے۔'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے خوش دلی سے ان کے قیدی واپس کر دیے ہیں۔'' آپ نے ان سے فرمایا: ''ہم نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اذن دیا ہے اور کس نے اذن نہیں دیا۔ تم واپس چلو حتیٰ کہ تمہارا امراء تمہارا معاملہ ہمارے پاس لے کر آئیں۔'' لوگ واپس آگئے اور اپنے سرداروں سے اس ضمن میں بات کی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو میرا یا بنو عبدالمطلب کا حصہ ہے۔ وہ تمہارا ہو گیا۔'' مہاجرین نے کہا: ''جو ہمارا حصہ ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم کے لیے ہے۔'' انصار نے کہا: ''جو ہمارا حصہ ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔'' اقرع بن حابس نے کہا: ''میں اور بنو تمیم اس طرح نہیں کر سکتے۔'' عیینہ بن حصن نے کہا: ''میں اور بنو فزارہ اس طرح نہیں کر سکتے۔'' عباس بن مرداس نے کہا: ''میں اور بنو سلیم اس طرح نہیں کر سکتے۔'' بنو سلیم نے کہا: ''جو ہمارا

حصہ ہے وہ حضور اکرم ﷺ کے لیے ہے۔" عباس بن مرداس نے کہا: "تم نے مجھے کمزور کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "جس کے پاس کوئی قیدی ہو وہ خوشی سے واپس کر دے تو بہتر۔ جو اپنا حصہ روک لے تو اسے ہر انسان کے عوض چھ اونٹ اس مال فئے میں سے دیے جائیں گے جو سب سے پہلے رب تعالیٰ عطا کرے گا۔" صحابہ کرام نے بنو ھوازن کے قیدی واپس کر دیے۔ انہوں نے کسی کو باقی نہ رکھا۔ سوائے عیینہ بن حصن کے۔ اس نے ایک بڑھیا کو پکڑے رکھا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے قیدیوں کو قبطیہ یا مقعد کے کپڑے عطا کیے۔

جو قیدی واپس نہ کرے اس کے لیے آپ کی بد دعا

ابو نعیم نے حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ اس وفد میں شریک تھے۔ جنہوں نے آپ سے قیدیوں کے بارے گفتگو کی تھی کہ سارے صحابہ کرام نے ان کے قیدی واپس کر دیے سوائے ایک شخص کے۔ آپ نے فرمایا: "مولا! اس کے سودے میں خسارا کر دے۔" وہ جوان عورت کے پاس سے گزرتا تو اسے چھوڑ دیتا۔ حتیٰ کہ وہ ایک بڑھیا کے پاس سے گزرا۔ اس نے کہا: "میں اسے لے لیتا ہوں۔ یہ قبیلے کی ماں ہے وہ اس کا زیادہ فدیہ دیں گے۔" عطیہ نے تکبیر کہی اور کہا: "اسے لے لو۔" انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

خذها والله مافوها ببارد ولا ثديها بناهد
ولا زوجها بواجد عجوزا يا رسول الله ما لها احد

ترجمہ: "اسے لے لو بخدا! نہ تو اس کا منہ ٹھنڈا ہے نہ ہی اس کا پستان اٹھا ہوا ہے۔ نہ ہی اس کا خاوند تلاش کرنے والا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کا کوئی بھی نہیں۔"

جب اس شخص نے دیکھا کہ اس کے لیے تو کوئی تعرض نہیں کر رہا تو اس نے اسے چھوڑ دیا۔

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے روایت لکھی ہے کہ جب عیینہ بن حصن نے اپنے قیدی واپس کرنے سے انکار کر دیا تو اسے اس کے بارے اختیار دیا گیا۔ اس نے ایک عمر رسیدہ بڑھیا دیکھی۔ اس نے کہا: "یہ قبیلے کی ماں ہے۔ شاید وہ اس کا بڑا فدیہ ادا کریں۔ قبیلہ میں اس کا بڑا نسب ہوگا۔ اس کا بیٹا اس کے پاس آیا۔ اس نے عیینہ سے کہا "ایک سو اونٹ لے لو اور اس بڑھیا کو چھوڑ دو۔" عیینہ نے کہا: "نہیں!" اس نے اسے کچھ دیر کے لیے چھوڑ دیا۔ بڑھیا نے کہا: "ایک سو اونٹ لینے کے بعد تجھے مجھ میں اور کیا فائدہ ملے گا؟ یہ انہیں چھوڑ رہا ہے شاید مجھے فدیہ کے بغیر ہی چھوڑ دے۔" جب عیینہ نے بڑھیا کی بات سنی تو اس نے کہا: "آج کی طرح کا دھوکہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔" پھر اس بڑھیا کا بیٹا عیینہ کے پاس سے گزرا۔ عیینہ نے

کہا: "کیا تم مجھے اس بڑھیا کے عوض وہ مال دینے کے لیے تیار ہو جس کا تم نے وعدہ کیا تھا؟" اس کے بیٹے نے کہا: "میں اب پچاس سے زائد اونٹ نہیں دوں گا۔" عیینہ نے کہا: "میں اس طرح نہیں کر سکتا۔" عیینہ کچھ عرصہ ٹھہرا رہا۔ اب وہی بیٹا اس کے پاس سے گزرا۔ وہ اس سے اعراض کر رہا تھا۔ عیینہ نے اس سے کہا: "کیا تم اس بڑھیا کے بارے مجھے وہ اونٹ دینے کے لیے تیار ہو جو تم نے کہے تھے؟" اس جوان نے کہا: "میں اس کے عوض پچیس سے زائد اونٹ دینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔" عیینہ نے کہا: "بخدا! اس طرح نہیں ہو سکتا۔ کہاں ایک سو اونٹ اور کہاں صرف پچیس۔" جب عیینہ کو خدشہ لاحق ہوا کہ لوگ بکھر جائیں گے وہ کوچ کر جائیں گے تو عیینہ اس کے بیٹے کے پاس گیا۔ اس نے کہا: "کیا تم اس کے عوض مجھے پچیس اونٹ دیتے ہو؟" اس نے کہا: "اب میں تمہیں صرف دس اونٹ دیتا ہوں۔" عیینہ نے کہا: "بخدا! اس طرح تو نہیں ہو سکتا۔" اس جوان نے کہا: "بخدا! نہ تو اس کا پستان اٹھا ہوا ہے نہ اس کا پیٹ بچہ پیدا کر سکتا ہے نہ اس کا منہ ٹھنڈا ہے۔ نہ اس کا صاحب اس کی جستجو کرے گا تم نے اسے جن لوگوں سے لیا ہے تم انہیں دیکھ رہے ہو۔" عیینہ نے کہا: "تم اسے لے لو۔ رب تعالیٰ تمہارے لیے اس میں برکت نہ ڈالے۔" اس جوان نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے تو قیدیوں کو کپڑے پہنائے ہیں۔ کیا تو اس بڑھیا کو کپڑے نہیں دے گا؟" عیینہ: "نہیں! میرے پاس اس کے لیے کوئی کپڑے نہیں ہیں۔" جوان: "ہرگز نہیں تم اسے کپڑے دو گے۔" وہ اس سے جدا نہ ہوا حتیٰ کہ اس نے اس سے سمل کا کپڑا لے لیا۔ جوان گیا تو وہ کہہ رہا تھا: "بخدا! اونٹوں کے بارے تمہاری بصیرت نہیں ہے۔"

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ عیینہ نے چھ اونٹوں کے عوض اس بڑھیا کو واپس کر دیا تھا۔ لیکن امام بیہقی نے امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ اس نے کسی چیز کے بغیر ہی اس بڑھیا کو واپس کیا تھا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

ابن اسحاق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ قیدیوں کو واپس کرنے سے فارغ ہوئے تو آپ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے۔ لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم میں مالِ غنیمت تقسیم کریں۔" حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ایک درخت کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ آپ کی چادر مبارک بھی اتار دی۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! میری چادر مجھے واپس کر دو۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ اگر میرے پاس اتنے جانور ہوتے جتنے تہامہ میں درخت ہیں تو میں تم میں تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے نہ کذاب اور نہ ہی بخیل پاتے۔" آپ اونٹ کے ایک طرف کھڑے ہوئے اس کی کوہان سے ایک بال پکڑا اسے اپنی انگلیوں کے درمیان تھاما اور فرمایا اے لوگو! اللہ کی

قسم میرے لیے اس مالِ غنیمت میں سے یہ بال لینا بھی جائز نہیں۔ سوائے خمس بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ سوئی اور دھاگے تک واپس کر دو۔ بددیانتی سے بچو۔ یہ قیامت والے دن بددیانتی کرنے والے کے لیے شرمندگی اور ندامت ہوگی۔ انصار میں سے ایک شخص بالوں کے بٹے ہوئے دھاگے کا ایک گولہ لے کر آیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے یہ دھاگہ لیا ہے تاکہ اس کے ساتھ اپنے اونٹ کا کمبل سی سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں سے جو میرا حق ہے وہ تیرا ہو گیا۔ اس شخص نے عرض کی جب معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے تو پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ سے وہ دھاگہ پھینک دیا۔

عبدالرزاق نے اپنی جامع میں حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین کے دن اپنی بیوی کے پاس گئے جن کا نام فاطمہ بنت شیبہ تھا۔ ان کی تلوار خون سے آلودہ تھی۔ انہوں نے کہا: یہ سوئی لے لو اور اس سے اپنے کپڑے سیا کرو۔ انہوں نے وہ سوئی انہیں دے دی پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان کرنے والے کو سنا جو کہہ رہا تھا جس نے مالِ غنیمت میں سے کچھ بھی لیا ہو وہ اسے واپس کر دے۔ حتیٰ کہ سوئی اور دھاگہ بھی واپس کر دے۔ حضرت عقیل واپس آئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ میرے خیال میں یہ سوئی بھی تمہارے پاس نہیں رہے گی انہوں نے اسے لیا اور مالِ غنیمت میں پھینک دیا۔

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حنین کے روز آپ نے مالِ غنیمت کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ کے ساتھ نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد اس کا ایک بال لیا اسے اپنے انگلیوں میں پکڑا اور فرمایا اے لوگو! یہ تمہارے مالِ غنیمت میں سے ہے اس میں صرف میرا حصہ خمس ہے اور خمس بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ سوئی اور دھاگے تک واپس کر دو۔ نہ چھوٹی چیز اپنے پاس رکھو اور نہ بڑی۔ بددیانتی نہ کرو بددیانتی دنیا اور آخرت میں بددیانت کے لیے شرمندگی ندامت اور آگ ہوگی۔

امام عبدالرزاق اور امام بخاری نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حنین کے روز واپس آرہے تھے۔ لوگ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اعرابی آپ کے ساتھ چمٹ گئے۔ وہ آپ سے التجاء کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ ایک درخت کے پاس تشریف لے چلیں۔ آپ کی چادر مبارک بھی اتر گئی۔ آپ رک گئے۔ آپ نے فرمایا: مجھے میری چادر واپس کر دو۔ اگر ان درختوں کے برابر بھی میرے پاس جانور ہوتے تو میں انہیں تم میں تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے نہ بخیل نہ کذاب اور نہ ہی بزدل پاتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ پر نجرانی چادر

تھی۔ جس کا حاشیہ موٹا تھا۔ ایک اعرابی نے اسے پکڑا اور زور سے کھینچا۔ اس نے کہا: "مجھے اس مال سے عطا کریں جو رب تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف توجہ کی۔ آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے اسے عطا کرنے اور چادر دینے کا حکم دیا۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ مالِ غنیمت آپ کے پاس جمع کیا گیا۔ حضرت ابوسفیان آئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ! آپ قریش میں سے سب سے زیادہ مال دار شخص بن گئے ہیں۔" یہ سن کر آپ مسکرا دیئے۔

مؤلفۃ القلوب

ابن اسحاق نے لکھا ہے" آپ نے عرب کے سرداروں کی تالیف قلبی کرتے ہوئے انہیں عطا کیا تا کہ ان کی اور ان کی قوم کی تالیف قلبی ہو سکے۔"

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے کی ابتداء کی تو آغاز تالیف قلبی سے کیا۔ بعض کو ایک سو یا زائد۔ بعض کو پچاس اونٹ دیے۔ ان کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔ وہ افراد درج ذیل ہیں:

ابی بن شریق، احیحہ بن امیہ، اسید بن جاریہ، اقرع بن حابس، جبیر بن مطعم، جد بن قیس السہمی، حارث بن حرث بن کلدہ، حارث بن ہشام، حاطب بن عبد العزی، حرملہ بن ھوذہ، حکیم بن حزام۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت حکیم بن حزام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے غزوۂ حنین کے روز آپ سے ایک سو اونٹوں کا سوال کیا۔ آپ نے وہ مجھے عطا کر دیے۔ پھر میں نے ایک سو اونٹ مانگے تو آپ نے عطا کر دیے۔" پھر فرمایا: "حکیم! یہ شاداب اور شیریں مال ہے۔ جو اسے سخاوتِ نفس کے ساتھ لیتا ہے اس کے لیے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ جو نفس کے حرص اور لالچ کے ساتھ لیتا ہے۔ اس میں اس کے لیے برکت نہیں ڈالی جاتی۔ وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے لیکن سیراب نہیں ہوتا۔ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ ان سے ابتداء سے کرو جو تمہاری کفالت میں ہیں۔" حضرت حکیم نے کہا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ کے بعد میں کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حکیم کو بلاتے تا کہ کچھ عطا کریں۔ مگر وہ انکار کر دیتے۔ حضرت عمر فاروق فرماتے: "لوگو! میں تمہیں حضرت حکیم پر گواہ بناتا ہوں۔ میں انہیں بلاتا ہوں تا کہ انہیں کچھ دوں۔ مگر وہ انکار کر دیتے ہیں۔"

ابن ابی الزناد نے لکھا ہے کہ حضرت حکیم نے پہلے سو لے لیے بقیہ ترک کر دیا۔

حکیم بن طلیق، خویطب بن عبدالعزیٰ، خالد بن اسید، خالد بن قیس، خالد بن ھوذہ، خلف بن ہشام (ان کے بارے اختلاف ہے) رقیم بن ثابت (العیون میں ہے انہیں بھی یہ حصہ ملا۔ مگر پہلے گزر چکا ہے کہ غزوہ حنین میں یہ شہید ہو چکے تھے) زہیر بن امیہ، زید الخیل بن مہلہل الطائی، سائب بن ابی سائب، صیفی بن عائذ، سعید بن یربوع، سفیان بن عبدالاسد، سہل بن عمرو، شیبہ بن عثمان، ابوسفیان صخر بن حرب، صفوان بن امیہ (آپ نے انہیں ایک سو اونٹ عطا کیے۔ امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "حضور اکرم ﷺ لگا تار مجھے حنین کا مال غنیمت عطا کرتے رہے۔ پہلے آپ مجھے ساری مخلوق سے زیادہ مبغوض تھے۔ آپ مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے انہیں ایک سو بکریاں پھر ایک سو پھر ایک سو عطا کیں۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے "حضرت صفوان آپ کے ہمراہ تھے بکریوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہ ایک گھاٹی کے پاس سے گزرے جو بکریوں اور اونٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ کچھ وہ مالِ غنیمت تھا جسے رب تعالیٰ نے اپنے رسول محترم ﷺ کو عطا کیا تھا۔ انہوں نے صفوان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ وہ ان کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ نے ان سے پوچھا "ابووہب! کیا اس گھاٹی نے تمہیں تعجب میں ڈالا ہے؟ انہوں نے کہا: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "جو کچھ اس وادی میں ہے وہ سب کچھ تمہارا ہے۔" صفوان نے عرض کی: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اتنی سخاوت ایک نبی ہی کر سکتا ہے۔"

طلیق بن سفیان، عباس بن مرداس، امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ نے انہیں چند اونٹ دیے۔ جس کی وجہ سے وہ ناراض ہو گئے۔ امام احمد، امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مؤلفہ قلوب میں سے ہر ایک کو ایک ایک سو اونٹ عطا کیے۔ حضرت عباس بن مرداس کو ایک سو سے کم اونٹ دیے تو وہ ناراض ہو گئے۔ انہوں نے یہ اشعار کہے:

اتجعل نهبي و نهب العُبيد بين عيينة والاقرع

ترجمہ: "کیا آپ میرا حصہ اور عبید بن عیینہ کا حصہ عیینہ اور اقرع کے مابین تقسیم فرما رہے ہیں۔"

فما كان حصن ولا حابسٌ يفوقان مرداس في المجمع

ترجمہ: "حصن اور حابس محفل میں مرداس پر کوئی فوقیت نہیں رکھتے۔"

و قد كنتُ في الحرب ذاتُدراء فلم اعط شيئا ولم امنع

ترجمہ: "میں جنگ میں تھا لیکن میں کسی شان و شوکت کا مالک نہ تھا۔ مجھے نہ تو کچھ عطا کیا گیا نہ اس سے روکا گیا۔"

وما كنت دون امرئٍ منهما و من تضع اليوم لا يُرفع

ترجمہ: ''میں ان دونوں میں سے کوئی کم مرتبہ شخص نہیں ہوں جسے آج آپ نیچے کر دیں گے وہ کبھی سربلند نہیں ہو سکے گا۔''

آپ نے ان کے لیے یہ تعداد پوری کر دی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ انہوں نے یہ اشعار کہے:

كانت نهابًا تلافيتها بِكَرّى على المهر فى الاجرع

ترجمہ: ''وہ اونٹ اور جانور ایسے تھے جنہیں میں نے اپنے گھوڑے پر بار بار حملہ کر کے نرم زمین پر چھوڑا تھا۔''

و ايقاظى القوم ان يَرقدوا اذا اَهْجَعَ الناسُ لم اهْجع

ترجمہ: ''میرا قوم کو بیدار کرنا اس طرح تھا کہ وہ سو جائیں۔ جب لوگ سو جاتے ہیں تو میں نہیں سوتا۔''

فاصبح نهبى و نهب العبيد بين عُيينة والاقرع

ترجمہ: ''میرا حصہ اور عبید کا حصہ عیینہ اور اقرع میں تقسیم ہو گیا ہے۔''

و قد كنتُ فى الحرب ذا تدراء فلم أُعط شيئا و لم أُمنع

ترجمہ: ''میں جنگ میں مصائب کو دور ہٹانے والا تھا مجھے نہ کچھ عطا کیا گیا نہ کسی چیز سے روکا گیا۔''

والا افائل اعطيتها عديدَ قوائمها الاربع

ترجمہ: ''مگر مجھے چند چھوٹے چھوٹے اونٹ عطا کیے گئے جنکی چار ٹانگیں تھیں۔''

وما كان حصن ولا حابس يفوقان مرداسَ فى المجمع

ترجمہ: ''حصن اور حابس کسی مجلس میں مرداس سے فوقیت نہیں رکھتے تھے۔''

وما كنتُ دون امْرِئٍ منهما و من تضع اليوم لا يُرفع

ترجمہ: ''میں حصن اور حابس سے کم مرتبہ نہیں ہوں جسے آج آپ نیچے کر دیں گے وہ کبھی نہ اٹھ سکے گا۔''

آپ تک یہ اشعار پہنچے تو آپ نے انہیں یاد فرمایا اور فرمایا: ''تم نے یہ اشعار کہے ہیں: ''اصبح نهبى...'' حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''میرے والدین آپ پر نثار! انہوں نے اس طرح نہیں کہا۔ آپ نہ شاعر ہیں نہ یہ آپ کے لیے روا ہے نہ آپ اس کے راوی ہیں۔'' آپ نے پوچھا: ''انہوں نے کیسے کہا ہے؟'' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ان کے اشعار سنائے۔ آپ نے فرمایا: ''میری طرف سے ان کی زبان کاٹ دو۔'' یہ سن کر لوگ گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا کہ شاید آپ نے حکم دیا ہے کہ حضرت عباس بن مرداس کا مثلہ کر دیا جائے مگر آپ کا ارادہ یہ تھا کہ انہیں بھیڑ بکریاں دے کر ان کا منہ بند کر دیا جائے۔)

عبدالرحمان بن یربوع، عثمان بن وھب، عدی بن قیس، عکرمہ بن عامر، عکرمہ بن ابی جہل، عمرو بن ہشام، علقمہ بن علاثہ، عمرو بن بعکلک، عمیر بنو ودقہ، عمیر بن وھب، علاط بن جاریۃ، عیینہ بن حصن، قیس بن عدی، قیس بن مخرمہ، کعب بن اخنس، لبید بن ربیعہ، مالک بن عوف، مخرمہ بن نوفل، مطیع بن الاسود، معاویہ بن ابی سفیان، ابوسفیان، مغیرہ بن حارث، نضیر بن حارث، نوفل بن معاویہ، ھشام بن عمرو، ھشام بن ولید، یزید بن ابی سفیان، ابوجھم بن حذیفہ، ابوسنابل عمرو رضی اللہ عنہم۔

یہ پچاس سے زائد افراد ہیں شاید تم کسی اور کتاب میں ان کے نام اس طرح نہ پا سکو۔ واللہ الموفق۔

امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ آپ جعرانہ تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک اعرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: ''کیا آپ وہ وعدہ پورا نہیں کریں گے جو آپ نے مجھ سے کیا ہے؟ آپ نے اسے فرمایا: ''تجھے بشارت ہو۔'' اس نے کہا: ''آپ نے مجھے بہت سی بشارات دی ہیں۔'' آپ نے غصے کی حالت میں حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی طرف رخ انور کیا اور فرمایا: ''اس نے بشارت کو رد کر دیا ہے تم اسے قبول کرلو۔'' انہوں نے کہا: ''ہم نے اسے قبول کرلیا ہے۔'' آپ نے ایک پیالہ منگوایا۔ اس میں اپنے دستِ اقدس اور چہرۂ انور کو دھویا۔ کلی کی پھر فرمایا: ''یہ پانی پی لو۔ اس میں سے اپنے چہروں اور گردنوں پر مل لو اور خوش ہو جاؤ۔'' انہوں نے پیالہ لیا اور اسی طرح کیا۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پس پردہ سے فرمایا: ''اپنی امی جان کے لیے بھی بچانا۔'' ایک گروہ نے اس میں سے پیا۔

پھر آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو اور مالِ غنیمت کو حاضر کریں۔ آپ نے لوگوں میں مالِ غنیمت تقسیم کر دیا۔ ہر شخص کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں ملیں۔ سوار کو بارہ اونٹ یا ایک سو بیس بکریاں ملیں۔ اگر ایک سے زائد گھوڑے کسی کے پاس تھے تو آپ نے ان کے لیے حصے نہ نکالے۔

مالِ غنیمت کی اس تقسیم میں حکمت

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ محمد بن ابراہیم تیمی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص تھے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کو ایک ایک سو اونٹ عطا کیے ہیں مگر جعیل بن سراقہ الضمری کو چھوڑ دیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں (جانِ عالم) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے حضرت جعیل بن سراقہ عیینہ اور اقرع جیسے سرداروں سے بہت عمدہ ہیں۔ لیکن میں نے ان سرداروں کو دے کر ان کی تالیف قلبی کی ہے تا کہ وہ اسلام قبول کرلیں اور حضرت

جعیل کو ان کے اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔

امام بخاری نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور والا ﷺ نے کچھ افراد کو عطا کیا۔ میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے ان میں سے ایک شخص کو کچھ نہ دیا۔ حالانکہ وہ مجھے بہت پسند تھا۔ میں اٹھا۔ میں نے کہا: "بخدا! میں اس شخص کو مؤمن دیکھتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "یا مسلمان" انہوں نے تین بار اسی طرح کہا۔ آپ نے تین بار اسی طرح جواب ارشاد فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: "میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں حالانکہ دوسرا مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے۔ یہ اس خدشہ کے پیش نظر ہوتا کہ کہیں رب تعالیٰ اسے چہرے کے بل آگ میں نہ گرا دے۔"

امام بخاری نے حضرت عمرو بن تغلب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بعض افراد کو عطا کیا۔ بعض کو عطا نہ کیا۔ گویا کہ وہ آپ پر ناراض تھے۔ آپ نے فرمایا: "میں بعض لوگوں کو عطا کرتا ہوں مجھے ان کی بے صبری اور گھبراہٹ سے اندیشہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو ان کی اس خیر اور غنی کے حوالے کر دیتا ہوں ان لوگوں میں عمرو بن تغلب بھی ہیں۔" حضرت عمرو فرماتے تھے "حضور ﷺ نے جو کچھ مجھے فرمایا تھا وہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔"

انصار کی خلش

ابن اسحاق، امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرات ابو سعید خدری، انس بن مالک اور عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ آپ کو غزوۂ حنین میں مالِ غنیمت ملا۔ آپ نے قریش اور دیگر سرداروں کو ایک ایک سو اونٹ دیے۔ مگر انصار کو ان میں سے کچھ بھی نہ دیا۔ انصار نے دلوں میں خلش پائی۔ ان میں گفتگو ہونے لگی۔ حتیٰ کہ ایک شخص نے کہا: "اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو معاف کرے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ قریش، طلقاء اور مہاجرین میں اموال تقسیم کرتے ہیں۔ ہمیں چھوڑ رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک خون کے قطرات گر رہے ہیں۔ جنگ کے وقت ہمیں بلایا جاتا ہے۔ مالِ غنیمت ہمارے علاوہ دوسروں کو دیا جاتا ہے۔ ہمیں معلوم ہو جاتا کہ یہ کس لیے ہے؟ اگر یہ امر الٰہی ہے تو ہم صبر کرتے۔ اگر یہ آپ کا امر ہے تو ہم آپ کی رضا طلب کر لیتے۔" ان کی یہ بات آپ تک پہنچ گئی۔

حضرت ابو سعید کی روایت میں ہے: "حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ انصار کا قبیلہ اپنے دلوں میں خلش پاتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "کس لیے؟" انہوں نے عرض کی: "مالِ غنیمت کی تقسیم کی وجہ سے۔ آپ نے سارے عرب اور ان کے رؤساء کو عطا کیا ہے لیکن انہیں کچھ نہیں دیا۔" آپ نے فرمایا: "سعد! تمہاری کیا رائے ہے؟" انہوں نے عرض کی: "میں بھی اپنی قوم کا ایک فرد ہوں۔" آپ

نے فرمایا: "میرے لیے اپنی قوم کو اس چھپر کے نیچے جمع کرو جب وہ جمع ہو جائیں تو مجھے بتا دینا۔" حضرت سعد باہر نکلے اور انصار کو آواز دی وہ جمع ہو گئے۔

حضرت انس نے فرمایا: "انصار چمڑے کے قبہ میں جمع ہوئے۔ انہوں نے انصار کے علاوہ کسی کو نہ بلایا۔ بعض مہاجرین آئے تو آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ جب دوسرے مہاجرین آئے تو آپ نے انہیں واپس بھیج دیا۔ جب سارے انصار جمع ہو گئے تو وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے مجھے حکم دیا تھا میں نے آپ کے لیے انصار کو جمع کر دیا ہے۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے تو پوچھا: "کیا تم میں تمہارے علاوہ بھی کوئی موجود ہے؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! سوائے ہمارے بھانجے کے۔" آپ نے فرمایا: "کسی قوم کا بھانجا ان میں سے ہی ہوتا ہے۔" آپ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے اٹھے۔ پہلے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: "اے گروہِ انصار! میں تمہارے پاس آیا تم گمراہ تھے۔ رب تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی۔ تم غریب تھے رب تعالیٰ نے تمہیں غنی کر دیا۔ تم باہم دشمن تھے۔ رب تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہاں! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ زیادہ احسان کرنے والے اور افضل ہیں۔"

آپ نے فرمایا: "انصار! کیا تم جواب نہیں دو گے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کیا عرض کریں۔ ہم کیا جواب دیں؟ احسان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کا ہے۔" آپ نے فرمایا: "بخدا! اگر تم چاہتے تو تم کہہ سکتے تھے تم سچے ہوتے اور تمہاری تصدیق کی جاتی کہ آپ ہمارے پاس آئے آپ کو قریش نے نظر انداز کر رکھا تھا۔ ہم نے آپ کو پناہ دی۔ آپ تنگ دست تھے ہم نے آپ کے ساتھ ہمدردی کی۔ آپ خوفزدہ تھے ہم نے آپ کو امن دیا۔ آپ کا کوئی معاون نہ تھا۔ ہم نے آپ کی مدد کی۔ لوگ آپ کو جھٹلاتے تھے ہم نے آپ کی تصدیق کی۔" انصار نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کا احسان ہے۔" آپ نے فرمایا: "یہ کیسی بات ہے جو مجھ تک پہنچی ہے۔" انصار خاموش ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: "یہ کیسی بات ہے جو مجھ تک پہنچی ہے۔" فقہاء انصار نے عرض کی: "ہمارے رئیسوں نے تو کچھ نہیں کہا۔ البتہ نوعمر انصار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رسولِ محترم ﷺ کو معاف کرے۔ وہ قریش کو عطا کر رہے ہیں۔ ہمیں چھوڑ رہے ہیں۔ جبکہ ہماری تلواریں ان کے لہو سے خون آلود ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں نے ان لوگوں کو دیا ہے جو نئے نئے کفر سے تائب ہوئے ہیں تاکہ اس کے ذریعے ان کی تالیف قلبی کروں۔"

دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: "قریش نئے نئے کفر سے تائب ہوئے ہیں۔ انہیں ابھی ابھی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں نے چاہا کہ ان کی حوصلہ افزائی کروں۔ ان کے ساتھ تالیف قلبی کروں۔ انصار! تم دنیا کی معمولی چیز

کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو گئے ہو۔ جس کے ساتھ میں نے اس قوم کی تالیف قلبی کی ہے۔ جو ابھی ابھی مسلمان ہوئی ہے۔ میں نے تمہیں اس اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔ جسے رب تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں لکھ دیا ہے۔ انصار! کیا تم اس بات پہ راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں میں بھیڑ بکریاں لے کر جائیں تم اپنے گھروں میں رسول اکرم ﷺ کو لے کر جاؤ۔ تم حضور والا ﷺ کو اپنے گھروں میں لے کر جاؤ۔ بخدا! جو کچھ تم لے کر جا رہے ہو۔ وہ اس مال سے بہت بہتر ہے جو دوسرے لے کر جا رہے ہیں۔ مجھے اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے اگر لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔ تم خواص ہو اور لوگ عام ہیں تم اندر والا کپڑا ہو اور لوگ باہر والا کپڑا ہیں۔ انصار میرے راز داں اور خواص ہیں۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک شخص ہوتا۔ مولا! انصار پر اور انصار کی اولاد پر رحم فرما۔" یہ سن کر انصار رونے لگے۔ حتیٰ کہ ان کی داڑھیاں بھیگ گئیں۔ انہوں نے عرض کی: "ہم حصہ اور تقسیم کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے راضی ہیں۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ جب آپ نے انصار کو یاد فرمایا تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ آپ اپنے بعد ان کے لیے بحرین کا مال مختص کر دیں۔ یہ عمدہ ترین زمین تھی انہوں نے عرض کی: "آپ کے بعد ہمیں دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا: "میرے بعد تم دیکھو گے کہ تمہیں چھوڑ کر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ تم صبر کرنا حتیٰ کہ حوض پر مجھ سے ملاقات کر لینا۔"

حضرت حسان نے حضور اکرم ﷺ کے انصار کو جمع کرنے سے قبل کہا تھا:

زاد الهمومَ فماءُ العين مُنحدرٌ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ سحًّا اذا حَفلتْه عبرةٌ دِررُ

ترجمہ: "غموں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ آنکھ کا پانی چھم چھم گر رہا ہے جب رواں آنسوؤں نے اسے جمع کیا۔"

وجدًا بشماء اذ شماء بهكنةٌ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ هيفاء لاذنَنٌ فيها ولا حورُ

ترجمہ: "یہ سب کچھ شماء کے غم میں ہے۔ کیونکہ وہ بھرپور جوانی والی ہے۔ اس کی کمر پتلی ہے اس میں کوئی کمزوری اور گندگی نہیں۔"

دع عنك شماء اذ كانت مودتها ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تزرًا و شرٌّ وصالِ الواصل النزِرُ

ترجمہ: "شماء کی چھوڑ دے اس کی محبت قلیل ہے۔ قلیل وصال کرنے والے کا وصال سب سے برا ہوتا ہے۔"

وانت الرسولُ فقل ياخيرَ موتمنٍ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ للمومنين اِذ ما عُدِّد البشرُ

ترجمہ: "تم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ۔ عرض کرو۔ اے اہلِ ایمان کی بہترین پناہ گاہ! جب لوگوں کو

شمار کیا جائے۔"

علام تدعی سلیم وھی نازخة　　　　قدام قوم ھموا آووا ھم نصروا

ترجمہ: "بنوسلیم کو کس لیے بلایا جاتا ہے۔ جبکہ اس قوم سے دور ہے۔ جس نے آپ کو پناہ دی ہے اور آپ کی نصرت کی ہے۔"

سماھم اللہ انصارًا بنصرھمَ　　　　دین الھدیٰ و عوان الحرب یستعرُ

ترجمہ: "رب تعالیٰ نے ان کا نام انصار رکھا کیونکہ ہدایت کے دین اور بھڑکنے والی جنگ میں اس کی نصرت کی جس میں لگاتار قتل ہو رہے تھے۔"

و سارعوا فی سبیل اللہ و اعترضوا　　　　للنائباتِ وما خافوا وما ضجروا

ترجمہ: "انہوں نے راہِ خدا میں جلدی کی اور حوادث پر صبر کیا انہوں نے تنگی اور مصیبت پر شور و غل نہ کیا۔"

والناس اِلبٌ علینا ضیك لیس لنا　　　　الا السیوف و اطراف القناوزر

ترجمہ: "لوگ ہمارے خلاف جنگ کرنے کے لیے خفیہ تدبیر کر رہے ہیں لیکن ہمارے پاس صرف تلواریں اور نیزوں کی نوکیں پناہ گاہ ہیں۔"

نجالدُ الناس لا نُبقی علی احدٍ　　　　ولا نضیِعُ ما تُوحی به السورُ

ترجمہ: "ہم لوگوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں ہم کسی پر کچھ باقی نہیں رکھتے قرآن پاک کی سورتوں کو ہم ضائع نہیں کرتے۔"

ولا تھرُّ جُناۃ الحرب نادینا　　　　و نحن حین تلظی نارُھا سُعُرُ

ترجمہ: "جنگ کے مجرم ہماری محفل کو ناپسند نہیں کرتے۔ جب جنگ کی آگ بھڑکتی ہے تو دہکتی آگ میں کود جاتے ہیں۔"

کما رددنا ببدر دون ما طلبوا　　　　اھلُ النفاق ففینا ینزل الظفر

ترجمہ: "جب ہم نے غزوۂ بدر میں منافقین کو رد کر دیا تھا جتنا وہ چاہتے تھے اس سے کم۔ کامیابی ہمارے لیے ہی اتری۔"

و نحنُ جندك یوم النعفِ من اُحُد　　　　اذ حزَّبتْ بطرًا احزابها مُضرُ

ترجمہ: "ہم جنگ احد میں پہاڑ کے دامن میں آپ کا لشکر تھے۔ جب بنومضر نے بغاوت کرتے ہوئے مختلف

گردہ جمع کیے تھے۔"

فما و نینا وما خمنا وما خبروا　　منا عثارًا و کل الناس قد عثروا

ترجمہ: "ہم نے کمزوری نہ دکھائی بزدلی نہ دکھائی کسی نے ہماری لغزش کے بارے نہیں بتایا حالانکہ سارے لوگوں کے پاؤں پھسل چکے تھے۔"

بعض جاہلوں کا آپ کی تقسیم پر اعتراض

امام مسلم، امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب آپ نے حنین کے روز مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔ سرداران عرب کو ترجیح دی تو ایک انصاری شخص نے کہا: "اس تقسیم میں عدل سے کام نہیں لیا گیا۔ اس سے رضائے الٰہی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔" میں نے کہا: "بخدا! میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گا۔" میں نے آپ کو بتایا تو آپ کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل نہ کیا تو پھر کون عدل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر رحم کرے۔ انہیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی مگر انہوں نے صبر کیا۔" محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ یہ اعتراض کرنے والا شخص معتب بن قشیر تھا۔

ابن اسحاق، امام بخاری، امام مسلم اور امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص اٹھا۔ اسے ذوالخویصرۃ کہا جاتا تھا۔ وہ آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ آپ لوگوں کو عطا کر رہے تھے۔ اس نے کہا: "محمد! (جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم) میں دیکھ رہا ہوں جو کچھ آپ آج کے دن کر رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! کیا دیکھ رہے ہو؟" اس نے کہا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ عدل نہیں کر رہے۔ عدل کریں۔" یہ سن کر آپ کو غصہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر میں نے عدل نہ کیا تو میں سعید نہ رہا۔ تیرے لیے ہلاکت! اگر میرے پاس عدل نہ ہو گا تو پھر عدل کہاں ہو گا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اجازت مرحمت فرمائیں میں اس منافق کا سر قلم کر دوں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ کی پناہ! پھر تو لوگ باتیں کریں گے کہ میں اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہا ہوں۔ اسے چھوڑ دو۔ عنقریب اس کے ایسے ساتھی ہوں گے جو دین کی گہرائی تک جانے کی کوشش کریں گے لیکن وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ تیر کے پھل کو دیکھا جاتا ہے وہاں کچھ نظر نہیں آتا۔ تیر کو دیکھا جاتا ہے وہاں بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ پھر اس حصہ کو دیکھا جاتا ہے جو وتر کی طرف ہوتا ہے وہاں بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ خون اور گوبر میں سے گزر جاتا ہے۔ تم میں سے ایک ان کی نمازوں کے ساتھ اپنی نماز کو اور ان کے روزوں کے ساتھ اپنے روزے کو حقیر جانے گا یہ اور

اس کے ساتھی قرآن پاک پڑھیں گے لیکن قرآن پاک ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ اس سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے نشانہ سے تیر نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام شخص ہوگا۔ جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ابھرا ہوگا۔ یا وہ لرزتے ہوئے ٹکڑوں کی طرح ہوگا۔ وہ لوگ کے خلاف بغاوت کریں گے۔''

حضرت ابوسعید نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جہاد کیا۔ میں بھی مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ اسے تلاش کر کے ان کے پاس لایا گیا۔ میں نے اسے دیکھا وہ اسی طرح تھا جس طرح آپ نے بیان فرمایا تھا۔

مالک بن عوف کی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری

حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوازن کے وفد سے فرمایا: ''مالک بن عوف نے کیا کہا؟'' انہوں نے عرض کی: ''وہ بھاگ گیا ہے وہ ثقیف کے ہمراہ طائف کے قلعہ میں چلا گیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اسے بتادو اگر وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آجائے تو میں اس کے اہل اور اس کا مال واپس کر دوں گا اور اسے ایک سو اونٹ بھی عطا کر دوں گا۔''

آپ نے مالک کے اہل خانہ کو مکہ مکرمہ میں اپنی پھوپھو ام عبداللہ بنت ابی امیہ کے گھر روک رکھا تھا۔ وفد نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ ہمارے سردار اور ہمارے پیارے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''میں نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ مالک کے اموال میں حصے نہ ڈالے گئے تھے۔ جب مالک تک اس حسن سلوک کی خبر پہنچی جو آپ نے اس کی قوم کے ساتھ کیا تھا اور اس وعدہ کے بارے بتایا جو آپ نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ نیز یہ کہ اس کے اہل اور مال محفوظ ہے۔ مالک کو ثقیف سے اپنے بارے خدشہ تھا کہ وہ جان لیں گے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کیا فرمایا ہے۔ تو وہ اسے قید کر دیں گے۔ اس نے سواری کے بارے حکم دیا وہ آگے پہنچا دی گئی۔ اسے دحنا پہنچا دیا گیا۔ رات کے وقت اس کے پاس گھوڑا لایا گیا۔ وہ قلعہ سے باہر نکلا۔ وہ رات کے وقت اپنے گھوڑے پر بیٹھا۔ اس نے اسے ایڑ لگائی۔ دحنا آیا۔ وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا حتیٰ کہ وہ آپ کی بارگاہِ والا میں حاضر ہو گیا۔ آپ اس وقت جعرانہ یا مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اس کے اہل اور اموال واپس کر دیے اسے ایک سو اونٹ بھی عطا کیے۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ اس نے اسلام لاتے وقت یہ اشعار کہے:

مَا اِنْ رَایْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ فِی النَّاسِ کُلِّهِمْ وَ لِمِثْلِ مُحَمَّدٍ

ترجمہ: "میں نے سارے لوگوں میں آپ کی مثل کسی کو نہ دیکھا ہے۔ نہ کسی کے بارے سنا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی طرح ہو۔"

اوفی و اعطی للجزیل اذا احتُذِی و متی تشاء یخبِرك عما فی غدٍ

ترجمہ: "جب آپ کی بارگاہِ عنایت میں سوال کیا جائے تو پورا بڑا عطیہ عطا کرتے ہیں۔ جب تو چاہے گا آپ تجھے بتا دیں گے کہ کل کیا ہونا ہے۔"

و اذا الکتیبة عَرَّدَتْ انیابُها بالسمهریُ و ضربِ کل مُهنَّدِ

ترجمہ: "جب لشکر اپنے دانت بھرپور تیز کر لیتا ہے۔ وہ سمری نیزوں اور ہندی تلواروں کی ضرب سے (دانت تیز کر لیتا ہے)"

فکانَّه لیثٌ علی اشباله و سط الهبأةِ خادرٌ فی مرصَدِ

ترجمہ: "تو آپ گویا کہ ایسے شیر ہیں جو گرد و غبار کے مابین اپنے بچوں کی نگرانی کے لیے بیٹھے ہیں اور کچھار میں دشمن کی تاڑ میں ہیں۔"

حضور اکرم ﷺ نے انہیں ان کی مسلمان قوم فہم، سلمہ اور ثمالہ کے قبائل پر عامل مقرر کیا۔ مسلمان قوم کا رجحان انہی کی طرف تھا۔ آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ وہ مشرکین پر حملہ کرتے تھے۔ وہ بنو ثقیف پر حملے کرتے تھے ان کے ساتھ جہاد کرتے تھے۔ ثقیف کے جو جانور چرنے کے لیے نکلتے وہ ان پر حملہ کر دیتے۔ آپ کے واپس آجانے کے بعد لوگ امن سے مویشی چراتے تھے۔ حضرت مالک جس جانور پر حملہ کرتے اسے پکڑ لیتے جس شخص پر حملہ کرتے اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ وہ خمس بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیتے۔ کبھی ایک سو اونٹ کبھی ایک ہزار بکریاں۔ انہوں نے اہلِ طائف پر حملہ کیا۔ ایک ہی صبح میں ایک ہزار بکریاں ہانک لیں۔"

رضاعی والدین کا حاضرِ خدمت ہونا

ابو داؤد، ابو یعلی، بیہقی نے حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نوجوان تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ جعرانہ تشریف فرما تھے۔ ایک بدوی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں آئی تو آپ نے اپنی چادر مبارک ان کے لیے پھیلا دی۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ میں نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" صحابہ کرام نے بتایا: "یہ آپ کی رضاعی امی ہیں۔"

ابوداؤد نے مراسیل میں حضرت عمر بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"ایک دن آپ تشریف فرما تھے۔آپ کے رضاعی باپ آئے۔آپ نے ان کے لیے چادر کا دوسرا حصہ بھی پھیلا دیا۔وہ اس پر بیٹھ گئے۔پھر آپ کے رضاعی بھائی حاضر ہوئے۔آپ نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور انہیں اپنے سامنے بٹھالیا۔

مدینہ طیبہ کی طرف روانگی

ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ پہنچے جمعرات کی رات تھی ذوالقعدہ کی پانچ راتیں گزر چکی تھیں۔جعرانہ میں تیرہ راتیں قیام فرمایا۔بقیہ قیدیوں کے بارے حکم دیا۔انہیں مرالظہران کے ایک طرف مجنہ روک دیا گیا۔

البدایۃ میں ہے کہ آپ نے کچھ جانور اس لیے رکھے تھے تاکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے رستے میں ملنے والے اعرابیوں کو عطا کرسکیں۔جب آپ نے مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت بدھ کا دن تھا۔ذوالقعدہ کے بارہ روز باقی تھے۔آپ نے اس مسجد اقصیٰ سے عمرہ کا احرام باندھا۔وہ عدوۃ القصوی کے پاس وادی میں نیچے ہے۔آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔طواف اور سعی پیدل کی۔حلق کرایا۔اسی رات جعرانہ واپس آگئے۔گویا کہ آپ یہ رات وہیں بسر کرنے لگے ہیں۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا عامل مقرر کیا۔اس وقت ان کی عمر بیس سال سے زائد تھی۔آپ نے ان کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری کو پیچھے چھوڑا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دیں۔

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ نے ہوازن کی طرف جانے سے پہلے حضرت عتاب اور معاذ رضی اللہ عنہما کو اپنا نائب مقرر کیا۔ جب آپ مدینہ طیبہ روانہ ہوئے تو انہیں اسی نیابت پر برقرار رکھا۔ابن ہشام نے لکھا ہے"مجھے زید بن اسلم سے روایت پہنچی ہے۔انہوں نے کہا:"جب آپ نے مکہ مکرمہ پر حضرت عتاب کو عامل مقرر کیا تو ان کے لیے روزانہ کا وظیفہ ایک درہم مقرر کیا۔انہوں نے فرمایا:"اے لوگو! جو ایک درہم پر بھوکا ہے رب تعالیٰ اس کا جگر بھوکا رکھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا روزانہ کا وظیفہ ایک درہم مقرر کیا تھا۔مجھے کسی سے کوئی حاجت نہ تھی۔"

ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے"جب آپ جمعرات کی صبح کو فارغ ہوئے تو مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔آپ وادی جعرانہ میں چلے سرف پر روانہ ہوئے۔پھر مرالظہران پہنچے پھر آپ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ذوالقعدہ کی تین راتیں باقی تھیں۔ابوعمرو نے لکھا ہے کہ ان ساری مہمات فتح مکہ،فتح ہوازن اور اہل طائف پر حملہ میں دو ماہ اور سولہ دن صرف ہوئے۔

اشعار

ان غزوات کے بارے درج ذیل اشعار کہے گئے۔

حضرت بجیر بن زهیر بن ابی سلمی رضی اللہ عنہ غزوہ حنین اور طائف کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کانتْ عُلالة یوم بطنِ حنین　　و غداةَ اوطاسٍ و یوم الابرقِ

ترجمہ: ''وادیٔ حنین، اوطاس کی صبح اور ابرق کے روز لگاتار جنگوں سے دلوں کو سیراب کیا جا رہا تھا۔''

جمعتْ باغواء ھوازن جمعھا　　فتبددوا کالطائر المتمزّقِ

ترجمہ: ''بنو ھوازن نے گمراہی کی وجہ سے لشکر جمع کر لیا تھا۔ مگر وہ یوں بکھر گئے جیسے وہ پرندہ جسے پارہ پارہ کر دیا ہو۔''

لم یمنعوا منا مقاما و احدًا　　الاجبارھم و بطن الخندقِ

ترجمہ: ''وہ ہم سے اپنی ایک جگہ بھی نہیں بچا سکے مگر دیوار کے ساتھ اور خندق کا اندرونی حصہ۔''

و لقد تعرضنا یکما یخرجوا　　فتحصنوا منا بباب مُغْلقِ

ترجمہ: ''ہم نے ان کا محاصرہ اس لیے کیا تھا تاکہ نکل کر راہِ فرار اختیار نہ کریں مگر وہ قلعہ کے دروازے بند کر کے اندر داخل ہو گئے۔''

ترتد حسرانا الی مجراجةٍ　　شھباء تلمعُ بالمنایا فَیْلقِ

ترجمہ: ''مگر وہ حسرت سے اس جرار لشکر کی طرف لوٹے جو بہت زیادہ گراں تھا۔ اس کے ہتھیار چمکدار تھے۔ اس میں موتیں تاباں تھیں۔''

ملمومة خضراء لو قد فوابھا　　حِضنا لظلُّ کانّه لم یُخلق

ترجمہ: ''وہ زیادہ لوہے کی وجہ سے سبز لشکر تھے۔ اگر اسے کسی پہاڑ پر پھینک دیا جاتا تو وہ یوں ہو جاتا کہ گویا کہ اسے پیدا ہی نہیں کیا گیا۔''

مشی الضراء علی الھراس کاننا　　قدرٌ تفرقُ فی القیاد و تلتقی

ترجمہ: ''وہ لشکر یوں رواں دواں تھا جیسے شیر کانٹوں والی گھاس پر چلتا ہے۔ گویا کہ ہم ایسے گھوڑے ہیں دوڑ میں جن کے پاؤں الگ الگ ہوتے ہیں۔ پھر مل جاتے ہیں۔''

فی کل سابغةٍ اذا ما استحصنتْ　　کالنھی ھبتْ ریحهُ المترقرِق

ترجمہ: ''اس لشکر کے ہر مجاہد نے ایسی زرہ پہن رکھی تھی کہ جب وہ اسے پہن کر گھوڑے پر بیٹھتا تو اس موجزن تالاب کی طرح ہوتا جس پر ہوا چل رہی ہوتی۔''

جُدُلٌ تمس فضولُھُنَّ نعالنا　　من نَسْجِ داوٗد و آل مُعرقِ

ترجمہ: ''ان زرہوں کا بقیہ حصہ ہمارے پاؤں کو چھوڑ رہا تھا انہیں حضرت داؤد علیہ السلام اور آل محرق نے بنایا تھا۔''

حضرت کعب بن مالک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طائف کی طرف روانگی کے بارے لکھا (یہ اشعار اور ان کا ترجمہ فتح مکہ کے باب میں گزر چکا ہے)

تنبیہات

❶ طائف ایسا شہر ہے جہاں انگور اور کھجوروں کے بہت سے باغات ہوتے ہیں۔ یہ مکہ مکرمہ سے مشرق کی سمت تین مراحل کے فاصلے پر ہیں۔ قاموس میں ہے کہ اسے طائف اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ طوفان میں اسے گھمایا جاتا رہا۔ یا حضرت جبرائیل امین بیت اللہ کے ارد گرد اسے گھماتے رہے۔ یا اس لیے کہ یہ شام میں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تو رب تعالیٰ نے اسے حجاز منتقل کر دیا۔ اس لیے صدف کے ایک شخص نے حضر موت کے ایک شخص کا خون کیا وہ وج کی طرف بھاگ گیا۔ اس نے مسعود بن معتب سے معاہدہ کیا۔ اس کے پاس بہت سا مال تھا۔ اس نے انہیں کہا: ''کیا میں تمہارے شہر کے ارد گرد فصیل نہ بنا دوں جو تمہیں عرب سے بچائے۔ انہوں نے کہا: ''ضرور! اس نے اپنے مال سے ایک دیوار تعمیر کر دی جو پورے شہر کے ارد گرد تھی۔''

❷ رب تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ اس سال طائف فتح نہ ہو۔ تاکہ مسلمان اہل طائف کا قتل عام نہ کریں۔ کیونکہ آپ کے سفر طائف میں یہ گزر چکا ہے کہ جب آپ طائف کی طرف تشریف لے گئے۔ انہیں رب تعالیٰ کی طرف بلایا کہ وہ آپ کو پناہ دیں حتیٰ کہ آپ اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیں۔ اس وقت جناب ابو طالب وفات پا چکے تھے۔ اہل طائف نے آپ کو سخت جواب دیا۔ آپ کی تکذیب کی۔ آپ کو پتھر مارے۔ حتیٰ کہ آپ کے قدمین شریفین سے خون بہنے لگا۔ آپ مغموم ہو کر واپس آنے لگے۔ قرن الثعالب کے پاس آپ کو افاقہ ہوا۔ آپ نے بادل ملاحظہ فرمایا۔ اس میں حضرت جبرائیل امین تھے۔ جن کے ہمراہ پہاڑوں کا فرشتہ تھا۔ پہاڑوں کے فرشتے نے آپ سے عرض کی: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اس نے آپ کی قوم کی گستاخی سن لی ہے۔ اس نے وہ جوابات سن لیے ہیں۔ جو انہوں نے آپ کو دیے ہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو میں ان دو پہاڑوں کے مابین انہیں پیس کر رکھ دوں تو میں اس طرح کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ شاید رب تعالیٰ ان کے اصلاب سے ایسی نسل پیدا کر دے۔ جو رب تعالیٰ وحدہ لا شریک کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔'' آپ کا یہ فرمان آپ کے اس فرمان کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔'' مجھے امید ہے کہ ان کا قلعہ

فتح نہ ہوگا۔ تاکہ ان کا آخری شخص قتل نہ ہو جائے۔" ان کی فتح کو مؤخر کر دیا گیا۔ تاکہ وہ آئندہ سال رمضان المبارک میں مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوں۔ تفصیلات وفود میں آئیں گی۔"

- جب رب تعالیٰ نے لشکر اسلامی کو مکہ مکرمہ کے مال غنیمت سے روک دیا۔ انہیں وہاں سے نہ سونا ملا نہ چاندی، نہ مال ومتاع ملا نہ قیدی نہ زمین ملی۔ صحابہ کرام نے اسے عمدہ گھوڑوں اور اونٹوں سے فتح کیا تھا۔ ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ انہیں قوت کے اسباب کی ضرورت تھی۔ رب تعالیٰ نے ھوازن کے مشرکین کے دلوں کو حرکت دی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں۔ ان کے سردار مالک بن عوف کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ان کے اموال، مویشی، جوان اور بوڑھے لے کر نکلے تاکہ وہ مسلمانوں کے لشکر کی ضیافت اور کرامت کا سبب بنیں۔ رب تعالیٰ کی تقدیر مکمل ہوگئی۔ اس نے فتح میں انہیں کھلایا۔ نصرت کے مبادیات کو ان کے لیے روشن کر دیا۔ کیونکہ رب تعالیٰ جس امر کا فیصلہ کر لیتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ اگر رب تعالیٰ نے مالک کے دل میں یہ سب کچھ نہ ڈال دیا ہوتا تو رائے وہی تھی جس کی طرف درید نے اشارہ کیا تھا۔ مگر مالک نے اس کی مخالفت کی۔ تاکہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے لیے مال غنیمت بنے۔ جب رب تعالیٰ نے اپنی نصرت اپنے رسول مکرم ﷺ اور اپنے اولیاء پر نازل کی۔ مال غنیمت ان کے ہاتھوں میں آیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے حصے ڈالے گئے۔ تو کہا گیا کہ ہمیں تمہارے خون بہانے اور تمہاری خواتین اور اولاد کی کوئی ضرورت نہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کے دلوں میں توبہ کرنے کی توفیق ڈال دی۔ وہ مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہو گئے۔ ان سے کہا گیا کہ تمہارے آنے اور اسلام لانے کی قدر دانی یوں کی جاتی ہے کہ تمہاری خواتین، بیٹے اور قیدی تمہیں واپس کر دیے جاتے ہیں۔

اِنۡ یَّعۡلَمِ اللّٰہُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ خَیۡرًا یُّؤۡتِکُمۡ خَیۡرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنۡکُمۡ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۷۰﴾ (الانفال:۷۰)

ترجمہ: "اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو لیا گیا ہے تم سے اور بخش دے گا تمہارے قصور اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔"

- حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ تھا کہ کفار کے اموال غنیمت کو ان لوگوں میں تقسیم کیا جائے جن کے دلوں میں ایمان جاگزیں نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ مال سے محبت بشری طبیعت میں شامل ہے۔ آپ نے ان میں اموال تقسیم کر دیے۔ تاکہ ان کے دل مطمئن ہو جائیں۔ آپ کی محبت پر جمع ہو جائیں کیونکہ دل اس سے پیار کرتے ہیں جو ان پر احسان کرتا ہے۔ لیکن بڑے بڑے مجاہدین اور انصار کے رؤساء کو ان سے روک دیا گیا۔ حالانکہ وہ سارے ان کے مستحق تھے کیونکہ

اگر یہ اموال ان میں تقسیم کیے جاتے تو یہ ان تک ہی محدود ہوتے۔لیکن اگر انہیں مؤلفۃ القلوب میں صرف کیا جاتا تو نتیجہ اس کے برعکس ہوتا۔کیونکہ اس طرح ان سرداروں کے پیروکار بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو جاتے کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اس وقت راضی ہوتے تھے جب ان کے رئیس راضی ہو جاتے تھے۔جب یہ عطا ان کے لیے سبب تھا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔جو اسلام لا چکا تھا۔اس کے دل کو تقویت نصیب ہو جائے اور اس کے پیروکار دین حق میں داخل ہو جائیں یہ ایک عظیم مصلحت تھی۔

۵ انصار کے واقعہ میں ہے کہ یہ بات ان کے کسی نوعمر شخص نے کی ہے۔جب آپ نے اس حکمت کی وضاحت کر دی جو آپ کے اس عمل میں تھی۔وہ لوٹ آئے۔انہیں علم ہو گیا کہ سب سے بڑی غنیمت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے چلیں۔انہوں نے اس عظیم کامیابی اور دارین میں آپ کے پڑوس کو بکریوں، قیدیوں اور اونٹوں پر ترجیح دی۔یہ حکیم شخص کا طریقہ ہے۔وہ ہر شخص کو وہی کچھ عطا کرتا ہے جو اس کے مناسب ہوتا ہے۔

۶ آپ نے ان انعامات کا بلیغ ترتیب کے ساتھ تذکرہ کیا جو رب تعالیٰ نے انصار پر کیے تھے۔آپ نے نعمت ایمان سے آغاز کیا۔دنیا کا کوئی امر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔نعمتِ ایمان کے ساتھ حمد و ثناء بیان کی۔یہ نعمت مال کی نعمت سے بہت عظیم ہے۔کیونکہ کبھی اس کے حصول کے لیے اموال خرچ کیے جاتے ہیں مگر یہ نعمت حاصل نہیں ہوتی۔انصار جنگ بعاث وغیرہ کی وجہ سے باہم نفرت اور قطع رحمی کا شکار تھے۔اسلام نے یہ نفرت اور دشمنی مٹادی۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۔

(الانفال:۱۰۳)

ترجمہ: ''اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کرا سکتے ان کے دلوں میں لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان۔''

۷ آپ نے فرمایا: ''اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا۔'' خطابی نے لکھا ہے'' آپ نے اس کلام سے ارادہ فرمایا تھا کہ انصار کی تالیف ہو جائے۔ان کے نفوس خوش ہو جائیں۔دین حق میں ان کی تعریف ہو جائے۔حتیٰ کہ وہ راضی ہو جائیں کہ آپ ان میں سے ایک ہیں۔اگر ہجرت مانع نہ ہوتی جسے تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔انسان کی نسبت کئی وجوہ سے واقع ہوتی ہے۔ولادۃ، اعتقادیۃ، بلادیۃ، صناعیۃ۔اس میں شک نہیں کہ آپ نے اپنے آباء کے نسب سے منتقل ہونے کا ارادہ نہیں فرمایا کیونکہ یہ قطعی طور پر ممنوع ہے۔اعتقادی نسبت سے منتقل ہونے کا کوئی مفہوم

نہیں ہے۔ باقی آخری دو قسمیں باقی رہ جاتی ہیں۔ مدینہ طیبہ انصار کا گھر تھا۔ اس کی طرف ہجرت کرنا واجب تھا۔ یعنی اگر ہجریہ نسبت کو ترک کرنے کی گنجائش ہوتی تو میں تمہارے شہر کی طرف منسوب ہوتا۔"

امام قرطبی نے لکھا ہے "اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہارے نام سے نام رکھتا ہوں اور تمہاری طرف منسوب ہوتا ہوں۔ کیونکہ وہ معاہدہ کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ لیکن ہجرت کی خصوصیت اور ترتیب آگے بڑھ گئی اور اس نے ہر چیز سے روک دیا۔ یہ ہی اشرف واعلیٰ نسبت ہے۔ جس کا کوئی بدل نہیں ہے۔

◆ "میں انصار کی وادی (یا گھاٹی) میں چلتا" آپ نے اس فقرہ سے اس عظیم ثواب کی طرف اشارہ کیا ہے جو انصار کو نصرت، قناعت اور دنیا کو چھوڑ کر رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ سے وابستہ ہو جانے سے ملنا تھا۔ جس کا یہ وصف ہو وہ اس امر کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کے رستہ پر چلا جائے اور اس کے حال کی اتباع کی جائے۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے "یہ امر عادی ہے کہ انسان اپنی قوم کے ساتھ عازم سفر ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی فروکش ہوتا ہے۔ سرزمین حجاز میں بہت سی وادیاں اور گھاٹیاں ہیں۔ جب رستے مختلف ہو جائیں تو ہر قوم ایک وادی یا گھاٹی میں چلتی ہے آپ نے ارادہ فرمایا کہ آپ انصار کے ساتھ ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ وادی سے مراد مذہب ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں ایک وادی میں اور میں دوسری وادی میں ہوں۔"

تیسواں باب

غزوۂ تبوک

اس غزوہ کو غزوۃ العسرۃ والفاضحۃ بھی کہا جاتا ہے۔اس کے سبب میں اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ تاجروں کی اس جماعت نے مسلمانوں کو بتایا جو مدینہ طیبہ میں شام سے زیتون کا تیل لاتی تھی کہ اہلِ روم نے شام میں ایک لشکر جرار جمع کیا ہے۔ ہرقل نے اپنے ساتھیوں کو ایک سال کا خرچہ فراہم کر دیا ہے۔ان کے ساتھ لخم، عاملہ، غسان اور دیگر عرب عیسائی قبائل مل گئے ہیں۔ان کا ہراول دستہ بلقاء تک پہنچ چکا ہے۔اس قول کی کوئی حقیقت نہ تھی۔جب آپ تک ان کی یہ بات پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام کو جہاد کی دعوت دی۔(محمد بن عمر اور محمد بن سعد)

علامہ الطبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کی طرف لکھا ''جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے انہیں قحط سالی نے آلیا ہے۔ان کے اموال ہلاک ہو گئے ہیں۔اگر تم اپنے دین کی نصرت کرنا چاہتے ہو تو اب وقت ہے۔اس نے اپنا ایک سردار بھیجا اس کے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تیار کیا۔آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے جہاد کا حکم دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہود نے آپ کی خدمت میں عرض کی: ''ابو القاسم! (فداہ روحی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ سچے ہیں تو شام تشریف لے جائیں۔یہ انبیاء کی سرزمین ہے۔'' آپ شام کا ارادہ کیے ہوئے تبوک پہنچ گئے۔جب آپ تبوک جلوہ افروز ہوئے۔اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ (الاسراء:۷۶)

ترجمہ: ''اور انہوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ پریشان و مضطرب کر دیں آپ کو اس علاقہ سے تاکہ نکال دیں آپ کو یہاں سے تب وہ نہیں ٹھہریں گے آپ کے بعد مگر تھوڑا عرصہ۔''

ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حج وغیرہ میں مشرکین کو بیت اللہ کے قریب جانے سے روک دیا تو قریش نے کہا: ''اب ہمارے لیے بازار اور تجارتی منڈیاں بند ہو گئیں۔ہمیں اس میں سے جو کچھ ملتا تھا وہ ختم ہو گیا۔'' رب تعالیٰ نے

انہیں اس کے عوض اہلِ کتاب سے قتال کرنے کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ وہ اسلام قبول کر لیں یا اپنے ہاتھوں سے رسواء ہو کر جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ (التوبہ: ۲۹،۲۸)

ترجمہ: "اے ایمان والو! مشرکین تو نرے ناپاک ہیں سو وہ قریب نہ ہونے پائیں مسجد حرام سے اس سال کے بعد اور اگر تم اندیشہ کرو تنگدستی کا تو غنی کر دے گا تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگر چاہے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا دانا ہے۔ جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور نہ قیامت پر اور انہیں حرام سمجھتے ہیں۔ جسے حرام کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دیں جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں۔"

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ (التوبہ: ۱۲۳)

ترجمہ: "اے ایمان والو! جنگ کرو ان کافروں سے جو آس پاس ہیں تمہارے اور چاہیے کہ وہ پائیں تم میں سختی اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔"

آپ نے اہلِ روم کے ساتھ جہاد کرنے کا عزم فرمایا۔ کیونکہ سارے لوگوں سے زیادہ آپ کے قریبی تھے۔ وہ دعوتِ حق کے زیادہ مستحق تھے کیونکہ انہیں اسلام کا قرب حاصل تھا۔

آپ کا عزم اور اس کی وضاحت

جب غزوہ تبوک کے سال آپ نے روم کے ساتھ جہاد کرنے کا عزم کیا تو اس وقت صحابہ کرام کے ہاں تنگدستی کا دور دورہ تھا۔ شدید گرمی کا موسم تھا۔ شہروں میں قحط سالی تھی۔ پھلوں کے پکنے کا موسم قریب تھا۔ لوگ اپنے پھلوں اور سایوں میں

ٹھہرنا چاہتے تھے۔ وہ اس زمانہ میں سفر کرنا ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام کے لیے اپنے عزائم واضح بیان فرما دیے۔ پہلے آپ جس غزوہ کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو اسے اشارہ وکنایۃ سے بیان فرماتے تھے۔ مگر غزوۂ تبوک میں آپ نے واضح اعلان فرمادیا۔ کیونکہ سفر دور کا تھا۔ وقت شدید تھا اور دشمن کی تعداد کثیر تھی۔ تاکہ صحابہ کرام اچھی طرح تیاری کر لیں۔ آپ نے انہیں تیاری کا حکم دیا۔ آپ نے عرب کے دیگر قبائل کو دعوت دی کہ وہ آپ کے ہمراہ روانہ ہوں۔ بہت سے لوگ آپ کے ہمراہ نکلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ نے مکہ مکرمہ بھی پیغام بھیجا۔ کچھ افراد پیچھے رہ گئے۔ جو کسی عذر کے بغیر یا نفاق کے باعث پیچھے رہ گئے تھے۔ تو رب تعالیٰ نے انہیں جھڑکا اور ان کا معاملہ واضح کیا۔ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ (التوبہ: ۳۸،۳۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ جب کہا جاتا ہے تمہیں کہ نکلو راہِ خدا میں تو بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا تم نے پسند کرلی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں۔ سو نہیں ہے سرو سامان دنیوی زندگی کا آخرت میں مگر قلیل۔ اگر تم نہیں نکلو گے تو اللہ عذاب دے گا تمہیں دردناک عذاب اور بدل کر آئے گا کوئی دوسری قوم تمہارے علاوہ اور تم نہ بگاڑ سکو گے اس کا کچھ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

پھر فرمایا:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ (التوبہ: ۴۱،۴۲)

ترجمہ: ''جہاد کے لیے نکلو ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم جانتے ہو۔ اگر ہوتا وہ مال نزدیک یا سفر آسان تو ضرور پیچھے چلتے آپ کے۔ لیکن دور معلوم ہوتی ہے انہیں مسافت اور ابھی قسم کھائیں گے اللہ کی کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور نکلتے

تمہارے ساتھ ہلاک کر رہے ہیں اپنے آپ کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ قطعاً جھوٹے ہیں ۔"

ابن شیبہ، امام بخاری اور ابن سعد نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ۔ انہوں نے فرمایا: "آپ جس غزوہ کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے ۔ آپ اپنا عزم مخفی رکھتے تھے ۔ مگر غزوہ تبوک میں آپ نے اس کا اعلان فرمایا ۔ کیونکہ شدید قحط سالی کا دور دورہ تھا ۔ مسافت دور تھی ۔ دشمن کی تعداد کثیر تھی ۔ آپ نے مسلمانوں کے لیے واضح اعلان فرمایا ۔ تاکہ وہ پوری طرح تیاری کر لیں ۔ آپ نے اپنا ارادہ ان کے لیے ظاہر کر دیا ۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب

الطبرانی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز منبر پر رونق افروز ہوتے تھے ۔ یہ دعا مانگتے تھے "مولا! اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی ۔" لوگوں کے پاس قوت نہیں تھی ۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہِ خدا میں خرچ کرنے پر ابھارا ۔ صحابہ کرام بہت سے صدقات لے کر آ گئے ۔ سب سے پہلے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے ۔ انہوں نے اپنا سارا مال حاضر خدمت کر دیا تھا ۔ وہ مال چار ہزار دراہم پر مشتمل تھا ۔ آپ نے پوچھا: "کیا تم نے اپنے اہلِ خانہ کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑا ہے ۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنا نصف مال لے کر حاضر خدمت ہو گئے ۔ آپ نے ان سے فرمایا: "تم نے اپنے اہلِ خانہ کے لیے کیا چھوڑا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "نصف اپنے اہلِ خانہ کے لیے چھوڑا ہے ۔" اسی طرح حضرات عباس، طلحہ بن عبید اللہ، اور سعد بن عبادہ نے اموال پیش کیے ۔ حضرت عبد الرحمان بن عوف نے دو سو اوقیہ چاندی پیش کی ۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ستر وسق کھجوریں پیش کیں ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس لشکر کے تیسرے حصہ کی کفالت کی ۔ ان کی ہر ضرورت پوری کی حتیٰ کہ ان کے مشکیزوں کے لیے رسیاں بھی دیں ۔

میں کہتا ہوں "یہ لشکر تیس ہزار سے زائد افراد پر مشتمل تھا ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دس ہزار افراد کی تیاری کا ذمہ اٹھایا ۔" ابو عمرو نے "العدد" میں اور اشارہ میں ہے کہ انہوں نے نو سو اونٹوں اور ایک سو گھوڑوں کی تیاری کا سامان فراہم کیا ۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کے لیے بہت سا نفقہ خرچ کیا کسی اور نے اتنا خرچہ نہ کیا تھا ۔ ابن ہشام نے لکھا ہے: "حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس لشکر میں ایک ہزار دینار خرچ کیا ۔" میں کہتا ہوں "یہ اونٹوں اور زادِ راہ کے علاوہ تھا ۔ آپ نے عرض کی: "مولا! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا ۔"

امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت عبد الرحمان بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے جیش العسرۃ

کے لیے تیاری کا حکم دیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لے کر حاضر ہوئے۔ انہوں نے وہ آپ کی مبارک گود میں ڈال دیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے انہیں الٹ پلٹ کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کرلیں۔ وہ انہیں نقصان نہ دے گا۔'' آپ نے بار بار یہ جملہ فرمایا۔

امام عبداللہ بن امام احمد، امام ترمذی اور امام بیہقی نے حضرت عبدالرحمان بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور سپہ سالارِ اعظم رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جیش العسرۃ پر خرچ کرنے کے لیے ترغیب دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''میرے ذمہ ایک سو اونٹ کجاوؤں اور پلانوں سمیت ہے۔ آپ منبر پاک کی دو سیر سیڑھی سے اترے اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے پر ابھارا۔'' انہوں نے عرض کی: ''میرے ذمہ ایک سو اونٹ کجاوؤں اور پلانوں سمیت ہے۔'' آپ ایک اور سیڑھی نیچے تشریف لائے۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے پر ابھارا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''میرے ذمہ ایک سو اونٹ کجاوؤں اور پلانوں سمیت ہیں۔'' آپ ایک متعجب شخص کی طرح اپنے دستِ اقدس ہلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کرلیں وہ انہیں نقصان نہیں دے گا۔''

طیالسی، امام احمد، امام نسائی نے حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سنا۔ وہ حضرات سعد بن ابی وقاص، علی المرتضیٰ، زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم سے کہہ رہے تھے۔ ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''جس نے جیش العسرۃ کی تیاری میں مدد کی رب تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔ بخدا! میں نے مجاہدین کو تیار کیا۔ حتیٰ کہ انہیں نکیل اور رسی بھی دی۔'' ان صحابہ کرام نے کہا: ''ہاں! قسم بخدا!''

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے دوسرے افراد کو سواریاں عطا کیں۔ قوی افراد نے کمزور لوگوں کی مدد کی۔ حتیٰ کہ ایک شخص اپنا اونٹ ایک یا دو افراد کے پاس لے کر جاتا اور کہتا: ''یہ اونٹ ہے ہم اس پر باری باری سوار ہوں گے۔'' ایک شخص خرچہ لے کر آتا۔ وہ اس مجاہد کو دے دیتا جو جہاد کے لیے جا رہا تھا۔ عفت مآب خواتین نے بھی وہ چیزیں بھیج دیں جن پر انہیں قدرت حاصل تھی۔ حضرت کعب بن عجرۃ نے واثلہ بن الاسقع کو سوار کر دیا۔

ابوداؤد اور محمد بن عمر نے حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''غزوۂ تبوک میں آپ کے منادی نے اعلان کیا۔ میں اپنے اہلِ خانہ کے پاس گیا۔ آپ کے پہلے صحابی نکل چکے تھے۔ میں مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں میں یہ اعلان کرنے لگا ''جو کسی مجاہد کو سوار کرائے گا اس کو اس جتنا اجر ملے گا۔'' انصار کے ایک صحابی حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس شخص کو ہم اپنے اونٹ پر باری باری سوار کرائیں گے۔ وہ ہمارے ساتھ کھانا کھائے گا۔'' میں نے کہا: ''صحیح ہے۔''

انہوں نے کہا: "ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی برکت سے عازم سفر ہو جاؤ۔" میں ایک اچھے ساتھی کے ساتھ روانہ ہوا۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے ہمارے لیے آسائش پیدا کر دی۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے انہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکیدر دومۃ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کہا: "مجھے اونٹ مل گئے۔ میں نے انہیں پلایا اور انہیں ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ وہ نکلے اور اونٹوں میں سے ایک اونٹ کے کجاوے کے پیچھے بیٹھ گئے۔ پھر کہا: "انہیں آتے ہوئے پانی پلاؤ۔" میں نے انہیں پلایا۔ پھر فرمایا: "انہیں جاتے ہوئے پانی پلاؤ۔ میں نے دیکھا ہے تمہارا اونٹ عمدہ ہیں۔" میں نے کہا: "یہ وہی غنیمت ہے جس کے بارے میں نے کہا تھا۔" انہوں نے کہا: "میرے بھتیجے! یہ اونٹ لے لو۔ یہ اس حصے کے علاوہ ہیں جن کا ہم نے تمہارے ساتھ ارادہ کیا تھا۔"

منافقین کا وطیرہ

ابن منذر، الطبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے المعرفہ میں حضرت ابن عباس سے ابن ابی حاتم نے حضرت جابر سے، ابن عقبہ، ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ جد بن قیس بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ کچھ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے یہیں ٹھہرنے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔ مجھ پر شہوت غالب ہے۔ مجھ میں بیماری بھی ہے۔ جس کی وجہ سے میں معذور ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تیاری کرو تم دولت مند ہو، شاید تمہیں بنوالاصغر کی عورتوں میں سے کوئی مل جائے۔" جد نے کہا: "آپ مجھے اجازت مرحمت فرما دیں مجھے فتنہ میں مبتلاء نہ کریں۔ میری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کو سب سے زیادہ پسند کرنے والا ہوں۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں نے بنواصغر کی عورتیں دیکھ لیں تو مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا۔" آپ نے اس سے اعراض فرمایا۔ فرمایا: "ہم نے تمہیں اذن دے دیا ہے۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "اس کے فرزند حضرت عبداللہ آئے یہ بدری صحابی تھے۔ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ماں کی طرف سے بھائی تھے۔ انہوں نے اپنے باپ سے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو نہ لوٹاؤ۔ بخدا! بنوسلمہ میں تم سے زیادہ ثروت مند کوئی نہیں۔ کیا تم خود نہیں نکلو گے اور دوسروں کو سوار نہیں کراؤ گے۔" اس نے کہا: "بیٹے! میں اس تیز ہوا، شدید گرمی اور تنگی کے دور میں بنواصغر کی طرف کیوں نکلوں۔ بخدا! مجھے اپنے گھر میں بھی بنواصغر سے خوف لگا رہتا ہے کیا میں ان کے ساتھ جنگ کروں گا۔ بیٹے! میں گردشِ دوراں کو خوب جانتا ہوں۔" اس نے نورِ نظر نے شدت اختیار کرتے ہوئے کہا: "نہیں! بخدا! یہ نفاق ہے۔ بخدا! تمہارے بارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک نازل ہوگا جسے تلاوت کیا جائے گا۔" اس

نے جوتا اٹھایا اور اپنے بیٹے کو دے مارا۔ وہ چلے گئے گفتگو نہ کی۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ (التوبۃ:۴۹)

ترجمہ: ''اور ان میں سے بعض کہتے ہیں اجازت دیجیے مجھے اور فتنہ میں نہ ڈالیے۔ خبردار فتنہ میں تو وہ گر چکے ہیں اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔''

جد اور دوسرے منافقین مسلمانوں کو پست حوصلہ کرنے لگے تاکہ وہ جہاد کے لیے نہ نکلیں۔ جد نے جبار بن صخر اور بنو سلمہ سے کہا: ''گرمی میں نہ نکلو۔'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ (التوبۃ:۸۱،۸۲)

ترجمہ: ''اور (دوسروں) کو کہتے مت نکلو اس سخت گرمی میں۔ فرمائیے دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ کچھ سمجھتے۔ تو انہیں چاہیے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ یہ سزا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے۔''

ابن ہشام نے حضرت عبداللہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ کچھ منافقین سویلم یہودی کے گھر جمع ہیں۔ وہ لوگوں کو غزوہ تبوک میں شرکت کرنے کے لیے پست ہمت کر رہے ہیں۔ آپ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہ کچھ صحابہ کرام بھیجے اور فرمایا: ''سویلم کا گھر منافقین سمیت جلا دو۔'' انہوں نے اسی طرح کیا۔ ضحاک بن خلیفہ نے گھر کے پچھلے حصہ سے چھلانگ لگا دی۔ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ مسجد ضرار بنانے والے آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ اس وقت غزوۂ تبوک کے لیے تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے بیماری اور ضرورت اور بارش والی رات میں نماز پڑھنے کے لیے ایک مسجد بنائی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لائیں اور اس میں نماز ادا کریں۔ آپ نے فرمایا: ''میں سفر کی تیاری میں مصروف ہوں۔ جب واپس آؤں گا تو اس طرح ہوگا۔''

پیچھے رہ جانے والے، معذرت کرنے والے اور رونے والے

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ منافقین پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچ کر واپس نہ آسکیں گے۔'' انہوں نے معذرت کر لی۔ بعض مسلمان بھی پیچھے رہ گئے۔ لیکن وہ یا تو مریض تھے یا تنگ دست تھے۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ

منافقین بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔تاکہ کسی عذر کے بغیر ہی ٹھہرنے کا اذن لے لیں۔آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ان کی تعداد اسی اور کچھ تھی۔

ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب جد بن قیس نے آپ سے اذن لے لیا تو کچھ منافقین آپ کے پاس آئے۔انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں اذن مرحمت فرمادیں۔ہم گرمی میں جہاد کے لیے جانے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' آپ نے انہیں اذن دے دیا۔ان سے اعراض فرمایا۔

ابن جریر، ابن مردویہ، ابن اسحاق، ابن منذر، ابوشیخ اور عاصم بن محمد وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ انہیں سواریاں عطا فرمائیں۔یہ سارے ضرورت مند اور تنگ دست تھے۔انہیں آپ سے پیچھے رہ جانا پسند نہ تھا۔آپ نے فرمایا: ''میرے پاس سواری نہیں ہے۔جس پر میں تمہیں سوار کراؤں۔'' جب وہ واپس جانے لگے تو اس غم کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس کچھ نہیں جسے وہ خرچ کریں۔'' ان کی تعداد سات تھی۔ان کے ناموں میں اختلاف ہے۔درج ذیل صحابہ کرام پر اتفاق ہے۔حضرت سالم بن عمیر، حضرت علبہ بن زید، حضرت ابولیلیٰ عبدالرحمان بن کعب، حضرت حرمی بن عبداللہ، حضرت عرباض بن ساریہ، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت سلمہ بن صخر۔بعض حضرات نے عمرو بن غنمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو المزنی، عبدالرحمان بن زید اور عمرو بن عوف، معقل بن یسار، حرمی بن مبارک، مہدی بن عبدالرحمان، سالم بن عمرو کا اضافہ کیا ہے۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ گریہ زاری کرنے والے حضرات یہ تھے: حضرت نعمان، سوید، معقل، عقیل، سنان، عبدالرحمان رضی اللہ عنہم۔ساتویں صحابی کا نام نہیں لکھا گیا۔بعض نے ان کا نام عبداللہ، بعض نے نعمان اور بعض نے ضرار لکھا ہے۔ابن اسحاق نے یونس اور ابن عمر کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت علبہ بن زید کو جب سواری نہ ملی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھی سواری کا جانور نہ تھا۔

وہ رات کے وقت باہر نکلے۔جتنی رب تعالیٰ نے چاہا نماز پڑھتے رہے۔پھر رونے لگے۔پھر عرض کی: ''مولا! تو نے ہمیں جہاد کا حکم دیا ہے۔اس کی ترغیب دی ہے۔میں ہر مسلمان پر اس زیادتی کے ساتھ صدقہ کرتا ہوں۔جو مجھ سے مال یا عزت میں ہوئی ہے۔'' پھر وہ لوگوں کے ساتھ ہو گئے۔آپ نے فرمایا: ''اس رات کو صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟'' کوئی نہ اٹھا۔آپ نے دوبارہ فرمایا: ''اس رات کو صدقہ کرنے والا کہاں ہے۔'' وہ اٹھے۔حضرت عبداللہ اٹھے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ساری بات عرض کی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تمہیں بشارت ہو۔مجھے اس کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔اسے مقبول زکوٰۃ میں لکھ دیا گیا ہے۔''

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے" جب گریہ زار ہونے والے بارگاہِ رسالت مآب سے باہر نکلے۔ آپ نے انہیں بتا دیا تھا کہ آپ کے پاس سواریاں نہیں ہیں جن پر آپ انہیں سوار کرائیں تو حضرت ابولیلیٰ اور حضرت عبداللہ بن مغفل کو حضرت یامین بن عمرو نضری ملے۔ یہ دونوں حضرات رو رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا:" کیوں رو رہے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تاکہ آپ ہمیں سوار کرائیں۔ لیکن ہم نے آپ کے پاس سواری نہ پائی جس پر آپ ہمیں سوار کرتے۔ ہمارے پاس بھی کچھ نہیں جس پر سوار ہو کر ہم عازمِ سفر ہوسکیں۔ ہمیں یہ بھی سخت ناپسند ہے کہ ہم جہاد کے لیے آپ کے ساتھ عازمِ سفر نہ ہوں۔" انہوں نے ان کو ایک اونٹنی دی۔ دونوں میں سے ہر ایک کو دو دو صاع کھجوریں دیں۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت عباس نے ان میں سے دو افراد کو سواریاں دیں۔ جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان میں تین افراد کو سوار کرایا۔ حالانکہ اس سے قبل انہوں نے ایک تہائی لشکر کو تیاری کا سامان فراہم کر دیا تھا۔

امام مسلم اور امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:" میں چند اشعری ساتھیوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ آپ ہمیں سوار کرائیں۔" دوسری روایت میں ہے:" مجھے میرے ساتھیوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ تاکہ میں آپ سے سواریوں کے بارے التجا کروں۔" میں نے عرض کی:" یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں سوار کرائیں۔" آپ نے فرمایا:" بخدا! میں تمہیں کسی چیز پر سوار نہیں کروں گا۔ نہ ہی میرے پاس کوئی سواری ہے جس پر تمہیں سوار کروں۔" آپ اس وقت غصے میں تھے۔ لیکن مجھے معلوم نہ تھا۔ میں غمزدہ ہو کر واپس آ گیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ شاید آپ نے میری گذارش کو محسوس کر لیا ہو۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا انہیں آپ کا فرمان سنایا۔ پھر آپ کی خدمت میں کچھ اونٹ پیش کیے گئے۔ ابھی تھوڑی سی دیر ہی ہوئی تھی کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو صدا دیتے ہوئے سنا" عبداللہ بن قیس کہاں ہیں؟" میں نے لبیک کہا۔ انہوں نے کہا: "تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔ لبیک کہو:" جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔" آپ نے فرمایا:" یہ دو اونٹنیاں لو۔ یہ دو اونٹنیاں لو۔ یہ دو اونٹنیاں لو۔"

آپ نے انہیں حضرت سعد سے خریدا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے" آپ نے ہمیں سفید کوہانوں والی پانچ اونٹنیوں کے بارے حکم دیا۔ آپ نے فرمایا:" انہیں اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ اور انہیں کہو کہ اللہ تعالیٰ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں ان پر سوار کرا دیا ہے۔ سوار ہو جاؤ۔" حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا:" میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا۔ ان سے کہا کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں ان پر سوار کرایا ہے۔ لیکن میں تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑوں گا حتیٰ کہ تم میں سے کچھ افراد میرے ساتھ ان صحابہ کرام کے پاس چلو۔ جنہوں نے آپ کا فرمان اس وقت سنا تھا۔ جب میں نے آپ سے سواریوں کے

بارے التجاء کی تھی۔ پہلے آپ نے منع فرمادیا تھا۔ پھر آپ نے وہ اونٹنیاں عطا کر دیں تھیں۔ تاکہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں تمہارے ساتھ جھوٹ بول رہا ہوں۔'' انہوں نے کہا تم ہمارے نزدیک سچے ہو۔ ہم وہی کریں گے جو آپ کو پسند ہوگا۔'' حضرت ابوموسیٰ چند ساتھی لے کر ان صحابہ کرام کے پاس آئے جنہوں نے آپ کا فرمان سنا تھا۔ انہوں نے انہیں اسی طرح بتایا جس طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری نے بتایا تھا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا۔ پھر ہم نے کہا: ''شاید حضور اکرم ﷺ اپنی قسم کے بارے بھول گئے ہیں۔ بخدا! یہ جانور ہمارے لیے بابرکت نہ ہوں گے۔'' ہم واپس آئے اور آپ سے عرض کی: '' آپ نے فرمایا: '' میں نے تمہیں سوار نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سوار کرایا ہے۔'' آپ نے فرمایا: '' بخدا! میں کسی چیز پر قسم نہیں اٹھاتا مگر جب اس سے بہتر دیکھتا ہوں تو اسے اختیار کرلیتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔ میں نے قسم کا کفارہ دے دیا ہے۔''

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ بنو غفار کے بیاسی افراد آپ کی خدمت میں آئے تاکہ آپ انہیں اذن دے دیں۔ مگر آپ نے انہیں معذور نہ سمجھا۔ اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں۔

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۖ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾ (التوبہ: ۸۶ تا ۹۳)

ترجمہ: ''اور نازل کی جاتی ہے جب کہ سورۃ کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو اللہ کے رسول کے ہمراہ تو اجازت طلب کرنے لگتے ہیں۔ آپ سے جو طاقت والے ہیں ان میں سے اور کہتے ہیں رہنے دیجیے ہمیں تاکہ ہوں ہم پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ۔ انہوں نے یہ پسند کیا ہے کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی گئی ہے ان کے دلوں پر تو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ لیکن رسول اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا اپنی جانوں اور اپنے مالوں سے اور انہیں کے لیے ساری بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ تیار کر رکھے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات۔ بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں. ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور آئے بہانہ بنانے والے بدو تاکہ اجازت مل جائے انہیں اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ اور اس کے رسول سے عنقریب پہنچے گا جنہوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب دردناک نہیں ہے۔ کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں کوئی حرج جبکہ وہ مخلص ہوں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے نہیں ہے۔ نیکوکاروں پر الزام کی کوئی وجہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور نہ ان پر (کوئی الزام ہے) جو حاضر ہوئے آپ کے پاس تاکہ آپ سوار کریں انہیں تو فرمایا آپ نے میں نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں وہ لوٹتے ہیں اس حال میں کہ ان کی آنکھیں بہا رہی ہوتی ہیں آنسو اس غم میں کہ افسوس نہیں ان کے پاس جو وہ خرچ کریں الزام تو بس ان لوگوں پر ہے جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے حالانکہ وہ مالدار ہیں۔ وہ راضی ہو گئے اس پر کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے۔ ان کے دلوں پر پس وہ (کچھ) نہیں جانتے۔''

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ بعض مسلمان بھی آپ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کے ایمان میں کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ وہ حضرات کعب بن مالک، ھلال بن امیہ، ابوخیثمہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم تھے یہ پکے سچے مسلمان تھے۔ ان کے اسلام میں کوئی تہمت نہ تھی۔ ان کے بارے تفصیلات آ رہی ہیں۔

آپ کی روانگی

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل بیت پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر گئے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان میں ٹھہریں۔ منافقین نے مختلف خبریں اڑائیں۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں

بوجھ سمجھتے ہوئے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ ان سے جان چھڑانے کے لیے انہیں پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔" جب انہوں نے یہ بکواسات کیے تو انہوں نے ہتھیار سجائے اور مقام جرف میں آپ سے مل گئے۔ منافقین کے بکواسات عرض کیے۔ آپ نے فرمایا: "انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ لیکن میں نے تمہیں ان امور پر اپنا نائب بنایا ہے۔ جو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں واپس چلے جاؤ اور میرے اور اپنے اہلِ خانہ پر میرے جانشین بن جاؤ۔ علی! کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہارا میرے ہاں وہی مقام ہو جو حضرت موسیٰ کے ہاں حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔" حضرت علی مدینہ طیبہ آ گئے۔ آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر کیا۔ دراوردی نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے حضرت سباع بن عرفطہ کو نیابت کے فرائض سونپے۔ ایک قول ہے کہ آپ نے حضرت ابن ام مکتوم کو نائب مقرر کیا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک ثابت قول یہی ہے کہ آپ نے اپنا نائب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ انہوں نے صرف اس غزوہ میں آپ کے ساتھ شرکت نہیں کی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نیابت کے فرائض سونپے۔ ابوعمرو اور ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ یہ مؤقف زیادہ ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عبدالرزاق نے مصنف میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہے: "جب آپ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔ تو مدینہ طیبہ پر حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔"

آپ نے انصار کے ہر قبیلہ اور عرب کے قبائل کو حکم دیا کہ وہ جھنڈا یا پرچم بنالیں۔ آپ نے مجاہدین کو جوتے پہننے کا حکم دیا۔ فرمایا: "آدمی اس وقت تک سوار رہتا ہے۔ جب تک وہ جوتے پہنے رہتا ہے۔" آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان مجاہدین کو نماز پڑھائیں جو آپ سے آگے نکل گئے تھے۔

آپ نو ہجری ماہِ رجب میں روانہ ہوئے۔ آپ نے ثنیۃ الوداع میں قیام کیا۔ تیس ہزار سے زائد مجاہدین آپ کے ساتھ تھے۔ ابن اسحاق، ابن عمر، ابن الامین نے حضرت زید بن ثابت سے اور امام حاکم نے الاکلیل میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غزوۂ تبوک کے لیے آپ کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ ہماری تعداد تیس ہزار سے زائد تھی۔"

حاکم نے الاکلیل میں حضرت ابوزرعہ سے روایت کیا ہے کہ اس وقت مجاہدین کی تعداد ستر ہزار تھی۔ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ جس نے تیس ہزار کا قول کیا ہے اس نے تابع کو شمار نہیں کیا۔ جس نے ستر ہزار کا قول کیا ہے اس تابع اور متبوع کو شمار کیا ہے۔ گھوڑوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ بعض نے دو ہزار کا اضافہ کیا ہے۔

امام عبدالرزاق اور ابن سعد نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کے

لیے جمعرات کے روز عازم سفر ہوئے۔ یہ آپ کا آخری غزوہ تھا۔ آپ جمعرات کے روز عازم سفر ہونا پسند فرماتے تھے۔ رئیس المنافقین ابن ابی نے علیحدہ خیمے لگائے۔ اس نے کوہ ذباب کے نشیبی علاقے میں خیمے لگائے۔ لیکن ابن حزم نے اس مؤقف کو درست قرار نہیں دیا۔ صرف ستر سے لے کر اسی تک منافقین پیچھے رہے تھے۔ ابن ابی نے وہیں قیام کیا تھا۔ جہاں آپ نے قیام فرمایا تھا۔ جب آپ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ تو ابن ابی دیگر منافقین کے ساتھ مدینہ طیبہ آ گیا۔ اس نے کہا: "محمد عربی (فداہ روحی) صلی اللہ علیہ وسلم اس قحط سالی اور گرمی میں بنو اصغر کے ساتھ جنگ کرنے جا رہے ہیں دور کی مسافت ہے۔ ہم میں تو یہ طاقت نہیں۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم یہ گمان کرتے ہیں کہ بنو اصغر کے ساتھ جنگ کرنا کھیل وکود ہے۔ بخدا! میں دیکھ رہا ہوں گویا کہ آپ کے ساتھیوں کو رسیوں میں جکڑا جا رہا تھا۔" وہ یہ کہہ کر آپ کو اور صحابہ کرام کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ مسلمانوں غزوۂ تبوک کے لیے عازم سفر ہوئے ایک اونٹ پر دو دو تین تین صحابہ کرام سوار ہو رہے تھے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ منافقین بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ مالِ غنیمت کے حصول کے لیے نکلے تھے۔

جب آپ ثنیۃ الوداع سے روانہ ہوئے تو آپ نے جھنڈے اور پرچم باندھے۔ سب سے بڑا جھنڈا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔ بڑا پرچم حضرت زبیر بن عوام کو بخشا اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر کو، خزرج کا جھنڈا حضرت ابو دجانہ کو یا حضرت خباب بن منذر کو عطا کیا۔ انصار کے ہر ہر قبیلے کو ایک ایک جھنڈا بنا لینے کا حکم دیا۔ آپ نے گھاٹی کی چوٹی پر ایک غلام دیکھا۔ جو اسلحہ سے لیس تھا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کے ساتھ قتال کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "اپنے آقا کے پاس چلا جا۔ میرے ساتھ قتال نہ کرو ورنہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ گے۔" آپ کے منادی نے اعلان کیا۔ "ہمارے ساتھ صرف وہی عازم سفر ہو جو طاقتور ہو۔"

وہ شخص ایک جوان اونٹ پر عازم سفر ہوا۔ اس اونٹ نے سویداء کے مقام پر اسے پٹخ دیا۔ لوگوں نے کہا: "یہ شہید ہے یہ شہید ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی بھیجا۔ اس نے یہ اعلان کہا: "نافرمان جنت میں داخل نہ ہوگا۔" اس سفر میں رستہ بتانے کی ذمہ داری حضرت علقمہ بن فغواء الخزاعی رضی اللہ عنہ کی تھی۔

حضرت ابوذر الغفاری اور حضرت ابوخیثمہ کی داستانیں

ابن اسحاق نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو بعض افراد پیچھے رہ گئے۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! فلاں پیچھے رہ گیا

ہے۔" آپ فرماتے: "اسے چھوڑ دو۔ اگر اس میں بھلائی ہوئی تو عنقریب رب تعالیٰ اسے تمہارے ساتھ ملا دے گا۔ اگر کچھ اور ہوا تو رب تعالیٰ کا حکم اس کے بارے ظاہر ہو جائے گا۔" حتیٰ کہ آپ سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت ابوذر بھی پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان کا اونٹ سست رَو ہو گیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "اگر ان میں بہتری ہوئی تو عنقریب رب تعالیٰ انہیں تمہارے ساتھ ملا دے گا۔ اگر کچھ اور ہوا تو پھر ان کے بارے رب تعالیٰ کا حکم ظاہر ہو جائے گا۔" حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر ٹھہرے رہے جب وہ سست ہو گیا تو انہوں نے اپنا سامان لیا اور اپنی کمر پر رکھ لیا۔ پھر پیدل ہی آپ کے پیچھے روانہ ہو گئے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: "میں غزوۂ تبوک میں اپنے اونٹ کی سست روی کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ ایک کمزور سواری تھی۔ میں نے کہا: "میں کچھ دن اسے چارہ کھلاتا ہوں۔ پھر آپ کے ساتھ جا ملوں گا۔" میں کچھ دن اسے چارہ کھلایا۔ جب میں ذومروۃ کے مقام تک پہنچا تو اس اونٹ نے مجھے روک دیا۔ میں نے ایک دن اس کا انتظار کیا۔ میں نے اس میں حرکت محسوس نہ کی۔ میں نے اپنا سامان اٹھایا اور عازمِ سفر ہو گیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "انہوں نے ایک منزل میں آپ کو پالیا۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوذر نے فرمایا: "میں دوپہر کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ ایک مسلمان نے مجھے دیکھا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ایک شخص رستہ پر تنہا چلتا آ رہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "خدا کرے وہ ابوذر ہو۔" جب صحابہ کرام نے غور سے دیکھا تو عرض کناں ہوئے: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بخدا! وہ ابوذر ہی ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم کرے وہ تنہا چلتے ہیں تنہا ہی ان کا وصال ہو گا اور تنہا انہیں اٹھایا جائے گا۔" جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور اپنی داستان سنائی تو آپ نے فرمایا: "ابوذر! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ایک ایک قدم کے عوض اک ایک گناہ بخش دیا ہے حتیٰ کہ تم مجھ تک پہنچ گئے ہو۔" انہوں نے اپنا سامان اتارا۔ پانی مانگا۔ انہیں پانی پیش کیا گیا تو انہوں نے نوش جاں فرمایا۔

الطبرانی نے حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن اسحاق اور ابن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب آپ کی روانگی کو کچھ دن ہو گئے تو حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس گئے گرم دن تھا۔ انہوں نے اپنی دونوں بیویوں کو دیکھا جو ان کے باغ میں اپنے اپنے عریش میں تھیں۔ ہر ایک نے اپنے اپنے عریش میں چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ اس میں ان کے لیے پانی ٹھنڈا کر رکھا تھا۔ ان کے لیے کھانا تیار کر رکھا تھا۔ جب وہ داخل ہوئے تو وہ عریش کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ دونوں بیویوں کو دیکھا۔ ان کے اعمال دیکھے تو کہا: "سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کے

طفیل اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔ دھوپ، ہوا اور گرمی میں ہوں آپ کی گردن پر اسلحہ کا بوجھ ہو اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سایہ۔ تیار کھانے اور خوبصورت بیویوں اور عمدہ مال میں ہو۔ بخدا! یہ انصاف نہیں ہے۔" پھر کہا: "بخدا! میں تم میں سے کسی ایک کے عریش میں بھی نہیں آؤں گا۔ حتیٰ کہ میں آپ سے ملاقات کر لوں میرے لیے زادِ راہ تیار کرو۔" انہوں نے سامانِ سفر تیار کیا۔ وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے۔ عازمِ سفر ہوئے اور مقامِ تبوک میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کر لیا۔

انہوں نے رستہ میں حضرت عمیر بن وہب اُجُمی رضی اللہ عنہ کو پالیا تھا۔ وہ بھی آپ سے ملنے کے لیے نکلے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی رفاقت اختیار کر لی۔ جب تبوک پہنچے تو حضرت ابوخیثمہ نے حضرت عمیر سے کہا: "مجھ پر گناہ ہے لیکن تم پر نہیں تم میرے پیچھے رہ جاؤ حتیٰ کہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤں۔" انہوں نے اسی طرح کیا۔ جب وہ آپ کے قریب ہوئے۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: "رستہ پر ایک سوار آ رہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "خدا کرے وہ ابوخیثمہ ہی ہوں۔" ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ ابوخیثمہ ہی ہیں۔" آپ نے فرمایا: "ابوخیثمہ! تمہیں مبارک ہو۔" پھر انہوں نے اپنی عشق افروز داستان سنا دی۔ آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ حضرت ابوخیثمہ نے اس واقعہ کے بارے یہ اشعار کہے تھے:

لما رایتُ الناس فی الدین نافقوا　　　اتیتُ الّتی کانت اعفَّ و اکرما

ترجمہ: "جب میں نے لوگوں کو دیکھا جو دین کے معاملہ میں منافقت سے کام لے رہے تھے تو میں نے وہ رستہ اختیار کیا جو زیادہ پاکیزہ اور معزز تھا۔"

و بایعتُ بالیمنی یدی لمحمدٍ　　　فلم اکسب اثما ولم اغش معرما

ترجمہ: "میں نے دائیں ہاتھ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی۔ میں نے نہ تو کوئی گناہ کیا اور کسی حرام امر میں پڑا۔"

ترکتُ خضیبًا فی العریش صرمةً　　　صفایا کراما بسرھا قد تعمما

ترجمہ: "میں نے عریش میں حسین بیوی چھوڑی اور ایسے کھجوروں کے درخت چھوڑے جن کی کھجوریں پک کر سیاہ ہو چکی تھیں۔"

و کنتُ اذا شك المنافقُ اسمعتُ　　　الی الدین نفسی شطرَہٗ حیث یمّما

ترجمہ: "جب منافق شک کر رہے تھے تو میرا وطیرہ یہ تھا کہ میں اپنے آپ کو اسی دین کی طرف جھکا دیا تھا جس نے دین کا قصد تھا۔"

منافقین کا وطیرہ

ابن اسحاق اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ منافقین کی ایک جماعت بھی آپ کے ساتھ عازم سفر تھی۔ وہ مال غنیمت کے حصول کے لیے نکلے تھے۔ ان میں ودیعہ بن ثابت، جلاس بن سوید، مخشن بن حمیر اور ثعلبہ بن حاطب شامل تھے۔ ثعلبہ نے کہا: "تمہارا کیا گمان ہے کہ بنو اصغر کے ساتھ جنگ کرنا عرب کے ساتھ جنگ کرنے کی طرح ہے۔ گویا کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں رسیوں میں جکڑا جا رہا ہے۔" وہ مختلف خبریں پھیلانے اور مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے یوں کہہ رہے تھے۔

جلاس حضرت عمیر کی والدہ کا خاوند تھا۔ حضرت عمیر یتیم تھے اور اس کی کفالت میں تھے۔ جلاس نے کہا: "اگر محمد عربی ﷺ سچے ہیں تو پھر گدھے سے بھی زیادہ شریر ہیں۔" حضرت عمیر نے کہا: "تو گدھے سے بھی زیادہ شریر ہے۔ حضور اکرم ﷺ سچے ہیں تو جھوٹا ہے۔" مخشن نے کہا: "بخدا! میری تمنا ہے کہ ہمارے بارے یہ فیصلہ کیا جائے کہ ہمیں سے ہر شخص کو ایک سو کوڑے مارے جائیں۔ تمہارے اس بکواس کی وجہ سے ہمارے بارے قرآن پاک نازل ہوگا۔"

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اس منافق قوم کے پاس جاؤ۔ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ان سے پوچھو انہوں نے کیا کہا ہے۔ اگر وہ انکار کریں تو کہو: "ہاں! تم نے یوں یوں کہا ہے۔" حضرت عمار ان کی طرف گئے۔ انہوں نے انہیں یہ باتیں بتا دیں۔ وہ آپ کی خدمت میں معذرت کرنے آ گئے۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ ودیعہ اونٹنی کے پیچھے سے آیا۔ اس کے پاؤں کے نیچے سے پتھر اڑ رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کھیل کود کر رہے تھے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ (التوبہ: ۶۵، ۶۶)

ترجمہ: "اور اگر دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ فرمائیے (گستاخو!) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کرتے۔ بہانے مت بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد اگر ہم بھی معاف کر دیں ایک گروہ کو۔"

جلاس نے قسم کھا کر کہا: "اس نے کچھ بھی نہیں کہا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (التوبہ: ۷۴)

ترجمہ: ”قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی انہوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کہی تھی کفر کی بات اور انہوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد اور انہوں نے ارادہ بھی کیا۔ایسی چیز کی جسے وہ نہ پاسکے اور نہیں حشم ناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے۔“

مخشن نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے میرے اور میرے باپ کے ناموں نے پیچھے کر دیا ہے۔“ آپ نے ان کا نام عبدالرحمان یا عبداللہ رکھا۔اس آیت طیبہ میں انہی سے درگزر کی گئی تھی۔انہوں نے دعا مانگی تھی کہ رب تعالیٰ شہادت عطا کرے اور ان کی قبر کا کسی کو علم نہ ہو۔یمامہ کے روز شہید ہوئے۔کسی کو قبر کا علم نہیں۔

ذوالمروۃ میں نزول اجلال

الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے کہ جب آپ اس سفر میں الحلیبہ کے مقام سے گزرے تو صحابہ کرام نے عرض کی: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہاں قیام فرمالیں اس جگہ سایہ اور پانی ہے۔“ وہاں بڑے درخت اور پانی تھے۔آپ نے فرمایا: ”یہ سرزمین نفرت کی کھیتی کی ہے اسے چھوڑ دو۔اسے حکم دے دیا گیا ہے۔اونٹنی چلی وہ اس درخت کے نیچے بیٹھ گئی جو مسجد ذی المروۃ میں تھا۔“

وادی القریٰ سے گزر

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”غزوہ تبوک میں ہم آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ہم وادی القریٰ پہنچے وہاں ایک عورت اپنے باغ میں تھی۔آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: ”اس کے باغ کے پھل کا اندازہ لگاؤ۔“ صحابہ کرام نے اندازہ لگایا۔آپ نے دس وسق کا اندازہ لگایا۔آپ نے اس عورت سے فرمایا: ”یاد رکھنا کہ اس سے کتنی کھجوریں نکلی ہیں حتیٰ کہ ہم تیرے پاس واپس آجائیں۔ان شاء اللہ! جب آپ واپس تشریف لائے یہاں سے گزرے تو اس عورت سے فرمایا تمہارے باغ سے کتنی کھجوریں حاصل ہوئیں تھیں؟ اس نے عرض کی: ”دس وسق“ آپ نے یہی اندازہ لگایا تھا۔(مسلم، احمد)

محمد بن عمر نے لکھا ہے ”جب آپ وادی القریٰ تشریف لائے تو بنو عریض نے آپ کو حلوہ پیش کیا۔آپ نے اسے تناول فرمایا۔انہیں چالیس وسق کھلائے۔یہ روز حشر تک دن پر جاری رہیں گے۔

مقامِ حجر سے گزر

امام مالک، امام احمد، شیخین، ابن اسحاق نے حضرات عبداللہ بن عمر، جابر بن عبداللہ اور ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہم سے

روایت کیا ہے کہ جب آپ مقام حجر سے گزرے۔تو سر اقدس کو چادر سے ڈھانپ دیا۔آپ اپنے کجاوے پر تھے۔اپنی سواری تیز چلائی۔حتیٰ کہ ثمود کے گھر پیچھے رہ گئے۔جب آپ وہاں فروکش ہوئے تو لوگوں نے اہل حجر کی طرف جلدی کیا۔وہ ان کے ہاں داخل ہو گئے۔انہوں نے ان کنوؤں سے پانی پیا جن سے ثمود پانی پیتے تھے۔انہوں نے اس پانی سے آٹا گوندھا اور ہنڈیاں پکائیں۔جب آپ کو علم ہوا تو یہ اعلان کیا گیا"الصلاۃ جامعۃ" جب صحابہ کرام جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا:"ان لوگوں کے گھروں میں روتے ہوئے داخل ہوا کرو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی ایسے عذاب کا سامنا کرنا پڑے جیسے عذاب کا انہیں سامنا کرنا پڑا تھا۔تم نہ تو ان کا پانی پیو نہ ہی نماز کے لیے اس سے وضو کرو۔آٹا اپنے اونٹوں کو کھلا دو۔" آپ صحابہ کرام کو لے کر آگے روانہ ہو گئے۔آپ اس چشمے پر اترے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔آپ نے فرمایا: "معجزات کا مطالبہ نہ کیا کرو۔حضرت صالح کی قوم نے ان کا مطالبہ کیا۔انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے مطالبہ کیا۔رب تعالیٰ نے اونٹنی کو بطور معجزہ ان کے لیے پیدا کیا۔وہ اس رستہ سے آتی تھی اور اس رستہ سے جاتی تھی۔انہوں نے اپنے رب تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔وہ ایک روز ان کا پانی پیتی تھی۔وہ ایک روز اس کا دودھ پیتے تھے۔انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔رب تعالیٰ نے آسمان کے نیچے ان سب کو ہلاک کر دیا سوائے ایک شخص کے۔وہ شخص حرم پاک میں تھا۔" آپ سے عرض کی گئی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون تھا؟" آپ نے فرمایا:"وہ ابو رغال تھا۔جب وہ حرم پاک سے نکلا تو اسے بھی وہی عذاب پہنچا جو اس کی قوم کو پہنچا تھا۔تم اس قوم کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جس پر رب تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہو۔" ایک شخص نے عرض کی:"تعجب ہے۔" آپ نے فرمایا:"کیا میں تم سے اس سے بھی عجیب تر بات نہ بتاؤں۔وہ یہ کہ تم میں سے ایک ہستی (پاک) ہے جو تمہیں ان امور کے بارے بتا رہی ہے جو تم سے پہلے ہوئے تھے۔وہ تمہیں مستقبل کے امور سے بھی آگاہ کر رہی ہے۔تم صراط مستقیم اختیار کر لو۔اسے تمہیں عذاب دینے میں ذرہ بھر پرواہ نہیں۔عنقریب وہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا۔جو خود سے کچھ بھی دور نہ کر سکیں گے۔آج تم پر سخت آندھی چلے گی۔تم میں کوئی باہر نہ نکلے۔جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کی رسی کو مضبوطی سے باندھ دے۔اگر کوئی باہر نکلے تو تنہا نہ نکلے۔بلکہ اس کے ساتھ اس کا ساتھی ہو۔" سارے صحابہ کرام نے اسی طرح کیا مگر بنو ساعدہ کے دو افراد نے اس طرح نہ کیا۔ایک قضائے حاجت کے لیے باہر نکلا۔دوسرا اپنے اونٹ کی جستجو میں باہر نکلا جو قضائے حاجت کے لیے باہر نکلا اس کا اسی جگہ گلا گھونٹ دیا گیا۔جو اپنے اونٹ کی تلاش میں نکلا تو اسے آندھی نے طئے کے دو پہاڑوں آجا اور سلمیٰ کے مابین پھینک دیا۔جب آپ کو عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا:"کیا میں نے تمہیں تنہا باہر نکلنے سے منع نہیں کیا تھا۔پھر آپ نے اس شخص کے لیے دعا مانگی جس کا گلا گھونٹا گیا تھا۔وہ فوراً شفایاب ہو گیا۔دوسرے کو قوم طئے نے اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جب آپ مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

ابرِ کرم

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''مسلمان شدید گرمی میں تبوک کی طرف تشریف لے گئے۔ایک روز انہیں سخت پیاس لگی۔وہ اپنے اونٹ ذبح کرنے لگے۔تاکہ ان کے معدہ سے پانی نکال لیں اور اسے پی لیں۔اس وقت پانی، خرچہ اور سواریوں کی قلت تھی۔

امام احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''ہم تبوک کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔سخت گرمی تھی۔ہم ایک جگہ فروکش ہوئے۔ہمیں سخت پیاس نے آلیا۔ہم نے گمان کیا کہ عنقریب گردنیں کٹ جائیں گی۔ایک شخص دوسرے شخص کی تلاش میں جاتا۔وہ واپس لوٹتا تو اس کا گمان ہوتا تھا کہ عنقریب اس کی گردن کٹ جائے گی۔حتیٰ کہ ایک شخص اپنا اونٹ ذبح کرتا۔وہ اس کی اوجھ کو نچوڑتا جو کچھ نکلتا اسے پی لیتا۔جو بچتا اسے ذخیرہ کرلیتا۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی دعا کو ہمیشہ قبول کر لیتا ہے۔آپ ہمارے لیے ابرِ کرم کی دعا فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا:''کیا تم یہ پسند کرتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی:''ہاں! آپ نے اپنے دستِ اقدس آسمان کی طرف بلند کیے۔ابھی واپس نہ لوٹائے تھے کہ گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں۔موسلا دھار بارش ہونے لگی۔صحابہ کرام نے اپنے برتن بھر لیے۔ہم دیکھنے گئے کہ یہ ابرِ کرم کہاں تک برسا ہے وہ ہمارے پڑاؤ سے آگے نہ تھا۔

ابن ابی حاتم نے ابن حزرہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''یہ آیت طیبہ غزوۂ تبوک میں ایک انصاری شخص کے بارے نازل ہوئی۔جب صحابہ کرام حجر فروکش ہوئے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ وہ اپنے ساتھ اس کا پانی نہ لے کر جائیں۔پھر آپ آگے روانہ ہوئے۔ایک اور جگہ فروکش ہوئے۔صحابہ کرام کے پاس پانی نہ تھا۔انہوں نے اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا۔آپ اٹھے۔آپ نے دو رکعتیں نماز پڑھی۔پھر دعا مانگی۔رب تعالیٰ نے بادل بھیج دیے۔خوب بارش برسی۔صحابہ کرام نے سیر ہو کر پانی پیا۔ایک انصاری شخص نے اس آدمی سے کہا: جس پر نفاق کی تہمت تھی۔''تیرے لیے ہلاکت! تو نے دیکھا ہے کہ آپ نے دعا مانگی تو رب تعالیٰ نے ہم پر ابرِ کرم نازل کر دیا۔'' اس نے کہا:''یہ تو فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔اس وقت یہ آیت طیبہ اتری:

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ (الواقعۃ:۸۲)

ترجمہ: ''تم نے اپنا یہی نصیب لیا ہے تم اس کو جھٹلاتے رہو گے۔''

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ معجزہ حجر میں رونما ہوا تھا۔محمود بن لبید نے اپنی قوم کے بعض افراد سے نقل کیا ہے

کہ ایک شخص تھا جو اپنے نفاق میں معروف تھا۔ جہاں آپ تشریف لے جاتے وہ وہیں چلا جاتا۔ جب حجر کا واقعہ رونما ہوا۔ آپ نے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت کی بارش نازل کر دی ہے۔ لوگ سیراب ہو گئے ہیں۔ ہم اس منافق کے پاس گئے۔ ہم نے اسے کہا: "تیرے لیے ہلاکت! کیا اس کے بعد بھی کسی دلیل کی ضرورت ہے؟" اس نے کہا: "یہ تو گزرتا ہوا بادل تھا۔"

اونٹنی گم ہو جانا

ابن اسحاق اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ پھر آپ آگے عازم سفر ہو گئے۔ جب تبوک کی طرف کچھ فاصلہ طے کیا۔ تو آپ کی اونٹنی گم ہو گئی۔ محمد بن عمر نے اسے قصواء اونٹنی لکھا ہے۔ صحابہ کرام اس کی جستجو میں نکلے۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔ انہوں نے بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی تھی۔ ان کے خیمہ میں زید بن لصیت تھا۔ اس کا تعلق بنو قینقاع سے تھا۔ یہ یہودی تھا۔ اسلام لایا پھر منافقت کرنے لگا۔ اس میں یہودیوں کا مکروفریب تھا۔ یہ منافقین کی طرف داری کرتا تھا۔ اس نے حضرت عمارہ کے خیمہ میں کہا جبکہ حضرت عمارہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ "محمد عربی (فداہ روحی ﷺ) یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں وہ تمہیں آسمانی خبریں بتاتے ہیں لیکن انہیں اتنا علم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے۔" آپ نے فرمایا جبکہ حضرت عمارہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے: "منافق گمان کرتا ہے کہ محمد عربی ﷺ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں تمہیں آسمانی خبریں بتاتے ہیں لیکن انہیں یہ علم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے۔ بخدا! میں وہی کچھ جانتا ہوں جو میرا رب تعالیٰ مجھے سکھاتا ہے۔ اب اس نے مجھے اونٹنی کے بارے بتا دیا ہے۔ وہ وادی کی فلاں گھاٹی میں ہے (آپ نے ایک گھاٹی کی طرف اشارہ کیا) اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے۔ جاؤ۔ اسے میرے پاس لے آؤ۔" صحابہ کرام گئے اور اسی جگہ سے اونٹنی لے آئے۔ محمد بن عمر کے نزدیک حضرت حارث بن حزیمہ الاشہلی اسے لے کر آئے تھے۔ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں آئے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! حضور والا ﷺ نے ابھی ابھی بہت عجیب بات بتائی ہے۔ آپ نے اس شخص کی بات بتائی ہے جس نے ابھی ابھی اس طرح اس طرح کہا ہے۔ اس صحابی نے کہا جو حضرت عمارہ کے خیمہ میں تھے۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے ان کا نام عمرو بن حزم تھا جو عمارہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ "بخدا! یہ باتیں تو زید نے کی ہیں۔ تمہارے یہاں آنے سے قبل اس نے یہ باتیں کی ہیں۔" حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ زید کے پاس آئے۔ اس کی گردن پر مارنے لگے۔ انہوں نے کہا: "اللہ کے بندو! میرے خیمہ میں یہ مصیبت ہے اور مجھے اس کا علم تک نہیں۔ دشمن خدا! میرے خیمے سے باہر نکل جا۔ میری رفاقت سے دور ہو جا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے بعد زید نے توبہ کر لی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اسی

طرح اپنے نفاق پر مرا تھا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز

ابن سعد نے صحیح سند کے ذریعہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حجر اور تبوک کے مابین تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو آپ دور نکل جاتے تھے۔ میں پانی لے کر آپ کے پیچھے تھا۔ فجر سے پہلے یا فجر کے بعد کا وقت تھا صحابہ کرام کی نماز صبح کا وقت خوب روشن ہو گیا۔ صبح کا اجالا پھیل گیا۔ حتیٰ کہ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں سورج طلوع نہ ہو جائے۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کیا۔ انہوں نے انہیں جماعت کرائی۔ میں برتن اٹھائے آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ آپ نے اون کا رومی جبہ پہن رکھا تھا۔ جب آپ فارغ ہوئے۔ میں نے پانی ڈالا آپ نے اپنا چہرۂ انور دھویا۔ آپ نے مبارک کہنیاں دھونے کا ارادہ کیا لیکن جبہ کی آستین تنگ تھی آپ نے جبہ کے نیچے سے بازو مبارک نکالے۔ آپ نے انہیں دھویا۔ میں نیچے اترا تا کہ آپ نے موزے اتاروں آپ نے فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو۔ میں نے جب انہیں پہنا تھا تو یہ پاک تھے۔'' آپ نے انہی پر مسح فرمایا۔ ہم حضرت عبدالرحمان بن عوف تک پہنچے۔ انہوں نے ایک رکعت مکمل کر لی تھی۔ لوگوں نے ان کے لیے تسبیح کہی۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا۔ قریب تھا کہ ہلچل مچ جاتی۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ نے اشارہ کیا کہ اس جگہ ٹھہر جاؤ۔ آپ نے ان کے پیچھے ایک رکعت مکمل کی۔ جب حضرت عبدالرحمان نے سلام پھیرا تو صحابہ کرام اٹھ گئے۔ آپ نے دوسری رکعت مکمل کی۔ پھر سلام پھیرا۔ پھر فرمایا: ''تم نے اچھا کیا ہے۔ تم نے بروقت نماز پڑھ لی ہے۔ کسی نبی کا اس وقت تک وصال نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کی امت میں سے ایک صالح شخص اسے امامت کرا لے۔''

دو افراد کے مابین فیصلہ

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے ملازم کو بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا گیا۔ اس کا ایک مجاہد کے ساتھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس شخص نے اس کے ہاتھ پر کاٹا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے نکالا۔ جس کی وجہ سے اس مجاہد کے اگلے دو دانت نکل آئے۔ مجاہد نے اسے پکڑا اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔ میں اپنے ملازم کے ساتھ کھڑا تھا تا کہ دیکھوں کہ آپ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ ان دونوں کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے ایک اپنے بھائی کا ارادہ کرتا ہے اور اسے اس طرح کاٹ ڈالتا ہے جس طرح نر اونٹ کاٹ کھاتا ہے۔'' آپ نے اس کے ان دو دانتوں کو رائیگاں بناتے ہوئے فرمایا: ''کیا وہ تمہارے منہ میں اپنا ہاتھ چھوڑ دیتا تا کہ تو اسے اس طرح کاٹتا رہتا جس طرح نر

اونٹ کاٹتا ہے۔" (بخاری)

حضرت سہیل بن بیضاء کی سعادت مندی

حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں آپ نے انہیں اپنے پیچھے بٹھایا۔ آپ نے بلند آواز سے تین بار فرمایا: "یا سہیل!" ہر بار انہوں نے عرض کی: "لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!حتیٰ کہ صحابہ کرام نے سمجھ لیا کہ حضور ﷺ ان کا ارادہ فرمائے ہوئے ہیں۔ وہ آگے سے اور پیچھے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔" آپ نے فرمایا: "جس نے یہ گواہی دی: "لا الٰه الا الله وحدہٗ لا شریك له" رب تعالیٰ نے اس پر آگ کو حرام کر دیا۔

(امام احمد، الطبرانی، محمد بن عمر)

ایک بڑا اژدہا

محمد بن عمر، ابونعیم اور ابن کثیر نے البدایہ میں لکھا ہے۔ ہمارے شیخ نے خصائص کبریٰ میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام کو رستہ میں بہت بڑے سانپ کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اس سے دور ہو گئے۔ وہ آیا اور آپ کے سامنے تادیر کھڑا رہا۔ آپ اپنی سواری پر ہی تھے صحابہ کرام اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ رستہ سے ہٹ کر دور چلا گیا۔ وہاں کھڑا ہو گیا۔ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: "جانتے ہو یہ کون تھا؟" انہوں نے کہا: "اللہ و رسولہ اعلم" آپ نے فرمایا: "یہ ان آٹھ جنات میں سے ایک تھا جو وفد کی صورت میں قرآن حکیم سننے آئے تھے۔ اس نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اب وہ تمہیں بھی سلام کر رہا ہے تم سب اسے سلام کرو۔" سارے صحابہ کرام نے کہا: "علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

تبوک میں نزول اجلال

امام مالک، ابن اسحاق اور امام مسلم نے حضرت معاذ بن جبل سے اور امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت معاذ نے فرمایا: "وہ غزوۂ تبوک کے لیے آپ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ آپ رستے میں نماز ظہر، نماز عصر اور نماز مغرب اور نماز عشاء کو جمع فرما رہے تھے۔ آپ نے ایک روز نماز مؤخر کی پھر تشریف لائے اور نماز ظہر اور نماز عصر پڑھائی۔ پھر خیمہ میں تشریف لے گئے۔ پھر نماز مغرب اور نماز عشاء پڑھائی۔ پھر فرمایا: "تم کل تبوک کے چشمہ تک پہنچ جاؤ گے۔ ان شاء اللہ! تم چاشت کے وقت وہاں پہنچو گے۔ جو وہاں پہلے پہنچ جائے وہ اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ حتیٰ کہ میں آ جاؤں۔" حضرت حذیفہ نے فرمایا: "آپ کو بتایا گیا کہ چشمہ میں کم پانی ہے۔ آپ کے منادی نے اعلان کیا کہ چشمہ تک آپ

سے قبل کوئی نہ جائے۔ مگر دو افراد آگے نکل چکے تھے۔ چشمہ سے تسمے کی طرح تھوڑا تھوڑا پانی رس رہا تھا۔ آپ نے ان دو افراد سے پوچھا: "کیا تم نے اس چشمہ کو ہاتھ لگایا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "ہاں! آپ نے انہیں وہ کچھ کہا جو رب تعالیٰ نے چاہا کہ آپ کہیں۔ پھر صحابہ کرام نے چلو بھر پانی ایک مشکیزے میں جمع کیا۔ آپ نے اس میں اپنا چہرۂ انور اور دستِ اقدس دھوئے کلی کی اور پانی اس چشمہ پر پھینک دیا۔ چشمہ سے کثیر پانی نکلنے لگا۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ پانی یوں پھٹا کہ اس سے اس طرح آوازیں آنے لگیں جیسے بجلیوں کی آوازیں آتی ہیں۔ وہ چشمہ تبوک کا فوارہ بن گیا۔ صحابہ کرام نے سیر ہو کر پانی پیا پھر آپ نے فرمایا: "معاذ! اگر تمہیں زندگی نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ اس جگہ باغات ہی باغات ہوں گے۔

امام بیہقی اور ابونعیم نے حضرت عروۃ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے تبوک میں نزولِ اجلال فرمایا۔ تو وہاں کے چشمہ کا پانی قلیل تھا۔ آپ نے اپنے دستِ اقدس سے چلو بھرا، کلی کی اور اس میں وہ پانی پھینک دیا۔ وہ چشمہ ابل پڑا حتیٰ کہ بھر گیا۔ وہ آج تک اسی طرح ہے۔

خطیب نے کتاب الرواۃ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ تبوک پہنچے اس کے چشمہ سے پانی تسمے کی طرح بہہ رہا تھا۔ ہم نے پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے حکم دیا آپ کو پانی پیش کیا۔ آپ نے وہ پانی اس چشمہ پر پھینک دیا۔ چشمہ ابلنے لگا۔ آپ نے حضرت معاذ سے فرمایا: "اگر تمہیں طویل زندگی نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے۔ یہ جگہ سرسبز و شاداب باغات سے بھر جائے گی۔

سورج طلوع ہو جانا

امام بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہم غزوۂ تبوک کے لیے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب ایک رات کی مسافت باقی رہ گئی۔ تو آپ آرام فرما ہو گئے۔ آپ بیدار نہ ہوئے حتیٰ کہ سورج ایک نیزہ کے برابر بلند ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "بلال! کیا میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ ہمیں فجر کے لیے جگا دینا۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے بھی اس چیز نے آلیا تھا جس نے آپ کو آلیا تھا۔" آپ کچھ آگے تشریف لے گئے۔ نماز پڑھی پھر جلدی جلدی روانہ ہو کر وقت صبح تبوک پہنچ گئے۔

تبوک میں جلوہ افروزی اور مسجد بنانا

محمد بن عمر کے شیوخ نے کہا ہے کہ جب آپ تبوک پہنچے تو قبلہ کی طرف پتھر رکھا۔ یہی مسجد تبوک تھی۔ دست اقدس

سے پتھر کی طرف اشارہ کیا۔ پھر صحابہ کرام کو نماز ظہر پڑھائی پھر فرمایا: "اس طرف شام اور اس طرف یمن ہے۔"

امام احمد نے لکھا ہے کہ آپ نے کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں لوگوں میں بہترین اور لوگوں میں سے شریر ترین انسانوں کے بارے نہ بتاؤں۔ لوگوں میں سے بہترین انسان وہ ہے۔ جو راہِ خدا میں اپنے گھوڑے کی پشت پر یا اونٹ پر یا پیدل نکلتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا وصال ہو جاتا ہے۔ لوگوں میں بدترین وہ شخص ہے۔ جو فاسق و فاجر اور بے حیاء ہے۔ جو کتاب الٰہی کو پڑھتا ہے لیکن اس میں سے کسی چیز کی حفاظت نہیں کرتا۔"

امام بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ آپ نے تبوک کے مقام پر وقتِ صبح خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔ پھر فرمایا: "سب سے سچی بات کتابِ حکیم ہے۔ سب سے قوی سہارا کلمۂ تقویٰ ہے۔ ملتوں میں سے بہترین ملت ابراہیمی ہے۔ طریقوں میں سے بہترین طریقہ حضور والا ﷺ کا طریقہ ہے۔ باتوں میں سے افضل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ قصوں میں سے عمدہ قصہ رب تعالیٰ کا کلام ہے۔ بہترین کام وہ ہیں جنہیں عزم راسخ سے کیا جائے۔ بدترین کام وہ ہیں جنہیں دین الٰہی میں خود پیدا کر لیا جائے۔ ہدایتوں میں سے عمدہ ہدایت پیغمبروں کی ہدایت ہے۔ سب سے افضل موت شہادت کی موت ہے۔ سب سے برا اندھاپن ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔ اعمال میں سے بہترین عمل وہ ہے جو نفع بخش ہو۔ بہترین ہدایت وہ ہے جس پر عمل کیا جائے۔ بدترین بے بصری دل کی بے بصری ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ جو چیز کم ہو مگر کفایت کرنے والی ہو وہ اس سے بہتر ہے۔ جو زیادہ ہو مگر غافل کر دینے والی ہو۔ بدترین معذرت وہ ہے جو موت کے وقت ہو۔ بدترین ندامت وہ ہے جو روزِ حشر ہوگی۔ بعض لوگ بہت دیر سے نمازِ جمعہ کے لیے آتے ہیں۔ بعض لوگ رب تعالیٰ کا ذکر لاتعلق ہو کر کرتے ہیں۔ کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ جھوٹی زبان بھی ہے۔ بہترین غنی دل کی غنی ہے۔ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ حکمت کی بنیاد خوفِ الٰہی ہے۔ دلوں کو پسندیدہ ترین چیز یقین ہے۔ شک کا تعلق کفر کے ساتھ ہے۔ میت پر نوحہ کرنا جاہلیت کا عمل ہے۔ خیانت جہنم کی آگ ہے۔ شراب نوشی آگ سے داغنے کی طرح ہے۔ برے اشعار ابلیس لعین کی طرف سے ہیں۔ شراب سارے گناہوں کا مصدر ہے۔ یتیم کا مال سب سے بری خوراک ہے۔ سعید وہ ہوتا ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔ شقی وہ ہوتا ہے وہ ماں کے پیٹ سے ہی شقی ہوتا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کا انجام چار ہاتھ کا گڑھا ہے۔ معاملہ کا انحصار آخرت پر ہوگا۔ عمل کا دارو مدار انجام پر ہوتا ہے۔ سب سے برا خواب جھوٹا خواب ہوتا ہے۔ وہ چیز جو آنے والی ہو وہ قریب ہوتی ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے۔ اس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے۔ اس کا گوشت کھانا رب تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں قسم کھائے گا رب تعالیٰ اسے جھٹلا دے گا۔ جو معاف کرے گا اسے معاف کر دیا جائے گا۔ جو درگزر

کرے گا اس سے درگزر کی جائے گی۔ جو غصہ پی جائے گا رب تعالیٰ اسے اجر دے گا۔ جو مصیبت پر صبر کرے گا رب تعالیٰ اسے اس کا بدلہ دے گا۔ جو سنی سنائی باتیں پھیلائے گا رب تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔ جو بناوٹی صبر کرے گا رب تعالیٰ اس کی تکلیف کو بڑھا دے گا۔ جو رب تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا رب تعالیٰ اسے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ مولا! مجھے اور میری امت کو معاف کر دے۔" آپ نے تین بار فرمایا: "استغفر اللہ لی ولکم۔"

ابن عائذ نے لکھا ہے "جب آپ نے تبوک نزولِ اجلال فرمایا تو اس کے چشمہ کا پانی کم تھا۔ آپ نے اس چشمہ سے اپنے دستِ اقدس سے چلو بھر پانی لیا۔ اس سے کلی کی۔ پھر اس میں اپنا لعاب دہن پھینکا تو وہ چشمہ ابلنے لگا۔ حتیٰ کہ بھر گیا وہ آج تک اسی طرح ہے۔

مقامِ تبوک کے نگران

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے لشکر کی نگرانی کے لیے حضرت عباد اور ان کے ساتھیوں کو مقرر کیا۔ حضرت عباد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر لشکر گاہ کے چکر لگاتے رہے۔ ایک دن وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اپنے پیچھے سے تا دمِ صبح نعرہ ہائے تکبیر سنتے رہتے ہیں۔ کیا آپ نے کسی اور شخص کو مقرر کیا ہے۔ جو لشکر گاہ کا چکر لگا تا رہے؟" آپ نے فرمایا: "میں نے کسی کو مقرر نہیں کیا۔ لیکن کوئی مسلمان رضا کارانہ طور پر یہ کام سرانجام دے رہا ہو۔" حضرت سلکان بن سلامۃ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنے دس گھڑسوار ساتھیوں کے ساتھ نکلتا ہوں اور ان نگرانوں کی حفاظت کرتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ راہِ خدا میں نگرانی کرنے والوں کی نگرانی کرنے والوں پر رحم کرے لوگوں میں سے یا جانوروں میں سے تم نے جس جس کی نگرانی کی ہے اس کے عوض تمہیں ایک قیراط اجر ملا ہے۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تبوک میں آپ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا۔ آپ نے چھری منگوائی اور رب تعالیٰ کا نام لے کر اسے کاٹا۔

ایک غلام کے لیے بددعا

امام احمد، امام ابوداؤد حضرت یزید بن نمیران سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے تبوک میں ایک شخص کو دیکھا جو اپاہج تھا۔" اس نے کہا: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا۔ میں گدھے پر تھا۔ آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! اس کی پشت کاٹ دے۔" اس کے بعد میں اس پر نہیں چل سکا۔" اس طرح سعید بن غزوان نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ وہ حج کی غرض سے نکلے۔ تبوک قیام کیا۔ وہاں ایک اپاہج شخص تھا۔ اس

نے کہا: ''میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ تم نے اسے اس وقت کسی کو نہیں بتانا حتیٰ کہ تم سن لو کہ میں زندہ ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک میں کھجور کے پاس جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ ہمارا قبلہ ہے۔'' پھر اس کی طرف رخِ انور کر کے نماز پڑھنے لگے۔ میں اس وقت جوان تھا میں بھاگتا ہوا آیا اور آپ کے اور اس کے مابین سے گزر گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے ہماری نماز منقطع کی ہے رب تعالیٰ اس کی پشت کاٹ دے۔'' اس کے بعد آج تک میں اس پر کھڑا نہ ہو سکا۔

کھجوروں اور پنیر میں معجزہ نمائی

محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بنو سعد ھذیم میں سے ایک شخص نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں آیا۔ آپ تبوک میں جلوہ افروز تھے کچھ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔'' آپ نے فرمایا: ''بلال! ہمیں کھانا کھلاؤ۔'' انہوں نے چمڑے کا دستر خوان بچھایا پھر اپنے گھی والے مشکیزے سے ایسی کھجوریں نکالنے لگے۔ جنہیں گھی اور پنیر میں گوندھا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کھاؤ۔'' ہم نے سیر ہو کر کھائیں۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں تو انہیں تنہا کھا سکتا تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''کافر سات آنتوں اور مومن ایک آنت سے کھاتا ہے۔'' میں دوسرے روز بھی اس وقت حاضر ہوا۔ (کھانے کا وقت تھا) تاکہ اسلام کے بارے میرے یقین میں اضافہ ہو۔ دس صحابہ کرام آپ کے ارد گرد جمع تھے۔ آپ نے فرمایا: ''بلال! ہمیں کھانا کھلاؤ۔'' وہ اپنے توشہ دان سے مٹھی بھر بھر کر کھجوریں نکالنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''نکالو اور عرش والے رب کی طرف سے قلت سے نہ ڈرو۔'' وہ دستر خوان لے کر آئے اسے پھیلا دیا۔ میں نے اندازہ لگایا وہ دو مد کھجوریں تھیں۔ آپ نے ان پر اپنا دستِ اقدس رکھا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔'' صحابہ کرام نے کھایا۔ میں نے بھی ان کے ہمراہ کھایا۔ حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا۔ ابھی دستر خوان پر اتنی کھجوریں ہی باقی تھیں۔ جتنی حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ لے کر آئے تھے۔ گویا کہ ہم نے ان میں سے ایک کھجور بھی نہ کھائی تھی۔ پھر میں اگلے روز حاضر ہوا۔ صحابہ کرام حاضر ہو گئے۔ ان کی تعداد دس یا گیارہ یا بارہ تھی۔ آپ نے فرمایا: ''بلال! ہمیں کھانا کھلاؤ۔'' حضرت سیدنا بلال بعینہٖ وہی دستر خوان لے آئے۔ میں اسے جانتا تھا۔ انہوں نے اسے پھیلایا۔ آپ نے ان پر اپنا دستِ اقدس رکھا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔'' ہم نے جی بھر کر کھایا۔ پھر وہ اتنی ہی کھجوریں واپس لے گئے جتنی انڈیلی گئیں تھیں۔ تین روز اسی طرح ہوا۔

دوسرا قصہ

محمد بن عمر، ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں سفر وحضر میں آپ کے بابِ کرم کو لازم پکڑتا تھا۔ ہم تبوک میں تھے۔ ہم قضائے حاجت کے لیے گئے۔ جب اپنے خیمہ میں آئے

تو آپ اور صحابہ کرام کھانا کھا چکے تھے۔ آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ آپ کے ہمراہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب میں آپ کے سامنے آیا تو فرمایا: ”تم رات سے کہاں تھے؟“ میں نے عرض کی۔ حضرت جعال بن سراقہ، حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی بھی حاضر ہو گئے۔ ہم تین افراد تھے تینوں بھوکے تھے۔ ہم آپ کے دراقدس پر تھے۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ آپ نے کچھ مانگا جسے ہم کھا سکیں۔ مگر کچھ نہ ملا۔ آپ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے صدا دی: ”بلال! کیا ان حضرات کے لیے کھانا ہے۔“ انہوں نے عرض کی: ”مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ ہم نے اپنے دسترخوان اور توشہ دان جھاڑ دیے تھے۔“ آپ نے فرمایا: ”دیکھو شاید تمہیں کچھ نظر آجائے۔“ انہوں نے توشہ دان لیے اور ایک ایک کر کے جھاڑنے لگے۔ ایک ایک دو دو کھجوریں نکلنے لگیں۔ میں نے دیکھا آپ کے دستِ اقدس میں سات کھجوریں تھیں۔ آپ نے پیالہ منگوایا اس میں وہ کھجوریں رکھیں۔ پھر ان کھجوروں پر اپنا دستِ اقدس رکھ دیا۔ رب تعالیٰ کا نام لیا۔ فرمایا: ”رب تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم کھانے لگے۔ میں نے کھجوریں شمار کیں جو میں کھا رہا تھا وہ چون (۵۴) کھجوریں تھیں۔ میں انہیں شمار کر رہا تھا۔ گٹھلیاں دوسرے ہاتھ میں تھیں۔ میرے دوسرے دو ساتھی بھی اسی طرح کر رہے تھے۔ جس طرح میں کر رہا تھا۔ ہم سیر ہو گئے۔ ہم میں سے ہر ایک نے پچاس پچاس کھجوریں کھائیں۔ ہم نے ہاتھ اٹھائے تو ابھی تک سات کھجوریں اسی طرح باقی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ”بلال! انہیں اٹھالو ان میں سے ہر ایک سیر ہو گیا ہے۔“ وقتِ صبح آپ نے صبح کی نماز پڑھائی۔ آپ اپنے خیمہ کے صحن میں تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ نے ”سورۃ المؤمنون“ کی دس آیتیں پڑھیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے؟“ آپ نے حضرت بلال کو یاد فرمایا تاکہ وہ کھجوریں لے کر آئیں آپ نے انہیں پیالہ میں ڈالا ان پر اپنا دستِ اقدس رکھا۔ پھر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔“ ہم نے کھایا۔ اس ذاتِ والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے ہم سیر ہو گئے۔ ہم تعداد میں دس تھے پھر ہم نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے۔ کھجوریں ابھی اسی طرح تھیں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر مجھے رب تعالیٰ سے حیا نہ ہوتی تو ہم یہی کھجوریں کھاتے رہتے۔ حتیٰ کہ ہم مدینہ طیبہ پہنچ جاتے۔“ ایک بدوی لڑکا آپ کی خدمت میں آیا آپ نے وہ کھجوریں لیں اور اس لڑکے کو دیں وہ انہیں چباتے ہوئے چلا گیا۔

محمد بن عمر کے شیوخ نے لکھا ہے کہ بنو عذرہ میں سے ایک شخص تھا جسے عدی کہا جاتا تھا۔ اس نے کہا: ”میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ تبوک میں جلوہ افروز تھے۔ میں نے آپ کی زیارت کی آپ سرخ اونٹنی پر سوار تھے۔ صحابہ کرام میں چکر لگا رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے: ”اے لوگو! دینے والے کے ہاتھ کے اوپر رب تعالیٰ کا دستِ قدرت ہوتا ہے۔ عطا کرنے والے کا ہاتھ عمدہ اور لینے والے کا ہاتھ نیچے ہوتا ہے۔ اے لوگو! مستغنی ہو جاؤ اگرچہ لکڑی کے ایک گٹھے کے

ساتھ ہی۔مولا! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔" آپ نے تین بار اسی طرح کہا۔میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری دو بیویوں نے باہم لڑائی کی میں نے ان میں سے ایک کو تیر مار دیا۔جو نشانے پر لگا۔" آپ نے فرمایا: "اس بیوی سے محبت کرو اسے خستہ حال نہ بناؤ۔"

آپ تبوک میں اپنی مسجد کی جگہ پر تشریف فرما ہو گئے۔دائیں طرف دیکھا۔دستِ اقدس بلند فرمائے یمن کے باشندوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: "ایمان یمن میں ہے" آپ نے مشرق کی طرف نظر فرمائی۔دستِ اقدس سے اشارہ کیا۔فرمایا: "جفا اور سخت دلوں والے دیہاتی چرواہے مشرق کی طرف ہیں۔جہاں سے شیطان اپنے دونوں سینگ ظاہر کرے گا۔"

بڑے منافق کی موت کی خبر

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ تبوک میں سخت آندھی چلی۔آپ نے فرمایا: "یہ ایک بڑے منافق کی موت کی وجہ سے ہے۔" جب صحابہ کرام مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا۔ایک عظیم منافق مر چکا تھا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ سعد ھذیم کے چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔ہم نے اپنے اہل کو ایسے کنویں پر چھوڑا ہے۔جس کا پانی قلیل ہے۔سخت گرمی ہے۔ہمیں خدشہ ہے کہ ہمارا شیرازہ بکھر جائے گا۔ابھی اسلام ہمارے اردگرد نہیں پھیلا۔رب تعالیٰ سے ہمارے پانی میں برکت کی دعا کریں۔اگر ہم سیراب ہو جائیں تو کوئی قوم ہم پر غالب نہیں آسکتی نہ کوئی ہمارا دینی مخالف ہمارا مقابلہ کر سکتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "مجھے سنگریزے پکڑاؤ۔" کسی صحابی نے آپ کو تین سنگریزے پیش کیے۔آپ نے انہیں اپنے دستِ اقدس میں ملا۔پھر فرمایا: "یہ سنگریزے اپنے کنویں کے پاس لے جاؤ۔اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ایک ایک کر کے اس میں پھینکتے جاؤ۔" وہ لوگ واپس آ گئے۔اسی طرح کیا کنواں جوش مار کر ابلنے لگا۔انہوں نے اپنے قرب و جوار کے مشرکین کو بھگا دیا۔آپ ابھی تک مدینہ طیبہ نہیں پہنچے تھے کہ انہوں نے اپنے اردگرد کے مشرکین کو روندھ ڈالا۔وہ اسلام لانے کے لیے آپ کے قریب ہو گئے۔

پانچ خصوصیاتِ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء

محمد بن عمر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "ہم غزوہ تبوک میں آپ کے ہمراہ تھے۔آپ رات کے وقت اٹھے اور نماز ادا کی۔آپ رات کے وقت بہت زیادہ نماز پڑھتے تھے۔جب بھی آپ اٹھتے تھے مسواک ضرور کرتے تھے۔آپ نے قیام فرمایا۔جب فارغ ہوئے تو حاضرین کی طرف توجہ کی اور فرمایا: "آج رات مجھے پانچ

ایسی اشیاء عنایت کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ مجھے سارے لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے حالانکہ ہر نبی کو اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ ساری زمین کو میرے لیے مسجد اور پاکیزہ بنا دیا گیا ہے۔ مجھے یہاں کہیں بھی نماز کا وقت آجاتا ہے میں تیمم کر کے نماز پڑھ لیتا ہوں۔ مجھ سے قبل کسی نبی کی یہ خصوصیت نہیں دی گئی تھی۔ وہ اپنے گرجوں اور عبادت گاہوں میں عبادت کر سکتے تھے۔ میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ مجھ سے پہلے انبیاء کرام پر یہ حرام تھی۔ پانچویں خصوصیت کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''مجھے کہا گیا کہ سوال کریں ہر نبی نے دعا مانگی ہے۔ یہ میری دعا تمہارے لیے اور ہر اس شخص کے لیے جو یہ گواہی دے: ''لا الٰہ الا اللہ''

حضرت معاویہ بن معاویہ المزنی کی نماز جنازہ

الطبرانی نے اوسط اور الکبیر میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے، ابن سعد اور امام بیہقی نے علاء ابو محمد الثقفی کی سند سے، ابن ابی یعلی اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مقامِ تبوک میں تھے۔ سورج ضیاء، شعاع اور نور کے ساتھ طلوع ہوا۔ وہ پہلے کبھی اس طرح ضیاء، شعاع اور نور کے ساتھ طلوع نہیں ہوا تھا۔ حضرت جبرائیل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''جبرائیل! آج میں کیوں دیکھ رہا ہوں کہ سورج ایسی ضیاء، شعاع اور نور کے ساتھ طلوع ہوا ہے کہ اس سے قبل اس طرح طلوع نہیں ہوا۔'' انہوں نے عرض کی: ''اس کی وجہ یہ ہے کہ آج مدینہ طیبہ میں حضرت معاویہ بن معاویہ المزنی رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا ہے۔ رب تعالیٰ نے ستر ہزار ملائکہ کو بھیجا ہے تاکہ ان کی نمازِ جنازہ ادا کریں۔ کیا آپ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! آپ پیدل ہی باہر نکلے۔ حضرت جبرائیل امین نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو سارے پہاڑ اور ٹیلے ہٹ گئے۔ حضرت جبرائیل امین کے ساتھ ستر ہزار ملائکہ تھے۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ ملائکہ نے آپ کے پیچھے دو صفیں بنالیں۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: ''جبرائیل! حضرت معاویہ بن معاویہ کو یہ بلند منصب کیسے ملا؟'' انہوں نے عرض کی: ''وہ سورۃ ''قل ھو اللہ احد'' سے محبت کرتے تھے۔ وہ اٹھتے بیٹھتے، سوار اور پیدل ہر حالت میں اس کی تلاوت کرتے تھے۔''

الحافظ نے لسان المیزان میں لکھا ہے: ''یہ حدیث پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔ اس کی اسناد ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔''

فتح الباری میں ہے: ''اس کی اسناد کو دیکھا جائے تو یہ ایک قوی حدیث بن جاتی ہے۔''

امام نووی نے کتب الاذکار (جس کا ترجمہ کرنے کی سعادت راقم الحروف کو حاصل ہوئی ہے) میں لکھا ہے کہ اس

سے اس شخص کے قول کا رد ہو جاتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔اس کی کوئی اصل نہیں۔"

ہرقل کو دعوتِ اسلام

جب آپ تبوک جلوہ افروز ہوئے تو ہرقل حمص میں تھا۔اس کے بارے جو خبر آپ تک پہنچی تھی۔وہ اس کے حاشیۂ گمان اور ظن وتخمین میں بھی نہ تھی۔حارث بن اسامہ نے حضرت بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"جو میرا مکتوب گرامی قیصر تک لے جائے گا۔اس کے لیے جنت ہے۔"ایک شخص نے عرض کی:"اگر چہ وہ اسے قبول نہ بھی کرے۔" آپ نے فرمایا:"وہ اگر چہ اسے قبول نہ بھی کرے۔"وہ شخص آپ کا گرامی نامہ لے کر گیا۔ہرقل کو دیا۔اس نے اسے پڑھا اور کہا:"تم اپنے نبی کریم ﷺ کے پاس چلے جاؤ۔ان سے عرض کرو کہ میں ان کی اتباع کر لیتا لیکن میں اپنی سلطنت نہیں چھوڑنا چاہتا۔"اس نے کچھ دینار بھی آپ کی خدمت میں پیش کیے۔وہ شخص واپس آیا۔آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا:"اس نے جھوٹ بولا ہے۔" آپ نے دینار تقسیم کر دیے۔

امام احمد اور ابو یعلی نے حسن سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔حضرت سعید بن ابی راشد سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا میں تنوخی سے ملا جسے قیصر نے اپنا قاصد بنا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا۔اس وقت قیصر حمص مین تھا۔تنوخی میرا پڑوسی تھا۔وہ بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔اس کی عمر کم وبیش ایک سو سال تھی۔میں نے اسے کہا:"کیا تو مجھے اس پیغام کے بارے نہیں بتائے گا جو آپ نے ہرقل کی طرف بھیجا تھا؟"اس نے کہا:"ضرور! آپ کا قاصد تبوک آیا۔آپ نے حضرت دحیہ الکلبی کو ھرقل کی طرف بھیجا۔جب آپ کا قاصد اس کے پاس آیا۔تو اس نے روم کے پادریوں اور راہبوں کو بلایا۔پھر محل کے دروازے بند کر دیے۔اس نے کہا:"تم نے دیکھا ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے اسے میرے پاس بھیجا ہے۔انہوں نے مجھے تین امور کی طرف دعوت دی ہے۔(۱) میں ان کے دین کی اتباع کر لوں۔(۲) ہم اپنے اموال اور زمین ان کے سپرد کر دیں (۳) یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔بخدا! جو تم نے کتابیں پڑھی ہیں ان میں تم نے پڑھا ہے کہ وہ نبی ہم سے ہماری زمین چھین لیں گے۔آؤ ہم ان کے دین کی اتباع کر لیتے ہیں۔یا اپنی سرزمین اور اموال ان کے سپرد کر دیں۔"یہ سن کر پادری اور راہب شور وغل کرنے لگے۔انہوں نے کہا:"تم اس طرف دعوت دیتے ہو کہ ہم نصرانیت کو چھوڑ دیں اور اس اعرابی کے غلام بن جائیں جو حجاز سے آیا ہے؟ جب قیصر نے گمان کیا کہ اگر یہ لوگ یہاں سے اسی طرح چلے گئے تو وہ روم میں فساد بپا کریں گے اور انہیں بغاوت پر اکسائیں گے تو اس نے کہا: "میں نے تمہیں یہ صرف اس لیے کہا ہے تا کہ تمہارے دین پر تمہاری پختگی دیکھوں۔"پھر اس نے تجیب کے ایک شخص کو

بلایا۔ جو عرب کے نصاریٰ کا امیر تھا۔ اس نے اسے کہا: ''میرے لیے ایک ایسا شخص تلاش کرو۔ جو باتوں کو یاد رکھنے والا ہو اور عربی زبان سے خوب آگاہ ہو۔ تاکہ میں اسے جواب دے کر اس ہستی پاک کی طرف بھیجوں۔'' تجیب کا شخص مجھے لے آیا۔ ہرقل نے خط میرے حوالے کیا۔ اس نے کہا: ''میرا یہ خط اس (عظیم) شخص کے پاس لے جاؤ۔ جب وہ کوئی گفتگو کریں تو یہ باتیں خوب ذہن نشین کرنا۔ کیا وہ اس مکتوب کا تذکرہ کرتے ہیں جو پہلے لکھا گیا تھا۔ دیکھنا کہ کیا وہ میرا خط پڑھتے وقت رات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان کی کمر انور کو دیکھنا کیا وہاں کوئی ایسی چیز ہے جو تمہیں شک میں ڈال دے۔'' میں ہرقل کا خط لے کر عازم سفر ہوا۔ میں تبوک پہنچا۔ آپ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ چشمہ پر جلوہ افروز تھے۔ میں نے کہا: ''تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟'' مجھے بتایا گیا کہ آپ وہ ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ کو قیصر کا خط پیش کیا۔ آپ نے پوچھا: ''تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟'' میں نے عرض کی: ''تنوخ کے ساتھ'' آپ نے فرمایا: ''کیا تو اسلام قبول کر لیتا ہے یہ دین حنیف تیرا باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے۔'' میں نے عرض کی: ''میں قوم کا قاصد ہوں اپنی قوم کے دین پر ہوں۔ میں اس سے لوٹنا نہیں چاہتا حتیٰ کہ ان کے پاس واپس چلا جاؤں۔'' یہ سن کر آپ تبسم ریز ہوئے۔ یہ آیت طیبہ پڑھی:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

(القصص:۵۶)

ترجمہ: ''بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو۔''

اے تنوخ کے بھائی! میں نے کسریٰ کی طرف خط لکھا اس نے اسے پھاڑ دیا۔ رب تعالیٰ اس کے اور اس کی مملکت کے ٹکڑے کر دے گا۔ میں نے نجاشی کی طرف خط لکھا۔ میں نے تمہارے ساتھی کی طرف بھی خط لکھا۔ اس نے اسے پکڑ لیا۔ جب تک زندگی میں خیر رہی لوگ اس سے مرعوب رہیں گے۔'' میں نے کہا: ''یہ ان تینوں باتوں میں سے ایک بات ہے۔ میرے ساتھی نے جن کے بارے مجھے وصیت کی تھی۔ میں نے ترکش میں سے تیر نکالا اور اسے تلوار کے نیام پر لکھ لیا۔ آپ نے وہ خط اس شخص کو دیا۔ جو آپ کے بائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: ''ان کا نام کیا ہے جو خط پڑھ رہے ہیں۔'' مجھے بتایا گیا کہ ان کا نام معاویہ ہے۔ اس خط میں تھا۔'' آپ نے مجھے اس جنت کی طرف دعوت دی ہے۔ جس کا عرض آسمانوں اور زمین جتنا ہے۔ جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔ تو پھر آگ کہاں ہے؟'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رات آتی ہے تو دن کہاں ہوتا ہے؟'' اس شخص نے کہا: ''میں نے ترکش سے تیر نکالا اور اس کے ساتھ اپنی نیام پر لکھ لیا۔ جب وہ خط پڑھنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''تم قاصد ہو۔ تمہارا حق ہے۔ اگر ہمارے پاس انعامات ہوتے تو ہم تمہیں

عطا کرتے۔ ہم مسافر ہیں جن کے پاس زادِ راہ بھی ختم ہو چکا ہے۔" ایک صحابی نے عرض کی: "میں اسے انعام دیتا ہوں۔" انہوں نے اپنا کجاوہ کھولا۔ وہاں صفوریہ ملتا تھا انہوں نے اسے میری طرف پھینک دیا۔ میں نے پوچھا: "یہ انعام دینے والی کون سی ذات ہے؟" مجھے بتایا گیا: "یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔" پھر آپ نے فرمایا: "اس شخص کو بطور مہمان اپنے ہاں کون ٹھہرائے گا؟" ایک انصاری جوان نے عرض کی: "میں۔" انصاری اٹھا میں بھی اس کے ساتھ ہی اٹھا جب ہم ذرا دور گئے۔ تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: "تنوخ کے بھائی! آؤ۔" میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اپنی کمر انور سے چادر ہٹائی اور فرمایا: "یہ اس جگہ ہے جو یہ امر تمہیں دے دیا گیا ہے اسے کر گزرو۔" میں آپ کی کمر انور کی طرف گیا وہ کندھے کی ہڈی کے پاس مہر نبوت تھی جو حجام کی سینگی کی طرح تھی۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے "وہ شخص ہرقل کے پاس گیا۔ اس سے یہ تذکرہ کیا۔ اس نے اپنی قوم کو بلایا تاکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کر لے۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اسے اپنی سلطنت کے بارے خطرات لاحق ہو گئے۔ وہ حمص میں ہی رہا۔ اس نے حرکت نہ کی۔ جو خبر آپ تک پہنچی تھی کہ وہ شام کی وادی تک پہنچ چکا ہے۔ وہ درست نہ تھی اس نے تو یہ سوچا بھی نہ تھا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے "ہرقل نے آپ کی طرف ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اس کا ہدیہ قبول کر لیا اور اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔" ہرقل نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے کہ ہرقل محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا ہے۔ اس نے ان کی اتباع کر لی ہے۔ یہ سن کر سپاہیوں نے ہتھیار سجا لیے اور اسی کے محل کا گھیراؤ کر لیا۔ وہ اسے قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ "میں دین میں تمہاری پختگی دیکھنا چاہتا تھا۔ میں تم سے راضی ہوں۔" وہ اس سے راضی ہو گئے۔ اس نے ایک خط لکھا۔ اسے حضرت دحیہ الکلبی کے ہمراہ بھیجا۔ اس میں تھا۔ "میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مگر میں اپنے معاملہ میں مغلوب ہو گیا ہوں۔ جب اس کا خط آپ کو پڑھ کر سنایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: "دشمن خدا نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ بلکہ وہ عیسائیت پر ہے۔"

حضرت ذوالبجادین پر کرم نوازی

ابن اسحاق اور ابن مندہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین کا تعلق بنو مزینہ کے ساتھ تھا۔ یہ چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد گرامی کا وصال ہو گیا تھا۔ انہیں وراثت میں کچھ نہ ملا۔ ان کا چچا مالدار تھا۔ اس نے ان کی کفالت کی حتیٰ کہ یہ مالدار ہو گئے۔ ان کے پاس اونٹ، بکریاں اور غلام تھے۔ جب حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے تو ان کے دل میں اسلام کے بارے اشتیاق پیدا ہوا۔ لیکن یہ اپنے چچا

کی وجہ سے اس پر قادر نہ ہو سکے۔ حتیٰ کہ کئی سال گزر گئے۔ غزوات گزر گئے۔ آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ سے واپس آ رہے تھے تو حضرت عبداللہ نے اپنے چچا سے کہا: "چچا! میں نے تمہارے اسلام کا انتظار کیا۔ لیکن تمہارا ارادہ نہیں کہ تم محمد عربی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ مجھے اسلام لانے کی اجازت دے دو۔" اس نے کہا: "اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو میں تم سے ہر وہ چیز چھین لوں گا جسے میں نے تمہیں دیا ہے۔ حتیٰ کہ تمہارے یہ کپڑے بھی چھین لوں گا۔" انہوں نے کہا: "بخدا! میں تو محمد عربی ﷺ کی اتباع کرنے لگا ہوں۔ مسلمان ہونے لگا ہوں۔ پتھروں اور بتوں کی عبادت چھوڑنے لگا ہوں۔ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے تم لے لو۔" اس نے ان سے اپنی ہر چیز لے لی حتیٰ کہ ان کا تہبند بھی لے لیا وہ اپنی والدہ کے پاس آئے۔ اس کی چادر کو دو حصوں میں منقسم کیا۔ ایک کو بطور ازار بند باندھا دوسری اوپر اوڑھ لی۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ مسجد نبوی میں لیٹ گئے۔ آپ کے ساتھ نمازِ صبح ادا کی۔ آپ نمازِ صبح کے بعد صحابہ کرام میں غور سے دیکھتے تھے۔ آپ نے حضرت عبداللہ کو دیکھا تو اجنبی سمجھا پوچھا "تم کون ہو؟" انہوں نے اپنا نسب بیان کیا تو فرمایا: "تم عبداللہ ذوالبجادین ہو۔" آپ نے فرمایا: "تم میرے قریب ہی رہا کرو۔" وہ آپ کے مہمانوں میں رہتے تھے آپ انہیں قرآن پاک سکھاتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے بہت سا قرآن پاک یاد کر لیا ہے۔ وہ بلند آواز تھے۔ وہ مسجد نبوی میں قیام کرتے تھے۔ بلند آواز سے قرأت کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ ﷺ اس اعرابی کو نہیں سنتے وہ بلند آواز سے قرأت کرتا ہے۔ لوگوں کو تلاوتِ قرآن سے روک دیتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "عمر! اسے چھوڑ دو۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا ہے۔"

جب آپ تبوک کی طرف عازم سفر ہوئے۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "میرے لیے سمرہ درخت کا چھال لے کر آؤ۔" انہوں نے یہ چھال حاضر خدمت کر دی۔ آپ نے اسے ان کے بازو کے ساتھ باندھا۔ پھر عرض کی: "مولا! میں اس کے خون کو کفار پر حرام کرتا ہوں۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا ارادہ یہ تو نہ تھا۔" آپ نے فرمایا: "جب تم فی سبیل اللہ جہاد کرنے کے لیے نکلو گے تمہیں بخار ہو گیا جس کی وجہ سے تمہارا وصال ہو گیا تو تم شہید ہو گے۔ جب تمہاری سواری نے تمہیں گرا دیا۔ تمہاری گردن ٹوٹ گئی تو تم پھر بھی شہید ہو گے۔ کوئی پرواہ نہیں کہ شہادت جس طریقہ سے ملتی ہے۔" جب صحابہ کرام تبوک پہنچے وہاں کچھ دن قیام کیا تو وہاں حضرت عبداللہ ذوالبجادین کا وصال ہو گیا۔

حضرت بلال بن حارث بیان کرتے ہیں: "میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ ان کے پاس مشعل تھی۔ آپ قبر کے پاس کھڑے تھے۔ حضور اکرم ﷺ قبر انور میں اترے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ کو حضور اکرم ﷺ کے قریب کر رہے تھے۔وہ کہہ رہے تھے"اپنے بھائی کو میرے قریب کرو۔"جب آپ نے انہیں لحد میں لٹا دیا تو یہ دعا مانگی:"مولا!میں شام تک ان سے راضی تھا تو بھی ان سے راضی ہو جا۔" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمنا کرتے تھے"کاش!اس قبر انور کا مکین میں ہوتا۔"

الطبرانی نے ثقہ راویوں سے،ابونعیم نے محمد بن حمزہ سے وہ اپنے جد امجد حضرت عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے کہا:"حضور اکرم ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔میں آپ کی خدمت پر مامور تھا۔میں نے گھی کے مشکیزے کی طرف دیکھا اس میں تھوڑا سا گھی تھا۔میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔مشکیزے کو دھوپ میں رکھ دیا۔میں سو گیا۔مشکیزے کی آواز سے میں بیدار ہوا۔میں نے اس کا منہ اپنے ہاتھ سے پکڑا۔حضور اکرم ﷺ مجھے دیکھ رہے تھے۔آپ نے فرمایا:"اگر تم اسے اسی طرح چھوڑ دیتے تو یہ وادی گھی سے بہہ پڑتی۔"

ایلہ کے بادشاہ،اہل حربا اور اذرح کے ساتھ صلح

جب آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دومۃ میں اکیدر کی طرف بھیجا تو ایلہ کا بادشاہ یحنہ بن رؤبۃ ڈر گیا کہ وہ کہیں کسی صحابی کو اس کی طرف نہ بھیج دیں۔جس طرح اکیدر کی طرف حضرت خالد کو بھیجا ہے۔وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔اس کے ہمراہ اہلِ حربا،اذرح اور مقنا بھی تھے۔اس نے بارگاہِ رسالت مآب میں خچر پیش کی۔

ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یحنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے سفید خچر آپ کی خدمت میں پیش کی۔آپ نے اسے چادر عطا کی۔آپ نے سمندر کے بارے انہیں لکھ کر دیا۔

محمد بن عمر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"جب یحنہ بن رؤبہ آپ کی خدمت میں آیا تو میں نے اسے دیکھا۔اس نے سونے کی صلیب لٹکا رکھی تھی۔پیشانی پر بالوں کا گچھا تھا۔جب اس نے آپ کو دیکھا تو سر جھکا لیا۔آپ نے اپنے دستِ اقدس سے اشارہ کیا کہ سر اوپر اٹھاؤ۔آپ نے اس روز اس کے ساتھ صلح کی۔اسے یمنی چادر عطا کی۔ ابوالعباس عبداللہ بن محمد نے بعد میں اسے تین سو دینار کے عوض خرید لیا تھا۔آپ نے اسے حضرت بلال کے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا۔آپ نے ہر سال تین سو دینار جزیہ لاگو کیا۔ان کی تعداد تین سو تھی۔آپ نے ان کے لیے یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کی طرف سے یحنہ بن رؤبۃ،اہلِ ایلہ،ان کی کشتیوں کے لیے ان کے بحر و بر میں چلنے والوں کے لیے امان نامہ ہے۔ان کی جان اور مال اور آبرو کی حفاظت کا ذمہ

دار اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولِ مکرم ﷺ ہے۔ یہ امان نامہ اہلِ شام اور اہلِ یمن کے لیے بھی ہے جو ان کے ہمراہ ہیں۔ یہ سمندر والوں کے لیے بھی ہے جس نے کوئی واقعہ رونما کیا تو اس کا مال اس کے نفس کو نہ بچا سکے گا۔ یہ اس کے لیے پاکیزہ ہے جو لوگوں میں سے اسے حاصل کرلے گا۔ جس چشمہ پر وہ اتریں یا بر و بحر میں جو رستہ وہ اختیار کریں انہیں روکا نہیں جائے گا۔"

یہ نوشتہ جہیم بن صلت اور شرجیل بن حسنہ نے حضور اکرم ﷺ کے اذن سے لکھا۔

آپ نے ایک نوشتہ اہلِ اذرح کے لیے بھی لکھوایا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ وہ امان نامہ یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ امان نامہ محمد النبی ﷺ کا ہے۔ جسے آپ نے اہلِ اذرح اور جربا کے لیے لکھوایا وہ اللہ تعالیٰ اور محمد عربی ﷺ کی امان کے ساتھ امن سے ہیں۔ انہوں نے ہر رجب میں عمدہ طریقے سے ایک سو دینار دینے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر کفیل ہے۔ جبکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ خلوص اور احسان کا اظہار کریں گے۔ جب کوئی مسلمان خوف اور تعزیر کی وجہ سے پناہ لے لے جبکہ انہیں مسلمانوں سے خوف ہو تو وہ امن سے ہوں گے۔ حتیٰ کہ آپ عازمِ سفر ہونے سے قبل ان کے لیے کسی واقعہ کا ظہور کر دیں۔"

اہلِ جربا اور اذرح نے تبوک میں ہی آپ کی خدمت میں جزیہ پیش کیا آپ نے اسے لے لیا۔ آپ نے اہل مقنا کے ساتھ ان کے پھلوں کے چوتھائی حصہ اور ان کے سوت کے چوتھائی حصہ کے ساتھ ان سے صلح کر لی۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد اور امام مسلم نے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ایلہ کا ساتھی ابن العلماء بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس خط تھا۔ اس نے سفید خچر بطور ہدیہ پیش کی۔ آپ نے بھی اس کے لیے خط لکھا اور اسے یمنی چادر بطور ہدیہ دی۔

مشاورت

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ آپ نے پیش قدمی کے بارے صحابہ کرام سے مشاورت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تو آپ ضرور تشریف لے چلیں۔" آپ نے فرمایا: "اگر مجھے آگے جانے کا حکم ملتا تو میں تم سے مشاورت نہ کرتا۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اہلِ روم کے پاس بہت سے لشکر ہیں۔ ان میں اہلِ اسلام میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ ہم ان کے قریب آ گئے ہیں آپ کے قرب

نے ہی انہیں خوفزدہ کر دیا ہے۔ ہم اس سال واپس جاتے ہیں حتیٰ کہ کوئی رائے پیدا کر لیں رب تعالیٰ کوئی صورت حال پیدا فرمادے۔"

امام بیہقی نے جید سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت کیا ہے کہ ایک دن یہودی آپ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے عرض کی: "ابوالقاسم (صلی اللہ علیک وسلم)! اگر آپ سچے نبی ہیں تو آپ شام تشریف لے چلیں۔ وہ حشر کی زمین اور انبیائے کرام علیہم السلام کی سرزمین ہے۔" آپ نے ان کی تصدیق کی۔ شام کا ارادہ کیا۔ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ تبوک تشریف لے گئے تو یہ آیات طیبات اتریں:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾

(الاسراء: ۷۶، ۷۷)

ترجمہ: "انہوں نے ارادہ کیا کہ پریشان اور مضطرب کر دیں آپ کو اور اس علاقہ سے نکال دیں آپ کو اگر انہوں نے یہ (حماقت) کی تو نہیں ٹھہریں گے مگر تھوڑا عرصہ۔ یہی دستور ہمارا ہے ان کے لیے جن کو ہم نے بھیجا آپ سے قبل رسول بنا کر آپ ہمارے دستور میں کوئی رد و بدل نہیں پائیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ طیبہ واپس آجانے کا حکم دیا۔ اس میں فرمایا: "اسی میں آپ کے حیات طیبہ کے مقدس ایام گزریں گے۔ اس شہر خوباں میں آپ کا وصال ہوگا۔ اسی میں سے آپ کو اٹھایا جائے گا۔" آپ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی: "آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ ہر نبی کو ایک دعا مانگنے کا اختیار ہے۔" آپ نے حضرت جبرائیل امین سے پوچھا: "میں کیا دعا مانگوں؟" انہوں نے عرض کی:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ (الاسراء: ۸۰)

ترجمہ: "دعا مانگا کیجئے کہ میرے رب جہاں کہیں بھی تو لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے بھی مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔"

عکرمہ نے اپنے دادا جان سے روایت کیا ہے کہ آپ نے غزوہ تبوک میں فرمایا: "جب کسی جگہ طاعون پھیل جائے تو اگر تم وہاں ہوں تو وہاں سے نہ نکلو اگر کسی اور جگہ ہو تو وہاں نہ جاؤ۔" (امام احمد، الطبرانی)

اس کی وجہ یہ ہے کہ شام میں پرانے وقتوں سے بہت سا طاعون پھیلتا تھا۔ یہ جگہ اس مرض کی وجہ سے معروف تھی۔

جب آپ شام کا قصد کیے ہوئے تبوک پہنچے تو شاید آپ کو یہ خبر ملی ہو کہ ان علاقوں میں طاعون پھیلی ہوئی ہے۔ جن کا قصد کر رہے ہیں۔ اس وجہ سے آپ قتال کے بغیر واپس آ گئے۔" میں کہتا ہوں کہ شیرویہ کی طاعون حضور اکرم ﷺ کے عہد ہمایوں میں پھیلی تھی۔ اس وقت وہ مدائن میں تھا۔

تبوک سے مدینہ طیبہ کا سفر

امام مسلم، بن راہویہ، ابو یعلی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرۃ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو صحابہ کرام کو سخت قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اس حال پر واپس آ رہے تھے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں اذن مرحمت فرمادیں۔ ہم اپنی سواریاں ذبح کرلیں۔ ان کا گوشت کھائیں اور چربی بطور تیل استعمال کریں۔" جب وہ یہ اذن لے کر واپس آ رہے تھے تو رستہ میں انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے انہیں کہا کہ ابھی جانوروں کو ذبح کرنے سے رک جائیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے خیمہ میں حاضر ہو گئے۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا ہے کہ وہ سواری کے جانور ذبح کرلیں؟" آپ نے فرمایا: "انہوں نے میرے پاس سخت بھوک کی شکایت کی میں نے کہا کہ ایک گروہ ایک ایک دو دو اونٹ ذبح کرلیں اور بقیہ سواریوں پر باری باری سوار ہو جائیں۔ وہ اپنے اہل کے پاس لوٹ رہے ہیں۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اس طرح نہ کریں۔ اگر صحابہ کرام کے پاس زیادہ سواریاں ہوں گی تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ ہماری سواریاں کمزور ہو چکی ہیں۔ بلکہ ان کا بقیہ زادِ راہ منگوائیں اسے جمع کریں۔ رب تعالیٰ سے اس میں برکت کے لیے دعا مانگیں۔ رب تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے گا۔ جیسے آپ نے اس دن کیا تھا جب ہم حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے۔ رب تعالیٰ آپ کی دعائیں قبول کرلیتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے۔" آپ نے دسترخوان منگوایا اسے پھیلا دیا گیا بلکہ کئی دسترخوان بچھا دیے گئے۔ آپ کے منادی نے علان کیا کہ جو کچھ بھی زادِ راہ کسی کے پاس ہو وہ اسے لے آئے۔ کوئی مٹھی بھر مکئی لانے لگا کوئی مٹھی بھر کھجوریں لانے لگا۔ کسی نے روٹی کے ٹکڑے پیش کر دیے کوئی آٹا لا رہا تھا۔ ہر ہر صنف کو علیحدہ علیحدہ رکھ دیا گیا۔ یہ سب ملا کر تین افرق یا ستائیس صاع بنے تھے۔ آپ اٹھے۔ وضو فرمایا۔ دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر رب تعالیٰ سے برکت کی دعا مانگی۔ پھر فرمایا: "اے لوگو! لے جاؤ مگر لوٹ کھسوٹ سے بچو۔" لوگوں نے اپنی بوریاں اور تھیلے بھر لیے حتیٰ کہ ایک شخص اپنی قمیص کا دامن پھیلا کر اسے بھرنے لگا۔ لشکر میں سارے برتن

بھر دیے گئے۔ سب نے جی بھر کر کھانا کھایا پھر بھی بچ گیا۔ ایک صحابی فرماتے ہیں: "میں نے اس روز روٹی کا ایک ٹکڑا اور مٹھی بھر کھجوریں پھینکی تھیں۔ میں نے دستر خوان بھرے ہوئے دیکھے میں دو توشہ دان لے کر آ گیا۔ ایک کو جو سے اور دوسرے کو روٹی سے بھر لیا۔ میں نے اپنی چادر میں اتنا آٹا لیا جو مجھے مدینہ طیبہ تک کافی ہو گیا۔ سب نے اتنا لیا کہ وہ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول (محترم ﷺ) ہوں۔ جو شخص بھی اس کلمہ طیبہ کے ساتھ آئے گا اس کو اس میں شک نہ ہو گا۔ رب تعالیٰ اسے آگ سے بچا کر جنت میں داخل کر دے گا۔"

ابن سعد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بیس روز تبوک میں قیام فرمایا۔ آپ قصر نماز پڑھتے رہے۔ ابن عمر اور ابن حزم کا یہی قول ہے۔ ابن اسحاق اور ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ آپ نے دس سے زائد راتیں وہاں قیام کیا تھا۔

معجزات

ابن عمر اور ابو نعیم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "اسی اثناء میں کہ ہم رات کے وقت آپ کے ساتھ چل رہے تھے۔ آپ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ اپنی سواری پر تھے کہ آپ کو اونگھ آ گئی۔ آپ ایک طرف جھک گئے۔ میں آگے بڑھا اور آپ کو سیدھا کر دیا۔ آپ نے پوچھا: "کون ہو؟" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ابو قتادہ ہوں۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ آپ گر نہ جائیں میں نے آپ کو سیدھا کر دیا۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہاری اسی طرح حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے رسول مکرم ﷺ کی حفاظت کی ہے۔" کچھ دیر بعد پھر اسی طرح ہوا۔ میں نے آپ کو سیدھا کیا تو آپ جاگ گئے۔ آپ نے فرمایا: "کیا آرام نہ کر لیں؟" ہم نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جیسے آپ کی مرضی۔" آپ نے فرمایا: "دیکھو تمہارے پیچھے کون ہے؟" میں نے دیکھا تو مجھے دو یا تین افراد نظر آئے۔ آپ نے فرمایا: "انہیں بلاؤ۔" میں نے انہیں کہا: "حضور والا ﷺ تمہیں یاد فرما رہے ہیں۔" وہ حاضر خدمت ہو گئے۔ ہم تعداد میں پانچ تھے۔ ہم نے وہیں رات بسر کی۔ میرے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا اور ایک پیالہ تھا جس میں میں پانی پیتا تھا۔ ہم سو گئے۔ سورج کی تپش نے ہمیں جگایا۔ ہم نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ ہماری نماز صبح رہ گئی تھی۔ آپ نے فرمایا: "ہم شیطان کو اسی طرح غصے میں کریں گے جیسے اس نے ہمیں غصے میں کیا۔" ہم نے مشکیزے کے پانی سے وضو کیا کچھ پانی بچ گیا۔ آپ نے فرمایا: "ابو قتادہ! جو کچھ اس مشکیزے اور برتن میں ہے اسے حفاظت سے رکھنا۔ عنقریب ان سے عظیم معجزہ نمائی ہو گی۔ آپ نے طلوع آفتاب کے بعد ہمیں نماز صبح پڑھائی۔ آپ نے سورۃ المائدۃ تلاوت فرمائی۔ جب آپ نماز سے لوٹے تو فرمایا: "اگر لوگ حضرت ابو بکر اور عمر فاروق کی اطاعت کر لیتے تو ان کے لیے بہتر تھا۔" اس کی وجہ یہ ہے کہ ان

دونوں حضرات نے لشکر کو چشمہ پر اتارنے کی کوشش کی۔ مگر لوگوں نے انکار کر دیا۔ وہ چشمہ کے بغیر چٹیل میدان میں اترے۔ آپ سوار ہوئے اور لشکر سے جا ملے۔ زوال کا وقت تھا ہم آپ کے ہمراہ تھے۔ اونٹوں اور گھوڑوں کی گردنیں پیاس کی وجہ سے قریب تھیں کہ کٹ جاتیں۔ آپ نے وہی مشکیزہ منگوایا۔ اس میں سے پانی اس پیالے میں انڈیلا اس میں اپنی مبارک انگلیاں رکھیں پانی انگلیوں کے مابین سے نکلنے لگا۔ لوگ آئے سیراب ہوئے۔ پانی پھر بھی باقی تھا۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں اور سواریوں کو سیراب کیا۔ اس لشکر میں بارہ ہزار اونٹ، تیس ہزار مجاہدین اور بارہ ہزار گھوڑے تھے۔ آپ کے اس قول سے یہی مراد تھی: "اس مشکیزے اور برتن کی حفاظت کرنا۔"

ابن اسحاق، ابن عمر نے لکھا ہے: "آپ واپس آ رہے تھے۔ جب آپ وادی الناقہ پہنچے اسے وادی المشقق بھی کہا جاتا تھا۔ وہاں ایک چشمہ تھا جس سے اس قدر پانی نکل رہا تھا جو دو یا تین سواروں کو سیراب کر سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا: "جو اس چشمہ تک پہنچے تو وہ اس سے کچھ نہ پیے حتیٰ کہ ہم آ جائیں۔ چار منافق معتب بن قشیر، حارث بن زید، ودیعہ بن ثابت اور زید بن لصیت آگے آ گئے۔ جب آپ اس چشمہ تک پہنچے وہاں کھڑے ہوئے تو وہاں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ آپ نے پوچھا: "اس چشمہ تک پہلے کون پہنچا ہے؟" عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! فلاں اور فلاں" آپ نے فرمایا: "کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا۔ آپ نے ان منافقین پر لعنت فرمائی ان کے لیے بددعا کی۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ چشمہ کے نیچے ہاتھ رکھا۔ اپنی انگلیوں سے اسے مس کیا۔ حتیٰ کہ آپ کی مبارک ہتھیلی میں کچھ پانی جمع ہو گیا۔ آپ نے اس پر وہ پانی چھڑکا۔ دستِ اقدس سے اسے مس کیا۔ پھر جو رب تعالیٰ نے چاہا دعا مانگی اس سے پانی پھوٹ نکلا۔

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں: "مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ پانی پھوٹنے کی آوازیں تھی گویا کہ بجلیوں کی آواز ہو۔ لوگوں نے جی بھر کر پیا جی بھر کر مشکیزے بھرے۔ پھر آپ نے فرمایا: "اگر تم زندہ رہے یا تم میں سے کوئی زندہ رہا تو تم سنو گے یہ وادی دیگر وادیوں سے زیادہ سرسبز و شاداب ہو گئی ہے۔ حضرت سلمہ بن سلامہ کہتے ہیں: "میں نے ودیعہ بن ثابت سے کہا تیرے لیے ہلاکت! کیا اس کے بعد بھی کسی دلیل کی ضرورت ہے؟ کیا اب بھی چین نہیں آیا۔" اس نے کہا "اس سے پہلے بھی اس طرح ہوتا رہا ہے۔" پھر آپ آگے روانہ ہو گئے۔

محمد بن عمر اور ابو نعیم نے لکھا ہے کہ اسی اثناء میں کہ آپ مدینہ طیبہ کی طرف جا رہے تھے کہ لشکر کو سخت پیاس لگی۔ یہ پہلی دو باروں سے بعد کی بات ہے۔ حتیٰ کہ کسی کے پاس نہ تھوڑا پانی رہا نہ زیادہ۔ انہوں نے اس کا شکوہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا۔ آپ نے گرم دن میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ چہرہ ڈھانپے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "شاید تم ہمارے لیے پانی پا لو۔" حضرت اسید تبوک اور حجر کے مابین ہر طرف گئے انہوں نے بلی کی ایک عورت کے پاس پانی کا مشکیزہ پا لیا۔

انہوں نے اس عورت سے بات کی۔حضور اکرم ﷺ کی بات بتائی۔اس عورت نے کہا:"یہ پانی ہے اسے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دو۔"اس عورت نے بتایا کہ پانی رستے سے ذرا ہٹ کر ہے۔جب حضرت اسید پانی لے کر حاضر خدمت ہوئے۔تو آپ نے اس میں برکت کی دعا کی۔پھر فرمایا:"اپنے مشکیزے لے آؤ" سارے مشکیزے بھر دیے گئے۔پھر اونٹوں اور گھوڑوں کو لایا گیا سب نے سیر ہو کر پیا۔"

دوسری روایت میں ہے:"جو پانی حضرت اسید لے کر آئے تھے اسے ایک بڑے پیالے میں ڈال دیا گیا۔آپ نے اس میں اپنا دستِ اقدس داخل کیا۔اپنا چہرۂ انور، ہاتھ اور پاؤں اس میں دھوئے۔دو رکعتیں نماز پڑھی پھر دعا مانگی۔تو اس پیالے سے پانی جوش مارنے لگا۔آپ نے فرمایا:"آجاؤ۔" پانی وسیع ہو گیا۔صحابہ کرام خوش ہو گئے۔وہ ایک ایک دو دو سو کی ٹولیاں بنا کر آنے لگے۔اور سیر ہو کر پانی پینے لگے۔پیالہ پانی سے اسی طرح ابل رہا تھا۔پھر آپ آگے روانہ ہو گئے۔

الطبرانی نے اس سند سے روایت کیا ہے جسے شیخ نے صحیح اور الحافظ نے حسن لکھا ہے۔بعض نے اس کو ضعیف لکھا ہے کہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔سواریوں کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا۔صحابہ کرام نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔آپ نے دیکھا صحابہ کرام اپنی سواریوں کو مار رہے تھے۔آپ ایک تنگ جگہ پر کھڑے ہو گئے۔صحابہ کرام وہاں سے گزر رہے تھے۔آپ نے وہاں پھونک ماری اور یہ دعا مانگی:"مولا! اپنے رستے میں ان پر سوار کرا۔بحر و بر میں تو ہی قوی، ضعیف، خشک اور تر پر سوار کرتا ہے۔" وہ سواریاں طاقتور ہو کر چلنے لگیں۔جب ہم مدینہ طیبہ داخل ہوئے تو ہم انہیں نکیلوں سے روک رہے تھے۔

منافقین کی شرارت

امام احمد نے ابوالطفیل سے، امام بیہقی نے حضرت حذیفہ سے، ابن سعد نے حضرت جبیر بن مطعم سے ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ضحاک سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ رستے میں تھے تو منافقین نے آپ کے ساتھ مکر کرنے کی کوشش کی۔انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ وہ رستہ میں آپ کو گھاٹی سے نیچے گرا دیں گے۔انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ آپ کو دھوکے سے قتل کر دیں گے۔وہ موقعہ تلاش کرنے لگے۔جب آپ نے گھاٹی پر چلنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں انہوں نے کہا:"جب آپ گھاٹی پر چلیں گے تو ہم آپ کو گھاٹی سے نیچے گرا دیں گے۔" اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ مکرم ﷺ کو اس مکر کے بارے آگاہ کر دیا جب آپ اس گھاٹی میں پہنچے تو آپ کے منادی نے اعلان کیا:"حضور اکرم ﷺ گھاٹی پر چلنے لگے ہیں گھاٹی پر اور کوئی نہ چلے۔وادی کے دامن میں چلو اسی میں تمہارے لیے

لگے سوائے اس گروہ کے جس نے آپ کے ساتھ مکر کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ جب انہوں نے یہ اعلان سنا تو انہوں نے تیاری کر لی اور نقاب اوڑھ لیے۔ آپ گھاٹی پر چلنے لگے۔ آپ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اونٹنی کی نکیل تھام لیں۔ اسے آگے لے کر چلیں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اونٹنی کو پیچھے سے ہانکیں۔ اسی اثناء میں کہ آپ گھاٹی میں چل رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کی آہٹ سنی۔ وہ آپ کے پاس آ گئے۔ انہوں نے آپ کی اونٹنی کو ڈرایا حتیٰ کہ بعض سامان بھی گر گیا۔ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی آپ کے ساتھ گھاٹی میں مل گئے تھے۔ یہ ایک تاریک رات تھی۔ حضرت حمزہ نے فرمایا: "میرے لیے میری پانچوں انگلیاں منور ہو گئیں۔ حتیٰ کہ میں نے کوڑا اور رسی وغیرہ سب کچھ اٹھا لیا۔ آپ سخت غصے میں ہو گئے۔ آپ نے حضرت حذیفہ کو حکم دیا کہ منافقین کو واپس لوٹاؤ۔ حضرت حذیفہ ان کی طرف گئے۔ انہوں نے آپ کا غصہ ملاحظہ کر لیا تھا۔ ان کے پاس ڈنڈا تھا۔ وہ ان کی سواریوں کو مارنے لگے۔ انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ کے دشمنو! ایک طرف ہٹو۔ ایک طرف ہٹو۔" منافقین کو خبر ہو گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مکر سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ وہ جلدی سے گھاٹی سے نیچے اتر آئے۔ حتیٰ کہ لوگوں میں مل گئے۔ حضرت حذیفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "حذیفہ! تم سواری کو پیچھے سے مارو۔ اے عمار! تم نے آگے سے چلاؤ۔" انہوں نے جلدی کی اور پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گئے۔ آپ لوگوں کو دیکھتے ہوئے گھاٹی سے باہر نکل آئے۔ آپ نے حضرت حذیفہ سے فرمایا: "کیا تم اس ٹولے میں کسی کو جانتے ہو جنہیں واپس لوٹایا ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے ان کی سواریوں کو پہچان لیا ہے۔ ان لوگوں نے نقاب اوڑھ رکھے تھے۔ میں رات کی تاریکی کی وجہ سے انہیں نہ دیکھ سکا۔" آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں علم ہے کہ ان کا ارادہ کیا تھا؟" صحابہ کرام نے عرض کی: "نہیں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "انہوں نے مکر کیا تھا تاکہ وہ میرے ساتھ چلیں جب میں گھاٹی تک پہنچوں تو وہ مجھ پر بھیڑ بنا کر مجھے نیچے گرا دیں۔ رب تعالیٰ نے مجھے ان کے ناموں اور ان کے آباء کے ناموں سے آگاہ کر دیا ہے۔ میں تمہیں عنقریب بتا دوں گا۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کہ جب لوگ آ جائیں تو آپ انہیں حکم فرمائیں کہ ان منافقین کی گردنیں اڑا دی جائیں۔" آپ نے فرمایا: "میں ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ باتیں کریں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو مارنا شروع کر دیا ہے۔" آپ نے دو صحابہ کرام کے لیے ان منافقین کے نام بیان فرما دیے اور فرمایا: "انہیں مخفی رکھنا۔ صبح انہیں میرے لیے جمع کرنا۔" وقت صبح حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ رات کو وادی کے دامن میں کیوں نہ چلے۔ گھاٹی میں چلنے سے یہاں چلنا آسان تھا۔" آپ نے فرمایا: "اے ابو یحییٰ! کیا تمہیں علم ہے کہ ان منافقین نے میرے ساتھ کیا کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا: "ہم گھاٹی میں آپ کے پیچھے چلیں گے۔" جب رات تاریک ہوئی تو انہوں

نے میری سواری کی رسیاں کاٹ دیں اور مجھے سواری سے گرانے کی کوشش کی۔" حضرت اسید نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! لوگ جمع ہو چکے ہیں وہ نیچے آگئے ہیں آپ قبیلہ کو حکم دیں کہ وہ اس شخص کو قتل کر دے جس نے یہ ارادہ کیا ہے۔ ہر شخص کو اس کا قبیلہ ہی قتل کرے گا۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو مجھے ان کے نام بتا دیں۔ میں ان کے سر آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔" آپ نے فرمایا: "اسید! مجھے ناپسند ہے کہ لوگ کہیں کہ محمد عربی ﷺ نے ایک قوم کے ساتھ مل کر قتال کیا۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں غالب کر دیا تو وہ انہیں ہی قتل کرنے لگے۔" دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: "مجھے ناپسند ہے کہ لوگ کہیں کہ جب محمد عربی ﷺ اور مشرکین کے مابین جنگ ختم ہوگئی۔ تو وہ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے لگے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ آپ کے ساتھی نہیں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا وہ اعلانیہ یہ گواہی نہیں دیتے۔ "لا الہ الا اللہ" حضرت اسید: "ہاں! لیکن ان کی کوئی گواہی نہیں۔" آپ نے فرمایا: "کیا وہ یہ نہیں کہتے: "میں رسول اللہ ﷺ ہوں۔" حضرت اسید: "ہاں! لیکن ان کی کوئی گواہی نہیں۔" آپ نے فرمایا: "مجھے ان کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔"

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میرے لیے عبداللہ (ابن سعد نے اسے ابن ابی سرح لکھا ہے۔ حالانکہ یہ عبداللہ بن ابی سعد بن ابی سرح ہے۔ اس کے اسلام کا مجھے علم نہیں) ابو حاصر الاعرابی، عامر، ابو عمر، جلاس بن سوید (اس نے کہا تھا ہم واپس نہیں آئیں گے حتیٰ کہ محمد عربی ﷺ کو گھاٹی سے گرا دیں۔ اگر محمد عربی ﷺ ہم سے بہتر ہیں تو پھر ہم بکریاں اور آپ راعی ہیں۔ ہم نادان اور آپ دانا ہیں) مجمع بن جاریہ، فلیح التیمی (اسی نے خانہ کعبہ کی خوشبو چرائی تھی۔ اسلام سے مرتد ہو گیا تھا۔ پھر نجانے کہاں چلا گیا۔) حصین بن نمیر (اسی نے صدقہ کی کھجوریں چرائیں تھیں۔ آپ نے اس سے پوچھا "کس چیز نے تجھے اس فعل پر ابھارا۔" اس نے کہا: "مجھے اس چیز نے اس فعل پر ابھارا کہ رب تعالیٰ آپ کو میرے اس فعل سے آگاہ نہیں کرے گا۔ اس نے آپ کو میرے فعل سے آگاہ کر دیا ہے۔ میں آج گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں اس سے قبل آپ پر ایمان نہیں لایا تھا آپ نے اسے معاف کر دیا) طعمہ بن ابیرق، عبداللہ بن عیینہ (اسی نے ہی اپنے ساتھیوں سے کہا تھا: "اس رات حاضر ہو جاؤ۔ ساری زندگی کے لیے نجات پا جاؤ گے۔ بخدا! اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ تم اس شخص کو قتل کر دو۔ آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: "تیرے لیے ہلاکت! اللہ تعالیٰ کے دشمن! اگر میں شہید ہو جاتا تو تجھے کیا ملتا؟" اس دشمن خدا نے کہا: "یا نبی اللہ! بخدا! آپ بھلائی پر رہیں گے جب اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت فرماتا رہے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ اور آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا) مرہ بن ربیع (اسی نے ہی عبداللہ بن ابی کے کندھے پر ہاتھ مارا تھا اور کہا تھا "سوار ہو جا۔ ان کے بعد نعمتیں ہمارے لیے ہوں گی۔ ہم ایک شخص کو شہید کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد عام لوگ مطمئن ہو جائیں گے۔ آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: "تیرے

لیے ہلاکت! تو نے یہ بات کیوں کی تھی؟" اس نے کہا: "اگر میں نے یہ بات کی ہے تو آپ کو اس کا علم ہے۔ بخدا! میں نے کچھ نہیں کہا) کو بلائیں۔ آپ نے انہیں جمع کیا۔ یہ بارہ افراد تھے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کی کوشش کی۔ آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے انہیں ان کے ارادے، گفتگو اور ان کے ظاہر و باطن سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگاہ فرما دیا تھا۔

ارشاد فرمایا:

وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ (التوبۃ: ۷۴)

یہ بارہ افراد حالتِ نفاق پر، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے مر گئے۔

امام بیہقی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ان کے لیے بددعا کی۔ آپ نے عرض کی: "مولا! انہیں دبیلہ سے ہلاک کر دے۔" ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ الدبیلہ کیا ہوتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "یہ آگ کا انگارہ ہوتا ہے۔ جو کسی شخص کے دل کی رگ پر گرتا ہے اور اسے ہلاک کر دیتا ہے۔"

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "میرے صحابہ میں بارہ منافق ہیں۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے۔ ان میں سے آٹھ کو دبیلہ کافی ہو جائے گا۔ یہ آگ کا انگارہ ہے جو ان کے کندھوں کے مابین ظاہر ہوگا۔ حتیٰ کہ ان کے سینوں سے نمودار ہو جائے گا۔"

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت حذیفہ نے فرمایا: "منافقین کی تعداد چودہ یا پندرہ تھی۔"

معذوروں کی بشارت

امام بخاری اور ابن سعد نے حضرات انس اور جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا: "مدینہ طیبہ میں ایسے افراد بھی ہیں کہ انہوں نے کوئی مسافت طے نہیں کی۔ نہ وادی طے کی ہے مگر وہ تمہارے ساتھ تھے۔" صحابہ کرام عرض پیرا ہوئے۔ "وہ مدینہ طیبہ میں ہیں۔ انہیں کسی عذر نے روک رکھا ہے۔"

یہ طابہ ہے

امام احمد، شیخان، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ نے حضرات ابوحمید ساعدی، انس، جابر اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم آپ کے ہمراہ تبوک سے واپس آئے۔ جب مدینہ طیبہ نظر آیا۔ تو آپ نے فرمایا: "یہ طابہ ہے۔ میرے

رب نے مجھے یہاں سکونت اختیار کرائی ہے۔ یہ اپنے مکینوں کی میل کچیل اس طرح نکال دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل نکال دیتی ہے۔" جب آپ نے کوہِ احد کو ملاحظہ فرمایا۔ تو فرمایا: "یہ احد کا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں کیا میں تمہیں انصار کے بہترین گھروں کے بارے نہ بتاؤں؟" ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ضرور!" آپ نے فرمایا: "انصار کے گھروں میں سے بنونجار بہترین ہیں پھر بنوعبدالاشہل پھر بنوساعدہ بہترین ہیں۔"
حضرت ابواسید نے کہا: "کیا تم نے دیکھا نہیں کہ آپ نے انصار کے گھرانوں کو بہترین فرمایا تو ہمیں سب سے آخر میں رکھا۔" حضرت سعد نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے ہمیں سب سے آخر میں رکھا ہے۔" آپ نے فرمایا: "کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم بہترین میں سے ہو۔"

عفت مآب خواتین اور بچوں کا استقبال

امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے خوب یاد ہے کہ میں بچوں کے ساتھ نکلا تھا۔ جب آپ تبوک سے واپس آئے تو ہم نے ثنیۃ الوداع پر آپ کا استقبال کیا تھا۔"

امام بیہقی نے ابن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو خواتین، بچوں اور پردہ نشین خواتین نے یہ اشعار پڑھ کر آپ کا استقبال کیا تھا۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ترجمہ: "الوداع کی گھاٹیوں سے ہم پر ماہِ تمام طلوع ہوا۔ ہم پر اس ذاتِ والا کا اس وقت تک شکر ادا کرنا لازم ہے۔ جب تک کوئی بلانے والا رب تعالیٰ کی طرف بلاتا رہے۔"

امام الطبرانی اور امام بیہقی نے حضرت خریم بن اوس بن لام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تو میں نے آپ کی طرف ہجرت کی۔ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے عرض کی: "میں نے کچھ اشعار لکھے ہیں۔ انہیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "سناؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارا منہ سلامت رکھے۔"

انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

مِن قَبلِها طبتَ فی الظِّلال و فی مستودع حیث یُخصف الورقُ

ترجمہ: "اس سے قبل آپ جنت کے سایوں میں تشریف فرما تھے۔ آپ حضرت آدم کی صلب مبارک میں تھے

جبکہ جسم پر پتے چمٹائے جارہے تھے۔"

ثم هبطتَ البلادَ لا بشرٌ　　انتَ ولا نُطفة ولا عَلَقٌ

ترجمہ: "پھر آپ شہروں میں تشریف لائے۔آپ نہ بشر تھے نہ گوشت کا ٹکڑا اور نہ ہی خون کا لوتھڑا تھے۔"

بل نُطفة تركبُ السفينَ و قد　　الجم نَسْراً و اهلهُ الغرق

ترجمہ: "بلکہ پانی کا قطرہ تھے آپ کشتی نوح پر سوار تھے۔جب نسر برباد ہوا اور اس کے پجاری غرق ہوئے۔"

تنقل من صالب الى رَحِم　　اذا مضَى عالمٌ مضى طَبقٌ

ترجمہ: "آپ پاکیزہ پشت سے پاکیزہ رحم کی طرف منتقل ہو رہے۔حتیٰ کہ جب ایک دور گزر جاتا تو دوسرا درجہ ظاہر ہو جاتا۔"

ورَدتَ نار الخَليل مُكتتمًا　　فى صُلْبهِ انتَ كيف يحتَرِقُ

ترجمہ: "آپ پوشیدہ طور پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے جلائی ہوئی آگ میں جلوہ افروز ہو گئے۔آپ ان کی پشت میں جلوہ نما تھے۔وہ کیسے جل سکتے تھے۔"

حتى احتوى بيتَك المهيمنُ مِن　　خندقٍ عَلياءَ تحتها النطق

ترجمہ: "حتیٰ کہ اس محافظ نے خندق علیا سے آپ کی حفاظت فرمائی۔جس کے نیچے بہت سے قبائل تھے۔"

و انت لما ولدتَّ اشرقتِ　　الارضُ و ضاءتْ بنُورك الأُفق

ترجمہ: "جب آپ اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے تو زمین جگمگا اٹھی آپ کے نورِ مبارک سے افق روشن ہو گئے۔"

فنحن فى ذلك الضياءِ و فى　　النورِ و سُبُلِ الرشادِ نخترق

ترجمہ: "ہم اس نور اور اجالے میں ہدایت کے رستے طے کر رہے ہیں۔"

جبکہ آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔تو پہلے مسجد نبوی میں دو رکعتیں نماز پڑھی۔پھر لوگوں سے ملاقات کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔جیسے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمارے اس سفر میں اجر اور نیکی عطا کی۔" آپ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ تشریف لائے۔منافقین جو پیچھے رہ گئے تھے۔وہ آپ کے بارے غلط افواہیں پھیلا رہے تھے۔وہ کہہ رہے تھے۔"محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام اس سفر میں شہید ہو چکے ہیں۔" جب انہیں اپنی بات کا کذب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی عافیت کی خبر ملی تو انہیں بہت دکھ ہوا۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ (التوبۃ:٥٠)

ترجمہ: "اگر پہنچے آپ کو خوشی تو برے لگے ان کو۔"

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ مسلمان اسلحہ بیچنے لگے۔ انہوں نے کہا: "اب جہاد ختم ہوگیا ہے۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے انہیں منع فرمادیا۔ آپ نے فرمایا: "میری امت کا ایک گروہ حق پر جہاد کرتا رہے گا حتیٰ کہ دجال کا ظہور ہوجائے گا۔"

مسجد ضرار کا انہدام

ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی نے حضرت ابورھم کلثوم بن حصین الغفاری، حضرت ابن عباس، حضرت سعید بن جبیر، حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ بنوعمرو بن عوف نے ایک مسجد تعمیر کی۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں پیغام بھیجا کہ آپ وہاں تشریف لائیں اور نماز ادا کریں۔ جب بنوغنم بن عوف نے یہ دیکھا تو کہا "ہم بھی اسی طرح مسجد تعمیر کرتے ہیں جیسے بنوعمرو نے مسجد تعمیر کی ہے۔ ابوعامر فاسق نے شام کی طرف نکلنے سے قبل انہیں کہا تھا: "تم اپنی مسجد بنالو۔ حسب استطاعت قوت اور اسلحہ جمع کرو۔ میں روم کے بادشاہ قیصر کے پاس جاتا ہوں۔ میں روم سے لشکر لے کر آتا ہوں۔ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کو نکال دوں گا۔" وہ ابوعامر فاسق کے آنے کے منتظر تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرتے ہوئے مدینہ طیبہ سے نکلا تھا۔ جب وہ مسجد بنانے سے فارغ ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اس میں نماز پڑھیں تاکہ ان کا جو فساد، کفر اور سرکشی کا ارادہ تھا۔ اسے فروغ نصیب ہوسکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں نماز پڑھنے سے بچالیا۔ ان کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئی۔ جب آپ تبوک جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے مرض، ضرورت اور بارش والی رات کے لیے ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لائیں اور ہمارے اس میں نماز ادا کریں۔" آپ نے فرمایا: "میں اس وقت مصروف ہوں۔ میں سفر کی تیاری کر رہا ہوں۔ جب ہم سفر سے واپس آئیں گے تو نماز پڑھیں گے ان شاء اللہ" جب آپ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے آپ ذی اوان خیمہ زن ہوئے تو یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۗ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ (التوبۃ:١٠٧)

ترجمہ: "جنہوں نے بنائی ہے مسجد نقصان پہنچانے کے لیے اور کفر کے لیے اور مومنوں میں تفریق ڈالنے کے

لیے اور کمین گاہ بنایا اس کے لیے جو لڑتا ہے اللہ اور اس کے رسول سے اب وہ ضرور قسمیں کھائیں گے نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی کا اور اللہ گواہی دیتا ہے وہ جھوٹے ہیں۔"

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ اس سے مراد مسجد قباء ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی اساس تقویٰ پر ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن ہشام نے حضرت عروہ سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ مسجد قباء کی جگہ ایک عورت کی ملکیت میں تھی۔ اسے لیہ کہا جاتا تھا۔ اس میں اس کا گدھا باندھا جاتا تھا۔ حضرت سعد بن خیثمہ نے وہاں مسجد تعمیر کی تو مسجد ضرار والوں نے کہا "کیا ہم لیہ کے گدھے باندھنے کی جگہ پر مسجد بنائیں۔ بخدا! اس طرح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہم اپنی مسجد بنائیں گے۔ اس میں نماز پڑھیں گے۔ ابو عامر نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ سے برأت کا اظہار کیا۔ بعد میں شام چلا گیا۔ نصرانی ہو کر مرگیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن نجار نے لکھا ہے: "اس مسجد کو منافقین نے مسجد قباء کی نقل اتارتے ہوئے بنایا وہ اس میں جمع ہوتے تھے آپ پر عیب لگاتے تھے آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔"

ابن عطیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر نے روایت کیا ہے کہ اس مسجد سے مراد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان "افمن اسس بنیانہٗ علی تقوی من اللہ" سے مراد مسجد قبا ہے۔ اور جس کی بنیاد گرنے والے گڑھے کے کنارے پر ہے وہ بالاجماع مسجد ضرار ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بارہ منافقین نے یہ مسجد بنائی تھی۔ جن کے نام یہ ہیں۔ خذام بن خالد، معتب بن قشیر، ابوحبیبہ بن الازعر، عباد بن حنیف، جاریہ بن عامر۔ اس کے دونوں بیٹے مجمع بن جاریہ اور زید بن جاریہ نفیل بن حرث، بخرج بن عثمان اور ودیعہ بن ثابت۔ آپ نے حضرات مالک بن دخشم، معن بن عدی، عاصم بن عدی، عامر بن سکن اور وحشی کو یاد فرمایا۔ ایک روایت میں حضرت سوید بن عباس انصاری کا بھی تذکرہ ہے۔ آپ نے فرمایا: "اس مسجد کے پاس جاؤ جس کے باشندے ظالم ہیں اسے گرا دو اور جلا دو۔" وہ جلدی سے نکلے وہ بنو سالم بن عوف تک پہنچے۔ حضرت مالک نے اپنے دونوں ساتھیوں سے فرمایا: "میرا انتظار کرو حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔ وہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس گئے۔ کھجور کی شاخ لی اس کو آگ لگائی پھر یہ دوڑتے ہوئے گئے۔ مغرب اور عشاء کے مابین مسجد ضرار پہنچے۔ اس میں اس کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے آگ لگا دی۔ اس گرا دیا اسے زمین پر پھینک دیا۔ اس کے ساتھی بکھر گئے۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت عاصم بن عدی کو فرمایا کہ وہ وہاں اپنا گھر بنالیں۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!

میں اس مسجد کو گھر نہیں بناؤں گا جس کے بارے رب تعالیٰ نے نازل کیا جو نازل کیا۔ آپ یہ جگہ حضرت ثابت بن اقرم کو عطا کر دیں۔ ان کے پاس گھر نہیں ہے۔" آپ نے وہ جگہ حضرت ثابت بن اقرم کو دے دی۔ اس جگہ نہ کبھی کوئی بچہ پیدا ہوا نہ اس میں کبوتر نے آواز نکالی ہے نہ کبھی مرغی نے انڈے دیئے ہیں۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو شیخ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ہمیں بتایا جاتا تھا کہ انہوں نے مسجد ضرار میں ایک گڑھا کھودا جس سے ہمیشہ دھواں نکلتا رہتا تھا۔

پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ آپ کی ملاقات

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ جب حضور سپہ سالار اعظم ﷺ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو عام افراد نے آپ کے ساتھ ملاقات کی۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا تھا: "ان میں سے کسی شخص کے ساتھ نہ گفتگو کرنا اور نہ ہی ان کے ساتھ مل کر بیٹھنا۔ حتیٰ کہ میں تمہیں اجازت دے دوں۔" آپ نے اور اہلِ ایمان نے ان سے اعراض کیا۔ حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنے باپ اور بھائی سے اعراض کیا۔ ایک عورت نے اپنے خاوند سے منہ موڑ لیا۔ وہ کچھ مدت اسی طرح رہے حتیٰ کہ پیچھے رہ جانے والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں تھکاوٹ اور بیماری کا عذر پیش کیا۔ انہوں نے قسمیں اٹھائیں۔ آپ نے ان پر رحم کیا انہیں بیعت کیا اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔

حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی داستان

ابن اسحاق، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، امام احمد، شیخان نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں سوائے غزوۂ تبوک کے کسی اور غزوہ میں آپ سے پیچھے نہ رہا تھا۔ اگرچہ میں نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت نہ کر سکا تھا لیکن اس میں شرکت نہ کرنے والوں پر رب تعالیٰ نے عتاب نہیں فرمایا۔ آپ کارواں کا ارادہ کیے ہوئے نکلے تھے۔ رب تعالیٰ نے کسی وعدہ کے بغیر ہی آپ کو اور آپ کے دشمنوں کو جمع کر دیا۔ میں عقبہ کی رات آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ہم نے آپ کے ساتھ عہد و پیمان کیے تھے۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ اس کے مقابلہ میں میرے لیے غزوۂ بدر کی شرکت ہو۔ اگرچہ غزوۂ بدر کا لوگوں میں زیادہ تذکرہ ہوتا تھا۔ میری داستان یہ ہے کہ میں نہ تو کبھی اتنا قوی تھا اور نہ ہی اتنا زیادہ خوش حال تھا۔ جتنا میں غزوۂ تبوک کے وقت تھا۔ اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس دو سواریاں جمع نہ ہوئی تھیں۔ اس غزوہ کے وقت میرے پاس دو سواریاں تھیں۔ آپ کسی بھی غزوہ کے بارے واضح اعلان نہ فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ "جنگ ایک چال ہی ہے۔" اس غزوہ کے وقت شدید گرمی تھی۔ مسافت دور تھی۔ رستہ میں ریگستان تھا۔ دشمن کی کثیر تعداد تھی۔

آپ نے مسلمانوں کے لیے اپنا ارادہ واضح فرما دیا۔ تاکہ وہ اس غزوہ کے لیے پوری طرح تیاری کر لیں۔ آپ نے اپنے عزم کا اظہار کیا۔ آپ کے ہمراہ مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ امام مسلم نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار سے زائد تھی۔

امام حاکم نے الاکلیل میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اس غزوہ میں مجاہدین کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی۔ حضرت کعب نے فرمایا: ''جو شخص بھی اس غزوہ سے غائب ہونا چاہتا تھا کہ اس کا گمان تھا یہ اس کا امر مخفی رکھا جائے گا۔ اس کے بارے رب تعالیٰ کی وحی کا نزول نہیں ہوگا۔ اس غزوہ کے لیے آپ اس وقت روانہ ہوئے۔ جب پھل پک چکے تھے۔ شدید گرمی تھی۔ پھل چننے کا وقت تھا۔ لوگ اپنے اپنے باغات میں پھل توڑ رہے تھے۔ آپ نے سفر کی تیاری کی۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کے ساتھ سفر کی تیاری کی۔ آپ جمعرات کے روز روانہ ہوئے۔ آپ اکثر جمعرات کے روز ہی سفر پر روانہ ہوتے تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ روانہ ہونا چاہتا تھا۔ میں تیاری کرنے کے لیے صبح نکلا۔ لیکن میں واپس آ گیا۔ میں نے تیاری نہ کی۔ میں نے دل میں کہا۔ میں سفر پر قادر ہوں۔ میں پھلوں اور سایوں میں مصروف ہو گیا۔ میری یہی حالت رہی۔ صحابہ کرام نے خوب تیاری کی۔ آپ مسلمانوں کے ہمراہ جمعرات کے روز روانہ ہو گئے۔ مگر میری تیاری مکمل نہ ہو سکی۔ میں نے کہا: ''میں روانگی کے ایک دو روز بعد تیار ہو کر صحابہ کرام کے ساتھ جا ملوں گا۔'' میں ان کے چلے جانے کے بعد تیاری کرنے کے لیے گیا۔ میں واپس آ گیا۔ میں نے تیاری نہ کی۔ حتیٰ کہ صحابہ سفر کر کے دور چلے گئے۔ میں نے ارادہ کیا میں سفر کر کے انہیں جا لیتا ہوں۔ کاش میں ایسا کر گزرتا۔ لیکن مجھ سے یوں نہ ہو سکا۔ میں آپ کی روانگی کے بعد اپنے آپ کو دیکھتا تو غمزدہ ہو جاتا۔ مجھے صرف وہ افراد نظر آتے جو منافق تھے۔ یا جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور کیا تھا۔ امام عبدالرزاق نے لکھا ہے کہ اسی اور کچھ افراد باقی رہے تھے۔

حضرت کعب نے فرمایا: ''آپ نے مجھے یاد نہ کیا۔ حتیٰ کہ آپ تبوک پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا: جبکہ آپ صحابہ کرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ''کعب بن مالک نے کیا کیا؟'' بنو سلم کے ایک شخص (عبداللہ بن انیس سلمی) نے کہا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسے دو چادروں اور دونوں کندھوں کی طرف دیکھنے نے روک رکھا ہے۔'' حضرت معاذ بن جبل نے اس شخص سے فرمایا: ''تم نے کتنی بری بات کی ہے؟'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بخدا! حضرت کعب کے بارے صرف بھلائی ہی جانتا ہوں۔'' آپ خاموش ہو گئے۔''

حضرت کعب نے فرمایا: ''جب مجھ تک یہ خبر پہنچی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ رہے ہیں تو مجھے غم واندوہ نے آ لیا۔ میں آپ کے لیے عذر تلاش کرنے لگا۔ میں ایسے فقرات تلاش کرنے لگا۔ جنہیں معذرت کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ میں نے اس ضمن میں ہر صاحب رائے سے مشورہ کیا۔ جب مجھے بتایا گیا کہ آپ قریب آ چکے ہیں تو سارا باطل مجھ سے

دور ہٹ گیا۔ میں جان گیا کہ میں اس سے کسی بھی ایسی چیز سے نجات نہیں پا سکتا۔ جس میں جھوٹ کی آمیزش ہو۔ میں نے آپ سے سچ بولنے پر اتفاق کر لیا۔ میں نے جان لیا کہ اب صرف سچ ہی نجات دے سکتا ہے۔ صبح کے وقت آپ تشریف لے آئے۔ آپ سفر سے وقت چاشت ہی تشریف لاتے تھے۔ آپ مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔ پھر حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ پھر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ آپ واپس تشریف لائے تو مسجد میں تشریف لے گئے۔ پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھ گئے۔ پیچھے رہ جانے والے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور وہ آپ کے لیے قسمیں اٹھانے لگے۔ ان کی تعداد اسی سے کچھ زائد تھی۔ آپ نے ان سے ان کے ظاہر کو قبول کر لیا۔ انہیں بیعت کیا اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔ ان کے باطن کو رب تعالیٰ کے سپرد کیا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے یوں تبسم فرمایا۔ جیسے ناراض شخص تبسم کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''آؤ'' میں چلتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

ابن عائذ نے لکھا ہے: ''آپ نے ان سے اعراض فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھ سے اعراض کیوں فرما رہے ہیں؟ بخدا! میں نے نہ منافقت کی ہے۔ نہ ہی مجھے شک ہوا ہے نہ ہی میں بدلا ہوں۔'' حضرت کعب نے فرمایا: ''آپ نے مجھے فرمایا: ''تم پیچھے کیوں رہ گئے تھے۔ کیا تم نے اپنی سواری نہیں خریدی تھی؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیاوی شخص کے پاس بیٹھا ہوتا تو کوئی بہانہ کر کے اس کی ناراضگی سے نکل جاتا۔ کیونکہ مجھے بات کرنے کا ملکہ عطا کیا گیا ہے۔ لیکن بخدا! میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے آج آپ سے جھوٹ بول دیا تو شاید آپ تو مجھ سے راضی ہو جائیں لیکن رب تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ اگر میں نے آپ سے آج سچ بول دیا تو آپ ناراض ہو بھی گئے تو مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ مجھے معاف کر دے گا۔ بخدا! میرا کوئی عذر نہیں ہے۔ بخدا! میں نہ تو کبھی اتنا قوی اور نہ کبھی اتنا خوش حال تھا۔ جب میں آپ سے پیچھے رہا۔''

آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ بولا ہے۔ اٹھو حتیٰ کہ رب تعالیٰ تمہارے بارے وہ فیصلہ فرما دے جو چاہے۔ میں اٹھا۔ میرے پیچھے پیچھے بنو سلمہ کے افراد بھی تھے انہوں نے مجھے کہا: ''ہم نہیں جانتے کہ اس سے قبل کوئی تمہارا گناہ ہو۔ کیا تم اس طرح معذرت کرنے سے عاجز آ گئے تھے۔ جیسے کہ دیگر پیچھے رہ جانے والوں نے آپ سے معذرت کی ہے۔ تمہارے گناہ کے لیے آپ کا استغفار ہی کافی ہوتا۔ بخدا! وہ لگاتار مجھے ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں واپس چلا جاتا ہوں اور اپنے آپ کو جھٹلا دیتا ہوں۔'' میں نے کہا: ''میں دو امور کو جمع نہیں کر سکتا۔ ایک تو میں آپ کے ساتھ نہ جا سکا دوسرا میں آپ کے ساتھ جھوٹ بولوں۔'' میں نے ان سے پوچھا: ''کیا میرے علاوہ کوئی اور بھی اس زمرہ میں شامل ہے؟'' انہوں

نے مجھے بتایا: "ہاں! اور بھی ایسے افراد ہیں جنہیں اس طرح کہا گیا ہے جس طرح تمہیں کہا گیا ہے۔" میں نے پوچھا: "وہ کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "وہ مرارۃ بن ربیع اور ھلال بن امیۃ رضی اللہ عنہما ہیں۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت حسن سے مرسل روایت کیا ہے کہ پہلے صحابی اس لیے پیچھے رہے کہ ان کا ایک باغ تھا جو پھلا تو انہوں نے کہا: "میں نے اس سے قبل غزوات میں شرکت کی ہے۔ کاش! میں اس سال یہاں ہی ٹھہر جاؤں۔" جب انہیں اپنا گناہ یاد آیا تو انہوں نے عرض کی: "مولا! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے تیرے رستہ میں صدقہ کر دیا ہے۔" دوسرے صحابی کے اہلِ خانہ بکھر گئے تھے۔ پھر ان کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے کہا: "کاش! میں اس سال ان کے پاس ٹھہروں۔" جب انہیں گناہ یاد آیا تو انہوں نے کہا: "مولا! اب میں اپنے اہل، خانہ اور مال کے پاس نہیں جاؤں گا۔"
حضرت کعب نے کہا:

"انہوں نے میرے لیے دو صالح افراد کا تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ ان میں نمونہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمادیا تھا کہ مسلمان ہم سے کلام کریں۔ لوگ ہم سے پہلوتہی کر گئے۔ وہ ہمارے لیے بدل گئے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے "ہم صحابہ کرام میں جاتے۔ ہم سے کوئی گفتگو تک نہ کرتا تھا نہ کوئی ہمیں سلام کرتا تھا نہ سلام کا جواب دیتا تھا۔"

امام عبدالرزاق نے لکھا ہے "لوگ ہمارے لیے اجنبی ہو گئے حتیٰ کہ وہ وہ نہ رہے جنہیں ہم جانتے تھے۔ ہم سے درو دیوار تبدیل ہو گئے۔ حتیٰ کہ وہ وہ نہ رہے جنہیں ہم جانتے تھے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر یہ تھی کہ اگر اسی حالت میں میرا وصال ہو گیا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے۔ حتیٰ کہ ہمارے لیے وہ زمین بھی اجنبی ہو گئی۔ وہ زمین نہ رہی جسے ہم جانتے تھے۔ اسی حالت پر پچاس راتیں گزر گئیں۔ میرے دو ساتھی تو واپس آ گئے۔ اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ رونے کے علاوہ انہیں کوئی کام نہ تھا۔ لیکن میں ان سے جوان اور مضبوط تھا۔ میں باہر نکلتا تھا۔ مسلمانوں کے ہمراہ نمازوں میں شرکت کرتا تھا۔ بازار جاتا تھا۔ لیکن مجھ سے کوئی گفتگو نہ کرتا تھا۔ کوئی مجھے سلام کا جواب نہ دیتا تھا۔ میں حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ نماز کے بعد آپ اپنی محفل میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا۔ میں دل میں کہتا: "کیا سلام کا جواب دیتے ہوئے آپ کے ہونٹ مبارک ہلے ہیں یا نہیں۔ میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا۔ نظر چرا کر دیکھتا۔ جب میں نماز کی طرف توجہ کر لیتا تو آپ میری طرف توجہ فرماتے۔ جب میں آپ کی طرف توجہ کرتا تو آپ مجھ سے اعراض کرتے۔ لوگوں کا یہ سلوک طوالت اختیار کر گیا۔

میں چلا حتیٰ کہ میں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی دیوار کو پھلانگا۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ وہ مجھے سارے لوگوں سے

عزیز تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ مگر انہوں نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے انہیں کہا: ''ابو قتادہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔'' وہ خاموش رہے۔ میں نے دوبارہ انہیں یہی واسطہ دیا وہ خاموش رہے۔ تیسری بار واسطہ دیا پھر بھی وہ خاموش رہے۔ جب تیسری یا چوتھی بار واسطہ دیا تو انہوں نے صرف اتنا کہا: ''اللہ و رسولہ اعلم۔'' میری آنکھوں سے آنسو پھوٹ پڑے۔ میں واپس چلا گیا اور دیوار پھلانگ کر آ گیا۔ اسی اثناء میں کہ میں مدینہ طیبہ کے بازار میں چل رہا تھا۔ میں نے شام کے ایک تاجر کو دیکھا جو مدینہ طیبہ میں غلہ بیچنے کے لیے آیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''مجھے کون ہے جو کعب بن مالک تک پہنچائے۔'' لوگ اسے میری طرف اشارہ کرنے لگے۔ وہ میرے پاس آیا تو اس نے مجھے غسّان کے بادشاہ کا خط دیا۔ اس میں لکھا تھا:

''امابعد! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر جفا کی ہے۔ تمہیں دور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ذلت کے گھر میں نہ رکھے۔ رب تعالیٰ تمہیں ضائع نہ کرے۔ اگر تم چاہتے ہو تو ہمارے پاس آ جاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ پوری ہمدردی کریں گے۔''

میں نے خط پڑھ کر کہا: ''یہ ایک مصیبت ہے۔ اہلِ کفر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے ہیں۔'' میں نے وہ خط تنور میں ڈال کر جلا دیا۔ ابن عائذ کے نزدیک حضرت کعب بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی: ''حضور والا! آپ کا اعراض اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اہلِ شرک بھی مجھ میں طمع کرنے لگے ہیں۔''

حضرت کعب نے فرمایا: ''جب پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو آپ کے قاصد حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ وہ حضرات مرارۃ اور ھلال رضی اللہ عنہما کے پاس بھی گئے۔ انہوں نے مجھے کہا: ''حضور اکرم ﷺ تمہیں فرما رہے ہیں کہ اپنی بیوی سے جدا ہو جاؤ۔ (ان کی زوجہ محترمہ کا نام عمرۃ بنت حمیر تھا) میں نے کہا: ''میں اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟'' انہوں نے کہا: ''بلکہ انہیں چھوڑ دو اور ان کے قریب نہ جاؤ۔'' آپ نے میرے دوسرے دو ساتھیوں کی طرف بھی یہی پیغام بھیجا۔ میں نے اپنی زوجہ سے کہا: ''تم میکے چلی جاؤ۔ ان کے ہاں ہی رہنا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس امر میں میرا فیصلہ کر دے۔'' حضرت ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ آپ کے پاس آئیں۔ ان کا نام خولہ بنت عاصم تھا۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ھلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں ان کی نظر کمزور ہے۔ ان کے پاس خادم بھی نہیں ہے کیا آپ ناپسند کریں گے کہ میں ان کی خدمت کروں؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں! لیکن وہ تمہارے قریب نہ جائے۔'' انہوں نے عرض کی: ''بخدا! انہیں کسی چیز کی ہوش ہی نہیں۔ وہ اس روز سے لے کر آج تک مسلسل رو رہے ہیں۔'' میرے اہلِ خانہ میں سے ایک شخص نے کہا: ''کاش! تم بھی اپنی زوجہ کے بارے اسی طرح اجازت لے لو جیسے ھلال بن امیہ

نے اجازت لے لی ہے کہ ان کی زوجہ ان کی خدمت کرے۔" میں نے کہا: "بخدا! میں اس کے بارے آپ سے اذن نہیں لوں گا۔ اگر میں نے اذن طلب کیا تو نجانے آپ مجھ سے کیا فرمائیں گے؟ میں ایک جوان شخص ہوں۔" میں اس کے بعد دس دن اور ٹھہرا رہا حتیٰ کہ پچاس دن پورے ہو گئے جب سے آپ نے صحابہ کرام کو ہم سے ہم کلام ہونے سے منع کیا تھا۔"

امام عبدالرزاق نے لکھا ہے "رات کا ثلث گزر چکا تھا کہ آپ پر ہماری توبہ کے بارے آیات طیبات نازل ہوئیں۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم کعب بن مالک کو بشارت نہ دیں۔" آپ نے فرمایا: "لوگ تمہارے ہاں بھیڑ بنا لیں گے۔ وہ ساری رات تمہیں سونے نہیں دیں گے۔" جب میں نے پچاسویں رات کی نمازِ صبح پڑھی میں اپنے کمرے کی چھت پر تھا۔ میں اسی حالت پر بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مجھ پر میرا نفس بھی تنگ ہو گیا تھا۔ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔ میں نے کوہِ سلع پر کسی کو بآواز بلند یہ صدا دیتے سنا: "کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو۔"

محمد بن عمر کے نزدیک یہ حضرت سیدنا صدیق اکبر تھے۔ جو کہہ رہے تھے۔ "اللہ تعالیٰ نے حضرت کعب کی توبہ قبول کر لی۔ کعب! تمہیں بشارت ہو۔"

ابن عقبہ نے لکھا ہے: "دو شخص دوڑتے ہوئے نکلے وہ حضرت کعب کو مبارک دینا چاہتے تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے سبقت لے گیا۔ وہ کوہِ سلع پر چڑھا۔ وہ بآواز بلند چیخا "کعب! تمہیں بشارت ہو۔ رب تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے قرآن پاک نازل کر دیا ہے۔" گمان کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں ہستیاں حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تھیں۔" حضرت کعب نے فرمایا: "میں سجدے میں گر پڑا۔ میں توبہ قبول ہو جانے کی خوشی میں رو رہا تھا۔ میں نے جان لیا کہ اب آسائش آ چکی ہے۔ آپ نے نماز فجر پڑھانے کے بعد صحابہ کرام کو ہماری توبہ کے قبول ہو جانے کی بشارت دی۔ لوگ ہمیں مبارک دینے کے لیے آنے لگے۔ وہ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی بشارت لے کر گئے۔ ایک شخص اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر میرے پاس پہنچا وہ حضرت زبیر بن عوام تھے۔ بنو اسلم کا ایک شخص میرے پاس آیا وہ پہاڑ پر چڑھا۔ وہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی تھے۔ ان کی آواز گھوڑے سے قبل میرے پاس پہنچ گئی۔ جب حضرت حمزہ میرے پاس بشارت لے کر آئے تو میں نے اس بشارت کی خوشی میں اپنے کپڑے انہیں پہنا دیے۔ بخدا! میرے پاس ان کے علاوہ اور کپڑے نہ تھے۔ میں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے دو کپڑے عاریۃً لیے۔ میں نے انہیں پہنا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کو ان کی توبہ کی قبولیت کی بشارت دی۔ میرا خیال ہے کہ وہ سر بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ قریب تھا کہ ان کی روح پرواز کر جاتی۔ وہ کھانے پینے سے رک گئے تھے۔ حتیٰ کہ وہ لگاتار روزے رکھنے لگے۔ وہ

لگاتار رو رہے تھے۔ حضرت سلکان بن سلامۃ یا سلامہ بن وقش نے حضرت مرارہ بن ربیع کو توبہ کی بشارت دی۔

حضرت کعب نے فرمایا: میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوگیا۔ صحابہ کرام جوق در جوق مجھے ملنے لگے۔ وہ مجھے توبہ کی قبولیت کی مبارک دے رہے تھے۔ حتیٰ کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوگیا۔ وہاں آپ رونق افروز تھے۔ صحابہ کرام ارد گرد حاضر تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑ کر میری طرف آئے۔ انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے مبارک دی۔ بخدا! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی اٹھ کر میرے پاس نہ آیا۔ میں حضرت طلحہ کی یہ کرم نوازی نہیں بھلا سکتا۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ کا چہرۂ انور فرحت وانبساط سے تاباں تھا۔ آپ نے فرمایا: ''جب سے تمہیں تمہاری ماں نے جنم دیا ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس بہترین دن کی تمہیں مبارک ہو۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تم نے سچ بولا۔ رب تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی۔'' جب آپ مسرور ہوتے تھے۔ تو آپ کا چہرۂ انور یوں چمکتا تھا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔ ہم اسی سے آپ کی فرحت ومسرت کا اندازہ لگا لیتے تھے۔ جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری توبہ یہ ہے کہ میں رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے اپنا سارا مال صدقہ کرتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''اپنے پاس کچھ مال رکھ لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کی: ''نصف صدقہ کر دوں؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے عرض کی: ''تہائی صدقہ کر دوں۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے عرض کی: ''میں اپنا وہ حصہ روک لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ کی وجہ سے نجات عطا کی ہے میری توبہ یہ بھی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا سچ ہی بولتا رہوں گا۔ بخدا! میں کسی مسلمان کو نہیں جانتا جسے رب تعالیٰ نے سچ کی وجہ سے مصیبت میں ڈالا ہو۔ اس دن سے لے کر آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ مجھے امید ہے کہ بقیہ ایام میں بھی رب تعالیٰ میری حفاظت کرے گا۔ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیات طیبات نازل کیں:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ
مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ ﴿١١٧﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا
رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ
عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾ (التوبۃ: ۱۱۷ تا ۱۱۹)

ترجمہ: "یقیناً اللہ تعالیٰ نے نظر رحمت فرمائی اپنے نبی پر مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی ﷺ کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر بے شک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور ان تینوں پر بھی رحمت فرمائی جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور ان کی جانیں بوجھ بن گئیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی ذات تب اللہ ان پر مائل بہ کرم ہوا تا کہ وہ رجوع کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ۔"

بخدا! جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے ہدایت اسلام کے بعد مجھ پر اتنی بڑی نعمت کبھی نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ فقط یہ ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ سچ بولا تھا۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا۔ جس طرح وہ ہلاک ہوئے تھے۔ جنہوں نے جھوٹ بولا تھا۔ رب تعالیٰ نے ان کے بارے یہ آیات طیبات نازل کیں:

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

(التوبۃ: ۹۵، ۹۶)

ترجمہ: "قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم لوٹو گے ان کی طرف تا کہ تم معاف کر دو انہیں سو منہ پھیر لو ان سے یقیناً وہ ناپاک ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتے تھے وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ تمہارے لیے تا کہ تم خوش ہو جاؤ۔ سو یاد رکھو اگر تم خوش ہو بھی گئے ان سے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ نہ راضی ہو گا نافرمانوں کی قوم سے۔"

حضرت کعب نے فرمایا: "جب میری توبہ کے بارے قرآن پاک نازل ہوا تو میں نے حضور اکرم ﷺ کے دست اقدس چوم لیے۔"

وہ لوگ جو عذر کے بغیر ہی پیچھے رہ گئے تھے

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے حضرات ابن عباس اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم نے رب تعالیٰ کے

اس فرمان

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ (التوبہ:۱۰۲)

ترجمہ: ''کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا۔ اپنے گناہوں کا اور ملا جلا دیئے کچھ اچھے عمل اور کچھ برے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائے گا اللہ بخشش کرنے والا ہے۔''

روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ دس افراد تھے۔ یہ غزوہ تبوک میں آپ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت قتادہ نے جد بن قیس اور جذام بن اوس کو بھی ان میں شامل کیا ہے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو ان میں سے سات نے خود کو مسجد نبوی کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا۔ یہی آپ کی گذرگاہ تھی۔ جب آپ مسجد تشریف لائے تو آپ نے انہیں دیکھا تو آپ نے پوچھا: ''یہ کون ہیں جنہوں نے خود کو باندھا ہوا ہے۔'' صحابہ کرام نے عرض کی: ''یہ ابولبابہ اور ان کے ساتھی ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ آپ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ وہ خود کو نہیں کھولیں گے۔ حتیٰ کہ آپ انہیں کھول دیں آپ ان سے راضی ہو جائیں اور ان کا عذر قبول کر لیں۔ انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں انہیں نہیں کھولوں گا۔ نہ ان کی معذرت قبول کروں گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ انہیں کھول دے۔ کھولنے کا حکم دے۔ یہ مجھ سے دور رہوئے اور مسلمانوں کے ہمراہ غزوہ میں شرکت کرنے سے پیچھے رہ گئے۔'' جب ان صحابہ کرام تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا: ''ہم خود کو نہیں کھولیں گے حتیٰ کہ رب تعالیٰ ہمیں کھولنے کا حکم دے دے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ انہیں کھول دیا اور ان کا عذر قبول کر لیا۔

حضرت ابن مسیب نے روایت ہے کہ آپ نے کسی شخص کو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ اسے کھولے۔ انہوں نے انکار کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور انہیں کھولے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف لائے اور انہیں اپنے دست اقدس سے کھولا۔ یہ حضرات اپنے اموال لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ہمارے اموال ہیں۔ ہماری طرف سے انہیں صدقہ کریں اور ہمارے لیے مغفرت طلب کریں۔'' آپ نے فرمایا: ''مجھے حکم نہیں دیا گیا کہ میں تمہارے اموال لوں۔'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ (التوبہ:۱۰۳)

ترجمہ: ''حبیب وصول کریں ان کے مالوں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کریں انہیں اور پاکیزہ کریں اور دعا

مانگیے ان کے لیے بے شک آپ کی دعا ہزار تسکین کا باعث ہے۔"

آپ نے ان کے اموال لیے۔ انہیں صدقہ کیا اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔ ان میں سے تین افراد نے خود کو ستونوں کے ساتھ نہ باندھا۔ ایک سال تک وہ مہلت میں رہے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ رب تعالیٰ انہیں عذاب دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ۔

(التوبہ: ۱۱۷)

ترجمہ: "یقیناً رحمت سے توبہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل کی گھڑی میں۔"

امام بیہقی نے لکھا ہے "ابن اسحاق کا گمان ہے کہ حضرت ابولبابہ نے خود کو غزوہ بنو قریظہ کے وقت باندھا تھا۔" ہم نے حضرات ابن عباس اور ابن مسیب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خود کو اس وقت باندھا تھا۔ جب وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔

تنبیہات

1. تبوک۔ غزوہ تبوک کا سفر آپ کا بعید ترین سفر تھا۔ تبوک قبلہ کی جہت سے شام کی طرف ہے اس کے اور مدینہ طیبہ کے مابین بارہ مرحلوں کی مسافت ہے۔ "النور" میں ہے کہ لوگ کہتے تھے "ہم نے حاجیوں کے ساتھ یہ سفر بارہ مرحلوں میں طے کیا۔ اس کے اور دمشق کے مابین گیارہ مرحلوں کی مسافت ہے۔ مشہور قول کے مطابق یہ علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ امام سہیلی نے الروض الانف میں ابن قتیبہ کی اتباع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تبوک کے چشمہ کی وجہ سے اس غزوہ کا نام تبوک پڑھا۔ یہ وہ چشمہ تھا جس کے بارے آپ نے حکم دیا تھا کہ اس کے پانی کو مس نہ کیا جائے۔ دو افراد آگے نکلے۔ اس سے تھوڑا تھوڑا پانی رس رہا تھا۔ وہ اس میں تیر داخل کرنے لگے۔ تاکہ اس کا پانی زیادہ ہو جائے۔ آپ نے انہیں برا بھلا کہا اور فرمایا:

ما زلتما تبو کانها منذ الیوم۔

ترجمہ: "تم آج لگاتار اسے کھودتے رہے۔"

اسی وجہ سے ان کا نام تبوک پڑ گیا۔ اس کا معنی ہے کھودنا۔

الحافظ نے لکھا ہے کہ اس کا یہ نام صحیح احادیث میں بھی مذکور ہے۔ آپ نے فرمایا: "کل تم تبوک کے چشمہ تک پہنچ جاؤ گے۔" یہ اس امر کی وضاحت ہے کہ یہ اس جگہ کا نام ہے جس میں یہ چشمہ موجود ہے۔ آپ نے تبوک پہنچنے سے ایک روز قبل یہ فرمایا تھا۔ محکم میں اسے ثلاثی صحیح میں اور ابن قتیبہ، جوھری اور ابن الاثیر وغیرہ نے اسے معتل میں ذکر کیا ہے۔

۲ صحیح البخاری میں اس غزوہ کا تذکرہ حجۃ الوداع کے بعد کیا گیا ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں: "یہ خطا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ حجۃ الوداع سے پہلے رونما ہوا تھا۔ یہ کاتبین کی خطا ہے۔" غزوۂ تبوک بلا اختلاف ۹ ہجری حجۃ الوداع سے قبل ماہ رجب میں رونما ہوا تھا۔" ابن عائذ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ غزوۂ طائف سے چھ ماہ قبل رونما ہوا تھا۔ یہ اس شخص کے قول کے مخالف نہیں جس نے کہا ہے کہ یہ رجب میں رونما ہوا تھا۔ جب ہم کسور کو خلاف کر دیں۔ کیونکہ آپ ذوالحجہ کے ماہ مبارک میں غزوۂ طائف سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔

۳ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "یہ دو اونٹ لو۔ یہ دو اونٹ لو۔" یہ دو دو اونٹ باہم باندھے ہوئے تھے۔ اور کل چھ اونٹ تھے شاید آپ نے تین باریوں فرمایا ہو۔ "یہ دو اونٹ لو۔" اور راویوں نے اختصار کی خاطر دو کا تذکرہ کیا ہو۔ حضرت ابوذر سے یوں روایت منقول ہے۔ "ھاتین القرنتین ھاتین القرینتین" صحیح میں باب قدوم الاشعریین 'اہلِ ایمن' میں ہے آپ نے ہمیں پانچ اونٹنیوں کا حکم دیا۔" باب االاستثناء فی الایمان میں ہے کہ آپ نے تین اونٹنیاں عطا کیں تھیں۔ پہلی روایت ان سب روایات کو جمع کرتی ہے۔ شاید تیسری روایت تین جوڑوں کے اعتبار سے ہو اور پانچ کی روایت میں ان جوڑوں میں ایک کا تذکرہ کبھی کر دیا گیا ہو اور کبھی اس کا تذکرہ چھوڑ دیا گیا ہو۔ ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ پہلے آپ نے انہیں تین اونٹ دینے کا حکم دیا ہو۔ پھر دو کا اضافہ کر دیا ہو۔ راوی زہدم کے الفاظ ہیں: "پھر بلند کوہانوں والے اونٹ پیش کیے گئے تو آپ نے ان میں سے ہمیں پانچ اونٹ عطا کیے۔" اس روایت میں سارے اونٹوں کا تذکرہ ہو جو آپ نے انہیں عطا کیے ہوں اور راوی غسیلا ن کی روایت میں ابتدائی امر کا تذکرہ ہو اضافے کا ذکر نہ ہو۔ یہ روایت جس میں ہے کہ آپ نے تین بار فرمایا: "خذ ھذین قرینذین" ایک روایت میں چھ اونٹوں کا تذکرہ ہے تو جیسے پہلے گزر چکا ہے کہ چھٹا اونٹ تبع میں تھا جس کی کوہان اس وصف سے متصف نہ ہو۔" ایک روایت میں الحافظ نے لکھا ہے "یہ چھ اونٹ تھے یا تو اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ یہ قصد متعدد بار رونما ہوا تھا یا آپ نے انہیں پانچ سے

ایک زائد عطا کر دیا۔

- حضرت ابوموسیٰ کی روایت میں ہے کہ آپ کی خدمت میں جوان اونٹ پیش کیے گئے۔آپ نے ہمیں پانچ اونٹ عطا کیے۔بعض روایات میں ہے کہ آپ نے انہیں حضرت سعد سے خریدا تھا۔الحافظ نے ان دونوں روایات کو جمع کرنے کا احتمال نہیں لکھا۔ایک احتمال یہ ہے کہ شاید آپ کی خدمت میں جو اونٹ پیش کیے گئے ہوں۔آپ نے وہ حضرت سعد کو عطا کر دیے ہوں۔پھر آپ نے اشعریوں کے لیے انہیں خرید لیا ہو۔تعدد کا احتمال بھی ہے۔
- الحافظ نے لکھا ہے"حضرت کعب اور ان کے ساتھوں پر اس قدر شدت اس لیے کی گئی اور ان پر اس لیے عتاب کیا گیا کیونکہ انہوں نے بغیر عذر کے واجب کو ترک کیا تھا۔کیونکہ امام وقت جب عوام کو دشمن سے لڑنے کا حکم دے تو اس کی صدا پر لبیک کہنا لازم ہوتا ہے۔جو شخص پیچھے رہے گا۔وہ عتاب کا سزاوار ہوگا۔" ابن بطال نے لکھا ہے "اگر چہ جہاد فرض کفایہ ہے لیکن پیچھے رہ جانے والوں پر اس لیے عتاب کیا گیا کیونکہ یہ انصار کے حق میں فرض عین تھا کیونکہ انہوں نے اس پر بیعت کی تھی یہی اس شعر کا مصداق ہے جو اس وقت کہا گیا تھا جب خندق کھودی جا رہی تھی:

نحن الذین بایعوا محمدا　　　　علی الجهاد ما بقینا ابدًا

ترجمہ: "ہم وہ (سعادت مند) ہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی جہاد پر بیعت کی ہے کہ جب تک زندہ رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔"

گویا کہ اس غزوہ سے پیچھے رہ جانا کبیرہ گناہ تھا گویا کہ یہ بیعت توڑنے کی مانند تھا۔

امام سہیلی لکھتے ہیں: "مجھے صرف یہی وجہ معلوم ہے جو ابن بطال نے لکھی ہے۔"

الحافظ نے لکھا ہے: "مجھے ایک وجہ اور بھی نظر آئی ہے جو اس کے علاوہ ہے۔وہ یہ کہ شاید اسی نے انہیں بٹھایا ہو۔" رب تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی کی تائید کرتا ہے:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ۔

(توبہ:۱۲۰)

ترجمہ: "نہیں مناسب تھا مدینہ والوں کے لیے اور جو ان کے ارد گرد دیہاتی لوگ ہیں کہ پیچھے بیٹھ رہتے اللہ کے رسول پاک سے۔"

شوافع نے لکھا ہے کہ آپ کے عہد ہمایوں میں جہاد فرض عین تھا۔لیکن یہ سبب تو ہر اس شخص کو عتاب کا مستحق بناتا

ہے۔ جو مطلق پیچھے رہ گیا تھا۔

◆ ۶ جب حضرت کعب نے حضرت قتادہ سے سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: "اللہ و رسولہ اعلم"

علامہ قاضی لکھتے ہیں: "شاید ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس سے ان سے ہمکلام ہونے کا قصد نہ کیا ہو کیونکہ ان کے ساتھ ہمکلام ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ جب انہوں نے واسطہ دیا تو انہوں نے اپنے نفس سے یوں کہا تھا۔ انہوں نے اپنے اعتقاد کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا انہیں سنانے کے لیے نہیں کہا تھا۔"

◆ ۷ حضرت کعب نے فرمایا: "مجھ سے بعض اہلِ خانہ نے کہا۔"

النور میں ہے: "شاید اس سے مراد آپ کی کوئی خاتون خانہ ہو۔ کیونکہ عورتیں اس نہی میں شامل نہ تھیں۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے: "آپ نے مسلمانوں کو ہم سے کلام کرنے سے روک دیا۔" اس خطاب میں خواتین شامل نہ ہوں اور ان کی زوجہ بھی اس نہی میں شامل نہ ہو اور اس سے مراد ہوں۔"

الحافظ نے لکھا ہے کہ شاید اس سے مراد ان کی اولاد میں سے کوئی شخص ہو یا خواتین میں سے خاتون ہو کیونکہ ان تینوں کے ساتھ ہم کلام ہونے سے ان خواتین کو نہیں روکا گیا تھا۔ جو اپنے گھروں میں تھیں یا کسی منافق یا خادم نے بات کی ہو جو نہی میں شامل نہ ہو۔

◆ ۸ "النور" ان حضرات کو پچاس راتیں اسی طرح رکھنے میں شاید یہ حکمت ہو کیونکہ آپ اتنا عرصہ ہی غزوۂ تبوک کے لیے باہر رہے تھے۔ کیونکہ ابن اسحاق کے مطابق آپ رجب میں تشریف لے گئے تھے۔ رمضان المبارک میں واپس تشریف لے آئے۔ بعض علماء نے شعبان کا قول کیا ہے۔ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ دس اور کچھ روز تبوک میں تشریف فرما رہے تھے۔ ایک قول بیس ایام کا بھی ہے۔ یہ قول میرے لیے ظاہر ہوا ہے۔ تم مزید جستجو کر سکتے ہو۔

◆ ۹ حضرت کعب نے جو کچھ غسان کے بادشاہ کے خط کے ساتھ کیا تھا۔ وہ ان کی قوت ایمانی، محبت الٰہیہ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ جو اعراض اور ہجر کی اس کیفیت سے دو چار ہوتا ہے۔ اس سے ایسا امکان ہو سکتا ہے۔ جاہ و مال کی رغبت اسے اس ہستی کو چھوڑنے پر راغب کر سکتی ہے جس نے اسے چھوڑ رکھا ہو بالخصوص اس وقت جبکہ اسے دعوت دینے والا بادشاہ ہو۔ وہ انہیں دین چھوڑنے پر مجبور نہ بھی کرتا پھر بھی فتنے سے امن نہ تھا۔ انہوں نے اس کا خط جلا دیا اس کا جواب تک نہ دیا۔ حالانکہ وہ ان انسانوں میں سے ایک تھے جن کے نفوس کی طبع میں رغبت پائی جاتی ہے۔ خصوصاً جبکہ ایسی دعوت ہو۔ اور جاہ و مال تک پہنچنے کی ترغیب بھی ہو۔ ایسی دعوت دینے والا اس کے قریب بھی ہو لیکن اس پر اس کا دین غالب آجائے۔ اس کا یقین اس سے اور قوی ہو جائے وہ اس

اذیت اور تکلیف کو صرف اس لیے اس راحت وسکون پر ترجیح دے کہ وہ محبت الٰہیہ اور عشق رسول ﷺ کا دم بھرتا ہے۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ اسے دیگر چیزوں سے محبوب ہوں۔"

◆ ۱۰ حضرت طلحہ نے حضرت کعب کے لیے قیام فرمایا۔ اس کی وجہ بعض سیرت نگاروں نے یہ لکھی ہے کہ آپ نے ان کے مابین اس وقت رشتۂ اخوت قائم فرمایا تھا جب آپ نے مہاجرین اور انصار کو رشتۂ اخوت میں پرویا تھا۔ اہلِ مغازی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کا رشتۂ اخوت حضرت زبیر سے قائم کیا تھا۔ لیکن مہاجرین کی اخوت میں حضرت طلحہ حضرت زبیر کے بھائی تھے۔ وہ ان کے بھائی کے بھائی تھے۔

◆ ۱۱ آپ کے اس فرمان کا اطلاق مشکل ہے۔ "تمہیں اس بہترین دن کی مبارک ہو۔ جب تمہاری ماں نے تمہیں جنم دیا ہے۔" کیونکہ ان کے اسلام لانے کا دن بھی تھا۔ وہ ان کی ولادت کے بعد ہی گزرا ہے۔ وہ ان کے لیے ایک بہترین دن تھا۔ ایک قول کے مطابق یہ تقدیری مستثنیٰ ہے اگرچہ آپ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ یہ مخفی نہ تھا۔ الحافظ نے لکھا ہے ان کے توبہ کے دن نے اس کے اسلام کے دن کی تکمیل کر دی۔ ان کے اسلام لانے کا دن ان کی سعادت کی ابتداء کا دن تھا اور ان کی توبہ کا دن اس کی تکمیل کرنے والا تھا۔ یہ ان کے لیے سارے ایام سے عمدہ تھا۔ اگرچہ ان کے اسلام لانے کا دن بھی ان کے لیے بہترین تھا لیکن ان کی توبہ کے قبول ہونے کا دن صرف ان کے اسلام لانے کے دن سے زیادہ عمدہ تھا۔ جبکہ وہ توبہ کے بغیر ہو۔"

غبارِ راہِ حجاز

ذوالفقار علی ساقی

05-09-2012

(اردو ترجمہ)

سُبُل الهُدیٰ والرَّشَاد

فی سیرۃ خیر العباد

جلد ششم

تصنیف: حضرت امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر ذوالفقار علی ساقی

دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

سرایا اور مہمات

پہلا باب

سرایا کی تعداد اور سریہ کا معنی

اس کی دو انواع ہیں:

◆ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ سرایا اور بعوث کی تعداد ۳۸ ہے۔ حضرت ابو عمر نے الاستیعاب کی ابتداء میں ان کی تعداد ۴۷ لکھی ہے۔ محمد بن عمر نے ان کی تعداد ۴۸ لکھی ہے۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد ۵۶ ہے۔ المسعودی نے بعض سیرت نگاروں سے لکھا ہے کہ سرایا کی تعداد ۶۰ ہے۔ حافظ ابوالفضل العراقی نے اپنی السیرۃ میں یہی لکھا ہے۔ اس میں تحریر ہے کہ امام حافظ محمد بن نصر نے ان کی تعداد ستر تک شمار کی ہے۔ امام حاکم نے الاکلیل میں لکھا ہے کہ ان کی تعداد سو سے زائد ہے۔ عراقی لکھتے ہیں "میں نے ان کے علاوہ کسی اور کا یہ قول نہیں دیکھا" الحافظ نے لکھا ہے "شاید امام حاکم نے ساتھ غزوات کو بھی شامل کیا ہو۔"

میں کہتا ہوں: "امام حاکم کی عبارت جسے ابن عساکر نے حضرت قتادہ کی روایت لکھنے کے بعد رقم کیا ہے کہ آپ کے غزوات اور سرایا کی تعداد ۴۳ ہے۔ حاکم نے لکھا ہے "ہم نے اسی طرح لکھا ہے" میرا گمان ہے کہ ان کی مراد صرف سرایا ہے غزوات نہیں ان کی کتاب الاکلیل میں بعوث اور سرایا کو ترتیب کے ساتھ لکھا گیا ہے جو ایک سو سے زائد ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے "بخاری کے ثقہ ساتھیوں نے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے ابوعبداللہ محمد بن نصر کی کتاب میں پڑھا ہے کہ غزوات کو چھوڑ کر صرف سرایا اور بعوث کی تعداد ستر اور کچھ ہے۔"

البدایہ میں ہے: "جو کچھ امام حاکم نے ذکر کیا ہے وہ بہت غریب اور اجنبی ہے اسے حضرت قتادہ کے کلام پر محمول کرنے میں بھی اعتراض کی گنجائش ہے۔ امام احمد نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کے غزوات اور سرایا کی تعداد ۴۳ ہے۔ جن میں ۲۴ سرایا اور ۱۹ غزوات ہیں۔" میں کہتا ہوں کہ آپ کے جن سرایا اور بعوث سے میں واقف ہوا ہوں جو حصول زکوٰۃ کے لیے بھیجے جانے والے افراد کے علاوہ ہیں ان کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ میں ان سب کا تفصیلی تذکرہ کروں گا۔ ان شاء اللہ!

۲ سریہ کا معنی کیا ہے؟ ابن الاثیر نے النہایۃ میں لکھا ہے کہ سریہ سے مراد مجاہدین کا ایسا گروہ ہے جن کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۴۰۰ ہو۔ جسے دشمن کی طرف بھیجا جائے۔ اس کی جمع سرایا ہے۔ اس لشکر کو سریہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ایسے مجاہدین پر مشتمل ہوتا ہے جو سارے لشکر کا نچوڑ اور خلاصہ ہوتے ہیں۔ السریٰ کا معنی نفیس ہوتا ہے۔
دوسرے قول کے مطابق اسے سریہ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں مجاہدین چھپ کر روانہ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ وجہ درست نہیں کیونکہ سرّ کا لام کلمہ راء جبکہ اس میں یاء ہے۔
امام شہاب الدین احمد بن علی جو ابن خطیب سے مشہور ہیں انہوں نے اپنی تصنیف المصباح میں لکھا ہے "سریہ لشکر کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ یہ فعیلہ کے وزن پر فاعلہ کے معنی میں ہے۔ کیونکہ یہ مہم مخفی رکھی جاتی ہے۔ اس کی جمع سرایا اور سریات ہوتی ہے۔ جیسے عطیہ، عطایا اور عطیات خفیہ سے اس کی تعبیر کرنا سرٌ اسے تعبیر کرنے سے عمدہ ہے۔ جیسے کہ امام ابن الاثیر نے وضاحت کر دی ہے۔
الحافظ لکھتے ہیں "سریہ سے مراد لشکر کا وہ حصہ ہوتا ہے جو اسی سے روانہ ہوتا ہے اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ اس میں مجاہدین کی تعداد ایک سو سے پانچ سو تک ہوتی ہے۔ جو لشکر پانچ سو مجاہدین پر مشتمل ہو اسے منسر کہا جاتا ہے اگر اس میں تعداد آٹھ سو سے زائد ہو تو اسے جیش کہا جاتا ہے۔ ان کے مابین تعداد کو ہیضلہ کہا جاتا ہے۔ اگر یہ تعداد چار ہزار سے زائد ہو تو اسے جحفل کہا جاتا ہے۔ اس تعداد سے بھی زیادہ ہو تو اسے لشکر جرار کہا جاتا ہے۔ عظیم لشکر کو خمیس بھی کہا جاتا ہے جو سریہ سے جدا ہو اسے بعث کہا جاتا ہے۔ دس اور اس سے مابعد تعداد کو حضیرۃ، چالیس کو عصبہ، تین سو تک مقنب، اس سے زائد کو جمرۃ، جو جمع ہو اور منتشر نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بہترین ساتھی چار افراد پر مشتمل، بہترین سریہ چار سو افراد پر مشتمل، بہترین لشکر وہ ہے جو چار ہزار افراد پر مشتمل ہو۔ جس قوم کی تعداد بارہ ہزار ہو وہ قلت کی بناء پر شکست نہیں کھاتے جبکہ سچے اور صبر کرنے والے ہوں۔"

دوسرا باب

سرایا بھیجنے کا وقت، بعض کے ساتھ آپ کا سوار ہو کر مدینہ طیبہ سے باہر تک روانہ ہونا اور امراء کو وصیت

اس باب میں کئی انواع ہیں:

1. آپ کس وقت سرایا بھیجتے تھے؟ حضرت صخر بن وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مولا! میری امت کے صبح کے وقت میں برکت ڈال دے۔" انہوں نے کہا "آپ جب بھی سریہ بھیجتے آپ صبح کے وقت بھیجتے تھے۔" حضرت صخر ایک تاجر شخص تھے۔ وہ اپنے بچوں کو صبح صبح بازار بھیجتے تھے۔ ان کا مال اتنا کثیر ہو گیا وہ نہیں جانتے تھے کہ اسے کہاں رکھیں؟

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب بھی آپ سریہ بھیجتے آپ اسے دن کے ابتدائی حصہ میں بھیجتے تھے۔ آپ نے فرمایا: "مولا! میری امت کے صبح کے وقت کو بابرکت کر دے۔"

2. بعض سرایا کو الوداع کہنا۔ امام احمد نے حضرت براء بن عازب سے اور امام احمد اور ابو یعلی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے جن مجاہدین کو کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ آپ ان کے ساتھ بقیع الغرقد تک گئے۔ پھر انہیں الوداع کہتے ہوئے فرمایا "رب تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ مولا! ان کی مدد فرما۔" پھر آپ واپس آگئے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "جب آپ کسی سریہ کو روانہ کرتے تو عقبۃ الوداع تک اس کے ساتھ جاتے۔ آپ فرماتے: "میں تمہارے دین، امانت اور اعمال کے خواتیم (انجام) کو رب تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔"

3. بعض امراء کے ساتھ آپ پیدل روانہ ہوئے۔ بعض کے ہمراہ سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو آپ کو نصیحت کرتے ہوئے ان کے ہمراہ روانہ

ہوئے۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔آپ پیدل تھے۔آپ ان کی سواری کے سایہ میں چل رہے تھے۔جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا:''معاذ! شاید اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہ کر سکو شاید تم میری مسجد اور میری قبر انور کے پاس سے گزرو۔''حضرت معاذ اس فراق پر رونے لگے۔''

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ ایک میل تک تشریف لے گئے۔آپ پیدل تھے۔آپ نے انہیں اسی طرح حکم دیا تھا۔

۴ سرایا کے امراء کو وصیتیں

حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:''جب آپ کسی کو کسی لشکر یا سریہ کا امیر بناتے تو خصوصاً امیر کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیتے۔مسلمانوں کو بھلائی کا حکم دیتے پھر فرماتے:''راہِ خدا میں رب تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔اس کے ساتھ جہاد کرو جو رب تعالیٰ کا انکار کرے۔روانہ ہو جاؤ۔نہ خیانت کرو نہ دھوکہ کرو۔نہ مثلہ کرو نہ کسی بچے کو قتل کرو۔جب اپنے مشرک دشمن سے ملو تو اسے تین امور کی طرف دعوت دو۔ان میں سے وہ جس پر بھی لبیک کہے اسے قبول کر لو اسے قتل کرنے سے رک جاؤ۔انہیں اسلام کی طرف دعوت دو۔اگر وہ قبول کر لیں تو ان سے قبول کر لو۔ان سے رک جاؤ۔انہیں حکم دو کہ وہ اپنے شہر سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کریں۔اگر وہ انکار کریں تو انہیں بتا دو کہ وہ اعرابی مسلمانوں کی طرح ہوں گے۔ان پر وہی حکم رواں ہوگا جو مؤمنین رواں ہوگا۔مالِ غنیمت اور مالِ فئے میں ان کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا۔الا یہ کہ وہ اہلِ ایمان کے ساتھ مل کر جہاد کریں اگر وہ انکار کر دیں تو ان سے جزیہ مانگو۔اگر وہ مان جائیں تو ان سے جزیہ قبول کر لو اور ان کے ساتھ قتال کرنے سے رک جاؤ۔اگر وہ انکار کر دیں تو رب تعالیٰ سے مدد چاہتے ہوئے ان پر حملہ کر دو ان کے ساتھ جہاد کرو اگر کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور وہ تم سے ارادہ کریں تم ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذمہ (امان، عہد) قائم کرو تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذمہ (امان، عہد) مقرر نہ کرو بلکہ ان کے لیے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ (امان وعہد) مقرر کرو۔کیونکہ اگر تم اپنا اور اپنے ساتھیوں کا عہد توڑنا چاہو گے تو یہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو توڑنے سے آسان ہوگا۔جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو۔اہلِ قلعہ یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر اترنے دو۔تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر انہیں نہ اترنے دو۔بلکہ انہیں اپنے حکم پر اتارو۔تم نہیں جانتے کہ تم حکمِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کر سکو یا نہ۔پھر ان کے بارے جو چاہو فیصلہ کر دو۔'' (مسلم، ابو داؤد، ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ مجاہدین کو روانہ کرتے تو ان سے فرماتے''رب تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ راہِ خدا میں اس کے ساتھ لڑو جو اس کا انکار کرے، نہ دھوکہ دو نہ بد دیانتی کرو۔نہ مثلہ کرو نہ والدین کو قتل کرو، نہ

راہبوں کو قتل کرو۔"

حضرت عبدالرحمان بن عائذ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب آپ کسی لشکر کو روانہ کرتے تو آپ فرماتے "لوگوں کو باہم ملاؤ۔انہیں دلیل کے ساتھ زیر کرو۔ان پر حملہ نہ کرو حتیٰ کہ تم انہیں اسلام کی طرف دعوت دے لو۔روئے زمین کے کسی دیہاتی یا شہری باشندے کو میرے پاس حالت اسلام میں لے آنا۔مجھے اس سے پسند ہے کہ تم ان کے مردوں کو قتل کرو اور ان کی عورتیں میرے پاس لے آؤ۔"

حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کسی جگہ بھیجا۔پھر ایک شخص سے فرمایا "انہیں جا ملو۔انہیں پیچھے نہ بلانا۔انہیں کہنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ آپ کا انتظار کریں اور کسی قوم کے ساتھ قتال نہ کریں حتیٰ کہ پہلے انہیں اسلام کی دعوت دے لیں۔"

حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی صحابی کو کسی کام کے لیے بھیجتے تو فرماتے "بشارت دو،نفرت پیدا نہ کرو۔آسانی پیدا کرو تنگی پیدا نہ کرو۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی لشکر کو بھیجتے تو فرماتے:"اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ کسی عمر رسیدہ بوڑھے کو نہ قتل کرنا چھوٹے بچے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔بد دیانتی نہ کرنا کہ اموال غنیمت کو اپنے اموال کے ساتھ ملا لو۔اصلاح کرو۔احسان کرو۔اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

ابن عصام المزنی اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا:"جب کوئی لشکر یا سریہ بھیجتے تو فرماتے:"جب تم کسی مسجد کو دیکھ لو یا مؤذن کو سن لو تو پھر کسی کو قتل نہ کرو۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا کہ آپ نے حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کو بھیجا تو فرمایا"باہم مشورہ کیا کرنا ایک دوسرے کی اطاعت کیا کرنا۔آسانیاں پیدا کرنا تنگیاں پیدا نہ کرنا بشارتیں دینا نفرتیں تقسیم نہ کرنا۔"

تیسرا باب

سرایا میں آپ ﷺ کی شرکت نہ کرنے پر معذرت اور مجاہدین کو اپنا اسلحہ عطا فرمانا

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر مجھے یہ امر مانع نہ ہوتا کہ میں مسلمانوں کے لیے دشواری پیدا کر دوں گا تو میں کسی بھی ایسے سریہ میں پیچھے نہ رہتا جو راہِ خدا میں عازم سفر ہوتا۔ لیکن میں آسائش نہیں پاتا کہ میں انہیں سوار کروں، وہ آسائش نہیں پاتے کہ وہ میری اتباع کریں۔ ان پر یہ امر گراں گزرتا ہے کہ وہ میرے بعد بیٹھے رہیں۔"

دوسری روایت میں ہے "ان کے نفوس خوش خوش راضی نہیں ہوتے کہ وہ میرے پیچھے بیٹھے رہیں۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ میں جہاد کے لیے نکلوں مجھے شہید کر دیا جائے۔ پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کیا جائے، پھر زندہ کیا جائے۔" آپ نے چھ بار اسی طرح دہرایا۔

(امام احمد، امام مسلم، امام بخاری وغیرہم)

حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ خود جہاد کے لیے تشریف نہ لے جاتے تو آپ ﷺ اپنا مبارکہ اسلحہ یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عطا فرما دیتے تھے۔ (احمد، ابو یعلی)

تنبیہات

❶ آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے دو بار قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔" یہ ان حضرات قدسیہ کی تسلی کے لیے فرمایا تھا جو آپ ﷺ سے جدا ہو کر جہاد کے لیے عازم سفر ہو رہے تھے۔ گویا کہ آپ نے فرمایا: "جس عظیم مقصد کے لیے تم روانہ ہو رہے ہو اس میں اتنی فضیلت ہے کہ میں اس کے لیے تمنا کرتا ہوں کہ مجھے کئی بار شہید کیا جائے جو میری رفاقت اور میرے ہمراہ رہنے کی تمہاری فضیلت رہ رہی ہے تمہیں اس کی مثل یا اس سے زائد فضیلت جہاد کی وجہ سے مل جائے گی۔ تم تسلی خاطر رکھو۔" آپ ﷺ بعض غزوات میں تشریف لے گئے۔ بعض میں آپ ﷺ تشریف نہ لے گئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے حالات دیکھ کر اپنے عازم سفر ہونے میں مصلحت کے مطابق فیصلہ کیا۔

تیسرا باب

سرایا میں آپ ﷺ کی شرکت نہ کرنے پر معذرت اور مجاہدین کو اپنا اسلحہ عطا فرمانا

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر مجھے یہ امر مانع نہ ہوتا کہ میں مسلمانوں کے لیے دشواری پیدا کر دوں گا تو میں کسی بھی ایسے سریہ میں پیچھے نہ رہتا جو راہِ خدا میں عازم سفر ہوتا۔ لیکن میں آسائش نہیں پاتا کہ میں انہیں سوار کروں، وہ آسائش نہیں پاتے کہ وہ میری اتباع کریں۔ ان پر یہ امر گراں گزرتا ہے کہ وہ میرے بعد بیٹھے رہیں۔"

دوسری روایت میں ہے "ان کے نفوس خوش خوش راضی نہیں ہوتے کہ وہ میرے پیچھے بیٹھے رہیں۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ میں جہاد کے لیے نکلوں مجھے شہید کر دیا جائے۔ پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر شہید کیا جائے، پھر زندہ کیا جائے۔" آپ نے چھ بار اسی طرح دہرایا۔

(امام احمد، امام مسلم، امام بخاری وغیرہم)

حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب آپ ﷺ خود جہاد کے لیے تشریف نہ لے جاتے تو آپ ﷺ اپنا مبارکہ اسلحہ یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عطا فرما دیتے تھے۔ (احمد، ابو یعلی)

تنبیہات

1. آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے دو بار قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔" یہ ان حضرات قدسیہ کی تسلی کے لیے فرمایا تھا جو آپ ﷺ سے جدا ہو کر جہاد کے لیے عازمِ سفر ہو رہے تھے۔ گویا کہ آپ نے فرمایا: "جس عظیم مقصد کے لیے تم روانہ ہو رہے ہو اس میں اتنی فضیلت ہے کہ میں اس کے لیے تمنا کرتا ہوں کہ مجھے کئی بار شہید کیا جائے جو میری رفاقت اور میرے ہمراہ رہنے کی تمہاری فضیلت رہ رہی ہے تمہیں اس کی مثل یا اس سے زائد فضیلت جہاد کی وجہ سے مل جائے گی۔ تم تسلی خاطر رکھو۔" آپ ﷺ بعض غزوات میں تشریف لے گئے۔ بعض میں آپ ﷺ تشریف نہ لے گئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے حالات دیکھ کر اپنے عازم سفر ہونے میں مصلحت کے مطابق فیصلہ کیا۔

- آپ ﷺ نے یہ تمنا کیوں کی حالانکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کو شہید نہیں کیا جائے گا۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ فضیلت اور خیر کی وہ تمنا ہے جس کا وقوع لازم نہیں ہوتا۔جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میری تمنا تھی کہ کاش حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام صبر کرتے۔" گویا کہ آپ ﷺ نے جہاد کی فضیلت اور مسلمانوں کو اس کی ترغیب دلانے کے بارے مبالغہ کا ارادہ کیا۔
- امام نووی لکھتے ہیں: "اس روایت میں حسنِ نیت اور اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت سے کتنا پیار اور محبت کرتے تھے۔راہِ خدا میں شہید ہو جانے کو آپ ﷺ کتنا پسند فرماتے تھے۔اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ خیر میں سے اس چیز کی تمنا کرنا جائز ہے۔جس کے بارے علم ہو کہ وہ حاصل نہ ہوگی۔نیز یہ کہ کسی راجح یا ارجح مصلحت کے لیے یا فساد دور کرنے کے لیے کسی مصلحت کو چھوڑ دینے کا جواز بھی ہے۔
- علامہ الطیبی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان "مجھے پھر شہید کر دیا جائے" میں "ثُمَّ" کو تراخی زمان پر محمول کیا جا سکتا ہے۔لیکن اس جگہ تراخی رتبہ پر محمول کرنا بہتر ہے۔کیونکہ شہادت کے بعد درجات کے حصول کی تمنا پائی جاتی ہے اسی طرح پھر حیاتِ نو نصیب ہو جانے کی تمنا پائی جاتی ہے۔لہٰذا "ثُمَّ" کا تکرار کیا گیا۔اسے بار بار ذکر کیا گیا حتیٰ کہ پہلے سے اعلیٰ مقام نصیب ہو جائے۔

❀❀❀❀

چوتھا باب

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سریہ

ابن سعد نے لکھا ہے "اس پر اتفاق ہے کہ اس سریہ میں شرکت کرنے والے سارے مجاہدین مہاجرین تھے۔ آپ ﷺ نے کسی انصاری صحابی کو کسی مہم میں نہیں بھیجا حتیٰ کہ غزوہ بدر رونما ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انصار نے آپ ﷺ کے ساتھ یہ شرط طے کی تھی کہ وہ اپنے شہر میں آپ ﷺ کا دفاع کریں گے۔ یہی بات ہمارے ہاں ثابت ہے۔ المورد میں اسی کو ہی صحیح کہا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے ان کے لیے سفید جھنڈا باندھا۔ علمبردار حضرت ابو مرثد کناز بن حصین رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔ یہ پہلا جھنڈا تھا جسے اسلام میں باندھا گیا تھا۔ (عروۃ، ابن عقبہ، ابن عمر، ابن سعد، ابن عائذ اور بیہقی) جبکہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا عَلم باندھا۔ پھر کہا ہے "اس میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ ان حضرات قدسی میں سے سب سے پہلے کس کا جھنڈا باندھا گیا۔ بعض نے حضرت حمزہ اور بعض نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہما کے جھنڈے کے بارے قول اختیار کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے ان دونوں حضرات کو اکٹھا ہی روانہ فرمایا تھا۔ لہٰذا بعض لوگوں مین یہ اشکال پیدا ہوگیا۔"

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ مجاہدین لے کر روانہ ہوئے۔ وہ اس وقت قریش کے اس قافلہ کا قصد کیے ہوئے تھے جو شام سے آیا تھا اور مکہ مکرمہ کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ اس کا امیر ابوجہل تھا جس کے ہمراہ تین سو یا ایک سو تیس افراد تھے۔ وہ سرزمین جہینہ کی طرف عیص کی طرف سمندر کے ساحل تک پہنچے جب فریقین نے باہم صف بندی کر لی تو ان کے درمیان مجدی بن عمرو الجہنی آ گیا یہ دونوں فریقوں کا حلیف تھا۔ انہوں نے اس کی بات مان لی اور واپس چلے گئے اور باہم قتال نہ کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور مجاہدین مدینہ طیبہ اور ابوجہل اور اس کے ساتھی مکہ مکرمہ لوٹ گئے۔ جب حضرت حمزہ اور ان کے ساتھی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور مجدی بن عمرو کا کردار عرض کیا اور اس کا منصفانہ رویہ عرض کیا۔ جب مجدی کا قبیلہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے انہیں خلعتیں پہنائیں اور آپ نے فرمایا: "مجدی اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے والا اور بابرکت شخص ہے۔"

تنبیہات

1. ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ سریہ اور اس سے بعد رونما ہونے والا سریہ غزوۃ الابواء سے قبل رونما ہوئے تھے۔ جبکہ ابن اسحاق نے اس کو غزوہ بواط سے قبل لکھا ہے۔
2. اس میں اختلاف ہے کہ یہ سریہ کس مہینہ میں رونما ہوا تھا۔ مدائنی نے لکھا ہے "یہ دوسرے سال ربیع الاول میں رونما ہوا تھا۔"

ابوعمرو نے لکھا ہے کہ یہ سریہ ربیع الآخر میں رونما ہوا تھا۔

پانچواں باب

سریہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

اس سریہ میں جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔علمبردار کا نام حضرت مسطح بن اثاثہ بن عباد رضی اللہ عنہ تھا۔حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔اپنے مجاہدین کے ہمراہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مڈبھیڑ اس چشمہ پر ہوئی۔جسے احیاء کہا جاتا تھا یہ رابغ کی وادی میں تھا۔یہ جحفہ سے دس میل دور تھا۔جبکہ تم رستہ سے بائیں طرف قدید کی طرف جا رہے ہو۔وہ اپنے جانور چرانے کے لیے رستہ سے ہٹ گئے تھے۔ابوسفیان کے ہمراہ دوسو افراد تھے۔اس کارواں کی امارت ابوسفیان یا مکرز بن حفص یا عکرمہ بن ابی جہل کے ہاتھ میں تھی۔فریقین کے مابین تیراندازی ہوئی۔نہ تلواریں سونتنے کی نوبت آئی نہ ہی قتال کے لیے صفیں باندھیں گئیں۔فریقین قتال کے لیے قریب ہوئے۔البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں ایک تیر پھینکا۔یہ پہلا تیر تھا جسے اسلام میں پھینکا گیا تھا۔انہوں نے اپنا ترکش کھولا۔اپنے ساتھیوں سے آگے ہو گئے۔مشرکین نے ڈھالوں سے ان کے تیر روکے۔انہوں نے اپنے ترکش کے سارے تیر چلا دیے۔اس میں بیس تیر تھے۔ہر تیر کے ذریعے انہوں نے کسی انسان یا جانور کو زخمی کیا۔فریقین کے مابین اس روز صرف یہی تیراندازی ہوئی تھی۔ پھر فریقین اپنے اپنے گروہ کی طرف لوٹ گئے۔کفار کے گروہ سے حضرات مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان مازنی مسلمانوں کے پاس آ گئے۔یہ دونوں مسلمان تھے۔وہ اس لیے نکلے تھے تاکہ وہ مسلمانوں تک پہنچ سکیں۔

تنبیہ

بعض اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ یہ سریہ پہلے سال رونما ہوا تھا۔ابوالاسود نے اسے اپنے مغازی میں ذکر کیا ہے۔

ابن عائذ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب الابواء پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ساٹھ افراد کو بھیجا۔اس صورت میں یہ سریہ دوسرے سال رونما ہوا ہوگا۔بعض اہلِ سیر نے اسی کی صراحت کی ہے۔

چھٹا باب

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

اس سریہ میں ان کے ہمراہ بیس افراد تھے۔ جو سارے کے سارے مہاجرین تھے۔ دوسرے قول کے مطابق صرف آٹھ مجاہدین کو خزاز کی طرف بھیجا گیا۔ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ ہجرت کو نو ماہ گزر چکے تھے۔ حضرت سعد کے لیے سفید جھنڈا باندھا گیا۔ حضرت مقداد بن عمرو البہرانی علمبردار تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد سے فرمایا کہ وہ الخزاز سے آگے تجاوز نہ کریں۔ تاکہ وہ قریش کے اس کارواں پر چھاپہ ماریں جو وہاں سے گزر رہا تھا۔ وہ ان کے تعاقب میں نکلے وہ دن کے وقت چھپ جاتے تھے اور رات کے وقت عازم سفر ہوتے تھے۔ وہ پانچویں روز صبح کے وقت الخزاز پہنچے۔ یہ جگہ خم کے قریب تھی۔ انہوں نے پایا کہ کاروانِ قریش وہاں سے کل ہی گزرا تھا۔ مجاہدین مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔

تنبیہ

محمد بن عمر اور ابن سعد نے ان سب سرایا کا ذکر ہجرت کے پہلے سال میں کیا ہے جبکہ ابن اسحاق نے ان کا تذکرہ دوسرے سال کے واقعات میں کیا ہے۔

❁❁❁❁

چھٹا باب

سریہ امیر المومنین حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ جب سرورِ سروراں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے تو جہینہ آپ کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے عرض کی: ''آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ معاہدہ کر لیں تاکہ ہم اور ہماری قوم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔'' آپ نے ان کے لیے معاہدہ کیا۔ وہ اسلام لے آئے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے سال ماہِ رجب میں ہمیں بھیجا۔ ہماری تعداد ایک سو بھی نہ تھی۔ آپ نے ہمیں فرمایا کہ ہم کنانہ کے اس قبیلہ پر حملہ کریں۔ جو جہینہ کی ایک طرف ہے۔'' ہم نے ان پر حملہ کیا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہم جہینہ کے پاس گئے۔ انہوں نے ہمارا دفاع کیا۔ انہوں نے پوچھا ''تم شہر حرام میں کیوں قتال کرتے ہو؟'' ہم میں سے بعض نے کہا: ''تمہاری کیا رائے ہے؟'' بعض نے کہا ''ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور سارے حالات گوش گزار کرتے ہیں۔'' بعض نے کہا ''نہیں! بلکہ ہم اسی جگہ ٹھہریں گے۔'' میں نے اور میرے ساتھیوں نے کہا ''نہیں! بلکہ قریش کے کارواں کے پاس جائیں گے اور اس پر چھاپہ ماریں گے۔'' ہم کارواں کی طرف چلے گئے اس وقت مالِ فئے اسی کا ہوتا تھا جو اسے پکڑ لیتا تھا۔ ہمارے دوسرے ساتھی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے سارے حالات گوش گزار کیے۔ آپ حالتِ غصہ میں اٹھے چہرہ انور سرخ تھا۔ آپ نے فرمایا: ''میرے ہاں سے تم سب روانہ ہوئے پھر دو فریقوں میں تقسیم ہو گئے۔ تم سے پہلے لوگوں کو اسی فرقہ بازی نے ہلاک کیا تھا۔ میں ایسے شخص کو بھیجوں گا جو تم سے زیادہ بھوک اور پیاس پر صبر کرنے والا ہو گا۔'' آپ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر کر دیا۔ وہ اسلام میں پہلے امیر تھے۔

✿✿✿✿

آٹھواں باب

سریہ امیر المومنین حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

آپ نے نمازِ عشاء پڑھی اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ آپ نے انہیں فرمایا: ''صبح مجھے ملنا۔ اپنے ہتھیار لے آنا۔ میں نے ایک سمت تمہیں بھیجنا ہے۔'' حضرت عبداللہ فرماتے ہیں ''وقتِ صبح میں نے آپ کے ساتھ ملاقات کی۔ میرے پاس میری کمان، تلوار، ترکش اور ڈھال تھی۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز صبح پڑھائی۔ پھر آپ تشریف لائے۔ میں آپ سے پہلے ہی آپ کے حجرہ مقدسہ کے دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ میں نے قریش میں سے چند افراد دیکھے۔ آپ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے آپ کے حکم پر ایک خط لکھا۔ پھر مجھے یاد فرمایا۔ مجھے خولانی جلد کا ایک صحیفہ عطا کیا اور فرمایا: ''میں نے تمہیں اس گروہ پر امیر مقرر کیا ہے تم روانہ ہو جاؤ۔ جب دو راتوں کا سفر طے کر چکو تو میرا یہ خط کھول کر پڑھنا اور اس میں موجود ہدایات پر عمل کرنا۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کس طرف روانہ ہوں؟'' آپ نے فرمایا: ''کارواں کا قصد کیے نجدیہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔''

ابن اسحاق اور ابو عمرو نے لکھا ہے کہ آپ نے ان کے ہمراہ مہاجرین میں سے آٹھ افراد کو بھیجا ان میں ایک بھی انصاری صحابی نہ تھا۔ ان میں حضرات ابو حذیفہ بن عتبہ، سعد بن ابی وقاص، عکاشہ بن محصن، عتبہ بن غزوان، عامر بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ، خالد بن بکیر اور سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم شامل تھے۔'' ابن عائذ نے حضرت سہل بن بیضاء کا تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے حضرات سہیل، خالد اور عکاشہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

ابن سعد نے ان میں حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ہی حضرت حکم بن کیسان کو قیدی بنایا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے ''یہ بارہ مہاجرین تھے دو دو صحابی باری باری ایک اونٹ پر سوار ہو رہے تھے۔

امام الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''سب سے پہلے اسلام میں جو جھنڈا اٹھایا گیا۔ وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا جھنڈا تھا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ جب دو دن کی مسافت طے کر چکے تو خط مبارک کھولا اس میں لکھا تھا۔ ''رب تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرو کہ وہ تمہارے ساتھ روانہ ہو۔ میرے اس حکم کے مطابق اپنے

پیروؤ کاروں کو لے کر عازم سفر ہو جاؤ۔ وادیٔ نخلہ میں جاؤ۔ قریش کے کارواں کا انتظار کرو اور ہمیں ان کے بارے بتاؤ۔"
جب انہوں نے گرامی نامہ پڑھا تو کہا "سر تسلیم خم ہے" اپنے ساتھیوں کو پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے کہا: "مجھے حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں نخلہ جاؤں۔ وہاں کاروانِ قریش کا انتظار کروں اور ان کے بارے خبر لے آپ کے پاس آ جاؤں۔" آپ نے مجھے منع کیا ہے کہ تم میں سے کسی کو ساتھ آنے پر مجبور کروں۔ جو شہادت کا ارادہ رکھتا ہو اس میں جسے رغبت ہو وہ میرے ساتھ روانہ ہو جائے جسے یہ ناپسند ہو وہ واپس لوٹ جائے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں آپ کے حکم پر عمل پیرا ہونے لگا ہوں۔" ان کے سارے ساتھیوں نے کہا: "ہم اللہ تعالیٰ، اس کے رسولِ محترم ﷺ اور تمہارا حکم سنتے ہیں اور سر اطاعت خم کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی برکت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔"

حضرت عبداللہ روانہ ہوئے۔ اس کے ساتھ ان کے ساتھی بھی تھے۔ ان میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہا۔ وہ حجاز کے رستہ پر روانہ ہوئے۔ جب مکان معدن تک پہنچے۔ یہ جگہ الفُرع کے اوپر ہے جسے بحران کہا جاتا ہے تو حضرات سعد اور عتبہ کا اونٹ گم ہو گیا۔ یہ باری باری اس پر سوار ہو رہے تھے۔ وہ اس کی جستجو میں رہے حتیٰ کہ وہ دو دن کی مسافت سے پیچھے رہ گئے۔ وہ اس مہم میں شرکت نہ کر سکے اور صحابہ کرام کچھ دن بعد مدینہ طیبہ آ گئے۔ حضرت عبداللہ بقیہ صحابہ کرام کو لے کر آگے روانہ ہو گئے۔ نخلہ فروکش ہوئے۔ وہاں سے قریش کا کارواں گزرا جو کشمش، چمڑے اور دیگر تجارتی سامان اٹھائے ہوئے تھا۔ جو وہ طائف سے لے کر آئے تھے۔ اس کاروان میں عمرو بن حضرمی، عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ، نوفل بن عبداللہ اور حکم بن کیسان شامل تھے۔ جب اس کارواں نے صحابہ کرام کو دیکھا تو وہ ڈر گئے۔ انہیں ان کا امر عجیب لگا۔ یہ ان کے قریب ہی اتر چکے تھے۔ حضرت عکاشہ نے اپنے سر کا حلق کرا لیا۔ پھر اچانک وہاں چلے گئے تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں۔ جب قریش کے افراد نے انہیں دیکھا تو انہوں نے کہا "تمہیں ان سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ عمرہ کرنے والے لوگ ہیں۔" وہ پرسکون ہو گئے اپنی سواریوں کو باندھا اور انہیں چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور کھانا تیار کیا۔

مسلمانوں نے ان کے معاملہ کے بارے مشورہ کیا۔ یہ رجب کا آخری دن تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شعبان کا پہلا دن تھا یا جمادی الآخرۃ کا آخری دن تھا۔ صحابہ کرام کو اس دن کے بارے شک گزرا کہ یہ شہر حرام میں سے ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا "بخدا! اگر تم نے آج رات اس قوم کو اسی طرح چھوڑ دیا تو حرم میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ تم سے بچ نکلیں گے۔ اگر تم انہیں مارو تو یہ شہر حرام میں قتل ہو گا۔" انہیں تردد کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ان کے خلاف کسی اقدام سے وہ ڈرنے لگے۔ پھر انہوں نے خود کو حوصلہ دیا۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ جس پر قدرت رکھیں اسے قتل کر دیں اور ان کا سامان حاصل کر لیں۔"

حضرت واقد بن عبداللہ نے عمرو بن حضرمی کو تیر مارا اور اسے قتل کر ڈالا۔ انہوں نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن

یسان کو قیدی بنالیا۔نوفل بن عبداللہ (یا مغیرہ) بھاگ نکلا۔مسلمانوں نے کارواں پر قبضہ کرلیا۔حضرت عبداللہ بن جحش نے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خمس نکالا۔دیگر سامان اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔یہ اسلام کا پہلا خمس اور پہلا مال غنیمت تھا۔

عمرو بن حضرمی مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہونے والا پہلا قتل تھا۔عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان اسلام میں پہلے قیدی تھے۔اس وقت مالِ غنیمت میں خمس فرض نہیں ہوا تھا۔جب رب تعالیٰ نے مال فئے کو حلال قرار دیا اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔اس میں خمس نکالنا فرض قرار دیا۔اس وقت وہ امر بیچ ثابت ہوگیا جس کا فیصلہ حضرت عبداللہ نے اس کارواں کے بارے کیا تھا۔

بعض سیرت نگار لکھتے ہیں"حضرت عبداللہ سارا مالِ غنیمت لے آئے تھے۔الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسلام میں پہلا مال جس سے خمس نکالا گیا۔وہ حضرت عبداللہ بن جحش کا مال تھا۔پھر حضرت عبداللہ اس کارواں کو اور دونوں قیدیوں کو لے کر مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔تو آپ نے فرمایا:"میں نے تمہیں شہرِ حرام میں قتل کرنے کا حکم تو نہیں دیا تھا۔آپ نے اس کارواں اور قیدیوں میں سے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا۔دوسرے قول کے مطابق جب آپ غزوۂ بدر سے واپس تشریف لائے تو اہلِ بدر کے مالِ غنیمت کے ساتھ اس مال کو بھی تقسیم کر دیا۔ہر شخص کو اس کا حق دیا۔جب آپ نے یہ فرمایا تو وہ صحابہ کرام بڑے نادم ہوئے۔انہوں نے سمجھا کہ وہ تو ہلاک ہو گئے ہیں۔دیگر مسلمانوں نے بھی انہیں اس فعل کے بارے عار دلائی۔

قریش نے کہا:"محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام نے شہرِ حرام کو حلال کر دیا ہے۔وہ اس میں خونریزی کرتے ہیں۔اس میں اموال چھینتے ہیں۔لوگوں کو قیدی بناتے ہیں۔"وہ مسلمان جو مکہ مکرمہ میں تھے وہ انہیں یہ جواب دیتے تھے۔"انہوں نے یہ قتل شعبان المعظم میں کیا ہے۔"یہودی اس واقعہ سے فال پکڑتے ہو کہتے تھے"عمرو بن حضرمی کو واقد بن عبداللہ نے قتل کیا۔عمرو سے"جنگ بھڑک اٹھی۔"حضرمی سے"جنگ موجود ہوگئی"اور واقد سے"آتش جنگ شعلہ فشاں ہوگئی"لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ مشرکین کے خلاف کر ڈالا۔ان کے حق میں نہ رہا۔جب لوگ اس ضمن میں بہت سی باتیں کرنے لگے تو رب تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت طیبہ نازل کی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ (البقرۃ:۲۱۷)

ترجمہ: "وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہ،حرام میں جنگ کرنے کا کیا حکم ہے۔آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس

میں بڑا گناہ ہے، لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور (روک دینا) مسجد حرام اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اور فتنہ اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔"

جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو رب تعالیٰ نے مسلمانوں کے اس خون کو ختم کر دیا۔ جس میں وہ مبتلا تھے۔ آپ نے مالِ غنیمت یا خمس اور دونوں قیدیوں پر قبضہ کر لیا۔ قریش نے اپنے دونوں قیدیوں کے فدیے بھیجے۔ آپ نے فرمایا: ہم تم سے فدیے نہ لیں گے حتیٰ کہ ہمارے دونوں ساتھی حضرات سعد اور عتبہ ہمارے پاس آجائیں۔ ہمیں ان کے بارے تم سے خطرہ ہے۔ اگر تم نے ان کو شہید کر ڈالا ہو تو ہم تمہارے ان دو ساتھیوں کو قتل کر دیں گے۔" حضرت حکم بن کیسان نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ وہ آپ کی خدمت میں ہی حاضر رہے۔ حتیٰ کہ بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہو گئے۔ عثمان بن عبداللہ مکہ مکرمہ چلا گیا اور حالت کفر میں مر گیا۔

جب حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں کا وہ خوف دور ہوا جس میں وہ مبتلاء تھے۔ جب قرآن پاک کا نزول ہوا تو انہوں نے اجر و ثواب کی امید کی۔ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم امید کریں کہ ہمارے لیے ایک غزوہ ہوگا جس میں ہمیں مجاہدین کا اجر و ثواب دیا جائے گا۔" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ (البقرۃ: ۲۱۸)

تنبیہ

اس غزوہ میں حضرت عبداللہ بن جحش کو امیر المؤمنین کہا گیا (ابن سعد، القطب) ابو نعیم نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ پہلے امیر تھے حضور اکرم ﷺ نے انہیں امیر مقرر کیا تھا۔

❁❁❁❁

نواں باب

عصماء بنت مروان کا قتل

ہجرت کا دوسرا سال تھا۔ رمضان المبارک کی پانچ راتیں باقی تھیں۔ آپ نے حضرت عمیر بن عدی الخطمی رضی اللہ عنہ کو عصماء بنت مروان کی طرف بھیجا۔ اس کا تعلق بنوامیۃ بن زید کے ساتھ تھا۔ یہ یزید بن زید بن حصن الخطمی کی بیوی تھی۔ یہ اسلام کے عیب نکالتی تھی۔ آپ کو تکلیف دیتی تھی۔ آپ کے خلاف لوگوں کو ابھارتی تھی اور اشعار کہتی تھی۔ یہ حیض کے کپڑے بنوخطمہ کی مسجد میں پھینکتی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا خون مباح فرمایا تھا۔ حضرت عمیر بن عدی نے نذر مانی کہ اگر آپ بدر سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو وہ اس عورت کو تہ تیغ کر دیں گے۔ جب آپ بدر سے واپس تشریف لائے تو رات کے وقت حضرت عمیر رضی اللہ عنہ آئے۔ اس کے گھر میں داخل ہوئے۔ وہ اپنے گھر میں تھی اس کی اولاد اس کے اردگرد سوئی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اسے ٹٹولا۔ کیونکہ وہ نابینا تھے۔ اس عورت کا بچہ اس کا دودھ پی رہا تھا۔ بچے کو اس سے دور کیا۔ اپنی تلوار اس کے سینے پر رکھ دی۔ جو اس کی کمر سے نکل گئی۔"

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت لکھی ہے کہ آپ نے فرمایا: "کیا کوئی شخص ہے جو ہماری طرف سے اس عورت کو کافی ہو جائے۔" اس عورت کی قوم میں سے ایک شخص نے کہا: "میں اسے آپ کی طرف سے کافی ہو جاؤں گا۔" وہ اس کے پاس گیا۔ وہ عورت کھجوریں بیچتی تھی۔ اس نے اسے کہا: "کیا تمہارے پاس اس سے اچھی کھجوریں ہیں؟" اس نے کہا: "ہاں!" وہ اپنے کسی کمرے میں گئی۔ وہ کوئی چیز لینے کے لیے جھکی۔ وہ صحابی فرماتے ہیں۔ "میں نے دائیں بائیں دیکھا مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ میں نے اس کے سر پر مارا حتیٰ کہ اس کا کام تمام کر دیا۔" وہ صحابی مسجد نبوی میں آئے۔ آپ کے ساتھ نماز صبح ادا کی جب آپ واپس آنے لگے تو آپ نے فرمایا: "کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر دیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں! کیا اس کی وجہ سے مجھ پر کچھ ہے؟" آپ نے فرمایا: "اس کی وجہ سے تو دو بکریاں بھی باہم نہ لڑیں گی۔" (اس کا خون رائیگاں ہوگا) میں نے سب سے پہلے یہ جملہ آپ کی زبان سے سنا تھا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "اگر تم ایسے شخص کی طرف دیکھنا چاہو جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: "اس اندھے کی طرف دیکھو جس

نے اطاعتِ الٰہیہ میں رات بسر کی ہے۔" آپ نے ان سے فرمایا: "انہیں اندھا نہ کہو بلکہ انہیں بصیر "بینا" کہو۔" آپ نے ان کا نام بصیر رکھ دیا۔ جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انہوں نے اس عورت کے بیٹوں کو دیکھا جو ایک گروہ کے ساتھ اپنی ماں کو دفن کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "عمیر! کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں! تم سب مل کر میرے خلاف مکر لو پھر مجھے مہلت نہ دو۔ مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر تم سارے ایسے بکواسات کرو گے جیسے وہ کرتی تھی تو تم سب کی گردنیں اپنی اس تلوار سے اڑا دوں گا حتیٰ کہ یا تو میں شہید ہو جاؤں یا کہ تمہیں واصل جہنم کر دوں۔" اس روز بنو خطمہ میں اسلام کا ظہور ہوا۔ ان میں سے مسلمان اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ ان میں سے سب سے پہلے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے ہی اسلام قبول کیا تھا۔ انہیں القاریٔ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

❁❁❁❁

دسواں باب

ابوعفک یہودی کا قتل

آپ نے ہجرت کے دوسرے سال ماہِ شوال میں حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ابوعفک یہودی کی طرف بھیجا۔اس کا تعلق بنوعمرو بن عوف کے ساتھ تھا۔ یہ عمر رسیدہ بوڑھا تھا اس کی عمر ایک سو بیس سال ہو چکی تھی۔ یہ آپ کے خلاف لوگوں کو اکساتا تھا۔ یہ شاعر بھی تھا۔آپ نے فرمایا: ''کون ہے جو اس خبیث کو میری طرف سے کافی ہو جائے۔'' حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میری نذر یہ ہے کہ یا تو میں ابوعفک کو موت کے گھاٹ اتاروں گا یا پھر خود شہید ہو جاؤں گا۔'' انہوں نے غزوۂ بدر اور سارے غزوات میں شرکت کی تھی۔ یہ ان افراد میں سے ایک تھے جو غزوۂ تبوک کے وقت گریہ بار ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں وفات پائی۔

وہ ابوعفک کی غفلت کی جستجو کرتے رہے۔ایک گرم رات کو ابوعفک اپنے گھر کے صحن میں سویا ہوا تھا۔حضرت سالم کو اس کے بارے علم ہو گیا۔

وہ اندر آئے اس کے جگر پر تلوار رکھی۔اس پر زور لگایا وہ اس کے بستر میں گھس گئی۔وہ چیخ اٹھا۔وہ لوگ اس کی طرف لپکے جن کا نفاق ظاہر تھا۔وہ اسی کے دین پر تھے۔انہوں نے اسے گھر داخل کیا اور اس کی قبر کھودی۔امامہ مریدیہ اسکے بارے کہتی ہے:

تکذب دین اللہ والمرء احمد • لعمر الذی امناك ان بئس ما یمنی

حباك حنیف آخر اللیل طعنة • ابا عفك خذها علی اکبر السنّ

ترجمہ: ''تو اللہ تعالیٰ کے دین کو جھٹلاتا ہے حالانکہ ہستی کامل تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اس عمر کی قسم جو تمہیں امیدیں دلاتی ہے وہ کتنی بری امیدیں دلاتی ہے۔رات کے آخری حصہ میں ایک مسلمان نے تجھے ضرب کاری لگائی۔ابوعفک! اسے بڑھاپے کے باوجود لو۔''

تنبیہ

اس واقعہ کو ابن سعد اور محمد بن عمر نے تحریر کیا ہے۔المورد اور الامتاع میں اسے اس سے پہلے واقعہ کے بعد ذکر کیا گیا ہے لیکن ابن اسحاق اور ابو ربیع نے اسے مقدم کیا ہے۔

گیارھواں باب

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

آپ نے انہیں کعب بن اشرف کی طرف بھیجا۔ ہجرت کا تیسرا سال تھا۔ ماہِ ربیع الاول کی چودہ راتیں گزر چکی تھیں۔ کعب یہودی تھا۔ اس کا تعلق بنونضیر کے ساتھ تھا۔ یہ ابن عقبہ کا قول ہے اس کی کنیت ابونائلہ تھی۔ ابن اسحاق اور ابوعمرو نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق بنونبہان کے ساتھ تھا جو طئے کا قبیلہ تھا اس کی ماں بنونضیر میں سے تھی۔ یہ شاعر تھا آپ کو اذیت دیتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجو کرتا تھا۔ کفار کو ان پر حملہ کرنے کی ترغیب دلاتا تھا۔

امام زھری سے اللہ تعالیٰ نے اس فرمان کے بارے روایت ہے:

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ (آلِ عمران:۱۸۶)

ترجمہ: "اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا۔ اذیت دینے والی بہت باتیں۔"

اس سے مراد کعب بن اشرف ہے۔ یہ مشرکین کو آپ پر اور صحابہ کرام پر حملہ کرنے پر اکساتا تھا۔ یہ اپنے اشعار میں آپ کی اور صحابہ کرام کی ہجو بیان کرتا تھا۔

جب حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما غزوہ بدر میں مشرکین کے قتل اور قیدی ہونے کی بشارت لے کر آئے تو کعب نے کہا: "کیا یہ حق ہے؟ کیا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان افراد کو تہ تیغ کر دیا۔ جن کے یہ نام لے رہے ہیں یہ عرب کے سردار اور لوگوں کے بادشاہ تھے۔ بخدا! اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کا کام تمام کر دیا ہے تو زمین کا اندرونی حصہ اس کے بیرونی حصہ سے بہتر ہے۔" جب اس دشمن خدا کو اس خبر کا یقین آ گیا اور قیدیوں کو جکڑے ہوئے دیکھا تو یہ ذلیل و رسواء ہو گیا۔ پھر اس نے اپنی قوم سے کہا: "تمہارے پاس کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "جب تک ہم زندہ ہیں ان کی عداوت" اس نے کہا "تمہاری حیثیت کیا ہے۔ انہوں نے تو اپنی قوم کو بھی روندھ ڈالا ہے۔ اس کا کام تمام کر دیا ہے لیکن میں قریش کے پاس جاتا ہوں۔ انہیں جنگ پر اکساتا ہوں۔ ان کے مقتولوں پر روتا ہوں۔ شاید وہ جنگ پر آمادہ ہو جائیں۔" یہ ان کے

ساتھ روانہ ہوا۔ مکہ مکرمہ آیا۔ اپنا سامان مطلب بن ابی وداعۃ کے پاس رکھا۔ اس کے پاس عاتکہ بنت اسید تھی۔ بعد میں انہوں نے اور ان کے خاوند نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس نے اسے اتارا۔ آؤ بھگت کی۔ یہ لوگوں کو آپ کے خلاف اکسانے لگا۔ یہ اشعار پڑھتا تھا اور مقتولین بدر پر روتا تھا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے "آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا اور کعب کے بارے بتایا کہ وہ فلاں کے ہاں فروکش ہوا ہے۔" انہوں نے یہ اشعار کہے:

الا ابلغن عنی اسیدًا رسالةً　　　　فخالك عبد بالشراب مجرّب

ترجمہ: "ارے! اسید تک میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ تمہارا ماموں وہ ہے جو ایسا بندہ ہے جس نے شراب کا بار بار تجربہ کیا ہے۔"

لعمرك ما اوفی اسید لجارہٖ　　　　ولا خالد و ابن المفاضته زنیںب

ترجمہ: "تمہاری زندگانی کی قسم اسید سے بڑھ کر اپنے پڑوسی سے وفا کرنے والا کوئی نہیں نہ خالد سے نہ ہی ابن المفاجۃ زینب سے بڑھ کر کوئی باوفا ہے۔"

و عتاب عبد غیر موفٍ بذمة　　　　کذوب شئونِ الرّأسِ قرد مدرّب

ترجمہ: "عتاب وہ شخص ہے جو اپنے ذمہ کو پورا کرنے والا نہیں۔ وہ سر کے اہم معاملات کا جھوٹا ہے وہ سکھایا ہوا بندر ہے۔"

ابن عائذ نے ذکر کیا ہے کہ کعب نے خانہ کعبہ کے پردوں کے پاس قریش کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ قتال کرے گا۔ حضرت عمرو سے روایت ہے کہ قریش نے کعب سے کہا: "ہمارا دین زیادہ ہدایت والا ہے۔ یا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین؟ اس نے کہا: "تمہارا دین۔"

جب اس عورت تک یہ اشعار پہنچے تو اس نے کعب کا سامان باہر پھینک دیا۔ اس نے کہا: "ہمارا اور اس یہودی کا کیا تعلق؟ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ حسان نے ہماری کیا درگت بنائی ہے۔" کعب کسی اور جگہ منتقل ہو گیا۔ وہ جب بھی کسی قوم کے ہاں فروکش ہوتا۔ آپ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بلاتے اور فرماتے "ابن اشرف فلاں کے ہاں فروکش ہوا ہے۔" وہ ان کی ہجو کرتے رہتے حتیٰ کہ وہ اس کا سامان گلی میں پھینک دیتے اسے پناہ گاہ نہ ملی حتیٰ کہ مدینہ طیبہ آ گیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے "پھر کعب مدینہ طیبہ آ گیا۔ وہ عفت مآب مسلمان خواتین کے نام لے لے اپنے اشعار کہنے لگا۔ حتیٰ کہ اس نے مسلمانوں کو اذیت دی۔ عبداللہ بن اسحاق الخراسانی نے اپنے "فوائد" میں حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ کعب نے کھانا بنایا یہودیوں کی

ایک جماعت نے موافقت کی کہ وہ آپ کو بھی ولیمہ کی دعوت دے۔ جب آپ تشریف لائیں تو وہ آپ کو شہید کر دیں۔ اس نے آپ کو دعوت دی۔ آپ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ کچھ صحابہ کرام بھی تھے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ کو ان کی خفیہ گفتگو سے آگاہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ جب انہوں نے آپ کو نہ پایا تو وہ بھی منتشر ہو گئے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! کعب کے اس واضح شر کے بارے تو اسے جیسے چاہتا ہے کافی ہو جا۔"

صحیح میں ہے آپ نے فرمایا: "میری طرف سے کعب بن اشرف کو کون کافی ہو جائے گا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی ہے۔"

دوسری روایت میں ہے "اس نے اپنے اشعار سے ہمیں اذیت دی ہے اور مشرکین کی ہمارے خلاف مدد کی ہے۔" حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اسے آپ کی طرف سے کافی ہو جاؤں گا۔ میں اس کا کام تمام کر دوں گا۔" آپ نے ان سے فرمایا۔ "اگر تمہیں اس کام پر قدرت ہے تو اسے کر گزرو۔" حضرت محمد بن مسلمہ واپس آئے۔ تین دن تک انہوں نے کچھ نہ کھایا پیا مگر اتنا جس سے ان کے جسم و روح کا رشتہ قائم رہ سکے۔ آپ سے ان کے بارے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: "تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ سے ایک وعدہ کر لیا ہے شاید میں اسے پورا کر سکوں یا نہ۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "صرف کوشش کرنا تمہارا کام ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس ضمن میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کر لینا۔" انہوں نے ان سے مشاورت کی تو انہوں نے فرمایا: "اس کے پاس جاؤ اس سے اپنی ضروریات بیان کرو اسے کہو کہ وہ تمہیں کچھ غلہ ادھار دے دے۔"

اسے تہ تیغ کرنے پر محمد بن مسلمہ، عباد بن بشر، ابونائلہ سلکان بن سلامہ، حارث بن اوس ان کو ان کے چچا سعد بن معاذ نے بھیجا اور ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہم نے اتفاق کر لیا، یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اسے تہ تیغ کر دیں گے ہمیں ایسی باتیں کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ جن کے علاوہ ہمارے لیے کوئی چارۂ کار نہ ہو۔" آپ نے فرمایا: "تمہارے لیے جو ضروری ہو کہہ لینا۔ حلال ہے۔" حضرت ابونائلہ کعب کے پاس گئے۔ یہ اس کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اجل سیرت نگاروں نے اسی طرح لکھا ہے صحیح میں ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ اس کے پاس گئے۔ جب کعب نے انہیں دیکھا تو ان کی کیفیت کو عجیب سمجھا اور اس سے گھبرا گیا۔ انہوں نے اسے کہا: "مجھے ایک ضرورت نے آلیا ہے" کعب اپنی قوم کی محفل میں تھا۔ اس نے کہا: "میرے قریب ہو جاؤ۔ اپنی ضرورت بتاؤ کچھ وقت کے لیے ہم سے باتیں کرو۔" وہ اسے شعر سنانے لگے۔ کعب: تمہاری ضرورت کیا ہے؟ شاید تم اب جانا چاہتے ہو۔ جب اس کی قوم نے یہ بات سنی تو وہ چلے گئے۔ حضرت ابونائلہ یا حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: "اس شخص (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم کو صدقہ

دینے کے لیے کہا ہے۔ہمارے پاس تو اتنا کچھ بھی نہیں جسے ہم کھا سکیں۔اس نے ہمیں تھکا دیا ہے۔"کعب: بخدا! اسی طرح تم اس سے اکتا جاؤ گے۔"

صحیح کے علاوہ دیگر کتب میں ہے کہ حضرت ابو نائلہ نے کہا "میں تیرے پاس ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں۔میں اس کا تذکرہ تیرے پاس کرنا چاہتا ہوں۔بشرطیکہ تو اسے مخفی رکھے۔"کعب: "میں اسے پوشیدہ رکھوں گا۔"انہوں نے کہا: "اس شخص کا ہمارے پاس آنا مصائب میں سے ایک مصیبت ہے۔سارا عرب ہم سے عداوت کرنے لگا ہے۔وہ ایک کمان سے ہم پر تیر اندازی کرنے لگے ہیں۔سارے رستے منقطع ہو چکے ہیں۔اہل و عیال ضائع ہونے لگے ہیں۔نفوس تھک گئے ہیں۔ہم بھی تھک چکے ہیں اور ہمارے عیال بھی۔"کعب بن اشرف نے کہا "ابن سلامۃ! بخدا! میں تو تمہیں بتاتا تھا کہ معاملہ عنقریب اسی طرح ہو جائے گا۔لیکن تم مجھے سچ بتاؤ کہ اب ان کے معاملہ کے بارے کیا پوچھتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ان کو چھوڑنا اور ان سے پہلوتہی کرنا۔"کعب نے کہا "کیا اب وقت نہیں آیا کہ تم جان لو کہ یہ سب کچھ باطل ہے" حضرت ابو نائلہ یا محمد بن مسلمہ نے فرمایا "میرے پاس ایسے ساتھی ہیں جن کی رائے میری رائے کی طرح ہی ہے۔میرا ارادہ ہے کہ میں انہیں بھی تمہارے پاس لے آؤں۔ہم تم سے کھانا اور کھجوریں خریدیں گے۔تم ہم پر احسان کرنا ہم کوئی قابل اعتماد چیز تمہارے پاس بطور رہن رکھیں گے۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ انہوں نے کعب سے وعدہ کیا کہ وہ حارث، ابوعبس بن جبر اور عباد بن بشر (رضی اللہ عنہم) کو بھی لے کر آئیں گے۔کعب نے کہا: "ابو نائلہ! تمہاری یہ حالت میں برداشت نہیں کر سکتا۔تم سارے لوگوں سے معزز ہو۔تم میرے پاس بطور رہن کیا چیز رکھو گے؟ کیا اپنے بیٹوں کو بطور رہن میرے پاس رکھو گے؟" انہوں نے کہا: "ہمیں حیاء آتی ہے کہ اس طرح تو ہمارے بیٹوں پر عیب لگایا جائے گا۔انہیں کہا جائے گا۔"اسے ایک وسق اور اسے دو وسق کھجوروں کے عوض رہن رکھا گیا۔" کعب: "اپنی عورتیں میرے پاس بطور رہن رکھ دو۔"انہوں نے کہا: "تو ہمیں رسواء کرنا چاہتا ہے ہمارا معاملہ واضح کرنا چاہتا ہے تو سارے لوگوں سے حسین ہے۔ہم تجھ سے امن سے نہیں۔کون سی عورت تیرے حسن کی وجہ سے تجھے روک سکتی ہے۔بلکہ ہم اپنے ہتھیار اور اسلحہ بطور رہن تیرے پاس رکھیں گے۔تاکہ تو راضی ہو جائے حالانکہ تو جانتا ہے کہ آج کل ہمیں اسلحہ کی کتنی ضرورت ہے۔"کعب: "اسلحہ رکھنے میں وفاء ہے۔" حضرت ابو نائلہ نے ارادہ کیا کہ وہ اس وقت انہیں نہ روکے جب وہ اسلحہ لے کر آئیں۔"کعب نے کہا: "جب چاہو اسلحہ لے آؤ۔"

وعدہ کر کے ابو نائلہ اس کے پاس سے واپس آ گئے۔وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گئے انہیں ساری صورت حال بتائی۔انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وعدہ کا وقت گزر جانے کے بعد وہ اس کے پاس جائیں گے۔عشاء کے وقت وہ بارگاہ رسالت

مآب میں حاضر ہو گئے۔سارے حالات گوش گزار کیے۔آپ ان کے ساتھ چلے۔

ابن اسحاق، امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہمراہ بقیع الغرقد تک چلے۔ پھر انہیں الوداع کرتے وقت فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ مولا! ان کی اعانت فرما۔'' ابن سعد نے یہ الفاظ مبارک لکھے ہیں ''تم اللہ رب العزت کی برکت اور مدد کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔'' پھر آپ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے آئے۔ چاندنی رات تھی گویا کہ دن ہو۔ ربیع الاول کی چودہ تاریخ تھی۔ صحابہ کرام روانہ ہوئے۔ وہ کعب بن اشرف کے قلعہ کے پاس کھڑے ہوئے۔ صحیح میں ہے۔ ''حضرت محمد بن مسلمہ یا حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہما نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''جب کعب تمہیں دیکھ لے گا تو میں اس کے شعر پڑھوں گا میں اس کا نام لوں گا۔ جب تم دیکھ لو کہ میں نے اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا ہے تو اس کی گردن اڑا دینا۔''

حضرت ابو نائلہ نے اسے زور سے پکارا۔ کعب کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ وہ اپنے لحاف سے اچھلا۔ اس کی بیوی نے اس کے کونے پکڑ لیے۔'' اس نے کہا: ''تم ایک جنگجو انسان ہو۔ جنگجو انسان اس وقت نیچے نہیں اترتے۔'' اس نے کہا: ''مجھ سے یہ وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ میرا بھائی ابو نائلہ ہے اگر وہ مجھے سویا ہوا پاتا تو مجھے بیدار نہ کرتا۔'' اس عورت نے کہا: ''بخدا! مجھے اس آواز میں شر کی بو آ رہی ہے۔'' دوسری روایت کے مطابق اس نے کہا: ''میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون کے قطرات گر رہے ہیں۔''

کعب نے اسے کہا: ''جب کسی کریم شخص کو رات کے وقت چلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ لبیک کہتا ہے۔'' پھر وہ نیچے اترا۔ اس نے کمبل لپیٹ رکھا تھا۔ اس سے خوشبو آ رہی تھی۔ وہ ان صحابہ کرام کے پاس آیا۔ وہاں بیٹھ کر کچھ دیر گفتگو کرتے رہے۔ جب یہ بے تکلف ہو گیا تو انہوں نے کہا: ''ابن اشرف! کیا تم ہمارے ساتھ العجوز گھاٹی تک نہیں جاتے۔ ہم بقیہ رات وہیں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔'' اس نے کہا: ''جیسے تمہاری مرضی۔'' وہ چلتے ہوئے نکلے۔ وہ کچھ دیر چلے۔ حضرت ابو نائلہ نے کہا: ''ہم تم سے بڑی عمدہ خوشبو سونگھ رہے ہیں۔'' کعب نے کہا: ''ہاں! میری زوجیت میں وہ عورت ہے جو عرب کی ساری خواتین سے زیادہ عطر استعمال کرتی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے سر کی خوشبو سونگھ لوں۔'' اس نے کہا: ''ہاں!'' حضرت ابو نائلہ نے اپنا ہاتھ کعب کے سر میں داخل کیا پھر ہاتھ سونگھا اور کہا: ''میں نے آج تک اتنی عمدہ خوشبو نہیں سونگھی۔'' کعب مشک استعمال کرتا تھا۔ اس میں پانی اور عنبر ملا کر اسے اس کی کنپٹیوں پر لگایا جاتا تھا۔ اس کے بال گھنگھریالے اور خوبصورت تھے۔ حضرت ابو نائلہ کچھ دیر چلے پھر انہوں نے اسی طرح کیا۔ حتیٰ کہ وہ مطمئن ہو گیا۔ انہوں نے اس کے سر میں ہاتھ ڈالا۔ اسے مینڈھیوں سے پکڑا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: ''دشمن خدا کی گردن اڑا دو۔'' اس پر تلواریں باہم ٹکرا

گئیں۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وہ ابونائلہ کے ساتھ لپٹ گیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے فرمایا "مجھے وہ چھری یاد آگئی جو میری تلوار میں تھی۔ میں نے دیکھا کہ ہماری تلواریں کام نہیں کر رہیں۔ میں نے اسے پکڑا۔ وہ دشمن خدا پہلی ضرب پر ہی یوں چیخا کہ ہمارے اردگرد یہودیوں کے سارے قلعوں پر آگ روشن کر دی گئی۔ میں نے اس کے پیٹ کے نچلے حصہ پر رکھا اس پر زور لگایا حتیٰ کہ وہ اس کے زیر ناف سے نکل گئی۔ دشمن خدا نیچے گر پڑا۔"

ابن سعد نے لکھا ہے "ابوعبس رضی اللہ عنہ نے اس کے پہلو پر نیزہ مارا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے تلوار سے اس پر وار کیا۔ یہ تلوار حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ کے لگی۔ ان کی ٹانگ زخمی ہوگئی۔ صحابہ کرام میں سے کسی کی تلوار نے کعب کا کام تمام کر دیا۔ فراغت کے بعد انہوں نے کعب کا سر کاٹا اور چھپ کر نکل گئے۔ انہیں یہود سے اندیشہ تھا۔ وہ بنوامیہ بن زید کے رستہ پر پھر بنوقریظہ کے رستہ پر چلے۔ ان کے قلعوں پر آگ روشن تھی۔ پھر وہ بعاث کے رستہ پر چلے۔ جب حرۃ العریض تک پہنچے تو حضرت حارث پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے دیگر صحابہ کرام کو صدا دی اور کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں میرا اسلام عرض کرنا" صحابہ کرام نے انہیں اٹھالیا انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔ بقیع الغرقد پہنچ کر انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رات کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب آپ نے ان صحابہ کرام کا نعرۂ تکبیر سنا تو آپ نے بھی تکبیر کہی۔ اور آپ جان گئے کہ انہوں نے اس خبیث کا کام تمام کر دیا ہے۔ وہ دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ مسجد نبوی کے دروازہ میں کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "چہرے کامیاب ہوں۔" انہوں نے عرض کی: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے تاباں بھی کامران ہو۔" انہوں نے کعب کا سر آپ کے سامنے پھینک دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل پر رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔

انہوں نے اپنے ساتھی حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے زخم پر لعابِ دہن لگایا تو وہ فوراً مندمل ہو گیا۔ صحابہ کرام اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم جس یہودی کو پالو اسے تہ تیغ کر دو۔" یہودی ڈرنے لگے ان کا کوئی سردار بھی نظر نہ آیا۔ وہ خوفزدہ تھے کہ کہیں ان کا حشر بھی اسی طرح نہ ہو۔ جس طرح ابن اشرف کا حشر ہوا تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے: "یہودی گھبرا گئے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: "ہمارے سردار کو دھوکہ سے قتل کر دیا گیا ہے۔" آپ نے انہیں کعب کے سیاہ کارنامے بتائے کہ وہ کیسے مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو ابھارتا تھا۔ انہیں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ وہ مسلمانوں کو کس طرح اذیت دیتا تھا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس امر کی طرف دعوت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ان کے مابین صلح نامہ لکھا گیا۔ یہ صلح نامہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے پاس تھا۔

تنبیہات

1. علمائے کرام نے لکھا ہے "کعب بن اشرف کے اس واقعہ میں اس شخص کے قتل کے جواز کی دلیل ہے جو آپ ﷺ کی گستاخیاں کرے۔ آپ ﷺ کی تنقیص شان کرے یا آپ ﷺ کو اذیت دے۔ خواہ اس کے ساتھ معاہدہ ہو یا نہ ہو۔ اس واقعہ کو دھوکہ پر محمول کرنا درست نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محفل میں ایک شخص نے اسے فریب کا نام دیا تو انہوں نے اس کی گردن اڑا دی۔ دھوکہ امان کے بعد ہوتا ہے۔ یا عہد توڑنا ہوتا ہے۔ اس بدبخت نے آپ کی ہجو بیان کی۔ آپ ﷺ کو سب وشتم کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سے عہد کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا۔ کعب نے معاہدہ توڑ دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں نے اسے پناہ نہیں دی تھی۔ انہوں نے اس کے ساتھ صرف بیع اور رہن کی گفتگو کی تھی۔ حتیٰ کہ انہیں اس پر تسلط حاصل ہو گیا۔

2. صحیح مسلم میں ہے: "انما هذا محمد بن مسلمه و رضيعه و ابو نائله" قاضی عیاض نے لکھا ہے: "ہمارے شیخ قاضی شہید نے ہمیں بتایا ہے کہ صحیح میں یہ ہے کہ یوں کہا جائے: "انما هذا محمد بن مسلمه و رضيعه ابو نائله" یعنی واؤ کے بغیر جیسے کہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابو نائلہ حضرت محمد بن مسلمہ کے رضاعی بھائی تھے۔ صحیح بخاری میں ہے "و رضيعي ابو نائله" انہوں نے لکھا ہے: "میرے نزدیک یہ وجہ ہے اگر یہ صحیح ہو کہ وہ کعب کے دودھ شریک بھائی تھے۔

3. صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ نے کعب کو مخاطب کیا تھا۔ جلیل القدر اہل مغازی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت ابو نائلہ تھے۔ دمیاطی نے اسی کو ترجیح دینے کی طرف اشارہ دیا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے "ان کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ شاید ان دونوں میں سے ہر ایک نے اس کے ساتھ گفتگو کی ہو کیونکہ حضرت ابو نائلہ اس کے دودھ شریک بھی تھے۔ جبکہ حضرت محمد بن مسلمہ کعب کے بھانجے تھے۔ ابن اسحاق خراسانی نے اپنی کتاب "فوائد" میں اسی طرح لکھا ہے۔

4. صحیح میں حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ کے ہمراہ دو افراد تھے۔ ان کے علاوہ دیگر راویوں نے کہا ہے کہ ان کے ہمراہ حضرات العبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی تعداد پانچ تھی۔ یہ اس روایت سے بہتر روایت ہے جس میں تین کا تذکرہ ہے۔ ان روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ وہ ایک دفعہ تین اور دوسری دفعہ پانچ تھے۔

بارھواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ القردہ کی طرف (جمادی الآخرۃ ۳ھ)

یہ پہلا سریہ تھا جس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا گیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب غزوۂ بدر رونما ہوا تو قریش اس رستے سے خطرہ محسوس کرنے لگے جس پر چل کر وہ شام جاتے تھے۔ انہوں نے عراق کا طریقہ اختیار کیا۔ کچھ لوگ تجارت کی غرض سے نکلے۔ ان میں ابوسفیان بھی تھا۔ اس کارواں میں بہت سی چاندی تھی۔ تجارت کا اکثر حصہ اسی پر مشتمل تھا۔ صفوان بن امیہ بھی بہت سامال لے کر نکلا۔ اس کے پاس چاندی کے ٹکڑے اور برتن تھے۔ جن کا وزن تیس ہزار درہم تھا۔ ابوزمعہ نے اس کے ہمراہ تین سو مثقال سونا اور کچھ چاندی کے ٹکڑے بھیجے۔ دیگر سردارانِ قریش نے بھی اپنا اپنا سامان بھیجا۔ ابوسفیان کے ساتھ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور خویطب بن عبدالعزیٰ بھی تھے۔ انہوں نے فرات بن حیان کو بطور راہ دان اجرت پر لیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق بنو بکر بن وائل کے ساتھ تھا۔ جبکہ محمد بن عمر، ابن سعد اور ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق بنو عجل کے ساتھ تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یہ بنوسہم کا حلیف تھا۔ یہ ان تجار کو ذاتِ عرق کے رستہ سے لے کر نکلا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ان کی خبر پہنچ گئی۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک سو مجاہدین کے ہمراہ بھیجا۔ انہوں نے القردہ کے مقام پر کاروان کو جالیا۔ قوم کے سردار بچ کر نکل گئے۔ مسلمان صرف دو یا تین افراد کو گرفتار کر سکے۔ انہوں نے کارواں کا سامان بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس کا خمس نکالا۔ خمس کی مالیت بیس ہزار دراہم تھی۔ بقیہ مال اہلِ سریہ میں تقسیم کر دیا گیا۔ ان قیدیوں میں فرات بن حیان بھی تھا۔ یہ غزوۂ بدر میں بھی قیدی بنا تھا۔ پہلے یہ بھاگ نکلا تھا۔ مسلمان اس سے بڑی عداوت رکھتے تھے۔ اس کے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مابین اچھے تعلقات تھے۔ انہوں نے اسے کہا: ''کیا اب وقت نہیں آیا کہ تو اپنی کوتاہی کا ازالہ کر لے۔'' اس نے کہا: ''اگر میں اس بار آپ سے بچ کر نکل جاؤں تو ہر بار تو بچ نہیں سکتا۔'' انہوں نے فرمایا: ''اسلام قبول کر لو۔'' انہوں نے اسے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ وہ اسلام لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔

❁❁❁❁

تیرھواں باب

سریہ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ قطن کی طرف

(یکم محرم۔ہجرت کو پینتیس ماہ گزر چکے تھے)

اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قبیلہ طیئ کا ایک شخص جس کا نام ولید بن زھیر تھا۔مدینہ طیبہ آیا۔وہ اپنی بھتیجی زینب سے ملنے آیا تھا۔وہ طلیب بن عمیر کی زوجیت میں تھی۔اس نے آپ کو بتایا کہ خویلد کے دو بیٹے طلیحہ اور سلمہ کو اس نے اس حالت پر چھوڑا ہے کہ وہ اپنی قوم اور اطاعت گزاروں میں گھوم رہے تھے۔وہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے پر اکسا رہے تھے۔لیکن قیس بن حارث انہیں روک رہا تھا۔اس نے کہا تھا: ''اے میری قوم! بخدا! تمہاری یہ رائے درست نہیں ہمیں مسلمانوں کی طرف سے کسی نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔نہ ہی انہوں نے کسی جگہ لوٹ مار کے لیے حملہ کیا ہے۔ہمارا گھر یثرب سے بہت دور ہے۔ہمارا لشکر قریش کے لشکر کی طرح ہے۔قریش طویل مدت تک عرب کے باشندوں سے نصرت طلب کرتے رہے۔وہ تو مسلمانوں سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔پھر وہ روانہ ہوئے۔اونٹ ہانکے گھوڑے لے گئے اسلحہ اٹھایا۔ان کی تعداد کثیر تھی۔صرف جنگجو تین ہزار تھے۔تمہاری کوشش کی انتہاء یہ ہے کہ اگر تمہاری تعداد پوری بھی ہوئی تو تم تین سو افراد لے کر نکلو گے۔تم خود کو بھگا کر لے جاؤ گے۔اپنے شہروں سے نکلو گے۔میں اس امر سے امن سے نہیں کہ تمہیں شکست کا سامنا کرنا پڑے۔'' مگر قوم نے اس کی بات نہ مانی۔''

جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ان سے فرمایا: ''اس سریہ کو لے کر نکلو میں نے تمہیں اس پر امیر بنایا ہے۔'' آپ نے ان کے لیے پرچم باندھا اور فرمایا'' روانہ ہو جاؤ۔بنو اسد کی زمین تک پہنچو۔ان پر حملہ کر دو اس سے پہلے کہ وہ فوج جمع کر کے تم پر لشکر کشی کریں۔'' آپ نے انہیں تقویٰ اور مسلمان ہم سفروں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے کی وصیت کی۔اس سریہ میں ۱۵۰ صحابہ کرام شامل تھے۔طائی شخص بطور راہ دان ساتھ تھا۔وہ تیز رفتاری سے چلا وہ عام رستے سے ہٹ کر چلا۔وہ شب و روز عازم سفر رہا۔دشمن تک روانگی کی خبر پہنچ چکی تھی۔وہ چشمہ ذی قطن کی طرف چلے گئے۔یہ بنو اسد کا چشمہ تھا۔اس پر ان کا لشکر جمع تھا۔انہوں نے ان کی چراگاہ پر حملہ کیا۔ان کے تین چرواہے پکڑ لیے بقیہ بچ گئے۔سارے مویشیوں پر قبضہ کر لیا۔ان کے چرواہے ان تک پہنچے۔انہیں اسلامی فوج کی خبر دی۔انہیں حضرت ابوسلمہ کے لشکر

سے ڈرایا۔ ان کا لشکر بکھر گیا۔ حضرت ابوسلمہ چشمہ پر اترے۔ انہوں نے دیکھا کہ دشمن کی فوج بکھر چکی تھی۔ انہوں نے بھیڑوں اور بکریوں کی جستجو میں ساتھیوں کو بھیج دیا۔ انہیں تین حصوں میں منقسم کیا۔ ایک حصہ ان کے ساتھ ٹھہر گیا دوسرے دونوں گروہوں نے مختلف مقامات پر حملے کیے۔ انہوں نے انہیں وصیت کی کہ وہ جستجو میں بھرپور کوشش کریں اور رات کے وقت ان کے پاس واپس آجائیں۔ وہ جدا جدا نہ ہوں۔ انہوں نے ہر گروہ پر اپنا عامل مقرر کیا۔ سارے مجاہدین صحیح و سالم ان کے پاس آگئے۔ انہیں اونٹ اور بکریاں ملی تھیں۔ لیکن وہ کسی سے جنگ آزما نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوسلمہ ساری اشیاء لے کر نیچے اتر آئے۔ وہ مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ان کے ہمراہ طائی بھی تھا۔ جب وہ ایک رات کا سفر طے کر چکے تو حضرت ابوسلمہ نے مالِ غنیمت تقسیم کر دیا۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے لیے ایک غلام نکالا۔ خمس علیحدہ کیا۔ طائی کو مالِ غنیمت دے کر خوش کیا۔ بقیہ مالِ غنیمت صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا۔ ہر صحابی کو سات بکریاں ملیں۔ وہ مدینہ طیبہ آگئے۔ جنگ کی نوبت نہ آئی۔ ابوعمر اور ابوعبیدہ نے رقم کیا ہے کہ مسعود بن عروۃ اسی سریہ میں قتل ہوا تھا۔

❁❁❁❁

چودھواں باب

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی مہم

امام ابوداؤد نے حسن سند سے، امام بیہقی، ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ پیر کے روز عازم ہوئے۔ ماہ محرم کے پانچ روز گزر چکے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت فرما ہوئے ۳۵ ماہ گزر چکے تھے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ سفیان بن خالد بن نبیع الھذلی اور اس کے پیروکار عرفہ میں جمع ہو رہے تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لشکر کشی کرنا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ بہت سے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: "حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا۔" فرمایا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ سفیان بن خالد نے میرے لیے لوگوں کو جمع کر رکھا ہے۔ وہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ نخلہ یا عرفہ کے مقام پر ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور اسے قتل کر دو۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کا حلیہ بیان کریں تاکہ میں اسے پہچان لوں۔" آپ نے فرمایا: "تمہارے اور اس کے مابین علامت یہ ہے کہ جب تم اسے دیکھو گے تو تم مرعوب ہو جاؤ گے تم اس سے ڈر جاؤ گے۔ تم پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ تم شیطان کو یاد کرو گے۔" حضرت عبداللہ نے فرمایا: "میں مردوں سے ڈرتا نہیں تھا۔ میں عرض کناں ہوا۔ "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔" آپ نے فرمایا: "تمہارے اور اس کے مابین علامت یہ ہے کہ اسے دیکھ کر تم پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔" میں نے آپ سے خلافِ واقع گفتگو کرنے کی اجازت مانگ لی۔ آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرما دی۔ آپ نے فرمایا: "خود کو بنوخزاعہ کی طرف منسوب کر لینا۔" میں نے تلوار لی۔ میں نے کچھ اور نہ لیا۔ میں عازم سفر ہوا۔ میں خود کو خزاعہ کی طرف منسوب کر رہا تھا۔ میں عرفہ کی وادی میں پہنچا تو میں سفیان سے ملا اس کے پیچھے پیچھے احابیش تھے۔ میں اسے دیکھ کر ڈر گیا۔ میں نے اس وصف سے اسے پہچان لیا جو آپ نے میرے لیے بیان کیا تھا۔ میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ کہا ہے۔" عصر کے وقت میں نے اسے دیکھا۔ میں نے چلتے چلتے عصر کی نماز پڑھی۔ میں اپنے سر سے اشارہ کر رہا تھا۔ میں اس کے قریب ہوا تو اس نے پوچھا: "کون ہو؟" میں نے کہا: "میرا تعلق بنوخزاعہ کے ساتھ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کیا ہے۔ میں اس لیے آیا ہوں تاکہ تمہاری مدد کر سکوں۔" اس نے کہا: "ہاں! میں ان کے لیے لشکر جمع کر رہا ہوں؟" میں اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ میں اس سے باتیں

کرنے لگا۔ اسے میری باتیں شیریں لگیں۔ میں نے اسے کہا: ''تعجب ہے محمد عربی ﷺ نے نیا دین ایجاد کرلیا ہے وہ اپنے آباء سے جدا ہوگئے ہیں اور ان کی عقلوں کو احمق کہا ہے۔'' سفیان نے کہا: ''وہ ابھی تک کسی ایسے شخص سے نہیں ملے جو مجھ جیسا ہو۔ جو اچھی طرح جنگ کرسکتا ہو۔'' وہ اپنے عصا پر ٹیک لگائے تھا۔ وہ زمین کرید رہا تھا۔ وہ اپنے خیمہ تک پہنچا اس کے ساتھی قریبی منازل کی طرف بکھر گئے۔ وہ اس کے اردگرد چکر لگا رہے تھے۔ اس نے مجھے کہا: ''خزاعہ کے بھائی! میرے قریب آجاؤ۔'' میں اس کے قریب ہوا۔ اس نے کہا: ''بیٹھ جاؤ۔'' میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جب لوگ پرسکون ہوگئے تو میں نے غفلت میں اس کا کام کردیا۔

اکثر روایات میں ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا: ''میں سفیان کے ساتھ چلا۔ جب میرے لیے ممکن ہوا۔ میں نے تلوار کے ساتھ اس پر حملہ کردیا۔ اسے قتل کردیا، اس کا سر لیا اور چل کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ میں غار میں داخل ہوگیا۔ گھڑ سوار اور پیادہ میری تلاش میں آگئے۔ وہ ہر جگہ مجھے تیزی سے تلاش کر رہے تھے۔ میں غار میں چھپ گیا تھا۔ غار کے دہانے پر مکڑے نے جالا تن دیا تھا۔

ایک شخص آیا۔ اس کے پاس مشکیزہ اور جوتے تھے۔ میں خوفزدہ ہوگیا۔ اس نے اپنا مشکیزہ اور جوتے رکھے اور غار کے دہانہ کے قریب پیشاب کرنے لگا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا ''غار میں کوئی نہیں۔'' وہ واپس چلے گئے۔ میں مشکیزہ کے پاس آیا۔ میں نے اس میں سے پانی لیا۔ اس کے جوتے پہنے۔ میں رات کو چلتا تھا۔ دن کو چھپ جاتا تھا۔ حتیٰ کہ میں مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا۔ حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا ''چہرہ سرخ رو ہو۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا رخ زیبا بھی کامیاب ہو۔'' میں نے سفیان کا سر آپ کے سامنے پھینک دیا اور اپنی داستان سنا دی۔ آپ نے مجھے عصا عطا فرمایا اور فرمایا: ''اس کے ساتھ ٹیک لگاتے لگاتے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ جنت میں عصا پر ٹیک لگا کر داخل ہونے والے کم ہی ہوں گی۔'' یہ عصا حضرت عبداللہ کے پاس ہی رہا۔ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے اہل خانہ کو وصیت کی کہ وہ یہ عصا ان کے کفن کے اندر رکھ دینا۔'' انہوں نے اسی طرح کیا۔

ابن عقبہ نے لکھا ہے ''گمان کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے آنے سے قبل ہی صحابہ کرام کو سفیان بن خالد کے قتل کے بارے بتادیا تھا۔

پندرھواں باب

سریۃ الرجیع

یہ واقعہ تین ہجری ماہِ صفر میں پیش آیا تھا۔اس کے سبب اور مجاہدین کی تعداد میں اختلاف ہے۔حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے دس جاسوس مکہ مکرمہ کی طرف بھیجے تا کہ وہ قریش کے بارے معلومات لے آئیں۔

(صحیح،ابن عقبہ،بیہقی)

ابن سعد نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ ان کی تعداد دس تھی۔انہوں نے درج ذیل سات صحابہ کرام کے نام بھی لکھے ہیں:

1. حضرت عاصم بن ثابت
2. حضرت مرثد بن ابی مرثد
3. حضرت عبداللہ بن طارق
4. حضرت خبیب بن عدی
5. حضرت زید بن دثنہ
6. حضرت خالد بن بکیر
7. حضرت معتب بن عبید رضی اللہ عنہم۔

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ محمد بن عمر نے کیا ہے پھر لکھا ہے:''ایک قول یہ ہے کہ ان کی تعداد دس تھی۔'' ظاہر ہے کہ یہ تین حضرات بھی ان میں شامل تھے۔ان کا نام ذکر کرنے سے صرف ان کا اختصاص حاصل نہیں ہوتا۔ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ان حضرات قدسیہ کی تعداد چھ تھی۔انہوں نے مذکورہ بالا صحابہ کرام میں سے حضرت معتب رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

ابن عقبہ،ابن اسحاق،ابن عمر اور ابن سعد وغیرہم نے اسی طرح لکھا ہے۔محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے۔انہوں نے کہا:''سفیان بن خالد کے قتل کے بعد بنو لحیان عضل اور قارہ کے پاس گئے۔انہوں نے ان کے لیے اونٹ مقرر کیے۔بشرطیکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں۔آپ سے گفتگو کریں وہ اپنے کچھ صحابہ کرام کو ان کے پاس بھیج دیں جو انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔انہوں نے کہا:''ان میں سے ہم جنہیں چاہیں گے قتل کریں گے اور بعض کو مکہ مکرمہ لے جائیں گے۔ان کے عوض قیمت لیں گے۔اہل مکہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ امر یہ ہے کہ ان کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی

صحابی کو لے جایا جائے تا کہ وہ اس کا مثلہ کریں اور اسے مقتولین بدر کے عوض قتل کریں۔ عضل اور قارہ میں سے سات افراد حاضر ہوئے۔ وہ اسلام کا اقرار کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم میں اسلام پھیل رہا ہے۔ آپ اپنے چند صحابہ کرام ہمارے ہمراہ بھیجیں جو ہمیں قرآن پاک کی تعلیم دیں۔ ہمیں اسلام کے مسائل سمجھائیں۔" آپ نے ان کے ساتھ سات صحابہ کرام بھیجے۔ حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ دوسری روایت کے مطابق امیر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ میرے نزدیک دوسرا موقف صحیح ہے۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرۃ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ جب وہ "الھدّۃ" (یا الھدأۃ) کے مقام تک پہنچے یہ جگہ عسفان اور مکہ مکرمہ کے مابین ہے۔ تو ان لوگوں نے اپنے ایک سو تیر اندازوں کو بآواز بلند پکارا۔ صحیح کی روایت کے مطابق دو سو تیر اندازوں کو پکارا۔ ان دونوں روایات کو جمع کرنا واضح ہے کہ دوسرا سو تیر انداز نہ تھے۔ ابو معشر نے مغازی میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام وقتِ سحر رجیع کے مقام پر اترے۔ انہوں نے عجوہ کھجوریں کھائیں۔ گٹھلیاں زمین پر گریں وہ رات کے وقت چلتے تھے دن کے وقت چھپ جاتے تھے۔ بنو ھذیل کی ایک عورت بکریاں چرانے کے لیے وہاں پہنچی۔ اس نے گٹھلیاں دیکھیں۔ ان کے چھوٹے پن کی وجہ سے وہ تعجب میں پڑ گئی۔ اس نے کہا: "یہ یثرب کی کھجوریں ہیں۔" وہ بلند آواز سے چلائیں "تم پر حملہ ہو چکا ہے۔" لوگ صحابہ کرام کے نشانات کے پیچھے پیچھے چلے۔ وہ ایک جگہ اترے انہوں نے کھجور کی گٹھلیاں دیکھ لیں۔ جنہیں وہ مدینہ طیبہ سے بطور زادِ راہ لے کر آئے تھے۔ وہ لوگ صحابہ کرام کی تلاش میں نکلے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس آرام فرما تھے۔ انہوں نے اچانک ایسے مرد دیکھے جن کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ وہ ان پر چھا چکے تھے۔ جب حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا تو وہ فدفد (یا قردد) کے پاس گئے۔

مگر مشرکین نے ان کا گھیراؤ کر لیا۔ انہوں نے کہا: "ہم تمہارے ساتھ عہد اور وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم نیچے اتر آئے تو تم میں سے کسی شخص کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ بخدا! ہم تمہیں قتل کرنے کا ارادہ نہیں کرتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں اہلِ مکہ کے حوالے کریں اور تمہارے عوض ان سے رقم بٹوریں۔" حضرت عاصم نے فرمایا: "بخدا! میں کسی کافر کے وعدہ پر نہ اتروں گا۔ مولا! آج میں تیرے دین کی حفاظت کرتا ہوں۔ تو میرے جسم کی حفاظت کرنا۔ مولا! ہمارے بارے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کر دے۔"

ابن سعد اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمالی۔ اسی روز اس نے ان کے بارے اور ان کے ساتھیوں کے بارے آپ کو آگاہ کر دیا۔ صحابہ کرام نے دشمن کے ساتھ مقابلہ کیا۔ دشمن نے ان پر تیر اندازی کی حتیٰ کہ حضرت عاصم اور ان کے سات ساتھی (رضی اللہ عنہم) شہید ہو گئے۔ حضرات خبیب، زید، عبد اللہ بن طارق رضی اللہ عنہم باقی بچ گئے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے۔ "جب حضرت عاصم شہید ہو گئے۔ تو بنو ھذیل نے ان کا سر اقدس کاٹنے کی کوشش کی۔ تا کہ اسے سلافۃ بنت سعد کے ہاں فروخت کر دیں۔ جب اس کے دو بیٹے مسافع اور جلاس قتل ہو گئے تو اس نے نذر مانی تھی کہ اگر اسے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر مل گیا تو وہ ان کے سر کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی اور اسے لانے والے کو ایک سو اونٹ بطور انعام دے گی۔ کیونکہ اس کے بیٹوں کو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا تھا۔ مگر شہد کی مکھیوں نے انہیں سر کاٹنے سے روک دیا۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ "قریش نے کچھ افرد حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش کی طرف بھیجے تا کہ وہ ان کے جسم کا کچھ حصہ لے کر آئیں جس سے ان کی پہچان ہو جائے کیونکہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے ان کے ایک عظیم سردار کو جہنم واصل کیا تھا۔"

الحافظ لکھتے ہیں "شاید وہ مقتول عقبہ بن ابی معیط تھا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عاصمؓ نے اسے قید ہونے کے بعد تہ تیغ کیا تھا۔ جب کہ آپ بدر سے واپس آرہے تھے۔ شاید قریش کو علم نہ تھا کہ بنو ھذیل کے ساتھ کیا ہوا تھا شہد کی مکھیوں نے انہیں کس طرح سر کاٹنے سے روک دیا تھا۔ انہوں نے ایک شخص کو ان کے اعضاء کاٹنے کے لیے بھیجا۔ انہیں امید تھی کہ شاید اب مکھیاں انہیں چھوڑ کر چلی گئیں ہوں اور وہ ان کا کوئی عضو حاصل کرنے پر قادر ہو سکیں۔

رب تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو بھیج دیا وہ چھتری کی مانند تھی۔ جو ان کے چہرے پر اڑ رہی تھیں۔ انہوں نے قریش کے افراد کو روک دیا۔ انہیں کاٹا۔ وہ ان کا کوئی عضو بھی نہ کاٹ سکے۔ انہوں نے کہا" انہیں شام تک اسی طرح چھوڑ دو۔ شام کے وقت مکھیاں چلی جائیں گی اور ہم ان کا سر کاٹ لیں گے۔ رب تعالیٰ نے رات کے وقت سیلاب بھیج دیا۔ وہ ان کی لاش مبارک کو اٹھا کر لے گیا۔ حضرت عاصم نے رب تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کسی مشرک کو نہ چھوئیں گے اور کوئی مشرک انہیں نہ چھوئے گا۔ رب تعالیٰ نے ان کی قسم کو پورا کر دیا۔ انہوں نے نہ انہیں دیکھا نہ ہی ان کی کسی چیز تک پہنچ سکے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی وفات کے بعد اسی طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح اس کی زندگی میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

حضرات خبیب، زید اور عبداللہ رضی اللہ عنہم پہاڑ پر چڑھ گئے۔ مشرکین ان پر قادر نہ ہو سکے۔ حتیٰ کہ انہوں نے عہد اور وعدے دیے۔ یہ صحابہ کرام ان کے پاس آئے۔ جب یہ ان کے پاس پہنچے تو وہ انہیں رسیوں سے جکڑنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن طارق نے کہا: "یہ تمہارا پہلا دھوکہ ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا۔ ان شہداء میں میرے لیے نمونہ ہے۔" انہوں نے انہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے بہت کھینچا۔ بہت گھسیٹا۔ مگر وہ ان کے ساتھ نہ گئے۔ انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں "حضرت عبداللہ، حضرت زید اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہم نرم ہو گئے۔ انہوں نے خود کو مشرکین کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے انہیں رسیوں سے جکڑ لیا۔ پھر انہیں مکہ مکرمہ لے گئے تاکہ انہیں وہاں فروخت کر دیں۔ جب وہ

الظہران پہنچے تو حضرت عبد اللہ نے اپنا ہاتھ رسی سے نکال لیا تلوار لی۔مشرکین ان سے دور چلے گئے۔انہوں نے انہیں پتھر مار مار کر شہید کر دیا۔ان کی قبر انور الظہران میں ہے۔وہ حضرت زید اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہما کو لے کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔انہیں وہاں فروخت کر دیا۔زہیر نے انہیں خرید لیا۔

ابن ہشام نے لکھا ہے"انہیں ھذیل کے ان دو قیدیوں کے عوض فروخت کیا گیا جو مکہ مکرمہ میں تھے۔ابن عمر نے لکھا ہے:"حضرت زید کو ایک مثقال سونے کے عوض فروخت کیا گیا۔یا پچاس اونٹنیوں کے عوض۔دوسرے صحابی کو بھی پچاس اونٹنیوں کے عوض فروخت کیا گیا۔ایک قول یہ ہے کہ اس سودے میں قریش کے متفرق لوگ جمع تھے۔وہ انہیں ذوالقعدہ میں لے گئے تھے۔مشرکین نے انہیں قید کر دیا تا کہ اشہر حرم گزر جائیں۔

حضرت زید بن دثنہ کی شہادت

ابن اسحاق اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا۔تا کہ انہیں اپنے باپ کے عوض شہید کر سکے۔انہیں بنو جمح یا اپنے غلام نسطاس کے ہاں محبوس کر دیا۔جب شہر حرم گزر گیا تو صفوان نے انہیں اپنے غلام کے ساتھ تنعیم بھیج دیا۔انہیں شہید کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گیا۔قریش کا ایک گروہ وہاں جمع تھا۔ان میں ابوسفیان بھی تھا۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے آگے کیا گیا تو ابوسفیان نے کہا:"زید! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس جگہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے۔ہم ان کی گردن اڑا رہے ہوتے اور تم اپنے اہل خانہ میں ہوتے۔" انہوں نے جواب دیا:"بخدا! میں تو یہ بھی پسند کرتا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ رونق افروز ہوں وہ جہاں جلوہ افروز ہیں اور انہیں کانٹا بھی چبھے جو انہیں تکلیف دے اور میں اپنے اہل خانہ میں ہوں۔"ابوسفیان نے کہا:"میں نے کسی کو کسی سے اس طرح پیار کرتے نہیں دیکھا۔جس طرح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں۔" پھر غلام نسطاس نے انہیں شہید کر دیا۔ابن عقبہ نے لکھا ہے"حضرت زید اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہما کو ایک روز ہی شہید کیا گیا۔جس روز انہیں شہید کیا گیا آپ کو سنا گیا آپ نے یوں فرمایا:"علیکما السلام"

حضرت خبیب کی شہادت

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو حارث نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خریدا۔ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ انہیں مختلف مشرکین مثلاً ابواہاب بن عزیز،عکرمہ بن ابی جہل،اخنس بن شریق،عبیدۃ بن حکیم،امیہ بن ابی عتبہ،صفوان بن امیہ اور بنو حضرمی نے خریدا۔یہ ان سرداروں کے بیٹے تھے جو غزوہ بدر میں کام آئے تھے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حجیر بن ابی اہاب نے خریدا تھا۔ یہ بنو نوفل کا حلیف تھا۔ یہ حارث بن عامر کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے "یہ اس کا بھانجا تھا، بھتیجا نہیں تھا۔ یعنی عقبہ بن حارث بن عامر تا کہ وہ انہیں اپنے باپ حارث کے بدلے میں شہید کر دے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کو قتل کیا تھا۔ حضرت خبیب ایک عورت کے گھر محبوس تھے۔ جسے ماویہ کہا جاتا تھا یہ حجیر بن ابی اہاب کی لونڈی تھی۔ مشرکین مکہ نے ان کے ساتھ برا سلوک کیا۔ انہوں نے مشرکین سے کہا کریم قوم اپنے قیدی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتی۔ بعد میں وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگے۔ ابن سعد نے موہب، حارث کے غلام سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے حضرت خبیب کو ان کے پاس رکھا گویا یہ ماویہ کا خاوند تھا۔ ان دونوں نے حضرت خبیب سے کہا "کیا تمہیں کسی امر کی ضرورت ہے؟" انہوں نے فرمایا: "ہاں! مجھے میٹھا پانی پلانا مجھے ان جانوروں کا گوشت نہ کھلانا جنہیں بتوں پر ذبح کیا گیا ہو اور مشرکین مکہ جب مجھے قتل کرنے لگیں تو مجھے بتا دینا۔"

امام بخاری نے حارث کی ایک بیٹی سے روایت کیا ہے۔ اس کا نام زینب تھا۔ اس نے کہا: "میں نے ایسا قیدی آج تک نہیں دیکھا جو خبیب سے بہتر ہو۔ میں نے انہیں دیکھا وہ انگور کا گچھا کھا رہے تھے۔ حالانکہ مکہ مکرمہ میں یہ پھل نہ تھا۔ وہ لوہے کی زنجیروں میں باندھے گئے تھے۔ یہ وہ رزق تھا جسے رب تعالیٰ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو عطا کیا تھا۔" ماویہ کہتی تھیں "میں نے انہیں دروازہ کے شگاف میں سے دیکھا وہ لوہے کی زنجیروں میں تھے ان کے ہاتھ میں انگور کا اتنا بڑا گچھا تھا جتنا انسان کا سر ہو۔ وہ اس سے تناول فرما رہے تھے۔ اس وقت روئے زمین پر انگوروں کا موسم نہ تھا۔"

ابن عمر نے لکھا ہے "حضرت خبیب رضی اللہ عنہ تہجد کے وقت قرآن پاک پڑھتے تھے۔ خواتین مکہ قرآن پاک سنتی تھیں۔ وہ روتی تھیں اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے لیے نرمی کا اظہار کرتی تھیں۔" جب حرمت والے مہینے گزر گئے۔ مشرکین مکہ نے ان کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ ماویہ نے کہا "میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور انہیں بتایا۔ مجھے اس کی پرواہ نہ تھی۔" انہوں نے کہا: "مجھے استرا دو تا کہ میں اس کے ساتھ زیر ناف بال صاف کر لوں۔" "میں نے ابوحسین بن حارث کو استرا دے کر بھیجا۔" "یہ اس کی کفالت میں تھا۔ اس کا بیٹا نہ تھا۔ جب وہ بچہ چلا گیا تو میں نے کہا: "بخدا! یہ شخص اپنا انتقام لے لے گا۔ مجھ سے کون سی لغزش سرزد ہو گئی ہے۔ میں نے استرا دے کر بچے کو بھیج دیا ہے۔ وہ اسے قتل کر دے گا اور کہے گا" آدمی کے عوض آدمی" جب اس نے انہیں استرا پکڑا دیا اور کہا "کیا تمہاری ماں کو اس وقت میرے دھوکہ سے خوف محسوس نہ ہوا جب اس نے یہ استرا دے کر تجھے میرے پاس بھیجا۔" پھر انہوں نے اس کا رستہ چھوڑ دیا۔ میں نے کہا: "خبیب! میں نے اللہ تعالیٰ کی امانت کے ساتھ تمہیں امین بنایا ہے۔"

حضرت خبیب نے فرمایا: "میں اسے قتل نہیں کر سکتا تھا ہمارے دین میں دھوکہ دہی حلال نہیں ہے۔" صحیح میں

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضرت خبیب ان کے ہاں بطور اسیر رہے۔جب انہوں نے انہیں قتل کرنے پر اتفاق کرلیا تو انہوں نے حارث کی کسی بیٹی سے استرا مانگا تا کہ زیر ناف بال صاف کریں۔اس نے انہیں استرا دے دیا۔اس عورت نے کہا''میں اپنے بچے سے غافل ہوگئی۔وہ بچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔انہوں نے اسے پکڑا اور اسے اپنی ران پر بٹھالیا۔جب میں نے اس بچے کو دیکھا تو سخت گھبرا گئی۔انہوں نے میری گھبراہٹ ملاحظہ کی۔ان کے ہاتھوں میں استرا تھا۔انہوں نے مجھے کہا''کیا تو ڈر رہی ہے کہ میں اسے قتل کردوں گا۔میں اس طرح نہیں کروں گا ان شاء اللہ!''

الحافظ لکھتے ہیں:ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے استرا طلب فرمایا۔ان میں سے کسی ایک نے ان کا استرا پہنچایا۔جس عورت کا بچہ چل کر ان کے پاس گیا تھا اور انہوں نے اسے اپنی ران پر بٹھایا تھا۔یہ اس کے علاوہ تھا جس نے انہیں استرا پیش کیا تھا۔

مشرکین مکہ نے انہیں زنجیروں سے نکالا۔انہیں تنعیم لے گئے۔ان کے ہمراہ عورتیں،بچے،غلام اور اہلِ مکہ میں سے ایک گروہ بھی تھا۔کوئی بھی پیچھے نہ رہا جس کسی کا کوئی رشتہ دار قتل ہوا تھا۔وہ حضرت خبیب کے قتل کو دیکھ کر اپنے مقتول سے پیاس بجھانا چاہتا تھا۔جس کا کوئی قتل نہیں ہوا تھا۔وہ اسلام اور اہلِ اسلام کے مخالف تھا۔جب وہ تنعیم پہنچے انہوں نے ایک طویل لکڑی کے لیے گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔اس کے لیے گڑھا کھودا دیا گیا۔جب حضرت خبیب کو لے کر وہاں پہنچے تو انہوں نے ان سے فرمایا:''کیا تم مجھے دو رکعتیں پڑھنے کی مہلت دیتے ہو؟''مشرکین نے کہا:''ہاں!انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں ان میں اختصار سے کام لیا۔پھر مشرکین کی طرف توجہ کی اور کہا:''بخدا!اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ میں نے قتل کے خوف سے نماز لمبی کردی ہے تو اپنی نماز کو ضرور طویل کرتا۔''

ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے مسجد تنعیم کی جگہ دو رکعتیں پڑھیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعتیں پڑھنے کی سنت قائم کی۔''پھر حضرت خبیب نے دعا مانگی:''مولا!ان کو شمار کرلے۔انہیں اپنے اہلِ خانہ سے دور موت کے گھاٹ اتار۔مولا!ان میں سے کسی ایک کو نہ چھوڑ۔''حضرت امیر معاویہ نے کہا:''میں ابوسفیان کے ساتھ وہاں موجود تھا۔میں نے دیکھا کہ حضرت خبیب نے دعا مانگی تو ابوسفیان مجھے اس کے خوف سے نیچے زمین پر لٹا رہے تھے۔لوگ کہتے تھے''جب کسی شخص کے لیے بددعا کی جائے وہ اپنے پہلو کے بل لیٹ جائے تو بددعا اس سے زائل ہوجاتی ہے۔''

خویطب بن عبدالعزی نے کہا:''میں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈال لیں۔میں اس خوف سے بھاگتا ہوا چلا گیا کہ کہیں خبیب کی بددعا نہ سن لوں۔''

جب حضرت خبیب نے دو رکعتیں پڑھ لیں تو مشرکین نے ان کا رخ زیبا مدینہ طیبہ کی طرف کردیا۔انہیں زنجیروں

سے باندھا اور کہا "اسلام کو چھوڑ دو ہم تمہیں آزاد کر دیتے ہیں۔" انہوں نے کہا "بخدا! اگر مجھے وہ سب کچھ دیا جائے جو زمین پر ہے تو میں پھر بھی اسلام سے نہ لوٹوں گا۔"

مشرکین نے کہا: "کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد عربی ﷺ ہوں اور تم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے ہو؟" انہوں نے کہا: "نہیں! بخدا! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے اہلِ خانہ میں ہوں اور محمد عربی ﷺ کو کانٹا بھی چبھے۔" مشرکین نے کہا: "خبیب واپس لوٹ چلو۔" انہوں نے فرمایا: "میں کبھی بھی اسلام سے برگشتہ نہیں ہو سکتا۔" انہوں نے کہا: "لات و عزیٰ کی قسم! اگر تم نے اس طرح نہ کیا تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔" انہوں نے فرمایا: "راہِ خدا میں میری جان کا نذرانہ بہت کم ہے۔" پھر کہا: "مولا! مجھے دشمنوں کے چہرے ہی نظر آ رہے ہیں۔ یہاں کوئی بھی نہیں جو میری طرف سے تیرے رسولِ مکرم ﷺ کو سلام دے تو ہی میری طرف سے آپ کو سلام پہنچا دے۔" جب انہیں صلیب پر لے جایا گیا تو وہ دعا میں مشغول ہو گئے۔ ابن عمر نے حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ آپ پر وہی کیفیت طاری ہو گئی جو نزولِ وحی کے وقت طاری ہوتی تھی۔ ہم نے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ یہ جبرائیل امین ہیں جو مجھے خبیب کی طرف سے سلام پہنچا رہے ہیں۔"

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل امین بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو حضرت خبیب کے بارے بتایا اور آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو آگاہ کر دیا۔ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ اس روز آپ ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وعليك السلام حضرت خبیب کو قریش نے شہید کر دیا ہے۔"

پھر مشرکین نے ان چالیس لڑکوں کو بلایا جن کے باپ غزوۂ بدر میں حالت کفر میں مرے تھے۔ ہر لڑکے کو ایک نیزہ دیا اور کہا: "اس نے تمہارے باپوں کو مارا تھا۔" انہوں نے انہیں اپنے نیزے مارے۔ حضرت خبیب صلیب پر تڑپے اور ان کا چہرہ خانہ کعبہ کی طرف ہو گیا۔ انہوں نے کہا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرا چہرہ اس قبلہ کی طرف کر دیا جس پر وہ راضی ہے۔" پھر مشرکین نے انہیں شہید کر دیا۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "پھر ابو سروعۃ اٹھ کر ان کے پاس گیا۔ اہلِ نسب نے لکھا ہے کہ ابو سروعۃ عقبہ بن حارث کا بھائی تھا۔ بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابو عمر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ ابو میسرۃ بن عبد اس نے عقبہ کے ساتھ مل کر حضرت خبیب کو شہید کر دیا۔ درحقیقت یہ ابو میسرۃ تھا۔ ابن اسحاق نے عقبہ بن حارث سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: "میں کمزور تھا کہ حضرت خبیب کو شہید کرتا۔ ابو میسرہ عبدری نے نیزہ پکڑا اسے میرے ہاتھ میں تھمایا۔ پھر میرا ہاتھ اور نیزہ پکڑا اور حضرت خبیب کو دے مارا جس سے وہ شہادت کا جام نوش کر گئے۔

ابن اسحاق اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے مشرکین کا یہ سنگدلانہ سلوک دیکھا تو انہوں نے یہ اشعار کہے:

لقد جمّع الاحزاب حولی والبوّا قبائلھم واستجمعوا کل مجمع

ترجمہ: "کفار کے گروہ میرے ارد گرد جمع ہیں۔ انہوں نے اپنے قبائل کو جمع ہونے کی دعوت دی ہے۔ وہ سارے یہاں جمع ہو گئے ہیں۔"

و کلھم مبدی العداوۃ جاھد علیّ لانی فی وثاقٍ مضیّع

ترجمہ: "وہ سارے عداوت کا اظہار کرنے والے ہیں اور میرے خلاف بھرپور کوشش کرنے والے ہیں۔ کیونکہ میں رسی کے ساتھ باندھا گیا ہوں۔"

و قد جمعوا ابناء ھم و نساء ھم و قربت من جذعٍ طویل ممنّع

ترجمہ: "انہوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی جمع کر لیا ہے اور پھانسی دینے کے لیے مجھے صلیب کے مضبوط تنے کے قریب کھڑا کر دیا ہے۔"

و قد خیرونی الکفر والموت دونہ و قد ھملت عینایَ من غیر مجزع

ترجمہ: "انہوں نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں کفر اختیار کر لوں حالانکہ اس کے پرے موت ہے۔ میری آنکھیں گریہ بار ہیں۔ مگر یہ گھبراہٹ کے آنسو نہیں ہیں۔"

وما بی حذار الموت انی لمیّت و لکن حذاری حرّ نار تلفّع

ترجمہ: "مجھے موت کا کیا خوف ہے۔ میں تو شہید ہونے والا ہوں اگر مجھے خوف ہے تو جہنم کی اس آگ کا ہے جس کے شعلے لپیٹ میں لینے والے ہیں۔"

الی اللہ اشکو غربتی و کربتی وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی

ترجمہ: "میں اپنی غربت اور مصیبت کا شکوہ درگاہِ ایزدی میں کرتا ہوں۔ نیز اس رویہ کا بھی شکوہ کرتا ہوں جو میری لاش کے گرتے وقت گروہ میرے ساتھ کریں گے۔"

فذا العرش صبّر علی ما یرادبی فقد بضعوا لحمی و قد یاس مطمعی

ترجمہ: "اے عرش معلی کے مالک ا جن مصائب کا مجھ سے ارادہ کیا جا رہا ہے مجھے اس پر صبر عطا کر۔ انہوں نے میرے جسم کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور میری امید یاس ہو چکی ہے۔"

و ذالك فی ذات الالہ و ان یشاء یبارك علی اوصال شلو ممزّع

ترجمہ: "یہ رب تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے اعضائے بریدہ پر وہ اپنا فضل و

کرم نازل کردے۔"

لعمرك ما آسى اذا مت مسلما   على اىّ جنب كان فى الله مصرعى

ترجمہ: "بخدا! مجھے اور کوئی خوف نہیں جبکہ میں حالتِ اسلام میں مروں کہ راہِ خدا میں کس پہلو میں میرا جسم گرتا ہے۔"

فلست بمبدٍ للعدوّ خشعًا   ولا جزعًا انّى الى الله مرجعى

ترجمہ: "میں دشمن کے مقابلہ میں گھبراہٹ کا اظہار نہیں کروں گا۔ میں رب تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جارہا ہوں پھر گھبراہٹ کس چیز کی۔"

امام بخاری نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فلست ابالى حين اقتل مسلماً   على الى جنب كان فى الله مصرعى

و ذالك فى ذات الا له و ان يشاء   يبارك على اوصال شلو ممزّع

(ان اشعار کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔)

امام احمد نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تنہا بطور جاسوس قریش کی طرف بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی صلیب کے پاس آیا۔ میں جاسوسوں سے ڈر رہا تھا۔ میں صلیب پر چڑھا۔ میں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کھولا۔ وہ زمین پر گر پڑے۔ میں کچھ دیر کنارہ کش رہا۔ میں نے اپنے پیچھے آواز سنی۔ میں نے دیکھا تو میں نے وہاں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔ گویا کہ زمین نے انہیں نگل لیا۔ آج تک ان کا کوئی نشان نہیں ملا۔

ابو یوسف نے کتاب اللطائف میں حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات مقداد اور زبیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا تا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب سے اتاریں۔ وہ تنعیم داخل ہوئے۔ انہوں نے ان کے اردگرد چالیس افراد دیکھے جو نشے میں مخمور تھے۔ انہوں نے انہیں اتارا حضرت زبیر نے انہیں اپنے گھوڑے پر رکھا۔ وہ تروتازہ تھے ان کے جسم کا کوئی حصہ بھی متغیر نہیں ہوا تھا۔ مشرکین نے ان کا تعاقب کیا جب وہ قریب پہنچے تو حضرت زبیر نے انہیں نیچے پھینک دیا۔ زمین نے انہیں نگل لیا۔ انہیں "بلیع الارض" کے نام سے یاد کیا گیا۔

القیروانی نے "حلی العلی" میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو مشرکین نے ان کا چہرہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا۔ مگر ان کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جاتا۔ انہوں نے کئی بار اسی طرح کیا۔ پھر وہ عاجز آ گئے۔ انہوں نے ترک کر دیا۔ ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب وہ سریہ رونما ہوا جس میں حضرت مرثد اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہما شہید ہوئے تو اس وقت منافقین نے کہا: "ان مقتولین پر افسوس! جو اس طرح قتل ہوئے۔ وہ نہ تو اپنے اہلِ خانہ میں بیٹھے نہ

اپنے صاحب کو پیغام دیا۔اس وقت یہ آیاتِ طیبہ نازل ہوئیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُكَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الۡاَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيۡهَا وَيُهۡلِكَ الۡحَرۡثَ وَالنَّسۡلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ۝ (البقرۃ: ۲۰۴ تا ۲۰۷)

ترجمہ: "اور (اے سننے والے) لوگوں سے وہ بھی ہے کہ پسند آتی ہے تجھے اس کی گفتگو دنیاوی زندگی کے بارے میں اور وہ گواہ بناتا رہتا ہے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ (حق کا) سخت ترین دشمن ہے اور جب وہ حاکم بن جاتا ہے تو سرتوڑ کوشش کرتا ہے کہ ملک میں فساد برپا کر دے اور تباہ کر دے کھیتوں کو اور نسل انسانی کو اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور جب کہا جائے اسے کہ (میاں) خدا سے تو ڈرو تو اور اکساتا ہے اسے غرور گناہ پر۔ پس اس کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جانِ (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لیے اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر۔"

تنبیہات

❶ صحیح کی روایت میں ہے: "حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے امام بخاری پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو ان مجاہدین میں شمار کیا ہے جنہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ "الفتح" میں ہے "یہ صحیح اعتماد ہے" لیکن الحافظ ابو محمد دمیاطی اور العیون میں ہے کہ اہلِ مغازی میں سے کسی نے یہ تذکرہ نہیں کیا کہ حضرت خبیب نے غزوۂ بدر میں شرکت کی ہو۔ نہ ہی کسی نے یہ تذکرہ کیا ہے کہ حارث بن عامر کا کام انہوں نے تمام کیا ہو۔ انہوں نے یہ تذکرہ کیا ہے کہ حارث بن عامر کو حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا تھا۔ یہ خبیب ان کے علاوہ ہیں۔ جبکہ حضرت خبیب بن عدی اوسی ہیں۔ الحافظ لکھتے ہیں "اگر حضرت خبیب بن عدی نے حارث کو تہ تیغ نہ کیا ہوتا تو حارث کی اولاد حضرت خبیب کو قیدی نہ بناتی۔ نہ ہی انہیں شہید کرتی۔ حالانکہ صحیح حدیث پاک میں وضاحت ہے کہ انہوں نے بھی انہیں شہید کیا تھا لیکن احتمال یہ ہے کہ شاید انہوں نے حضرت خبیب بن اساف کے بدلہ میں حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہو جیسے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک قبیلہ کے افراد کو ایک

دوسرے کے عوض قتل کر دیتے تھے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت خبیب بن عدی نے ان کے ساتھ مل کر حارث کو جہنم واصل کیا ہو۔

- صحیح روایت میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے شہادت سے قبل دو رکعتیں ادا کیں۔ ان ہی کی سنت ہے۔ ان گنت لوگوں نے یہی قول کیا ہے۔ الاشارہ میں اسی کا تذکرہ ہے۔ پھر انہوں نے لکھا ہے "ایک قول یہ ہے کہ حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما نے سب سے پہلے یہ دو رکعتیں ادا کیں۔ جب المکری نے ان کے ساتھ دھوکہ کرنا چاہا۔ الاشارہ کے دونوں نسخوں میں اسی طرح ہے یعنی حضرت اسامۃ کا ذکر ہے۔ لیکن صحیح مؤقف یہ ہے کہ وہ حضرت اسامۃ کے والد گرامی حضرت زید بن حارثہ تھے۔ جیسے "الروض الانف" میں ہے۔ ابن سعد نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا "مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے خچر کرایہ پر لی تا کہ وہ طائف جائیں کرایہ دار نے یہ شرط لگائی کہ وہ جہاں چاہیں اسے لے جا سکتے ہیں۔ وہ خچر انہیں کھنڈرات کی طرف لے گئی۔ اس نے انہیں کہا: "نیچے اترو" وہ نیچے اترے تو کھنڈرات میں بہت سے مقتول پڑے تھے۔ جب اس شخص نے حضرت زید کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے فرمایا: "مجھے چھوڑ دو تا کہ میں دو رکعتیں نفل ادا کر لوں۔" اس نے کہا: "پڑھ لیں۔ بہت سے لوگوں نے اس طرح نمازیں پڑھیں ہیں لیکن انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔" حضرت زید نے فرمایا: "جب میں نے نماز پڑھ لی تو وہ مجھے قتل کرنے کے لیے آیا۔ میں نے کہا: "یاارحم الراحمین" اس شخص نے آواز سنی کسی نے اسے کہا: "انہیں قتل نہ کرو۔" یہ سن کر وہ گھبرا گیا وہ تلاش میں نکلا مگر اس نے کسی کو نہ پایا۔ جو گھوڑے پر تھا اس کے ہاتھ میں لوہے کا نیزہ تھا۔ جس کے کنارے سے آگ کا شعلہ نکل رہا تھا۔ اس نے وہ نیزہ اس شخص کو دے مارا۔ جو اس کی کمر سے نکل گیا۔ وہ مردہ ہو کر نیچے جا گرا۔ پھر اس سوار نے مجھ سے کہا: "جب تم نے پہلی بار "یاارحم الراحمین" کہا تو میں ساتویں آسمان پر تھا۔ جب تم نے دوسری بار کہا تو میں آسمانِ دنیا پر تھا جب تم نے تیسری بار "یاارحم الراحمین" کہا تو میں تمہارے پاس آ گیا۔" لیکن یہ روایت غیر متصل ہے۔ صحیح کی روایت کا اس کے ساتھ مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

- حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا یہ فعل عمدہ سنت بن گیا۔ سنت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال مبارکہ یا افعال سنیہ ہیں یا کسی اور کو کسی فعل یا قول کو برقرار رکھنا ہے۔ کیونکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے آپ کی حیاتِ طیبہ میں یوں کہا تھا۔ ان کے اس فعل کو عمدہ شمار کیا گیا تھا۔

- الروض الانف میں ہے "اگر یہ پوچھا جائے کہ کیا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی یہ بددعا قبول ہو گئی تھی۔ اس حال میں ایسی ہستی کی دعا قبول ہو جاتی ہے؟ تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ یہ بددعا ان لوگوں کے حق میں قبول ہوئی۔ جن کے

بارے رب تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ حالتِ کفر میں مریں گے۔ جو اسلام لے آئے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے نہ تو ان کا ارادہ کیا تھا نہ ہی اپنی بددعا سے ان کا قصد کیا تھا۔ اس بددعا کے بعد ان میں سے جو حالتِ کفر میں مرا تو وہ علیحدہ اور تنہائی میں ہی مرا۔ وہ بدر یا احد جیسے اجتماع میں نہ مرا۔ اگرچہ غزوۂ خندق بھی اس واقعہ کے بعد رونما ہوا تھا۔ ان میں سے جو بھی اس غزوہ میں مقتول ہوئے اور علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا ہی مقتول ہوئے۔ پھر وہ نہ تو جمع ہو سکے اور نہ ہی لشکر کشی کر سکے اس طرح حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بددعا قبول ہو گئی۔ جن کے بارے انہوں نے بددعا کی تھی۔ نعوذ باللہ انہوں نے ان کے ایمان اور اسلام کو ناپسند نہیں کیا تھا۔

5. حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں فرمایا:

ذالك فی ذات الاله۔

امام راغب رقم طراز ہیں:

"ذات ذو کی تانیث ہے۔ یہ ایسا کلمہ ہے جس کے ذریعے اسماء اجناس و انواع سے وصف تک پہنچا جاتا ہے۔ اسے ظاہر کی طرف مضاف کیا جاتا ہے۔ مضمر کی طرف مضاف نہیں کیا جاتا۔ اس کا تثنیہ بنتا ہے۔ جمع بنتی ہے اس کا ہر صیغہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ بعض اوقات لفظ ذات کسی چیز کے عین کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسے مفرد اور مضاف استعمال کیا جاتا ہے اس پر الف لام داخل کیا جاتا ہے اسے نفس اور خاصہ کے قائم مقام بھی رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں "**ذاته و نفسه و خاصته**" یہ اہلِ عرب کے کلام میں سے نہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"ذات الشئ سے مراد اس کا نفس اور حقیقت ہے۔ اہلِ کلام اسے "الذات" لکھتے ہیں۔ اکثر نحویوں نے اسے غلط کہا ہے۔ بعض نے اسے جائز کہا ہے۔ کیونکہ یہ نفس اور کسی چیز کی حقیقت کے بارے وارد ہے۔ جو شعر میں استعمال ہوا ہے وہ شاذ ہے۔ ابن برھان نے لکھا ہے "متکلمین "الذات" کا اطلاق رب تعالیٰ کے بارے کرتے ہیں یہ ان کی جہالت کی وجہ سے ہے، کیونکہ ذات، ذو کی تانیث ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کی عظمت اس سے بالاتر ہے۔ اس کے ساتھ تانیث کا الحاق درست ہے۔ اسی لیے اسے "علامۃ" کہنا ممتنع ہے۔ اگرچہ وہ عالمین سے زیادہ اعلم ہے۔ اسی طرح ان کا قول "الصفات الذاتیۃ" بھی ان کی جہالت ہے کیونکہ ذات کی طرف منسوب کرنا دُور ہے۔ یعنی دو اشیاء کا ایک دوسرے پر انحصار ہوتا ہے۔

تاج الکندی نے خطیب ابن بناتہ کے قول "کنہ ذاتہ" کے رد میں لکھا ہے "ذات صاحبۃ کے معنی میں ہے یہ ذو کی تانیث ہے۔ لغت میں اس کا اور کوئی مدلول نہیں ہے۔ متکلمین وغیرہم کا الذات کو نفس پر محمول کرنا خطاء ہے۔" لیکن ان کی گرفت اس طرح کی گئی ہے کہ یہ اس وقت ممتنع ہے جب یہ صاحبۃ کے معنی میں ہو۔ لیکن جب یہ اس معنی میں نہ ہو۔ اسم کے معنی میں استعمال ہو تو یہ ممنوع نہیں ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ (آل عمران:۱۱۹)

ترجمہ: ''یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے دلوں کی باتوں کا۔''

اس سے مراد نفس الصدور ہے۔

علامہ المطرزی نے لکھا ہے کہ ہر ذات شیٔ ہے۔ ہر شیٔ ذات ہے۔ امام نووی نے التہذیب میں لکھا ہے: ''فقہاء ذات سے مراد حقیقت لیتے ہیں۔ یہ متکلمین کی اصطلاح ہے۔ بعض ادیبوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ لغتِ عرب میں یہ معروف نہیں کہ ذات حقیقت کے معنی میں ہو۔ ذات صاحبۃ کے معنی میں ہوتا ہے۔ یہ انکار عجیب ہے۔ لیکن جو کچھ فقہاء اور متکلمین نے کہا ہے وہ صحیح ہے۔ الامام ابوالحسن الواحدی نے سورۃ الانفال کی ابتداء میں لکھا ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (الانفال:۱)

ترجمہ: ''پس ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور اصلاح کرو اپنے باہمی معاملات کی۔''

امام ثعلب نے لکھا ہے کہ ذات بینکم سے مراد وہ حالت ہے جو تمہارے مابین ہے ان کے نزدیک یہ تانیث حالت کے لیے ہے۔ یہ اہلِ کوفہ کا قول ہے۔ الزجاج نے لکھا ہے: ''ذات بینکم سے مراد حقیقۃ وصلکم ہے۔ البین سے مراد الوصل ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی:

فاصلحوا حقیقة وصلکم۔

امام واحدی نے لکھا ہے کہ ان کے نزدیک ذات نفس کے معنی میں ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے:

ذات الشیٔ و نفسہ۔

امام بخاری نے اس کے جواز کا قول کیا ہے۔ انہوں نے اپنی صحیح میں کتاب التوحید میں لکھا ہے:

باب ما یذکر فی اللذات والنعوت۔

انہوں نے اسی کو اس طرح استعمال کیا ہے کہ اس سے مراد نفس الشیٔ اور اس کی حقیقت ہے۔ جیسے متکلمین حق تعالیٰ کے بارے اسے استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے صفات اور ذات میں فرق کیا ہے۔ امام بخاری نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اسی قول سے استدلال کیا ہے۔ امام سبکی نے یوں گرفت کی ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی ذات سے مراد وہ حقیقت نہیں ہے جو امام بخاری کی مراد ہے۔ ان کی مراد ہے:

فی سبیل اللہ و فی طاعتہ۔

امام الکرمانی نے لکھا ہے: ''ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے جملہ میں ذات کا اطلاق کیا جائے۔'' الفتح

میں ہے: "اعتراض جواب سے زیادہ قوی ہے۔" ان کے علاوہ دیگر علماء نے لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: "ابراہیم علیہ السلام نے تین بار تعریضات کیں تھیں۔ ان میں سے دو کا تعلق اللہ تعالیٰ کے بارے تھا۔" حضرت ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

لا یفقه کل الفقه حتی یمقت الناس فی ذاتِ الله۔

اس کے راوی ثقہ ہے لیکن اس میں انقطاع ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و ان اخا الاحقاف اذ قام فیهم　　یجاهد فی ذات الاله و یعدل

ان کی اسی طرح گرفت کی گئی ہے جیسے امام بخاری کی گرفت کی گئی ہے کہ اس جگہ ذات سے مراد "طاعة یا حق یا من اجل" ہے یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے:

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ۔ (الزمر:۵۶)

ترجمہ: "اس وقت کوئی شخص یہ کہنے لگے صد حیف! ان کوتاہیوں پر جو مجھ سے سرزد ہوئیں اللہ کے بارے میں۔"

ان میں سے سب سے زیادہ صراحت حضرت ابن عباس کی اس روایت میں ہے "ہر چیز میں غور وفکر کرو مگر رب تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر نہ کرو۔"

"طاعۃ" تو اس معنی میں استعمال نہیں ہوتی۔

الفتح میں ہے "جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ ذات کا اطلاق جائز ہے لیکن اس معنی میں نہیں جسے متکلمین نے اخذ کیا ہے۔ لیکن یہ اس وقت غیر مردود ہے جب یہ عرفان ہو کہ اس سے مراد نفس ہے۔ کیونکہ کتاب عزیز میں نفس کے لفظ کا ثبوت ہے۔"
میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مروی روایت میں اس امر کی صراحت موجود ہے جس کی طرف متکلمین گئے ہیں۔

✿✿✿✿

سولہواں باب

سریہ حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ

اس سریہ کو بئر معونہ کے واقعہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کو سریۃ القراء کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ سریہ ماہ صفر میں رونما ہوا۔ جبکہ ہجرت کو چھتیس ماہ گزر چکے تھے۔ امام مسلم، امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت انس سے، امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود سے، امام بخاری نے حضرت عروہ بن زبیر سے، ابن اسحاق نے مغیرۃ بن عبد الرحمان سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے گمان کیا کہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ انہوں نے آپ سے دشمن کے خلاف مدد مانگی۔ امام بخاری نے لکھا ہے: "حضور والا ﷺ نے قراء بھیجے جن کی تعداد ستر تھی۔ آپ نے انہیں مشرکین کی طرف بھیجا۔ حضور اکرم ﷺ اور مشرکین کے مابین معاہدہ تھا۔ ان کے علاوہ دیگر مشرکین نے انہیں شہید کر دیا۔

ابن اسحاق اور ابن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ معاہدہ کرنے والے بنو عامر تھے۔ ان کا رئیس ابو براء عامر بن مالک تھا۔ دوسرا گروہ بنو سلیم کا تھا۔ ان کا سردار عامر بن طفیل عامری تھا یہ ابو براء کا بھتیجا تھا۔

ابن اسحاق نے مغیرۃ بن عبد الرحمان سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "عامر بن مالک بن جعفر ابو براء ملاعب الاسنۃ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ کی خدمت میں دو گھوڑے پیش کیے۔ آپ نے فرمایا: "میں کسی مشرک کا تحفہ قبول نہیں کرتا۔"

دوسری روایت میں ہے: "مجھے مشرکین سے عطیہ لینے سے منع کر دیا گیا ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا۔ اس نے نہ تو اسلام قبول کیا نہ ہی اس سے دور رہا۔" اس نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا یہ امر حسین اور عمدہ ہے۔ لیکن میرے پیچھے میری قوم ہے۔ اگر آپ میرے ہمراہ کچھ صحابہ کرام بھیج دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے معاملہ کی اتباع کریں گے۔ اگر انہوں نے آپ کی اتباع کر لی تو آپ کا معاملہ آسان ہو جائے گا۔" آپ نے فرمایا: "مجھے ان کے بارے اہلِ نجد سے خطرہ ہے۔" اس نے عرض کی: "آپ ان سے اندیشہ نہ کریں۔ میں انہیں پناہ دیتا ہوں۔" عامر بن مالک نجد کی ایک طرف گیا۔ اس نے اہلِ نجد کو بتایا کہ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پناہ دی ہے۔ وہ ان کے ساتھ تعرض نہ کریں۔" یہ انصار میں سے ستر افراد تھے۔ یہ جوان تھے انہیں قراء کہا جاتا تھا۔ رات کے وقت یہ مدینہ طیبہ کے ایک گوشے کی

سمت آجاتے تھے۔ایک معلم کے پاس قرآن پاک پڑھتے تھے۔نماز ادا کرتے رہتے تھے۔وقتِ صبح ٹھنڈا پانی پیتے اور لکڑیاں چنتے پھر انہیں ازواجِ مطہرات کے حجرات مقدسہ کے پاس لے آتے۔

دوسری روایت میں ہے۔"وہ لکڑیاں چنتے۔انہیں فروخت کرتے جو رقم ملتی اس سے اہلِ صفہ اور فقراء کے لیے کھانا خرید لیتے۔"ایک اور روایت میں ہے کہ جسے آسائش حاصل ہوتی وہ جمع ہوتے۔بکری خریدتے۔اسے ذبح کر کے صاف کرتے اور اسے ازواجِ مطہرات کے حجرات کے سامنے لٹکا دیتے۔ان کے اہلِ خانہ سمجھتے کہ وہ مسجد میں ہیں اور مسجد والے سمجھتے کہ وہ اپنے اہلِ خانہ میں ہیں۔"

ابن عقبہ نے ان کی تعداد چالیس لکھی ہے۔حضرت انس سے امام بخاری نے یہ تعداد ستر روایت کی ہے۔حضور اکرم ﷺ نے انہیں بھیجا۔ان کے ہمراہ اپنا مکتوب گرامی بھی بھیجا۔حضرت منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔حضرت منذر رضی اللہ عنہ بنو سلیم کے ایک راہ دان مطلب سلمی کے ہمراہ نکلے۔جب وہ معونہ کنویں پر پہنچے تو خیمے لگا لیے۔اپنی سواریاں حضرت عمرو بن امیہ الضمری کی نگرانی میں چرانے کے لیے چھوڑ دیں۔

ایک روایت میں ان کے ہمراہ حارث بن صمہ بھی تھے۔ابن ہشام نے ان کی جگہ منذر بن محمد کا نام لکھا ہے۔انہوں نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی دے کر عامر بن طفیل کی طرف بھیجا۔جب حضرت حرام اس تک پہنچے تو اس نے مکتوب گرامی پڑھنا بھی گوارا نہ کیا۔عامر بن طفیل نے بنو عامر کو بلایا۔انہوں نے حضرت حرام کو شہید کر دیا۔صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:

"میرے ماموں حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص آگے بڑھے۔ابن ہشام نے اس کا نام کعب بن زید لکھا ہے۔امام بیہقی نے ایک اور شخص کا اضافہ کیا ہے۔ماموں نے ان سے کہا:"اگر وہ تمہیں آگے کرے تو میرے قریب ہو جانا اگر حضور اکرم ﷺ کا گرامی نامہ پڑھ لینے کے بعد انہوں نے مجھے پناہ دے دی تو آجانا اگر انہوں نے مجھے شہید کر دیا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جانا۔"یہ آگے بڑھے۔اسی اثناء میں کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے انہیں پیغام پہنچا رہے تھے۔انہوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا۔اس نے پیچھے سے آکر انہیں نیزہ مار دیا جو آگے سے نکل گیا۔انہوں نے فرمایا:"اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"خون اپنے چہرے پر مل لیا۔فرمایا:"اس طرح"کعب بن زید بچ نکلے کیونکہ وہ پہاڑ پر تھے۔عامر بن طفیل نے ان صحابہ کرام کے خلاف بنو عامر سے مدد طلب کی مگر انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔انہوں نے کہا:"ہم ابو براء کی پناہ تو نہیں توڑیں گے۔انہوں نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور انہیں پناہ دی ہے۔"جب بنو عامر نے عامر بن طفیل کی مدد کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے بنو سلیم کے قبائل عصیہ، رعل، ذکوان اور زعب کو بلایا۔وہ اس کے ہمراہ نکلے۔اسے اپنا رئیس بنایا۔عامر نے کہا:"میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ یہ اکیلا نہیں آیا۔"انہوں نے ان کے قدموں کے

نشانات کا تعاقب کیا۔ دیگر صحابہ کرام کو پالیا۔ جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ ان کے ساتھی نے آنے میں دیر لگا دی ہے تو وہ اس کے پیچھے آ رہے تھے۔ مشرکین انہیں مل گئے۔ حضرت عمرو بن منذر ان کے ہمراہ تھے۔ ان کے کجاؤں میں ہی انہوں نے ان کا گھیراؤ کر لیا۔ جب مسلمانوں نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے اپنی تلواریں لیں اور جہاد کیا حتیٰ کہ ان کا آخری شخص بھی شہید ہو گیا۔"

حضرت انس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب یہ حضرات قدسی بئر معونہ پہنچے تو دشمن نے انہیں دھوکہ دیا اور انہیں قتل کر دیا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے مگر حضرت کعب بن زید بچ گئے۔ انہوں نے انہیں چھوڑا۔ ان میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ انہیں مقتولوں کے مابین پھینک دیا گیا۔ وہ غزوہ خندق میں شہید ہو گئے۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے "حضرت منذر بن عمرو باقی رہے۔ مشرکین نے ان سے کہا: "اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم آپ کو امن دے دیتے ہیں۔" انہوں نے کہا "میں تمہیں اپنا ہاتھ نہیں دوں گا۔ نہ ہی تمہاری امان قبول کروں گا حتیٰ کہ میں حضرت حرام کی قتل گاہ تک پہنچ جاؤں۔ پھر میں تمہاری پناہ سے بری ہوں گا۔" انہوں نے انہیں پناہ دی۔ حتیٰ کہ وہ حضرت حرام رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ تک پہنچے پھر ان کی پناہ واپس کر دی۔ پھر ان کے ساتھ جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ اس کی وجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان تھا:

اعنق لیموت۔

شہادت کی موت کے لیے تیز رفتار۔

حضرت منذر بن محمد (ابن عمر نے حضرت حارث کا نام لکھا) اور حضرت عمرو بن امیہ چراگاہ میں تھے۔ انہیں شک گزرا۔ انہوں نے اپنی خیمہ گاہ کے ارد گرد پرندے منڈلاتے ہوئے دیکھے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! ہمارے ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے بلند جگہ سے دیکھا ان کے ساتھی شہید ہوئے پڑے تھے۔ گھوڑے کھڑے تھے۔ حضرت منذر بن محمد یا حضرت حارث بن صمہ نے حضرت عمرو بن امیہ سے کہا: "تمہاری کیا رائے ہے؟" انہوں نے کہا: "میری رائے یہ ہے کہ ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جائیں اور ساری داستان عرض کریں۔" دوسرے ساتھی نے کہا: "میں اس جگہ سے پیچھے ہٹنا نہیں چاہتا جس جگہ حضرت منذر شہید ہوئے ہیں۔ اور مجھے لوگ ان کے بارے باتیں بتاتے رہیں۔" وہ آئے اور دشمن سے نبرد آزما ہو گئے۔ حضرت حارث نے جہاد کیا اور ان کے دو افراد کو واصل جہنم کر دیا۔ پھر انہوں نے انہیں پکڑا اور باندھ دیا۔ انہوں نے حضرت عمرو کو بھی قیدی بنا لیا۔ انہوں نے حضرت حارث سے پوچھا: "تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم تمہارے ساتھ کیسا سلوک کریں۔ ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے۔" انہوں نے کہا: "مجھے حضرات منذر اور حرام رضی اللہ عنہما کی شہادت گاہ تک لے جاؤ۔ پھر تم مجھ سے بری الذمۃ ہو۔" انہوں نے کہا: "ہم اسی طرح کریں گے۔" انہیں وہاں لے گئے انہوں نے انہیں چھوڑا۔ انہوں

نے جہاد کیا اور کفار کے دو افراد کو واصل جہنم کر دیا۔ پھر شہید ہو گئے۔ انہوں نے انہیں شہید نہ کیا حتیٰ کہ پہلے انہیں نیزوں سے زخمی کیا۔ حضرت عمرو نے انہیں بتایا کہ ان کا تعلق بنو مضر کے ساتھ ہے۔ انہوں نے انہیں قتل نہ کیا۔ عامر نے کہا: ''میری ماں نے نذر مانی تھی کہ وہ ایک انسان کو آزاد کرے گی۔ تم اس کی طرف سے آزاد ہو'' اس نے ان کی پیشانی کے بال کاٹ دیے۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ہشام بن عروۃ کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد گرامی نے بیان فرمایا ہے کہ جب بئر معونہ پر صحابہ کرام شہید کر دیئے گئے۔ حضرت عمرو بن امیہ قیدی بنے تو عامر نے ان سے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' اس نے ایک شہید کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: ''یہ عامر بن فہیرہ ہیں۔'' عامر نے کہا: ''میں نے انہیں دیکھا کہ انہیں قتل کے بعد اوپر اٹھا لیا گیا۔ میں انہیں دیکھتا رہا یہ آسمان اور زمین کے درمیان گئے۔ پھر انہیں نیچے اتار لیا گیا۔

حضرت عروۃ ہی سے روایت ہے کہ عامر بن طفیل نے حضرت عمرو بن امیۃ سے کہا، کیا تم اپنے ساتھیوں کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ''ہاں!'' وہ شہداء میں گیا۔ وہ ان سے ان کے نسبوں کے بارے پوچھنے لگا۔ اس نے کہا: ''کیا ان میں سے کوئی غائب بھی ہے؟'' انہوں نے کہا: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ موجود نہیں ہیں۔'' اس نے پوچھا: ''ان کی حالت تم میں کیسی تھی؟'' حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: ''وہ ہم میں سے افضل تھے۔ ان کا شمار ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے صحابہ کرام میں ہوتا تھا۔'' عامر: کیا میں تمہیں ان کی بات نہ بتاؤں؟ اس نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ''اس نے انہیں اپنا نیزہ مارا۔ پھر اسے نکالا تو وہ آسمان کی طرف بلند ہو گئے۔ حتیٰ کہ میں نے انہیں نہ دیکھا۔'' انہیں بنو کلاب کے ایک شخص جبار بن سلمی نے نیزہ مارا تھا۔ یہ بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔

ابن عمر نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ حضرت عامر بن فہیرۃ کو عامر بن طفیل نے قتل کیا تھا۔ پھر جبار کے بارے لکھا کہ اس نے عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ واللہ اعلم

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ اس نے کہا ''جب میں نے انہیں نیزا مارا تو انہوں نے کہا: ''رب کعبہ مقدسہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔'' میں نے دل میں کہا: ''اس کے اس قول کا کیا مفہوم ہے؟ کیا میں نے اسے قتل نہیں کیا؟'' میں حضرت ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس آیا۔ میں نے انہیں یہ واقعہ سنایا اور ان کے قول ''میں کامیاب ہو گیا ہوں'' کے بارے پوچھا۔ انہوں نے کہا: ''جنت کے ساتھ۔'' میں نے کہا: ''رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔'' حضرت ضحاک نے مجھ پر اسلام پیش کیا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ مجھے اس امر نے بھی اسلام کی طرف دعوت دی۔ جو میں نے حضرت عامر کی شہادت کے وقت دیکھا تھا کہ انہیں آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ حضرت ضحاک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکتوب

گرامی لکھا۔ حضرت عامر بن فہیرہ کا واقعہ اور میرے اسلام لانے کے بارے لکھا۔ آپ نے فرمایا: "ملائکہ نے ان کے جسم اطہر کو چھپالیا تھا۔ اسے علیین میں اتارا تھا۔"

امام بیہقی نے لکھا ہے "ایک احتمال یہ ہے کہ انہیں اٹھالیا گیا ہو پھر رکھ دیا گیا ہو۔ پھر وہ غائب ہو گئے ہوں۔ تاکہ امام بخاری کی سابقہ روایت بھی جمع ہو سکے۔ اس میں ہے "ان کا جسم زمین پر رکھ دیا گیا۔" ابن عقبہ نے یہ واقعہ روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت عروہ نے فرمایا: "حضرت عامر کا جسم اطہر نہ پایا گیا۔ صحابہ کرام یہی سمجھتے تھے کہ ملائکہ نے انہیں چھپالیا تھا۔" پھر امام بیہقی نے یہی واقعہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے۔ اس روایت میں "انہیں دوبارہ رکھ دیا گیا" کا تذکرہ نہیں ہے۔ شیخ لکھتے ہیں "اسناد اور طرق اسی بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ انہیں آسمان میں چھپا دیا گیا۔"

ابن سعد نے لکھا ہے: "ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت عامر کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔ پھر ان کا جسم پاک نظر نہ آیا۔ صحابہ کرام کہتے تھے کہ ملائکہ نے انہیں چھپا دیا تھا۔" اللہ تعالیٰ نے اس غمناک واقعہ کے بارے حضور اکرم ﷺ کو بتا دیا۔ اس کے بارے قرآن پاک نازل ہوا۔ حضور ﷺ بہت زیادہ غمزدہ ہوئے۔

شیخان، امام بیہقی، امام احمد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ بعض لوگ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "ہمارے ہمراہ ایسے صحابہ کرام بھیجیں جو ہمیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں۔" آپ نے ستر انصاری صحابہ کرام کو بھیجا۔ جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے مقررہ جگہ پر پہنچنے سے قبل ہی شہید کر دیا۔ انہوں نے کہا: "مولا! ہمارے بارے ہمارے نبی کریم ﷺ (یا ہمارے بھائیوں) کو آگاہ کر دے کہ ہم نے تیرے ساتھ ملاقات کر لی ہے تجھ سے راضی ہو گئے ہیں تو ہم سے راضی ہو گیا ہے۔" حضرت جبرائیل نے اس جانکاہ حادثہ کی آپ کو خبر دی۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔

پھر فرمایا: "تمہارے بھائی مشرکین کے ساتھ نبرد آزما ہوئے تھے۔ انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ انہوں نے کہا:

رب بلغ قومنا انا قد رضینا و رضی عنا۔

ترجمہ: "میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ راضی ہو گئے ان کا رب تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔"

حضرت انس فرماتے ہیں: "ہم یہ جملہ بطور آیت پڑھتے تھے پھر یہ منسوخ ہو گیا۔"

حضور اکرم ﷺ چالیس صبح تک رعل، ذکوان، بنولحیان اور بنوعصیہ کے لیے بددعا کرتے رہے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی نافرمانی کی۔ صحیح میں حضرت انس سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ ایک ماہ تک نماز صبح میں قرأت کے بعد (یا رکوع کے بعد) ان کے لیے بددعا کرتے رہے۔"

امام احمد نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضور والا ﷺ کو اتنا غمگین کبھی نہ دیکھا تھا جتنے غمگین آپ اس جانکاہ حادثہ پر ہوئے تھے۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ جب بھی نمازِ صبح ادا فرماتے۔ تو مذکورہ بالا قبائل کے لیے بددعا فرماتے تھے۔''

حضرت ابوطلحہ نے کہا: ''کیا حضرت حرام کے قاتل کے بارے تمہارا کوئی عمل دخل ہے؟'' میں نے پوچھا: 'اسے کیا ہوا؟ رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ کردیا جو کردیا۔' انہوں نے کہا: 'ذرا ٹھہر کر۔ وہ اسلام لاچکا ہے۔''

بئر معونہ کے شہداء

1. حضرت عامر بن فہیرہ
2. حضرت حکم بن کیسان
3. حضرت منذر بن محمد
4. حضرت ابوعبیدۃ بن عمرو
5. حضرت حارث بن صمہ
6. حضرت ابی بن معاذ
7. حضرت انس بن معاذ
8. حضرت ابوشیخ بن ابی ثابت
9. حضرت حرام بن ملحان
10. حضرت سلیم بن ملحان
11. حضرت سفیان بن ثابت
12. حضرت مالک بن ثابت
13. حضرت عروہ بن اسماء
14. حضرت قطبہ بن عبد عمرو
15. حضرت منذر بن عمرو
16. حضرت معاذ بن ماعص
17. حضرت عائذ بن ماعص

- ۱۸ حضرت مسعود بن سعد
- ۱۹ حضرت خالد بن ثابت
- ۲۰ حضرت سفیان بن حاطب
- ۲۱ حضرت سعد بن عمرو
- ۲۲ حضرت طفیل بن سعد
- ۲۳ حضرت سہل بن عامر
- ۲۴ حضرت عبداللہ بن قیس
- ۲۵ حضرت نافع بن بدیل رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضرت نافع کا مرثیہ لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

رحم اللہ نافع بن بدیل رحمة مبتغی ثواب الجهاد
صابرًا صادق اللقاء اذا ما اکثر القوم قال قول السداد

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ حضرت نافع پر ایسی رحمت کا نزول فرمائے جیسی رحمت اس شخص پر نازل کی جاتی ہے جو جہاد کے اجر و ثواب کا طلب گار ہوتا ہے۔ وہ ایک صبر کرنے والے، سچ بولنے والے اور وفا کرنے والے شخص تھے جب لوگوں کی اکثریت جھوٹ بولتی وہ اس وقت بھی صحیح بات کرتے تھے۔"

امام الطبری نے اپنی کتاب ذیل المذیل میں انہی صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جبکہ ابن سعد نے حضرت ضحاک بن عبد عمر کا ذکر کیا ہے۔ یہ حضرت قطبہ کے بھائی تھے۔ ابن القداح نے حضرت عمیر بن معبد کا ذکر کیا ہے۔ ابن اسحاق نے ان کا نام عمرو بتایا ہے۔ جبکہ ابن الکلبی نے خالد بن کعب کا ذکر کیا ہے۔

ابوعمر نے "استیعاب" میں سہیل بن عامر کا ذکر کیا ہے۔ العیون کے مصنف لکھتے ہیں "میرا گمان ہے یہ وہی سہل ہیں جن کا تذکرہ میں نے کیا ہے لیکن کبھی ان کا تذکرہ سہل سے اور کبھی سہیل کے نام سے کیا گیا۔"

اہلِ مغازی کا اتفاق ہے کہ اس سریہ میں حضرات عمرو بن امیہ اور کعب بن زید کے علاوہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا گیا۔ یہ اس روز زخمی ہوئے اور غزوۂ خندق میں جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہو گئے۔ جب وہ صدر قناۃ کے مقام القرقرۃ تک پہنچے تو انہیں بنو عامر پھر

بنوکلاب یا بنوسلمہ کے دو افراد ملے۔ وہ بھی اسی جگہ سایہ میں آگئے جہاں وہ تھے۔ بنو عامر کے ساتھ آپ کا معاہدہ اور پناہ تھی۔ لیکن حضرت عمرو کو اس کا علم نہ تھا۔ جب وہ دونوں افراد وہاں آگئے تو انہوں نے پوچھا "تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟" انہوں نے کہا: "بنو عامر کے ساتھ۔" انہوں نے انہیں مہلت دی جب وہ سو گئے تو ان پر حملہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کا گمان تھا کہ انہوں نے بنو عامر سے صحابہ کرام کا بدلہ لے لیا ہے۔

جب حضرت عمرو بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے اور داستان عرض کی تو آپ نے فرمایا: "تم نے دو افراد کو قتل کیا ہے۔ میں ان کی دیت ادا کروں گا۔" پھر فرمایا: "یہ ابو براء کا عمل ہے۔ مجھے یہ پہلے ہی اندیشہ تھا اس لیے میں صحابہ کرام کے جانے کو ناپسند کر رہا تھا۔"

جب یہ بات ابو براء تک پہنچی تو اسے عامر بن طفیل کی عہد شکنی گراں گزری۔ اس پر آپ کے صحابہ کرام کی شہادت بھی گراں گزری۔ کیونکہ اس کا سبب وہی تھا۔ اسی کی پناہ حاصل تھی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بنو ابی براء کو عامر بن طفیل کے خلاف ابھارتے ہوئے یہ اشعار کہے:

بنی ام البنین الم یرعکم   و انتم من ذوائب اهل نجد

ترجمہ: "اے ام البنین کے نورانِ نظر! کیا تم کو اس واقعہ نے خوفزدہ نہ کیا حالانکہ تم اہلِ نجد کے بلند و برتر افراد میں ہو۔"

تهكم عامر بابی براء   كينخفره وما خطاء كعمد

ترجمہ: "کہ عامر نے ابو براء کے ساتھ یہ مذاق اس لیے کیا تھا کہ وہ اس کے عہد کو توڑ دے غلطی سے سرزد ہو جانے والا فعل عمداً رونما ہونے والے فعل کی طرح نہیں ہے۔"

آلا آبلغ ربیعه ذالمساعی   فما احدثت فی الحدثان بعدی

ترجمہ: "ربیعہ بہت زیادہ مساعی کرنے والا شخص ہے اس تک میرا یہ پیغام پہنچا دو۔ وہ کہے گا "تم نے میرے بعد کیسے حادثات رونما کیے ہیں۔"

ابوك ابو الحروب ابو براء   و خالك ماجد حكم بن سعد

ترجمہ: "تمہارا باپ ابو براء جنگوں کا دھنی ہے تمہارا ماموں حکم بن سعد ہے جو بڑا بزرگ ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ربیعہ بن عامر نے عامر بن طفیل پر حملہ کر دیا۔ اسے نیزہ مارا۔ جو اس کی ران پر لگا اور وہ گھوڑے سے نیچے جا گرا۔ اس نے کہا: "یہ ابو براء کا عمل ہے۔ اگر میں مر گیا تو خون بہا میرے چچا کو ملے گا۔ اور اگر میں بچ گیا تو اس کے بارے خود فیصلہ کروں گا۔"

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بئر معونہ کے شہداء کے بارے یہ اشعار لکھے ہیں:

على قتلى معونة فاستهلّي بدمع العين سحًّا غير نذر

ترجمہ: ''بئر معونہ کے شہداء پر آنکھ کے آنسوؤں سے قلیل نہیں بلکہ بہت زیادہ سخاوت کر۔''

على خيل الرسول غداة لاقوا ولاقتهم مناياهم بقدر

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان شہ سواروں پر رو جنہوں نے اموات کا استقبال کیا اور اموات کے مقدر کے مطابق ان کا استقبال کیا۔''

اصابهم الفناء بعقد قوم تخوّن عقد حبلهم بغدر

ترجمہ: ''انہیں یہ شہادت اس قوم کی عہد شکنی کی وجہ سے ملی جن کی رسی کی گرہ کو غداری کے ساتھ کھول دیا گیا تھا۔''

فيالهفي لمنذر اذ تولّى و اعنق فى منيّته بصبر

ترجمہ: ''ہائے افسوس! منذر پر جو ہمیں ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ گئے۔ اور صبر کے ساتھ اپنی موت کی سمت چلے گئے۔''

فكائن قد اصيب غداة ذاكم من ابيض ماجد من سرّ عمرو

ترجمہ: ''اس دن کی صبح کو اس شخص کو شہید کیا گیا۔ جو سفید رنگت والا۔ بزرگی والا اور شرف والا اور عمرو کا سب سے عمدہ فرزند تھا۔''

تنبیہات

❶ خلیفہ بن خیاط، بغوی، ابن برقی، عسکری، ابن نافع باوردی، ابن شاہین، ابن السکن، دارقطنی اور عمر بن شبہ نے ابو براء کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''یہ بنو بکر اور بنو جعفر کے پچیس افراد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں عامر بن مالک جعفری بھی تھا۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''میں نے اسے تم پر امیر مقرر کیا ہے۔'' آپ نے ضحاک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ پھر مالک بن جعفر کو فرمایا ''تم بنو جعفر کے امیر ہو۔'' ضحاک سے فرمایا: ''اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔''

الحافظ لکھتے ہیں: ''یہ اس امر پر دلالت ہے کہ وہ اس کے بعد وفد کی صورت میں آپ کی خدمت میں آیا تھا۔ لہٰذا امام ذہبی نے جو یہ لکھا ہے کہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔''

❷ صحیح روایت میں ہے کہ ان کی تعداد ستر تھی۔ ابن اسحاق نے ان کی تعداد چالیس لکھی ہے جس نے ان کی تعداد تیس

لکھی ہے۔ اسے وہم ہے۔ البتہ صحیح وہی ہے جو صحیح بخاری میں ہے۔ ممکن ہے کہ چالیس رؤساء ہوں بقیہ ان کے تابع ہوں۔ نیز یہ کہ قیس کی روایت کثیر کی روایت کے منافی نہیں ہوتی۔ اس کا تعلق عدد کے مفہوم کے ساتھ ہے۔ اسی طرح اس کا قول ہے جس نے ان کی تعداد تیس لکھی ہے۔

❸ صرف مستغفری نے عامر بن طفیل کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اس کے بارے الحافظ لکھتے ہیں: ''یہ واضح خطاء ہے۔ عامر حالت کفر میں مرا تھا۔ اس کی داستان معروف ہے جو عنقریب آئے گی۔

''النور'' میں ہے۔ اہلِ سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عامر بن طفیل کفر کی حالت میں مرا تھا جو کچھ مستغفری نے ذکر کیا ہے۔ وہ خطاء ہے۔

❹ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے: ''پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی۔'' امام سہیلی نے لکھا ہے ''اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ صحیح میں ہے اس پر اعجاز کی رونق نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اس نظم میں نہیں اتری تھی کہ یہ معجز ہو جیسے کہ نظم قرآن ہے۔ یہ خبر ہے خبر کے بارے نسخ کا عمل دخل نہیں ہوتا۔'' ہم کہتے ہیں ''اس سے خبر منسوخ نہیں ہوتی اس سے حکم منسوخ ہوتا ہے۔ حکم قرآن یہ ہے کہ اس کو قرآن مجید میں پڑھا جائے۔ اسے پاک حالت پر چھوا جائے۔ اسے دو گتوں کے مابین لکھا جائے اس کا سیکھنا فرض کفایہ ہو۔ جو آیت بھی اس طرح ہو جو منسوخ ہو اس سے یہ احکام اٹھا لیے گئے ہوں اگرچہ وہ محفوظ بھی ہو وہ پھر بھی منسوخ ہوگئی۔ اگر وہ کسی حکم کو شامل ہو اور روا ہے کہ وہ حکم معمول یہ ہو۔ اگر وہ خبر ہے تو جائز ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے اور تلاوت کے احکام اس سے منسوخ ہوں۔''

❺ صحیح میں حضرت انس سے روایت ہے ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس روز تک ان لوگوں کے لیے بددعا کرتے رہے۔ جنہوں نے بئر معونہ پر آپ کے صحابہ کرام کو شہید کیا تھا۔ آپ رعل، لحیان اور عصیہ کے لیے بددعا فرماتے رہے۔'' الحافظ لکھتے ہیں: ''حافظ ابو محمد دمیاطی اور صاحب العیون نے لکھا ہے کہ اس روایت سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ بنولحیان بھی شاید بئر معونہ کے حادثہ میں شامل تھے۔ حالانکہ حقیقت اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ ستم بنورعل، بنوذکوان، بنوعصیہ اور بنوسلیم نے ڈھایا تھا۔ بنولحیان نے تو اصحاب رجیع پر جفا کی تھی۔ ان دونوں واقعات کی خبر آپ کے پاس ایک ہی روز ملی۔ آپ نے ایک بددعا میں ان دونوں کا ذکر کیا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ بئر معونہ اور اصحاب الرجیع کے حادثات کی خبر آپ کو ایک ہی رات میں ملی تھی۔

سترھواں باب

سریہ حضرت محمد بن مسلمہ "القرطاء" کی طرف

یہ بنو بکر کے قبائل تھے۔ یہ لوگ ضریہ کے مضافات میں اترے تھے۔ اس وقت ہجرت کو ۵۹ مہینے گزر چکے تھے۔ محمد بن عمر نے کہا کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں روانہ ہوا جبکہ محرم کے دس ماہ گزر چکے تھے۔ میں نے اس مہم میں انیس روز صرف کیے۔ میں مدینہ طیبہ آیا تو محرم کی ایک رات باقی تھی۔" محمد بن عمر نے اپنے شیوخ اور ابن عائذ نے حضرت عروۃ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تیس شہسواروں کے ساتھ بھیجا ان میں حضرات عباد بن بشر، سلمہ بن سلامہ، حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ آپ نے انہیں بنو بکر کی طرف بھیجا آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رات کو سفر کریں دن کو چھپ جائیں۔ وہ ان پر شب خون ماریں۔ جب وہ الشربۃ کے مقام تک پہنچے تو انہیں ایک شخص ملا۔ حضرت محمد بن سلمہ نے اپنا ایک ساتھی بھیجا تاکہ اس سے پوچھیں کہ یہ کون ہیں؟ وہ شخص گیا پھر واپس آیا تو بتایا۔ "وہ بنو محارب ہیں۔" یہ ان کے قریب ہی فروکش ہو گئے۔ نیچے اترے اور اپنے جانور چرنے کے لیے چھوڑ دیے۔ انہیں مہلت دی۔ جب وہ اپنے اونٹ بٹھا گئے تو مجاہدین نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے بعض کو قتل کر دیا بقیہ افراد بھاگ گئے۔ انہوں نے بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا۔ انہوں نے بکریاں اور بھیڑیں ہانکیں۔ خواتین کو کچھ نہ کہا۔ روانہ ہوئے جب ایسی جگہ پہنچے جہاں سے بنو بکر کو دیکھ سکتے تو عائذ بن بسر کو ان کی طرف بھیجا۔ انہوں نے وہاں کے باشندوں کو دیکھا تو وہیں ٹھہر گئے۔ ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر گئے۔ ان پر حملہ کیا۔ ان کے دس افراد کو تہ تیغ کیا۔ بھیڑیں بکریاں ہانکیں پھر مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہو گئے اور انہوں نے "ضریہ" کے مقام پر قیام کیا جو وہاں سے ایک یا دو راتوں کی مسافت پر تھا۔ پھر بکریاں لے کر نیچے اتر آئے۔ انہیں تعاقب کا اندیشہ لاحق ہوا تو بکریوں کو دوڑایا۔ وہ ان کے ساتھ گھوڑوں کی مانند دوڑ رہی تھیں۔ جب وہ العداسہ پہنچے تو بکریاں الربذہ کے مقام پر رک گئیں۔ انہوں نے بکریوں کو اپنے چند ساتھیوں کے حوالے کیا خود مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ بعد میں بکریاں بھی پہنچ گئیں۔ آپ نے ان میں سے خمس نکالا۔ بقیہ بکریاں اپنے صحابہ کرام میں تقسیم کر دیں۔ ایک اونٹ کے عوض دس بکریاں رکھی گئیں۔ علامہ بلاذری اور حاکم نے ذکر کیا ہے کہ یہ سریہ ۶ھ ماہ محرم الحرام میں رونما ہوا تھا۔ ثمامہ بن اثال الحنفی اسی میں گرفتار ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کے اسلام کا واقعہ ذکر کیا ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا۔ وہ بنو حنیفہ کا ایک شخص گرفتار کر کے لائے۔ اس کا نام ثمامہ بن اثال تھا۔ وہ اہل یمامہ کا سردار تھا۔ صحابہ کرام کو علم نہ تھا کہ یہ شخص کون ہے۔ وہ اسے بارگاہِ رسالت پناہ میں لے آئے۔ آپ نے پوچھا: "کیا تمہیں علم ہے کہ تم نے کس کو گرفتار کیا ہے؟ یہ ثمامہ بن اثال حنفی ہیں۔ اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔" انہوں نے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔"

امام بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ثمامہ مسیلمہ کا قاصد بن کر آپ کے پاس آیا تھا وہ دھوکہ سے آپ کو شہید کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ آپ کو اس پر تسلط عطا کر دے۔ وہ عمرہ کرنے کی نیت سے مدینہ طیبہ آیا۔ وہ رستہ بھول گیا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا۔"

آپ اپنے اہلِ خانہ کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: "جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے جمع کر و اسے ثمامہ کے پاس بھیج دو۔" آپ نے اپنی شیر دار اونٹنی کے بارے حکم دیا کہ صبح و شام اس کا دودھ اسے پلایا جائے۔ جب آپ کو موقع ملتا۔ آپ اس کے پاس آتے۔

آپ فرماتے "ثمامہ! تمہارے پاس کیا ہے؟ وہ عرض کرتا: "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس بھلائی ہے۔" آپ اسے فرماتے: "ثمامہ اسلام لے آؤ۔" وہ کہتا "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ مجھے قتل کریں گے۔ تو آپ ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کا بدلہ لیا جاتا ہے۔ اگر آپ نے احسان فرمایا تو ایسے فرد پر احسان کریں گے جو شکر گزار ہے۔ اگر آپ فدیہ چاہتے ہیں۔ تو مانگیں جو مانگتے ہیں۔" یہ مکالمہ دہرا جاتا رہا۔ آپ نے فرمایا: "ثمامہ کو آزاد کر دو۔" صحابہ کرام نے انہیں چھوڑ دیا۔ وہ مسجد نبوی کے قریبی نخلستان میں گئے غسل کیا۔ مسجد نبوی میں آئے۔ پھر کہا: "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ" محمد عربی! صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آپ کا چہرہ مبارک مجھے سارے چہروں سے مبغوض تھا۔ اب مجھے آپ کا چہرۂ انور سارے چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ پہلے آپ کا دین مجھے سارے ادیان سے مبغوض تھا۔ اب آپ کا دین حق مجھے سارے ادیان سے محبوب ہے۔ پہلے آپ کا شہر خوباں مجھے سارے شہروں سے مبغوض تھا اب کا شہر مدینہ مجھے سارے شہروں سے محبوب ہے۔ آپ کے گھڑ سوار نے مجھے گرفتار کر لیا۔ میں عمرہ کرنے جا رہا تھا۔ اب آپ کی کیا رائے ہے؟" آپ نے انہیں بشارت دی اور عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت ثمامہ نے اسلام قبول کر لیا تو صحابہ کرام کھانا اور دودھ لے کر ان کے پاس آئے۔ انہوں نے تھوڑا سا تناول کیا۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام کو تعجب ہوا۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: "تم کس پر تعجب کرتے ہو؟ کیا اس شخص پر تعجب کرتے ہو جس نے دن کی ابتداء میں ایک کافر کی آنت سے اور دن کے آخری حصہ میں ایک مسلمان کی آنت سے کھایا کافر سات آنتوں سے جبکہ بندۂ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے: ''مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ عمرہ کرنے کی نیت سے نکلے جب وہ مکہ مکرمہ کی وادی میں پہنچے تو انہوں نے وہاں سے لبیک کہنا شروع کیا وہ پہلے شخص تھے جو لبیک کہتے ہوئے مکہ مکرمہ داخل ہوئے تھے۔ قریش نے انہیں پکڑا۔ انہوں نے کہا: ''کیا تم ہم پر اتنی جرأت کر رہے ہو؟ جب انہوں نے انہیں پکڑا تا کہ ان کی گردن اڑا دیں تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: ''انہیں چھوڑ دو۔ تم اپنے غلے کی وجہ سے یمامہ کے محتاج ہو'' انہوں نے ان کی راہ چھوڑ دی۔ حنفی نے اسی کے بارے کہا ہے:

و منّا الذی لبّی بمکۃ معلنا برغم ابی سفیان فی الاشھر الحرم

ترجمہ: ''ہم میں ایسی شخصیت بھی ہے جس نے مکہ مکرمہ میں اشہر حرام میں ابوسفیان کو ذلیل کر کے اعلانیہ تلبیہ کہا تھا۔''

قریش نے پوچھا: ''ثمامہ! کیا صحابی بن گئے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''نہیں! میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور میں نے بہترین دین کی اتباع کر لی ہے۔ بخدا! اب تمہیں یمامہ سے غلے کا ایک دانہ بھی نہ پہنچے گا۔ حتیٰ کہ آپ اذن عطا فرما دیں۔'' پھر وہ یمامہ تشریف لے گئے انہوں نے منع کر دیا کہ مکہ مکرمہ کی طرف کچھ بھی نہ جانے پائے حتیٰ کہ قریش کو قحط سالی نے آلیا۔

ابوسفیان بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ اس نے عرض کی: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ یہ گمان نہیں کرتے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں! ابوسفیان نے کہا: ''آپ نے آباء کو تلوار کے ساتھ اور بیٹوں کو بھوک کے ساتھ قتل کر دیا ہے۔'' دوسری روایت کے مطابق انہوں نے آپ کو لکھا'' آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے خود ہمارے ساتھ قطع رحمی کی ہے۔'' آپ نے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ ان کے اور ان کے غلہ کے مابین سے ہٹ جائیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ۝ (المؤمنون:۷۶)

ترجمہ: ''اور ہم نے پکڑ لیا انہیں عذاب سے پھر بھی وہ نہ جھکے اپنے رب کی بارگاہ میں اور نہ وہ اب گڑگڑا کر (توبہ کرتے) ہیں۔''

✿✿✿✿

اٹھارواں باب

سریہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ غمر مرزوق کی طرف (۶ھ ماہ ربیع الاول)

محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضرت قاسم بن محمد نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے عکاشہ بن محصن کو چالیس افراد کے ساتھ بھیجا۔ ان میں ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ ان کے امیر تھے۔ (ابن عائذ) جو دیگر صحابہ کرام اس مہم میں شامل تھے وہ درج ذیل تھے حضرات شجاع بن وھب، یزید بن رقیش اور حضرت لقیط بن اعصم رضی اللہ عنہم یہ جلدی سے روانہ ہوئے۔ قوم کو ان کا علم ہو گیا۔ وہ اپنا مال چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ ان کے شہر کے بلند حصے پر اترے چشمہ کے پاس گئے۔ گھر خالی تھا۔ حضرت شجاع بن وھب کو جاسوس بنا کر بھیجا تاکہ وہ خبر لے کر آئیں یا انہیں کوئی نشان ملے حضرت شجاع واپس آئے۔ انہوں نے کہا: ''انہوں نے قریب سے ہی بکریوں کے نشان دیکھے ہیں۔ انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے ان کے جاسوس کو پکڑ لیا ایک رات انہوں نے دیکھا کہ وہ آواز سنتا تھا۔ صبح کے وقت اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ وہ سویا ہوا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے پکڑ لیا۔ انہوں نے پوچھا: ''کیا تجھے لوگوں کے بارے علم ہے؟'' اس نے کہا: ''کہاں ہیں لوگ۔ وہ تو بلند کے بلند حصوں پر چلے گئے ہیں۔'' صحابہ کرام نے پوچھا: ''بکریاں۔'' اس نے کہا: ''ان کے ساتھ کچھ بھی نہیں۔'' ایک صحابی نے اسے وہ ڈنڈا مارا جو ان کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے کہا: ''کیا تم میرا خون بخشتے ہو؟ میں تمہیں ان کی بکریوں کے بارے بتاتا ہوں جنہیں تمہاری آمد کا علم نہیں ہوا۔'' صحابہ کرام نے کہا: ''بالکل'' انہوں نے اسے پناہ دی۔ اس نے بہت زیادہ جستجو کی۔ حتیٰ کہ انہیں خدشہ ہوا کہ وہ دھوکہ کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا: ''بخدا! تجھے ہمارے ساتھ سچ بولنا ہو گا ورنہ ہم تیری گردن اڑا دیں گے۔'' اس نے کہا: ''تم اس بلند جگہ سے دیکھو۔'' وہ وہاں پہنچے وہاں بکریاں چر رہی تھیں۔ انہوں نے اس پر حملہ کیا بکریاں پکڑ لیں اور اعرابی ہر سمت بھاگ گئے۔ حضرت عکاشہ نے تعاقب سے روک دیا۔ انہوں نے دو سو اونٹ ہانکے۔ مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہو گئے۔ ایک شخص کو آگے بھیجا۔ پھر سارے صحابہ کرام بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ کوئی صحابی شہید نہیں ہوا تھا۔ نہ ہی جنگ کی نوبت آئی تھی۔

تنبیہات

۱. بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت ثابت بن اقرم اس سریہ میں شہید ہوئے تھے۔ لیکن یہ درست نہیں وہ ایام ردت میں شہید ہوئے تھے۔

۲. الاکلیل میں حاکم نے لکھا ہے کہ انہوں نے سباع بن وھب کو جاسوس بنا کر بھیجا۔ حالانکہ صحیح نام شجاع بن وھب ہے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی سباع بن وھب نہ تھا۔

انیسواں باب

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بنو معاویہ، بنو عوال ذی القصہ کی طرف (ربیع الآخر ۶ ھ)

محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس صحابہ کرام کو بھیجا۔ ان میں حضرات ابو نائلہ، حارث بن اوس، ابو عبس بن جبر، نعمان بن عصر، محیصہ بن مسعود، حدیصہ بن مسعود، ابو بردۃ بن نیار، بنو مزینہ میں سے دو افراد اور بنو غطفان میں سے ایک شخص شامل تھے۔ وہ رات کے وقت وہاں پہنچے حضرت محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی سو گئے۔ ایک سو افراد نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کی آنکھ اس وقت کھلی جب دشمن اسلحہ کے ساتھ ان کا محاصرہ کر چکا تھا۔ حضرت ابن مسلمہ فوراً اٹھے ان کے پاس کمان تھی۔ وہ چلائے "اسلحہ" وہ اٹھے۔ وہ ایک ساعت تک ان پر تیراندازی کرتے رہے۔ پھر اعرابیوں نے ان پر تیروں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ بقیہ کو قتل کر دیا۔ حضرت ابن مسلمہ زخمی ہو کر گر پڑے اگر ان کی ایڑی پر مارا جاتا تو وہ حرکت نہ کرتے۔ اعرابیوں نے ان کے کپڑے اتارے اور چلے گئے۔ ایک مسلمان شخص ان شہیدوں کے پاس سے گزرا اس نے انہیں دیکھا تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ جب محمد بن مسلمہ نے یہ سنا تو حرکت کی۔ اس آدمی نے انہیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور سوار کرا کر مدینہ طیبہ لے گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو عبیدۃ کو ان کی شہادت گاہ تک بھیجا۔ مگر انہیں وہاں کوئی نہ ملا۔ انہیں بھیڑیں بکریاں ملیں۔ وہ انہیں ہانک کر مدینہ طیبہ لے آئے۔ خمس نکالا۔ چار حصے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "غزوۂ خیبر کے موقعہ پر میں نے ان لوگوں میں سے ایک شخص کو دیکھ لیا جو ذوالقصہ کے روز مجھے مردہ سمجھ کر چلے گئے تھے۔ جب اس نے مجھے دیکھا۔ تو اس نے کہا: "میں نے اپنا چہرہ جھکا دیا ہے۔" میں نے کہا: "بہت بہتر ہے۔"

❁❁❁❁

بیسواں باب

سریہ ابوعبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہ ذوالقصہ کی طرف

محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''بنوثعلبہ اور بنوانمار کو قحط سالی نے آ لیا۔ امراض سے لے کر تغلمین تک بارش برسی۔ بنومحار، بنوثعلبہ اور بنوانمار اس جگہ گئے جہاں بارش برسی تھی۔ انہوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ وہ مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر حملہ کریں۔ یہ چراگاہ ہیفاء کی وادی میں تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ کو چالیس مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے مغرب کی نماز ادا کی۔ ہفتہ کی رات تھی۔ ربیع الآخر کی دو راتیں باقی تھیں۔ مجاہدین ساری رات چلتے رہے حتیٰ کہ وہ صبح ذوالقصہ پہنچ گئے۔ انہوں نے دشمن پر حملہ کر دیا۔ مگر وہ پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ انہوں نے ایک شخص کو پکڑ لیا۔ بہت سی بکریاں پائیں وہ انہیں اور گھر کا پرانا سامان لے آئے۔ وہ مدینہ طیبہ آ گئے۔ دو راتیں وہیں بسر کیں۔ وہ شخص اسلام لے آیا۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا آپ نے اس مال کا خمس نکالا۔ بقیہ صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا۔

✿✿✿✿

اکیسواں باب

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بنوسلیم کی طرف (ماہِ ربیع الآخر ۶ھ)

محمد بن عمر نے امام زھری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنوسلیم کی طرف بھیجا حتیٰ کہ وہ الجموم گئے۔ وہ مزنیہ کی ایک عورت تک پہنچے اس کا نام حلیمہ تھا۔ اس نے ان کی راہ نمائی بنوسلیم کے محلہ کی طرف کی۔ انہیں اس محلے سے بھیڑ، بکریاں اور قیدی ملے ان میں حلیمہ مزنیہ کا خاوند بھی تھا۔ حضرت زید یہ مال اور قیدی آپ کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے مزنیہ اور اس کے خاوند کو معاف کر دیا۔

✿✿✿✿

بائیسواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ العیص کی طرف

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''فتح مکہ سے قبل ابوالعاص بطور تاجر عازم سفر ہوئے۔ ان کے پاس اپنے اموال بھی تھے اور قریش نے بھی انہیں اموال دیے تھے۔ جب یہ اپنی تجارت سے فارغ ہوئے واپس آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر سے ان کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ انہوں نے ان کا سامان لے لیا۔ امام زہری اور ابن عقبہ نے روایت کی ہے کہ اس کارواں کو جنہوں نے روکا اور اہلِ کارواں کو پابند سلاسل کیا ان میں حضرات ابوجندل، ابوبصیر اور ان کے ساتھی بھی شامل تھے۔ یہ ساحل سمندر پر فروکش تھے انہوں نے کسی کو قتل نہ کیا۔ کیونکہ ابوالعاص کی آپ سے سسرالی رشتہ داری تھی۔

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ ابوالعاص اس لشکر سے بھاگ گئے تھے جب مجاہدین اموال لے کر آئے تو ابوالعاص رات کے وقت آئے۔

وہ رات کے وقت اپنی زوجہ محترمہ نورِ نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے پناہ طلب کی۔ انہوں نے انہیں پناہ دی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز صبح ادا کی۔ آپ نے تکبیر کہی اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی۔ خواتین کے سایہ بان سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پکارا۔ انہوں نے بآواز بلند کہا: ''اے لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی ہے۔'' جب آپ نے سلام پھیرا لوگوں کی طرف توجہ فرمائی۔ فرمایا: ''لوگو! کیا تم نے وہ کچھ سنا ہے جو میں نے سنا ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میں اس امر میں سے کسی چیز کے بارے نہ جانتا تھا حتیٰ کہ میں نے سن لیا جو کچھ تم نے سن لیا۔ مسلمان اپنے دشمن کے خلاف یدِ واحد کی طرح ہیں۔ ان کا کمتر شخص بھی پناہ دے سکتا ہے۔ جس کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پناہ دی ہے ہم نے اسے پناہ دی ہے۔''

پھر آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں داخل ہوئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئیں۔ انہوں نے عرض کی: ''وہ سامان واپس کر دیا جائے جو ابوالعاص سے لیا گیا ہے۔'' آپ نے ان کی یہ عرض قبول کر لی۔ آپ نے حضرت زینب سے فرمایا: ''نورِ نظر! ابوالعاص کو عمدہ بستر دو۔ مگر اسے اپنے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا نہ کرنے دینا۔ وہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔''

آپ نے ان مجاہدین کو یاد فرمایا انہیں فرمایا ''اس شخص سے ہمارا جو تعلق ہے تم اسے جانتے ہو تم نے اس کے

مال پر قبضہ کرلیا ہے۔ اگر تم احسان کرو۔ اور اس کا مال واپس کر دو تم ہم یہی پسند کرتے ہیں۔ اگر تم انکار کرو تو یہ مال فئے سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے۔ تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم انہیں یہ مال واپس کر دیتے ہیں۔"

ابن عقبہ نے لکھا ہے "ابو العاص نے اس کارواں اور اہلِ کارواں کے بارے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بات کی جسے حضرات ابو جندل، ابو بصیر اور ان کے ساتھیوں نے گرفتار کیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی قدر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی۔ آپ اٹھے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا: "ہم نے لوگوں کے ساتھ سسرالی رشتہ داری قائم کی۔ ابو العاص سے بھی یہی رشتہ داری قائم کی۔ ہم نے اسے اچھا رشتہ دار پایا ہے وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شام سے آرہا تھا ابو جندل اور ابو بصیر نے انہیں پکڑ لیا اور انہیں قیدی بنا لیا۔ ان کا سامان قبضہ میں کر لیا مگر کسی کو قتل نہ کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں انہیں پناہ دوں کیا تم ابو العاص اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دیتے ہو۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "ہاں! جب حضرت ابو جندل اور ان کے ساتھیوں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی یہ باتیں پہنچیں تو انہوں نے سارے قیدی آزاد کر دیے انہیں سارا سامان واپس لوٹا دیا حتیٰ کہ رسی بھی واپس کر دی۔ حتیٰ کہ ایک شخص ڈول لے کر آتا دوسرا بوسیدہ مشکیزہ اور نیا مشکیزہ لے کر حاضر ہو جاتا۔ ایک شخص کجاوے کی لکڑی لے کر آتا حتیٰ کہ انہوں نے سارا سامان حاضر کر دیا۔

ابن ہشام نے لکھا ہے "مجھے ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے کہ جب ابو العاص شام سے واپس آئے۔ ان کے پاس مشرکین کے اموال تھے۔ ان سے کہا گیا: "کیا تم مسلمان ہو جاتے ہو اور ان اموال پر قبضہ کر لو۔ یہ مشرکین کے اموال ہیں۔" حضرت ابو العاص نے فرمایا: "یہ کتنی بری چیز ہے جس سے میں اپنے اسلام کا آغاز کروں۔ میں اپنی امانت میں خیانت کروں۔" امام حاکم نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں نے حضرت ابو العاص سے کہا: "ابو العاص! تم قریش کے سردار ہو۔ آپ کے چچا زاد اور داماد ہو۔ کیا تم اسلام لے آتے ہو۔ اور جو اموال تمہارے پاس ہیں انہیں بطور مالِ غنیمت اپنے پاس رکھ لو۔" انہوں نے کہا: "تم مجھے برے کام کا حکم دے رہے ہو کہ میں اپنے دین کا آغاز دھوکے سے کروں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "پھر حضرت ابو العاص مکہ مکرمہ گئے۔ ہر حقدار کا حق ادا کیا۔ پھر کھڑے ہوئے۔ فرمایا: "اے اہلِ مکہ کیا تم میں سے کسی کا کچھ مال میرے پاس رہ گیا ہے۔ جو اس نے ابھی تک نہ لیا ہو۔ اے اہلِ مکہ! کیا میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا ہوں۔" انہوں نے کہا: "ہاں! بخدا! رب تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ ہم نے تم کو وفادار اور کریم پایا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں آپ کے ہاں بھی اسلام قبول کر سکتا تھا مجھے یہ خدشہ دامن گیر ہوا کہ تم یہ گمان کرو گے کہ میں لوگوں کے اموال ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے اموال دے دیے ہیں۔ میں ان سے فارغ ہو گیا ہوں۔ اب میں نے اسلام

قبول کرلیا ہے۔" پھر وہ عازم سفر ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔" حضرت ابن عباس نے فرمایا: "حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے نکاح پر ہی لوٹا دیا تھا۔ نیا نکاح نہیں کیا تھا۔ روایت ہے کہ چھ سال بعد انہیں لوٹا دیا نیا نکاح نہ کیا۔

تنبیہات

❶ ابن عمر، ابن سعد، بلاذری، قطب، عراقی اور صاحب العیون نے لکھا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سریہ کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ ابن اسحاق کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ سرایا میں سے کسی سریہ نے اس کارواں کو پالیا۔ کیونکہ آپ نے اسی مقصد کے لیے سریہ بھیجا تھا۔

❷ محمد بن عمر اور ہمنوا سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ سریہ ۶ ھ کو صلح حدیبیہ سے پہلے رونما ہوا تھا کیونکہ صلح کے بعد آپ نے قریش کے کسی کارواں کے ساتھ تعرض نہیں فرمایا۔ امام زہری اور ابن عقبہ نے اسی طرح لکھا ہے۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ اس کارواں کو حضرات ابو جندل، ابو بصیر اور ان کے ان ساتھیوں نے پکڑا تھا جو ساحل سمندر پر تھے کیونکہ صلح حدیبیہ واقع ہو چکی تھی۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ یہ صحابہ کرام ساحل سمندر پر رہتے تھے۔ قریش کا جو کارواں وہاں سے گزرتا تھا یہ اسے پکڑ لیتے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے "یہ سریہ فتح مکہ سے پہلے رونما ہوا تھا۔" امام زہری نے یہی موقف اپنایا ہے۔ زاد المعاد میں اسی کو درست قرار دیا ہے۔ "النور" میں یہی مؤقف اپنایا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ فرمان بھی امام زہری کی تائید کرتا ہے۔ "زینب! اسے اپنے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا نہ کرنے دینا۔ وہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔" اہلِ ایمان خواتین کی مشرکین کے لیے حرمت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔

❸ ابن عباس نے فرمایا: "آپ نے انہیں سابقہ نکاح پر لوٹا دیا۔ اس کا مزید تذکرہ سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا کے تذکرہ مبارکہ میں آئے گا۔

✿✿✿✿

تئیسواں باب

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ الطرف کی جانب

(جمادی الآخرۃ ۶ھ)

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو الطرف کی طرف بھیجا۔ وہاں بنو ثعلبہ بن سعد رہتے تھے۔ وہ پندرہ مجاہدین کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ جب الطرف پہنچے تو انہیں بھیڑ اور بکریاں ملیں۔ اعرابی بھاگ گئے انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ شاید حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف آ گئے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بکریاں لے کر مدینہ طیبہ آ گئے۔ دشمن ان کے تعاقب میں نکلا۔ مگر انہوں نے جلدی کی۔ وہ بیس اونٹ لے کر آئے۔ اس مہم میں چار راتیں بسر ہوئیں۔ جنگ کی نوبت نہ آئی۔ مسلمانوں کا شعار "اَمت اَمت" تھا۔

❁❁❁❁

چوبیسواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جذام کی طرف

(جمادی الآخرۃ ٦ھ)

ابن اسحاق نے بنو جذام کے ان افراد سے روایت کیا جنہیں اس واقعہ کا علم تھا کہ رفاعۃ بن زید جذامی رضی اللہ عنہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ ناز سے اپنی قوم کے پاس گئے ان کے پاس آپ کا مکتوب گرامی تھا۔ آپ نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی تھی۔ قوم نے ان کی آواز پر لبیک کہی۔ پھر جلد ہی حضرت دحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ قیصر کے پاس سے واپس آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قیصر روم کے پاس بھیجا تھا۔ اس نے انہیں انعام دیا۔ انہیں پوشاک بھی پہنائی تھی۔ انہیں ہند بن عوص اور اس کا بیٹا عوص بن ھنید ملے۔ انہوں نے ان سے ہر چیز چھین لی۔ صرف ایک کپڑا ان کے پاس چھوڑا۔ یہ بات بنو خبیب میں سے حضرت رفاعۃ بن زید کے قبیلہ تک پہنچ گئی۔ ان کے قبیلہ کے بعض افراد نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ وہ ھنید اور اس کے بیٹے کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ لڑے اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کا سامان واپس لے لیا۔ حضرت دحیہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ ساری داستان عرض کی۔ انہوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ ھنید اور اس کے بیٹے سے انتقام لیں۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ۱۵۰ مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ حضرت دحیہ کو بھی ان کے ساتھ واپس بھیجا۔ حضرت زید رات کو سفر کرتے تھے اور دن کے وقت چھپ جاتے تھے۔ ان کے ہمراہ بنو عذرہ کا راہ دان بھی تھا۔ بہت سے قبائل جمع ہو چکے تھے۔ جن میں غطفان، وائل، سلامان اور سعد بن ھذیم کے افراد شامل تھے۔ جب حضرت رفاعہ بن زید ان کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرامی نامہ لے کر آئے۔ یہ حرۃ الرجلاء فروکش ہوئے۔ جبکہ حضرت کراع ربہ میں تھے۔ ان کے بارے انہیں علم نہ تھا۔ عذری راہ داں حضرت زید بن حارث اور ان کے ساتھیوں کو لے کر وقتِ صبح ھنید اس کے بیٹے اور اہلِ محلہ پر حملہ آور ہوگیا۔ انہوں نے وہاں بہت سے افراد کو قتل کیا ھنید اور اس کا بیٹا بھی کام آئے۔ انہوں نے ان کے جانوروں، بکریوں اور عورتوں پر حملہ کیا۔ انہوں نے ایک ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں اور ایک سو عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرلیا۔ جب بنو خبیب نے حضرت زید کے اس حملہ کے بارے سنا تو وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سوار ہو کر گئے۔ جب وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے تو حسان بن رملہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہم مسلمان قوم ہیں۔" حضرت زید: سورۃ الفاتحہ سناؤ۔ حضرت حسان نے یہ سورت سنادی۔

حضرت زید نے فرمایا: "مجاہدین اسی جگہ چلے جائیں جہاں سے آئے ہیں اور اپنی محافل میں رات گزاریں" جب یہ رک گئے تو وہ سوار ہو کر رفاعہ بن زید کے پاس گئے۔ صبح ان کے پاس جا پہنچے۔ حضرت حسان نے کہا: "تم یہاں بکریوں کا دودھ نکال رہے ہو۔ جذام کی عورتوں کو قیدی بنالیا گیا ہے۔ تمہیں اس خط نے دھوکہ دیا جسے تم لے کر آئے ہو۔" حضرت رفاعہ نے اونٹ منگوایا۔ اس پر کجاوہ رکھا ان کے ہمراہ ابو زید بھی تھے ایک اور گروہ بھی تھا۔ یہ تین راتیں سفر کرتے رہے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے مسجد نبوی کے پاس گئے۔ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو انہیں اشارہ کیا کہ وہ لوگوں کے پیچھے سے آئیں۔ حضرت رفاعہ نے گفتگو کرنے کی اجازت طلب کی۔ ایک شخص اٹھا۔ اس نے کہا: "یارسول اللہ! یہ جادوگر قوم ہے۔" اس نے دو بار کہا۔ حضرت رفاعہ نے کہا: "اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے آج ہمیں صرف بھلائی دی۔"

حضرت رفاعہ نے وہ مکتوبِ گرامی آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جو آپ نے ان کے لیے لکھوایا تھا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسے لے لیجیے۔ اس کی تحریر پرانی ہو گئی اور عہد شکنی کا دور قریب آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "جوان! اسے بآوازِ بلند پڑھو۔" جب اس نے خط پڑھا۔ آپ نے ان کی داستان پوچھی۔ انہوں نے اس حادثہ کا تذکرہ کر دیا جو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رونما کیا تھا۔ آپ نے تین بار فرمایا: "میں ان مقتولین کا کیا کروں؟" حضرت رفاعہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! آپ سب سے بہتر جانتے ہیں۔ ہم آپ پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتے۔" حضرت ابو زید نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ زندہ افراد کو آزاد کر دیں جو قتل ہو گئے وہ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ابو زید نے سچ کہا ہے۔" اس قوم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو ہماری خواتین اور اموال کو آزاد کرا دے۔" آپ نے فرمایا: "علی! ان کے ساتھ جاؤ۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت زید میری اطاعت نہیں کریں گے۔" آپ نے فرمایا: "یہ تلوار لے جاؤ۔" انہوں نے وہ تلوار پکڑ لی۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس سواری بھی نہیں ہے۔" اس قوم نے انہیں ثعلبہ بن عمرو کے اونٹ پر سوار کیا جسے مکحال کہا جاتا تھا وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ وہ رافع بن مکیث الجہنی سے ملے یہ حضرت زید کی طرف سے بشارت لے کر جا رہے تھے۔ یہ قوم کے اونٹ پر سوار تھے۔ حضرت علی نے اس اونٹ کو لوٹا دیا۔ حضرت رافع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے اسی اونٹ پر بیٹھ گئے۔ وہ فیفاء الفحلتین کے مقام پر حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ملے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں یہ حکم فرما رہے ہیں کہ تمہارے ہاتھ میں اس قوم کے جو اسیر، قیدی یا اموال ہیں انہیں واپس لوٹا دو۔" حضرت زید نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی نشانی؟" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ آپ کی تلوار ہے۔" حضرت زید نے اسے پہچان لیا۔ وہ نیچے اترے۔ انہوں نے بآواز بلند کہا: "جس کے پاس کوئی چیز، مال

یا قیدی ہو وہ واپس کر دے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے قاصد ہیں۔" سارے لوگوں نے ساری اشیاء واپس کر دیں حتیٰ کہ آدمی کی ران کے نیچے سے بھی عورت کو نکال لیا۔

محمد بن عمر نے حضرت محجن الدیلی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں اس سریہ میں تھا۔ ہر شخص کو سات اونٹ یا ستر بکریاں ملیں۔ قیدیوں میں ہر شخص کو ایک یا دو عورتیں ملیں۔ حتیٰ کہ ان سب کو حضور اکرم ﷺ نے ان کے اہلِ خانہ کی طرف لوٹا دیا۔"

زاد المعاد میں ہے کہ یہ سریہ بلاشک وشبہ حدیبیہ کے بعد رونما ہوا تھا۔

پچیسواں باب

سریہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (یا سریہ زید بن حارثہ) بنو فزارہ کی طرف

امام احمد، امام مسلم، ابن سعد اور الطبرانی نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: "ہم نے بنو فزارہ پر حملہ کیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر کیا تھا۔جب ہمارے اور اس چشمہ کے مابین ایک ساعت کی مسافت رہ گئی تو انہوں نے ہمیں وہیں رات بسر کرنے کا حکم دیا۔پھر لشکر کو متفرق طور پر بھیج دیا۔انہوں نے اس چشمہ پر حملہ کر دیا۔قتل ہوئے جو قتل ہوئے۔میں نے لوگوں کا ہجوم دیکھا جس میں بچے تھے۔مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ یہ مجھ سے آگے بڑھ کر پہاڑ کی طرف نہ چلے جائیں۔میں نے ان کے اور پہاڑ کے مابین ایک تیر پھینک دیا۔جب انہوں نے تیر دیکھا تو وہ رک گئے۔میں انہیں ہانکتا ہوا لے آیا۔ان میں بنو فزارہ کی ایک عورت تھی۔جس پر چمڑا تھا۔اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی۔جو سارے عرب کی عورتوں سے حسین تھی۔میں انہیں ہانکتا ہوا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے آیا۔اس کی بیٹی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے عطا کر دی۔ہم مدینہ طیبہ آئے۔میں نے اس عورت کا کپڑا نہیں اٹھایا تھا۔بازار میں مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے۔آپ نے فرمایا: "سلمہ! وہ عورت مجھے ہبہ کر دو۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! اس نے مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے۔میں نے ابھی تک اس کا کپڑا نہیں اٹھایا۔" آپ خاموش ہو گئے۔دوسرے روز آپ مجھے بازار میں ملے۔میں نے ابھی تک اس عورت کا کپڑا نہیں اٹھایا تھا۔آپ نے فرمایا: "سلمہ! تمہارے کارنامے کتنے شاندار ہیں۔یہ عورت مجھے ہبہ کر دو۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ! وہ آپ کی ہو گئی۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو اہل مکہ کی طرف بھیجا۔اسے ان قیدی مسلمانوں کے لیے بطور فدیہ بھیجا جو مشرکین کے ہاں محبوس تھے۔اس روز ہمارا شعار امت امت تھا۔میں نے اپنے ہاتھ سے سات افراد قتل کیے۔

❁❁❁❁

چھبیسواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وادی القریٰ کی طرف

یہ سریہ ماہ رجب میں رونما ہوا تھا۔اس جگہ مذحج اور قضاعہ کے لوگ جمع تھے یا وہاں مضر کے قبائل جمع تھے۔مگر جنگ کی نوبت نہ آئی۔

ستائیسواں باب

سریہ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل کی طرف

(شعبان ٦ھ)

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو یاد فرمایا۔ آپ نے ان سے فرمایا: "تیاری کرلو۔ میں تمہیں آج یا کل کسی سریہ پر بھیجوں گا۔ ان شاء اللہ!" حضرت عبداللہ نے کہا: "میں نے آپ کی یہ بات سماعت کی۔ میں نے کہا:" میں آپ کے ساتھ نمازِ صبح ضرور ادا کروں گا۔ میں آپ کی وہ وصیت ضرور سنوں گا جو آپ حضرت عبدالرحمان کو کریں گے۔ اس وقت مسجد نبوی میں موجود صحابہ کرام میں سے میں دسویں نمبر پر تھا۔ اس وقت آپ کی خدمت میں حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عبدالرحمان، ابن مسعود، معاذ بن جبل، حذیفہ بن یمان اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ میں آپ کی خدمت میں تھا۔ ایک انصاری جوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ کو سلام عرض کیا۔ پھر بیٹھ گیا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کون سا مومن افضل ہے؟" آپ نے فرمایا: "جو اہلِ ایمان میں سے اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو۔" اس نے عرض کی: "اہلِ ایمان میں سے کون سا مومن سب سے زیادہ دانا ہے؟" آپ نے فرمایا: "جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہو اور اس کے نزول سے قبل اس کی خوب تیاری کرنے والا ہو۔" پھر وہ جوان خاموش ہو گیا۔ آپ نے ہماری طرف توجہ کی اور فرمایا: "اے گروہِ مہاجرین! جب پانچ عادتیں تم میں پیدا ہوں گی (تو ان کے پانچ خطرناک نتائج ہوں گے) میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تم میں پائی جائیں۔

1. جب بدکاری کسی قوم میں پھیل جاتی ہے جب وہ یہ فعل شنیع اعلانیہ کرنے لگتے ہیں تو ان میں طاعون اور ایسی امراض پھوٹ نکلتی ہیں جو ان کے گزشتہ اسلاف میں نہیں ہوتیں۔
2. جب وہ ناپنے اور تولنے میں کمی کرتے ہیں انہیں قحط سالی، سختی اور سلطان کا ظلم آلیتا ہے۔
3. اگر وہ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہ دیں تو رب تعالیٰ آسمان سے ابر کرم روک لیتا ہے۔ اگر جانور نہ ہوں تو ان پر کبھی بھی بارش نازل نہ ہو۔
4. جو قوم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو توڑتی ہے تو اس پر اس کے دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ وہ سب کچھ اس کے ہاتھوں سے چھین لیتا ہے جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے۔

◆ جو قوم کتابِ الٰہی کے بغیر فیصلہ کرتی ہے۔رب تعالیٰ ان کے مابین عداوت پیدا کر دیتا ہے۔دوسری روایت میں ہے:"رب تعالیٰ ان میں اختلاف اور اضطراب پیدا کر دیتا ہے تو وہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگتے ہیں۔"

پھر فرمایا:

"پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رات کو سفر کریں اور دومۃ الجندل پہنچیں۔ان کا لشکر جرف کے مقام پر تھا۔ان کی تعداد سات سو تھی۔حضرت عبدالرحمان نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے پسندیدہ یہ ہے کہ شاید یہ میری آپ سے آخری ملاقات ہو۔حالانکہ میں نے سفر کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔" آپ نے انہیں اپنے سامنے بٹھالیا۔اپنے دستِ حق نما سے ان کا عمامہ کھولا پھر انہیں سیاہ کرابیس کا عمامہ باندھا۔پھر ان کے کندھوں کے مابین تقریباً چار انگلیوں کے برابر نیچے لٹکایا۔پھر فرمایا:"ابن عوف! اس طرح عمامہ باندھا کرو۔یہ عمدہ اور معروف طریقہ ہے۔"

پھر حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ انہیں جھنڈا دیں۔انہوں نے انہیں جھنڈا دیا۔آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اپنی ذات اقدس پر درود پاک پڑھا۔پھر فرمایا:"ابن عوف! یہ جھنڈا لو۔رب کا نام اقدس لے کر روانہ ہو جاؤ۔راہِ خدا میں عازم سفر ہو جاؤ۔جو رب تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ جہاد کرو۔نہ بددیانتی کرو۔نہ دھوکہ دو۔نہ عہد شکنی کرو نہ مثلہ کرو۔نہ کسی بچے کو قتل کرو۔یہ تم میں اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کے نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔"

حضرت عبدالرحمان نے جھنڈا لیا عازم سفر ہوئے۔اپنے دوستوں سے جا ملے روانہ ہو کر دومۃ الجندل پہنچ گئے۔وہاں پہنچ کر انہیں اسلام کی طرف بلایا۔لگاتار تین روز انہیں اسلام کی طرف بلاتے رہے۔پہلے انہوں نے انکار کر دیا کہ وہ صرف تلوار دیں گے۔تیسرے روز اصبغ بن عمرو الکلبی نے اسلام قبول کر لیا۔یہ پہلے عیسائی تھے یہ ان کے سردار تھے ان کے ہمراہ بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔اور بعض اپنے مذہب پر اس شرط پر قائم رہے کہ وہ جزیہ دیں گے۔حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی طرف خط لکھا۔سارے حالات گوش گزار کیے۔نیز یہ اجازت مانگی کہ آپ ان میں نکاح کرلیں۔انہوں نے حضرت رافع بن مکیث جہینی کو مکتوب دے کر بھیجا۔آپ نے انہیں یہ خط لکھوایا کہ وہ اصبغ کی نور نظر تماضر سے نکاح کر لیں۔حضرت عبدالرحمان نے ان سے شادی کر لی۔انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔حضرت سلمہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ یہی تھیں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ نے حضرت ابوعبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل بھیجا۔

اٹھائیسواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدین کی طرف

ابن اسحاق نے حضرت فاطمہ بنت حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدین کی طرف بھیجا۔ ان کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے غلام ضمیرہ اور ان کے بھائی تھے۔ انہوں نے اہلِ میناء کے بہت سے قیدی پکڑ لیے۔ یہ ساحل پر بستیاں تھیں۔ وہاں متفرق قبائل کے لوگ جمع تھے۔ انہیں علیحدہ علیحدہ کر کے بیچا گیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو یہ رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "انہیں کیا ہوا؟" آپ سے عرض کی گئی: "انہیں علیحدہ علیحدہ بیچا جا رہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "انہیں اکٹھا ہی فروخت کرو۔" یعنی اولاد اور ماؤں کو۔

انتیسواں باب

سریہ امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فدک میں بنوسعد بن بکر کی طرف

(شعبان ۶ھ)

محمد بن عمر نے یعقوب بن زمعہ رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سو مجاہدین کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فدک میں بنوسعد بن بکر کی طرف بھیجا۔آپ تک یہ خبر پہنچی کہ وہ لشکر جمع کر رہے ہیں وہ خیبر کے یہودیوں سے مدد لینا چاہتے ہیں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔آپ رات کو سفر کرتے تھے دن کو کہیں چھپ جاتے تھے۔وہ غمج پہنچے یہ خیبر اور فدک کے مابین ایک چشمہ تھا۔وہاں ایک آدمی پایا اس سے پوچھا:''تو کون ہے؟''اس نے کہا:''میں باغی ہوں۔''انہوں نے اسے پوچھا:''کیا تمہیں اپنے پیچھے موجود لشکر کی کچھ خبر ہے؟''اس نے کہا:''مجھے اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔''

جب صحابہ کرام نے اس پر سختی کی تو اس نے اقرار کیا کہ وہ ان کا جاسوس ہے۔انہوں نے اسے خیبر بھیجا ہے تاکہ وہاں کے یہودیوں کو کہے کہ وہ ان کی مدد کریں اور اس طرح انہیں اپنی کھجوریں دیں گے جس طرح وہ دیگر لوگوں کو دیں گے۔وہ ان کے نگران ہوں گے۔''صحابہ کرام نے پوچھا:''لشکر کہاں ہے؟''جاسوس نے کہا:''میں نے انہیں اس حالت میں چھوڑا ہے کہ ان کے دو سو افراد جمع ہو چکے تھے وبر بن علیم ان کا رئیس تھا۔صحابہ کرام نے کہا:''اگر تو ہمیں ان کے لشکر یا چراگاہ تک لے چلے تو ہم تجھے امان دیں گے ورنہ تیرے لیے کوئی امان نہیں۔''اس نے کہا:''ٹھیک ہے۔''وہ انہیں لے کر نکلا حتیٰ کہ صحابہ کرام کو اس کے بارے بدگمانی ہونے لگی۔اس نے میدان اور ٹیلوں پر دیکھا پھر صحابہ کرام کو ہموار زمین پر لے گیا وہاں بہت سی بھیڑیں اور بکریاں تھیں۔اس نے کہا:''یہ ان کی بھیڑیں اور بکریاں ہیں انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔جاسوس نے کہا:''اب تو مجھے چھوڑ دو۔''صحابہ کرام نے کہا:''نہیں!حتیٰ کہ ہم تعاقب سے محفوظ ہو جائیں۔اس نے بھیڑوں اور بکریوں کے چرواہوں کو ڈرایا وہ منتشر ہو گئے۔اس نے کہا:''اب تم نے مجھے کیوں روک رکھا ہے۔بدوٴ بکھر گئے ہیں۔''حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا:''حتیٰ کہ ہم ان کی لشکر گاہ تک پہنچ جائیں۔وہ وہاں لے گیا۔وہاں کوئی بھی نظر نہ آیا۔انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔بھیڑیں اور بکریاں ہانک کر لے آئے۔ان میں پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں تھیں۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک اونٹنی علیحدہ کی جسے الحفدۃ کہا جاتا تھا۔پھر خمس علیحدہ کیا۔بقیہ اموال صحابہ کرام میں تقسیم کر دیے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

تیسواں باب

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وادی القریٰ کی طرف (رمضان ۶ھ)

موسیٰ بن عائذ نے کہا کہ مجھے حضرت عروۃ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مقتولین کے مابین پھینک دیا گیا۔ محمد بن عمر نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ "مجھے حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت عبداللہ بن حسین بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت زید رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف گئے۔ ان کے ہمراہ کچھ صحابہ کرام بھی تھے۔ جب وہ وادی القریٰ پہنچے تو انہیں بنوفزارہ کے بہت سے افراد ملے۔ انہوں نے حضرت زید اور صحابہ کرام کو مارا۔ انہوں نے گمان کیا کہ یہ سارے شہید ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ان کا سامان لے لیا۔ صحابہ کرام مدینہ طیبہ آ گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نذر مانی کہ وہ غسل جنابت نہ کریں گے۔ حتیٰ کہ بنوفزارہ پر حملہ کریں۔ جب ان کے زخم مندمل ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سریہ کے ساتھ بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "دن کے وقت چھپ جانا رات کو سفر کرنا۔" بنوفزارہ کا راہ دان انہیں لے کر نکلا۔ بنوبدر کو خدشہ تھا۔ انہوں نے اپنے لیے ایک باریک بین شخص متعین کر رکھا وہ صبح کے وقت اس پہاڑ پر چڑھ جاتا جو رستے پر ہوتا تھا۔ جس رستے سے انہیں خدشہ تھا کہ اس طرف سے ان پر حملہ ہو سکتا ہے۔ وہ ایک دن کی مسافت تک دیکھ سکتا تھا۔ وہ کہتا: "کوئی حرج نہیں تم بکریاں چراؤ۔" رات کے وقت وہ اسی جگہ سے دیکھتا وہ ایک رات کی مسافت تک دیکھ سکتا تھا۔ وہ کہتا: "سو جاؤ۔ اس رات تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

جب حضرت زید اور ان کے ساتھی ایک رات کی مسافت پر تھے۔ ان کا راہ دان رستہ بھول گیا۔ اس نے دوسرا رستہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ رات ہو گئی۔ پھر انہیں اپنی غلطی کا علم ہوا۔ وہ رات میں بھی چلتے رہے حتیٰ کہ صبح کے وقت ان تک پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک شخص کی تلاش میں نکلے اسے بہت تلاش کیا پھر بالآخر اسے قتل کر دیا۔ قیس بن مسحر نے عبیداللہ اور نعمان کو قتل کیا یہ دونوں مسعدہ بن حکمۃ کے بیٹے تھے۔ عبداللہ بن مسعدہ کو قیدی بنالیا۔ جاریہ بنت مالک اور اس کی ماں ام قرفہ فاطمۃ بنت ربیعہ کو قیدی کر لیا۔ یہ حذیفہ بن بدر کی زوجیت میں تھی۔ یہ بہت عمر رسیدہ تھی۔ یہ اپنی قوم کے معزز گھر میں تھی۔ عرب کہا کرتے تھے "اگر تو ام قرفہ سے بڑھ کر بھی غالب آنے والا ہو" اس کے گھر میں پچاس تلواریں لٹکی رہتی تھیں۔ سارے شمشیر زن اس کے محرم تھے۔ اس کے بارہ بیٹے تھے۔ قرفہ بیٹے کے نام پر اس کی کنیت تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اس

کے دوسرے بیٹے ردت کے زمانہ میں طلیحہ کی طرف سے لڑتے ہوئے واصل جہنم ہوئے۔ نہ اس میں اور نہ ہی اس کے بیٹوں میں بھلائی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قرفہ کو قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نازیبا کلمات سے یاد کرتی تھی۔ اسے قتل کر دیا گیا۔

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کامیاب ہو کر آئے۔ انہوں نے آپ کے در اقدس پر دستک دی آپ جلدی سے اٹھ کر ان کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کا مبارک کپڑا نیچے گھسٹ رہا تھا۔ آپ نے انہیں گلے لگایا۔ ان کا بوسہ لیا۔ حضرت زید نے آپ کو اپنی کامرانی کی خبر سنائی۔ ام قرفہ کی بیٹی اور عبداللہ بن مسعدہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس لڑکی کے حسن و جمال کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے سلمہ! تمہارے کارنامے کتنے عمدہ ہیں۔ یہ عورت مجھے دے دو۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں بنو فزارہ کی ایک عورت کو اسے فدیہ دے کر آزاد کرانا چاہتا ہوں۔'' آپ نے انہیں دو یا تین بار یہی بات دہرائی۔ حتیٰ کہ حضرت سلمہ سمجھ گئے کہ آپ کا ارادہ ہے کہ وہ یہ عورت آپ کو ہبہ کر دیں۔ انہوں نے اسے آپ کو پیش کر دیا آپ نے انہیں ان کے ماموں حضرت حزن بن ابی وھب رضی اللہ عنہ کو عنایت کر دی۔ ان کے ہاں عبدالرحمان بن حزن پیدا ہوئے۔

❀❀❀❀

اکتیسواں باب

سریہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ابورافع عبداللہ کی طرف

ابن اسحاق نے لکھا ہے "غزوۂ خندق اور بنو قریظہ کا معاملہ ختم ہو گیا۔ ابورافع ان افراد میں سے تھا جنہوں نے آپ کے خلاف لوگوں کو جمع کیا تھا۔ غزوۂ احد سے قبل اوس نے کعب بن اشرف کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ یہ لوگوں کو آپ کی عداوت پر ابھارتا تھا۔ تو خزرج نے آپ سے اجازت طلب کی کہ وہ ابورافع کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ یہ خیبر میں تھا۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ رب تعالیٰ نے آپ پر ایک کرم یہ بھی فرمایا تھا کہ انصار کے دونوں قبائل اوس اور خزرج آپ کے ہمراہ دو نر اونٹوں کی مانند مقابلہ کرتے تھے۔ جب اوس کوئی سنہری کارنامہ سرانجام دیتے تو خزرج کہتے: "بخدا! وہ اسلام میں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ہم سے سبقت نہیں لے جائیں گے۔ انہیں چین نہ آتا حتیٰ کہ وہ اسی طرح کا سنہری کارنامہ سرانجام دے دیتے۔ جب خزرج کوئی عمدہ کارنامہ سرانجام دیتے تو اوس اسی طرح کہتے۔ جب اوس نے کعب بن اشرف کا کام تمام کیا تو خزرج نے کہا "بخدا! یہ ہم سے سبقت نہیں لے جا سکتے۔ وہ ایسے امور میں مقابلہ کرتے تھے جو انہیں اللہ تعالیٰ اور رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب عطا کر دیتے تھے انہوں نے اس شخص کو یاد کیا جو عداوت میں ابن اشرف کی طرح ہو ان کو ابن ابی الحقیق یاد آ گیا جو خیبر یا حجاز کی سرزمین میں تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے" کہتے ہیں کہ ابورافع نے بنو غطفان اور اہلِ شرک کا ایک لشکر تیار کیا تھا۔ تا کہ وہ آپ کے ساتھ جنگ کریں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ابورافع کے قتل کی اجازت دے دی۔ خزرج میں سے بنوسلمہ کے پانچ افراد ان کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ افراد درج ذیل تھے حضرات عبداللہ بن عتیک، مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس الجہنی، ابوقتادہ حرث بن ربعی، خزاعی بن اسود تھے۔ ابن عمر، ابن سعد، اسود بن خزاعی، صحیح میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ اس طرح ان کی تعداد چھ ہو گئی ہے۔ ابن عقبہ اور امام سہیلی نے حضرت اسعد بن حرام کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی تعداد سات ہے۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عتیک کو ان کا امیر مقرر کیا۔ آپ نے کسی بچے یا عورت کو قتل کرنے سے منع کیا۔" یہ مجاہدین عازمِ سفر ہوئے۔ جب وہ خیبر پہنچے تو رات کے وقت ابن ابی الحقیق کے گھر تک پہنچے۔ صحیح میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ابورافع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دیتا تھا۔

آپ کے خلاف مدد کرتا تھا۔ حجاز میں اس کا قلعہ تھا۔ جب یہ مجاہدین اس کے قریب ہوئے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔
لوگ اپنے اپنے جانور واپس لا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''تم اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ۔ میں جاتا ہوں۔ چوکیدار سے بات کرتا ہوں۔ شاید میں اندر داخل ہو سکوں۔'' وہ دروازے کے قریب ہو گئے۔ ابن عتیک نے کہا'' میں سوچنے لگا کہ میں قلعہ میں داخل ہو جاؤں۔ ان کا ایک گدھا گم ہو گیا۔ وہ شمع لے کر اس کی جستجو میں نکلے مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ میں کہیں پہچانا نہ جاؤں۔ میں نے اپنا سر اور ٹانگیں ڈھانپ لیں۔ میں نے پردہ کر لیا۔ گویا کہ میں قضائے حاجت کر رہا ہوں۔ پھر چوکیدار چلایا۔ میں اندر گیا اور چھپ گیا۔ میں نے چوکیدار کو دیکھا اس نے ایک روشن دان میں چابیاں رکھ دیں۔

دوسری روایت کے مطابق لوگ اندر گئے اس نے دروازہ بند کر دیا۔ ایک کھونٹے پر چابیاں لٹکا دیں۔ ابو رافع کے ہاں رات کو داستان گوئی ہوتی تھی۔ ان کے بلند کمرے تھے۔ یہودی اس کے ہاں رات گئے تک باتیں کرتے تھے پھر اپنے گھروں کو واپس آجاتے تھے۔ جب داستان گو اس کے پاس سے چلے گئے۔ آوازیں پرسکون ہو گئیں۔ میں نے آہٹ تک نہ سنی۔ میں نکلا۔ میں نے چابیاں لیں اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے کہا: ''شاید قوم مجھ سے ڈر جائے۔'' میں کچھ ٹھہرا رہا پھر ان کے کمروں کے دروازوں تک گیا۔ میں نے انہیں بند کیا خود ابو رافع تک چڑھ گیا۔ میں جب بھی کمرہ کا دروازہ کھولتا تو اندر سے کنڈی لگا دیتا۔ میں نے کہا: ''اگر قوم کو میرا علم ہو گیا تو وہ مجھ تک نہ آسکے گی حتیٰ کہ میں ابو رافع کا کام تمام کر دوں گا۔'' میں اس تک پہنچا۔ وہ تاریک کمرہ میں تھا۔ اس نے چراغ گل کر رکھا تھا۔ وہ اپنے اہلِ خانہ کے وسط میں تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ اس کمرہ میں کہاں واقع تھا میں نے آواز دی ''ابو رافع'' اس نے کہا ''کون؟'' میں آواز کی سمت لپکا۔ تلوار سے وار کیا۔ میں ششدر تھا۔ مجھے اس ضرب نے فائدہ نہ دیا۔ وہ چیخا۔ میں کمرے سے باہر نکل آیا۔

میں کچھ دیر ٹھہرا رہا میں آیا۔ میں نے کہا: ''ابو رافع؟'' میں نے اپنی آواز تبدیل کر لی تھی۔ اس نے کہا: ''کیا تمہیں اس امر نے تعجب میں نہیں ڈالا۔ تیری ماں تجھ پر روئے۔ ایک شخص میرے پاس آیا اس نے مجھ پر تلوار سے وار کیا۔'' ابن عتیک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں اس کی سمت گیا۔ اس پر ایک اور وار کیا مگر وہ کارگر ثابت نہ ہوا۔ وہ چیخ اٹھا۔ اس کے اہلِ خانہ جاگ اٹھے۔ میں پھر آیا۔ میں نے اپنی آواز تبدیل کی۔ جیسے مددگار کی آواز ہو۔ وہ پشت کے بل لیٹا ہوا تھا۔ میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھی پھر اس پر جھکا حتیٰ کہ میں نے ہڈی کے ٹوٹنے کی آواز سنی میں جان گیا کہ میں نے اس کا کام کر دیا۔ میں حیران ہو کر باہر نکلا۔ میں ایک ایک دروازہ کھولتا گیا۔ حتیٰ کہ اسکی سیڑھیوں تک آگیا۔ میں نیچے اترنا چاہتا تھا۔ میں نے ٹانگ

رکھی۔ میرا خیال تھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں۔ میں چاندنی رات میں گر پڑا۔ میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اسے اپنے عمامہ سے باندھ لیا۔ میں لنگڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔ میں نے کہا: ''جلدی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کر دیا ہے۔'' میں نے انہیں کہا: ''روانہ ہو جاؤ۔ حضور والا ﷺ کو بشارت دو۔ میں روانہ نہ ہوں گا حتیٰ کہ میں اس کی موت کا اعلان سن لوں۔'' میں دروازے پر بیٹھ گیا۔ حتیٰ کہ مرغ نے آواز نکالی۔ وقتِ صبح اعلان کرنے والا فصیل پر چڑھا۔ اس نے کہا: ''اعلان کیا جاتا ہے کہ اہلِ حجاز کا تاجر ابورافع مر گیا ہے۔ میں چلتے ہوئے اٹھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو جا لیا۔ وہ ابھی تک بارگاہِ رسالت میں نہیں پہنچے تھے۔ میں نے آپ کو بشارت دی۔ آپ نے فرمایا: ''اپنی ٹانگ آگے کرو۔'' میں نے ٹانگ آگے کی۔ آپ نے اسے مس کیا۔ گویا کہ اسے کبھی تکلیف نہ پہنچی تھی۔ امام بخاری نے حضرت براء سے روایت لکھی ہے۔ جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک نے تنہا ابورافع کا کام تمام کیا تھا۔

ابن عقبہ، ابن اسحاق، ابن سعد اور ابن عمر نے اس کے برعکس روایت نقل کی ہے۔ میں ان سب روایات کو ملا جلا کر لکھوں گا۔ انہوں نے کہا: ''حضرت عبداللہ بن عتیک اور ان کے ساتھی رات کے وقت خیبر آئے۔ جب کہ اہلِ خیبر سو چکے تھے۔ وہ ابن ابی الحقیق کے گھر آئے۔ انہوں نے سارے کمرے بند کر دیے۔ وہ بلند کمرے میں تھا۔ وہ اسی کی طرف اوپر چڑھ گئے۔ وہ اس کے دروازے پر کھڑے ہوئے۔ اجازت مانگی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ کو آگے کیا کیونکہ وہ یہودی زبان جانتے تھے۔ ان کی ماں یہودیہ تھی۔ جس نے خیبر میں انہیں دودھ پلایا تھا۔ ابورافع کی بیوی ان کے پاس آئی۔ اس نے کہا: ''کون ہو تم؟'' انہوں نے کہا: ''ہم عرب کے باشندے ہیں۔ بچا کچھا کھانا لینے آئے ہیں۔ عبداللہ بن عتیک نے کہا ''میں ابورافع کے لیے تحفہ لے کر آیا ہوں۔ اس عورت نے دروازہ کھول دیا اور کہا: ''تمہارا صاحب وہ ہے۔ اس کے پاس چلے جاؤ۔ جب ہم اندر گئے تو ہم نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ تاکہ اسکے ساتھ ایسی لڑائی نہ ہو جائے جو ہمارے مابین حائل ہو جائے۔ اس کی عورت چلائی اور ہمارے بارے بتانے لگی۔ ابن سعد نے لکھا ہے۔

''جب اس عورت نے اسلحہ دیکھا تو اس نے چیخنا چاہا۔ انہوں نے تلوار سے اشارہ کیا۔ تو وہ خاموش ہو گئی۔'' ہم جلدی سے اس کی طرف گئے۔ وہ اپنے بستر پر تھا۔ ہماری تلواریں ہمارے پاس تھیں۔ رات کی تاریکی میں اس کی سفیدی نے ہماری راہ نمائی کی۔ گویا کہ وہ ایک سفید قبطی کپڑا تھا۔ جب بھی اس کی بیوی چیخنے لگتی تو ہمارا کوئی ساتھی اس پر تلوار بلند کرتا۔ پھر حضور ﷺ کی ممانعت یاد آ جاتی اس کا ہاتھ رک جاتا۔ اگر یہ ممانعت نہ ہوتی تو ہم اسی رات اس سے بھی فارغ ہو جاتے۔ جب ہم نے اپنی تلواروں سے اس پر حملہ کیا تو حضرت عبداللہ بن انیس نے اس کے پیٹ پر تلوار رکھی اسے دوسری طرف سے نکال دیا۔ اس نے کہا: ''مجھے کافی ہے۔ مجھے کافی ہے۔'' ہم باہر نکلے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک کی نظر کمزور تھی۔ وہ سیڑھی سے نیچے

گرے تو ان کے ہاتھ یا پاؤں میں سخت موچ آ گئی۔ ہم نے انہیں اٹھایا ان کے چشموں کے پانی کی گزرگاہ تک لے آئے۔ ہم وہاں داخل ہو گئے۔ اس کی بیوی چیخنے لگی۔ اس کے قتل کے بعد اہل قلعہ بھی چیخنے لگے۔ انہوں نے آگ روشن کر دی۔ اور ہماری جستجو میں ہر طرف دوڑنے لگے۔ ابن سعد نے لکھا ہے:

''یہ اس زینب کا باپ تھا جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ صحابہ کرام کے تعاقب میں نکلا اس کے ہمراہ تین ہزار افراد تھے۔ ان کے پاس مشعلیں تھیں وہ انہیں تلاش کر رہے تھے۔ مگر وہ انہیں نہ پاسکے وہ واپس آ گئے۔ وہ صحابہ کرام اسی جگہ دو دن ٹھہرے رہے حتیٰ کہ لوگ پرسکون ہو گئے۔ پھر وہ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہودی مایوس ہو کر واپس آ گئے۔ انہوں نے ابورافع کو گھیر لیا۔ وہ ان کے سامنے مر رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن انیس نے کہا: ''ہمیں یہ کیسے معلوم ہو کہ دشمن خدا مر گیا ہے۔ حضرت اسود بن خزاعی نے کہا: ''میں جاتا ہوں اور دیکھ کر آتا ہوں۔'' وہ گئے لوگوں میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اس کی بیوی اور یہودیوں کو دیکھا وہ ابورافع کے اردگرد تھے۔ اس کے ہاتھ میں چراغ تھا وہ اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ وہ لوگوں سے باتیں کر رہی تھی وہ ان سے کہہ رہی تھی' بخدا! میں نے ابن عتیک کی آواز سنی پھر میں نے خود کو جھٹلا دیا۔ میں نے کہا: 'اس علاقے میں ابن عتیک کا کیا کام؟'' وہ ابورافع کا چہرہ دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا: ''یہود کے معبود کی قسم! یہ مر گیا ہے۔''

مجھے یہ کلمہ بہت پسند آیا۔ پھر وہ ہمارے پاس آ گئے۔ ہمیں اس کی موت کے بارے بتایا ہم نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہو گئے۔ آپ اپنے منبر پر رونق افروز تھے۔'' آپ نے فرمایا: ''چہرے کامیاب ہوں۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا رخ انور بھی کامیاب ہو۔'' ہم نے دشمن خدا کے قتل کی خبر دی۔ ہم میں اختلاف ہو گیا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ ہر ایک دعویٰ کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اپنی تلواریں میرے پاس لے کر آؤ۔'' ہم نے اپنی تلواریں آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپ نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی تلوار کو دیکھا تو فرمایا: ''اس نے قتل کیا ہے اس پر کھانے کے اثرات ہیں۔'' حضرت حسان رضی اللہ عنہ ابن اشرف اور ابورافع کے قتل کے بارے لکھتے ہیں:

للہ در عصابۃ لاقیتھم ۔۔۔ یابن الحقیق و انت یابن الاشرف
یسرون لبیض الحفاف الیکم ۔۔۔ مرحا کاسد فی عرین مغرف
حتی أتوکم فی محل بلادکم ۔۔۔ فسقوکم حتفا ببیض ذفف
مستبصرین لنصر دین نبیھم ۔۔۔ مستصغرین لکل امر مجحف

ترجمہ: ''اس مبارک جماعت کے کارنامے کتنے شاندار ہیں جس نے تم سے ملاقات کی۔ اے ابن حقیق اور ابن

اشرف! وہ ہلکی پھلکی تلواروں کے ساتھ تمہاری سمت اس طرح بڑھ رہے تھے جیسے جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے۔ وہ شیر تمہارے ہی شیر ہیں۔ تمہارے ہی گھر میں تم تک پہنچے اور تیز تاباں تلواروں کے ساتھ تمہارا کام تمام کر دیا ان کے پیش نظر ان کے نبی ﷺ کے دین کی نصرت تھی۔ وہ ہر تباہ کن امر کو حقیر سمجھ رہے تھے۔"

تنبیہات

❶ یہ مجاہدین اس مہم پر کب روانہ ہوئے تھے۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ وہ غزوۂ احد سے پہلے روانہ ہوئے تھے۔ امام زھری سے روایت ہے کہ وہ ابن اشرف کے قتل کے بعد روانہ ہوئے تھے یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں اسی طرح لکھا ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ ۶ ھ رمضان المبارک میں روانہ ہوئے۔ ایک قول کے مطابق وہ ۵ ھ ذوالحجۃ کو روانہ ہوئے۔ الاشارہ میں اسی قول کو مقدم کہا گیا ہے۔ دوسرا قول ہے کہ وہ ذوالحجۃ ۴ ھ کو روانہ ہوئے۔ ایک اور قول کے مطابق وہ رجب ۳ ھ کو روانہ ہوئے۔

❷ صحیح میں ہے کہ ابورافع خیبر میں تھا۔ ایک قول ہے کہ حجاز کی زمین پر اس کا قلعہ تھا احتمال یہ ہے کہ اس کا قلعہ سرزمین حجاز کی طرف خیبر کے قریب ہو۔ "النور" میں ہے: "حجاز میں خیبر کے مقام پر۔"

❸ صحیح میں حضرت براء کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتبہ ان کے ساتھ تھے حافظ دمیاطی نے لکھا ہے کہ صحیح موقف یہ ہے کہ ان کا نام عبداللہ بن انیس تھا۔ الزھر میں ہے: "امام بخاری نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عتبہ ان کے ساتھ تھے۔ میں نے ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھا جس نے یہ قول کیا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عتبہ نام کے دو ہی صحابی ہیں تیسرا کوئی نہیں ان میں سے پہلے ذکوانی ہیں لیکن وہ اس مہم میں شریک نہ تھے۔ کیونکہ یہ سارے مجاہدین انصاری تھے۔

❹ عبداللہ بن عتبہ کو بعض علماء نے صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ لیکن اکثر کی رائے یہ ہے کہ یہ تابعی تھے۔ میں کہتا ہوں "صاحب الزھر کے قول کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ امام بخاری نے ان کا تذکرہ اپنی طرف سے کر دیا ہو۔ لیکن حقیقت اس طرح نہیں بلکہ یہ حضرت براء کا فرمان ہے۔ جیسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ عبداللہ بن عتبہ کا ذکوانی ہونا اس امر کی مخالفت نہیں کرتا کہ ان مجاہدین کا تعلق انصار کے ساتھ تھا۔ کیونکہ احتمال یہ ہے کہ وہ انصار کے حلیف ہوں حدیث پاک میں ہے "ہمارا حلیف ہم میں سے ہی ہے۔" حضرت عبداللہ بن انیس ان کے ساتھ تھے۔ وہ انصار میں سے نہ تھے بلکہ ان کے حلیف تھے۔ جو کچھ دمیاطی اور مغلطای نے ذکر کیا ہے الفتح اور الاصابۃ میں اس کا تذکرہ

نہیں کیا گیا۔صحیح وہی ہے جو صحیح میں ہے کیونکہ اس کی سند صحیح ہے۔ابن الاثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ یہ عبداللہ بن عتبہ ہیں الحافظ نے الفتح میں لکھا ہے''یہ ان کی لغزش ہے۔وہ خولانی انصاری ہیں انہوں نے بعد میں اسلام قبول کیا تھا یہ واقعہ پہلے رونما ہوا تھا۔

◆ ۵ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے''میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔''دوسری روایت میں ہے''میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔''ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ ٹانگ جوڑ سے نکل گئی اور پنڈلی سے ٹوٹ گئی۔

◆ ۶ حضرت عبداللہ بن عتیک نے فرمایا:''میں نے اس سے قبل اپنے ساتھیوں کو جالیا کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچتے میں نے آپ کو بشارت دی۔ایک احتمال یہ ہے کہ وہ سیڑھی سے نیچے گر پڑے ان کے ساتھ یہ سارا واقعہ پیش آیا۔لیکن اس معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر انہوں نے درد کا احساس نہ کیا۔پہلے وہ چلتے رہے اسی لیے انہوں نے کہا''میں چلتا ہوا گیا مجھے اس کا اثر نہ ہوا۔''جب وہ زیادہ چلے تو انہیں احساس ہوا۔ان کے ساتھیوں نے انہیں اٹھالیا۔جب وہ حضور مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ نے ان کی ٹانگ کو مس کیا جس کی برکت سے سارا درد زائل ہو گیا۔

◆ ۷ ابن عتبہ نے اس ضمن میں اسعد بن حرام کا تذکرہ کیا ہے۔الروض الانف میں ہے''ہم کسی کو دیکھتے جس نے ان کا تذکرہ کیا ہو۔الکلیل میں امام حاکم نے زھری سے روایت کیا ہے کہ ان میں اسعد بن حرام بھی شامل تھے۔احتمال یہ ہے کہ بعض راویوں کو ان دوائمہ سے نقل کرتے ہوئے اشتباہ لازم ہو گیا ہو۔امام زھری ابن عقبہ کے استاذ ہیں وہ انہی نے تابع ہیں۔

✿✿✿✿

بتیسواں باب

سریہ حضرت عبداللہ بن رواحۃ اسیر یا یسیر بن بن رزام کی طرف (شوال ٦ھ)

جب ابورافع واصل جہنم ہوا تو یہودیوں نے اسیر بن رزام کو اپنا امیر بنالیا۔ وہ یہودیوں میں کھڑا ہوا۔ اس نے کہا "بخدا! یہود میں سے جس طرف بھی محمد عربی ﷺ گئے یا انہوں نے جو بھی سریہ بھیجا وہ کامیاب ہو گیا۔ انہیں مقصد ملا۔ لیکن میں وہ کچھ کروں گا جو میرے ساتھیوں نے نہیں کیا۔" اس کے ساتھیوں نے پوچھا: "تم کیا کرو گے؟" اس نے کہا: "میں بنو غطفان کے پاس جاؤں گا میں انہیں جمع کروں گا۔ ہم محمد عربی ﷺ کے شہر پہنچیں گے۔ جس نے بھی ان کے شہر پر حملہ کیا اسے کچھ نہ کچھ ضرور مل گیا۔" اس کے ساتھیوں نے کہا: "تمہاری رائے بڑی اچھی ہے۔" وہ بنو غطفان وغیرہ کے پاس گیا تا کہ انہیں حضور اکرم ﷺ کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے جمع کرے۔

حضور والا ﷺ تک یہ خبر پہنچ گئی آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ اور تین صحابہ کرام کو رمضان میں ان کی طرف بھیجا تا کہ وہ صورت حال دیکھ کر آئیں۔ وہ خیبر کی ایک طرف گئے۔ نخلستانوں میں داخل ہو گئے۔ اپنے ساتھیوں کو الفطاۃ، الشق اور الکتیبہ میں بکھیر دیا۔ انہوں نے وہ باتیں یاد کیں جو اسیر بن رزام وغیرہ سے سنی تھیں۔ تین روز کے بعد عازم سفر ہوئے۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ رمضان المبارک کی دو راتیں باقی تھیں۔ انہوں نے جو کچھ سنا یا دیکھا تھا وہ گوش گزار کیا۔ خارجہ بن حسیل الاشجعی بھی آپ کے پاس آئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ کیا حالات ہیں؟ انہوں نے کہا: "میں نے اسیر بن رزام کو اس حالت پر چھوڑا کیا ہے کہ وہ یہود کے لشکر کے ساتھ آپ کی طرف کوچ کرنے والا تھا۔" آپ نے تیس افراد منتخب فرمائے۔

ابن عائذ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک بھی ان میں شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں بھی اس لشکر میں شامل تھا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ہم پر امیر مقرر کیا۔" ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم خیبر پہنچے۔ ہم اُسیر تک پہنچے۔ ہم نے اس تک یہ پیغام بھیجا کہ ہم امن سے ہیں حتیٰ کہ ہم تمہارے پاس آجائیں اور وہ چیز پیش کریں جس کے لیے ہم آئے ہیں۔" اس نے کہا: "بالکل ٹھیک ہے اسی طرح مجھے بھی تم سے پناہ حاصل ہوگی۔" ہم نے کہا: "بالکل" ہم اس کے پاس گئے۔ اسے کہا: "ہمیں حضور والا ﷺ نے تمہاری طرف بھیجا ہے تا کہ تم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو

جاؤ۔ آپ عنقریب تمہیں خیبر کا امیر بنا دیں گے اور تم پر احسان کریں گے۔" وہ لگا تار اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ نکل آیا۔ وہ طمع میں آ گیا۔ اس نے یہود سے مشاورت کی۔ یہودیوں نے اس کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا: "یہ نہیں ہو سکتا کہ محمد عربی ﷺ بنو اسرائیل میں سے کسی شخص کو عامل بنائیں۔" اس نے کہا: "ہاں! ہم جنگ سے اکتا گئے ہیں۔" اس کے ساتھ یہود کے تیس افراد نکلے ہر مسلمان کے پیچھے ایک شخص بیٹھ گیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے "حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اسیر بن رزام کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ انہوں نے فرمایا: "ہم عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ ہم قرقرۃ ثبار پہنچے اسیر نادم ہوا۔ اس نے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں سمجھ گیا میں نے اپنا اونٹ تیز چلایا۔ میں نے کہا: "دشمن خدا! کیا تو دھوکہ کرتا ہے؟ میں اس کے قریب ہوا تا کہ دیکھوں کہ وہ کیا کرتا ہے؟ اس نے میری تلوار پکڑی۔ میں نے اونٹ روکا اور کہا: "کیا کوئی ایسا شخص ہے جو نیچے اترے اور ہم کو آگے ہانکتا جائے۔" کوئی بھی نیچے نہ اترا۔ میں اپنے اونٹ سے نیچے اترا۔ میں کارواں کو ہانکنے لگا حتیٰ کہ اسیر میرے لیے تنہا رہ گیا۔ میں نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ ٹانگ کا آخری حصہ کاٹ کر رکھ دیا۔ میں نے اس کی ران اور پنڈلی نیچے گرا دی۔ وہ اونٹ سے نیچے گر پڑا اس کے ہاتھ میں مخرش کا ڈنڈا تھا۔ اس نے وہ مجھے دے مارا جو مجھے دماغ کے اندر تک زخمی کر گیا۔ ہم نے اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا سوائے ایک کے سب کو زخمی کر دیا۔ وہ بھاگ کر نکل گیا تھا۔ کوئی مسلمان بھی زخمی تک نہ ہوا۔ پھر ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ اسی اثناء میں کہ حضور انور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: "آئیں ہم ثنیہ تک چلیں تا کہ ہم اپنے ساتھیوں کی راہ دیکھیں۔ صحابہ کرام آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب وہ ثنیہ تک پہنچے۔ جب آپ وہاں جلوہ نما ہو گئے۔ تو ہم بھی آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ہم نے سارے واقعات گوش گزار کیے۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے تمہیں ظالم قوم سے نجات عطا کی ہے۔" حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوا۔ آپ نے میرے زخم کو دم فرمایا۔ آج تک اس سے نہ تو خون نکلا نہ ہی اس نے مجھے تکلیف دی۔ ہڈی درست ہو گئی تھی۔ آپ نے میرے چہرے کو مس کیا میرے لیے دعا کی۔ اپنے مبارک عصا کا ایک حصہ کاٹ کر مجھے دیا اور فرمایا: "یہ اپنے ساتھ رکھ لو یہ میرے اور تمہارے مابین روزِ حشر نشانی ہو گی۔ میں تمہیں اس سے پہچان لوں گا۔ تم روزِ حشر اس پر ٹیک لگاتے ہوئے آؤ گے۔" جب حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو ان کے کفن کے نیچے اس مبارک عصا کو رکھ دیا گیا۔

تنبیہ

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ سریہ غزوۂ خیبر کے بعد رونما ہوا تھا۔ "النور" میں مذکور ہے یہی بات ظاہر ہے۔ کیونکہ مجاہدین نے کہا تھا "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے تا کہ تجھے خیبر کا عامل بنائیں۔" لہٰذا یہ مناسب نہیں کہ کہا جائے

کہ یہ فتح خیبر سے قبل رونما ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔'' میں کہتا ہوں ''اس سریہ کا خیبر سے قبل رونما ہونا زیادہ ظاہر ہے۔ اس قصہ میں ہے کہ وہ بنو غطفان کے پاس گیا تا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ میں اس کی مدد کریں۔ یہ قطعی طور پر غزوۂ خیبر سے پہلے رونما ہوا تھا۔ کیونکہ فتح خیبر کے بعد یہود کے بعد اس طرح کا واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ صحابہ کرام کا یہ قول ہمیں حضور اکرم ﷺ نے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے تا کہ تمہیں خیبر کا عامل مقرر کریں۔'' یہ اس امر کے منافی نہیں کیونکہ عامل بنانے سے ان کی مراد مصالحت، ترکِ قتال اور اس امر پر اتفاق ہے جو اس کو اس طرح حاصل ہو گا۔'' واللہ اعلم

✿✿✿✿

تینتیسواں باب

سریہ کرز بن جابر یا سعید بن زید رضی اللہ عنہما عرنیین کی طرف

امام احمد، امام مسلم، امام بخاری، ابن عوانہ، ابویعلی، الاسماعیلی، بیہقی، الطبری، الطبرانی، ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے حضرت انس، جابر، ابن عمر، جریر بن عبداللہ اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے غزوہ میں ایک غلام پایا جسے یسار کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس غلام کو دیکھا وہ اچھے طریقہ سے نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ اسے اپنی ان اونٹنیوں میں بھیج دیا جو چراگاہ کے ایک کونے میں چرتی تھیں۔ آپ کی خدمت میں ایک وفد حاضر ہوا۔ یہ عکل اور عرینہ کے آٹھ افراد تھے۔ بنو عرینہ میں سے چار، بنو عکل میں سے تین افراد تھے۔ ایک شخص کا تعلق ان دونوں قبائل میں سے کسی کے ساتھ نہ تھا۔ یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اسلام کے بارے گفتگو کی۔ آپ نے اسلام پر انہیں بیعت کر لیا۔ یہ مرض میں مبتلاء تھے۔ ان میں کمزوری اور شدید زردی پائی جاتی تھی۔ ان کے پیٹ پھول گئے تھے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں پناہ دیں اور کھانا کھلائیں یہ صفہ میں تھے۔ انہیں مدینہ طیبہ کی ہوا موافق نہ آئی۔ یہ کمزور اور ناتواں ہو گئے۔ انہیں سینے کے ورم نے آلیا۔ انہوں نے کہا: "یہ درد واقع ہو گیا ہے۔ مدینہ طیبہ وباء زدہ ہے۔ ہم جانوروں میں رہنے والے لوگ ہیں۔ ہم شہروں میں رہنے والے نہیں۔ آپ ہمارے لیے دودھ کا انتظام کریں۔" آپ نے فرمایا: "میں صرف یہ سبیل پاتا ہوں کہ تم اونٹنیوں کے پاس چلے جاؤ۔" انہیں چراگاہ میں بھیج دیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں رخصت دی کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے پاس جائیں ان کے دودھ اور پیشاب پئیں۔" وہ باہر نکلے۔ انہوں نے اونٹوں کا بول اور دودھ پیا۔" جب وہ صحت مند ہو گئے ان کے اجسام درست ہو گئے۔ ان کے پیٹ درست ہو گئے۔ تو انہوں نے اسلام کے بعد کفر کیا۔ اونٹوں پر حملہ کیا اور انہیں ہانک کر لے گئے۔ انہوں نے آپ کے غلام یسار کو پایا۔ ان کے ہمراہ کچھ اور افراد بھی تھے۔ انہوں نے ان کے ساتھ لڑائی کی۔ حضرت یسار کے ہاتھ اور ٹانگیں کاٹ دیں۔ ان کی آنکھوں اور زبان پر کانٹے چبھوئے حتیٰ کہ وہ انتقال کر گئے۔ امام مسلم کی روایت میں ہے۔

"پھر انہوں نے چرواہوں پر حملہ کیا اور انہیں قتل کر دیا۔" ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے کہا: "وہ لوگ میرے ساتھیوں کو قتل کر گئے ہیں۔ اونٹ لے گئے ہیں۔" محمد بن عمر نے روایت کیا ہے کہ بنو عمرو بن عوف کی ایک عورت

اپنے گدھے پر آئی۔ وہ حضرت یسار کے پاس سے گزری۔ وہ درخت کے نیچے پڑے تھے۔ وہ اپنی قوم کے پاس آئی اور اسے یہ واقعہ بتایا۔ وہ گئے اور حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو قباء لے آئے۔ وہ وصال فرما چکے تھے۔

امام مسلم نے لکھا ہے: "آپ کے پاس انصار کے بیس جوان حاضر تھے۔ آپ نے انہیں بھیجا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے دشمن کے تعاقب میں بیس شہ سوار بھیجے۔ ان میں حضرات سلمہ بن الاکوع، ابورھم اور ابوذر غفاری، بریدہ بن حصیب، رافع بن مکیث، ان کے بھائی جندب، بلال بن حارث، عبداللہ بن عمرو، جعال بن سراقہ اور سوید بن صخر جہنی رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ یہ مہاجرین میں سے تھے۔ شاید جن حضرات کا نام حضرت ابن عمر نے نہیں لکھے ان کا تعلق انصار سے ہو اور راغلب کا گمان کرتے ہوئے انہیں انصار کہہ دیا گیا ہو یا سب کو اعم معنی کے اعتبار سے انصار کہہ دیا گیا ہو۔ آپ نے حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ امام طبرانی نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دشمن کے تعاقب میں بھیجا۔

مگر اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت جریر اس واقعہ کے تقریباً چار سال بعد آئے۔ آپ نے ان دشمنوں کے لیے صحابہ کرام کے ہمراہ ایک قیافہ شناس بھی بھیجا۔ ان کے لیے بد دعا کی۔ آپ نے دعا مانگی: "مولا! انہیں رستہ سے اندھ بنا دے۔ اسے ان کے لیے اونٹ کی کھال سے بھی تنگ بنا دے۔" رب تعالیٰ نے ان کو رستوں سے اندھا بنا دیا۔ وہ اسی روز پکڑ لیے گئے۔ جب دن ذرا بلند ہوا تو انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔"

محمد بن عمر نے لکھا ہے "حضرت کرز اور ان کے ساتھی دشمن کے تعاقب میں نکلے۔ رات کے وقت انہیں جا پایا انہوں نے الحرہ کے مقام رات بسر کی۔ پھر انہیں علم نہ تھا کہ وہ کس طرف جائیں۔ ایک عورت نظر آئی جو اونٹ کا کندھا اٹھائے ہوئے تھی۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ پوچھا: "یہ کیا ہے؟" اس نے کہا: "میں ایک قوم کے پاس سے گزری انہوں نے اونٹ ذبح کر رکھا تھا انہوں نے مجھے بھی یہ کندھا دیا وہ اس میدان میں ہیں۔ جب تم وہاں جاؤ گے تو تمہیں ان کا دھواں نظر آ جائے گا۔ صحابہ کرام آگے بڑھے۔ جب ان لوگوں کے پاس پہنچے تو وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ انہوں نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ ایک شخص بھی بھاگ نہ سکا۔ انہوں نے انہیں باندھا۔ گھوڑے پر سوار کیا۔ مدینہ طیبہ لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الرغابۃ میں تشریف فرما تھے۔ وہ انہیں آپ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں ان کے پیچھے دوڑتا ہوا گیا۔ میرے ہمراہ بچے بھی تھے الرغابۃ کے مقام پر آپ نے ان سے ملاقات کی۔ ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں۔"

امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے: "آپ نے ان لوگوں کی آنکھوں میں سلائیاں اس لیے پھیریں، کیونکہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھیریں تھیں۔"

دوسری روایت میں ہے کہ انہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ان کے ہاتھ اور ٹانگیں مختلف اطراف سے کاٹ دی گئیں۔ ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں۔ انہیں الحرۃ میں پھینک دیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ وہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہ دیا جاتا تھا۔ حضرت انس نے فرمایا: "میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جو شدت پیاس سے اپنے منہ سے زمین کو کاٹ رہا تھا۔ تاکہ گرمی اور سختی سے اسے کچھ ٹھنڈک ملے حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ ان کے خون کو نہ روکا گیا" ابوقلابہ نے فرمایا "ان بدبختوں نے قتل کیا تھا چوری کی تھی۔ اسلام لانے کے بعد کفر کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے ساتھ جنگ کی تھی۔"

ابن سیرین نے لکھا ہے: "عرنیین کا یہ قصہ حدود کے نزول سے پہلے رونما ہوا تھا" حضرت انس سے روایت ہے کہ ان میں سے دو کو پھانسی دی گئی۔ دو کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں۔" الحافظ لکھتے ہیں "اس طرح انہوں نے چھ کا تذکرہ کیا ہے۔ اگر یہ روایت محفوظ ہو تو پھر ان کی سزا متفرق نوع کی ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ (المائدۃ: ۳۳)

ترجمہ: "بلاشبہ سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں۔ اللہ سے اور اس کے رسول سے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد برپا کرنے کی یہ ہے کہ انہیں (چن چن کر) قتل کیا جائے یا سولی دیا جائے یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مختلف طرفوں سے یا جلاوطن کر دیئے جائیں یہ تو ان کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں (اس سے بھی) بڑی سزا ہے۔"

اس کے بعد آپ نے کسی کی آنکھ میں سلائی نہ پھیری۔ کسی کی زبان نہ کاٹی۔ ہاتھ اور ٹانگ کاٹنے میں اضافہ نہ کیا۔ لشکر کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔ اس کے بعد آپ صدقہ پر ابھارتے تھے۔ مثلہ سے منع کرتے تھے۔ ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ اونٹنیوں کی تعداد پندرہ تھی۔ وہ انہیں الحناء تک لے گئے تھے۔"

تنبیہات

❶ ان لوگوں کا تعلق عکل اور عرینہ کے قبائل کے ساتھ تھا۔ ان دونوں اسموں کے مابین واؤ ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے۔ امام بخاری نے المغازی میں اسی طرح لکھا ہے۔ بعض دیگر کتب میں یہ "اوْ" سے مروی ہے اس لیے ابن التین نے داودی کی تبع میں لکھا ہے کہ عرینہ ہی عکل ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں "یہ غلط ہے یہ دونوں جداگانہ

قبیلے تھے۔ عکل کا تعلق تیم الرباب کے ساتھ تھا۔ جبکہ عرینہ کا تعلق قحطان کے ساتھ تھا۔ امام عبد الرزاق نے ساقط سند سے روایت کیا ہے کہ عکل اور عرینہ کا تعلق بنو فزارہ کے ساتھ تھا۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ بنو فزارہ کا تعلق مضر کے ساتھ تھا۔ یہ عکل اور عرینہ کے ساتھ اصلاً جمع ہی نہیں ہو سکتے۔

◆ ۲ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے غزوۂ قرد کے بعد حملہ کیا تھا اس وقت ماہ جمادی الآخرۃ ۶ ھ تھا۔ امام بخاری نے اس کا تذکرہ حدیبیہ کے بعد کیا ہے۔ یہ ذوالقعدۃ میں رونما ہوا تھا ابن عمر نے لکھا ہے کہ یہ شوال میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ ابن حبان اور ابن سعد نے ان کی تبع کی ہے۔

◆ ۳ اس سریہ کے امیر میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق اور اکثر سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ اس کے امیر حضرت کرز بن فہری تھے۔ ابن عقبہ نے اس کا امیر حضرت سعید بن زید انصاری کو لکھا ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں "احتمال ہے کہ یہ انصار کے رئیس ہوں۔ جبکہ حضرت کرز پوری جماعت کے امیر ہوں۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اس سریہ کے امیر حضرت جریر بن عبداللہ البجلی تھے۔ لیکن اس مؤقف کی یوں گرفت کی گئی ہے کہ وہ اس واقعہ کے چار سال بعد مشرف باسلام ہوئے۔

◆ ۴ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اونٹنیاں حضور اکرم ﷺ کی تھیں جیسے کہ امام بخاری کی روایت میں یہ صراحت ہے: "مگر یہ کہ تم حضور اکرم ﷺ کے اونٹوں سے جاملو۔" ایک روایت میں ہے: "آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے پاس جائیں۔"

ان روایتوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ صدقہ کے اونٹ مدینہ طیبہ سے باہر چرتے تھے۔ انہوں نے ان اونٹوں کو چراگاہ میں پایا لیکن انہوں نے تقاضا کیا کہ وہ اونٹوں کے پیشاب پینے کے لیے صحراء کی طرف نکلیں۔ آپ نے حکم دیا کہ وہ آپ کے چرواہے کے ساتھ چلے جائیں وہ اس کے ساتھ گئے۔ انہوں نے جو کیا وہ کیا آپ کا یہ فرمان سچ ثابت ہو گیا کہ مدینہ طیبہ اپنے خبث کو باہر نکال پھینکتا ہے۔"

◆ ۵ بعض لوگوں نے اسی واقعہ سے ان جانوروں کے پیشاب کی طہارت کا قول کیا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے کیونکہ آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ ان کے دودھ اور پیشاب پئیں۔ یہ امام مالک، امام احمد، شوافع میں سے ابن خزیمہ، ابن منذر، ابن حبان، اصطخری اور رویانی کا قول ہے جبکہ امام شافعی اور جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ سارے جانوروں کے پیشاب ناپاک ہوتے ہیں خواہ ان کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو۔ ابن منذر نے اس فرمان سے استدلال کیا ہے "اشیاء کو طہارت پر رکھا جائے گا حتیٰ کہ کسی کی نجاست ثابت ہو جائے۔" انہوں نے کہا ہے کہ جس

نے یہ گمان کیا ہے کہ یہ اس قوم کے ساتھ خاص تھا تو اس کا موقف درست نہیں کیونکہ خصائص دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتے۔ نیز یہ کہ اہلِ علم نے لوگوں کو چھوڑ رکھا ہے کہ وہ بازار میں بھیڑوں کی مینگنیاں فروخت کرتے ہیں اور بغیر کسی انکار کے پرانے اور نئے زمانے میں اونٹوں کے پیشاب دواؤں میں استعمال ہوتے رہتے ہیں یہ اس امر کی ظاہری دلیل ہے۔"

لیکن الحافظ لکھتے ہیں: "یہ کمزور استدلال ہے کیونکہ اس میں اختلاف ہونا اس کے انکار کو واجب نہیں کرتا۔ انکار کو ترک کرنا اس کے جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ وہ اس کی طہارت پر دلالت کرے۔ پیشاب کے نجس ہونے پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ تمہیں آسانیاں پیدا کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تنگیاں پیدا کرنے والے بنا کر نہیں بھیجا گیا۔"

قاضی ابن عربی نے لکھا ہے کہ انہیں بطور دوا یہ پیشاب پینے کا حکم دیا گیا تھا۔ ان کی گرفت یوں کی گئی ہے کہ دوا ایسی ضروری حالت نہیں جو ایسی دلیل کے ساتھ ہو کہ واجب نہیں۔ ان امور کے ساتھ حرام مباح کیسے ہو سکتا ہے واجب نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ ضروری حالت نہ تھی۔ یہ اس وقت ضروری حالت بنی جب اس کے بارے اس شخص کو بتایا گیا جس کی خبر پر اعتماد ہو سکتا تھا۔ جو چیز ضرورت کے وقت مباح ہو اسے حرام نہیں کہا جا سکتا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی تاویل کی ہے:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ (الانعام:۱۱۹)

ترجمہ: "حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مفصل بیان کر دیا ہے تمہارے لیے جو اس نے حرام کیا تم پر مگر وہ چیز کہ تم مجبور ہو جاؤ اس کی طرف۔"

انسان جس چیز کو حالت اضطراری میں کھانے پر مجبور ہوا۔ وہ اس کے لیے حرام نہ رہی جیسے مجبور کے لیے مردار۔

الحافظ لکھتے ہیں: "ان کا کلام جو امر ضمن میں لیے ہوئے ہے کہ حرام مباح نہیں ہوتا اور امر وجوب کے لیے نہیں یہ بات قابل تسلیم نہیں۔ جیسے رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھنا حرام ہے مگر یہ کسی مباح امر کے لیے جائز ہو جاتا ہے۔ جیسے مسافر کے لیے۔ ان کے علاوہ کسی اور کا قول ہے "اگر یہ پیشاب پاک ہوتا تو اس سے بطور دوا استعمال کرنا بھی جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے میری امت کے لیے شفاء اس چیز میں نہیں رکھی جسے اس پر حرام کر دیا گیا ہے۔" ابو داؤد عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس روایت کو علت اختیار پر محمول کیا جائے گا حالت ضرورت میں یہ حرام نہ ہوگا۔ جیسے مجبور کے لیے مردار۔ حدیث پاک میں آپ کا فرمان رد نہیں کرتا کہ یہ دواء نہیں ہے۔ یہ اس شخص کے لیے دواء ہے جس نے اس کے ساتھ علاج کرنے کے لیے اس کو بطور دواء استعمال کرنے کی التجاء کی۔ جیسے کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے یہ شراب کے ساتھ خاص ہے اس کے ساتھ اور بھی نشہ آور اشیاء ملادی جائیں گی۔ نشہ آور اور دیگر ناپاک اشیاء میں فرق یہ ہے کہ حدیث پاک حالت اختیار میں اس کے استعمال کے متعلق ہے اس کے علاوہ نہیں۔ کیونکہ اس کا پینا کئی مفاسد کی طرف لے جاتا ہے۔ کیونکہ جاہلیت میں یہ اعتقاد رکھا جاتا تھا کہ شراب میں شفاء ہے۔ شریعت مطہرہ کا فیصلہ ان کے اعتقاد کے خلاف ہے۔ امام طحاوی نے اسی طرح کا قول کیا ہے۔

شیخ تقی الدین سبکی لکھتے ہیں "شراب میں ایک فائدہ یہ تھا کہ اس کو بطور دواء استعمال کیا جاتا تھا۔ جب اسے حرام کیا گیا رب تعالیٰ اس سے دوا کی خاصیت چھین لی۔ جہاں تک اونٹ کے پیشاب کا تعلق ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اونٹوں کے پیشاب میں ان کے معدہ کی خرابی کی دواء ہے۔" لہٰذا جس چیز میں دوا ثابت ہو اسے اس چیز پر قیاس نہیں کیا جاسکتا جس سے دوا کی نفی کی گئی ہو۔ اس طرح سارے دلائل اور ان کے مقتضیٰ پر عمل کو جمع کیا جاسکتا ہے۔

◆ امام بخاری کی روایات میں اتفاق ہے کہ شہید ہونے والے صرف آپ کے چرواہے حضرت یسار رضی اللہ عنہ تھے۔ امام مسلم نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے لیکن امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے "پھر دشمن چرواہوں کی طرف گئے اور انہیں قتل کر دیا۔" یعنی جمع کے صیغہ کے ساتھ۔ ابن حبان نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ احتمال یہ ہے کہ صدقے کے اونٹوں کے چرواہے ہوں۔ بعض کو انہوں نے ان اونٹنیوں کے چرواہے کے ساتھ شہید کر دیا ہو۔ بعض راویوں نے حضرت یسار کے تذکرہ پر اکتفاء کیا ہو۔ دوسروں نے دیگر افراد کا ذکر بھی کیا ہو۔ یا بعض راویوں نے انہیں بالمعنیٰ ذکر کر دیا ہو۔ لہٰذا انہوں نے جمع کا صیغہ ذکر کیا ہو۔ الحافظ لکھتے ہیں "راجح قول یہی ہے کیونکہ اہل معازی میں سے کسی نے بھی تاکید کے ساتھ نہیں لکھا کہ انہوں نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو قتل کیا ہو۔"

◆ صحیح مسلم میں ہے کہ جن حضرات قدسیہ کو آپ نے عرنیین کے تعاقب میں بھیجا وہ سارے انصار تھے غالب اکثریت ہونے کی وجہ سے ان پر انصار کا اطلاق کیا گیا۔ یا اعم معنی میں سب کو انصار کہا گیا۔

◆ علامہ قاضی صاحب نے اس امر کو مشکل گمان کیا ہے کہ انہیں پانی نہ پلایا گیا کیونکہ ان کا قتل ہو جانا لازمی تھا۔ لہٰذا

انہیں پانی سے روکا نہیں جا سکتا۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ نہ ہی آپ نے روکا تھا۔'' الحافظ لکھتے ہیں: '' یہ ضعیف جواب ہے کیونکہ حضور والا ﷺ اس سے آگاہ ہو گئے تھے۔ آپ کا سکوت حکم کے ثبوت میں ہے۔'' امام نووی نے یہ جواب دیا ہے'' محارب مرتد کو پانی پلانے یا کسی اور کو پانی پلانے میں کوئی حرمت نہیں۔ اس سے یہی دلیل ملتی ہے کہ جس کے پاس صرف وضو کے لیے پانی ہو تو اس کے لیے روا نہیں کہ وہ اس مرتد کو پلا دے اور خود تیمم کرلے۔ بلکہ وہ اسے خود استعمال کرے گا خواہ مرتد مر جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ انہیں پیاسا رکھنے میں حکمت یہ ہے کیونکہ انہوں نے اونٹوں کے اس دودھ کی نعمت کا انکار کیا تھا جس سے انہیں شفاء حاصل ہوئی تھی بھوک مٹی تھی۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے لیے پیاس کی بددعا کی جس نے آپ کے اہلِ بیت میں سے کسی کو پیاسا رکھا۔ (نسائی)

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ شاید انہوں نے اس رات کاشانہ نبوی میں اس دودھ کو بھیجنا روک دیا ہو جو ہر رات آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔

چونتیسواں باب

عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کی مہم

امام بیہقی نے عبدالواحد بن عوف وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان نے قریش کے چند افراد سے کہا "کیا تم میں سے کوئی محمد عربی ﷺ کو دھوکہ سے قتل نہیں کر سکتا" ایک شخص ابوسفیان کے پاس آیا اس کے گھر گیا۔ اس نے کہا "میرا دل سارے دلوں سے مضبوط ہے۔ میری گرفت سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ میں سب سے تیز بھاگ سکتا ہوں۔ اگر تم مجھے قوت دو۔ میں محمد عربی ﷺ کے پاس جاتا ہوں۔ انہیں دھوکہ سے شہید کر دیتا ہوں۔ میرے پاس ایک خنجر ہے جو گدھ کے پر کی مانند باریک ہے۔ میں اس سے ان پر حملہ کر دوں گا۔ پھر کارواں میں شامل ہو جاؤں گا۔ میں سب لوگوں سے تیز بھاگ سکتا ہوں۔ میں راستہ جاننے کا بھی بڑا ماہر ہوں۔" ابوسفیان نے کہا: "تو ہمارا ساتھی ہے۔" اس نے اسے ایک اونٹ اور زادِ راہ دیا اور کہا: "اپنا معاملہ سمیٹو۔" وہ رات کے وقت نکلا۔ پانچ روز تک اپنی سواری پر چلتا رہا چھٹے روز کی صبح کو "الحرۃ" جا پہنچا پھر وہ آپ کے متعلق پوچھنے لگا۔ حتیٰ کہ اسے آپ تک پہنچا دیا گیا۔ اس نے اپنی سواری باندھی۔ پھر حضور والا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ مسجد بنو اشہل میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا: "یہ دھوکہ دینا چاہتا ہے مگر رب تعالیٰ اس کے اور اس کے ارادہ کے مابین حائل ہے۔ وہ گیا تا کہ آپ پر حملہ کرے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کے ازار کے اندرونی حصہ سے اسے پکڑ کر کھینچا۔ خنجر اس کے ہاتھوں سے گر پڑا۔ اس نے کہا: "میرا خون! میرا خون!" حضرت اسید نے اس کا گلا پکڑا اور اسے گھونٹا۔ حضور والا ﷺ نے پوچھا: "مجھ سے سچ بولو کہ تم کون ہو؟" اس نے کہا: "کیا مجھے امان حاصل ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!" اس نے اپنے بارے بتایا۔ اس کے بارے بھی بتایا جو اس کے لیے ابوسفیان نے طے کیا تھا۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس نے عرض کی: "محمد مصطفیٰ ﷺ میں لوگوں سے ڈرتا نہیں تھا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرا طائر عقل اڑ گیا۔ نفس کمزور ہو گیا۔ پھر میں اس ارادہ پر آگاہ ہوا جو میرا عزم تھا جس کے بارے کئی کارواں سعی کر چکے تھے مگر کوئی کامیاب نہ ہوا تھا۔ میں جان گیا کہ آپ مجھ سے محفوظ ہیں آپ حق پر ہیں۔ اور ابوسفیان کا گروہ شیطانی گروہ ہے۔" آپ مسکرانے لگے۔ کچھ دن وہ شخص آپ کی خدمت میں رہا۔ پھر اذن لیا۔ عازم سفر ہوا۔ پھر نہ جانے کہاں چلا گیا۔

امام ابن راھویہ نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "آپ نے مجھے اور میرے ساتھ ایک انصاری شخص کو بھیجا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے وہ سلمہ بن اسلم تھے۔ آپ نے انہیں ابوسفیان کی طرف بھیجا۔ آپ نے فرمایا: "اگر تم اسے دھوکہ سے قتل کر سکتے ہو تو ایسا کر گزرو۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "حضرت خبیب بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے بعد آپ نے حضرت عمرو کو بھیجا۔ ان کے ہمراہ حضرت جبار بن صخر انصاری کو بھیجا۔ وہ عازم سفر ہو کر مکہ مکرمہ پہنچے۔ انہوں نے یاجج کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں اپنے اونٹ چھپا دیے۔ رات کے وقت مکہ مکرمہ گئے۔ حضرت جبار یا حضرت سلمہ نے حضرت عمرو سے کہا "کاش! ہم بیت اللہ کا طواف کریں اور دو رکعتیں نماز پڑھ لیں۔" حضرت عمرو نے کہا: "عشاء کے وقت لوگ صحنِ حرم میں بیٹھتے ہیں اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے جان جائیں گے۔ میں ابلق گھوڑے سے بھی زیادہ مکہ مکرمہ میں مشہور ہوں۔" انہوں نے کہا: "ہرگز نہیں! ان شاء اللہ۔" حضرت عمرو نے فرمایا: "انہوں نے میری اطاعت کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر ابوسفیان کے ارادہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ ہم مکہ مکرمہ میں چل رہے تھے کہ اہل مکہ میں سے ایک شخص نے مجھے دیکھ لیا۔ اس نے مجھے پہچان لیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ معاویہ بن ابی سفیان تھے۔ انہوں نے کہا: "عمرو بن امیہ! بخدا! یہ کسی شر کے ساتھ ہی آئے ہیں۔" انہوں نے قریش کو بتایا۔ انہیں خدشہ لاحق ہوا۔ وہ ان کے تعاقب میں نکلے۔ حضرت عمرو جاہلیت میں دلیر ہونے میں مشہور تھے۔ انہوں نے کہا: "عمرو خیر سے نہیں آیا۔" وہ ان کے لیے جمع ہوئے۔ عمرو نے کہا: "میں نے اپنے ساتھی سے کہا: "جلدی کرو۔" ہم بھاگتے ہوئے نکلے۔ ہم پہاڑ پر چڑھ گئے۔ قریش ہمارے تعاقب میں نکلے۔ جب ہم پہاڑ پر چڑھ گئے تو وہ ہم سے مایوس ہو گئے ہم واپس آئے اور ایک غار میں رات بسر کی۔ ہم نے پتھر لیے اور ترتیب سے جوڑ دیے۔ وقتِ صبح قریش کا ایک شخص آیا۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس کا نام عبید اللہ بن مالک تھا۔ ابن اسحاق نے اس کا نام عثمان بن مالک یا عبد اللہ بتایا ہے۔ وہ اپنے گھوڑے کو ہانک رہا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے پر لارہا تھا۔ ہم غار میں تھے۔ میں نے کہا: "اگر اس نے ہمیں دیکھ لیا تو وہ چیخے گا ہم پکڑ لیے جائیں گے اور ہمیں قتل کر دیا جائے گا۔ میرے پاس ایک خنجر تھا جسے میں نے ابوسفیان کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ میں باہر نکلا اسے اس کے سینے پر مارا وہ چیخا جسے اہلِ مکہ نے سن لیا۔ میں واپس آیا اور غار میں چھپ گیا۔ اس شخص میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے پوچھا: "تمہیں کس نے مارا ہے؟" اس نے کہا: "عمرو بن امیہ نے۔" وہ اسی جگہ مر گیا۔ اس نے انہیں ہماری جگہ کے بارے نہ بتایا۔ انہوں نے اسے اٹھایا۔ رات کے وقت میں نے اپنے ساتھی سے کہا: "جلدی کرو۔" ہم رات کے وقت نکلے ہم مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہو گئے۔ ہم چوکیداروں کے پاس

سے گزرے جو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی مبارک لاش کی نگرانی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: ''میں نے آج رات ایسی چال دیکھی ہے جو عمرو بن امیہ کی چال سے مشابہت رکھتی تھی۔ اگر وہ مدینہ طیبہ نہ ہوتے تو میں یہی کہتا کہ وہ عمرو ہیں۔'' جب وہ سولی کے سامنے آئے اس پر حملہ کیا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو اٹھایا اور دوڑنے لگے۔ دشمن ان کے تعاقب میں نکلا۔ جب وہ جرف پہنچے تو انہوں نے اسے نیچے پھینکا رب تعالیٰ نے اسے غائب کر دیا۔ وہ اس پر قادر نہ ہو سکے۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے ''پھر ہم عازم سفر ہوئے۔ ہم نے حضرت خبیب کو دیکھا وہ سولی پر تھے۔ مجھے میرے ساتھی نے کہا ''کیا حضرت خبیب کو سولی سے اتار لیں؟'' میں نے کہا: ''ہاں! مجھ سے دور ہو جاؤ اگر مجھے دیر ہو جائے تو عازم سفر ہو جانا۔'' میں حضرت خبیب کی طرف گیا۔ انہیں سولی سے اتارا۔ انہیں اپنی کمر پر اٹھایا۔ میں بیس زرع ہی چلا تھا کہ نگران کو خبر ہو گئی۔

ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے ''میں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو نیچے اتارا۔ وہ نیچے اتر گئے۔ میں نے دوسری طرف توجہ کی۔ پھر دیکھا تو وہاں حضرت خبیب نہ تھے۔ گویا کہ زمین انہیں نگل گئی۔ آج تک ان کا کوئی نشان بھی نظر نہ آیا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا ''دوڑو! دوڑو! حتیٰ کہ تم اپنے اونٹ تک پہنچو۔ اس کے اونٹ پر کجاوہ نہ تھا۔ میں عازم سفر ہوا۔ ضجنان پہنچا۔ پہاڑ کی طرف آیا۔ غار میں داخل ہو گیا۔ جب میں اس میں موجود تھا۔ تو بنو دیل کا ایک کانا شخص وہاں آیا اس نے پوچھا ''کون ہو؟'' میں نے کہا: ''میرا تعلق بنو بکر کے ساتھ ہے۔ تم کون ہو؟'' اس نے کہا: ''میں بھی بنو بکر سے ہوں۔'' میں نے اسے مرحبا کہا۔ وہ لیٹ گیا۔ پھر اس نے با آواز بلند کہا:

و لست بمسلم ما دمت حیا ولا دان بدین المسلمینا

ترجمہ: ''جب تک میں زندہ ہوں میں اسلام قبول نہیں کروں گا۔ نہ ہی میں مسلمانوں کا دین اختیار کروں گا۔''

میں نے دل میں کہا: ''تمہیں عنقریب علم ہو جائے گا۔'' میں نے اسے مہلت دی جب وہ سو گیا۔ میں نے اپنی کمان لی اور اس کا ایک کونہ اس کی صحیح آنکھ میں مار دیا۔ پھر زور ڈالا حتیٰ کہ وہ اس کی ہڈی تک پہنچ گیا۔ پھر جلدی سے نکلا ''العرج'' پہنچا پھر رکوبۃ پر چلا جب نقیع میں اترا تو وہاں مشرکین کے دو جاسوس نظر آئے قریش نے انہیں مدینہ طیبہ بھیجا تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے اور جاسوسی کر رہے تھے۔ میں نے انہیں کہا: ''قیدی بن جاؤ۔'' مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے ایک کو تیر مارا اور اسے قتل کر دیا۔ دوسرے کو قیدی بنا لیا۔ اسے باندھا اور مدینہ طیبہ لے آیا۔'' حضرت عمرو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ داستان سناتے رہے آپ مسکراتے رہے پھر آپ نے انہیں دعائے خیر دی۔''

❀❀❀❀

پینتیسواں باب

سریہ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نجد کی طرف

(جمادی الآخرۃ ۷ھ)

ابوداؤد نے اپنی سنن میں، ابونعیم نے متخرج میں امام رازی نے اپنی 'فوائد' میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے نجد کی طرف ایک سریہ بھیجا۔ حضرت ابان اور ان کے ساتھی بارگاہِ رسالت مآب میں خیبر کی فتح کے بعد حاضر ہوئے۔ ان کے گھوڑے کی لگامیں کھجور کے پتوں کی بنی ہوئیں تھیں۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کے لیے حصہ نہ نکالیں۔" حضرت ابان نے کہا: "کیا تم ضاءن کی چوٹی سے اترے ہو؟" آپ نے فرمایا: "ابان! بیٹھ جاؤ۔" آپ نے ان کے لیے حصہ نہ نکالا۔

تنبیہات

❶ حافظ کہتے ہیں "میں اس سریہ کو نہیں جانتا۔"

❷ صحیحین میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ خیبر میں جلوہ افروز تھے۔ اسے فتح کر چکے تھے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے حصہ نکالیں۔" سعید بن عاص کے ایک بیٹے نے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کے لیے حصہ نہ نکالیں۔" میں نے کہا: "یہ ابن قوقل کا قاتل ہے" حضرت ابان نے کہا "اس وبر کے لیے تعجب! جو ہم پر اترا ہے۔" دوسری روایت میں ہے: "اے وبر! تمہارے لیے تعجب! جو ضاءن کی طرف سے آیا ہے مجھ پر ایسے شخص کے قتل کا عیب لگا رہا ہے جسے رب تعالیٰ نے میرے ہاتھوں عزت دی ہے اور اس نے روک دیا ہے کہ مجھے ان کے ہاتھوں رسواء کرے۔"

یہ ابن سعید حضرت ابان ہی ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان کے لیے حصہ نکالیں۔ پہلی روایت میں ہے کہ سائل حضرت ابان ہیں جبکہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ آپ کو

روک رہے ہیں اسی لیے کہا گیا ہے کہ ان دونوں روایتوں میں سے کسی ایک میں مقلوب کی قسم شامل ہو گئی ہے۔ امام محمد بن یحییٰ الذھلی نے سابقہ روایت کو ترجیح دی۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کی تصریح ہے "اے ابان بیٹھ جاؤ۔" آپ نے ان کے لیے حصہ نہ نکالا۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح بھی جمع کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابان کے بارے کہا گیا ہو کہ وہ ابن قوقل کے قاتل ہیں۔ مگر حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کے خلاف یہ دلیل دی کہ اس جنگ میں ان کا کوئی کردار نہیں جس سے وہ مالِ غنیمت کے مستحق ٹھہریں اس لیے اس میں قلب نہ ہو گا۔

✿✿✿✿

چھتیسواں باب

سریہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تربہ کی طرف

(شعبان ۷ھ)

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ھوازن کے آخر میں تربہ کی طرف بھیجا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بنو ہلال کے راہ دان کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ وہ دن کو چھپ جاتے تھے رات کو سفر کرتے تھے۔ ھوازن تک یہ خبر پہنچ گئی۔ وہ بھاگ گئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے مقام پر آئے مگر کسی سے ملاقات نہ ہوئی۔ مدینہ طیبہ واپس آنے لگے۔ نجدیہ کے رستہ پر چلے۔ جب ذوالجدر پہنچے تو ھلالی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا "کیا تم ایک اور اجتماع پر حملہ کرو گے جن کا تعلق بنو خشعم کے ساتھ ہے۔ قحط سالی کی وجہ سے وہ سارے آ گئے ہیں۔" حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا۔ آپ نے مجھے صرف یہ حکم دیا ہے کہ میں تربہ کے مقام پر ھوازن سے جہاد کروں۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ آ گئے۔

✿✿✿✿

سینتیسواں باب

سریہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نجد میں بنوکلاب کی طرف

(شعبان ۷ ھ)

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ مجھے احمد بن عبدالواحد نے بیان کیا ہے جبکہ ابن سعد نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔انہیں ہم پر امیر مقرر کیا۔حضرت حمزہ نے کہا: "ہم نے بنو ھوازن کو قیدی بنالیا"ھشام بن قاسم نے کہا:"بہت سے مشرکین قیدی بنے۔ہم نے ان کے ساتھ جہاد کیا ہمارا اشعار یہ تھا"امت امت"میں نے اپنے ہاتھوں سات مشرکین کو واصل جہنم کیا۔پھر ابن سعد نے حضرت سلمہ سے سابقہ قصہ سریہ بنو فزارۃ تک بیان کیا ہے۔انہوں نے وادی القریٰ کی طرف ام قرفہ کے قتل کا تذکرہ کیا ہے۔حالانکہ اس کا تذکرہ پہلے بھی کر دیا تھا۔ العیون میں بھی اسی طرح کہا ہے۔جبکہ امام واقدی نے اتنا ہی ذکر کیا ہے جتنا ہم نے تذکرہ کیا ہے اور وہ وہم سے محفوظ رہے ہیں۔

اڑتیس واں باب

سریہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ بنو مرہ فدک کی طرف

(شعبان ۷ ھ)

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو فدک میں بنو مرۃ کی طرف تیس صحابہ کرام کے ساتھ بھیجا۔وہ عازم سفر ہوئے۔وہ بکریوں کے چرواہوں سے ملتے گئے اور ان سے بنو مرہ کے متعلق سوال کرتے گئے۔انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ اپنی وادی میں ہیں۔موسم سرما تھا۔لوگ چشمے پر نہ تھے۔انہوں نے بھیڑ اور بکریاں ہانکیں اور مدینہ طیبہ کی طرف آنکلے۔ان کا منادی پکار اٹھا اور انہیں خبردار کر دیا۔رات کے وقت مسلمانوں کو ایک کثیر لشکر کا سامنا کرنا پڑا۔ساری رات صحابہ کرام تیر اندازی کرتے رہے حتیٰ کہ ان کے تیر ختم ہو گئے۔وقت صبح بنو مرہ نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔انہوں نے بعض صحابہ کو شہید کر دیا۔کچھ بھاگ کر دور چلے گئے۔حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے سخت قتال کیا۔حتیٰ کہ قریب الموت ہو کر نیچے گر پڑے۔ان کی ایڑی پر مارا گیا پھر کہا گیا یہ مر گئے ہیں۔وہ اپنی بکریاں اور بھیڑیں واپس لے گئے۔حضرت علبہ بن زید حارثی نے سب سے پہلے اس سریہ کی خبر دی۔رات تک حضرت بشیر ان شہداء میں پڑے رہے رات کے وقت اٹھ کر فدک چلے گئے۔وہ یہود کے ہاں ٹھہرے رہے۔جب زخم مندمل ہو گئے تو مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

انتالیسواں باب

سریہ حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی، المیفعۃ کی طرف

(رمضان ۷ھ)

ابن اسحاق نے حضرت یعقوب بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام حضرت یسار رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں بنوعبد بن ثعلبہ کی غفلت سے آگاہ ہوں۔ میرے ہمراہ مجاہدین کو ان کی طرف بھیجیں۔'' آپ نے حضرت غالب کو ایک سوتیس مجاہدین کے ساتھ ان کی طرف بھیجا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غالب بن عبداللہ کو بنوعوال اور بنوعبد بن ثعلبہ کی طرف بھیجا۔ وہ اس وقت المیفعۃ میں تھے۔ یہ جگہ نخل کی وادی سے لے کر نقرۃ تک تھی۔ یہ تھوڑی سی نجد کی طرف تھی۔ اس کے اور مدینہ طیبہ کے مابین آٹھ برید کا فاصلہ ہے۔ آپ نے حضرت غالب کو ایک سوتیس جانثاروں کے ساتھ بھیجا۔ حضرت یسار رضی اللہ عنہ ان کے راہ دان تھے۔ انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کے محلے کے وسط میں حملہ آور ہوئے۔ ان کے سرداروں کو قتل کیا بھیڑیں اور بکریاں ہانکیں مدینہ طیبہ کی طرف آ گئے۔ کسی کو قیدی نہ بنایا۔

تنبیہات

1. ابن سعد، العیون اور المورد میں ہے کہ اسی سریہ میں حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما نے نہیک بن مرداس کو قتل کیا تھا جس نے لاالٰہ الا اللہ پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ تمہیں علم ہوگیا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔'' یہ تفصیلات سریہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ میں مذکور ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔
2. امام بیہقی اور صاحب البدایۃ نے اس سریہ کو اور سریہ (باب نمبر ۴۲) کو آپس میں ملا دیا ہے صحیح موقف یہ ہے کہ وہ سریہ اس سے الگ ہے۔

چالیسواں باب

سریہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ یمن اور جبار کی طرف

(شوال ۹ھ)

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ بنو غطفان کا ایک لشکر "الجناب" کے مقام پر جمع ہو رہا ہے۔ عیینہ بن حصن الفزاری انہیں جمع کر رہا تھا (یہ اس کے اسلام لانے سے قبل کا واقعہ ہے) تا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کر دیں۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ان کے لیے جھنڈا باندھا تین سو مجاہدین ان کے ساتھ بھیجے راہ دان حضرت حسیل بن نویرۃ تھے۔ وہ دن کے وقت چھپ جاتے اور رات کو چلتے تھے حتیٰ کہ وہ یمن اور جبار پہنچے یہ "الجناب" کی طرف تھے۔ الجناب "سلاح" کے سامنے تھا۔ یہ خیبر اور وادی القری کے سامنے تھا۔ صحابہ کرام سلاح اترے۔ پھر قوم کے قریب ہو گئے۔ انہیں بہت زیادہ بکریاں ملیں۔ چرواہے بھاگ گئے۔ انہوں نے لشکر کو بتایا۔ وہ منتشر ہو گئے۔ اپنے شہروں کے بلند مقامات کی طرف چلے گئے۔ حضرت سعد بن بشیر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نکلے حتیٰ کہ ان کے محلہ میں آئے وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔ انہیں عیینہ کا جاسوس ملا تو انہوں نے اسے تہ تیغ کر دیا۔ پھر وہ عیینہ کے لشکر سے ملے اسے ان کا علم تک نہ ہوا وہ ایک دوسرے کے سامنے ہو گئے۔ پھر عیینہ کا لشکر بکھر گیا۔ صحابہ کرام نے ان کا تعاقب کیا۔ دو افراد کو پکڑ لیا۔ صحابہ کرام بکریاں اور دو قیدی لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ دو قیدیوں نے اسلام قبول کر لیا آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔

❀❀❀❀

اکتالیسواں باب

سریہ حضرت اخرم بن ابی العوجاء السلمی رضی اللہ عنہ بنو سلیم کی طرف

(ذوالحجۃ ۷ ھ)

سیرت نگار لکھتے ہیں "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن ابی العوجاء سلمی رضی اللہ عنہ کو پچاس مجاہدین کے ساتھ بنو سلیم کی طرف بھیجا۔ وہ ان کی طرف نکلے۔ ان کا جاسوس ان کے ہمراہ تھا۔ وہ آگے نکل گیا اور انہیں خبردار کر دیا انہوں نے مقابلہ کے لیے لشکر جرار جمع کیا۔ جب حضرت ابن ابی العوجاء سلمی ان تک پہنچے تو وہ ان کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ بنو سلیم نے کہا: "ہمیں اس دعوت کی ضرورت نہیں۔ کچھ دیر تیر اندازی ہوتی رہی۔ مشرکین کے لیے ہر طرف سے امداد آنے لگی۔ انہوں نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ صحابہ کرام نے سخت قتال کیا حتیٰ کہ ان کی اکثریت شہید ہو گئی۔ حضرت ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے۔ وہ مشکل سے چلتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب تک پہنچ گئے۔ وہ یکم صفر ۸ ھ کو مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

بیالیسواں باب

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ بنوملوح کی طرف

(صفر ۸ ھ)

ابن اسحاق، امام احمد، ابو داؤد اور ابن سعد نے حضرت جندب بن مکیث الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی کو ایک سریہ میں بھیجا۔ وہ بھی اس سریہ میں شامل تھے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ بنوملوح پر الکدید کے مقام پر شب خون ماریں۔ ان کا تعلق بنولیث سے تھا۔ انہوں نے کہا "ہم عازم سفر ہوئے جب ہم قدید کے مقام پر تھے تو ہم حارث بن برصاء اللیثی سے ملے ہم نے اسے گرفتار کرلیا۔ اس نے کہا: "میں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے نکلا ہوں۔ میں حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں جا رہا ہوں۔" ہم نے اسے کہا: "ایک دن اور ایک رات کا بندھنا تجھے کوئی نقصان نہیں دے گا بشرطیکہ تمہارا ارادہ اسلام قبول کرنے کا ہی ہو۔ ورنہ ہم تم سے تصدیق کر لیں گے۔" ہم نے اسے رسیوں سے باندھا اپنا چھوٹا سا سیاہ فام شخص اس پر چھوڑ دیا۔ جسے سوید بن منحر کہا جاتا تھا۔ ہم نے اسے کہا "اگر یہ تم سے اصرار کرے تو اس کا سر کاٹ لینا۔" پھر ہم عازم سفر ہو کر الکدید پہنچے۔ آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ ہم وادی کے کونے میں چھپ گئے۔ میرے ساتھیوں نے مجھے اپنا جاسوس بنا کر بھیجا۔ میں ایک ٹیلے پر پہنچا جہاں سے میں انہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں اس پر چڑھا اپنا سر اوپر کیا پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ بخدا! میں نے انہیں دیکھا ایک شخص خیمہ سے باہر نکلا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا "مجھے اس ٹیلے پر کچھ سیاہ چیز نظر آ رہی ہے۔ میں دن کے ابتدائی حصے سے اسے دیکھ رہا ہوں۔ تم اپنے برتن دیکھو کتے اس میں سے کچھ لے نہ جائیں۔" عورت نے دیکھا تو کہا: "میرے برتنوں میں سے کچھ بھی غائب نہیں ہوا۔" اس کے مرد نے کہا "مجھے میری کمان پکڑاؤ۔ تیر دو اس نے اسے دو تیر اور کمان دی۔ اس نے تیر مارا جو میرے پہلو پر لگا یا آنکھوں کے مابین لگا۔ میں نے اسے نکالا اور اپنی جگہ ثابت قدم رہا۔ اس نے دوسرا تیر مارا جو میرے کندھے پر لگا۔ میں نے اسے نکالا اور اپنی جگہ پر ثابت رہا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا "اگر یہ جاسوس ہوتا تو ابھی تک حرکت کر لیتا۔ میں نے اسے دو تیر مارے ہیں صبح انہیں لے آنا۔ کتے انہیں چاٹتے نہ رہیں۔" وہ اپنے خیمے میں چلا گیا۔ شام کے وقت ان کے اونٹ اور بکریاں آ گئیں جب انہوں نے ان کا دودھ نکال لیا۔ وہ مطمئن ہو گئے تو سو گئے۔ ہم نے ان پر شب خون مارا۔ ہم نے نوجوانوں

کو قتل کیا۔ اولاد کو قیدی بنایا۔ بھیڑ اور بکریاں ہانکیں اور مدینہ طیبہ کی طرف آنے لگے۔ ہم ابن برصاء کے پاس سے گزرے۔ ہم نے اسے اور اپنے ساتھی کو ساتھ لیا۔ قوم کا منادی آ گیا۔ وہ اتنا لشکر جرار لے کر آیا جس کا مقابلہ ہم نہ کر سکتے تھے۔ وہ آئے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا۔ ہمارے اور ان کے مابین صرف ایک وادی رہ گئی تھی۔ وہ ہماری طرف توجہ کیے ہوئے تھے۔ رب تعالیٰ نے اس وادی میں پانی بھیج دیا۔ جس نے اسے دونوں کناروں تک بھر دیا۔ بخدا! ہم نے اس سے قبل نہ بادل دیکھا نہ بارش۔ اتنا پانی آ گیا جسے کوئی بھی عبور نہ کر سکتا تھا۔ میں نے انہیں دیکھا وہ ہماری طرف کھڑے دیکھ رہے تھے۔ ہم نیچے اتر رہے تھے۔ ہم ان سے آگے نکل گئے۔ وہ ہمارے تعاقب پر قادر نہ تھے۔ پھر ہم مدینہ طیبہ آ گئے۔ محمد بن عمر نے حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں ان کے ہمراہ تھا۔ ہم دس سے زائد افراد تھے ہمارا شعار امت امت تھا۔''

تنبیہ

البدایۃ میں امام واقدی سے روایت ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''اس میں ایک سو تیس صحابہ کرام شامل تھے۔ امام واقدی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ ایک اور سریہ کا ہے جس میں امیر حضرت غالب ہی تھے۔''

تیتالیسواں باب

سریہ غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

(صفر ۸ ھ)

محمد بن عمر، ابن اسحاق اور محمد بن سلمہ سے روایت ہے کہ جب حضور والا ﷺ تک حضرت بشیر بن سعد اور ان کے ساتھیوں کی خبر پہنچی تو آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو تیار کیا۔ ان سے فرمایا: "جاؤ۔ حتیٰ کہ اس جگہ پہنچو جہاں حضرت بشیر بن سعد کے ساتھی شہید ہوئے ہیں۔ اگر رب تعالیٰ تمہیں ان پر فتح دے دے تو کسی کو باقی نہ رکھنا۔" آپ نے ان کے ہمراہ دوسو افراد تیار کیے اور ان کے لیے جھنڈا باندھا۔

حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی الکدید سے واپس آگئے۔ رب تعالیٰ نے انہیں فتح یاب فرمایا تھا آپ نے حضرت زبیر سے فرمایا "تم بیٹھ جاؤ۔" آپ نے حضرت غالب رضی اللہ عنہ کو دوسو مجاہدین کے ساتھ روانہ کیا۔ جن میں حضرات اسامہ بن زید، علبہ بن زید، ابو مسعود عقبہ بن عامر اور کعب بن عجرہ شامل تھے۔ قریب پہنچ کر انہوں نے اپنے جاسوس بھیجے حضرت علبہ بن زید کو دس افراد کے ساتھ بھیجا۔ جو ان کی قیام گاہ کی طرف گئے۔ انہوں نے ایک جماعت دیکھی۔ پھر وہ حضرت غالب کے پاس آئے اور سارے حالات بتائے۔ حضرت غالب آگے بڑھے جب اتنے آگے ہو گئے کہ انہیں دیکھ سکتے تھے۔ دشمن پرسکون ہو کر سو گیا تھا۔ حضرت غالب اٹھے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: "امابعد! میں تمہیں خدائے وحدہٗ لاشریک سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز یہ کہ تم میری پیروی کرو۔ میری نافرمانی نہ کرو۔ میرے کسی حکم کی مخالفت نہ کرو۔ جو اطاعت نہیں کرتا اس کی کوئی رائے نہیں۔" پھر ان کے مابین مواخات قائم کر دی۔ فرمایا: "اے فلاں! تم اور فلاں! اے فلاں تم اور فلاں بھائی بھائی ہو۔ تم میں سے ایک اپنے بھائی سے جدا نہ ہو۔ اس سے بچو کہ تم میں سے ایک شخص میرے پاس واپس آئے۔ میں اس سے پوچھوں۔" تمہارا ساتھی کہاں ہے۔" وہ مجھ سے کہے "میں نہیں جانتا۔ جب میں تکبیر کہوں تو میرے ساتھ تکبیر کہو اور اپنی تلواریں بے نیام کر لو۔" جب انہوں نے دشمن کو گھیر لیا۔ تو حضرت غالب رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی۔ دیگر صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی۔ انہوں نے تلواریں بے نیام کر لیں۔ ان کے مرد بھی نکل آئے کچھ دیر جنگ ہوتی رہی۔ مسلمانوں نے انہیں جیسے چاہا قتل کیا۔"

ابن سعد نے حضرت ابراہیم بن خویلد بن مسعود سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے ہمیں ایک سریہ میں حضرت غالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھیجا تاکہ بنو مرہ پر حملہ کریں۔ ہم نے صبح کے وقت ان پر شب خون مارا۔ ہمارے امیر نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم جدا جدا نہ ہوں۔ انہوں نے ہمارے مابین مؤاخات قائم کر دی۔ انہوں نے کہا: ''میری نافرمانی نہ کرنا۔ میں اللہ تعالیٰ کے رسولِ محترم ﷺ کا قاصد ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اگر تم میری نافرمانی کرو گے تو گویا تم اپنے نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کر رہے ہو۔'' انہوں نے میرے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مابین رشتۂ اخوت قائم کیا۔ ہم نے دشمن پر حملہ کیا۔'' ان کا شعار ''اَمِت اَمِت'' تھا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے ''اس سریہ میں حضرت اسامہ ایک شخص کے تعاقب میں گئے۔ جسے مرداس بن نہیک یا نہیک بن مرداس کہا جاتا تھا۔ وہ اس کے تعاقب میں دور تک گئے۔'' مسلمان دشمن پر غالب آ گئے۔ انہوں نے قتل کیا جسے قتل کیا وہ بکریاں اور جانور ہانک کر لے آئے۔ حضرت غالب نے حضرت اسامہ کو نہ پایا۔ رات کے وقت حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ امیر نے انہیں ملامت کی۔ انہوں نے کہا: ''کیا تمہیں علم نہیں کہ میں نے تم سے کیا عہد لیا تھا۔'' انہوں نے کہا ''میں ان میں سے ایک شخص کے تعاقب میں نکلا تھا۔ جسے نہیک کہا جاتا ہے۔ وہ میرے سامنے اکڑ کر چلنے لگا۔ جب میں اس کے قریب ہوا تو اس نے کہا: ''لا الٰہ الا اللہ'' امیر نے کہا: ''کیا تم نے اپنی تلوار نیام میں ڈال لی۔'' حضرت اسامہ نے کہا: ''نہیں! حتیٰ کہ اس کا کام تمام کر دیا۔'' امیر نے کہا: ''تم نے کتنا برا کام کیا ہے۔ تم نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے جو لا الٰہ الا اللہ کہتا تھا۔'' یہ سن کر حضرت اسامہ نادم ہوئے۔ مسلمان جانور، بکریاں اور اولاد کو ہانک کر لے آئے۔ ہر شخص کو دس اونٹ ملے یا ایک اونٹ کے عوض دس بکریاں ملیں۔''

تنبیہ

ابن اسحاق نے یونس اور ابن عمر کی روایت میں لکھا ہے کہ حضرت اسامہ نے مرداس کو اسی غزوہ میں قتل کیا تھا۔ عنقریب تفصیل آ رہی ہے کہ یہ واقعہ سریہ اسامہ رضی اللہ عنہ میں پیش آیا تھا۔ یہ سریہ الحرقات کی طرف تھا۔

❁❁❁❁

چوتالیسواں باب

سریہ حضرت شجاع بن وھب الاسدی بنو عامر کی طرف

(ربیع الاول ۸ ھ)

محمد بن عمر نے عمر بن حکم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے حضرت شجاع بن وھب الاسدی رضی اللہ عنہ کو چوبیس جانثاروں کے ہمراہ ''السی'' کی طرف بھیجا۔ اس جگہ بنو ھوازن کا لشکر جمع تھا۔ یہ المعدن کے پرے رکبہ کی طرف تھا۔ یہ مدینہ طیبہ سے پانچ راتوں کی مسافت پر تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان پر شب خون ماریں وہ دن کو چھپتے تھے۔ رات کو سفر کرتے تھے۔ وقت صبح ان پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے وعدہ کیا کہ تعاقب میں دور تک نہ جائیں۔ انہیں بہت سے جانور اور بکریاں ملیں۔ وہ انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔ مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ ہر مجاہد کو پندرہ اونٹ ملے۔ ایک اونٹ کے عوض دس بکریاں رکھی گئیں۔ اس مہم میں پندرہ روز صرف ہوئے۔

✿✿✿✿

پینتالیسواں باب

سریہ کعب بن عمیر الغفاری رضی اللہ عنہ ذات الملدح کی طرف

(ربیع الاول ۸ ھ)

محمد بن عمر نے امام زھری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم ﷺ نے کعب بن عمیر انصاری کو پندرہ افراد کے ہمراہ ایک مہم پر بھیجا۔ وہ "ذات اطلاح" سرزمین شام تک پہنچے۔ انہوں نے وہاں بہت لشکر دیکھا۔ انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ مگر انہوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی بلکہ ان پر تیر اندازی شروع کر دی۔ جب صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بہت سخت قتال کیا۔ حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص بچ گیا۔ جب رات پڑی تو مشکل سے چلتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ کو سارے حالات بتائے۔ جنہیں سن کر آپ پر گراں گزرا۔ آپ نے ان کی طرف دوسری مہم بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ تک یہ خبر پہنچی کہ وہ کسی اور جگہ چلے گئے ہیں آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے: "مجھے ابن سبرۃ نے حرث بن فضیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب بن عمیر دن کو چھپ جاتے تھے۔ رات کو سفر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ دشمن کے قریب ہو گئے۔ ان کے لوگوں نے انہیں دیکھ لیا۔ وہ گھوڑوں پر آئے اور صحابہ کرام کو شہید کر دیا۔

❀❀❀❀

چھیالیسواں باب

سریہ مؤتہ

(جمادی الاولیٰ ۸ ھ)

محمد بن عمر نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے جمادی الاولیٰ ۸ ھ کو صحابہ کرام کو مؤتہ بھیجا۔ آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر حضرت زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی جام شہادت نوش کر جائیں۔ تو امیر حضرت عبداللہ بن رواحہ ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جسے چاہیں اپنا امیر بنالیں۔" عمر بن حکم نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے نماز ظہر ادا کی تو آپ تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی بیٹھ گئے۔ نعمان بن فنحص یہودی آیا وہ آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "زید بن حارثہ لوگوں کے امیر ہوں گے اگر وہ شہید ہو گئے تو امیر حضرت جعفر طیار ہوں گے۔ اگر وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ تو امیر عبداللہ بن رواحہ ہوں گے۔ اگر وہ بھی قبائے شہادت زیب تن کر جائیں تو مسلمان جسے چاہیں امیر بنالیں۔" نعمان نے کہا: "اے ابوالقاسم! ﷺ اگر آپ نبی ہیں تو پھر آپ نے جن جن صحابہ کرام کا نام لیا ہے وہ شہید ہو جائیں گے خواہ وہ قلیل ہوں یا کثیر کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل جب کسی شخص کو امیر مقرر کرتے تھے اور پھر کہتے: "اگر فلاں شہید ہو گیا تو فلاں علیہ السلام امیر ہوگا۔" اگر وہ ایک سو افراد کا نام لیتے تو سب کو جام شہادت نصیب ہو جاتا۔" پھر اس یہودی نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا: "زید! وصیت کرلو۔ اگر حضور ﷺ سچے نبی ہیں تو پھر تم واپس لوٹ کر ان تک نہیں آسکو گے۔" حضرت زید نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے اور پاکباز رسول مکرم ﷺ ہیں۔"

حضور والا ﷺ نے ان کے لیے سفید جھنڈا باندھا اسے حضرت زید بن حارثہ کو دیا۔ انہیں فرمایا کہ وہ حارث بن عمیر کی قتل گاہ تک جائیں۔ وہاں کے مکینوں کو اسلام کی طرف بلائیں۔ اگر وہ دعوتِ اسلام پر لبیک کہیں تو بہتر ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لے کر ان پر حملہ کر دیں اور ان کے ساتھ جہاد کریں۔"

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے بارے اعتراض

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن دینار اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ”حضور اکرم ﷺ نے ایک مہم بھیجی آپ نے اس کا امیر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بنایا۔بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا۔انہوں نے کہا:”اس لڑکے کو مہاجرین پر امیر بنایا جاتا ہے۔“حضور اکرم ﷺ اٹھے۔حمد وثناء کے بعد فرمایا: ”مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے حضرت اسامہ کی امارت پر اعتراض کیا ہے کہ اگر تم نے ان کی امارت پر اعتراض کیا ہے تو تم نے ہی اس سے قبل ان کے والد گرامی کی امارت پر اعتراض کیا تھا۔

بخدا! وہ امارت کے مستحق تھے۔وہ لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے۔ان کے بعد یہ اسامہ مجھے سارے لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔“

امام احمد، امام نسائی، ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ”حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے جیش الامراء کو بھیجا۔فرمایا:”تمہارے امیر حضرت زید بن حارثہ ہوں گے۔اگر وہ شہید ہو جائیں تو امیر حضرت جعفر ہوں گے اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش کر جائیں تو امیر حضرت عبداللہ بن رواحہ ہوں گے۔“حضرت جعفر اٹھے۔انہوں نے عرض کی:”یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! مجھے اندیشہ نہ تھا کہ آپ مجھ پر حضرت زید کو امیر بنائیں گے۔“آپ نے فرمایا:”گزر گزرو۔تم نہیں جانتے کہ بہتر کیا ہے؟“

مسلمانوں کی روانگی اور حضور اکرم ﷺ کا انہیں الوداع کہنا اور وصیت کرنا

حضرت عروۃ بن زبیر سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:”لوگ تیار ہوئے۔عازم سفر ہونے کی تیاری کی ان کی تعداد تین ہزار تھی۔جب ان کے عازمِ سفر ہونے کا وقت آیا تو لوگوں نے آپ کو الوداع کہا۔انہیں الوداعی سلام کیا۔جب ان کے ہمراہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو الوداع کہا گیا تو وہ رونے لگے۔انہوں نے پوچھا:”ابن رواحہ! تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے؟“ انہوں نے کہا:”بخدا! مجھے نہ دنیا سے محبت ہے نہ تم سے عشق ہے۔لیکن میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے۔آپ نے ایک آیت طیبہ پڑھی اس میں آگ کا تذکرہ تھا۔رب تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ (مریم:۷۱)

ترجمہ: ”اور تم میں کوئی ایسا نہیں مگر اس کا گزر دوزخ پر ہوگا۔آپ کے رب پر لازم ہے (اور اس کا) فیصلہ ہو چکا ہے۔“

میں نہیں جانتا کہ میں وہاں جانے کے بعد واپس کیسے آؤں گا؟" صحابہ کرام نے کہا: "رب تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے وہ تم سے ہر مصیبت دور کرے۔ تمہیں ہماری طرف صحیح وسالم لوٹائے۔ حضرت عبداللہ نے اس وقت یہ اشعار کہے:

لکنني اسأل الرحمان مغفرة　　　و ضربة ذات فرغ تقذف الزبدا

ترجمہ: "لیکن میں رب تعالیٰ سے ایسی مغفرت کی التجاء کرتا ہوں اور ایسی ضرب کی گذارش کرتا ہوں جو وسیع اور جھاگ پھینکنے والی ہو۔"

او طعنة بيدى حرّان مجهزة　　　بحربة تنفذ الاحشاء والكبدا

ترجمہ: "یا نیزے کے ایسے وار کی التجاء کرتا ہوں جو ایسے کافر نے دونوں ہاتھوں کے لگایا جو جانی دشمن ہو وہ نیز انتڑیوں اور جگر سے آر پار ہو جائے۔"

حتى يقال اذا مروا على جدثي　　　يا ارشد الله من غار و قد رشدا

ترجمہ: "حتیٰ کہ جب لوگ میری قبر کے پاس سے گزریں تو وہ کہیں' اے وہ مجاہد جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا کی اور وہ ھدایت پا گیا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "مسلمانوں نے تیاری کی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ کو الوداعی سلام عرض کیا۔ پھر یہ اشعار پڑھے:

فثبت الله ما اتاك من حسنٍ　　　تثبيت موسى و نصرا كالذى نصروا

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے جن خوبیوں سے آپ کو نوازا ہے انہیں یوں ثبت فرمادیا۔ جیسے حضرت موسیٰ کے محاسن ثبت فرمائے تھے اور آپ کی اس طرح مدد کی جیسے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی مدد کی۔"

انّي تفرست فيك الخير نافلة　　　الله يعلم انى ثابت البصر

ترجمہ: "میں نے نور بصیرت سے دیکھ لیا ہے کہ آپ میں بھلائی رب تعالیٰ کی عطا فرمودہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بصیرت والا ہوں۔"

انت الرسول فمن يحرم فواضله　　　والوجه منك فقد ازرى به القدر

ترجمہ: "آپ اللہ تعالیٰ کے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیوں اور ہدایت سے محروم رہا اور اس کی قسمت نے اسے محروم رکھا۔"

پھر مجاہدین عازم سفر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ چلے۔ پھر انہیں الوداع کیا پھر آپ واپس تشریف لے

آئے۔اس وقت حضرت عبداللہ نے یہ اشعار پڑھے:

خلف السلام علی امرء ودّعتہٗ فی النخل خیر مشیع و خلیلٖ

ترجمہ: ''اس ہستی پاک پر میری طرف سے سلام ہو جسے میں نے نخلستان میں الوداع کیا ہے۔جو بہترین ساتھی اور بہترین دوست ہیں۔''

محمد بن عمر نے حضرت خالد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور والا ﷺ موتہ کے مجاہدین کے ساتھ چلے۔حتیٰ کہ ثنیۃ الوداع تک پہنچ گئے۔آپ کھڑے ہو گئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ارد گرد کھڑے ہو گئے۔آپ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔شام میں اللہ تعالیٰ اور اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرو۔تم عنقریب گرجوں میں ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو سارے لوگوں سے الگ تھلگ ہوں گے ان کے ساتھ اعراض نہ کرنا تم کچھ اور لوگوں کو پاؤ گے۔جن کے سروں پر شیطان کا غلبہ ہو گا۔تلواروں کے ساتھ ان کے سر چیر دو۔کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔کسی شیر خوار بچے کو قتل نہ کرنا۔کسی عمر رسیدہ بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔کسی کھجور کے درخت کو نقصان نہ دینا۔کسی درخت کو نہ کاٹنا۔کسی گھر کو نہ گرانا۔''

محمد بن عمر نے حضرت زید بن ارقم سے روایت کیا ہے کہ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ نے فرمایا:''میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔اپنے ہمراہ مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کے نام پر اس شخص سے جہاد کرو جو رب تعالیٰ سے کفر کرے۔نہ دھوکہ دو نہ خیانت کرو۔نہ کسی بچے کو قتل کرو۔تم جب کسی مشرک سے ملو تو اسے تین امور میں سے کسی ایک امر کی طرف دعوت دو۔جو بھی مان لیں اسے قبول کرلو۔انہیں اذیت دینے سے رک جاؤ۔انہیں دعوت دو کہ وہ اپنے شہر سے مہاجرین کے شہر منتقل ہو جائیں۔اگر وہ اس طرح کر گزریں تو انہیں بتاؤ کہ ان کے لیے وہی کچھ ہے جو کچھ مہاجرین کے لیے ہے۔

اور ان پر وہی کچھ ہے جو مہاجرین پر ہے۔اگر وہ اس جگہ سے منتقل ہونے سے انکار کردیں۔تو انہیں کہو کہ وہ مسلمانوں کے اعرابیوں کی طرح ہو جائیں۔ان پر رب تعالیٰ کا وہی حکم جاری ہو گا۔جو ان پر جاری ہو گا لیکن انہیں مال غنیمت اور مال فئے میں سے کچھ نہ ملے گا۔حتیٰ کہ وہ مسلمانوں کے ہمراہ جہاد کریں۔اگر وہ اس کا بھی انکار کردیں تو ان سے جزیہ کا سوال کرو۔اگر وہ مان جائیں تو ان سے قبول کرلو انہیں اذیت دینے سے رک جاؤ۔اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو رب تعالیٰ سے ان کے خلاف مدد مانگو۔ان کے ساتھ جہاد کرو۔اگر تم کسی قلعہ یا شہر کا محاصرہ کرلو اور وہ ارادہ کریں کہ تم ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کا ذمہ مقرر کرو تو ان کے لیے اللہ رب العزت اور اس کے رسول محترم ﷺ کا ذمہ مقرر نہ کرو بلکہ اپنا اور اپنے آباء کا ذمہ مقرر کرو۔اگر تم اپنے عہد اور آباء کے عہد کو توڑ دو گے تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسولِ مکرم ﷺ کے عہد کو توڑنا آسان ہوگا۔"

ابن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت عطا بن مسلم نے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو الوداع کہا تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ایسی چیز کا حکم دیں جسے میں آپ کی طرف سے یاد کر لوں۔" آپ نے فرمایا: "کل تم ایسے شہر پہنچو گے جہاں سجود کم ہوں گے جہاں سجود کثرت سے کرنا۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اور وصیت فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔ یہ اس امر پر تمہارا مددگار ہوگا جسے تم مانگو گے۔" جب وہ اٹھ گئے جو آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر تھے۔ جب وہ بھی جانے لگے تو عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ وتر (یکتا) ہے۔ وہ وتر (طاق) کو پسند کرتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اے ابن رواحہ! اگر تم نے دس برائیاں کیں ہوں تو تم ایک نیکی کر دو تو پھر تم اس سے عاجز نہیں ہو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اس کے بعد آپ سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔"

نماز جمعۃ ادا کرنے کے لیے حضرت ابن رواحہ کی واپسی

امام احمد، امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مؤتہ کی طرف مجاہدین کو بھیجا۔ آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے۔ آپ کی اقتداء میں نماز جمعۃ ادا کی۔ جب آپ نے نماز ادا کر لی تو آپ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: "تمہیں کس چیز نے روکا کہ تم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوں۔" انہوں نے عرض کی: "میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے ہمراہ نماز جمعۃ ادا کرلوں پھر ان کے ساتھ مل جاؤں گا۔" آپ نے فرمایا: "اگر تم وہ سب کچھ خرچ کر ڈالو جو کچھ زمین میں ہے تم پھر ان کا درجہ نہیں پا سکتے۔" دوسری روایت میں ہے: "راہِ خدا میں ایک شام یا ایک صبح دنیا اور اسی میں موجود اشیاء سے بہتر ہے۔"

حضور ﷺ کے الوداع کہنے کے بعد مسلمانوں کی روانگی

ابن اسحاق اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ پھر مجاہدین روانہ ہو گئے۔ حضرت زید بن ارقم نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں یتیم تھا اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت تھا۔ میں نے کسی یتیم کا سرپرست نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ بہتر ہو۔ ہم مؤتہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے مجھے اپنے پیچھے اپنے کجاوے کے تھیلے کے اوپر بٹھایا ہوا تھا۔ بخدا! وہ رات کے وقت چل رہے تھے۔ میں نے یہ اشعار پڑھتے ہوئے سن لیا۔

اذا ادّیتنی و حملت رحلی مسیرۃ اربع بعد الحساء

ترجمہ: ”(اے میرے نفس) جب تو نے اپنا حق پورا کر دیا ہے۔ سنگریزوں والی سرزمین کے بعد تو نے چار روز کی مسافت کے لیے میرا کجاوہ باندھ دیا ہے۔“

فشانك انعم و خلاك ذمٌّ ولا ارجع الى اهلى ورائى

ترجمہ: ”اب تیرے مقدر میں نعمتیں ہی نعمتیں ہیں مذمت تم سے دور جا چکی ہے۔ میں اپنے پیچھے اپنے اہلِ خانہ کی طرف لوٹ کر نہ آؤں گا۔“

و آب المسلمون و غادرونى بارض الشام مشتهى الثواء

ترجمہ: ”یہ مسلمان آئے ہیں۔ وہ مجھے سرزمین شام میں چھوڑ کر چلے جائیں گے جو میرا پسندیدہ مقام (قبرانور) ہے۔“

وردك كل ذى نسب قريب الى الرحمٰن منقطع الاخاء

ترجمہ: ”یہ قریبی رشتہ دار نے تجھے رب تعالیٰ رحمٰن کی طرف لوٹا دیا ہے۔ اس نے اپنی اخوت کا رشتہ منقطع کر دیا ہے۔“

هنالك لا ابالى طلع بعل ولا نخل اسافلها رواء

ترجمہ: ”وہاں مجھے نئے پودوں کی کلیوں کی پرواہ نہ ہوگی۔ نہ سرسبز کھجوروں کی شاخوں کی مجھے پرواہ ہوگی۔ جنہیں جھکا کر میں پھل توڑتا تھا۔“

جب میں نے ان سے یہ اشعار سنے تو میں رونے لگا۔ انہوں نے مجھے ہلکی چوٹ لگائی۔ انہوں نے مجھے کہا: ”بچے! تمہیں کیا ہے اگر رب تعالیٰ مجھے شہادت عطا کر دے میں دنیا اس کی مشقت اور غم و اندوہ سے نجات پالوں اور تم کجاوے کے اگلے پچھلے حصے کے مابین بیٹھ کر واپس آجاؤ۔“ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

يا زيد زيد البعملات الذبّل تطاول الليل هديت فانزل

ترجمہ: ”اے زید! اے تیز رفتار دبلی پتلی اونٹوں والے زید! رات طویل ہوگئی ہے اور تجھے ہدایت سے نوازا گیا ہے نیچے اترو۔“

ابن عمر نے یہ اضافہ کیا ہے ”پھر وہ نیچے اترے دو رکعتیں پڑھیں۔ ان میں طویل دعا مانگی۔ پھر کہا۔“ اے بچے! میں نے عرض کی: ”لبیک“ انہوں نے فرمایا: ”ان شاء اللہ! یہ شہادت ہی ہے۔“

سیرت نگار لکھتے ہیں: ”جب مسلمان مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو دشمن نے ان کے بارے سن لیا۔ انہوں نے ان کے لیے لشکر تیار کیا۔ ان میں شرحبیل بن عمرو اٹھا۔ ایک لاکھ سے زائد افراد کا لشکر تیار کیا۔ اس کے جاسوس اس کے آگے آگے تھے۔ جب مسلمان وادی القریٰ میں اترے تو اس نے اپنے بھائی سدوس بن عمرو کو پچاس مشرکین کے ساتھ بھیجا۔ انہوں

نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی ۔سدوس کے ساتھیوں کو شکست ہوگئی ۔وہ خود قتل ہوگیا۔اس کا بھائی آگے روانہ ہوا۔مسلمان بھی آگے بڑھے ۔وہ سرزمین شام میں معان اترے ۔لوگوں تک یہ خبر پہنچ گئی کہ ہرقل بلقاء کی سرزمین مآب میں آیا ہے ۔اس کے ہمراہ ایک لاکھ رومی ہیں ۔لخم ، جذام ،قبائل قضاعہ' میں سے باقین، بہراء اور بلی نے شرکت کی ۔ان کا امیر بلی میں سے اراشہ قبیلہ کا ایک شخص تھا۔جس کا نام مالک بن رافلہ تھا۔جب سے مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی تو معان پر دو راتیں ٹھہرے رہے ۔وہ اپنے معاملہ میں غور وفکر کرتے رہے ۔انہوں نے کہا:''ہم آپ کو خط لکھتے ہیں آپ کو دشمن کی کثرت کے بارے بتاتے ہیں یا تو آپ مزید مجاہدین بھیج کر ہماری مدد کریں گے یا کوئی اور حکم فرمائیں گے جسے ہم کر گزریں گے ۔'' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''اے لوگو! بخدا! جس چیز کو تم ناپسند کر رہے ہو اسی کے حصول کے لیے تم نکلے ہو ۔تم شہادت کی آرزو لے کر نکلے ہو ۔ہم لوگوں کے ساتھ تعداد، قوت اور کثرت کی وجہ سے جہاد نہیں کرتے بلکہ اس دین حق کے ساتھ ان سے جہاد کرتے ہیں جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے ہم کو عزت بخشی ہے ۔آگے بڑھو تمہیں دو بھلائیوں میں سے ایک نصیب ہوگی یا غلبہ یا شہادت ۔یہ دونوں مقام برے نہیں ہیں ۔'' صحابہ کرام نے کہا:''بخدا! ابن رواحہ نے سچ کہا ہے ۔''

صحابہ کرام آگے روانہ ہوگئے ۔جب تخوم البلقاء پہنچے تو انہیں ہرقل کے لشکر ملے ۔یہ اہلِ روم اور اہلِ عرب پر مشتمل تھے یہ بستی بلقاء کی بستیوں میں سے ایک تھی جسے مشارف کہا جاتا تھا۔دشمن قریب ہوا۔مسلمان اس بستی کی طرف ہٹ گئے جسے مؤتہ کہا جاتا تھا۔وہاں ہی یہ معرکۂ حق و باطل ظہور پذیر ہوا تھا۔مسلمانوں نے مشرکین کے لیے تیاری کی ۔

ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم اور محمد بن القراب نے اپنی تاریخ میں برذع بن زید سے روایت کیا ہے ۔انہوں نے کہا:''ہمارے پاس مؤتہ میں حضور اکرم ﷺ کا لشکر آیا۔اس کے امیر حضرات زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ تھے ۔ہم میں سے دس افراد ان کے ہمراہ مؤتہ کی طرف نکلے ۔جو ان کے ساتھ لڑ رہے تھے ۔حضور اکرم ﷺ نے انہیں آنے سے منع کیا تھا۔اس قوم پر دھواں کی طرح کا بادل چھا گیا۔وہ نہ دیکھ سکے حتیٰ کہ انہوں نے صبح مؤتہ کے مقام پر کی ۔

محمد بن عمر نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے ۔انہوں نے کہا:''میں نے مؤتہ کی جنگ میں شرکت کی جب دشمن ہمارے قریب ہوا۔تو ہم نے اتنی کثیر تعداد، عمدہ تیاری، اسلحہ، گھوڑے، ریشم اور دیباج اور سونا نہ دیکھا تھا۔حتیٰ کہ میری آنکھیں چندھیا گئیں ۔مجھے حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے کہا:''ابو ہریرۃ! تم کثیر لشکر دیکھ رہے ہو؟'' میں نے کہا:''ہاں!'' انہوں نے کہا:''تم نے ہمارے ساتھ غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی ۔ہم کثرت کی وجہ سے غالب نہیں آتے ۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے''مسلمانوں نے مشرکین کے لیے تیاری کی میمنہ پر بنو عذرہ کا ایک شخص متعین کیا جسے قطبہ بن قتادہ کہا جاتا تھا۔میسرۃ پر ایک انصاری شخص عبایہ (یا عبادہ) بن مالک کو مقرر کیا۔

گھمسان کارن

ابن عقبہ، ابن اسحاق، ابن عمر نے کہا: ''پھر لوگ باہم نبرد آزما ہو گئے انہوں نے سخت قتال کیا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے علم مبارک کے ساتھ جہاد کیا۔ حتیٰ کہ دشمن کے نیزوں کی وجہ سے جامِ شہادت نوش کر گئے۔ پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے علم اسلام تھاما۔ جہاد کیا۔ جب قتال ان کی رکاوٹ بنا تو وہ اپنے گھوڑے شقراء سے نیچے اتر آئے۔ ان کی کونچیں کاٹ دیں پھر جہاد کیا۔ حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ حضرت جعفر پہلے مسلمان شخص تھے جنہوں نے راہِ خدا میں اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹیں۔

ابن اسحاق نے عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''مجھے میرے رضاعی باپ نے بیان کیا ہے ان کا تعلق بنومرہ بن عوف سے تھا۔ انہوں نے غزوۂ موتہ میں شرکت کی تھی۔ انہوں نے کہا: ''گویا کہ میں اب بھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہا ہوں۔ جب وہ اپنے شقراء گھوڑے سے نیچے اترے۔ اس کی کونچیں کاٹیں پھر جہاد کیا۔ حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ اس وقت وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یا حبذا الجنة و اقترابها ۔۔۔ طيبةً و باردًا شرابها
والروم روم قددنا عذابها ۔۔۔ كافرة بعيدة انسابها
علىّ اذلا قيتها ضرابها

ترجمہ: ''جنت اور اس کا قرب کتنا مزے دار ہے۔ اس کا پانی کتنا پاکیزہ اور ٹھنڈا ہے۔ اہلِ روم کا عذاب قریب آگیا ہے۔ کافرہ ہیں۔ ان کا نسب بھی ہم سے زیادہ دور ہے۔ مجھ پر لازم ہے کہ جب میں ان سے ملاقات کروں تو خوب شمشیر زنی کروں۔''

ابن سعد نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے ہتھیار زیب بدن کیے۔ پھر مشرکین پر حملہ کر دیا۔ جب انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ وہ دشمن میں خلط ملط ہو جائیں گے۔ تو انہوں نے ہتھیار پھینک دیے۔ دشمن پر حملہ کیا نیزہ بازی کی حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ابن ہشام نے روایت کیا ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا تھاما۔ وہ ہاتھ کٹ گیا۔ پھر بائیں ہاتھ میں علم اسلام تھام لیا۔ وہ ہاتھ بھی کٹ گیا۔ اسے اپنی کہنیوں کے ساتھ سینے سے چمٹا لیا۔ حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر تینتیس (۳۳) برس تھی۔ ان بازوؤں کے عوض رب تعالیٰ نے انہیں دو پر عطا کر دیے۔ وہ ان کے ساتھ جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔'' یہ بھی کہا جاتا ہے۔ ایک رومی نے ان پر ایک ضرب لگائی اور انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔'' امام بخاری، امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

کہا: ''میں اس غزوہ میں شریک تھا۔ ہم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا۔ ہم نے انہیں شہداء میں پایا۔ ہم نے دیکھا کہ ان کے جسم اطہر پر ساٹھ سے زائد نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔'' دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں اس روز حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا۔ وہ شہید ہو گئے تھے۔ میں نے ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم گنے ان میں سے کوئی بھی ان کی کمر پر نہ تھا۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابن اسحاق نے عباد بن عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے رضاعی باپ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو علمِ اسلام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے تھام لیا۔ وہ اپنے گھوڑے پر آگے بڑھے۔ ان کے نفس میں تردد آیا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

اقسمت یا نفس لتنزلنّه   طائعة او لتکرهنّه
ان اجلب الناس و شدوا الرّنّه   مالی اراكِ تکرهین الجنة
قد طال ما قد کنت مطمئنه   هل انت الا نطفة فی شنه

ترجمہ: ''اے میرے نفس میں نے قسم اٹھائی ہے کہ تو ضرور میدانِ جنگ میں اترے گا۔ یا تو تو خوشی سے اترے گا یا تجھے مجبور کیا جائے گا۔ اگر لوگ شدت سے روتے ہیں اور شور وغل کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ میں تجھے دیکھتا ہوں تجھے جنت میں جانا ناپسند لگ رہا ہے۔ طویل مدت سے تو اس پر مطمئن تھا۔ تو تو ایک نطفہ ہے جو پرانے مشکیزے میں سے تھا۔''

انہوں نے یہ بھی کہا:

یانفس الا تقتلی تموتی   هذا حمام الموت قد صلیت
وما تمنیت فقد اعطیت   ان تفعلی فعلهما هُدیت

ترجمہ: ''اے نفس! اگر تو شہید نہ بھی ہوا تو پھر بھی بستر مرگ پر مر جائے گا۔ یہ موت کی آنچ ہے جس میں تجھے بھونا جا رہا ہے۔ تجھے وہ کچھ عطا کر دیا گیا جو کچھ تو نے مانگا۔ اگر تم ان دونوں شہیدوں کی طرح کام کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔''

ان کی مراد حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما تھے۔ پھر وہ نیچے اترے۔ ان کا چچا زاد ایک ہڈی والا گوشت لے کر آئے۔ انہوں نے کہا: ''اس سے اپنی کمر مضبوط کر لیں۔ ان ایام میں آپ کو مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔'' انہوں نے وہ

ہڈی والا گوشت لیا۔اس سے کچھ حصہ توڑا۔پھر لوگوں کی طرف آواز سنی اور کہا:''تو بھی دنیا کے ساتھ ہی ہے۔''اسے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔اپنی تلوار تھامی آگے بڑھے جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ہاتھ سے جھنڈا گر پڑا۔مسلمان اور مشرکین باہم مل گئے۔بعض افراد پیچھے ہٹے۔قطبہ بن عامر کہنے لگے:''اے قوم! آنے والے انسان کو قتل کرنا جانے والے انسان سے قتل کرنے سے عمدہ ہے۔''حضرت سعید بن ھلال نے روایت کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرات زید،جعفر اور عبداللہ رضی اللہ عنہم کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔''

ابن سعد نے حضرت ابو عامر سے روایت کیا کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو مسلمانوں کو بری طرح ہزیمت اٹھانا پڑی۔میں نے دو افراد کو بھی اکٹھا نہ دیکھا۔ایک انصاری شخص نے جھنڈا اٹھالیا وہ دوڑ کر آیا۔لوگوں کے آگے آکر جھنڈا گاڑھ دیا۔پھر کہا:''اے لوگو! میری طرف آؤ۔''لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔جب ان کی تعداد زیادہ ہوگئی تو وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔حضرت خالد نے اس انصاری سے کہا:''میں اسے تم سے نہ لوں گا تم اس کے زیادہ مستحق ہو۔''انصاری نے کہا:''بخدا! میں نے اسے تمہارے لیے ہی پکڑا ہے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی امارت،مشرکین کو شکست،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مبارک

ابن اسحاق نے لکھا ہے''پھر علَم اسلام حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے تھام لیا۔ان کا تعلق بنو عجلان سے تھا۔انہوں نے کہا:''اے گروہِ مسلماناں! خود میں سے ایک شخص پر اتفاق کر لو۔''لوگوں نے کہا:''تم ہی علمبردار رہو۔''اس نے کہا:''نہیں! میں اس طرح کرنے والا نہیں ہوں۔''صحابہ کرام نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر اتفاق کر لیا۔''

امام الطبرانی نے حضرت ابو یسر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں نے اسلام کا جھنڈا حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ کو دیا۔جب کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے تھے۔وہ جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیا گیا۔حضرت ثابت نے فرمایا:''آپ مجھ سے زیادہ جنگ کے فنون سے آشنا ہیں۔''جب جھنڈا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تھاما تو لوگوں کو دھکیلا۔انہیں دور کر دیا۔اپنے لشکر کو سمیٹا اور پیچھے ہٹے اور صحابہ کرام کو دشمن سے دور لے گئے۔

ابن اسحاق کے قول کے مطابق یہ دور ہٹنا ہی تھا اور رومیوں سے بچنا ہی تھا۔کیونکہ اس وقت دو سو سے زائد مسلمان رومیوں میں مل چکے تھے۔جبکہ مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار تھی۔اس اعتبار سے اس سریہ کو فتح اور نصرت اس اعتبار سے کہا گیا ہے کیونکہ دشمن نے مسلمانوں کو گھیر لیا تھا۔ان پر جمع ہو چکے تھے۔عموماً ایسے حالات میں سارے مسلمان شہید ہو سکتے تھے۔احتمال بھی یہی تھا۔لیکن یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے خلاف ہے''حتیٰ کہ رب تعالیٰ تمہیں فتح عطا کر دے لیکن اکثر سیرت نگار لکھتے ہیں''حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے دشمن کے ساتھ قتال کیا۔حتیٰ کہ انہیں شکست سے دو چار کر دیا۔ابن

سعد نے حضرت ابو عامر سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت خالد نے جھنڈا تھام لیا تو دشمن پر حملہ کر دیا۔ رب تعالیٰ نے دشمن کو بری طرح شکست دی۔ ایسی شکست میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں نے انہیں اس طرح قتل کیا جیسے انہوں نے چاہا۔

الطبرانی نے ابن عقبہ سے روایت کیا ہے کہ پھر مسلمانوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر اتفاق کر لیا۔ رب تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی۔ مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا۔ ابن عمر نے لکھا ہے ''جب حضرت ابن رواحہ شہید ہو گئے تو شام کا وقت تھا۔ حضرت خالد نے رات بسر کی۔ وقتِ صبح دشمن پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے لشکر کے مقدمہ کو ساقہ اور ساقہ کو مقدمہ، میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ بنا دیا۔ دشمن یہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گیا۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید مسلمانوں کو مدد مل گئی ہے۔ وہ مرعوب ہو گئے انہیں شکست ہو گئی۔ ان کا اتنا قتل عام ہوا کہ کسی قوم کا اتنا قتل عام نہ ہوا تھا۔ محمد بن عمر نے حضرت حارث بن فضل سے روایت کیا ہے۔ ''جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھاما تو آپ نے فرمایا: ''اب جنگ کا تندور گرم ہوا ہے۔'' قرّاب نے تاریخ میں حضرت برذع بن زید سے روایت کیا ہے کہ مسلمان سات روز تک مشرکین کا قتل عام کرتے رہے۔ حاکم نے مستدرک میں، ابوعامر، امام زھری، عروۃ، عطاف بن خالد اور ابن عائذ نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ آپ کے اس فرمان کا تقاضا بھی یہی ہے۔ ''پھر اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں ہے ایک تلوار نے جھنڈا اٹھاما۔ رب تعالیٰ نے اِن کے ہاتھوں اسلام کو فتح عطا کر دی۔''

حضرت ابو قتادہ سے مرفوع روایت ہے۔ ''پھر حضرت خالد نے عَلَم اسلام تھام لیا۔ وہ امراء میں سے نہ تھے۔ وہ خود ہی امیر بنے۔'' پھر آپ نے اپنی مبارک انگلی بلند فرمائی اور عرض کی: ''مولا! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ ان کی مدد فرما۔'' اس روز سے حضرت خالد کو ''سیف اللہ'' کہا جانے لگا۔ اس روایت کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ برقانی نے حضرت عوف بن مالک الاشجعی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں ان لوگوں کے ہمراہ عازمِ سفر ہوا جو حضرت زید کے ساتھ نکلے تھے۔ مجھے اہلِ یمن میں سے ایک شخص ملا۔ اس کے پاس صرف تلوار تھی۔ ایک مسلمان نے اونٹ ذبح کیا۔ اس شخص نے اس سے کچھ جلد مانگی۔ اس نے اسے دے دی۔ اس نے اسے ڈھال کی طرح بنا لیا۔ ہم عازمِ سفر ہوئے۔ ہم روم کے لشکر کے ساتھ ملے۔ ان میں سے ایک شخص تھا جو بھورے گھوڑے پر سوار تھا۔ اس پر سنہری زین اور سنہری اسلحہ تھا وہ رومی مسلمانوں کو للکارنے لگا۔ وہ یمنی شخص اس کی طرف چٹان کے پیچھے سے آیا۔ دشمن کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ رومی نیچے گر پڑا۔ وہ تلوار لے کر اس پر سوار ہو گیا۔ اسے قتل کر دیا اس کا گھوڑا اور اسلحہ لے لیا۔ جب رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف پیغام بھیجا۔ اس سے کچھ سامان لے لیا۔ عوف نے کہا: ''میں حضرت خالد کے پاس آیا۔ میں نے انہیں کہا'' کیا آپ کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سامان کے بارے فیصلہ کیا تھا کہ وہ قاتل کے لیے ہو گا۔'' انہوں نے کہا: ''ہاں! مگر میں نے اسے کثیر سمجھا ہے۔'' میں نے کہا: ''یہ سامان واپس کر دیں ورنہ میں یہ بارگاہِ رسالت میں عرض

کروں گا۔" انہوں نے اس کا سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ میں نے اس یمنی شخص کی داستان عرض کی۔ حضرت خالد کا رویہ بھی عرض کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد سے پوچھا۔ "تم نے کیا کیا؟" انہوں نے عرض کی: "میں نے اسے کثیر مال سمجھا۔" آپ نے فرمایا: "جو کچھ اس سے لیا تھا اسے واپس کر دو۔" حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: "خالد! اب اسے لو۔ کیا میں نے تمہیں کہا نہ تھا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا ہوا؟" میں نے سارا واقعہ سنایا تو آپ ناراض ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "خالد! اسے سامان واپس نہ کرنا کیا تم میرے امراء کو اس حالت میں چھوڑنا چاہتے ہو کہ تمہارے لیے معاملہ کا نکھرا ہوا حصہ ہو اور اس کی گندگی ان پر ہو۔"

مالِ غنیمت

ابن عمر، حاکم نے الاکلیل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ موتہ میں بعض مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کو مشرکین کا کچھ سامان بطورِ مالِ غنیمت ملا۔ اس سامان میں ایک انگوٹھی بھی تھی۔ ایک شخص نے اسے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا۔ میں نے اس سے کہا: "وہ انگوٹھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عطا کر دی ہے۔" حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے موتہ کی جنگ میں شرکت کی۔ رومیوں میں سے ایک شخص نے مجھے دعوت مبارزت دی۔ میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس نے خود پہن رکھا تھا جس میں یاقوت لگے ہوئے تھے۔ میرا ارادہ وہ یاقوت ہی تھے میں نے انہیں لیا۔ جب میں بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچا تو میں نے آپ کی خدمت میں یاقوت پیش کر دیے۔ آپ نے وہ مجھے عطا کر دیے۔ میں نے حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں انہیں ایک ہزار دینار میں بیچا۔ میں نے ان سے ایک نخلستان خریدا۔

البدایہ میں ہے: "ان روایات سے عیاں ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے مالِ غنیمت بھی حاصل کیا تھا۔ انہوں نے ان کے سرداروں سے ملل چھینا اور ان کے امیروں کو قتل کیا۔ امام بخاری نے حضرت خالد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "یوم مؤتہ کو میرے ہاتھوں سات تلواریں ٹوٹیں۔ میری ہاتھ میں ایک یمنی تلوار ٹھہری۔" اس روایت کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں نے مشرکین کو خوب قتل کیا تھا۔ ورنہ وہ مشرکین سے نجات نہ پا سکتے۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار جبکہ مشرکین کی تعداد دو لاکھ سے زائد تھی۔ یہ تنہا ہی ایک مستقل دلیل ہے۔" واللہ اعلم

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت قطبہ بن قتادہ العذری مسلمانوں کے میمنہ کے امیر تھے۔ انہوں نے مالک بن رافلہ پر حملہ کیا۔ وہ عیسائی بدوؤں کا امیر تھا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت قطبہ اس پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

طعنت ابن رافلة ابن الاراش برمح مضى فيه ثم انحطم

ضربت علی جیدہ ضربۃ فمال کما مال غصن السلم
و سقنا نساء بنی عمہ غداۃ رقوقین سوق النعم

ترجمہ: "میں نے رافلہ بن اراش کے بیٹے کو ایسا نیزہ مارا جو اس کے اندر دور تک چلا گیا۔ پھر وہ نیزہ ٹوٹ گیا۔ جب میں نے اس کی گردن پر ضرب کاری لگائی تو وہ جھک گیا۔ جیسے درختِ سلم کی شاخ جھکتی ہے۔ ہم نے اس کے چچازادوں کی خواتین کو یوں ہانکا جیسے جانوروں کو ہانکا جاتا ہے۔"

ان اشعار سے بھی ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے کیونکہ عادت یہ ہے کہ جب امیر لشکر قتل ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھی بھاگ جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اشعار میں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ انہوں نے ان کی خواتین کو بھی قیدی بنایا۔ یہ اِس امر کی وضاحت ہے جس کا تذکرہ ہم نے کیا ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "جس روز حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے تو آپ ہمارے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "میرے پاس جعفر کے فرزندوں کو لے کر آؤ"۔ میں نے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے انہیں سونگھا اور آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو گرنے لگے۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ کو حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے کچھ علم ہوا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! آج ان کے سروں پر شہادت کا تاج سج گیا ہے۔" انہوں نے کہا: "میں اٹھ کر رونے لگی۔ خواتین میرے پاس جمع ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہلِ خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: "آلِ جعفر سے غافل نہ ہو جانا ان کے لیے کھانا بنانا آج ان کے صاحب کے امر نے انہیں مشغول کر دیا ہے۔"

امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منبر پر رونق افروز تھے۔ آپ نے حضرات زید، جعفر طیار اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دی وہ اس روز ہی شہید ہوئے تھے۔ حالانکہ ظاہری طور پر ان کی شہادت کی خبر نہیں آئی تھی۔ آپ نے فرمایا: "اب حضرت زید نے اسلام جھنڈا اٹھا لیا ہے۔ وہ شہید ہو گئے ہیں۔ اب حضرت جعفر نے علمِ اسلام پکڑ لیا ہے اب وہ بھی شہید ہو چکے ہیں۔ اب اسلام کا جھنڈا حضرت عبداللہ نے تھام لیا ہے۔ وہ بھی شہید ہو چکے ہیں۔" آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو گرنے لگے۔ حتیٰ کہ اسلام کا جھنڈا رب تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پکڑ لیا ہے۔ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی ہے۔"

امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش الامراء کو بھیجا۔ وہ روانہ ہوئے۔ جتنا رب تعالیٰ نے چاہا وہ ٹھہرے رہے۔ آپ منبر پر رونق افروز ہوئے صدا لگائی گئی: "الصلوٰۃ

جامعة" صحابہ کرام بارگاہِ رسالت مآب میں جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہیں اس لشکر کے بارے بتاتا ہوں۔ وہ روانہ ہوئے۔ دشمن سے نبرد آزما ہوئے۔ حضرت زید شہید ہو گئے۔ آپ نے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر جھنڈا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اٹھالیا۔ دشمن پر شدید حملے کیے پھر وہ بھی شہید ہو گئے پھر آپ نے ان کے لیے مغفرت طلب کی۔ پھر عَلَمِ اسلام حضرت خالد نے اٹھالیا وہ امراء میں سے نہ تھے۔ انہوں نے خود کو امیر بنالیا۔ حضور اکرم ﷺ نے عرض کی: "مولا! یہ تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔ ان کی مدد فرما۔" اس روز سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو "سیف اللہ" کہا جانے لگا۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عقبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت یعلی بن امیہ اہل موتہ کی خبر لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور والا ﷺ نے فرمایا: "اگر تم پسند کرو تو تم مجھے بتادو۔ اگر پسند کرو تو میں تمہیں ان کے بارے بتادیتا ہوں۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے بتادیں۔ آپ نے انہیں ساری عشق افروز داستان سنادی۔ انہوں نے عرض کی: "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ نے ان کی محبت افزاء داستان میں سے ایک لفظ بھی نہیں چھوڑا۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو بلند فرمایا۔ حتیٰ کہ میں نے ان کا معرکہ دیکھا۔ میں نے خواب میں انہیں دیکھا۔ وہ سونے کے پلنگوں پر تھے۔ میں نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کا پلنگ دیکھا۔ ان کے پلنگ میں ذرا ٹیڑھا پن تھا۔ میں نے پوچھا: "اس کی کیا وجہ ہے؟" مجھے کہا گیا: "یہ دونوں سیدھے گئے لیکن حضرت عبداللہ نے کچھ تردد کیا پھر آگے گئے۔"

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن مسیب سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "حضرات جعفر، زید اور ابن رواحہ کو مجھے پیش کیا گیا۔ وہ موتی کے خیمہ میں تھے۔ میں نے حضرات زید اور ابن رواحہ کو دیکھا ان کی گردنوں میں خم تھا۔ لیکن حضرت جعفر سیدھے تھے ان میں خم نہ تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ جب ان دونوں پر موت چھا گئی تو انہوں نے اس سے اعراض کیا گویا کہ اس سے روگردانی کی۔ مگر حضرت جعفر نے اس طرح نہ کیا۔ رب تعالیٰ نے انہیں بازوؤں کے بدلے دو پر عطا کیے ہیں وہ ان کے ذریعے جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔

امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت عامر الشعبی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تھے تو یوں سلام عرض کرتے: "السلام علیک یا ابن ذی الجناحین"

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ جب یہ امراء شہید ہو گئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اب جھنڈا حضرت زید بن حارث نے اٹھالیا ہے۔" انہوں نے اس کے ساتھ جہاد کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔" پھر آپ خاموش ہو گئے۔ انصار کے چہرے متغیر ہو گئے۔ انہوں نے گمان کیا کہ شاید آپ نے ان میں چیز دیکھی ہے۔ جسے وہ ناپسند کرتے ہوں۔" آپ نے پھر فرمایا:

"اب یہ جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ نے تھام لیا ہے۔انہوں نے اس کے ساتھ جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔" پھر فرمایا: "مجھے جنت میں انہیں دکھایا گیا جیسے سونے والا دیکھتا ہے وہ سونے کے پلنگوں پر تھے۔"

ابن سعد نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ نے ان حضرات قدسیہ کے بارے سنا تو آپ پر گراں گزرا۔آپ نے نمازِ ظہر پڑھی اندر تشریف لے گئے۔آپ جب نماز ظہر پڑھ لیتے تھے تو دو رکعتیں ادا کرتے تھے پھر اپنا چہرۂ انور صحابہ کرام کی طرف پھیر لیتے تھے۔صحابہ کرام پر یہ امر گراں گزرا۔آپ نے نمازِ عصر، نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء میں اسی طرح کیا۔نماز صبح کے وقت آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو آپ تبسم کناں تھے۔اس وقت مسجد کے کونے سے اٹھ کر کوئی شخص آپ کے پاس نہ جاتا تھا۔جب آپ نے نمازِ صبح ادا کر لی تو صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بخدا! صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آپ کو غمگین دیکھ کر ہماری حالت کیا ہو گئی تھی۔" آپ نے فرمایا: "تم نے میری جو حالت دیکھی تھی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ میرے صحابہ کرام کے قتل نے مجھے غمزدہ کر دیا۔حتیٰ کہ میں نے انہیں دیکھا۔وہ جنت میں بھائی بھائی ہو کر سونے کے پلنگوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔بعض کو میں نے خم دیکھا۔گویا کہ انہوں نے تلوار کو ناپسند کیا تھا۔میں نے حضرت جعفر کو دیکھا۔وہ دو پروں والے فرشتے کی طرح تھے۔وہ خون میں لت پت تھے ان کے پاؤں بھی رنگدار تھے۔"

حکیم ترمذی نے سو کے بعد تئیسویں فائدہ میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا: "مؤتہ کے روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بشارت دے کر بھیجا۔"

شہدائے مؤتہ

حضرات جعفر بن ابی طالب، زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ، مسعود بن الاسود، وہب بن سعد، عباد بن قیس، حارث بن نعمان، سراقہ بن عمرو، ابوکلیب بن عمرو (ابن ہشام) جابر بن عمرو، عمرو، عامر، پسران سعد بن حارث، علامہ کلبی اور بلاذری نے ان صحابہ کرام کا اضافہ کیا ہے۔ھوبجہ بن بجیر، جب یہ شہید ہوئے تو ان کا جسم اٹھا لیا گیا۔لیکن الاصابۃ میں ان کا تذکرہ نہیں۔قاموس میں بھی ان کا تذکرہ نہیں۔امام ذھبی نے التجرید میں ان کا ذکر کیا ہے۔ان کے لیے وفادہ اور ہجرت ہے۔ابن سعد، العدوی اور الطبری نے ان صحابہ کرام کا اضافہ کیا ہے "حضرات زید بن عبید، عبداللہ بن سعید، (ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ یمامہ میں شہید ہوئے تو امام ذہبی کے مطابق یہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔) ابن سعد اور زبیر بن بکار نے حضرت ھبار بن سفیان کا اضافہ کیا۔امام زہری، ابن سعد اور ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ اجنادین میں شہید ہوئے۔سیف بن عمر نے لکھا ہے کہ یرموک میں شہید ہوئے۔ابن عقبہ نے اضافہ کیا

ہے"عبداللہ بن ربیع انصاری، معاذ بن ماعص" ایک قول یہ ہے کہ ان کے بھائی عباد موتہ میں شہید ہوئے تھے۔

البدایۃ میں شہدائے موتہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے "دونوں اقوال کے مطابق شہداء کی تعداد بارہ بنی ہے۔ یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ دو لشکر نبرد آزما ہوں۔ جو راہِ خدا میں لڑ رہا ہو ایک کی تعداد تین ہزار ہو۔ جبکہ دوسرے لشکر کی تعداد دو لاکھ ہو ایک لاکھ رومی اور ایک لاکھ عیسائی ہوں۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ معرکہ آزما ہوں۔ پھر بھی مسلمانوں کے بارہ افراد شہید ہوں۔ مشرکین کی کثیر تعداد واصلِ جہنم ہو۔ یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہیں جو تنہا کہہ رہے ہیں "اس روز میرے ہاتھوں میں نو تلواریں ٹوٹیں۔ ایک یمنی تلوار ہی میرے ہاتھوں میں ٹھہر سکی۔" ان ساری تلواروں سے کتنے مشرکین واصلِ جہنم ہوئے ہوں گے۔ دیگر بہادروں اور جرأت مندوں کو چھوڑ بھی دیں؟ یہ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہے:

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿١٣﴾ (آل عمران: ١٣)

ترجمہ: "بے شک تمہارے لیے نشانی تھی دو گروہوں میں جو آپس لڑ پڑے۔ ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا اور دوسرا کافر کہ وہ انہیں آنکھوں دیکھا اپنے سے دوگنا سمجھیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے حمایت کرتا ہے جس کی وہ چاہتا ہے بے شک اس میں عقلمندوں کے لیے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے۔"

مسلمانوں کا مدینہ طیبہ واپس آنا اور حضور ﷺ اور صحابہ کرام کا استقبال کرنا

ابن عائذ نے لکھا ہے "مسلمان واپس آئے رستہ میں ایک بستی کے پاس سے گزرے جس کا ایک قلعہ تھا۔ جاتے ہوئے یہاں کے باشندوں نے ایک مسلمان کو شہید کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ انہوں نے اسے فتح کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے سرداروں کو تہ تیغ کیا۔

ابن اسحاق نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب مسلمان موتہ سے واپس آئے تو حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے ان کا استقبال کیا۔ لوگ لشکر پر مٹی پھینکنے لگے۔ وہ کہنے لگے: "اے راہِ فرار اختیار کرنے والو! تم راہِ خدا میں بھاگ نکلے ہو۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ فرار ہونے والے نہیں بلکہ کرار (پلٹ کر حملہ کرنے والے) ہیں ان شاء اللہ!"

امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب لوگ واپس آئے تو میں بھی واپس آ گیا۔" دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ہم نے دشمن پر پہلے حملہ کیا تو ہم نے

ارادہ کیا کہ ہم سمندر پر سوار ہو جائیں۔" ہم نے کہا: "ہم اس طرح کیسے کر سکتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے راہِ فرار اختیار کی ہے۔" ہم نے کہا کہ اگر ہم مدینہ طیبہ گئے تو ہمیں قتل کر دیا جائے گا۔ ہم رات کے وقت مدینہ طیبہ داخل ہو کر چھپ گئے۔ پھر ہم نے کہا: "کاش! ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جائیں۔ آپ کی خدمت میں معذرت پیش کریں۔ اگر توبہ قبول ہو گئی تو بہتر ورنہ ہم چلے جائیں گے۔ ہم نمازِ صبح سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: "کون؟" ہم نے کہا: "راہِ فرار اختیار کرنے والے۔" آپ نے فرمایا: "نہیں تم پلٹ کر حملے کرنے والے ہو۔ میں تمہارا گروہ ہوں۔" یا فرمایا: "میں ہر مسلمان کا گروہ ہوں۔" ہم نے آپ کے دستِ اقدس کو چوم لیا۔

ابن اسحاق نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے سلمہ بن ہشام بن عاص کی زوجہ سے کہا: "حضرت سلمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں کیوں شرکت نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: "وہ باہر نہیں نکل سکتے۔ وہ جب بھی باہر نکلتے ہیں لوگ یوں پکارتے ہیں "اے فرار ہونے والو! تم راہِ خدا میں بھاگ آئے ہو۔" حتیٰ کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے ہیں۔ وہ باہر نہیں نکلتے انہوں نے غزوۂ موتہ میں شرکت کی تھی۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے غزوۂ موتہ میں شرکت کی۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے دعوت دی۔ میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس نے خود پہن رکھا تھا۔ جس میں یاقوت تھا۔ میرا ارادہ یاقوت ہی تھا۔ میں نے اسے حاصل کر لیا۔ جب ہمیں شکست ہو گئی تو ہم مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔ میں بارگاہِ رسالت مآب حاضر ہو گیا۔ آپ نے مجھے وہ یاقوت عطا کر دیا۔ میں نے اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک سو دینار کا بھیجا اور اس سے نخلستان خرید لیا۔ (البیہقی)

البدایۃ میں ہے "شاید مسلمانوں کے ایک گروہ نے راہِ فرار اختیار کی ہو جب انہوں نے دشمن کی کثیر تعداد دیکھی ہو تو وہ بھاگ نکلے ہوں۔ کیونکہ دشمن کی تعداد دو لاکھ تھی۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ ایسے حالات میں فرار جائز ہوتا ہے۔ جب یہ لوگ بھاگ گئے تو باقی ثابت قدم رہے۔ رب تعالیٰ نے انہیں فتح دی۔ وہ ان کے ہاتھوں بچ نکلے۔ ان کے بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ جیسے امام زہری، موسیٰ بن عقبہ، عطاف بن خالد، ابن عائذ وغیرہ ہم نے لکھا ہے۔ عوف بن مالک کی سابقہ روایت کا تقاضا یہ ہے کہ انہوں نے ان سے مالِ غنیمت بھی حاصل کیا تھا ان کے سرداروں سے مال چھینا۔ ان امراء کو قتل کیا۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد نے فرمایا: "اس روز میرے ہاتھوں سات تلواریں ٹوٹیں تھیں۔" اس کا مطلب ہے کہ مسلمانوں نے مشرکین کا قتل عام کیا تھا۔ اگر یوں نہ ہوتا تو اس کا بچ نکلنا ہی محال تھا۔ یہی ایک دلیل کافی ہے۔

تنبیہات

1. مؤتۃ۔ اکثر راویوں نے اسے ہمزہ کے بغیر روایت کیا ہے۔ المبرد نے اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ بعض نے اسے ہمزہ کے ساتھ لکھا ہے۔ ثعلب نے اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے۔ صاحب الوافی نے دو وجہیں جائز لکھی ہیں۔ البتہ "الموتۃ" جس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اس کا معنی جنون ہے۔ یہ ہمزہ کے بغیر ہے۔ جبکہ پہلے نام قری البلغاء میں سے ایک بستی کا نام ہے۔ یہ دمشق کے صوبوں میں سے ایک صوبہ یا تحصیل کی مانند تھا۔

2. اہلِ مغازی کے مابین معروف یہ ہے کہ یہ سفر (سریہ) ۸ھ کو پیش آیا تھا۔ اس میں اختلاف نہیں۔ مگر جس کا تذکرہ خلیفہ بن خیاط نے کیا تھا کہ یہ سریہ ۷ھ میں رونما ہوا تھا۔

3. جامع ترمذی میں ہے کہ غزوۂ موتہ عمرۃ القضاء سے قبل رونما ہوا تھا۔ النور میں ہے: "یہ بلاشبہ غلط ہے" اس کا تفصیلی تذکرہ ہو چکا ہے۔

4. حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ اس روایت کو ابو داؤد نے حضرت محمد بن سلمہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں ہے۔ صحابہ کرام سے بہت سی ایسی روایات مروی ہیں جن میں یہ ممانعت ہے کہ جانوروں کو فضول نہ ہلاک کیا جائے نہ انہیں تکلیف دی جائے۔ ابن اسحاق نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ انہوں نے حضرت زیاد بکائی کی روایت میں یہ صراحت لکھی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مجھے یہ روایت یحییٰ بن عباد نے بیان کی ہے۔ یحییٰ اور ان کے والد ثقہ ہیں۔ صحابی کا نام مجہول ہونا نقصان دہ نہیں۔ اسی طرح یہ روایت عبد اللہ بن ادریس الاودی سے بھی روایت کی گئی ہے۔ جسے مستدرک از حاکم میں ذکر کیا گیا ہے۔ حدیث کی سند قوی ہے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اس لیے کونچیں کاٹی تھیں تا کہ دشمن ان پر غلبہ نہ پا سکے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ لڑنے کے لیے تقویت حاصل نہ کر سکے۔ علماء کرام کا اس شخص کے بارے اختلاف ہے جو اپنے گھوڑے کی اس لیے کونچیں کاٹ دے تا کہ دشمن اسے حاصل نہ کر سکے۔ امام مالک نے اس کی اجازت دی ہے۔ امام اوزاعی اور امام شافعی نے اسے مکروہ لکھا ہے۔ امام شافعی نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے چڑیا یا اس سے مافوق جانور کو اس کے حق کے بغیر مارا تو وہ اپنے رب سے اپنے قتل کے بارے التجاء کرے گا۔" اسی طرح آپ نے منع کیا ہے کہ جانور کو کھانے کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے ذبح کیا جائے۔ البتہ مشرکین کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹنا جائز ہے کیونکہ یہ ایک ایسا امر ہے جس سے اسے اس شخص کو قتل کرنے کی سبیل مل جاتی ہے جسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسے شہید کر دے۔

◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بتایا کہ اس روز وہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے وہ شہید ہو گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے زخم شمار کیے ان پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم تھے جن میں سے کمر پر کوئی زخم نہ تھا۔'' جبکہ حضرت ابن عمر کی دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا۔ ہم نے انہیں شہداء میں پایا۔ ان کے جسم اطہر پر نوے سے زیادہ نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔'' ان دونوں روایتوں میں تخالف نظر آتا ہے۔ الحافظ لکھتے ہیں: ''بعض اوقات اعداد کا مفہوم نہیں ہوتا یا یہ زیادتی تیروں کے زخموں کے اعتبار سے تھی۔ تیروں کے زخموں کا تذکرہ پہلی روایت میں نہیں تھا۔ یا پچاس زخموں میں سے کوئی بھی ان کی کمر پر نہ تھا۔ بقیہ زخم ان کے باقی جسم پر تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پیٹھ پھیر کر گئے ہوں۔ اس کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ تیر پیچھے سے یا دونوں اطراف سے آئے ہوں۔ حضرت نافع کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''یہ زخم ہم نے ان کے جسم کے اگلے حصہ میں پائے۔'' بعد میں انہوں نے ستر اور کچھ زائد کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے یہ اشارہ دیا کہ نوے سے زائد زخم والی روایت زیادہ اثبت ہے۔

◆ اللہ رب العزت نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو دو پر عطا کیے ہیں وہ ان کے ذریعے جہاں چاہتے ہیں محوِ پرواز رہتے ہیں۔'' یعنی اس غزوہ میں ان کے ان دونوں بازوؤں کے عوض اللہ تعالیٰ نے انہیں دو پر عطا فرمائے ہیں۔ جو کٹ گئے تھے۔ انہوں نے علَم اسلام دائیں ہاتھ میں پکڑا وہ کٹ گیا۔ پھر بائیں ہاتھ میں پکڑا وہ بھی کٹ گیا۔ پھر اسے سینے سے لگا لیا۔ تو انہیں شہید کر دیا گیا۔'' امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ جناحین دو پہلوؤں والے کو کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس جگہ پروں کا ظاہری معنی مراد نہیں۔ امام سہیلی نے کہا ہے'' جس معنی میں وقوف کرنا چاہیے وہ یہ کہ اس سے مراد وہ پرندے کے پر نہیں ہیں۔ جس کی طرف فوراً ذہن منتقل ہوتا ہے۔ کیونکہ انسانی شکل ساری صورتوں سے افضل اور اشرف ہے۔ جناحین سے مراد وہ قوت ملکیہ اور قوت روحانیہ ہے جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو عطا کی گئی ہے جیسے وہ قوت جو ملائکہ کو عطا کی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں بازو کو پر کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَاضۡمُمۡ یَدَكَ اِلٰی جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ اٰیَةً اُخۡرٰی ﴿۲۲﴾ (طٰہٰ: ۲۲)

ترجمہ: ''اور (حکم ملا) دبالو اپنے بازو کے نیچے ہی نکلے گا خوب سفید ہو کر بغیر کسی بیماری کے یہ دوسرا معجزہ (ہم نے تمہیں دیا) ہے۔''

علماء کرام نے ملائکہ کے پروں کے بارے فرمایا ہے کہ یہ اس طرح نہیں جس طرح وہم پیدا ہوتا ہے کہ وہ پرندوں کے پروں کی طرح ہوں گے۔ بلکہ اس سے مراد وہ ملکیہ صفات ہیں جو صرف معائنہ سے سمجھی جا سکتی ہیں

ہیں۔ ثابت ہے کہ حضرت جبرائیل امین کے چھ سو پر ہیں۔ حالانکہ کسی بھی پرندے کے پر تین سے زائد نہیں ہوتے۔ جب اس کی کیفیت کسی حدیث پاک سے ثابت نہیں ہے تو پھر بھی اس کی حقیقت پر کسی بحث کے بغیر ایمان لانا ضروری ہے۔"

الحافظ لکھتے ہیں: "امام سہیلی نے جو مقامِ منع کے بارے گفتگو کی ہے۔ اور جو کچھ علماء کرام سے نقل کیا ہے۔ اس کی اس امر پر صراحۃً دلالت نہیں جو انہوں نے دعویٰ کیا ہے نہ ہی کوئی ایسی رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے اسے ظاہری معنی پر محمول کرنا مشکل ہو۔"

یہ شاہد پر غائب کے قیاس سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ کمزور مؤقف ہے۔ بشری شکل کا افضل شکل ہونا اس خبر کو ظاہری معنی پر محمول کرنے سے نہیں روکتا۔ کیونکہ وہ شکل باقی ہے۔" امام بیہقی نے الدلائل میں حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ حضرت جعفر کے یہ پر یاقوت کے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ موتیوں کے ہیں۔ اس روایت کو ابن مندہ نے کتاب المعرفہ میں ورقہ بن نوفل کے تذکرہ کے ضمن میں لکھا ہے۔

۷ اکثر آثار اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے مشرکین کو شکست دے دی تھی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو لے کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

الحافظ لکھتے ہیں: "ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے مشرکین کی ایک طرف کو شکست سے دوچار کر دیا ہو۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کفار ان پر جمع نہ ہو جائیں کیونکہ ان کی تعداد دو لاکھ تھی۔ حضرت خالد انہیں لے کر لوٹ آئے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ آ گئے۔" ابن کثیر نے لکھا ہے:

"ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے جب حضرت خالد مسلمانوں کو لے کر پیچھے پلٹے۔ رات گزاری صبح اپنے لشکر کی ہیئت کو تبدیل کر دیا۔ دشمن نے سمجھا کہ ان کے پاس مدد آ گئی ہے۔ حضرت خالد نے ان پر حملہ کر دیا۔ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ انہوں نے ان کا تعاقب نہ کیا۔ مسلمان بہت سا مالِ غنیمت لے کر واپس آ گئے۔

۸ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے حضرت خالد کو حکم دیا کہ وہ قاتل کو سامان لوٹا دیں پھر اس کا سامان حضرت خالد کو ہی واپس کر دیا۔ یہ اس شخص کے رویہ پر ناگواری کا اظہار ہے تاکہ لوگ آئمہ پر اس طرح کی جرأت نہ کر سکیں۔ حضرت خالد اپنے اس عمل میں مجتہد تھے۔ آپ نے ان کا اجتہاد برقرار رکھا کیونکہ اس میں بہت بڑی مصلحت تھی۔ حالانکہ پہلے آپ نے انہیں غلط کہا تھا۔ یہ بھی امکان ہے کہ آپ نے اس شخص کو خمس میں سے کچھ عطا کر دیا ہو اور اس سے درگزر کر کے راضی کیا ہو اور سامان کا فیصلہ انہی کے بارے کیا ہو۔"

سینتالیسواں باب

سریہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ذات السلاسل کی طرف

(جمادی الآخرۃ ۸ھ)

ابن عقبہ، ابن اسحاق، ابن سعد اور ابن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ قضاعہ کا ایک لشکر ارادہ کرتا ہے کہ وہ مدینہ طیبہ کی اطراف پر حملہ کریں۔ آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ اس وقت انہیں اسلام قبول کیے ایک سال گزر چکا تھا۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ اہلِ عرب کو اہلِ شام کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے تیار کریں۔ آپ نے ان کے لیے سفید جھنڈا باندھا ساتھ سیاہ پرچم بھی تھا۔ انصار و مہاجرین میں سے تین سو مجاہدین ان کے ساتھ تھے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اہلِ عرب کے جن قبائل مثلاً بلیٰ، عذرہ اور بلقین کے پاس سے گزریں ان سے مدد طلب کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی ان میں رشتہ داری تھی۔ عاص بن وائل کی ماں بلویہ تھی۔ آپ نے ارادہ کیا کہ آپ حضرت عمرو کے ذریعے ان کی تالیف قلبی کریں۔ ابن راویہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو کو اس لیے امیر بنایا کیونکہ آپ ان کی جنگی مہارت سے آگاہ تھے۔" ان کے ہمراہ تیس گھڑ سوار تھے۔ وہ دن کو چھپ جاتے رات کو سفر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جذام کی زمین پر چشمہ سلاسل تک پہنچ گئے۔ اسی لیے اس کو سریہ ذات السلاسل کہا جاتا ہے۔ انہیں معلوم ہوا کہ دشمن نے وہاں لشکر جرار جمع کر رکھا ہے۔ انہوں نے حضرت رافع بن مکیث کو بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا تا کہ وہ آپ سے عرض کریں کہ انہوں نے بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے۔ وہ آپ سے مدد طلب کریں۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ ان کے ہمراہ اکابر مہاجرین مثلاً ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انصار کو بھی ان کے ساتھ بھیجا۔ آپ نے حضرت ابو عبیدہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت عمرو کے ساتھ مل جائیں۔ وہ اکٹھے رہیں اختلاف نہ کریں۔ حضرت ابو عبیدۃ کے ہمراہ دو سو افراد تھے۔ حتیٰ کہ وہ حضرت عمرو کے ساتھ جا ملے۔ جب یہ پہنچے تو حضرت ابو عبیدۃ نے صحابہ کرام کو جماعت کرانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرو نے کہا: "تم میرے مددگار بن کر آئے ہو تمہارے لیے درست نہیں کہ تم مجھے امامت کراؤ حالانکہ امیر میں ہوں۔"

مہاجرین نے کہا: "ہرگز نہیں۔ آپ اپنے ساتھیوں کے امیر ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کے امیر ہیں۔" حضرت عمرو

نے کہا: ''نہیں! تم ہمارے مددگار بن کر آئے ہو۔'' جب حضرت ابوعبیدۃ نے یہ اختلاف دیکھا۔ وہ ایک نرم مزاج اور بلند اخلاق شخص تھے۔ ان پر دنیاوی معاملہ آسان تھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے معاملہ کے لیے سعی جمیل کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: ''عمرو! تمہیں علم ہونا چاہیے کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے جدا ہوتے وقت فرمایا تھا'' جب تم اپنے ساتھی کے پاس پہنچ جاؤ تو ایک دوسرے کی اطاعت کرنا سا اختلاف نہ کرنا بخدا! اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تمہاری اطاعت کرلوں گا۔'' حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمرو کی اطاعت کرلی۔ حضرت عمرو ہی صحابہ کرام کو جماعت کراتے رہے۔ حضرت عمرو نے کہا: ''میں تمہارا امیر ہوں۔ تم میرے مددگار ہو۔'' انہوں نے کہا: ''ٹھیک ہے۔''

امام احمد نے امام شعبی سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت ابوعبیدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ نے تمہیں ہم پر امیر مقرر کیا ہے۔ ابن فلاں نے قوم کے امیر کی اطاعت کرلی ہے تم نے اسے کچھ نہیں کہا ہے۔'' حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: ''حضور والا ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اطاعت کریں۔ میں آپ کی اطاعت ہی کروں گا اگرچہ حضرت عمرو نے میری بات نہیں مانی۔'' انہوں نے حضرت عمرو کی اطاعت کرلی۔ حضرت عمرو ہی صحابہ کرام کو جماعت کراتے رہے۔ صحابہ کرام کی تعداد پانچ سو ہوگئی۔ وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ دشمن کے قریب فروکش ہوئے۔ وہ تکلیف میں تھے۔ ان کے ساتھیوں نے لکڑیاں جمع کیں۔ وہ آگ جلانا چاہتے تھے تاکہ سردی سے آگ تاپیں۔ حضرت عمرو نے انہیں منع کردیا۔ یہ بات صحابہ کرام پر شاق گزری۔ حتیٰ کہ بعض مہاجرین نے حضرت عمرو سے یہ بات کی جو انہیں ناگوار گزری۔ حضرت عمرو نے فرمایا: ''تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔'' انہوں نے کہا: ''ہاں'' حضرت عمرو: تو پھر میری اطاعت کرو۔

ابن حبان، الطبرانی نے صحیح کے راویوں سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور والا ﷺ نے انہیں سریہ ذات السلاسل میں بھیجا۔ ان کے ساتھیوں نے پوچھا کہ وہ آگ جلالیں مگر انہوں نے انہیں منع کردیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے بات کی تو انہوں نے کہا: ''ان میں سے جس نے آگ جلائی میں اسے اس میں پھینک دوں گا۔''

امام حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرو کو ایک سریہ کا امیر بنایا۔ مجاہدین میں سے سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جب وہ جنگ گاہ تک پہنچے تو حضرت عمرو نے انہیں حکم دیا کہ وہ آگ نہ جلائیں۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق ناراض ہوگئے انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت عمرو کے پاس جائیں۔ سیدنا صدیق اکبر نے انہیں منع کردیا۔ انہیں بتایا کہ حضور والا ﷺ نے انہیں صرف اس لیے مقرر کیا ہے کیونکہ آپ ان کی جنگی مہارت سے آگاہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پرسکون ہوگئے۔ حضرت عمرو دن کو چھپ جاتے تھے۔ رات کو سفر کرتے

تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے دشمن کے علاقے کو روندھ ڈالا۔ اس پر غلبہ پالیا۔ حتیٰ کہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں لشکر کے جمع ہونے کا اندیشہ تھا۔ جب انہوں نے مجاہدین کے متعلق سنا تو وہ منتشر ہو گئے۔ وہ عازم سفر رہے حتیٰ کہ ان کے شہر کے دور تک گئے۔ اس کے آخری حصہ میں ایک لشکر پایا۔ جو اتنا زیادہ نہ تھا۔ کچھ دیر باہم قتال ہوا۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا انہیں ہزیمت سے دو چار کر دیا۔ وہ منتشر ہو گئے۔ جو کچھ وہاں تھا حضرت عمرو نے اس پر غلبہ پالیا۔ کچھ دن تک وہیں قیام کیا۔ وہ جس جگہ یا لشکر کے بارے سنتے وہاں حملہ کر دیتے۔ ان کے ساتھ جہاد کرتے۔ وہ گھڑسواروں کو بھیجتے۔ وہ بھیڑ اور بکریاں لے آتے وہ انہیں ذبح کرتے اور کھالیتے۔ جانور اس سے زائد نہ ہوتے تھے۔ اس سریہ میں ایسے اموالِ غنیمت نہ ملے تھے جنہیں تقسیم کیا جاتا۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے ''وہ بنو قضاعہ، عاملہ، لخم اور جذام کے قبائل سے ملے۔ وہ وہاں جمع تھے۔ انہوں نے انہیں منتشر کر دیا۔ ان کا قتل عام کیا اور مالِ غنیمت حاصل کیا۔ ابن حبان اور الطبرانی نے حضرت عمرو سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دشمن سے ملاقات کی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت عمرو نے انہیں روک دیا۔ حضرت عمرو نے حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کو بشارت دے کر مدینہ طیبہ بھیجا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حضرت رافع بن ابی رافع رضی اللہ عنہ کو وصیت

ابن اسحاق، ابن عمر نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں ایک نصرانی شخص تھا۔ میرا نام سرجس تھا۔ میں اس ریگستان کو سارے لوگوں سے زیادہ جانتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں ریگستان کے اطراف میں شترمرغ کے انڈوں میں پانی ڈال کر دفن کر دیتا تھا۔ پھر لوگوں کے اونٹوں پر حملہ کرتا۔ جب میں انہیں ریگستان میں داخل کر دیتا۔ تو میں ان پر غلبہ پالیتا۔ کسی میں اتنی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ میرا تعاقب کر لیتا۔ حتیٰ کہ میں اس پانی کے پاس سے گزرتا۔ جسے میں نے شترمرغ کے انڈے میں چھپایا ہوتا۔ میں وہ پانی نکالتا اس میں سے پی لیتا۔ جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو میں ایک سریہ میں نکلا۔ جو آپ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی امارت میں ذات السلاسل کی طرف بھیجا۔''

انہوں نے کہا: ''میں نے کہا: ''بخدا! میں اپنے لیے ایک ساتھی ضرور تلاش کروں گا۔ میں نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی۔ میں انہی کے کجاوہ میں تھا۔ انہوں نے فدک کی عباء پہن رکھی تھی۔ جب ہم نیچے اترتے وہ اسی کو پھیلا لیتے تھے جب سوار ہوتے تھے اسی کو پہن لیتے تھے۔ اسے کانٹوں سے ٹانک لیتے تھے۔ اسی کے متعلق اہلِ نجد نے اس وقت کہا تھا۔ جب وہ مرتد ہوئے تھے۔ ''کیا ہم اس عباء والے کی بیعت کر لیں۔'' حضرت رافع نے کہا: ''جب ہم واپسی پر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ''میں نے آپ کی رفاقت اس لیے اختیار کی ہے تا کہ رب تعالیٰ آپ کے ذریعے مجھے فائدہ دے۔ مجھے نصیحت کریں۔ کچھ سکھائیں۔'' انہوں نے کہا: ''اگر تم مجھ سے یہ سوال نہ بھی

کرتے پھر بھی میں تمہیں نصیحت کرتا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں رب تعالیٰ کو یکتا تسلیم کرو اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو نماز ادا کرو۔ زکوٰۃ دو۔ رمضان المبارک کے روزے رکھو بیت اللہ کا حج کرو۔ جنابت سے غسل کرو۔ کبھی دو مسلمانوں پر بھی امیر نہ بنو۔" میں نے کہا: "جناب صدیق اکبر! آپ نے مجھے جو توحید الٰہی کا حکم دیا ہے تو بخدا! میں رب تعالیٰ کے ساتھ کبھی بھی کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤں گا۔" نماز بھی کبھی ترک نہیں کروں گا۔ ان شاء اللہ! اگر میرے پاس مال ہوا تو زکوٰۃ بھی دوں گا۔ ان شاء اللہ۔ رمضان المبارک کے روزے کبھی نہیں چھوڑوں گا ان شاء اللہ! اگر استطاعت ہوئی تو حج بھی نہیں چھوڑوں گا۔ جنابت سے بھی غسل کروں گا۔ ان شاء اللہ! لیکن جہاں تک امارت کا تعلق ہے تو جناب صدیق اکبر! میں نے لوگوں کو دیکھا ہے وہ لوگوں کے ہاں اس شرف اور مقام تک اس کے ذریعے پہنچتے ہیں؟"

انہوں نے فرمایا: "تم نے مجھے نصیحت کرنے کے لیے کہا ہے۔ میں نے تمہیں خلوص سے نصیحت کر دی ہے۔ عنقریب میں تمہیں اس کے بارے بتاؤں گا ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ نے حضور والا ﷺ کو اس دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ نے اس کے لیے جہاد کیا۔ حتیٰ کہ لوگ چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے اس میں داخل ہو گئے۔ جب وہ اس میں داخل ہو گئے تو رب تعالیٰ نے انہیں ظلم سے پناہ دی۔ وہ رب تعالیٰ سے پناہ لینے والے، اس کے پڑوسی اس کے عہد اور ذمۂ کرم پر ہیں۔ تم اس سے بچو کہ تم اللہ تعالیٰ کے عہد کو اس کے پڑوسیوں پر توڑ دو گے تو اس عہد شکنی کی وجہ سے رب تعالیٰ تمہیں سزا دے گا۔ تم میں سے جو کسی کے پڑوسی کے بارے عہد شکنی کرے وہ غصے سے پھول کر بلند ہو جاتا ہے۔ اپنے پڑوسی کے لیے وہ شدید غصے میں ہوتا ہے۔ اگر اس کی بکری یا اونٹ کو نقصان پہنچے تو وہ شدید غضبناک ہو جاتا ہے۔ رب تعالیٰ تو اپنے پڑوسی کے لیے سب سے زیادہ شدید غصے والا ہے۔" انہوں نے کہا: "میں اسی بات پر ان سے جدا ہو گیا۔ جب حضور والا ﷺ کا وصال ہو گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کے خلیفہ بنے تو میں آپ کی خدمت میں آیا میں نے عرض کی: "اے صدیق اکبر! کیا آپ نے مجھے منع نہیں کیا تھا کہ میں مسلمانوں کے دو افراد پر بھی امیر نہ بنوں۔" انہوں نے کہا: "ہاں! میں تمہیں اب بھی اس سے منع کرتا ہوں؟" میں نے پوچھا: "پھر آپ کیوں مسلمانوں کے امر کے والی بنے؟" انہوں نے کہا: "لوگوں کا باہم اختلاف ہو گیا۔ مجھے ان کے بارے ہلاکت کا خدشہ لگا۔ انتشار کا خطرہ درپیش ہوا۔ انہوں نے مجھے بلایا۔ اس کے علاوہ میرے لیے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔"

ابن عمر نے حضرت ابوبکر بن حزم سے روایت کیا ہے "واپسی پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو احتلام ہو گیا۔ رات انتہائی شدید تھی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "تمہاری رائے کیا ہے؟ مجھے احتلام ہو گیا ہے۔ اگر میں نے غسل کیا تو میں مر جاؤں گا۔" انہوں نے پانی منگوایا وضو کیا، شرم گاہ دھوئی، تیمم کیا۔ پھر لوگوں کو امامت کرائی۔ جب وہ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے تو انہوں نے آپ سے اپنی اس نماز کے بارے پوچھا۔ انہوں نے عرض کی: "مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر میں غسل کرتا تو میں مر جاتا۔ اس طرح کی سردی میں نے کبھی نہیں پائی تھی۔" رب تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۲۹ (النساء:۲۹)

ترجمہ: ''اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔''

یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ ہم تک کوئی روایت نہیں پہنچی کہ آپ نے انہیں کچھ کہا ہو۔'' ابو داؤد نے حضرت عمرو سے اسی طرح کی روایت لکھی ہے۔ اس روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''عمرو! تم نے اپنے ساتھیوں کو امامت کرادی حالانکہ تم جنبی حالت میں تھے۔''

حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ کا قصہ

ابن اسحاق نے حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بھی اس سریہ میں شامل تھا جسے آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی امامت میں ذات السلاسل کی طرف بھیجا تھا۔ میں نے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی رفاقت اختیار کی۔ میں ایک قوم کے پاس سے گزرا، جنہوں نے اپنا اونٹ ذبح کر رکھا تھا۔ مگر وہ اس کا گوشت بنانے پر قادر نہ تھے۔ مگر میں گوشت بنانے کا ماہر تھا۔ میں نے انہیں کہا: ''اگر میں اس کے ٹکڑے کر کے تم میں تقسیم کر دوں تو کیا تم مجھے اس کا دسواں حصہ دو گے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں! میں نے چھری لی اور اسی جگہ اس کا گوشت بنا دیا۔ میں نے اپنا حصہ اٹھایا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔ ہم نے اسے پکایا اور کھایا۔ مجھے حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے کہا: ''عوف! تمہیں یہ گوشت کہاں سے ملا؟'' میں نے انہیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ''بخدا! تم نے یہ گوشت ہمیں کھلا کر اچھا نہیں کیا۔'' پھر وہ اٹھ کر قے کرنے لگے۔ ان کے پیٹ میں جو کچھ تھا وہ انہوں نے باہر نکال دیا۔ جب صحابہ کرام اس سفر سے واپس آ گئے۔ تو میں سب سے پہلے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔'' دوسری روایت میں ہے: ''پھر انہوں نے مجھے اپنا قاصد بنا کر بھیجا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے یوں سلام عرض کیا: ''السلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ!'' آپ نے پوچھا: ''کیا عوف بن مالک ہو؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں! میرے والدین آپ پر نثار!'' آپ نے فرمایا: ''کیا اونٹ والے؟'' آپ نے اس کے علاوہ کچھ نہ فرمایا۔ مالک بن ہرم کی روایت میں یہ نہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اسے کھایا ہو۔ ابن عمر نے یہ اضافہ کیا ہے۔ ''پھر آپ نے فرمایا: ''مجھے حالات بتاؤ۔'' میں نے اپنے سفر کے بارے بتایا۔ حضرت ابوعبیدۃ اور حضرت عمرو بن عاص کے مابین جو تنازع ہونے لگا تھا اور پھر حضرت ابوعبیدہ کی اطاعت کے بارے بتایا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ابوعبیدہ پر رحم کرے۔''

ابن حبان اور امام الطبرانی نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''یہ لشکر جب واپس آیا۔ تو انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں ذکر کیا تھا کہ میں نے انہیں آگ جلانے اور دشمن کا تعاقب کرنے سے

روک دیا تھا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے ناپسند کیا کہ یہ آگ جلائیں دشمن ان کی قلیل تعداد کو دیکھ لے اور میں نے ناپسند کیا کہ یہ دشمن کا تعاقب کریں کہ کہیں ان کے پاس مددنہ آن پہنچے اور وہ پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں" آپ نے ان کے ان افعال کی تعریف کی۔

امام بخاری، امام مسلم، اسماعیلی اور بیہقی نے حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا" مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش ذی سلاسل پر امیر بنا کر بھیجا۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ میں نے دل میں کہا: "آپ نے مجھے اس لشکر کا امیر اس لیے بنایا ہے کیونکہ میری آپ کے ہاں قدرومنزلت ہے۔ ورنہ اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو سب سے زیادہ پسندیدہ شخصیت کون سی ہے؟" آپ نے فرمایا: "عائشہ" میں نے عرض کی: "میں آپ سے آپ کے اہلِ خانہ کے بارے نہیں پوچھ رہا۔" آپ نے فرمایا: "ان کے والد گرامی۔" میں نے عرض کی: "پھر" فرمایا: "عمر فاروق۔" میں نے عرض کی: "پھر" حتیٰ کہ میں نے کافی صحابہ کرام کو شمار کیا۔ میں نے دل میں کہا: "آئندہ میں ایسا سوال کبھی بھی عرض نہیں کروں گا۔" الشیخین کی روایت میں ہے۔ "میں خاموش ہوگیا کہ کہیں آپ مجھے سب سے آخر میں نہ رکھ دیں۔"

تنبیہات

1. السلاسل۔ بعض علماء پہلی سین کو فتح اور بعض نے اسے ضمہ دیا ہے۔ البتہ یہ دونوں لغتیں موجود ہیں۔ یہ جگہ وادی القریٰ کے پیچھے ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جذام کی زمین پر ایک چشمہ تھا جس کا یہ نام تھا۔ اسی لیے اس سریہ کا یہ نام رکھا گیا۔ بعض لوگ یہ عجیب وغریب قول کرتے ہیں کہ کیونکہ اس غزوہ میں مشرکین نے خود کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ لیا تھا تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ لیکن یہ قول قابل توجہ ہی نہیں۔
2. جمہور علماء نے ذکر کیا ہے ان میں ابن سعد بھی ہیں کہ یہ سریہ جمادی الآخرہ ۸ ھ کو ہوا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سات ہجری کو ہوا تھا۔ ابن ابی خالد نے صحیح التاریخ میں اسی قول کو یقین کے ساتھ لکھا ہے۔
3. امام نووی اور الحافظ نے لکھا ہے کہ اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ سریہ غزوہ موتہ کے بعد ہوا تھا۔ لیکن ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ یہ اس سے پہلے ہوا تھا۔

الحافظ لکھتے ہیں: "یہ اس امر کا فیصلہ ہے جسے ابن سعد اور ابن ابی خالد سے روایت کیا گیا تھا۔" میں کہتا ہوں کہ ابن سعد سے جو کچھ روایت کیا گیا ہے۔ اس کے بارے یہ فیصلہ غیرواضح ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ سریہ جمادی

الآخرۃ ۸ ھ کو ہوا تھا۔غزوۂ موتہ میں ذکر کیا کہ یہ جمادی الاولیٰ ۸ ھ کو ہوا تھا۔لیکن جو روایت ابن اسحاق نے زیاد سے نقل کی ہے کہ یہ سریہ غزوۂ موتہ سے کئی غزوات اور سرایا بعد میں ہوا تھا۔انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ موتہ سے پہلے ہوا تھا۔اس سے یہی احتمال سامنے آتا ہے کہ انہوں نے اس روایت کی نص بیان کی ہے جسے ابن عساکر نے زیاد کی روایت کے علاوہ ذکر کیا ہے۔

◆ حضرت عمرو کو آپ نے حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر امیر مقرر کیا۔اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ان سے افضل ہیں بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ جنگی مہارت زیادہ رکھتے تھے۔جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔حضرت عمرو رضی اللہ عنہ عرب کے دانا شخص تھے اور ذات السلاسل کے مکینوں کے ساتھ ان کی رشتہ داری بھی تھی۔امام بیہقی نے ابومعشر سے ان کے بعض شیوخ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:''میں کسی شخص کو قوم پر امیر بنا دیتا ہوں حالانکہ اس میں اس سے بہتر افراد ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہوشیار اور جنگی مہارت سے زیادہ آگاہ ہوتا ہے۔''

◆ حضرت بریدہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت عمرو سے بات کریں کہ وہ صحابہ کرام کو آگ جلانے دیں۔جبکہ حضرت عمرو کی روایت میں ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے حضرت عمرو سے بات کی۔ان دونوں روایوں کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے معاملہ حضرت عمرو کے سپرد کیا اور حضرت عمر فاروق کو منع کیا کہ وہ ان سے بات نہ کریں جب صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا تو انہوں نے ان سے سوال کیا۔مگر انہوں نے جواب نہ دیا۔یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو روکنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حضرت عمرو سے سوال کرنے کے بعد ہو۔

◆ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے مجہول اجرت کو مکروہ سمجھا۔کیونکہ عشیر اعشار کا غیر قیاسی واحد ہے۔برمۃ اعشاریۃ اس وقت کہا جاتا ہے جب پتھر کی ہنڈیاں ٹوٹ جائے۔یہ بھی ممکن ہے کہ عشیر عشر کے معنی میں ہو جیسے ثمین ثمن کے معنی میں ہوتا ہے۔لیکن حضرت عوف نے ان کے ساتھ معاملہ طے کیا حالانکہ اونٹ کی جلد ابھی نہیں اتاری گئی تھی اور اسے دیکھا بھی نہیں گیا تھا یا دونوں نے ہر حال میں قصاب کی اجرت کو مکروہ سمجھا تھا۔

✿✿✿✿

اڑتالیسواں باب

سریہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ساحل سمندر کی طرف

(رجب ۸ ھ)

امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے، امام مسلم نے کئی طرق سے انہی سے۔ ابن اسحٰق نے حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں۔ تین سو سواروں کے ہمراہ بھیجا۔" ابن عمر، ابن سعد اور القطب نے یہ اضافہ کیا ہے۔ "ان میں مہاجرین و انصار بھی شامل تھے۔ ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ نے ہم پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ ہم قریش کے کارواں کی گھات میں نکلے۔ آپ نے کھجوروں کا ایک توشہ دان عطا کیا۔ ہمارے پاس اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ ہم نصف ماہ تک ساحل سمندر پر رہے۔ ہمارا زادِ راہ ختم ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہ ہمیں ایک ایک مٹھی کھجوریں دیتے رہے۔ انہوں نے حکم دیا کہ لشکر کا سارا زادِ راہ جمع کیا جائے۔

اسے جمع کیا گیا وہ ایک توشہ دان بنا۔ وہ ہر روز ہمیں تھوڑی تھوڑی کھجوریں عطا کرتے رہے۔ پھر ہمیں ایک ایک کھجور عطا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سارا زادِ راہ ختم ہو گیا۔" ان سے پوچھا گیا: "تم اس ایک کھجور سے کیا کرتے تھے؟" انہوں نے فرمایا: "ہم اسے یوں چوستے تھے جیسے بچہ چوستا ہے۔ پھر ہم اوپر سے پانی پی لیتے۔ جو ہم کو رات تک پوری ہو جاتی تھی۔ حضرت وھب بن کیسان کی روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت جابر سے عرض کی: "ایک کھجور تمہیں کیا فائدہ دے سکتی تھی؟" انہوں نے فرمایا: "ہمیں اس وقت اس کا احساس ہوا جب ایک کھجور بھی نہ رہی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "ایک روز انہوں نے ہمارے مابین کھجوریں تقسیم کیں۔ ایک شخص کو کھجور نہ ملی۔ اس روز ہمیں کھجور بھی نہ ملنے کا احساس ہو گیا۔ ہمیں سخت بھوک لگی۔ ہم اپنے ڈنڈوں سے پتے گراتے تھے اور پھر انہیں پانی میں بھگو دیتے تھے۔"

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ہمیں روز ایک کھجور ملتی تھی۔ ہر شخص اسے چوس لیتا تھا۔ پھر اسے اپنے کپڑے میں باندھ لیتا۔ ہم اپنے ڈنڈوں کے ساتھ پتے جھاڑتے تھے انہیں کھا لیتے تھے حتیٰ ہمارے منہ کی اطراف زخمی ہو گئیں۔ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ایک دن غلطی سے ایک شخص رہ گیا۔ اگر وہ کھجور لے کر آتا تو وہ

اسے کھڑا کر دیتی۔ ہم نے حضرت ابوعبیدہ کے ہاں یہ گواہی دی کہ انہوں نے اس شخص کو کھجور نہیں دی انہوں نے اسے کھجور دی۔ وہ اٹھا اور اس نے وہ کھجور حاصل کر لی۔ ہم کئی روز تک اسی کیفیت میں رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ہم تین ماہ تک پتے کھاتے رہے۔'' حتیٰ کہ ایک شخص نے کہا: ''اگر اس کیفیت میں ہمارا مقابلہ دشمن سے ہو جاتا۔ تو ہم اس مشقت کی وجہ سے اس کی طرف حرکت بھی نہ کر سکتے۔ ابن عمر کی مغازی میں ہے کہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے کہا: ''مجھ سے اونٹوں کے عوض وہ کھجوریں کون خریدے گا جو کھجوریں مدینہ طیبہ میں ہیں۔ میں مدینہ طیبہ میں کھجوریں اسے دے دوں گا۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تعجب کی بات ہے کہ اس لڑکے کے پاس مال نہیں۔ وہ دوسرے کے اموال میں تصرف کرتا ہے۔'' حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے بنو جہینہ کا ایک شخص دیکھا۔ انہوں نے اس شخص سے کہا: ''مجھے اونٹ دے دو۔ اس کے عوض میں مدینہ طیبہ میں تمہیں کھجوریں دے دوں گا۔'' اس جہنی شخص نے کہا: ''میں تمہیں نہیں جانتا کہ تم کون ہو؟'' انہوں نے کہا: ''میں قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم ہوں۔'' اس جہنی شخص نے کہا: ''تم نے اپنے نسب سے مجھے کتنی پہچان کرا دی ہے۔ میرے اور حضرت سعد کے مابین دوستی ہے۔ وہ اہل یثرب کے سردار ہیں۔'' انہوں نے اس شخص سے پانچ اونٹ خرید لیے۔ ہر اونٹ کے عوض ایک وسق کھجوریں دینے کا وعدہ کیا۔ اس اعرابی نے شرط لگائی کہ وہ آلِ دلیم کی ذخیرہ کھجوریں لے گا۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے ہامی بھر لی۔ جہنی نے کہا: ''مجھے گواہ دو۔'' انہوں نے چند انصاری اور مہاجرین صحابہ کرام کو گواہ بنایا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تو کبھی گواہی نہیں دوں گا۔ یہ ادھار لے رہے ہیں مگر ان کے پاس مال نہیں ہے۔ مال ان کے والد گرامی کا ہے۔'' اس جہنی شخص نے کہا: ''حضرت سعد کھجوروں کی وجہ سے اپنے بیٹے کو رسواء نہیں کریں گے۔ میں ایک حسین چہرہ اور عمدہ فعل دیکھ رہا ہوں۔'' حضرت قیس نے اونٹ لیے اور تین ایام لگاتار ہر روز ایک ایک اونٹ ذبح کیا۔ چوتھے روز امیر کارواں نے انہیں روک دیا۔ انہوں نے کہا: ''تم اپنے وعدہ سے عہدہ برآ ہونا چاہتے ہو۔ تمہارے پاس مال نہیں ہے۔'' حضرت جابر کی روایت میں ہے: ''انہوں نے ایک روز تین اونٹ، دوسرے روز تین اونٹ اور تیسرے روز تین اونٹ ذبح کیے۔ پھر حضرت ابوعبیدہ نے انہیں روک دیا۔''

ابن عمر نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس سے فرمایا: ''میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اب تم اونٹ ذبح نہ کرو کہ تم اپنے ذمہ سے عہدہ برآ ہونا چاہتے ہو حالانکہ تمہارے پاس مال نہیں ہے۔'' حضرت قیس نے کہا: ''ابوعبیدہ! کیا آپ ابوثابت کو جانتے ہیں۔ وہ تو لوگوں کے قرض ادا کرتے ہیں۔ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ بھوکوں کو کھلاتے ہیں کہ وہ میرے لیے وہ کھجوریں نہ دیں گے جن سے اونٹ خریدے گئے۔ اونٹوں کو میں مجاہدین کے لیے ذبح کروں۔'' قریب تھا کہ حضرت ابوعبیدہ نرم ہو جاتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''پختہ رہو۔'' وہ پختہ

رہے اور انکار کر دیا کہ وہ اونٹ ذبح نہ کریں۔ وہ اونٹ باقی رہے۔ حضرت قیس انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔ صحابہ کرام بار بار ان پر سوار ہوتے رہے۔ حضرت سعد بن عبادہ تک صحابہ کرام کی اس بھوک کی داستان پہنچ گئی۔ انہوں نے کہا: ''اگر قیس اسی طرح ہوئے جیسے کہ میں انہیں جانتا ہوں تو وہ عنقریب صحابہ کرام کے لیے اونٹ ذبح کر دیں گے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہم ساحل سمندر پر روانہ ہوئے۔ سمندر نے ہماری طرف ایک جانور پھینکا جسے عنبر کہا جاتا تھا۔ دوسری روایت میں ہے: وہ ایک ایسی مچھلی تھی جس کی مثل ہم نے نہ دیکھی تھی۔ وہ بہت بڑے ٹیلے کی طرح تھی۔ ہم اس کے پاس آئے اس سے کھایا۔ ایک روایت میں ہے نصف ماہ تک کھایا۔ دوسری روایت میں ہے: اٹھارہ راتیں کھائیں۔ امام مسلم نے یہ مدت ایک ماہ لکھی ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں: ''ہم تعداد میں تین سو تھے۔ حتیٰ کہ ہم موٹے ہو گئے۔ ہم نے اس کی چربی سے تیل لگایا۔ حتیٰ کہ ہمارے اجسام تندرست اور مضبوط ہو گئے۔ بڑے مٹکے کی طرح اس کی آنکھیں تھیں ہم نے اس کی آنکھوں سے اتنے اتنے مٹکے تیل نکالا۔ ہم نے اس کے جسم کے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا۔ اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو گاڑھا گیا۔ انہوں نے لشکر سے طویل ترین شخص کو دیکھا۔ الحافظ نے گمان کے مطابق وہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے طویل اونٹ دیکھا حضرت قیس کو اس پر سوار کیا۔ وہ اس کی پسلی کے نیچے سے گزرے۔ وہ اس پسلی کی چوٹی تک نہ پہنچے۔ ہم نے اس کا گوشت بطور زاد راہ اپنے ساتھ لیا۔ اور اس کے تیل سے مشکیزے بھر لیے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ہم نے اس مچھلی کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کیا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ وہ رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا ہے۔ کیا اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہے۔ ہمیں بھی کھلاؤ۔'' ہم نے اس میں سے کچھ گوشت آپ کی خدمت میں بھی پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں سے کھایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ کسی صحابی نے اس کا ایک عضو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا حضرت ابوحمزہ الخولانی کی روایت میں ہے کہ حضور والا ﷺ نے فرمایا: ''اگر ہم جان لیتے کہ ہم اسے پالیں گے وہ خراب نہ ہوگی تو ہم پسند کرتے کہ کاش ہمارے پاس اس کا کچھ حصہ ہوتا۔''

محمد بن عمر کے مغازی اور الغیلانیات میں ہے کہ جب حضرت قیس واپس آئے تو وہ اپنے والد گرامی حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ملے تو انہوں نے ان سے پوچھا: ''جب صحابہ کرام بھوکے تھے تو تم نے کیا کیا؟'' انہوں نے کہا: ''میں نے اونٹ ذبح کیا۔'' حضرت سعد: ''تم نے اچھا کیا پھر؟'' حضرت قیس: ''میں نے دوسرا اونٹ ذبح کر دیا۔'' حضرت سعد: تم نے ٹھیک کیا پھر؟ حضرت قیس: میں نے تیسرا اونٹ ذبح کر دیا۔'' حضرت سعد: تم نے ٹھیک کیا۔ پھر؟ حضرت قیس: پھر مجھے یوں کرنے سے روک دیا گیا۔'' مسند حمیدی میں حضرت قیس سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں نے اپنے والد گرامی سے کہا: ''میں

لشکر میں تھا صحابہ کرام کو بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت سعد نے فرمایا: ''کیا تم نے اونٹ ذبح کیا؟'' حضرت قیس: ''ہاں پھر انہیں بھوک لگی۔ حضرت سعد: کیا تم نے اونٹ ذبح کیا۔ حضرت قیس: ہاں! پھر انہیں بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت سعد: کیا تم نے اونٹ ذبح کیا۔ حضرت قیس: ہاں۔ پھر صحابہ کرام کو بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت سعد: کیا تم نے اونٹ ذبح کیا؟ انہوں نے کہا: ''پھر مجھے یوں کرنے سے روک دیا گیا۔'' حضرت سعد: کس نے روکا؟ حضرت قیس: حضرت ابوعبیدۃ بن جراح نے۔ حضرت سعد: کیوں۔ حضرت قیس: ان کا گمان تھا کہ میرا کوئی مال نہیں ہے اور مال تمہارے والد گرامی کا ہے۔ حضرت سعد نے فرمایا: ''میں تمہیں چار باغ دیتا ہوں۔ ان میں سے کم درجہ کے باغ سے تمہیں پچاس وسق کھجوریں حاصل ہوں گی۔''

حضرت سعد نے ایک نوشتہ لکھا۔ اس پر حضرت ابوعبیدہ وغیرہ کو گواہ بنایا۔ وہ جہنی شخص حضرت قیس کے ساتھ ہی آیا۔ حضرت سعد نے اس کو اس کی کھجوریں دیں۔ اسے سواری دی اور پوشاک پہنائی۔''

ابن خزیمہ نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ تک حضرت قیس کے اس مبارک عمل کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''سخاوت تو اس گھرانے کی جبلت میں شامل ہے۔'' حضرت سعد بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے مجھے کون معذور سمجھے گا۔ جنہوں نے میرے نورِ نظر کو بخیل ہونے کا الزام لگایا ہے۔

تنبیہات

❶ اہلِ مغازی کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ سریہ ۸ ھ کو رونما ہوا تھا۔ زاد المعاذ، البدایۃ اور النور میں اسی طرح ہے۔ لیکن اس مؤقف میں اعتراض کی گنجائش موجود ہے۔ کیونکہ شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں قریش کے کارواں سے تعرض کرنے کے لیے بھیجا۔ اس روایت کے ظاہر کا تقاضا یہی ہے کہ یہ سریہ صلح حدیبیہ سے پہلے رونما ہوا۔ جب آپ نے قریش کے ساتھ مصالحت کر لی تو ان کے کسی کارواں سے تعرض نہیں کیا گیا۔ بلکہ فتح مکہ تک امن و سکون کا دور تھا۔ یہ بھی بعید از قیاس ہے کہ یہ سریہ دو بار رونما ہوا ہو۔ ایک دفعہ صلح سے قبل دوسری بار صلح کے بعد تیسری تنبیہ میں الحافظ کا ایسا کلام آ رہا ہے جو تشنہ کو سیراب کر دے گا۔

❷ ''الہدیٰ'' میں ہے کہ جس نے یہ کہا کہ یہ سریہ رجب میں ظہور پذیر ہوا اس نے غیر محفوظ قول کیا ہے کیونکہ آپ کے بارے کوئی روایت نہیں کہ آپ نے حرمت والے مہینے میں کوئی جہاد کی مہم روانہ کی ہو۔ نہ کسی پہ ان مہینوں میں شب خون مارانہ ہی سریہ بھیجا۔ اہل شرک نے علاء بن حضرمی کے واقعہ میں مسلمانوں پر عیب لگایا ہے۔ یہ واقعہ رجب کی ابتداء میں ہوا تھا۔ انہوں نے کہا: ''محمد عربی ﷺ نے حرمت والے ماہ کو حلال کر دیا ہے اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ (البقرۃ:۲۱۷)

ترجمہ: ''وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہِ حرام میں جنگ کرنے کا کیا حکم ہے۔آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے۔''

یہ امر کسی ایسی نص سے ثابت نہیں ہے جس کی طرف جانا واجب ہو۔نہ ہی امت کا اس کی نسخ پر اجماع ہے۔البرہان نے النور میں لکھا ہے''یہ عمدہ اور حسن کلام ہے۔جنہوں نے شہر حرام میں قتال کے عدم نسخ کا قول کیا ہے۔ان میں عطاء اہل الظاہر اور ابن تیمیہ ہیں۔لیکن جمہور علماء اس قول کے خلاف ہیں۔جو استدلال علاء بن حضرمی کے واقعہ سے کیا گیا ہے تو صحیح نظریہ یہ ہے کہ اس کا نام عمرو بن حضرمی تھا۔اس سریہ میں علاء کا قصد نہیں کیا گیا تھا۔اس میں امیر حضرت عبداللہ بن جحش تھے۔

③ الفتح میں ہے:''جو روایت صحیح میں ہے وہ اس کے مخالف نہیں کہ آپ نے یہ سریہ قریش کے کارواں سے تعرض کے لیے بھیجا تھا۔اور جو ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جہینہ کے ایک قبیلے کی طرف بھیجا اور یہ سریہ رجب میں رونما ہوا تھا۔کیونکہ ان روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے قافلہ قریش کو پالیا ہو۔جبکہ ان کا قصد جہینہ کا قبیلہ ہو۔اس جمع کو وہ روایت تقویت دیتی ہے جسے امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہم زمین جہینہ کی طرف بھیجی......لیکن ان کی ملاقات شاید اسی وقت میں کاروانِ قریش کے ساتھ ہو گئی جس کا تذکرہ ابن سعد نے کیا ہے۔یعنی رجب ۸ ھ میں یہ صلح کا وقت تھا۔صحیح کی روایت کا تقاضا ہے کہ یہ سریہ ٦ ھ میں رونما ہوا ہو۔یا اس سے قبل صلح حدیبیہ سے پہلے ظہور پذیر ہوا ہو۔ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ کارواں اس لیے نہ ملا ہو کہ اس کے ساتھ جنگ ہو۔بلکہ یہ بنو جہینہ کے مجاہدین کے تحفظ کے لیے ملا ہو۔اسی طرح کسی سند سے بھی یہ تذکرہ نہیں کہ انہوں نے کسی کے ساتھ قتال کیا ہو۔بلکہ وہ نصف ماہ یا اس سے زائد مدت ایک ہی جگہ پر ٹھہرے رہے۔

④ ابو حمزہ الخولانی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ اس سریہ کے امیر حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما تھے۔الحافظ لکھتے ہیں:''محفوظ موقف وہی ہے کہ روایات متفق ہیں کہ وہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ایک راوی نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے شاندار کردار سے شاید یہ سمجھا ہو کہ وہ میر کارواں تھے۔حالانکہ اس طرح نہ تھا۔

⑤ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فوجی مہم روانہ کی۔ہم عازمِ سفر ہوئے جب ہم نے کچھ رستہ طے کیا تو زادِ راہ ختم ہو گیا۔''یہ ان کے لیے عمومی دستے کا زادِ راہ تھا۔جبکہ خصوصی دستہ کا زادِ راہ اور تھا۔جب عمومی

دستہ کا زادِ راہ ختم ہو گیا۔ تو حضرت ابوعبیدہ نے ارادہ کیا کہ وہ خصوصی دستہ کا زادِ راہ جمع کریں تا کہ صحابہ کرام میں مساوات قائم ہو سکے۔ انہوں نے اسی طرح کیا سارا زادِ راہ ایک توشہ دان بن سکا۔ امام مسلم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں سریہ پر بھیجا۔ ہم پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ ہم نے قریش کے کارواں سے ملاقات کی۔ آپ نے کھجوروں کا بھرا ہوا ایک توشہ دان ہمیں عطا کیا۔ اس کے علاوہ توشہ دان نہ تھا۔ حضرت ابوعبیدہ ہمیں ایک ایک کھجور عطا کرتے تھے۔" اس کا ظاہر اس روایت کے مخالف ہے۔ ان کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ عام زادِ راہ توشہ دان کی مقدار کے برابر تھا۔ جب وہ متعدد ہو گئے تو حضرت ابوعبیدۃ نے خاص زادِ راہ جمع کیا۔ اتفاق سے وہ بھی ایک توشہ دان کے برابر تھا۔ ہر ایک راوی سے وہ بیان کیا جو دوسرے نے بیان نہیں کیا۔ ان کا ایک ایک کھجور کو تقسیم کرنا۔ دوسرے توشہ دان سے تھا۔ امام بخاری نے باب الجہاد میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔

"ہم عازم سفر ہوئے۔ ہماری تعداد تین سو تھی۔ ہم نے اپنا زادِ راہ اپنی گردنوں پر رکھا۔ زادِ راہ ختم ہو گیا۔ حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص ہر روز ایک کھجور کھاتا تھا۔" جہاں تک قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ احتمال ہے کہ ان کے زادِ راہ میں ان کھجوروں کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔ تو یہ درست نہیں کیونکہ امام بخاری کی روایت کردہ حدیث پاک میں ہے کہ جو کچھ انہوں نے صحابہ کرام کے زادِ راہ میں سے جمع کیا وہ ایک توشہ دان تھا۔ ابوالزبیر کی روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں کھجوروں کا ایک تھیلا عطا کیا تھا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے ہمراہ اس توشہ دان کے علاوہ بھی کھجوریں تھیں۔ ان کے علاوہ دیگر علماء کے قول کا احتمال یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کو اس توشہ دان سے ایک ایک کھجور عطا کرتے رہے ہوں جو حضور اکرم ﷺ نے انہیں عطا کیا ہو تا کہ برکت حاصل ہو جائے۔ ان کو ان توشہ دانوں میں سے تقسیم کیا جاتا تھا جن میں اس سے زیادہ کھجوریں تھیں۔ یہ سیاق کے ظاہر سے بعید ہے۔ بلکہ حضرت ہشام بن عروۃ کی روایت میں ہے "ہمارا زادِ راہ ختم ہو گیا حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص کو ایک کھجور ملتی تھی۔"

◆ وھب بن کیسان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس مچھلی سے صحابہ کرام اٹھارہ راتیں کھاتے رہے۔ "حضرت عمرو بن دینار کی روایت میں ہے "ہم نے اس میں سے نصف ماہ تک کھایا۔" ابوزبیر کی روایت میں ہے "ہم وہاں ایک ماہ تک ٹھہرے رہے۔" اس اختلاف کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ جس نے اٹھارہ راتوں کا قول کیا ہے اس نے وہ چیز شمار کی جو دوسرے نے نہ کی۔ جس نے پندرہ دن کا قول کیا اس نے نصف ماہ سے زائد ایام کا ذکر نہ کیا۔ جو تین ایام ہیں۔ جس نے ایک ماہ کا قول کیا ہے اس نے یہ تین ایام بھی شامل کیے اور وہ مدت

بھی شامل کی جو انہوں نے مچھلی کے ملنے سے قبل وہاں گزاری تھی۔ امام نووی نے حضرت ابوزبیر کی روایت کو ترجیح دی ہے کیونکہ اس میں زیادتی ہے۔ ابن التین نے لکھا ہے کہ دونوں میں سے ایک روایت وہم ہے۔ امام حاکم کی روایت میں یہ مدت بارہ ماہ ہے۔ یہ روایت شاذ ہے۔ اس سے بھی شاذ روایت امام خولانی کی ہے۔ ''ہم نے اس سے قبل تین روز قیام کیا، شاید جس طرح میں نے متفرق روایات کو جمع کیا ہے وہ بہتر ہے۔''

۷ ابوحمزہ خولانی اور ابوزبیر میں مچھلی کے گوشت کے بارے مختلف روایات مروی ہیں کیونکہ ابوحمزہ کی روایت کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ اس کے بعد اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے فرمایا ہو جبکہ صحابہ کرام نے اسے پیش کر دیا ہو جس کا آپ نے تذکرہ کیا ہو۔ یا ان کے حاضر کرنے سے قبل ہی فرما دیا ہو جو کچھ صحابہ کرام کے ہمراہ تھا۔ وہ خراب نہ ہوا تھا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔

۸ صحیح مسلم کے آخر میں حضرت عبادۃ بن ولید بن عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں اور میرے والد گرامی علم کی جستجو میں نکلتے ...... ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کی مسجد میں دیکھا۔ اس روایت میں ہے'' ہم حضور والا ﷺ کے ہمراہ نکلے۔ یہ غزوۃ بطن بواط کے لیے روانہ ہوئے ہم میں سے ہر ایک کی یومیہ خوراک ایک کھجور تھی۔ صحابہ کرام نے آپ سے بھوک کا شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''شاید عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں کھلا دے۔'' ہم ساحل سمندر پر پہنچے۔ سمندر نے زور سے آواز نکالی۔ اس نے ایک جانور ساحل پر پھینک دیا۔ ہم نے اس کے پہلو پر آگ روشن کی اسے پکایا۔ بھونا کھایا اور ہم سیر ہو گئے۔''

حضرت جابر نے فرمایا: ''میں اور فلاں، فلاں (پانچ افراد) اس کی آنکھ کے سوراخ میں داخل ہو گئے ہمیں کسی نے نہ دیکھا۔ ہم نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی۔ ہم نے اسے سیدھا کیا پھر کارواں کے بلند ترین شخص کو بلند ترین اونٹ کے ساتھ بلایا۔ وہ اس کی پسلی کے نیچے سے گزرا۔ مگر اس کا سر اوپر نہ لگا۔

الحافظ لکھتے ہیں: ''اس کے سیاق سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اس سریہ کے علاوہ کسی اور غزوہ میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ لیکن اسے اس طرح محمول کیا جاتا تھا'' یہ عبارات محذوف عبارت پر معطوف ہے۔ جو یوں تھی: ''ہمیں حضور والا ﷺ نے ایک سفر میں بھیجا ہم ساحل سمندر پر پہنچے......'' اس طرح یہ اس واقعہ کے ساتھ مل جاتا ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے۔''

❁❁❁❁

انچاسواں باب

سریہ ابی قتادۃ الانصاری خضرۃ کی طرف

(شعبان ۸ھ)

ابن اسحاق، امام احمد، محمد بن عمر نے عبداللہ ابن حدرالاسلمی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے حضرت سراقہ بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر سے شادی کر لی۔ وہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ مجھے دنیا میں سے کچھ بھی نہ ملا۔ مجھے سب سے پسندیدہ بات یہ تھی کہ میرا ان سے نکاح ہو گیا۔ میں نے انہیں دوسو دراہم حق مہر دیا۔ میرے پاس ایسی کوئی چیز نہ تھی جسے میں ان کے پاس لے جاتا۔ میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھروسہ ہے۔'' میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے گذارش کی۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے اپنی زوجہ کو کیا حق مہر ادا کیا؟'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دوسو دراہم۔'' آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! بخدا! اگر تم اسے بطحان کے گوشے سے حاصل کرتے۔'' دوسرے الفاظ میں ہے: ''اگر تم یہ دراہم اس وادی سے حاصل کرتے تو تم اضافہ نہ کرتے۔'' میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے حق مہر کی ادائیگی میں میری مدد کریں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس سے آپ کی مدد کریں۔ لیکن میں نے ارادہ کیا ہے کہ حضرت ابوقتادۃ انصاری کو چودہ افراد کے ہمراہ ایک سریہ پر بھیجوں۔ کیا تم اس سریہ میں روانہ ہو گے؟ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے اتنا مالِ غنیمت حاصل کرلو گے جو تم اپنی زوجہ کو بطور حق مہر ادا کرسکو۔'' میں نے عرض کی: ''ٹھیک ہے۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''انہوں نے فرمایا: ''میں کچھ ایام ٹھہرا رہا۔ پھر بنو جشم کا ایک شخص آیا۔ وہ اپنی قوم کے ہمراہ الغابۃ میں ٹھہرا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ بنو قیس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے پر اکسائے۔ جشم میں وہ شخص شرف و قدر والا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور دو اور مسلمانوں کو بلایا۔ آپ نے فرمایا: ''اس شخص کی طرف نکلو۔ حتیٰ کہ تم مجھے اس کے بارے علم اور خبر لے کر آؤ۔ آپ نے ہمیں ایک کمزور سا جانور بطور سواری عطا کیا۔ بخدا! جب بھی ہم میں سے کوئی اس پر سوار ہوتا تو وہ اونٹنی کمزوری کی وجہ سے اٹھ بھی نہ سکتی تھی۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام اسے اپنے ہاتھوں سے کھڑا کرتے حتیٰ کہ وہ بمشکل کھڑی ہو جاتی۔ آپ نے فرمایا: ''اس پر اکتفا کرو اور باری باری سوار ہو جاؤ۔'' ہم عازمِ سفر ہوئے۔ ہمارے پاس ہمارے ہتھیار تیر اور تلواریں تھیں۔ یہ کارواں سولہ صحابہ کرام پر مشتمل تھا۔ حضرت ابوقتادۃ رضی اللہ عنہ ہمارے امیر تھے۔ آپ نے ہمیں نجد کی طرف غطفان

کی طرف بھیجا۔حضور اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا: "رات کے وقت سفر کرو۔ دن کے وقت چھپ جاؤ۔ ہر طرف سے حملہ آور ہو جانا لیکن بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔" ہم عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ ہم غطفان کی ایک طرف پہنچ گئے۔

امام احمد کی روایت میں ہے: "ہم عازم سفر ہوئے۔ حتیٰ کہ ہم شام کے وقت اس چشمہ تک پہنچ گئے۔ جب عشاء کا وقت ہوا۔ ابن عمر نے لکھا ہے "ہمیں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ ہمیں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ دو دو افراد کے مابین اخوت قائم کر دی۔ انہوں نے کہا: "تم میں سے کوئی اپنے ساتھی سے جدا نہ ہو۔ حتیٰ کہ وہ شہید ہو جائے۔ یا میرے پاس آئے۔ اور مجھے اپنی ساتھی کی داستان بیان کرے۔ نہ ہی میرے پاس ایسا شخص آئے جسے میں اس کے ساتھی کے بارے پوچھوں تو وہ مجھے کہے "مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔" جب میں تکبیر کہوں تم بھی تکبیر کہو جب میں حملہ کروں تم بھی حملہ آور ہو جاؤ۔ تعاقب میں دور تک نہ جانا۔" ہم نے چشمہ کا محاصرہ کر لیا۔ میں نے ایک شخص کو چلاتے ہوئے سنا۔ اس نے کہا: "یا خضرۃ" میں نے اس سے عمدہ فال لی۔ میں نے کہا: "مجھے بھلائی نصیب ہوگی۔ میں اپنے پاس اپنی زوجہ کو ضرور بلاؤں گا۔" حضرت ابوقتادہ نے اپنی تلوار بے نیام کی۔ ہم نے بھی اپنی تلواریں بے نیام کیں۔ ان کے ہمراہ نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ چشمہ پر حملہ کیا۔ مردوں کو قتل کیا۔ میرے سامنے ایک طویل شخص آیا۔ اس نے اپنی تلوار بے نیام کر رکھی تھی۔ وہ الٹے پاؤں لوٹا۔ ایک دفعہ وہ اپنے چہرے کی طرف سے میرے پاس آجاتا تھا۔ جبکہ دوسری بار پیٹھ پھیر جاتا تھا۔ گویا کہ وہ مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہو۔ میں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس نے کہا: "اے مسلمان! جنت کی طرف آؤ۔ میں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس نے کہا: "تمہارا ساتھی دھوکہ باز ہے۔ اس کا یہ معاملہ ہے۔ وہ جنت جنت کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔ وہ ہماری تحقیر کرتا ہے۔" میں جان گیا کہ وہ قتل ہونے کا خواہاں ہے۔ میں اس کے پیچھے گیا۔ میں نے صدا دی میرا ساتھی کہاں ہے؟ دور نہ جاؤ ہمیں ہمارے امیر نے منع کیا ہے کہ ہم دور تک تعاقب نہ کریں۔" میں نے اس شخص کو پالیا اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں نے اس کی تلوار لی۔ میرا ساتھی مجھے یوں صدا دے رہا تھا۔ "تم کہاں چلے گئے ہو؟ بخدا! میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہوں انہوں نے مجھے تمہارے بارے پوچھا تو میں بتادوں گا۔" میں نے کہا: "میں حضرت ابوقتادہ کی طرف سے ہی اس کے ساتھ ملاقات کی ہے۔" میں نے پوچھا: "کیا امیر نے میرے بارے پوچھا تھا؟" انہوں نے کہا: "ہاں! وہ مجھ پر اور تم پر ناراض تھے۔ انہوں نے بہت سے اموال غنیمت جمع کر رکھے تھے۔ انہوں نے سرداروں کو تہ تیغ کیا تھا۔" میں حضرت ابوقتادہ کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے مجھے ملامت کی۔ میں نے ان سے عرض کی: "میں نے ایک شخص کو تہ تیغ کیا۔ اس کا معاملہ اس طرح تھا۔" میں نے انہیں اس شخص کے سارے بکواسات سنائے۔ پھر ہم نے جانور ہانکے۔ ہم نے عورتیں سوار کیں۔ تلواروں کے نیام کجاؤوں کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ میرے اونٹ پر ایک عورت سوار تھی جو ہرنی کی طرح حسین تھی۔ وہ بار بار پیچھے دیکھ رہی تھی۔ وہ رو رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا "تو کس چیز کو دیکھ رہی ہے؟" اس نے کہا: "بخدا! میں اس شخص کو دیکھ رہی

ہوں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ہمیں تمہارے ہاتھوں سے چرا لیتا۔" میں نے سوچا کہ شاید اس کی مراد وہی شخص ہو جسے میں نے قتل کیا ہو۔ میں نے کہا: "میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ یہ اس کی تلوار ہے جو کجاوے کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے۔" اس نے کہا: "اس کا نیام میری طرف پھینک دو۔" میں نے کہا: "یہ اس کی تلوار کا نیام ہے۔" اس نے کہا: "اسے سونتو۔ اگر تم سچے ہو۔" میں نے کہا: "میں نے اسے سونتا اور اس شخص کا کام تمام کر دیا۔" یہ سن کر وہ رونے لگی اور مایوس ہو گئی۔

ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم عازم سفر ہوئے ہمارے پاس ہمارے ہتھیار تیر اور تلواریں تھیں۔ جب ہم چشمہ غُثَیشَہ پہنچے تو آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ میں ایک کونے میں چھپ گیا۔ میں نے اپنے دونوں ساتھیوں کو حکم دیا۔ وہ دوسرے کونے میں چھپ گئے۔ میں نے ان سے کہا: "جب تم سنو کہ میں نے تکبیر کہی ہے اور لشکر کے ایک حصہ پر حملہ کروں تو تم تکبیر کہنا اور میرے ساتھ حملہ کر دینا۔" بخدا! ہم اسی طرح تھے تا کہ ہم قوم پر حملہ کریں۔ یا ان کی کوئی چیز ہمیں ملے رات پڑ گئی۔ عشاء کا وقت ہو گیا۔ ان کا چرواہا ابھی تک نہ آیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ ان کے بارے خوفزدہ ہو گئے۔ اس کا ساتھی رفاعۃ بن قیس اٹھا۔ اس نے اپنی تلوار لی۔ گردن کے ساتھ آویزاں کی۔ پھر کہا: "بخدا! میں اپنے چرواہے کے پیچھے ضرور جاؤں گا۔ اسے کوئی مصیبت پہنچ گئی ہے۔" اس کے ایک ساتھی نے کہا: "ہم تمہاری طرف سے کافی ہیں۔ تم نہ جاؤ۔" اس نے کہا: "بخدا! میں جاؤں گا۔" اس کے ساتھیوں نے کہا: "ہم تمہارے ساتھ ہیں۔" اس نے کہا: "بخدا! تم میں سے کوئی میرا تعاقب نہ کرے۔" وہ باہر نکلا۔ میرے پاس سے گزرا۔ جب وہ میرے نشانے کی زد پر آیا تو میں نے تیر مارا جو اس کے دل پر لگا۔ بخدا! وہ بول بھی نہ سکا۔ میں دوڑ کر اس کی طرف گیا اس کا سر کاٹ لیا۔ میں نے لشکر کی ایک سمت حملہ کر دیا۔ میں نے تکبیر کہی۔ میرے دونوں ساتھیوں نے تکبیر کہی۔ دشمن "عندک عندک" کہہ کر بھاگ رہا تھا۔ وہ اپنے ہمراہ اتنے اموال، عورتیں اور بچے لے گئے جتنے وہ لے جا سکتے تھے۔ ہمیں بہت سے اونٹ اور کثیر بکریاں ملیں۔"

ابن عمر نے حضرت جعفر بن عمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "صحابہ کرام کے اس مہم میں پندرہ روز صرف ہوئے۔ وہ دو سو اونٹ، ایک ہزار بکریاں اور بہت سے قیدی لے کر آئے۔ انہوں نے مالِ غنیمت جمع کیا۔ انہوں نے خمس نکالا۔ انہوں نے اسے چھوڑا۔ بقیہ اموال میں سے ایک اونٹ کو بیس بکریوں کے عوض رکھا گیا۔"

امام احمد، شیخان اور ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور والا ﷺ نے ایک سریہ نجد کی طرف بھیجا۔ میں بھی اس میں عازم سفر ہوا۔ ہمیں اونٹ اور بہت سی بکریاں ملیں۔ ہمارا حصہ بارہ اونٹ تک پہنچ گیا۔ ہمارے امیر نے ہمیں ایک ایک اونٹ دیا۔ پھر ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ خمس کے بعد ہم میں سے ہر شخص کو بارہ بارہ اونٹ ملے۔ جو کچھ ہمیں امیر نے عطا کیا تھا۔ آپ نے اس کا محاسبہ کیا نہ ہی امیر کو کچھ کہا۔"

دوسری روایت کے مطابق ہر ہر شخص کو تیرہ تیرہ اونٹ ملے۔حضرت عبداللہ بن حدود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔میرے پاس رفاعہ کا سر بھی تھا۔میں اسے اٹھائے ہوئے تھا۔آپ نے مجھے بھی تیرہ اونٹ عطا کیے۔میں اپنی زوجہ کے پاس گیا۔رب تعالیٰ نے مجھے بہت سی بھلائی عطا کی۔''

ابن عمر نے حضرت عبداللہ بن ابی حدود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''ہمارے پاس چار عورتیں تھیں۔جن میں سے ایک عورت ہرنی کی طرح خوبصورت تھی۔اس میں عجیب ملاحت اور جمال پایا جاتا تھا۔ہمیں بچے اور قیدی ملے۔ہم نے قیدی تقسیم کیے۔وہ خوبصورت عورت حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔حضرت محمیۃ بن جزء الزبیدی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت ابوقتادہ کو ایک حسین عورت ملی ہے۔آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اس پہلے مال فئے میں سے میں تمہیں ایک لونڈی عطا کروں گا جو ہمیں سب سے پہلے ملے گا۔'' آپ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا آپ نے فرمایا:''وہ لونڈی مجھے پیش کردو۔''انہوں نے عرض کی:''بالکل! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!'' آپ نے وہ لونڈی حضرت محمیۃ بن جزء رضی اللہ عنہ کو عطا کر دی۔

تنبیہ

العیون میں اس سریہ کو ایک اور سریہ شمار کیا گیا ہے۔اس میں سریۃ ابوقتادہ اور سریہ عبداللہ بن حدود میں فرق کیا گیا ہے جس میں حضرت عبداللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے حق مہر کے لیے اعانت طلب کی تھی۔مگر ابن عمر نے اسے ایک ہی سریہ شمار کیا ہے۔

❁❁❁❁

پچاسواں باب

سریہ ابی قتادہ رضی اللہ عنہ بطن اضم کی طرف
(قبل از فتح مکہ)

ابن عمر نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت ابو قتادہ حارث بن ربعی کو آٹھ افراد کے ہمراہ بطن اضم کی طرف بھیجا تا کہ گمان کرنے والا یہ گمان کرے کہ آپ اسی طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اسی کے بارے خبر مشہور ہو۔ ابن اسحاق، ابن عمر، ابن سعد وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن حدرد اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہمیں آپ نے اضم کی طرف بھیجا۔ ہمارے ہمراہ کچھ مسلمان بھی تھے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ہمارے امیر تھے۔ ہم میں محلم بن جثامہ اللیثی بھی تھا۔ میں بھی تھا۔ ہم عازم سفر ہوئے۔ جب وادی اضم میں گئے۔ تو ہمارے پاس سے عامر بن اضبط الاشجعی گزرے۔ وہ اپنے اونٹ پر سوار تھے۔ ان کا غلام بھی ان کے ہمراہ تھا۔ دودھ کا مشکیزہ بھی ساتھ تھا۔ ہمیں سلام کیا۔ ہم انہیں قتل کرنے سے رک گئے۔ محلم بن جثامہ نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ اسی عداوت کی وجہ سے تھا جو ان کے مابین تھی۔ اس نے ان کا غلام اور سامان لے لیا جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے آپ کو یہ واقعہ گوش گزار کیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ اتری۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ (النساء: ۹۴)

ترجمہ: "اے اہلِ ایمان جب تم سفر پر نکلو اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) اور خوب تحقیق کر لو اور نہ کہو اسے جو بھیجتا ہے تم پر سلام کہ تم مومن نہیں ہو۔ تم تلاش کرتے ہو سامان دنیوی زندگی کا۔ پس اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں (وہ تمہیں غنی کر دے گا)۔"

مسلمان واپس آگئے۔ دشمن کے ساتھ جنگ کی نوبت نہ آئی۔ وہ ذوخشب تک پہنچ گئے۔ انہیں یہ خبر ملی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف جارہے ہیں۔ انہوں نے یین کا رستہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ وہ "سقیا" کے مقام پر آپ سے مل گئے۔ آپ نے

محلم سے فرمایا: ''اس کے بعد تو نے اسے قتل کر دیا کہ اس نے کہا: ''میں رب تعالیٰ پر ایمان لایا۔''

ابن عمر اور حسن نے لکھا: ''محلم دو چادریں پہن کر آیا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تو نے اس کے بعد بھی اسے قتل کر دیا جبکہ اس نے کہا: ''میں مسلمان ہوں۔'' محلم نے کہا: ''اس نے یہ کلمہ اپنے بچاؤ کے لیے پڑھا تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تو نے اس کا دل چیر کر نہ دیکھا؟'' اس نے عرض کی: ''کیوں؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!'' آپ نے فرمایا: ''تا کہ تو جان لیتا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے؟'' اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اسے جانتا تھا۔ دل تو گوشت کا ایک لوتھڑا ہی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس نے اپنی زبان سے بھی بتایا تھا۔'' دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ''نہ تم نے وہ کچھ جانا جو اس کے دل میں تھا۔ نہ ہی تم نے اس کی زبان کی تصدیق کی۔'' اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے مغفرت طلب کریں۔'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ تجھے معاف نہ کرے۔'' وہ اٹھا وہ اپنی چادر سے اپنے آنسو صاف کر رہا تھا۔ سات روز بھی نہ گزرے تھے کہ وہ مر گیا۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے: ''جب وہ مرا تو اس کے ساتھیوں نے اس کے لیے قبر کھودی۔ زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔ انہوں نے دوبارہ قبر کھودی۔ دفن کیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔'' حسن نے لکھا ہے ''میں نہیں جانتا کہ صحابہ کرام نے اسے دو یا تین بار دفن کیا۔ حضرت جندب اور حضرت قتادہ کی روایت میں ہے: ''صحابہ کرام نے اسے تین بار دفن کیا ہر بار زمین نے اسے قبول نہ کیا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''زمین اس سے بھی برے انسانوں کو قبول کر لیتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے لیے سامانِ عبرت پیدا کرنا چاہتا ہے۔'' صحابہ کرام نے اسے ٹانگوں سے پکڑا ایک گھاٹی میں پھینکا۔ اس پر پتھر پھینک دیے۔'' غزوۂ حنین میں گزر چکا ہے کہ آپ نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کے مابین عامر بن الاضبط کے خون کا فیصلہ کیا تھا۔

❁❁❁❁

اکاونواں باب

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی الحرقات کی طرف مہم

امام احمد، ابن ابی شیبہ، شیخان، ابو داؤد، امام نسائی نے حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں جہینہ میں سے "الحرقۃ" کی طرف بھیجا۔ ہم وقتِ صبح وہاں پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک شخص (سُدّی نے اس کا نام مرداس بن نہیک کہا ہے) اس وقت ہم پر سب سے زیادہ شدید حملہ کرتا جب اس کی قوم ہماری طرف آتی۔ جب اس کی قوم واپس جاتی تو یہ اس کی حفاظت کرتا۔ بالآخر ہم نے انہیں شکست دے دی۔ میں اور ایک انصاری شخص اس آدمی پر چھا گئے۔ سدی نے لکھا ہے کہ مرداس کے پاس کچھ مال اور سرخ اونٹ تھا جب اس نے انہیں دیکھا تو وہ ایک پہاڑ کی غار کی طرف گیا۔ حضرت اسامہ اس کے پیچھے گئے۔ جب وہ غار تک پہنچا۔ اپنا مال رکھا۔ پھر اس نے مسلمانوں کی طرف توجہ کی۔ اس نے کہا: "السلام علیکم" حضرت اسامۃ نے فرمایا: "میں نے اس پر تلوار بلند کی تو اس نے کہا: "لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ" انصاری صحابی اس کے قتل سے رک گئے۔ میں نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ سدی نے لکھا ہے کہ حضرت اسامہ نے اسے اس کے مال اور اونٹ کی وجہ سے قتل کیا تھا۔"

حضرت اسامہ نے کہا: "اس واقعہ کی وجہ سے میں بہت زیادہ غمزدہ تھا۔ دل میں بہت زیادہ قلق تھا۔ حتیٰ کہ میں کھانا بھی نہیں کھا سکتا تھا۔ حتیٰ کہ میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے مجھے گلے لگایا۔ میرا سر چوما۔ حضرت سدی فرماتے ہیں "جب آپ ﷺ حضرت اسامۃ کو بھیجتے تھے۔ تو آپ پسند کرتے تھے کہ ان کی اچھی تعریف کی جائے آپ ان کے بارے صحابہ کرام سے پوچھتے رہتے تھے۔ جب وہ واپس آئے تو آپ نے ان سے ان کے بارے نہ پوچھا۔ صحابہ کرام خود ہی حضرت اسامہ کے بارے بتانے لگے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کاش! آپ اسامۃ کو دیکھتے انہیں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا: "لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ" کہا مگر انہوں نے اس پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آپ ان سے اعراض کر رہے تھے۔ جب صحابہ کرام نے اصرار کیا تو آپ نے حضرت اسامۃ کی طرف سر اقدس بلند کیا فرمایا: "اسامہ! کیا تم نے اسے قتل کر دیا حالانکہ وہ لاالٰہ الااللہ کہہ رہا تھا۔ تم نے لاالٰہ الااللہ کے ساتھ کیا کیا۔" "تمہاری اور لاالٰہ الااللہ کی کیا کیفیت ہے۔"

حضرت اسامہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس نے اسلحہ کے خوف سے یہ کلمہ طیبہ پڑھا تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''تم نے اس کا دل کیوں نہ چیرا حتیٰ کہ تمہیں علم ہو جاتا۔ تاکہ تم جان لیتے کہ وہ سچا تھا یا جھوٹا۔'' آپ اس بات کو لگاتار دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں نے اسی روز اسلام قبول کیا ہوتا۔ اس سے قبل اسلام قبول نہ کیا ہوتا اور میں نے اسے قتل نہ کیا ہوتا۔ اس کے بعد کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروں گا جو یہ گواہی دے گا لا الہ الا اللہ۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھ پر نظر کرم فرمائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروں جو لا الہ الا اللہ کہتا ہوگا۔'' آپ نے فرمایا: ''یا اسامۃ! میرے بعد'' میں نے عرض کی: ''آپ کے بعد'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ (النساء: ۹۴)

ترجمہ: ''تم تلاش کرتے ہو سامان دنیوی زندگی کا۔''

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ۔ (النساء: ۹۴)

ترجمہ: ''پھر احسان فرمایا اللہ نے تم پر۔''

حضرت اسامہ نے قسم اٹھائی کہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کریں گے جو لا الہ الا اللہ کہے گا۔'' ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مرداس کے اہل خانہ کو اس کی دیت دینے کا حکم دیا اور اس کا مال انہیں واپس کر دیا۔

تنبیہات

1. حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ اس سریہ کے امیر تھے جیسے کہ امام بخاری نے باب باندھا ہے۔ ''باب بعث اسامۃ بن زید الی الحرقات'' اہل مغازی نے لکھا ہے کہ یہ سریہ غالب بن زید یا سریہ غالب بن عبد اللہ تھا یہ المیفعۃ کی طرف تھا۔ یہ رمضان المبارک ۷ ھ کو رونما ہوا تھا۔ اسی سریہ میں حضرت اسامۃ نے اس شخص کو قتل کیا تھا۔

لیکن یہ امر ثابت ہے کہ امیر لشکر حضرت اسامۃ ہی تھے۔ جو کچھ امام بخاری نے کیا ہے وہ صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت اسامۃ اپنے والد گرامی کی شہادت کے بعد ہی امیر بنے۔ غزوۂ موتہ رجب ۸ ھ میں ہوا تھا۔ اگر یہ ثابت نہ ہو وہ اس لشکر کے امیر تھے تو پھر اہل مغازی کا قول راجح ہوگا۔

انہوں نے دوسری جگہ لکھا ہے ''اس سریہ کو سریہ غالب بن عبید اللہ کہا جاتا ہے۔ یہ رمضان المبارک ۷ ھ کو رونما ہوا تھا۔ راویوں نے روایت کیا ہے کہ حضور والا ﷺ نے حضرت غالب بن عبید اللہ کو بنو مرہ کی زمین کی طرف بھیجا۔ وہاں مرداس بن نہیک تھا جو بنو حرقۃ سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ بنو مرۃ کا حلیف تھا۔ حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر

دیا۔حضرت اسامہ کا یہ قول اس سے واضح ہو جاتا ہے۔"آپ نے ہمیں بنو جہینہ میں سے الحرقات کی طرف بھیجا۔جو امر اس سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ شخص جس نے قتل کیا پھر وہ مرگیا اسے دفن کیا گیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا یہ حضرت اسامہ کے قصہ سے علیحدہ ہے کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بعد طویل مدت تک بحیات رہے۔ امام بخاری نے جو بخاری شریف میں لکھا ہے"باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسامۃ بن زید الی الحرقاۃ من جہینۃ" علامہ داودی نے اس کی شرح میں اسے اس کے ظاہر پر رکھا ہے۔اس میں لکھا ہے:"نابالغ افراد کی امارت" دو اعتبار سے ان کی گرفت کی گئی ہے۔

① اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس کے امیر تھے۔شاید اس باب کو ان کے نام نامی سے اس لیے باندھا گیا ہو۔کیونکہ اس میں ان کے بارے یہ واقعہ رونما ہوا نہ کہ اس لیے کہ وہ امیر تھے۔الحافظ نے اسی کا تذکرہ کیا ہے۔بعض شارحین نے وہی کچھ لکھا ہے۔جسے اہلِ مغازی نے ذکر کیا ہے جو امام بخاری کے مخالف ہے کہ اس کے امیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تھے۔شاید جو کچھ بخاری شریف میں ہے وہی راجح ہے بلکہ وہی درست ہے۔"

ابن جریر نے حضرت سدی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اس پر حضرت اسامہ کو امیر مقرر کیا پھر انہوں نے یہ واقعہ ذکر کیا۔ابن سعد نے حضرت جعفر بن برقان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ اہل یمامہ میں سے مجھے ایک حضرمی شخص نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اس پر حضرت اسامہ کو امیر مقرر کیا۔پھر انہوں نے یہ واقعہ ذکر کیا۔ابن سعد نے حضرت جعفر بن برقان سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ"اہلِ یمامہ میں سے مجھے ایک حضرمی شخص نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔

② امام نووی نے لکھا ہے"اَقَالَهَا"میں فاعل قلب ہے۔اس کا معنی ہے کہ تم ظاہر پر عمل کرنے کے مکلف تھے۔زبان کے قول کے مکلف تھے۔لیکن جو کچھ دل میں تھا تو وہاں تک عرفان کا طریقہ نہ تھا۔آپ نے انہیں اس قول کی وجہ سے روکا جو اس کی زبان سے نکلا تھا۔آپ نے فرمایا تھا:"تم نے اس شخص کو دل شق کیوں نہ کیا۔تاکہ تم دیکھ لو کہ اس کا یہ عقیدہ تھا یا کہ نہیں۔"معنی یہ ہے کہ جب تم اس پر قادر نہ تھے تو پھر زبان کی گواہی پر اکتفاء کرنا لازم تھا۔

③ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ شاید حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے تاویل کی ہو:

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ (المؤمن:۸۵)

ترجمہ: "پس کوئی فائدہ نہ دیا انہیں ان کے ایمان نے جب دیکھ لیا انہوں نے ہمارا عذاب۔"

اسی لیے سرورِ کائنات ﷺ نے انہیں معذور سمجھا نہ ہی ان پر دیت لازم کی نہ کچھ اور سزا دی۔ الحافظ نے لکھا ہے "شاید نفع کو عمومی معنی دینا اور آخرت کے نفع پر محمول کیا گیا ہو۔ مراد یہ نہیں کہ دونوں مقامات پر فرق کیا گیا ہو۔ کیونکہ اس حالت میں انہیں مقید نفع ہی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ان کے لیے لازم تھا کہ وہ اس سے رک جاتے حتیٰ کہ ان کا معاملہ پرکھتے کہ کیا اس نے دل سے کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔ یا قتل کے خوف سے پڑھا ہے۔ یہ اس امر کے خلاف ہے کہ جب موت اس پر حملہ آور ہو جاتی۔ اور اس کی روح غرغرہ تک پہنچ جاتی۔ ساری صورتِ حال عیاں ہو جاتی۔ جب اس وقت وہ کلمہ طیبہ پڑھتا تو آخرت کے حکم کی نسبت سے اسے کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ آیت طیبہ سے یہی مراد ہے۔

(ع) علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ حضرت اسامۃ پر نہ دیت لازم ہوئی نہ ہی کفارۃ۔ داؤدی نے اس میں توقف کیا ہے انہوں نے لکھا ہے "شاید آپ نے سکوت اس لیے فرمایا کیونکہ سامع کو اس کا علم تھا۔ یا یہ دیت اور کفارہ کی آیت کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے "سکوت سے عدم وقوع لازم نہیں آتا۔ لیکن اس میں بعد ہے کیونکہ عدم سکوت سے عادت اسی طرح رواں ہے۔ اگرچہ واقعہ رونما ہوا ہو۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ان پر کچھ بھی واجب نہ ہوا۔ کیونکہ قتل کی وجہ سے وہ ماذون تھے۔ نفس اور مال کے تلف ہونے کی صورت میں وہ ضامن نہ بنتے تھے جیسے کہ ختنہ کرنے والا اور طبیب۔ نیز یہ کہ مقتول کا تعلق دشمن سے تھا۔ مسلمانوں میں اس کا ولی نہ تھا۔ جو اس کی دیت کا مستحق بنتا۔ اسی طرح بعض آراء بعض آراء کے ساتھ ساتھ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے مرد اس کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا۔

(ف) حضرت اسامہ نے کہا: "حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں اس سے قبل اسلام نہ لایا ہوتا۔" یعنی میں نے اسی روز اسلام قبول کیا تھا۔ کیونکہ اسلام پہلے کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے یہ تمنا کی کہ وہ اسی وقت ہی اسلام میں داخل ہوئے ہوتے تا کہ اس فعل کے ارتکاب سے امن میں رہتے۔ اس سے مراد ان کی یہ تمنا نہیں کہ وہ اس سے پہلے مسلمان نہ ہوتے۔ امام قرطبی نے لکھا ہے کہ اس میں یہ احساس بھی ملتا ہے کہ انہوں نے اس فعل کے سامنے اپنے دیگر سابقہ سارے اعمال حقیر سمجھے ہوں۔ کیونکہ انہوں نے آپ کا شدید انکار سماعت کیا تھا۔ انہوں نے ازروئے مبالغہ یہ کہا تھا۔

✿✿✿✿

باونواں باب

سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عزیٰ کی طرف

ابن سعد نے لکھا ہے "پھر سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رونما ہوا۔ یہ سریہ عزّیٰ کی طرف تھا۔ اس وقت رمضان المبارک کے پانچ راتیں باقی تھیں۔ ہجرت کا آٹھواں سال تھا۔ اس کا گھر نخلہ کے مقام پر تھا۔ اس کے نگران ونگہبان بنوشیبان تھے۔ یہ بنوہاشم کے حلیف تھے۔ یہ قریش کا سب سے بڑا بت تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو بن لحی نے انہیں بتایا تھا کہ رب موسم سرما طائف میں لات کے پاس گزارتا ہے۔ جبکہ موسم گرما عزیٰ کے پاس گزارتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

قریش اس کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ انہوں نے اس کے لیے ایک گھر بنا رکھا تھا۔ وہ اس کے لیے اسی طرح تحائف لے جاتے تھے جیسے خانہ کعبہ کے لیے تحائف لے جاتے تھے۔ امام بیہقی نے حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ اس کا گھر تین سمرات (درختوں) پر تھا۔

ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کی طرف بھیجا تاکہ وہ اسے گرادیں وہ اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ جب اس کے نگرانوں نے حضرت خالد کی روانگی کے بارے سنا تو انہوں نے اس پر ایک تلوار آویزاں کی۔ اس کے سامنے یہ شعر پڑھے:

یا عزّ شدی شدۃ لا شوی لھا   علی خالد القی القناع و شمّری

یا عزّان لم تقتلی المرء خالدا   فبوئی باثم عاجل او تنصری

ترجمہ: "اے عزیٰ! خالد پر ایسا حملہ کر جس کے لیے کوئی بقا نہ ہو۔ پردہ پھینک دے اور آستین چڑھا لے۔ اے عزیٰ! اگر تو مرد جانباز خالد کو قتل نہ کر سکے تو جلد رونما ہونے گناہ کا مستحق ہو جا یا نصرانی بن جا۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ عزیٰ کے پاس گئے۔ سمرات کاٹے عزیٰ کو گرادیا۔ پھر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے اور آپ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم نے کوئی چیز دیکھی ہے؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں!" آپ نے فرمایا: "تم نے اسے صحیح نہیں گرایا۔ دوبارہ اس کی طرف جاؤ اور اسے گراؤ۔" حضرت خالد واپس آئے وہ غصہ کی حالت میں تھے۔ جب نگرانوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو وہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "عزیٰ! انہیں ہلاک کر دو۔ انہیں عریاں کر دو۔ رسوائی

کی موت نہ مرو۔" وہاں سے ایک کالی بڑھیا نکلی جو عریاں تھی۔اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔وہ اپنے سر اور چہرے پر مٹی پھینک رہی تھی۔حضرت خالد نے ضرب کاری لگائی۔وہ کہہ رہے تھے:

یا عز کفرانك لا سبحانك انی رائیت الله قد اهانك

ترجمہ: "اے عزیٰ! میں تیرا انکار کرتا ہوں۔تیری پاکیزگی بیان نہیں کرتا۔میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے رسواء کر دیا ہے۔"

انہوں نے اسے دو حصوں میں منقسم کر دیا۔پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ساری داستان عرض کی۔آپ نے فرمایا:"ہاں! وہ عزیٰ تھی۔اب وہ مایوس ہو چکی ہے کہ تمہارا شہر میں کبھی اس کی عبادت کی جائے۔"

❁❁❁❁

ترپن واں باب

سریہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، سواع کو گرانے کے لیے

(فتح مکہ رمضان المبارک ۸ ھ)

ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو سواع بت کی طرف بھیجا۔یہ ہذیل بن مدرکہ کا بت تھا۔یہ عورت کی شکل میں تھا۔تاکہ وہ اسے گرا دیں۔حضرت عمرو نے فرمایا:"میں سواع کی طرف گیا۔اس کا نگران اس کے پاس تھا۔اس نے مجھ سے پوچھا:"کیا ارادہ ہے؟" میں نے کہا:"مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں اسے گرا دوں۔" نگران نے کہا:"تم میں اتنی طاقت نہیں۔" میں نے کہا:"کیوں؟" اس نے کہا:"تمہیں روک دیا گیا ہے۔" میں نے کہا:"تیرے لیے ہلاکت! کیا تو ابھی تک باطل پر ہی ہے۔کیا یہ سن سکتا ہے یا دیکھ سکتا ہے۔" میں اس کے قریب گیا اسے توڑ دیا۔میں نے اس کے ساتھیوں کو حکم دیا۔انہوں نے اس کے خزانہ کے کمرہ کو گرا دیا۔ہم نے وہاں کچھ نہ پایا۔میں نے نگران سے کہا:"تم نے کیسا پایا؟" اس نے کہا:"میں نے رب تعالیٰ کے لیے سر تسلیم خم کیا۔"

❁❁❁❁

چون واں باب

سریہ حضرت سعد بن زید الاشہلی مناۃ کی طرف

(فتح مکہ، رمضان المبارک ۸ ھ)

راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور سپہ سالارِ اعظم ﷺ نے حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو مناۃ کی طرف بھیجا۔ یہ مشلل کے مقام پر تھا۔ یہ اوس، خزرج اور غسّان کا بت تھا۔ فتح مکہ کے وقت آپ نے حضرت سعد کو بھیجا تا کہ وہ اسے گرادیں۔ وہ بیس شہ سواروں کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے۔ وہ اس جگہ پہنچے۔ وہاں اس کا نگران تھا۔ اس نے پوچھا: ''کیاارادہ ہے؟'' حضرت سعد: ''مناۃ کو گرانے کا۔'' نگران: تم جانو یا وہ جانے۔ حضرت سعد اس کی طرف چلتے ہوئے آئے۔ ایک کالی اور ننگی عورت ان کی طرف نکلی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ''وہ ہائے ہلاکت!'' پکار رہی تھی۔ اپنا سینہ کوٹ رہی تھی۔ نگران نے کہا: ''مناۃ! اسے پکڑلو۔'' حضرت سعد نے اس پر ضرب کاری لگائی اور اسے قتل کر دیا پھر وہ بت کے پاس گئے۔ ان کے ہمراہ ان کے ساتھی بھی تھے انہوں نے اسے گرادیا۔ ان کے خزانہ میں سے کچھ بھی نہ ملا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔

❀❀❀❀

پچپن واں باب

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کنانہ میں سے بنو جذیمہ کی طرف روانگی

[یہ علاقہ یلملم کی طرف مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے میں ایک رات کی مسافت پر تھا۔ آپ نے ماہِ شوال ۸ ھ کو انہیں اس طرف بھیجا۔ اسے یوم الغمیصاء کہا جاتا ہے۔ یہ واقعہ بھی فتح مکہ کے دوران ہی رونما ہوا تھا]

ابن اسحاق نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ اسے ابن سعد اور ابن عمر نے بھی روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں داعی بنا کر ان کی طرف بھیجا۔ فتح مکہ کا زمانہ تھا۔ انہیں ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نہ بھیجا۔ ان کے ہمراہ انصار و مہاجرین میں سے ۳۵۰ افراد بھیجے۔ ان کے ہمراہ عرب کے قبائل میں سے سلیم بن منصور اور مدلج بن مرہ بھی تھے۔ وہ بنو جذیمہ کی طرف گئے۔ جب قوم نے انہیں دیکھا تو انہوں نے اسلحہ اٹھا لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم مسلمان ہیں۔ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ صدقہ کرتے ہیں۔ ہمارے صحنوں میں ہماری مساجد ہیں۔ ہم ان میں آذانیں دیتے ہیں۔'' حضرت خالد: پھر تم نے اسلحہ کیوں اٹھایا ہے؟ انہوں نے کہا: ''ہمارے اور عرب کی ایک قوم کے مابین عداوت ہے۔ ہمیں خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ ہی نہ ہوں ہم نے اسلحہ اٹھا لیا۔'' حضرت خالد: اسلحہ رکھ دو۔ لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ بنو جذیمہ کے ایک شخص جحدم نے کہا: ''بنو جذیمہ تمہارے لیے ہلاکت! یہ خالد ہیں۔ بخدا! اسلحہ رکھنے کے بعد قیدی بننا ہو گا۔ قیدی بننے کے بعد گردن اڑا دینی ہو گی۔ بخدا! میں تو کبھی بھی اسلحہ نہیں رکھوں گا۔'' اس کی قوم کے چند افراد نے اسے پکڑا۔ انہوں نے کہا: ''جحدم! کیا تم ہمارے خون بہانا چاہتے ہو؟ لوگ اسلام لا چکے ہیں جنگ نے اپنے ہتھیار رکھ دیے ہیں۔ لوگ امن سے ہو گئے ہیں۔'' وہ اس کے ساتھ برابر اصرار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس کا اسلحہ اتار پھینکا۔ سارے لوگوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لیے اسلحہ اتار دیا۔

امام احمد، امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے عمدہ انداز سے یہ نہ کہا ''ہم اسلام لے آئے ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''ہم صابی ہو گئے ہیں۔ ہم صابی ہو گئے ہیں۔'' حضرت خالد ان میں سے بعض کو قتل کرنے اور بعض کو قیدی بنانے لگے۔ ہر شخص کو اس کا قیدی دیا۔ جب ایک دن گزر گیا تو حضرت خالد نے کہا: ''ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو

قتل کر دے۔" حضرت ابن عمر نے کہا: "بخدا! میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا۔ نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنا قیدی تہ تیغ کرے گا۔"

حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب انہوں نے اسلحہ رکھ دیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو ان کے کندھے باندھ دیے پھر انہیں تلوار پر پیش کیا۔ ان میں سے بعض کو تہ تیغ کر دیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے "جب انہوں نے اسلحہ رکھ دیا تو حضرت خالد نے کہا: "انہیں قیدی بنالو۔" صحابہ کرام نے انہیں قیدی بنالیا۔ بعض کے کندھے باندھ دیے گئے۔ قیدیوں کو صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا۔ وقتِ سحر حضرت خالد نے اعلان کیا: "جس کے پاس قیدی ہو۔ وہ اسے تہ تیغ کر دے۔ بنو سلیم نے اپنے قیدی قتل کر دیے۔ مہاجرین اور انصار نے اپنے قیدی آزاد کر دیے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے "مجھے اہلِ علم نے بیان کیا ہے کہ ابراہیم بن جعفر محمودی نے فرمایا کہ حضور والا ﷺ نے فرمایا "میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں نے حیس (حلوہ) کا ایک لقمہ لیا۔ مجھے اس کا ذائقہ بڑا خوشگوار لگا۔ اس میں سے کوئی چیز میرے (مبارک) حلق میں پھنس گئی۔ میں نے اسے نگلنا چاہا۔ مگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ ڈالا اور اسے باہر نکال دیا۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس سے مراد یہ ہے کہ آپ سرایا میں سے کوئی سریہ بھیجیں گے۔ ان میں سے بعض کے نتائج بہت خوشگوار ہوں گے جبکہ ایک سریہ میں ایک ناخوشگوار امر ہو گا۔ آپ ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجیں گے۔ وہ اس معاملہ کو آسان بنا دیں گے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب جحدم نے اس امر کا انکار کر دیا جسے حضرت خالد نے رونما کیا تھا اور اس نے کہا: "بنو جذیمہ! شمشیر زنی تیار ہو گئی ہے۔ میں تمہیں اس امر سے ڈراتا تھا جس میں تم گر پڑے ہو۔" ان میں سے ایک شخص چپکے سے نکلا۔ وہ بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہوا۔ آپ کو سارے حالات بتائے۔ آپ نے فرمایا: "کیا مجاہدین میں سے کسی نے یہ امر عجیب بھی سمجھا تھا؟" اس نے عرض کی: "ہاں! ایک سفید رنگت اور درمیانے قد والے انسان نے انکار کیا تھا۔ حضرت خالد نے اسے جھڑکا تو وہ خاموش ہو گیا۔ ایک طویل قامت اور مضطرب شخص نے بھی انہیں روکا۔ انہوں نے اس کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا۔ ان کا بحث و مباحثہ شدت اختیار کر گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! پہلا شخص میرا بیٹا عبداللہ اور دوسرا شخص حضرت سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہما تھے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ہم نے یہ واقعہ سنایا تو آپ نے اپنے دستِ اقدس بلند فرمائے۔ یہ دعا مانگی: "مولا! میں تیری درگاہ والا میں اس امر سے برأت کا

اظہار کرتا ہوں جو حضرت خالد نے کیا ہے۔" آپ نے دو بار اسی طرح فرمایا۔ (امام احمد، امام بخاری، امام نسائی)

ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ "علی! اس قوم کی طرف جاؤ۔ ان کے معاملہ میں غور و فکر کرو۔ جاہلیت کے معاملہ کو اپنے قدموں کے نیچے رکھو۔" حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عازم سفر ہوئے۔ ان کے ساتھ وہ مال بھی تھا جسے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بھیجا تھا۔ انہوں نے ان کے مقتولین کی دیت ادا کی۔ وہ اموال دیے جو ضائع ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ وہ برتن بھی دیا جس میں کتا چاٹتا تھا۔ حتیٰ کہ ان تمام کی دیت اور اموال عطا کر دیے۔ پھر بھی مال بچ گیا۔ جب انہوں نے ساری دیتیں اور اموال عطا کر دیے پھر بھی مال بچ گیا۔ فراغت کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا تم میں سے کسی کا مال رہ گیا ہے۔ جس کی ادائیگی نہ ہوئی ہو؟" انہوں نے عرض کی: "نہیں!" انہوں نے فرمایا: "میں ازراہِ احتیاط اس مال اس شخص کو بھی ادائیگی کرتا ہوں۔ جسے وہ نہ جانتا ہو اور تم بھی نہ جانتے ہو۔" انہوں نے اسی طرح کیا۔ پھر وہ بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضر ہو گئے۔ سارے حالات گوش گزار کیے۔ آپ نے فرمایا: "تمہارا فیصلہ صحیح ہے۔ تم نے بہت عمدہ کام کیا ہے۔" پھر آپ اٹھے قبلہ رو ہوئے۔ دست اقدس بلند کیے۔ حتیٰ کہ مبارک بغلیں نظر آنے لگیں۔ یہ دعا مانگی: "مولا! میں تیری جنابِ والا میں اس فعل سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جو حضرت خالد سے رونما ہوا ہے۔" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔

ابن اسحاق نے حضرت ابوحدرد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں اس روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے گھڑسوار دستے میں تھا۔ دوسرے راوی حضرت عصام نے کہا: "ہم نے ایک شخص سے ملاقات کی۔ ہم نے اسے کہا: "کیا کافر ہو یا مسلمان؟" اس نے کہا: "اگر میں کافر ہوں تو رک جاؤ۔" ہم نے اسے کہا: "اگر تو کافر ہے تو تمہیں قتل کر دیں گے۔" اس نے کہا: "مجھے چھوڑ دو مجھے ان عورتوں سے ایک ضروری کام ہے۔" اس نے کہا: "میں ان میں سے نہیں ہوں میں ایک عورت سے عشق کرتا ہوں میں اس کے آملا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اس عورت کو ایک نظر دیکھ لوں۔ پھر میرے ساتھ جو چاہو سلوک کر لینا۔" حضرت ابن حدرد نے روایت کیا ہے بنو جذیمہ کے ایک جوان نے کہا: "وہ میری عمر کا بھی تھا۔ اس کے ہاتھ رسی کے ساتھ ان کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ اس کے قریب ہی عورتیں بیٹھی ہوئیں تھیں۔ اس نے کہا: "جوان!" میں نے کہا: "کیا چاہتے ہو؟" اس نے کہا: "کیا تم مجھے اس رسی سے پکڑ کر ان خواتین کی طرف لے جاتے ہو۔ حتیٰ کہ میں ان سے ایک ضروری بات کر لوں۔ پھر مجھے واپس لے آنا اور جو چاہو مجھ سے سلوک کر لینا۔" انہوں نے کہا۔ میں نے اسے کہا: "یہ مطالبہ پورا کرنا تو بہت آسان ہے۔ میں نے اس کی رسی پکڑی۔ اسے لے گیا اور ان عورتوں کے سامنے کھڑا کر دیا۔ حضرت عصام نے کہا: "وہ ان میں سے ایک عورت کے قریب گیا۔ وہ موٹی سی عورت تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "وہ ایک طویل

اور گندم گوں عورت تھی۔" اس نے کہا: "اے حبیش! تو زندہ رہے۔ میری زندگی کا جام بھر گیا ہے۔"

اریتك ان طابستكم فوجدتكم　　بحلية اوا لفتيكم بالخوانق

ترجمہ: "میں نے تجھے دیکھا جب کہ میں نے تمہاری جستجو کی میں نے تجھے حلیہ یا خوانق کے مقام پر پالیا۔"

الم يك اهلا ان ينول عاشق　　تكلف ادلاج السرى والودائق

ترجمہ: "کیا وہ اس امر کا مستحق نہ تھا کہ اس عاشق پر عنایت کی جاتی جس نے راتوں کو اور دو پہر کو چلنے کی تکلیف اٹھائی۔"

فلا ذنب لى قد قلت اذ اهلنا معًا　　اثيبى بود قبل احدى الضفائق

ترجمہ: "میرا کوئی قصور نہیں جب میرے اہلِ خانہ میرے ساتھ تھے تو میں نے انہیں بتا دیا تھا کہ تم محبت کا بدلہ دے دو اس سے قبل کہ حوادث رونما ہوں۔"

اثيبى بود ان يشحط النوى　　و ينأى لامر بالحبيب المفارق

ترجمہ: "دوری حائل ہونے سے قبل محبت کا بدلہ چکا دو اور جدا ہونے والے محبوب کو امر بہت دور لے جائے۔"

فانى لاضيعت سر امانة　　ولا راق عينى عنك بعدك رائق

ترجمہ: "میں نے امانت کا سر ضائع نہ کیا تیرے بعد کوئی دلربا مجھے پسند نہ آیا۔"

سوى ان ما نال العشيرة شاغل　　عن الود الا ان يكون التوامق

ترجمہ: "الا یہ کہ جو مصائب خاندان کو پہنچے انہوں نے محبت سے غافل کر دیا۔ مگر محبت تو دونوں اطراف سے ہوتی ہے۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے: "اہلِ علم نے آخری دو اشعار کا انکار کیا ہے۔" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ جب اس نے شعر پڑھا:

اما كان حقا ان ينول عاشق　　او ادركتكم بالخوانق

اس عورت نے کہا: "ہاں! تجھے سترہ سال جدا گانہ طور پر اور آٹھ سال لگا تار سلام کیا گیا۔" حضرت ابو جدرد نے کہا: "پھر میں اس جوان کو واپس لے آیا۔ اس کی گردن اڑا دی گئی۔" حضرت عصام نے کہا: "ہم نے اسے قریب کیا۔ اس کی گردن اڑا دی گئی۔ جب وہ مر گیا تو ایک عورت اس کے پاس آئی وہ اس پر جھکی وہ اسے بوسے دیتی رہی حتیٰ کہ وہ بھی مر گئی۔" حضرت ابن عباس نے فرمایا: "اس عورت نے ایک یا دو بار سسکی لی، پھر مر گئی۔" صحابہ کرام بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی رحم کرنے والا شخص نہ تھا۔"

محمد بن عمر، ابونیسا پوری نے شرف میں، حاکم نے الاکلیل میں اور ابن عسا کر نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب اس واقعہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالتمآب میں حاضر ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کے اس فعل کا عیب نکالا۔ انہوں نے کہا: "خالد! تم نے اسلام میں جاہلیت کا امر پکڑا ہے۔ تم نے اپنے چچا الفاکہ کے عوض قتل کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق نے بھی حضرت عبدالرحمان کی مدد کی۔ حضرت خالد نے کہا: "میں نے تمہارے باپ کے قتل کا بدلہ لیا ہے۔" حضرت عبدالرحمان: "تم نے درست نہیں کیا۔ میں نے تو اپنے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا تھا۔ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل پر گواہ بنایا تھا۔" پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور کہا: "میں تمہیں اللہ رب العزت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں علم ہے کہ میں نے اپنے باپ کے قاتل کو تہ تیغ کر دیا تھا۔" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بخدا! ہاں۔" حضرت عبدالرحمان: "خالد! اگر میں نے اپنے باپ کے قاتل سے بدلا نہ لیا ہوتا تو کیا تم میرے باپ کے بدلے مسلمانوں کو قتل کر دیتے۔ وہ باپ جو زمانہ جاہلیت میں قتل ہوا تھا۔" حضرت خالد رضی اللہ عنہ: تمہیں کس نے بتایا کہ وہ اسلام لا چکے تھے؟ حضرت عبدالرحمان: سارے اہلِ سریہ نے ہمیں بتایا کہ تم نے انہیں اس حالت پر پایا کہ وہ مساجد بنا رہے تھے۔ اسلام کا اقرار کرتے تھے۔ پھر تم نے انہیں تہ تیغ کر دیا۔" حضرت خالد: "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ میں ان پر حملہ کروں۔" حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معذور سمجھنے والوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ حضرت خالد نے کہا: "میں نے ان کے ساتھ قتال نہ کیا حتیٰ کہ مجھے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے یوں کرنے کا حکم دیا۔" انہوں نے کہا: "حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ان کے ساتھ قتال کرو کیونکہ وہ اسلام قبول نہیں کر رہے۔" حضرت عبدالرحمان: "تم جھوٹ بول رہے ہو۔" حضرت عبدالرحمان نے شدید رویہ اختیار کیا۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا: "خالد! میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ دو۔ جب کسی انسان کو حق دیا جائے تو اسے پورا حق ادا کیا جاتا ہے۔ اگر تمہارے پاس کوہ احد سونے کا ہو اور تم اس میں سے قیراط قیراط کر کے تقسیم کرو تو تم عبدالرحمان کے صبح کے سفر یا شام کے سفر تک نہیں پہنچ سکتے یا میرے صحابہ کرام میں سے کسی شخص کے صبح کے سفر تک نہیں پہنچ سکتے۔"

امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما کے مابین کچھ رنجش تھی۔ حضرت خالد نے انہیں برا بھلا کہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ کرام کو برا بھلا نہ کہا کرو اگر کوئی کوہِ احد جتنا سونا بھی خرچ کر لے وہ ان میں سے کسی ایک کے مد یا نصف تک نہیں پہنچ سکتا۔"

❀❀❀❀

چھپن واں باب

سریہ حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ اوطاس کی طرف

(غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف کے مابین)

ایک جماعت نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری نے، ابن اسحاق نے حضرت سلمہ بن اکوع سے ابن عمر اور ابن سعد نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ جب غزوۂ حنین میں ھوازن کو شکست ہوگئی تو ان میں سے بعض افراد طائف چلے گئے۔ وہاں قلعہ بند ہو گئے۔ ان میں ان کا رئیس مالک بن عوف بھی تھا۔ ایک گروہ اوطاس چلا گیا اور وہاں جمع ہوگیا۔ آپ نے اس دوسرے گروہ کی طرف سریہ بھیجا۔ حضرت ابو عامر الاشعری کو ان کا امیر مقرر کیا۔ پھر خود طائف کی طرف تشریف لے گئے اور طائف کا محاصرہ کرلیا۔ یہ تفصیلات غزوۂ طائف میں گزر چکی ہیں حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضور والا ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو اوطاس کی طرف بھیجا۔ وہ درید سے ملے تو اسے قتل کر دیا۔ رب تعالیٰ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دے دی۔"

انہی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے سرورِ عالم ﷺ نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھیج دیا۔ اس وقت بنو ھوازن اوطاس جمع ہو گئے تھے اور انہوں نے لشکر جرار جمع کر لیا تھا۔ ان میں بعض منتشر ہو گئے۔ بعض قتل ہو گئے اور بعض اسیر بن گئے۔ ہم اس کی لشکر گاہ تک پہنچے۔ وہ محفوظ تھے۔ ایک شخص باہر نکلا۔ اس نے نشان لگا رکھا تھا۔ وہ جنگ پر ابھار رہا تھا۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے اسے دعوت مبارزت دی۔ اسے اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے کہا: "مولا! گواہ بن جا۔" اس نے کہا: "مولا! میرے خلاف گواہ نہ بن۔" حضرت ابو عامر اسے قتل کرنے سے رک گئے۔ وہ بچ نکلا۔ پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ حضور والا ﷺ جب اس شخص کو ملاحظہ فرماتے تو فرماتے: "یہ ابو عامر کا بچا ہوا ہے۔" حضرت ابو عامر پر دو بھائیوں العلاء اور اوفی پسران حارث نے تیر چلائے۔ ان میں سے ایک کا تیر دوسرے سے پہلے لگا۔ وہ ان کے گھٹنے پر لگا۔ جس سے وہ شہید ہو گئے۔ الطبرانی نے حسن سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے کہ درید بن صمہ کے بیٹے نے حضرت ابو عامر کو شہید کیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس کا نام سلمہ تھا مجھے علم نہیں کہ اس نے اسلام قبول کیا تھا یا نہیں۔"

حضرت سلمہ کی روایت میں ہے کہ دسویں شخص نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا جو ان کی شہادت کا باعث بنا۔ ہم نے انہیں اٹھایا۔ ان میں زندگی کی رمق باقی تھی۔" حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا: "میں حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔

میں نے پوچھا: "ابوعامر! آپ کو کس نے مارا ہے؟" انہوں نے ابو موسیٰ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: "میرا وہ قاتل ہے اسی نے مجھے تیر مارا ہے۔"

حضرت سلمہ کی روایت میں ہے "حضرت ابوعامر ابو موسیٰ کو جانتے تھے کہ ان کا قاتل وہ تھا جس نے زرد پٹی باندھ رکھی تھی۔" حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے اس کا تعاقب کیا۔ اسے جاملا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو روگرداں ہو کر بھاگ گیا۔ میں نے اسکا پیچھا کیا۔ میں نے اسے کہا: "کیا تمہیں حیاء نہیں آتی کہ تم ایک جگہ ٹھہرتے نہیں۔" وہ رک گیا۔ کچھ دیر باہم شمشیر زنی ہوئی تو میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر میں نے حضرت ابوعامر سے کہا: "اللہ تعالیٰ نے تمہارا قاتل کا کام تمام کر دیا ہے۔" انہوں نے کہا: "یہ تیر نکالو۔" میں نے تیر نکالا۔ وہاں سے خون نکل آیا۔ انہوں نے مجھے کہا: "میرے بھتیجے! حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام عرض کرنا۔ آپ سے عرض کرنا کہ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔" پھر وہ کچھ دیر کے لیے ٹھہرے اور ان کی روح جنت کو سدھار گئی۔"

حضرت سلمہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ کو وصیت کی۔ جھنڈا ان کے حوالے کیا اور فرمایا: "میرا گھوڑا اور اسلحہ بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دینا۔" حضرت ابو موسیٰ نے دشمن کے ساتھ جہاد کیا۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں فتح عطا کر دی۔ اوطاس کے مقام پر دشمن کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں کو جانور اور قیدی بطور مالِ غنیمت ملے۔ انہوں نے حضرت ابوعامر کے قاتل کو موت کے گھاٹ اتارا۔ وہ ان کی وراثت، اسلحہ اور گھوڑا لے کر آئے اور انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ عرض کی: "مجھے حضرت ابوعامر نے اسی طرح حکم دیا تھا۔" حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا: "میں واپس آیا۔ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں جلوہ افروز تھے۔ آپ رسیوں سے بنی ہوئی چارپائی پر رونق افروز تھے۔ اس پر بستر نہ تھا۔ رسیوں کے اثرات آپ کی کمر انور اور پہلوؤں پر عیاں تھے۔ میں نے آپ کو اپنے واقعات سنائے۔ حضرت ابوعامر کے بارے بتایا اور عرض کی کہ انہوں نے عرض کی تھی کہ آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں۔" آپ نے پانی منگوایا۔ وضوء کیا۔ دستِ اقدس بلند کیے۔ پھر یہ دعا مانگی: "مولا! عبید ابوعامر کو معاف فرما دے۔" "میں نے آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر یہ دعا مانگی: "مولا! روز حشر انہیں لوگوں میں سے بہت سی مخلوق پر فوقیت عطا کر۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے بھی مغفرت طلب کریں۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! عبداللہ بن قیس کے گناہ معاف فرما اور روزِ حشر انہیں عمدہ مقام جنت میں داخل فرما۔"

تنبیہات

1. "اوطاس"، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دیارِ ہوازن میں ایک وادی کا نام ہے یہ حنین کے قریب ہے۔ الحافظ

نے لکھا ہے: "بعض اہلِ سیر کا بھی یہی قول ہے۔ راجح قول یہی ہے کہ وادی اوطاس اور ہے جبکہ وادی حنین اور ہے۔ ابن اسحاق کا یہ قول بھی اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ جنگ وادی حنین میں ہوئی تھی۔ جب بنو ہوازن کو شکست ہوئی۔ تو ان کا ایک گروہ طائف، دوسرا النخیلہ اور تیسرا گروہ اوطاس چلا گیا۔" ابو عبید البکری نے لکھا ہے۔ "اوطاس دیارِ ھوازن کی ایک وادی ہے۔ بنو ثقیف اور ھوازن اسی طرح جمع ہوئے تھے۔ حنین کے مقام پر جنگ کی۔

- ابو عامر کا نام عبید تھا۔ ان کے باپ کا نام سُلیم تھا۔ یہ حضرت ابو موسیٰ کے چچا تھے یا چچازاد تھے۔ الحافظ نے لکھا ہے کہ پہلا قول مشہور ہے۔
- اس جُشمی کے نام میں اختلاف ہے۔ جس نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ سلمہ بن درید بن صمہ تھا۔ اسی نے تیر پھینکا جو ان کے گھٹنے پر لگا۔ الطبرانی نے اوسط میں اور ابن عائذ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی تو آپ نے ان کے تعاقب میں گھڑسوار دستہ بھیجا۔ حضرت ابو عامر اشعری ان کے امیر تھے۔ میں ان کے ساتھ تھا۔ ابن درید نے حضرت ابو عامر کو شہید کر دیا۔ میں اس کی سمت بڑھا۔ اس کو قتل کر دیا اور عَلَمِ اسلام اٹھا لیا۔
- الحافظ نے الفتح میں لکھا ہے کہ اوطاس کے روز حضرت ابو عامر دس بھائیوں سے نبرد آزما ہوئے۔ انہیں ایک ایک کر کے مار ڈالا۔ حتیٰ کہ جب وہ دسویں پر حملہ آور ہوئے۔ وہ اسے اسلام کی طرف بلا رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے: "مولا! اس پر گواہ بن جا۔" اس شخص نے کہا: "مولا! مجھ پر گواہ نہ بننا۔" حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ اس سے رک گئے۔ ان کا گمان تھا کہ شاید اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ دسویں نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے "شہید ابی عامر" کہا کرتے تھے۔"

پھر حافظ نے لکھا ہے "یہ روایت اس صحیح روایت کے مخالف ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ نے حضرت ابو عامر کے قاتل کو مار ڈالا تھا۔ جو کچھ صحیح میں ہے وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے قبول کر لیا جائے۔ جس کا تذکرہ ابن اسحاق نے کیا ہے شاید وہ اسے قتل کرنے میں شریک تھا۔

الحافظ نے جو روایت ابن اسحاق سے لکھی ہے۔ وہ بکائی کی روایت میں نہیں۔ ابن ہشام نے اس روایت کو بعض قابل اعتماد راویوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ دسویں بھائی نے حضرت ابو عامر کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ دو بھائیوں العلا اور اوفی پسران حارث نے ان پر تیر پھینکے ان میں سے ایک کا تیر دوسرے سے پہلے جا لگا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے۔ پھر میرے لیے یہ بات واضح ہوئی کہ الحافظ نے السیرۃ کی طرف رجوع نہیں کیا تھا۔ القطب نے المورد میں بھی نقل کیا ہے ابن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ دسویں نے اسلام

قبول نہیں کیا تھا۔اس نے حضرت ابو عامر کو شہید کیا تھا۔جسے الحافظ نے شہید دیکھا ہے۔میں نے ایک نسخہ میں اسے الشرید پڑھا ہے۔

۵ ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے حضرت ابو موسیٰ کو امیر بنایا۔جبکہ صحیح کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو عامر نے انہیں امیر بنایا تھا۔حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت اسی طرح ہے۔ابن سعد نے اسی طرح لکھا ہے۔

✿✿✿✿

ستاونواں باب

سریہ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ ذوالکفین کی طرف

(شوال ۸ ھ)

ابن سعد نے لکھا ہے: ''''جب آپ نے طائف سے جانے کا ارادہ کیا تو حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کو ذوالکفین کی طرف بھیجا یہ لکڑی کا بت تھا۔یہ عمرو بن حممۃ دوسی کے لیے تھا۔انہوں نے اسے گرا دیا۔آپ نے حضرت طفیل سے فرمایا تھا کہ وہ اپنی قوم سے مدد طلب کریں اور آپ کے ساتھ طائف آملیں۔وہ جلدی سے اس بستی کی طرف گئے۔ذوالکفین کو گرا دیا۔وہ اس کے چہرے پر آگ جلانے لگے۔وہ اسے جلا رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یا ذالکفین لست من عبادك میلادنا اقدم من میلادك

انی حشوت النار فی فؤادك

ترجمہ: ''اے ذوالکفین میں تیرے پجاریوں میں سے نہیں۔ہماری ولادت تیری ولادت سے زیادہ پرانی ہے۔میں نے تیرے دل میں آگ بھر دی ہے۔''

انہوں نے اپنی قوم کے چار سو مجاہد ساتھ لیے اور طائف میں آپ کے ساتھ جا کر مل گئے۔اس وقت آپ کو طائف پہنچے ہوئے چار روز گزر چکے تھے۔انہوں نے دبابۃ اور منجنیق پیش کی۔انہوں نے کہا: ''اے گروہ ازد! تمہارا جھنڈا کون اٹھائے گا۔حضرت طفیل نے کہا: ''زمانہ جاہلیت میں اسے نعمان بن الرازیۃ اٹھاتا تھا۔'' آپ نے کہا: ''تم نے سچ کہا ہے۔''

✿✿✿✿

اٹھاون واں باب

سریہ قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما صداء ناحیۃ الیمن کی طرف

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ سے واپس تشریف لائے۔ ۸ ھ تھا۔ آپ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما کو یمن کے کنارے کی طرف بھیجا۔ فرمایا: ''صدا پر حملہ آور ہو جاؤ۔'' قناۃ کے ایک گوشے میں چار سو مجاہدین کا لشکر جمع ہو گیا۔ صداء کا ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس مہم کے بارے پوچھا۔ اسے بتایا گیا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنی قوم کا وفد لے کر آپ کی بارگاہ میں آؤں گا۔ آپ لشکر کو واپس بلالیں۔ میں اپنی قوم کا آپ کے پاس ضامن ہوں۔'' آپ نے قناۃ سے لشکر واپس بلالیا۔ صدائی شخص اپنی قوم کے پاس گیا۔ اس نے اپنی قوم کے پندرہ افراد آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے صداء کے بھائی! تمہاری قوم تمہاری بات مانتی ہے۔'' اس نے عرض کی: ''بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی ہے۔'' پھر ایک سو افراد کا رواں لے کر یہ شخص حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ مل گیا۔

یہ وہی شخص تھا جس کو آپ نے سفر میں آذان دینے کا حکم دیا تھا۔ پھر حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہنے کے لیے آئے۔ آپ نے فرمایا: ''صداء کے اس بھائی نے آذان دی ہے۔ جو آذان دے وہی اقامت کہنے کا مستحق ہے۔ صداء کے اس بھائی کا نام زیاد بن حارث تھا۔ یہ مصر میں فروکش ہو گئے۔''

❀❀❀❀

اٹھواں باب

سریہ عیینہ بن حصن الفزاری رضی اللہ عنہ بنو تمیم کی طرف

(محرم ۹ھ)

یہ لوگ سقیا اور بنو تمیم کی زمین کے مابین تھے۔ اس سریہ کا سبب یہ مرقوم ہے کہ حضور والا ﷺ نے بنو سعد ھذیم میں سے ایک شخص کو ان سے صدقات لینے کے لیے بھیجا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ نفقہ سے زائد مال لے اور عمدہ اور نفیس مال سے بچے۔ حضرت بشر بن سفیان الکعبی بنو کعب کی طرف گئے۔ بنو خزاعہ کے جانور جمع کرنے کا حکم دیا تاکہ ان سے صدقہ لے لیں۔ بنو خزاعہ کا مال ہر طرف سے ان کے پاس جمع ہوا۔ بنو تمیم نے اس مال کو کثیر سمجھا۔ انہوں نے کہا: "اسے کیا ہے کہ یہ باطل کے ذریعے تمہارے اموال لے رہا ہے۔" انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں۔ خزاعیوں نے کہا: "ہم وہ قوم ہیں جس نے دین اسلام اختیار کر لیا ہے یہ ہمارے دین کا حکم ہے۔" تمیمیوں نے کہا: "یہ ہمارے کسی اونٹ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔" صدقہ لینے والا بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا اور سارے حالات گوش گزار کیے۔ بنو خزاعہ نے تمیمیوں پر حملہ کیا اور انہیں ان کے محلہ سے نکال دیا۔ انہوں نے کہا: "اگر تمہاری رشتہ داری نہ ہوتی تو تم اپنے شہروں تک نہ پہنچ سکتے۔ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ہمیں ضرور کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تم نے آپ کے صدقات سے تعرض کیا ہے۔ اسے ہمارے اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے سے روک دیا ہے۔ وہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس قوم کو سبق کون سکھائے گا؟" سب سے پہلے حضرت عیینہ بن حصن الفزاری نے لبیک کہا۔ آپ نے عرب کے پچاس شہ سواروں کے ہمراہ انہیں بھیجا۔ ان میں کوئی مہاجر یا انصاری صحابی نہ تھا۔ وہ دن کو چھپ جاتے اور رات کو سفر کرتے تھے۔ صحراء میں پہنچ کر ان پر حملہ کر دیا وہ وہاں ہی فروکش تھے۔ وہ اپنے مویشی چرا رہے تھے۔ جب انہوں نے لشکر دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ انہوں نے گیارہ مرد گرفتار کر لیے۔ وہاں اکیس عورتیں بھی تھیں (العیون) ابن عمر، ابن سعد اور الاشارہ اور المورد میں ہے کہ انہوں نے گیارہ عورتیں اور تیس بچے گرفتار کیے تھے۔ انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔ آپ کے حکم کے مطابق انہیں حضرت رملہ بنت حارث کے گھر محبوس کر دیا گیا۔ ان کے کچھ رئیس وفد کی صورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ان کا تذکرہ وفد بنی تمیم میں آئے گا۔

ساٹھواں باب

حضرت عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کو بنو حارثہ بن عمرو کی طرف بھیجنا

(صفر ۹ھ)

ابوسعید نیشاپوری نے الشرف میں اور ابونعیم نے دلائل میں ابن عمر کی سند سے اور وہ اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کو بنو حارثہ بن عمرو کی طرف بھیجا تاکہ وہ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔ انہوں نے صحیفہ لیا۔ اسے دھو ڈالا۔ اسے اپنے ڈول کے نچلے حصہ میں چپکا لیا۔ دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب ان کا یہ واقعہ حضور جانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''ان کو کیا ہو گیا ہے رب تعالیٰ ان کی عقول کو لے گیا ہے۔'' آج تک ان میں لرزہ، عجلت، مختلط کلام اور حماقت پائی جاتی ہے۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں ''میں نے ان کے بعض افراد کو دیکھا ہے وہ عمدہ کلام نہیں کر سکتے تھے۔''

اکسٹھواں باب

سریہ حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ خثعم کی طرف

(بیشہ کے پاس، تربۃ کے قریب، ۹ھ ماہِ صفر)

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیس مجاہدین کے ساتھ خثعم کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ قبالہ کی سمت بھیجا۔ جبکہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ بیشہ کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان پر حملہ آور ہوں۔ وہ دس اونٹ لے کر عازم سفر ہوئے۔ وہ باری باری ان پر سوار ہو رہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو پکڑا۔ اس سے کچھ پوچھا۔ مگر وہ خاموش رہا۔ وہ مکینوں پر باآواز بلند چلانے لگا۔ وہ انہیں محتاط کرنے لگا۔ مجاہدین نے اس کی گردن اڑا دی۔ پھر انہوں نے مہلت دی حتیٰ کہ لوگ سو گئے۔ پھر ان پر حملہ کر دیا۔ فریقین نے باہم شدید قتال کیا حتیٰ کہ دونوں کے کافی افراد زخمی ہوئے۔ حضرت قطبہ نے ان میں سے کچھ کو تہ تیغ کیا۔ بکریاں جانور اور عورتوں کو مدینہ طیبہ ہانک کر لے آئے۔ سیل رواں آیا وہ حضرت قطبہ اور دشمن کے مابین حائل ہو گیا۔ وہ ان تک نہ پہنچ سکے مجاہدین میں سے ہر مجاہد کو چار اونٹ ملے۔ دس بکریاں ایک اونٹ کے قائم مقام تھیں۔ پہلے انہوں نے خمس نکال لیا تھا۔

باسٹھواں باب

سریہ حضرت ضحاک بن سفیان الکلابی رضی اللہ عنہ بنو کلاب کی طرف

ابن سعد اور ابن عمر نے لکھا ہے کہ یہ سریہ ۹ ھ کو رونما ہوا تھا۔ امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ ۹ ھ کے آخر میں رونما ہوا تھا۔ ابن عمر اسلمی نے تحریر کیا ہے کہ یہ ماہِ صفر میں رونما ہوا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ ربیع الاول میں رونما ہوا تھا۔ المورد اور الاشارۃ میں بھی اسی طرح تحریر کیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرطاء کی طرف ایک لشکر بھیجا حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ان کے ہمراہ امیہ بن سلمہ بھی تھے۔ وہ انہیں نجد میں زج لاوہ کے مقام پر ملے۔ انہوں نے اسلام کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ ان کے ساتھ قتال کیا اور انہیں ھزیمت سے دو چار کر دیا۔ حضرت الاصید اپنے والد کے پاس چلے گئے۔ وہ تالاب میں اپنے گھوڑے پر سوار تھے۔ انہوں نے اسے اسلام کی طرف بلایا۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ انہوں نے اسے امان دی۔ مگر اس نے انہیں اور ان کے دین حق کو برا بھلا کہا۔ حضرت الاصید نے اپنے باپ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ جب گھوڑا نیچے گرنے لگا۔ تو سلمہ نے اپنا نیزہ پانی میں گاڑھا اور باہر نکل آیا۔ ایک مجاہد نے آگے بڑھ کر سلمہ کا کام تمام کر دیا۔ اس کے فرزند نے اسے قتل نہ کیا۔

تنبیہ

حضرت اصید سے حضرت اصید بن سلمہ السلمی کے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ مگر مؤخر الذکر نے اور ان کے والد نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ التجرید میں ان کا تذکرہ نہیں کیونکہ ابن شاہین نے انہیں پہلے حضرت اصید کے ساتھ خلط ملط کر دیا تھا۔

✿✿✿✿

تریسٹھواں باب

سریہ حضرت علقمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف

ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ سریہ ربیع الآخر ۹ھ کو رونما ہوا تھا۔ محمد بن عمر اسلمی اور امام حاکم نے تحریر کیا ہے کہ یہ سریہ ماہِ صفر میں رونما ہوا تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ حبشہ کے بعض افراد کو اہلِ شعیبہ نے دیکھا وہ جدہ کے ساحل پر مکہ مکرمہ کے قریب سواریوں پر تھے۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سو مجاہدین کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت علقمہ بن مجزز کو ان کا امیر مقرر کیا۔ وہ سمندر میں جزیرۃ تک پہنچے۔ جب مجاہدین جزیرہ میں اترے تو دشمن بھاگ گیا۔ واپسی پر بعض مجاہدین نے اپنے اہلِ خانہ کے پاس جلدی پہنچنے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دے دی۔ ابن اسحاق نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علقمہ بن مجزز کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا۔ میں بھی اس لشکر میں شامل تھا۔ جب ہم منزل مقصود تک پہنچے یا رستے میں تھے تو لشکر کے ایک گروہ نے ان سے اذن طلب کیا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو ان کا امیر مقرر کیا۔ یہ صحابہ کرام میں سے تھے۔ ان کی طبیعت میں ظرافت تھی۔ صحابہ کرام رستے میں اترے انہوں نے آگ جلائی تا کہ اسے تاپیں۔ امیر کارواں نے کہا: "میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم اس آگ میں کود جاؤ۔" بعض صحابہ کرام کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنے ازار بند اوپر کر لیے گویا کہ وہ آگ کے اندر جانے ہی لگے تھے۔ امیر کارواں نے کہا: "بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے مذاق کر رہا تھا۔" انہوں نے اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو تمہیں رب تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے تو اس کی اطاعت نہ کرو۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا۔ ایک انصاری صحابی کو اس کا امیر مقرر کیا۔ آپ نے اس کے ساتھیوں سے فرمایا کہ وہ اس کی بات کو غور سے سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔ انہوں نے اسے کسی وجہ سے ناراض کر دیا۔ اس امیر نے کہا "میرے لیے لکڑیاں جمع کرو۔" انہوں نے اس کے لیے لکڑیاں جمع کیں۔ اس نے کہا: "اب آگ جلاؤ" انہوں نے آگ جلائی۔ اس نے کہا: "کیا تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ تم میری بات غور سے سنو اور میری اطاعت کرو۔" انہوں نے کہا: "ہاں!" اس نے کہا: "تم اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔" انہوں نے ایک دوسرے کی طرف رخ کیا اور کہا: "ہم آگ سے بھاگ کر ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے ہیں۔ وہ اسی حالت پر ہی تھے کہ اس امیر کارواں کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ آگ بجھ گئی جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو اس امر کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر وہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو اس سے کبھی نہ نکلتے۔" فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت تو نیکی میں ہے۔" حضرت علقمہ اور ان کے ساتھی واپس آ گئے۔ جنگ کی نوبت نہ آئی۔

چونسٹھواں باب

سریہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فلس کی طرف

فلس ایک بت تھا۔ جسے گرانے کے لیے آپ تشریف لے گئے تھے۔ یہ سریہ ماہ ربیع الآخر ۹ ھ میں رونما ہوا تھا۔ سیرت نگار لکھتے ہیں "حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک سو پچاس یا دو سو افراد کے ساتھ بھیجا۔ اس سریہ میں ایک سو اونٹ اور پچاس گھوڑے تھے۔ ان کے ہمراہ سیاہ پرچم اور سفید جھنڈا تھا۔ وہ فلس کی طرف تشریف لے گئے تا کہ اسے گرادیں۔ انہوں نے عرب کے قبائل پر حملے کیے اور وقتِ فجر آل حاتم کے محلہ پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے فلس کو گرایا۔ اسے برباد کیا۔ قیدی، بکریاں اور جانور لیے۔ ان قیدیوں میں عدی بن حاتم کی بہن سفانہ بھی تھی۔ عدی شام کی طرف بھاگ گئے۔ فلس کے خزانہ میں تین تلواریں پائی گئیں۔ (۱) رسوب، (۲) المخذم۔ حارث بن ابی شمر نے بت کے ساتھ انہیں آویزاں کیا تھا۔ (۳) الیمانی۔ صحابہ کرام کو تین زرہیں بھی ملیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قیدیوں پر نگران حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ جانوروں اور چاندی پر نگران حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ جب وہ رکک پہنچے تو انہوں نے مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ آپ کے لیے رسوب اور مخذم تلواریں الگ کیں۔ خمس نکالا۔ حاتم کی اولاد کو الگ کیا۔ انہیں تقسیم نہ کیا۔ حتیٰ کہ انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔ حضور اکرم ﷺ عدی بن حاتم کی بہن کے پاس سے گزرے۔ وہ اٹھ کر آپ کی خدمت میں آئی۔ اور آپ سے عرض کی کہ آپ اس پر احسان کریں۔ آپ نے اس پر احسان کیا۔ وہ اسلام لے آئی۔ وہ اپنے بھائی کے پاس گئی اور اسے مشورہ دیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔" ابن سعد نے وفود میں تذکرہ کیا ہے کہ جس ذات نے ان لوگوں پر حملہ کیا اور حاتم کی نور نظر کو گرفتار کیا وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔

پینسٹھواں باب

سریہ حضرت عکاشہ بن محصن الجباب کی طرف

یہ بنو عذرہ اور بلی کی سرزمین تھی۔ یہ سریہ ربیع الآخر ۹ ھ میں رونما ہوا تھا۔ اس سریہ کا تذکرہ ابن سعد نے کیا ہے۔ انہوں نے اس سے زائد کچھ نہیں لکھا۔ العیون اور المورد میں بھی اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

چھیاسٹھواں باب

سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیدر بن مالک کی طرف

امام بیہقی نے حضرت ابن اسحاق سے، انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر سے اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک سے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدر بن عبد الملک کی طرف بھیجا۔ یہ دومۃ الجندل میں تھا۔ یہ سریہ رجب ۹ھ میں رونما ہوا تھا۔ اکیدر کا تعلق کندہ کے ساتھ تھا۔ یہ نصرانی تھا۔ حضرت خالد نے عرض کی: "میں کلب کے شہروں کے وسط میں اس کے ساتھ کیسے نبرد آزما ہوں؟ جبکہ میرے تھوڑے سے مجاہدین ہیں" آپ نے فرمایا: "تم اسے رات کے وقت پاؤ گے۔ وہ گائے کا شکار کر رہا ہوگا۔ تم اسے پکڑ لینا۔ رب تعالیٰ تمہارے لیے دومۃ کو فتح کرا دے گا۔ اگر تم اس پر غلبہ پا لو تو اسے قتل نہ کرنا۔ اسے میرے پاس لے آنا۔ اگر وہ انکار کرے تو اسے قتل کر دینا۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے۔ چاندنی رات تھی۔ انہیں اس کا قلعہ نظر آ گیا۔ موسم گرما تھا۔ وہ اپنی چھت پر تھا۔ اس کے ہمراہ اس کی بیوی رباب بنت انیف الکندیہ بھی تھی۔ اکیدر گرمی کی وجہ سے قلعہ کی چھت پر چڑھا ایک لونڈی گا رہی تھی۔ پھر اس نے شراب منگوائی۔ جنگلی گائے آئی وہ اپنے سینگوں سے قلعے کے دروازے کو مارنے لگی۔ اس کی بیوی نے اوپر سے دیکھا۔ اس نے گائے دیکھی۔ اس نے کہا: "میں نے اس طرح کی گوشت سے بھرپور گائے نہیں دیکھی۔" خاوند نے پوچھا تو اس نے ساری بات بتا دی۔ اس نے اس کی طرف دیکھا۔ عورت نے کہا: "کیا تم نے کبھی اس طرح کی گائے دیکھی ہے۔" خاوند نے کہا: "نہیں!" عورت نے کہا: "اسے کون چھوڑے گا؟" خاوند: "کوئی بھی نہیں۔" اکیدر نے کہا: "بخدا! میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ اس جگہ گائے رات کے وقت آئی ہو۔ سوائے اس گائے کے۔ میں نے اس کے لیے ہی گھوڑے پر زین کسنے کا حکم دیا ہے۔" اس کے ساتھ اس کے گھر کے کچھ افراد بھی ہو گئے۔ اس کے ہمراہ اس کا بھائی حسان اور دو غلام بھی تھے۔ وہ اپنے چھوٹے نیزے لے کر اپنے قلعے سے نکلے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا گھڑ سوار دستہ انہی کا انتظار کر رہا تھا۔ ان میں سے کسی گھوڑے نے نہ جست لگائی۔ نہ حملہ کیا۔ جب وہ باہر نکلے تو گھڑ سوار دستے نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اکیدر کو قیدی بنا لیا گیا۔ مگر حسان نے قیدی بننے سے انکار کر دیا۔ اس نے لڑائی کی حتیٰ کہ وہ مارا گیا۔ دیگر غلام اور اس کے گھر والے بھاگ گئے۔ وہ قلعہ

میں داخل ہو گئے۔حسان پر دیباج کی چادر تھی جس میں سونے کی تاریں تھیں۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے لے لی۔انہوں نے اکیدر سے فرمایا:"کیا میں تجھے اس شرط پر پناہ نہ دوں حتیٰ کہ میں تجھے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دوں اور تو مجھے دومۃ فتح کرادے۔"اکیدر: ہاں! حضرت خالد اسے لے کر چلے حتیٰ کہ اس کے قلعہ کے قریب آگئے۔

اکیدر نے اپنے اہلِ خانہ کو آواز دی کہ وہ قلعہ کا دروازہ کھولیں۔جب انہوں نے ارادہ کیا تو اکیدر کے بھائی مضاد نے انکار کر دیا۔اکیدر نے حضرت خالد سے کہا:"تم جان گئے ہو کہ وہ اس لیے دروازہ نہیں کھول رہے کیونکہ انہوں نے وہ بیڑیاں دیکھ لی ہیں جو تم نے مجھے پہنائی ہیں تم مجھے چھوڑ دو۔میں تجھے اللہ تعالیٰ اور امانت کے نام پر کہتا ہوں کہ میں تمہارے لیے قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا۔بشرطیکہ تم میرے اہلِ خانہ پر مجھ سے صلح کر لو۔" حضرت خالد نے فرمایا:"میں تیرے ساتھ صلح کر لوں گا۔"اکیدر نے کہا:"اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں ثالث بنا لیتا ہوں اور اگر چاہو تو تم مجھے ثالث بنا لو۔" حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"ہم تجھ سے وہی کچھ قبول کریں گے جو کچھ تو عطا کرے گا۔"اس نے ان کے ساتھ دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار زرہوں اور چار سو نیزوں پر صلح کر لی۔بشرطیکہ حضرت خالد اسے اور اس کے بھائی کو حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں اور آپ اسی فیصلے کے مطابق فیصلہ کریں۔" جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ فیصلہ قبول کر لیا تو اسے چھوڑ دیا۔اس نے قلعہ کا دروازہ کھولا۔حضرت خالد اندر تشریف لے گئے۔اکیدر کے بھائی مضاد کو بھی گرفتار کر لیا۔وہ چیزیں حاصل کر لیں جن پر صلح کی تھی۔مثلاً اونٹ، غلام اور اسلحہ، جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اکیدر اور اس کے بھائی حسان پر غلبہ پالیا تو انہوں نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو مژدہ سنانے کے لیے بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ان کے ہمراہ حسان کی قبا بھی تھی۔

حضرت انس اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب آپ کی خدمت اقدس میں یہ قباء پیش کی گئی تو ہم نے اسے دیکھا۔مسلمان اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے تھے اور اس کی ملائمت پر تعجب کرتے تھے۔" آپ نے فرمایا:

"کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ جنت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے خوبصورت ہوں گے۔" حضرت خالد نے اس سامان پر قبضہ کیا جس پر اکیدر نے ان کے ساتھ صلح کی تھی۔مال کو تقسیم کرنے سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منتخب حصہ نکالا۔پھر خمس نکالا۔ابن عمر نے لکھا ہے کہ آپ کا مخصوص حصہ کوئی غلام یا کوئی لونڈی یا زرہ وغیرہ ہوتی تھی۔بقیہ مال اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"اسلحہ میں سے مجھے ایک زرہ ایک خود ملا اور دس اونٹ ملے۔" حضرت واثلہ بن الاسقع نے کہا:"مجھے چھ اونٹ ملے۔" حضرت عبداللہ بن عمرو بن عوف مازنی نے کہا:"ہم بنو مزینہ کے چالیس افراد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ہمارا حصہ پانچ اونٹ تھا ہر شخص کو اسلحہ بھی ملا۔ہم میں زرہیں اور نیزے تقسیم کیے گئے۔ابن عمر نے لکھا ہے کہ کسی کو چھ اور

کسی کو دس اونٹ ملے یہ اونٹوں کی قیمت کے اعتبار سے تھا۔ پھر حضرت خالد مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ان کے ہمراہ اکیدر اور مضاد بھی تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب حضرت خالد اکیدر کو لے کر آئے تو میں نے اسے دیکھا اس نے سونے کی صلیب اور ریشمی لباس پہن رکھا تھا۔''

جب اس نے حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ نے دو بار فرمایا: ''نہیں! نہیں! اس نے چند اشیاء آپ کو بطور ہدیہ پیش کیں جن میں ایک زیبائش کا کپڑا اور خچر تھی۔ جزیہ پر آپ سے صلح کر لی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے ''ان کے جزیہ کی رقم تین سو دینار تھی۔ اس کا اور اس کے بھائی کا خون معاف کر دیا۔ انہیں آزاد کر دیا۔ آپ نے ان کے لیے امان نامہ لکھوایا۔ وہ شرائط لکھوائیں جن پر صلح کی تھی۔ اس روز آپ کے پاس مہر نہ تھی۔ اپنے مبارک ناخن سے مہر لگائی۔ ابن عمر نے لکھا ہے کہ اہل دومۃ کے ایک بزرگ نے انہیں بیان کیا ہے کہ آپ نے ان کے لیے یہ خط لکھوایا تھا۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

یہ مکتوب گرامی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکیدر کے لیے ہے جبکہ اس نے اسلام قبول کر لیا اور بتوں سے اپنا تعلق توڑ لیا۔ یہ احکام دومۃ الجندل اور اس کے ارد گرد کے لیے ہیں۔ ہمارے لیے پایاب زمین کی جوانب، وہ زمین جو کاشتکاری کے قابل نہ ہو مجہول زمین، بے آباد زمین، اسلحہ، اونٹ اور قلعے ہوں گے۔ جبکہ تمہارے لیے شہر کے اندرونی حصہ کی کھجوریں، چشموں والی آباد زمین ہوں گی۔ تمہارے جانوروں کو زکوٰۃ والے شخص کے پاس نہیں لے جایا جائے گا۔ علیحدہ جانور کو گنا نہیں جائے گا۔ تمہیں تمہارے جانور چرانے سے نہیں روکا جائے گا۔ تم وقت پر نماز ادا کرو گے۔ زکوٰۃ دو گے۔ اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ یہ عہد ہے تمہارے لیے سچ اور وفا ضروری ہے اللہ تعالیٰ اور حاضر مسلمان اس پر گواہ ہیں۔''

حضرت بجیرہ بن بجرہ الطائی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو ان اشعار میں یوں تحریر کیا ہے:

''تم عنقریب اکیدر کو پاؤ گے کہ گائے کا شکار کر رہا ہوگا۔''

انہوں نے اس امر کا بھی تذکرہ کیا جو گائے نے اس روز آپ کے فرمان کی تصدیق کرتے ہوئے قلعہ کے دروازہ کے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے کہا:

تبارك سائق البقرات انّی رائیت اللہ یھدی کل ھاد
فمن یك حائدا عن ذی تبوكٍ فانا قد امرنا بالجھاد

ترجمہ: "وہ ذات بڑی بابرکات ہے جو گائیں کو ہانک کر لے آئی۔ میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ رب تعالیٰ ہر ہدایت دینے والے کو ہدایت سے نوازتا ہے۔ جو غزوۂ تبوک سے پہلوتہی کرتا ہے وہ کرتا رہے۔ ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔"

امام بیہقی نے یہ دونوں اشعار لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ حضور والا ﷺ نے ان سے فرمایا: "رب تعالیٰ تمہارا منہ شاداب رکھے۔" ان کی عمر مبارک ستر سال ہوگئی اس کی داڑھ ہلی تک نہ تھی۔ ابن مندہ، ابن سکن اور ابونعیم نے حضرت بجیرہ بن بجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا جب آپ نے حضرت خالد کو اکیدر کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں فرمایا: "تم اکیدر کو پاؤ گے۔ کہ وہ گائے کا شکار کر رہا ہوگا۔" ہم نے اسے چاندنی والی رات میں پایا۔ وہ اسی طرح نکلا۔ جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ ہم نے اسے پکڑ لیا۔ ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ میں نے چند اشعار عرض کیے۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ تمہارا منہ شاداب رکھے۔" ان کی عمر پاک ستر سال ہو چکی تھی لیکن ان کا ایک دانت بھی نہ ہلا تھا۔

تنبیہ

امام بیہقی نے بلال بن یحییٰ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مہاجرین پر امیر بنایا اور انہیں دومۃ الجندل بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کے ہمراہ اعرابیوں پر امیر مقرر کیا۔ آپ نے فرمایا: "روانہ ہو جاؤ۔ تم اسے پاؤ گے کہ وہ جنگلی گائے کا شکار کر رہا ہوگا اسے پکڑ لو اسے میری طرف بھیج دو۔ اسے قتل نہ کرنا۔ اس کے اہلِ خانہ کا محاصرہ کر لینا۔" اس روایت کو ابن مندہ نے حضرت بلال بن یحییٰ کی سند سے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: "اس سریہ میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بہت غریب ہے۔ ان آئمہ مغازی میں سے کسی نے اس کا تذکرہ نہیں کیا جن سے میں آگاہ ہوا ہوں۔" اللہ اعلم

❀❀❀❀

ستاسٹھواں باب

حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو طاغیہ کو گرانے کے لیے بھیجنا

امام بیہقی نے حضرت عروۃ سے، ابن عمر نے اپنے شیوخ سے اور ابن اسحاق نے اپنے راویوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "عبد یالیل بن عمرو اور عمرو بن امیہ ثقفی جب ثقیف کے وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے عرض کی: "الربۃ، بت کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم اسے کیا کریں؟" آپ نے فرمایا: 'اسے گرا دو۔' انہوں نے کہا: 'اگر الربۃ کو علم ہو گیا کہ ہم نے اسے گرانے میں مدد کی ہے تو وہ ہمارے اہلِ خانہ کو برباد کر دے گا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "عبد یالیل! الربۃ ایک پتھر ہے۔ جو یہ نہیں جانتا کہ اس کی کون پوجا کر رہا ہے۔ کون پوجا نہیں کر رہا۔" عبد یالیل نے کہا: "عمر! ہم تمہارے پاس نہیں آئے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس بت کو تین سال تک رہنے دیں اسے نہ گرائیں۔" مگر آپ نے انکار فرما دیا۔ انہوں نے دو سال کے لیے عرض کی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ انہوں نے ایک سال کے لیے عرض کی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ انہوں نے ایک ماہ کے لیے عرض کی مگر آپ نے انکار کر دیا۔ آپ نے ان کے لیے کسی بھی وقت کو متعین کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ ان کے احمقوں، عورتوں اور بچوں کے خوف کے لیے اسے گرایا نہ جائے، انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ اسے گرا کر اپنی قوم کو خوفزدہ کریں۔ حتیٰ کہ اسلام ان میں داخل ہو جائے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گذارش کی کہ آپ ابھی اسے نہ گرائیں۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اسے گرانا ترک کر دیں۔ ہم اسے کبھی بھی نہیں گرائیں گے۔" آپ نے فرمایا: "میں حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کو بھیج رہا ہوں وہ اسے گرا دیں گے۔" وفد نے ان کے بارے اور الربۃ کے بارے بتایا۔

بنوثقیف کے ایک بوڑھے نے کہا۔ اس کے دل میں ابھی شرک کا اثر تھا۔ "بخدا! یہ ہمارے اور ان کے مابین کسوٹی ہے۔ اگر انہوں نے اسے گرا دیا تو وہ حق پر اور ہم باطل پر ہوں گے۔ اگر بت نے انہیں روک دیا تو ہم حق پر ہوں گے۔" وہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تیرے باطل نفس نے تجھے تھکا دیا ہے۔ الربۃ کے فریب نے تجھے دھوکہ دیا ہے۔ بخدا! اس بت کو تو یہ علم بھی نہیں کہ کون اس کی عبادت کر رہا ہے اور کون اس کی عبادت نہیں کر رہا۔"

حضرت ابوسفیان، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ان کے ساتھی الربۃ کو گرانے کے لیے گئے۔ جب وہ طائف کے قریب

پہنچے تو حضرت مغیرہ نے حضرت ابوسفیان سے فرمایا: "تم اپنی قوم تک پہلے پہنچ جاؤ۔" حضرت ابوسفیان ذوالھرم میں اپنے مال کے پاس ٹھہر گئے حضرت مغیرہ سے زائد افراد لے کر آ گئے اور الربہ کو گرا دیا۔ عشاء کے وقت اس کے پاس ٹھہرے اور صبح اسے گرانے کے لیے چلے گئے۔ حضرت مغیرہ نے اپنے ان ساتھیوں سے کہا جو ان کے ہمراہ تھے "آج میں تمہیں بنوثقیف سے ہنساؤں گا۔ سارے بنوثقیف مرد، عورتیں، بچے حتیٰ کہ پردہ نشیں عورتیں باہر نکل آئیں۔ وہ غمزدہ تھے اور لات (طاغیہ) کے لیے رو رہے تھے۔ عام بنوثقیف کا گمان بھی نہ تھا کہ اسے گرایا جا سکتا ہے۔ ان کا گمان تھا کہ یہ محفوظ ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ اٹھے۔ وہ سواری کے سر کے پاس کھڑے ہو گئے ان کے پاس کدال تھی۔ ان کے ہمراہ بنومعتب تھے۔ وہ اسلحہ سے مسلح تھے تاکہ حضرت مغیرہ کے ساتھ اسی طرح نہ ہو جیسے ان کے چچا حضرت عروہ کے ساتھ ہوا تھا حضرت ابوسفیان بھی آ گئے۔ اس پر مصمم عزم رکھے تھے۔ حضرت مغیرہ نے کلہاڑا لیا۔ لات کو مارا پھر بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑے۔ وہ اپنی ٹانگیں زمین پر مار رہے تھے۔ اہلِ طائف ایک ہی آواز میں چلا اٹھے۔ اللہ تعالیٰ مغیرہ کو خوش نصیب کرے۔ تم نے الربہ کو مار ڈالا۔ تمہارا گمان ہے کہ الربہ محفوظ نہیں ہے۔ بخدا! وہ محفوظ ہے۔" جب انہوں نے حضرت مغیرہ کو نیچے گرے ہوئے دیکھا تو وہ بہت مسرور ہوئے۔ انہوں نے کہا "تم میں سے جو چاہے وہ اس کے قریب جائے اور اسے گرانے کی کوشش کرے۔ بخدا! کسی میں کبھی بھی یہ طاقت نہیں" حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "بنوثقیف رب تعالیٰ تمہیں رسوا کرے۔ یہ بت کمینہ ہے۔ یہ صرف پتھر اور ڈھیلے ہیں۔ رب تعالیٰ کی عافیت کو قبول کر لو۔ اس بت کی پوجا نہ کرو۔" پھر انہوں نے دروازے پر مارا اور اسے توڑ دیا۔ پھر وہ اوپر چڑھے۔ ان کے ہمراہ دیگر مسلمان بھی تھے۔ وہ ایک ایک پتھر کر کے اسے گراتے رہے حتیٰ کہ اسے زمین کے برابر کر دیا۔ نگران نے کہا: "اس کی بنیاد غصے کا اظہار کرے گی۔ وہ ان کو دھنسا دے گی۔" جب حضرت مغیرہ نے یہ سنا تو انہوں نے اس کی بنیاد کو بھی اکھیڑ پھینکا۔ اسے برباد کر دیا۔ اس کی مٹی بھی باہر نکال دی۔ انہوں نے اس کے زیورات، پوشاکیں، خوشبو، سونا اور چاندی اور کپڑے نکال لیے۔ بنوثقیف مبہوت ہو گئے۔ حضرت ابوسفیان، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھی واپس آ گئے۔ اس کے زیورات، پوشاکیں اور سونا چاندی آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی اور اس کے دین کو عزت بخشی۔ آپ نے لات کا مال اسی روز تقسیم کر دیا۔

حضرت ابوالملیح بن عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس مال سے ان کے والد گرامی حضرت عروہ کا قرض ادا کر دیں۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے" حضرت قارب بن الاسود نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسود کا قرض بھی ادا کر دیں۔" حضرت عروہ اور اسود دونوں سگے بھائی تھے۔ آپ نے فرمایا: "اسود حالتِ شرک پر مرا تھا۔" قارب نے عرض کی: "وہ قریبی مسلمان رشتہ داروں (یعنی قارب کے ساتھ) صلہ رحمی کرتا تھا۔ وہ قرض مجھ پر ہی ہے۔ مجھ سے ہی اس کا تقاضا کیا جاتا ہے۔" آپ نے حضرت ابوسفیان سے فرمایا کہ وہ اس رقم سے حضرت عروہ اور اسود کا قرض ادا کر دیں۔"

اڑسٹھواں باب

حضرت ابوموسیٰ الاشعری اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجنا

امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔میرے ہمراہ دو اشعری شخص تھے۔ایک میرے دائیں دوسرا میرے بائیں تھا۔دونوں نے عامل بننے کے لیے عرض کی۔حضور والا ﷺ اس وقت مسواک کر رہے تھے۔آپ نے فرمایا:''ابوموسیٰ! تم کیا کہتے ہو؟'' میں نے عرض کی: ''مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔مجھے انہوں نے نہیں بتایا کہ ان کے دلوں میں کیا تھا؟ مجھے یہ علم بھی نہ تھا کہ وہ عامل بننے کی درخواست کریں گے۔''انہوں نے فرمایا:''گویا کہ میں ابھی بھی مسواک کو دیکھ رہا ہوں جو آپ نے لبِ لعلیں کے نیچے تھی۔وہ اوپر اٹھی ہوئی تھی۔'' آپ نے فرمایا:''ہم عامل اس شخص کو نہیں بناتے جو اس منصب کا ارادہ کرے۔لیکن ابوموسیٰ! تم جاؤ۔'' آپ نے مجھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیج دیا۔حضرت ابوبردہ نے فرمایا:''آپ نے ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ صوبے میں بھیجا۔یمن کے دو صوبے تھے۔حضرت معاذ بالائی علاقے اور حضرت ابوموسیٰ نشیبی علاقے کے عامل تھے۔حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دو۔انہیں خوشخبری سناؤ۔نفرت نہ دلاؤ۔ان کے لیے آسانی پیدا کرو۔مشکل پیدا نہ کرو باہم ایک دوسرے کی اطاعت کرو۔اختلاف نہ کرو۔'' حضرت ابوموسیٰ نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے دو مشروبات کے بارے بتائیں جنہیں ہم یمن میں بناتے تھے۔ایک شہد کی نبیذ ہے۔اسے شہد سے بنایا جاتا ہے۔پھر اس میں شدت آجاتی ہے۔دوسری جَو کی نبیذ ہے۔جسے مکئی اور جَو سے بنایا جاتا ہے۔پھر اس میں شدت آجاتی ہے۔'' حضور ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے تھے۔آپ نے فرمایا:''ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

دوسری روایت میں ہے۔آپ نے فرمایا:''میں تمہیں ہر اس نشہ آور چیز سے روکتا ہوں جو تمہیں نماز سے غافل کر دے۔''انہوں نے کہا:''ہم یمن آئے۔ہم میں سے ہر ایک اپنے علیحدہ خیمہ میں فروکش ہوا تھا۔حضرت ابوبردہ نے فرمایا: ''ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے علاقہ میں چلے گئے۔ان میں سے ہر ایک جب اپنے علاقے میں جاتے اور وہ اپنے ساتھی کے قریب جاتے تو وہ اسے ملتے اور اسے سلام کرتے۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے علاقے کے پاس سے

گزرے وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے خچر پر آئے تا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو سلام کریں۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ارد گرد لوگ جمع تھے۔ ان کے پاس ایک شخص تھا۔ اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ باندھے گئے تھے۔ حضرت معاذ نے فرمایا: "عبداللہ بن قیس! یہ کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "یہ یہودی ہے۔ اس نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا۔ آپ نیچے اتریں۔" انہوں نے کہا: "میں نیچے نہیں اتروں گا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا جائے۔" انہوں نے حکم دیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ پھر وہ نیچے تشریف لائے۔ انہوں نے پوچھا: "عبداللہ! آپ قرآن پاک کیسے پڑھتے ہیں؟" انہوں نے کہا: "میں اسے صبح و شام کے متفرق اوقات میں پڑھتا ہوں۔ معاذ! آپ کیسے قرآن پاک پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: "رات کے ابتدائی حصہ میں میں سو جاتا ہوں۔ پھر میں اٹھتا ہوں جبکہ میں نے نیند کا کچھ حصہ پورا کر لیا ہوتا ہے۔ پھر وہ کچھ پڑھتا ہوں جو کچھ رب تعالیٰ نے میرے لیے لکھا ہوتا ہے میں اپنی نیند کا شمار کرتا ہوں اور قیام کا بھی حساب رکھتا ہوں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور مبلغ اعظم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انہیں فرمایا: "تم عنقریب اہل کتاب کی قوم کے پاس پہنچو گے۔ جب ان کے پاس پہنچو تو انہیں اس کلمہ طیبہ کی دعوت دو: "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو انہیں بتاؤ کہ رب تعالیٰ نے ان پر شب و روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو انہیں بتاؤ کہ رب تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے اغنیاء سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ اگر اس میں بھی تمہاری اطاعت کر لیں تو ان کے نفیس اموال سے بچنا مظلوم کی بد دعا سے بچنا۔ اس کے اور رب تعالیٰ کے مابین کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

امام بخاری نے عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ بہت بڑے مخضرمی تابعی تھے۔ جب حضرت معاذ یمن تشریف لائے۔ انہیں صبح کی نماز پڑھائی۔ انہوں نے سورۃ النساء پڑھی جب انہوں نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ (النساء:۱۲۵)

ترجمہ: "اور بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل۔"

تو ایک شخص نے کہا: "حضرت ابراہیم کی والدہ ماجدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔"

انہترواں باب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو عبد المدان کی طرف بھیجنا

ابن سعد نے اس کو سریہ کہا ہے۔ بنو عبد المدان سے مراد بنو حارث بن کعب ہیں۔ جو نجران میں مقیم تھے۔ یہ سریہ ماہ ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ ۱۰ھ کو رونما ہوا تھا۔ سیرت نگار لکھتے ہیں:

''حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ اگر وہ دعوت قبول نہ کریں تو ان کے ساتھ جہاد کریں۔ وہ انہیں تین روز تک اسلام کی طرف دعوت دیں۔ اگر وہ لبیک کہیں تو یہ دعوت قبول کرلیں۔ اگر وہ لبیک نہ کہیں تو ان کے ساتھ قتال کریں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کی طرف عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ ان کے پاس پہنچ گئے انہوں نے ہر سمت فوجی دستے بھیجے جو انہیں اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے ''اسلام لے آؤ سلامتی پا جاؤ گے۔'' لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حلقۂ دین حق میں داخل ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ انہیں شریعت اسلامیہ کی تعلیم دینے کتاب الٰہی اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ سکھانے کے لیے وہیں ٹھہر گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت محمد مصطفیٰ النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خالد بن ولید کی طرف سے!

السلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

میں آپ کی بارگاہِ والا میں اس ذاتِ بابرکات کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے مجھے بنو حارث بن کعب کی طرف بھیجا تھا۔ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب میں ان کے ہاں پہنچوں تو تین روز تک قتال نہ کروں۔ میں انہیں اسلام کے چشمۂ صافی کی طرف بلاؤں۔ اگر وہ اسلام لے آئیں تو اس کا اسلام قبول کرلوں۔ انہیں شریعت اسلامیہ، کتاب زندہ اور ان کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرۃ کی تعلیم دوں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان کے ساتھ جہاد کروں۔ میں ان کے پاس پہنچا۔ انہیں تین روز تک تبلیغ کی جیسے مجھے حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ میں نے ان میں فوجی دستے بھیجے جو یہ منادی کر رہے تھے: ''بنو حارث! اسلام لے آؤ۔ سلامتی پا جاؤ گے۔'' انہوں نے

اسلام قبول کرلیا۔قتال نہ کیا اب میں ان کے پاس ہی مقیم ہوں ۔میں انہیں اس چیز کا حکم دے رہا ہوں جس کا حکم انہیں رب تعالیٰ نے دیا ہے۔اس چیز سے روک رہا ہوں جس سے انہیں رب تعالیٰ نے روکا ہے۔میں انہیں شریعت اسلامیہ اور سنت مطہرۃ کی تعلیم دے رہا ہوں حتیٰ کہ حضور والا ﷺ مجھے کوئی اور حکم ارشاد فرما دیں۔

والسلام علیك یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خالد بن ولید کی طرف! سلام علیک!

میں اس رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے۔امابعد! تمہارا قاصد تمہارا خط لے کر میرے پاس آیا۔اس نے مجھے بتایا ہے کہ بنو حارث بن کعب نے اسلام قبول کرلیا ہے۔انہوں نے یہ گواہی دی ہے کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔تمہارے قتال سے قبل انہوں نے یہ گواہی دے دی تھی۔انہوں نے تمہاری اسلام کی طرف دعوت قبول کرلی تھی۔رب تعالیٰ نے انہیں ہدایت سے نواز دیا ہے۔انہیں بشارت دو۔انہیں ڈراؤ۔تم خود بھی آؤ اور تمہارے ساتھ ان کا وفد بھی آئے۔

والسلام علیك و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

❁❁❁❁

سترواں باب

سریہ حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ عرب کے بعض لوگوں کی طرف

امام بزار، دارقطنی، الطبرانی، الضیاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ابن ابی شیبہ، ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا۔ اس میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب وہ دشمن قوم کے پاس پہنچے تو انہیں نے دیکھا کہ وہ منتشر ہو چکے تھے۔ وہاں ایک شخص تھا۔ جس کے پاس کثیر مال تھا۔ وہ وہیں ٹھہرا رہا۔ اس نے کہا: "اشهد ان لا اله الا الله وحدہٗ لا شریك له" حضرت مقداد نے اس پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا: "تم نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو یہ گواہی دے رہا تھا۔ "لا اله الا الله" میں اس کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کروں گا۔" جب صحابہ کرام بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ایک شخص نے یہ گواہی دی: "لا اله الا الله" لیکن حضرت مقداد نے اس کا کام تمام کر دیا۔" آپ نے فرمایا: "اے مقداد! کیا تم نے اس شخص کو تہ تیغ کر دیا جو یہ گواہی دیتا تھا: "لا الہ الا اللہ" جب لا الہ الا اللہ کے ساتھ تمہارا کیا حال ہوگا؟ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ۔ (النساء: ۹۴)

اے اہلِ ایمان جب تم سفر پر نکلو اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) تو خوب تحقیق کر لو اور نہ کہو اسے جو بھیجتا ہے تم پر سلام کہ تم مومن نہیں ہو تم تلاش کرتے ہو سامان دنیوی زندگی کا پس اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں۔ (وہ تمہیں غنی کر دے گا) ایسے ہی (کافر) تم بھی تھے اس سے پہلے۔

آپ نے حضرت مقداد سے فرمایا "وہ ایک مومن شخص تھا جو کافر قوم کے ساتھ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اس نے اپنا ایمان ظاہر کر دیا تم نے اسے قتل کر دیا۔"

تنبیہات

❶ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ انہوں نے مرداس بن نہیک کو قتل کیا تھا۔

❷ مذکورہ بالا آیت طیب کے نزول کے بارے اختلاف ہے۔ عبدالرزاق، سعید بن منصور، عبد بن حمید، امام بخاری، امام نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''کچھ مسلمان ایسے شخص سے ملے جس کے پاس مالِ غنیمت تھا۔ اس نے کہا: ''السلام علیکم'' انہوں نے اسے قتل کر دیا اور مال غنیمت لے لیا۔

ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام ترمذی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بنو سلیم کا ایک شخص کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرا۔ وہ اپنی بکریاں لے جا رہا تھا۔ اس نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے کہا: ''اس نے صرف ہم سے پناہ حاصل کرنے کے لیے سلام کیا ہے۔'' وہ اس کی طرف گئے اور اسے قتل کر دیا۔ اس کی بکریاں بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیں۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، امام احمد، ابن جریر، الطبرانی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابونعیم اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اضم کی طرف بھیجا۔ میں بھی ان مسلمانوں کے ہمراہ نکلا۔ ہم میں حضرت حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ ہم میں حضرت محلم بن جثامہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ہم عازمِ سفر ہوئے۔ جب ہم وادیٔ اضم میں پہنچے تو ہمارے پاس سے عامر بن الاضبط اپنے اونٹ پر گزرا۔ اس کے ساتھ اس کا غلام اور دودھ کا مشکیزہ بھی تھا۔ جب وہ ہمارے پاس سے گزرا تو اس نے ہمیں اسلام کا سلام دیا۔ یہ اس سے رک گئے۔ حضرت محلم بن جثامہ نے اس پر حملہ کر دیا۔ یہ اس چیز کی وجہ سے تھا جو ان کے مابین اور اس شخص کے مابین تھی۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا اس کا سامان اور اونٹ لے لیا۔ جب ہم بارگاہِ رسالت مآب حاضر ہوئے۔ تو ہم نے یہ واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن اسحاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور امام بغوی نے یزید بن عبداللہ کی سند سے حضرت ابوحدرد اسلمی سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا اس کے بعد تم نے اس کو قتل کر دیا جبکہ اس نے کہا: ''میں رب تعالیٰ پر ایمان لایا۔'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن جریر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محلم بن جثامہ کو کسی مہم پر روانہ کیا۔ انہیں عامر بن الاضبط ملا۔ اس نے انہیں اسلام کا سلام کیا۔ زمانہ جاہلیت میں ان میں عداوت تھی۔ حضرت محلم نے اسے

تیر مار کر قتل کر دیا۔ یہ خبر آپ تک پہنچ گئی۔ محلم دو چادریں پہن کر آیا۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تا کہ آپ اس کے لیے مغفرت طلب کریں۔ آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ تمہیں معاف نہ کرے۔" وہ اٹھا وہ اپنی چادروں سے اپنے آنسو صاف کر رہا تھا۔ کچھ وقت بعد وہ مرگیا۔ لوگوں نے اسے دفن کیا۔ لیکن زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔ وہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: "زمین اس سے بھی شریر انسان کو قبول کر لیتی ہے۔ لیکن رب تعالیٰ نے تمہیں نصیحت کی ہے۔" صحابہ کرام نے اس شخص کو پہاڑ پر پھینک دیا۔ اس پر پتھر پھینک دیے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

✿✿✿✿

اکہتر واں باب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ہمدان کی طرف مہم

امام بیہقی نے السنن اور الدلائل میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اہلِ یمن کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں بھی ان مجاہدین میں شامل تھا جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ہم وہاں چھ ماہ ٹھہرے رہے۔ ہم انہیں اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر انہوں نے ہمیں جواب نہ دیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیں۔ آپ نے فرمایا: ''حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو حکم دیں کہ ان میں سے جو چاہیں تمہارے ساتھ ٹھہرے رہیں اور جو چاہیں واپس آجائیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں ان افراد میں سے تھا جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ٹھہر گئے تھے۔ جب ہم مشرک قوم کے قریب ہوئے۔ تو وہ ہماری طرف باہر نکلے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر ہم نے ایک صف بنالی۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا۔ جسے سن کر سارا قبیلہ ہمدان اسلام لے آیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف خط مبارک بھیجا جس میں اس قبیلہ کے اسلام کا تذکرہ کیا۔ جب آپ نے وہ خط سنا تو آپ فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔ پھر سر اقدس بلند فرمایا اور فرمایا: ''ہمدان پر سلام ہو۔'' آپ نے دو بار اسی طرح فرمایا۔ (بخاری)

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے کئی اوقیہ چاندی ملی۔''

امام ترمذی نے یہ روایت حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف دو لشکر بھیجے۔ ان میں سے ایک پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر قتال تک نوبت آجائے تو امیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ فتح فرمایا۔ مجھے اس میں سے کئی اوقیہ چاندی ملی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے ایک لونڈی لی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خط لکھا اور مجھے دے کر بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے کچھ مرقوم تھا۔ جب میں بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا اور آپ نے خط سنا تو آپ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس شخص کے

بارے تمہاری رائے کیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ سے محبت کرتا ہو اور اس کا رب تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں۔" میں نے عرض کی: "میں رب تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے رسول محترم ﷺ کی ناراضگی سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تو صرف قاصد ہوں۔" میں خاموش ہوگیا۔

امام احمد، امام بخاری، اسماعیلی اور امام نسائی نے حضرت بریدۃ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہمیں کچھ قیدی ملے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی طرف عریضہ لکھا کہ آپ ہماری طرف ایک ایسا شخص بھیجیں۔ جو خود خمس نکال لے۔" قیدیوں میں ایک خوبصورت لونڈی تھی۔ حضور والا ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ تاکہ وہ آپ کی طرف سے خمس وصول کر لیں۔ انہوں نے مال غنیمت لیا۔ اس میں خمس نکالا۔ بقیہ تقسیم کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے وہ لونڈی منتخب کر لی۔ وقت صبح انہوں نے غسل کیا تھا۔ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اتنا بغض رکھتا تھا کہ میں اتنا بغض کسی اور سے نہیں رکھتا تھا۔ میں قریش سے جس شخص سے محبت رکھتا تھا اس کی وجہ فقط یہ تھی کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: "کیا تم انہیں دیکھ نہیں رہے۔" دوسری روایت میں ہے۔ میں نے کہا: "ابوالحسن! یہ کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "کیا تم نے اس لونڈی کی طرف نہیں دیکھا۔ یہ خمس میں آگئی تھی۔ پھر آل محمد مصطفی ﷺ کے حصہ میں آئی۔ پھر آل علی رضی اللہ عنہم کے حصہ میں آئی۔ میں نے اس کے ساتھ وظیفہ ادا کیا۔" جب ہم بارگاہ رسالت مآب میں پہنچے تو میں نے آپ سے یہ گذارش کر دی۔"

دوسری روایت میں ہے "حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں خط لکھا۔ میں نے کہا: "آپ کی بارگاہ والا میں مجھے بھیج دیں۔" انہوں نے مجھے بھیج دیا۔ آپ خط سننے لگے۔ میں نے سمجھا کہ شاید آپ میری تصدیق کریں گے۔ لیکن آپ کا چہرۂ انور سرخ ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: "جس کا میں مددگار ہوں علی اس کا مددگار ہے۔" پھر آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: "بریدۃ! کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو؟" میں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "ان سے بغض نہ رکھو ان کا حصہ خمس میں سے اس سے زائد تھا۔" دوسری روایت میں ہے: "آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذات حق کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے خمس میں علی کا حصہ اس لونڈی سے زائد تھا۔ اگر تم علی سے محبت کرتے ہو تو ان کی محبت میں اضافہ کر دو۔" ایک اور روایت میں ہے "علی کے بارے بغض نہ رکھو وہ مجھ سے اور میں ان سے ہوں وہ میرے بعد تمہارے مددگار اور دوست ہوں گے۔"

تنبیہات

◆ ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دوبار یمن کے لیے یمن تشریف لے گئے تھے العیون میں

ہے: ''شاید یہ پہلا سریہ ہو اور جس کا ذکر ابن سعد نے کیا ہے وہ دوسرا سریہ ہو۔''

- ۲ یہ مہم آپ کی طائف سے واپسی کے بعد اور الجعرانہ میں مال غنیمت تقسیم کرنے کے بعد پیش آئی تھی۔
- ۳ الحافظ ابوذر الھروی نے لکھا ہے ''حضرت بریدۃ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ انہوں نے مال غنیمت میں سے اپنا حصہ سے کم لیا ہے تو وہ ان سے محبت کرنے لگے۔''

الحافظ لکھتے ہیں: ''یہ ایک اچھی تاویل ہے۔لیکن حدیث پاک کا ابتدائی حصہ اس کی تردید کرتا ہے جسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔شاید یہ بغض کسی اور وجہ سے تھا جو بعد میں زائل ہو گیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ بغض رکھنے سے منع کیا۔

- ۴ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی کے ساتھ وظیفہ کیوں ادا کیا۔اس کا ایک احتمال تو یہ ہے کہ وہ نابالغہ تھی۔انہوں نے دیکھا کہ ایسی عورت حیض سے پاک کیسے ہو سکتی ہے۔جیسے کہ دیگر صحابہ کرام نے یہ انتظار کیا تھا۔یا اس وقت اس کو حیض آیا تھا جب وہ آپ کے حصہ میں آئی پھر ایک دن اور ایک رات گزرنے کے بعد اس کا حیض ختم ہو گیا ہو پھر انہوں نے اس کے ساتھ وظیفہ ادا کیا یا وہ باکرہ (دوشیزہ) تھی۔
- ۵ ایک اشکال یہ بھی ہے کہ انہوں نے خود ہی مال غنیمت تقسیم کر دیا اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس جیسے مال کو تقسیم کرنا جائز تھا۔کیونکہ وہ اس مال میں شریک تھے جیسے کوئی امام اپنی عوام کے مابین کچھ تقسیم کرے وہ ان میں سے ہی ہو۔اسی طرح وہ شخص بھی ہے جسے امام مقرر کر دے۔وہ اس کا نائب ہوتا ہے۔

❁❁❁❁

بہتر واں باب

سریہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن کی طرف

(دوسری بار)

ابن عمر اور ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ قناۃ کے مقام پر خیمہ زن ہوں۔ وہ وہاں خیمہ زن ہوئے۔ حتیٰ کہ ان کے سارے ساتھی وہیں آگئے۔ آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ آپ نے ان کا عمامہ مبارک لیا۔ آپ نے انہیں دوگنا اور چارگنا کر کے لپیٹا۔ اسے نیزے کی نوک پر رکھا پھر حضرت علی المرتضیٰ کو عطا کیا۔ اپنے دستِ اقدس سے عمامہ باندھا۔ اس کے تین چکر لگائے۔ ایک ذراع ان کے سامنے رکھا اور ایک شبر ان کے پیچھے رکھا اور فرمایا: ''روانہ ہو جائیں اور پھر مڑ کر نہ دیکھیں۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کیا کروں؟'' آپ نے فرمایا: ''جب تم ان کے میدان میں اترو تو اس وقت تک ان سے قتال نہ کرو حتیٰ کہ وہ پہلے تمہارے ساتھ جنگ شروع کریں۔ انہیں کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی طرف دعوت دو۔ اگر وہ ہاں کہہ لیں تو انہیں نماز کا حکم دو۔ اگر وہ اسے بھی قبول کرلیں تو انہیں زکوٰۃ کا حکم دو۔ اگر وہ اسے بھی قبول کرلیں تو ان سے اس سے زائد کچھ نہ مانگو۔ بخدا! اگر رب تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ ان اشیاء سے بہتر ہوگا جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تین سو شہ سواروں کے ہمراہ عازمِ سفر ہوئے۔ یہ پہلا گھڑ سوار دستہ تھا جو ان کے شہروں میں داخل ہوا۔ جب وہ اس حصہ کے قریب پہنچے مذحج میں سے جس کا ارادہ کیے ہوئے تھے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو متفرق حصوں میں تقسیم کر دیا۔ وہ اموالِ غنیمت، قیدی عورت، بچے، بکریاں اور جانور لے کر آئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سارا مالِ غنیمت جمع کیا۔ حضرت بریدہ بن خصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو ان کا نگران مقرر کیا۔ صحابہ کرام کو جو کچھ بھی ملتا وہ وہیں جمع کرتے۔ یہ ان کے لشکر سے نبرد آزما ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے لشکر سے ملاقات کی انہوں نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے ان کے ساتھیوں پر پتھر اور تیر برسائے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کا ارادہ صرف جنگ کرنے کا ہے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی۔ علمِ اسلام حضرت مسعود بن سنان سلمی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ وہ اسے لے کر آگے بڑھے۔ بنو مذحج کا ایک شخص نکلا۔ اس نے دعوت مبارزت دی۔ حضرت الاسود

بن خزاعی اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے نکلے۔ انہوں نے اسے قتل کر کے اس کا سامان لے لیا۔ پھر حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان پر حملہ کیا اور ان کے بیس افراد موت کے گھاٹ اتار دیے وہ منتشر ہو گئے۔ انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اپنا جھنڈا کھڑا چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے تعاقب سے رک گئے۔ پھر انہیں اسلام کی طرف بلایا انہوں نے جلدی جلدی اس دعوت پر لبیک کہا۔ ان کے رئیسوں کا ایک گروہ آگے آیا۔ اسلام پر ان کی بیعت کر لی۔ انہوں نے کہا: ''ہم اپنی قوم کے نمائندے ہیں یہ ہمارے اموال ہیں ان میں سے رب تعالیٰ کا حق لے لیں''۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سارا مالِ غنیمت جمع کیا۔ اس کے پانچ حصے کیے۔ ایک تیر پر رب تعالیٰ کا نام مبارک لکھا پھر اس پر قرعہ اندازی کی۔ پہلا قرعہ خمس کا نکلا۔ بقیہ مال انہوں نے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ کسی کو کچھ بھی زائد نہ دیا۔ ان سے پہلے امراء اپنے خاص گھڑسوار دستے کو خمس سے کچھ زائد بھی دیا کرتے تھے۔ پھر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتاتے تھے۔ آپ ان سے واپس نہیں لیتے تھے۔ مجاہدین نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے وہ حصہ مانگا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: ''میں خمس کو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دوں گا۔ آپ اس میں اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان میں ہی تشریف فرما رہے۔ وہ انہیں قرآن پاک کی تعلیم دیتے تھے۔ شریعت مطہرہ کے احکام سکھاتے رہے۔ انہوں نے ایک مکتوب گرامی لکھا اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی کو دے کر بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ انہوں نے آپ کو سارے حالات عرض کیے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ سب ایام حج میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کریں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چلے گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لانے لگے۔ جب وہ ''الفتق'' کے مقام تک پہنچے تو وہ جلدی سے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ سارے حالات گوش گزار کیے۔ انہوں نے الخمس پر حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا۔ خود مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ حج کے لیے تشریف لائے تھے۔ خمس میں یمن کے بنائے ہوئے کپڑے تھے۔ اونٹوں پر ہودج باندھے گئے تھے۔ مالِ غنیمت میں بھیڑیں اور بکریاں بھی موجود تھیں۔ ان کے اموال کی زکوٰۃ بھی شامل تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ انہیں کپڑے دیں تاکہ وہ انہیں بطور احرام استعمال کریں۔ انہوں نے انہیں دو دو چادریں دے دیں جب مکہ مکرمہ کے قریب ''السدرۃ'' کے مقام تک پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باہر نکلے تاکہ اس کارواں کا استقبال کریں۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں پر وہ کپڑے دیکھ لیے۔ انہوں نے حضرت ابورافع سے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''انہوں نے اس ضمن میں مجھ سے بات کی۔ میں ان کی شکایت سے ڈر گیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ آپ پر آسان ہوگا۔ آپ سے پہلے امراء بھی ان کے ساتھ اسی طرح کرتے تھے۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں اس سے منع کیا تھا۔ پھر تم نے انہیں عطا

کردیا۔ میں نے تمہیں اس چیز کی حفاظت کرنے کا حکم دیا تھا۔ جس پر تمہیں جانشین بنایا تھا۔ مگر تم نے انہیں دے دیا۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے وہ چادریں اتروالیں۔"

جب وہ مجاہدین اسلام بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے تو انہوں نے شکایت کردی۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: "یہ ساتھی تمہارے خلاف شکایت کررہے ہیں۔" انہوں نے عرض کی: "یہ کس چیز کی شکایت کررہے ہیں۔ میں نے مالِ غنیمت ان میں تقسیم کردیا۔ خمس روک لیا۔ اسے آپ کی بارگاہ میں پیش کردیا۔ اس میں آپ اپنی رائے کے مطابق عمل فرمائیں۔" آپ خاموش ہوگئے۔ مجاہدین نے عرض کی: "یمن میں ایک قوم نے کنواں کھودا اس میں شیر گر گیا تھا۔ انہوں نے شیر دیکھا۔ ایک انسان کنویں میں گر پڑا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا انسان چمٹا وہ بھی نیچے چلا گیا۔ اسی طرح تیسرا اور چوتھا انسان بھی کنویں میں گر پڑا۔ چار افراد کنویں میں گر پڑے۔ شیر نے انہیں قتل کردیا۔ ایک شخص نیزہ لے کر نیچے اترا۔ اسے قتل کردیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلہ لایا گیا انہوں نے فرمایا: "دیت کا چوتھائی حصہ، دیت کا تہائی حصہ، نصف دیت اور مکمل دیت۔ سب سے نچلے کے لیے دیت کا چوتھا حصہ ہے کیونکہ اس کے اوپر تین افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ دوسرے کے لیے دیت کا ثلث ہے کیونکہ اس کے اوپر دو افراد ہلاک ہوتے ہیں۔ تیسرے لیے نصف ہے کیونکہ اس کے اوپر ایک ہلاک ہوا ہے۔ سب سے اوپر والے کے لیے کامل دیت ہے۔ اگر تم راضی ہو جاؤ تو یہی تمہارے لیے فیصلہ ہے۔ اگر تم راضی نہ ہو تو تمہارے لیے کوئی حق نہیں۔ حتیٰ کہ تم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ تم میں فیصلہ کریں۔ جب بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو انہوں نے یہ بات عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہارے مابین فیصلہ کردیتا ہوں۔ ان شاء اللہ! بعض مجاہدین نے فرمایا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہم میں فیصلہ کردیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "انہوں نے کیا فیصلہ کیا تھا۔" جب مجاہدین نے فیصلہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا: "علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح ہے۔"

تہتر واں باب

سریہ بنی عبس

ابن سعد نے الوفود میں ذکر کیا ہے کہ بنو عبس وفد کی شکل میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ان کی تعداد نو تھی۔ آپ نے قریش کے کارواں کے لیے ایک سریہ بھیجا۔

ابن اثیر نے ذکر کیا ہے کہ ان میں میسرۃ بن مسروق بھی تھے۔ انہوں نے حجۃ الوداع میں آپ سے ملاقات کی۔ اس کی تفصیلات "وفود" میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ۔

چوہترواں باب

رعیۃ السحیمی کی طرف سریہ، اس کے اسلام لانے سے قبل

ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سرخ چمڑے پر رعیۃ السحیمی کی طرف خط لکھا۔ اس نے وہ چمڑا لیا اور سے اپنے ڈول پر بطور پیوند لگا لیا۔ آپ نے سریہ بھیجا۔ صحابہ کرام نے اس کے چرواہے، مویشی، اہل اور مال پر قبضہ کر لیا۔ وہ اپنے عریاں گھوڑے پر سوار ہوا جس پر زین بھی نہ ڈالی گئی تھی۔ وہ اپنی بیٹی کے پاس پہنچا۔ اس کی بنو ھلال میں شادی ہوئی تھی۔ اس عورت اور اس کے اہل خانہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ قوم اپنے گھر کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ گھوم کر آیا گھر کے پچھلے حصہ سے داخل ہوا۔ جب اس نے اسے اس حالت میں دیکھا تو اس پر کپڑا پھینکا اور کہا: ''تمہیں کیا ہوا ہے؟'' اس نے کہا: ''تمہارے باپ پر ہر قسم کا شر اتر آیا ہے۔ میرے کسی چرواہے کو چھوڑا گیا ہے نہ کسی بھیڑ بکری کو۔ نہ اہل کو چھوڑا گیا ہے نہ مال کو۔'' اس خاتون نے کہا: ''کیا تمہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تھی؟'' اس نے کہا: تمہارا خاوند کہاں ہے؟ عورت: اپنے اونٹوں میں۔ وہ شخص اس کے خاوند کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا: ''تمہیں کیا ہوا ہے؟'' اس شخص نے کہا: ''مجھ پر ہر قسم کا شر اتر آیا ہے۔ میرے کسی مال، بھیڑ، بکری، چرواہے یا اہل کو نہیں چھوڑا گیا۔ میں اس سے پہلے محمد عربی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جانا چاہتا ہوں کہ وہ میرا مال اور اہل تقسیم کریں۔'' اس شخص نے کہا: ''میری سواری کو اس کے کجاوے سمیت لے لو۔'' اس نے کہا: ''مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس شخص نے کہا: ''چرواہے کا جوان اونٹ لے لو۔'' اس نے اسے پانی کا مشکیزہ بطور زادِ راہ دیا۔ اس کے پاس ایک کپڑا تھا۔ جب اس کے ساتھ سر ڈھانپتا تو اس کی کمر ننگی ہو جاتی جب کمر ڈھانپتا تو اس کا چہرہ عریاں ہو جاتا۔ وہ اس امر کو ناپسند کرتا تھا کہ وہ جانا جائے حتیٰ کہ وہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ اس نے اپنی سواری باندھی۔ پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ اسی طرف رخ انور کیے ہوئے تھے جہاں سے وہ آ رہا تھا۔ جب آپ نے نماز صبح ادا کر لی تو اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اپنا دست اقدس آگے بڑھائیں تا کہ میں آپ کی بیعت کر لوں۔'' جب اس نے دستِ اقدس پر ہاتھ رکھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے دستِ اقدس پیچھے کر لیا۔ آپ نے تین بار اسی طرح کیا۔ اس نے بھی تین بار اسی طرح کیا۔ تیسری بار آپ نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' اس نے عرض کی: ''میں رعیۃ السحیمی ہوں۔'' حضور اکرم ﷺ نے اس کا بازو پکڑا پھر اسے بلند فرمایا۔ پھر فرمایا: ''اے مسلمانوں کے گروہ! یہ وہ رعیۃ السحیمی

ہے جس کی طرف میں نے اپنا گرامی نامہ بھیجا تھا۔ اس نے اس کے ذریعے پانی کے ڈول کو پیوند لگا لیا۔" وہ آپ کی بارگاہ میں آہ وزاری کرنے لگا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے اہل خانہ اور میرا مال عنایت فرما دیں۔" آپ نے فرمایا: "جہاں تک تمہارے اہل کا تعلق ہے تو ان میں سے جس جس پر تمہیں قدرت حاصل ہو گئی (وہ تمہیں مل جائے گا) وہ باہر نکلا۔ اس نے اپنے بیٹے کو پہچان لیا۔ اس نے اس کے کجاوے کو پہچان لیا۔ وہ اسی کے پاس کھڑا تھا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ میرا نورِ نظر ہے۔" آپ نے فرمایا:

"بلال! اس کے ساتھ جاؤ اس لڑکے سے پوچھو کیا یہ تمہارا باپ ہے؟ اگر وہ "ہاں" کہے تو اسے اس کو دے دینا۔" وہ اس کی طرف گئے۔ انہوں نے پوچھا: "کیا تمہارا باپ یہی ہے؟" اس نے کہا: "ہاں!" وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے ساتھی کے لیے اس طرح رویا ہو جس طرح یہ دونوں ایک کے لیے روئے تھے۔" آپ نے فرمایا: "یہی اعرابیوں کی جفاء ہے۔"

❁❁❁❁

پچھترواں باب

حضرت ابو امامۃ صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ کو باہلہ کی طرف بھیجنا

حضرت ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے مجھے اپنی قوم کی طرف بھیجا تا کہ انہیں اللہ رب العزت کی طرف دعوت دوں اور انہیں شریعت اسلامیہ سکھاؤں۔ میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلا رکھا تھا۔ ان کا دودھ نکال رکھا تھا۔ وہ دودھ پی رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو انہوں نے کہا: ''صدی بن عجلان کو خوش آمدید! انہوں نے میری عزت کی۔ انہوں نے کہا: ''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم نے اس شخص کا دین اختیار کر لیا ہے اور تم صابی ہو گئے ہو۔'' میں نے کہا: ''ہر گز نہیں۔ لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تا کہ تمہیں شریعت اسلامیہ کی طرف دعوت دوں۔'' ہم اسی اثناء میں تھے کہ وہ اپنا پیالہ لے آئے۔ انہوں نے اسے رکھا۔ وہ اس کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ اس میں سے کھانے لگے۔ انہوں نے کہا: ''صدی! آؤ نا کھائیں۔'' میں نے کہا: ''تمہارے لیے ہلاکت! تمہارے پاس اس ہستی کی طرف سے آیا ہوں جس نے تم پر صرف وہ جانور حلال کیے ہیں جنہیں تم ذبح کرو۔ جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔'' انہوں نے پوچھا: ''اس نے کیا فرمایا ہے؟'' میں نے کہا: ''یہ آیت طیبہ نازل ہوئی ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۖ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ (المائدۃ: ۳)

ترجمہ: ''حرام کیے گئے ہیں تم پر مردار، خون، سور کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے اور گلا گھونٹنے سے مرا ہوا، چوٹ سے مرا ہوا، اوپر سے نیچے گرا ہوا، سینگ لگنے سے مرا ہوا اور جسے کھایا ہو کسی درندے نے سوائے اس کے جسے تم ذبح کر لو اور (حرام ہے) جو ذبح کیا گیا ہو تھانوں پر اور (یہ بھی حرام ہے) کہ تم تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے۔''

میں انہیں اسلام کی طرف دعوت دینے لگا۔ مگر انہوں نے مجھے جھٹلایا۔ انہوں نے مجھے جھڑکا۔ میں بھوکا اور پیاسا

تھا۔ مجھے سخت مشقت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ میں نے ان سے کہا: ''تمہارے لیے ہلاکت! میرے پاس پانی لے کر آؤ۔ مجھے سخت پیاس لگی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہر گز نہیں۔ بلکہ ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ تم پیاسے مر جاؤ گے۔'' انہوں نے فرمایا: 'میں نے عمامہ باندھا۔ عمامہ میں سر لپیٹا اور شدید گرمی میں سو گیا۔ میرے خواب میں ایک آنے والا آیا۔ اس کے پاس دودھ سے لبریز پیالہ تھا۔ لوگوں نے آج تک اس سے لذیذ مشروب نہ پیا ہوگا۔ میں اسے نوش کر گیا۔ جب میں اسے پینے سے فارغ ہوا تو میں سیراب ہو چکا تھا۔ میرا پیٹ بڑا ہو گیا تھا۔ میری قوم نے کہا: ''تمہارے پاس تمہارے سرداروں اور رئیسوں میں سے ایک شخص آیا ہے۔ تم نے اسے دھتکار دیا ہے۔ تم اس کے پاس جاؤ۔ اسے کھانا کھلاؤ۔ پانی پلاؤ۔ اسے وہ کچھ دو جو اسے ضرورت ہے۔'' وہ میرے پاس کھانا اور پانی لے کر آئے میں نے ان سے کہا: ''مجھے تمہارے کھانے اور پانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ رب تعالیٰ نے مجھے کھلا اور پلا دیا ہے۔ ذرا وہ حالت دیکھو جس پر میں ہوں۔'' میں نے انہیں اپنا پیٹ دکھایا۔ انہوں نے دیکھا۔ وہ سب اس امر پر اسلام لے آئے جسے میں بارگاہِ رسالت مآب سے لے کر ان کی طرف گیا تھا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بخدا! اس جام کے بعد مجھے نہ تو کبھی پیاس لگی اور نہ ہی مجھے معلوم ہوا کہ پیاس کیا ہوتی ہے۔''

❁❁❁❁

چھہترواں باب

سریہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ذوالخلصہ کی طرف

شیخان نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''کیا تم مجھے ذوالخلصہ کی طرف سے آرام نہیں پہنچاؤ گے؟ یہ خثعم اور بجیلہ کے لیے گھر تھا جس میں بت نصب تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی اسے کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں ایک سو پچاس مجاہدین کے ساتھ روانہ ہوا۔ وہ سارے گھڑسوار تھے۔ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ آپ نے میرے سینے پر دست اقدس مارا۔ حتیٰ کہ میں نے آپ کی مبارک انگلیوں کا اثر اپنے سینے میں دیکھا۔ پھر یہ دعا مانگی: ''مولا! مجھے اسے گھوڑے پر ثابت فرما اور اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔'' حضرت جریر نے فرمایا: ''ہم ذوالخلصہ کی طرف گئے وہاں پہنچ کر اسے توڑ دیا اور جو اس کے ارد گرد پایا اسے تہ تیغ کر دیا۔ میں نے ایک شخص کو بارگاہِ رسالت پناہ میں بھیجا تاکہ وہ آپ کو بشارت دے۔ اس شخص کی کنیت ابوارطاۃ تھی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں آیا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا حتیٰ کہ ہم نے ان کو اس طرح چھوڑا ہے گویا کہ وہ خارش زدہ اونٹ ہوں۔'' آپ نے احمس کے گھڑسوار اور پیادہ دستوں کے لیے پانچ بار دعا کی۔'' حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے ہمارے لیے اور احمس کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد کبھی بھی گھوڑے سے نہیں گرے۔

❀❀❀❀

ستہتر واں باب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا

محمد بن رمضان بن شاکر نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا۔آپ نے فرمایا:"جب تم اکٹھے ہو جاؤ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔اگر تم جدا جدا ہو تو تم میں سے ہر ایک امیر ہوگا۔"وہ دونوں اکٹھے ہو گئے۔یہ عمرو بن معدیکرب تک پہنچے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دوڑ کران کی طرف گئے۔ایک قوم کا رخ کیا۔جب ان کے قریب پہنچے تو عمرو نے کہا:"تم مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں اس قوم تک پہنچوں۔جس کے پاس بھی میرا نام لیا جاتا ہے وہ مجھ سے ڈر جاتا ہے،وہ جب ان کے قریب پہنچا تو اس نے کہا:"میں ابوثور ہوں۔میں عمرو بن معدیکرب ہوں۔"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جلدی کی،ہر ایک نے دوسرے سے کہا:"مجھے اور اسے چھوڑ دو۔وہ اپنی ماں اور باپ کا فدیہ ادا کرے گا۔"جب عمرو نے ان کی یہ بات سنی تو اس نے کہا:"سارا عرب مجھ سے ڈرتا ہے جبکہ مجھے دکھایا جا رہا ہے کہ مجھے ان کے لیے ذبح کر دیا جائے گا۔" وہ واپس چلا گیا۔عمرو عرب کا مشہور شاہ سوار تھا۔جو اپنی شجاعت کی وجہ سے معروف تھا۔وہ ایک عمدہ شاعر تھا۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے کسی طرق سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔آپ نے فرمایا:"اگر تم کسی ایسی بستی کے پاس سے گزرو جہاں آذان نہ سنو تو وہاں کے لوگوں کو گرفتار کرلو۔"وہ بنو زبید کے پاس سے گزرے۔ان کی آذان نہ سنی۔انہوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔عمرو بن معدیکرب ان کے پاس آیا۔ان کے بارے میں گفتگو کی۔انہوں نے انہیں بخش دیا۔عمرو نے اپنی تلوار الصمصامۃ انہیں پیش کی حضرت خالد نے اسے قبول کرلیا عمرو نے ان کی تعریف میں چند اشعار کہے۔

✿✿✿✿

اٹھہتر واں باب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خثعم کی طرف بھیجنا

امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں خثعم کے لوگوں کی طرف بھیجا۔ انہوں نے سجود سے پناہ حاصل کی۔ حضرت خالد نے انہیں قتل کر دیا۔ آپ نے ان کی نصف دیت ادا کی اور فرمایا: "میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے ساتھ ٹھہرتا ہے وہ ان کی آگ کو غور سے نہیں دیکھتا۔"

❁❁❁❁

اناسی واں باب

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان بن حارث کی طرف بھیجنا

(ان کے اسلام لانے سے قبل)

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جہینہ اور مزینہ کو ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی طرف بھیجا۔ اس نے بعض کی وجہ سے آپ سے تعلق توڑ رکھا تھا۔ جب وہ کچھ ہی دور گئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! آپ انہیں اس لیے بھیج رہے ہیں۔ جاہلیت میں انہوں نے سخت لڑائیاں لڑیں۔ پھر اسلام نے انہیں پالیا۔ ابھی وہ کچھ جاہلیت پر ہیں۔" آپ نے ان مجاہدین کو واپس آنے کا حکم دیا۔ وہ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے جہینہ اور مزینہ کے دونوں لشکروں کا امیر حضرت عمرو کو مقرر کیا۔ پھر فرمایا: "رب تعالیٰ کی برکت سے عازم سفر ہو جاؤ۔ ابوسفیان بن حارث کی طرف جاؤ۔" رب تعالیٰ نے اسے شکست دے دی۔ اس کے بہت سے ساتھی قتل ہوئے اسی کے بارے ابوسفیان بن حارث کہتا ہے.................

(آگے سے مسودہ کا کچھ حصہ غائب ہے)

اسی واں باب

سریہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما اُبنیٰ کی طرف

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع ادا کرنے کے بعد ذوالحجۃ کے بقیۃ ایام اور ماہ محرم الحرام مدینہ طیبہ میں ہی تشریف فرما رہے۔ آپ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کو لگاتار یاد فرماتے رہے۔ آپ کو ان کا بہت زیادہ دکھ تھا۔ جب سوموار کا دن آیا۔ صفر کی چار راتیں باقی تھیں۔ ہجرت کا گیارھواں سال تھا تو آپ نے روم پر حملہ کرنے کی تیاری کا حکم دیا۔ سخت کوشش کرنے کا حکم دیا۔ دوسرے دن منگل کے روز حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما کو یاد فرمایا۔ ماہِ صفر کی تین راتیں باقی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''اسامۃ! اللہ تعالیٰ کا مبارک نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ اس کی برکت سے عازمِ سفر ہو جاؤ۔ اس جگہ پہنچو جہاں آپ کے والد گرامی کو شہید کیا گیا تھا۔ انہیں اپنے گھوڑوں سے روندھ ڈالو۔ میں نے تمہیں اس لشکر کا امیر مقرر کر دیا ہے۔ اہل اُبنیٰ پر صبح سویرے حملہ آور ہو جاؤ۔ انہیں موت کے گھاٹ اتار دو۔ جلدی سے جانا۔ اپنے جاسوس اپنے آگے رکھنا۔ اگر رب تعالیٰ تمہیں ان پر فتح عطا کر دے تو وہاں تھوڑا عرصہ قیام کرنا۔ اپنے ہمراہ راہ دان لے لو۔ اپنے جاسوسوں اور اطلاع دینے والوں کو آگے رکھنا۔''

جب بدھ کا روز آیا۔ ماہِ صفر کی دو راتیں باقی تھیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درد کا آغاز ہوا۔ آپ کو بخار ہو گیا۔ سر درد شروع ہو گیا۔ جمعرات کے روز وقتِ صبح آپ نے اپنے دستِ اقدس سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جھنڈا باندھا۔ پھر فرمایا: ''راہِ خدا میں رب تعالیٰ کا نام لے کر عازم سفر ہو جاؤ۔ اس سے قتال کرو۔ جو رب تعالیٰ کا انکار کرے۔ روانہ ہو جاؤ۔ دھوکہ نہ دو۔ کسی بچے یا عورت کو قتل نہ کرو۔ دشمن سے معرکہ آزما ہونے کی تمنا نہ کرو۔ تم نہیں جانتے کہ شاید تم ان کی وجہ سے کسی آزمائش میں گر جاؤ۔ بلکہ یوں عرض کرو: ''مولا! انہیں ہماری طرف سے جیسے چاہتا ہے کافی ہو جا اور ان کی تکلیف کو ہم سے روک لے۔ اگر دشمن تم سے ملاقات کرے وہ شور و غل کر رہے ہوں تو تم پر سکون اور وقار طاری ہونا چاہیے۔ باہم جھگڑا نہ کرو۔ ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ بارگاہِ الٰہیہ میں یوں عرض کرو۔

''مولا! ہم تیرے بندے ہیں۔ وہ بھی تیرے بندے ہیں۔ ہماری پیشانیاں اور ان کی پیشانیاں تیرے دستِ قدرت میں ہیں۔ مولا! تو ہی انہیں کافی ہو سکتا ہے۔'' خوب جان لو کہ جنت ان ہتھیاروں کی چمک کے نیچے ہے۔''

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ عازم سفر ہوئے۔ ان کا مبارک جھنڈا باندھا گیا تھا۔ انہوں نے وہ جھنڈا حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ جرف کے مقام پر لشکر خیمہ زن ہو گیا۔ مہاجرین اولین اور انصار بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ ان صحابہ کرام

میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت ابو عبیدہ بن جراح، حضرت سعد بن وقاص، حضرت سعید بن زید اور بہت سے انصاری صحابہ کرام شامل تھے۔ انصار میں سے حضرات قتادہ بن نعمان اور سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہما جیسی شخصیات بھی اس لشکر میں شامل تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار ہو گیا۔ یہ لشکر ابھی جرف کے مقام پر ہی تھا۔ آپ کو کچھ آرام آیا تو اپنے سر اقدس پر پٹی باندھ کر باہر نکلے۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! حضرت اسامہ کی مہم کے لیے نکلو۔" پھر آپ کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔

مہاجرین میں سے ایک شخص (عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ) نے کہا: "اس غلام کو مہاجرین کا امیر مقرر کیا جاتا ہے۔" بہت سی گفتگو ہونے لگی۔ بعض گفتگو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سن لی اور گفتگو کرنے والے کا سختی سے رد کیا۔ انہوں نے یہ بات آپ کی بارگاہ میں عرض کی۔ جسے سن کر آپ سخت ناراض ہوئے۔ آپ بروز ہفتہ، ماہ مبارک کی گیارہ تاریخ اور ۱۱ھ کو باہر تشریف لائے۔ سر اقدس پر پٹی باندھ رکھی تھی آپ پر موٹی چادر تھی۔ آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا:

"امابعد! اے لوگو! یہ کیسی گفتگو ہے جو تم میں سے بعض افراد کی طرف سے مجھ تک پہنچی ہے۔ جو میں نے اسامہ کو امیر لشکر مقرر کیا ہے۔ اگر تم نے میرے اسامہ کو امیر لشکر بنانے پر اعتراض کیا ہے تو اس سے قبل تم نے ہی اس کے والد گرامی کو امیر لشکر بنانے پر اعتراض کیا تھا۔ اللہ کی قسم! وہ اس وقت امارت کا اہل تھا اور اسامہ ابھی امارت کا اہل ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو میرے پسندیدہ ہیں۔ ان میں ہر بھلائی پائی جاتی ہے۔ ان کے بارے حسن ظن رکھو یہ تمہارے بہترین افراد میں سے ہیں۔"

پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ وہ مسلمان جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عازم سفر ہونے لگے تھے وہ آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ پھر وہ جرف کے مقام پر لشکر گاہ میں چلے گئے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کاش! آپ اسامہ کو اس کی لشکر گاہ میں ٹھہرنے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔ حتیٰ کہ آپ صحت یاب ہو جائیں۔ اگر اسامہ اسی حالت میں روانہ ہو گئے تو انہیں خود سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔" آپ نے فرمایا: "حضرت اسامہ کی مہم کے لیے نکلو۔" صحابہ کرام لشکر گاہ تک پہنچ گئے۔ اتوار کی شب وہیں گزاری۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نیچے اترے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ اس روز اہل بیت آپ کو دوا پلا رہے تھے۔ حضرت اسامہ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ کی خدمت میں کچھ لوگ بھی تھے۔ خواتین آپ کے ارد گرد تھیں۔ حضرت اسامہ آپ پر جھکے۔ بوسہ لیا۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو نہیں فرما رہے تھے۔ آپ اپنے دست اقدس آسمان کی طرف بلند کرنے لگے۔ پھر دست اقدس حضرت اسامہ پر رکھتے گویا کہ آپ ان کے لیے دعا فرما رہے تھے۔ حضرت اسامہ اپنی اقامت گاہ کی طرف واپس آ گئے۔

پھر سوموار کا دن آ گیا۔ آپ کو کچھ افاقہ ہوا۔ حضرت اسامۃ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی برکت سے عازم سفر ہو جاؤ۔ جب انہوں نے دیکھا کہ آپ کو کچھ افاقہ ہوا ہے۔ تو انہوں نے آپ کو الوداع کہا اور اپنی لشکر گاہ میں چلے گئے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! الحمد للہ! اب آپ کو افاقہ ہو گیا ہے۔ آج بنت خارجہ کی باری ہے۔ آپ مجھے اذن مرحمت فرما دیں۔ آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ وہ السخ چلے گئے۔ حضرت اسامۃ لشکر کی طرف تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام سے کہا کہ وہ بھی لشکر گاہ میں آ جائیں۔ خود لشکر گاہ میں چلے گئے۔ صحابہ کرام کو کوچ کرنے کے لیے کہا۔ سورج کافی بلند ہو چکا تھا۔ جب حضرت اسامہ سوار ہونے کا ارادہ کر رہے تھے تو ان کے پاس حضرت ام ایمن کا قاصد آیا۔ اس نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ (آپ قریب الوصال تھے) حضرت اسامہ مدینہ طیبہ آ گئے ان کے ہمراہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح بھی تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ اسی روز آپ کا وصال ہو گیا۔ صحابہ کرام جو الجرف میں جمع تھے وہ مدینہ طیبہ آ گئے۔ حضرت بریدہ بن حصیب باندھا ہوا جھنڈا لے کر آئے اور اسے کاشانۂ اقدس کے دروازے پر گاڑھ دیا۔

جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی تو انہوں نے حضرت بریدہ کو حکم دیا کہ وہ جھنڈا لے کر حضرت اسامہ کے گھر جائیں تاکہ وہ عازم سفر ہو جائیں۔ وہ جھنڈا نہ کھولیں حتیٰ کہ دشمن پر حملہ کریں۔ انہوں نے حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اسی طرح روانہ ہو جاؤ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا تھا۔'' انہوں نے مسلمانوں کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ وہ پہلی جگہ خیمہ زن ہو گئے۔ حضرت بریدہ جھنڈا لے کر عازم سفر ہوئے۔ جب اہلِ عرب مرتد ہو گئے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عرض کی گئی کہ وہ لشکر اسامۃ کو روک لیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت اسامۃ کے پاس تشریف لے گئے۔ ان سے کہا کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ جائیں اور انہیں پیچھے رہ جانے کا اذن دے دیں۔ انہوں نے اسی طرح کیا۔ وہ عازم سفر ہوئے۔ ان کے منادی نے اعلان کیا کہ ان افراد میں سے کوئی فرد بھی پیچھے نہ رہے۔ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اس مہم کے لیے لبیک کہا تھا۔ ان میں سے جو شخص بھی میرے پاس لایا گیا جو ان کے ہمراہ نہ نکلا میں اسے پیدل ان تک پہنچنے کے لیے کہوں گا۔'' ان میں سے کوئی شخص بھی پیچھے نہ رہا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے وہ الجرف سے روانہ ہوئے۔ ربیع الآخر کا چاند طلوع ہو چکا تھا۔ مجاہدین کی تعداد تین ہزار تھی۔ جن میں ایک ہزار گھڑ سوار تھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک ساعت ان کے پہلو بہ پہلو چلے۔ فرمایا۔

''میں تمہارے دین کو تمہاری امانت کو اور اعمال کے خاتمے کو رب تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ میں نے حضور اکرم

ﷺ کو سنا ہے آپ تمہیں وصیت کر رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق عازم سفر ہو جاؤ۔ میں تمہیں نہ حکم دیتا ہوں نہ کسی امر سے روکتا ہوں۔ میں صرف اسی حکم کو نافذ کر رہا ہوں جو حضور اکرم ﷺ نے دیا ہے۔" وہ جلدی سے عازم سفر ہو گئے۔ وہ ان علاقوں میں سے گزرے جنہوں نے اسلام کو ترک نہیں کیا تھا۔ مثلاً جہینہ اور قضاعۃ کے قبائل۔ حتیٰ کہ وہ وادی القریٰ اترے۔ وہ بیس راتوں میں ابنی تک پہنچ گئے۔ بنو عذرہ کے ایک جاسوس حریث کو آگے بھیجا وہ ابنی تک پہنچے پھر واپس آئے اور ابنی سے دو راتوں کی مسافت تک حضرت اسامہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے بتایا کہ لوگ غافل ہیں۔ ان کا کوئی لشکر نہیں ہے۔ اس نے انہیں ان کے اکٹھے ہو جانے سے قبل ان پر حملہ کرنے پر ابھارا۔ حضرت اسامہ ابنی کی طرف تشریف لے گئے۔ اپنا لشکر تیار کیا اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ ان کے سرداروں کو قتل کیا اور جس پر قدرت ہوئی اسے قیدی بنایا۔ ان کے گھروں، کھیتوں اور کھجوروں کو جلا دیا۔ دھواں اور شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ ان کے میدانوں میں گھوڑے دوڑائے۔ انہوں نے وہ دن وہ مالِ غنیمت یکجا کرنے میں گزارا جو اسے ملا تھا۔ حضرت اسامہ اپنے والد گرامی کے گھوڑے پر تھے جس کا نام سبحہ تھا۔ حملہ میں اپنے والد گرامی کے باپ کو قتل کیا۔ انہوں نے گھڑسوار کے لیے ایک حصہ اور گھوڑے کے دو حصے نکالے خود بھی اتنا ہی حصہ لیا۔

رات ہوئی تو صحابہ کرام کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ پھر تیزی سے عازم سفر ہوئے۔ نو راتوں میں وہ وادی القریٰ پہنچے، ایک شخص کو بشارت دے کر مدینہ طیبہ بھیجا۔ پھر میانہ روی سے چلتے ہوئے چھ راتوں میں مدینہ طیبہ پہنچ گے۔ اس سریہ میں ایک مسلمان بھی شہید نہ ہوا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، مہاجرین اور اہلِ مدینہ طیبہ کے ہمراہ لشکر کے استقبال کے لیے نکلے۔ وہ مجاہدین کی سلامتی کی وجہ سے مسرور تھے۔ حضرت اسامہ اپنے والد گرامی کے گھوڑے سبحہ پر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ آگے آگے جھنڈا تھا جسے حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ وہ مسجد نبوی کے دروازہ تک پہنچ گئے۔ وہ مسجد کے اندر گئے۔ دو رکعتیں ادا کیں پھر اپنے گھر چلے گئے ہرقل اس وقت حمص میں تھا۔ اسے حضرت اسامہ کی اس فتح کی خبر پہنچ گئی۔ اس نے اپنی رابطہ فوج بلقاء بھیجی۔ وہ وہیں رہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے عہدِ خلافت میں مزید مہمات وہاں بھیجی گئیں۔

تنبیہ

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ان افراد میں شامل تھے جنہیں حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ابنی کی طرف نکلیں المورد، العیون اور الاشارہ میں اسی طرح لکھا گیا ہے۔ الفتح میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں اسی طرح لکھا ہے مگر ابن تیمیہ نے اپنی اس کتاب میں لکھا ہے۔ جو انہوں نے

ابن المطہر الرافضی کے جواب میں لکھا ہے "اہلِ علم میں سے کسی ایک نے بھی یہ نقل نہیں کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو لشکر اسامہ میں بھیجا ہو۔ آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ وہ آپ کی مرض کے ایام میں مسلمانوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر یہ کیسے تصور ہو سکتا ہے کہ آپ نے انہیں جہاد کے لیے عازم سفر ہونے کا حکم دیا ہو۔ حالانکہ آپ نے انہیں مسلمانوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔" انہوں نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں "انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں دو اعتبار سے اعتراض کی گنجائش موجود ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اہلِ علم میں سے کسی نے یہ نہیں لکھا...... حالانکہ محمد بن عمر اور ابن سعد نے اس امر کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ آئمہ مغازی میں سے ہیں۔ (۲) آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت اسامہ کے ہمراہ کیسے روانہ کر سکتے تھے...... یہ قول لازم نہیں ہے۔ آپ نے اپنی مرض کے آغاز سے قبل ہی یہ لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ جب مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ قرار دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائیں۔ ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک سریہ بھیجا جس میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ اس کا امیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی کم عمری کی وجہ سے اعتراض کیا۔ یہ بات آپ تک پہنچ گئی......

✿✿✿✿

اکیاسی واں باب

بعض ان شہروں کا تذکرہ جنہیں آپ نے فتح فرمایا

البحرین: امام عبدالرزاق نے حضرت جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابواسد بحرین کے قیدی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان میں سے ایک عورت کو دیکھا جو رو رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: "تجھے کیا ہوا ہے؟" اس نے عرض کی: "انہوں نے میرا بچہ فروخت کر دیا ہے۔" آپ نے ان سے پوچھا: "کیا تم نے اس کا بچہ فروخت کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے پوچھا: "کن میں فروخت کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا: "بنو عبس میں۔" آپ نے فرمایا: "تم خود سوار ہو جاؤ۔ اور وہ بچہ لے کر آؤ۔"

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم الحمد للہ رب العالمین حمداً طیباً کثیراً۔

✿✿✿✿

وفود کی بارگاہِ رسالت مآب میں آمد

پہلا باب

سورۃ النصر کے بعض فوائد

ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب حضور انور ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح فرما لیا۔ تبوک سے آپ فارغ ہو گئے۔ بنو ثقیف نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کی بیعت کا شرف حاصل کر لیا تو ہر سمت سے وفد آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے "مجھے ابو عبیدہ نے بیان کیا ہے کہ وفود ۹ ھ میں آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تھے۔ اسی سال کو سنۃ الوفود کہا جاتا ہے۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "اہلِ عرب اسلام کے بارے قبیلہ قریش کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ منتظر تھے کہ آپ اور قریش کے معاملہ کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش لوگوں کے راہ نما تھے۔ وہ ان کے راہبر تھے۔ خانہ کعبہ اور حرم پاک کے مجاور تھے۔ یہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد اور عرب کے قائد تھے۔ ان کی قیادت کا انکار کوئی نہ کرتا تھا۔ اسی قریش نے ہی آپ کے خلاف جنگ کی۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ قریش آپ کے قریب ہو گئے۔ اسلام نے ان پر غلبہ پا لیا۔ اہلِ عرب جان گئے کہ ان میں اتنی استطاعت نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کر سکیں۔ یا آپ سے عداوت رکھ سکیں۔ وہ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہو گئے جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وہ ہر سمت سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اہلِ عرب اپنے اسلام کے لیے فتح

مکہ کے منتظر تھے۔ وہ کہتے تھے"انہیں اوران کی قوم کو چھوڑ دو۔ اگر وہ ان پر غالب آگئے تو وہ سچے نبی ہوں گے۔" جب فتح مکہ کا واقعہ رونما ہوا تو ہر قوم نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی۔ میرے والد نے اپنی قوم سے جلدی اسلام قبول کرلیا۔"

سورۃ النصر کی تفسیر

الحافظ علامۃ شیخ برحان الدین البقاعی علیہ الرحمۃ نے سورۃ النصر کی تفسیر میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اس سورت نے دین اسلام کی تکمیل کے بارے بتایا ہے۔ جو اس کے نام کے مدلول کو لازم ہے۔ اس سے حضور اکرم ﷺ کے وقتِ وصال کا علم ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی یقینی علم حاصل ہوتا ہے کہ آپ اس دنیا میں رب تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے تشریف لائے ہیں۔ شیطان کی بات کو باطل کرنے کے لیے جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ اس سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ آپ کائنات ہست و بود کا خاصہ ہیں۔ آپ وددو مولیٰ کے سب سے عظیم بندے ہیں۔ اس کا نام اور نزول کی حالت بھی اس امر پر دلالت کررہے ہیں کہ آپ کا وصال ہوجائے گا۔ یہ حجۃ الوداع کے سال ایام تشریق میں نازل ہوئی۔

بسم اللہ

اس ذاتِ بابرکات کے اسم مبارک سے شروع کرتا ہوں سارا امر جس کے لیے ہے۔ وہ علیم اور حکیم ہے۔

الرحمان

وہ ذات بے ہمتا ہے جس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ اس نے ان پر احسان فرمایا کہ انہیں تخلیق کرنے کے بعد ان کے معاش اور معاد کو قائم کرنے کے لیے آپ کے وسیلہ سے ان کے لیے نجات کا رستہ اور بیان کی غایت کی وضاحت کردی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے آپ پر وہ قرآن حکیم اتارا جو سراپا معجزہ ہے جس نے اسے سنا گویا کہ اس نے رب تعالیٰ سے سنا۔

الرحیم

وہ ذاتِ بابرکات ہے۔ جس نے جسے چاہا اسے اپنے گروہ میں آنے کے لیے مختص کرلیا۔ صراطِ مستقیم کو لازم پکڑا اسے اپنے اہلِ قرب میں سے کردیا۔ جب اس سے پہلی سورت نے یہ ظاہر کردیا کہ کفار کی حالت اب یہ ہوگئی ہے کہ اس میں ان کے لیے کوئی عبرت نہیں۔ نہ ہی ان کی طرف التفات ہے۔ نہ ہی ان کی طرف سے کوئی خوف ہے۔ جب تک وہ عارضی صلح میں

ہیں تو پھر گویا کہ کہا گیا کہ کیا ان کفار پر نصرت ملے گی اور جنگوں میں ان پر نصرت حاصل ہوگی۔ تو اس پاکیزہ سورت سے یہ جواب دیا گیا اہلِ ایمان کو بشارت اور کفار کے لیے نذارت ہے۔ لیکن بالفعل یہ امر رونما نہ ہوا۔ مگر حجۃ الوداع کے سال۔ یعنی مکہ مکرمہ کی فتح کے دو سال بعد تو گویا کہ فتح اسی وقت قرار پذیر ہوئی۔ رب تعالیٰ نے اسی وقت یہ سورتِ مبارکہ نازل کر دی۔ غزوہ حنین سے واپس آنے سے قبل اس کا نزول ہوا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

اذا

جب ازل سے مقدرات معینہ اوقات کے ساتھ مختص ہیں۔ قدرت کا ہانکنے والا انہیں ہانک کر لے آتا ہے۔ یہ آہستہ آہستہ اس کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ تو یوں ہو گئے کہ گویا وہ اس کی طرف آنے والے ہیں۔ لہٰذا اس کا تذکرہ یوں کر دیا گیا کہ گویا کہ وہ امر رونما ہوگیا۔ فرمایا:

جاء

وہ امر قرار پذیر ہوگیا۔ مستقبل میں ثابت ہوگیا۔ کیونکہ اس کا وہ وقت آگیا جو ازل میں مقرر تھا۔ اضافت کر کے اس کی تعظیم میں اضافہ کیا۔ اسے اسم ذات کی طرف منسوب کیا۔ اور فرمایا:

نصر اللہ

یعنی وہ عظیم شہنشاہ جس کی کوئی مثال نہیں۔ اس کے علاوہ لوگوں پر کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ جس امر کا وہ ارادہ کر لے وہ ہو کر رہتا ہے۔ کیونکہ نصرت کے کئی درجات ہیں۔ ربِ تعالیٰ کے مطلق اضافت کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر اضافت اسم اعظم کی طرف کی جس سے مراد یہ ہے کہ اس سے مراد نصرت کی بلند ترین قسم ہے۔ فرمایا:

والفتح

یعنی وہ ذاتِ پاک جس کی سورت طیبہ حدیبیہ کے مقام پر نازل ہوئی جس نے اس کے اس گروہ کے غلبہ کی بشارت دی جس کے قائد آپ ہیں۔ ہادی اور مرشد آپ ہیں خصوصاً اس مکہ مکرمہ پر فتح کی بشارت دی جہاں اس کا مقدس گھر ہے۔ اس سے ہی اسکا دین غالب ہوا۔ اسی جگہ اس کی اصل ہے۔ اسی جگہ اس کے ستون کا مستقر اور جنود کا غلبہ ہے۔ اس سے سارا عرب مغلوب ہوگیا۔ اہلِ عرب نے کہا: ''اس ہستی پاک کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں جسے رب تعالیٰ نے

اہلِ حرم پر فتح عطا کی ہے۔وہ اسی کمزوری کے ساتھ بھاگ نکلے۔جب بعض پر یہ فتح ہوگئی تو ان کی وجہ سے سارے شہروں پر فتح ہوگئی۔اس میں ساری امم پر غلبہ کی طرف اشارہ ہے۔اسی لیے رب تعالیٰ اسے شرط کے اسلوب پر لے کر آیا ہے۔اس کے تحقق کی وجہ سے اسے اذا کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

ورائیت الناس

یعنی تم اہلِ عرب کو دیکھو گے وہ ساری امم کے ہاں حقیر تھے۔آپ کی وجہ سے وہ قائد بن گئے۔سارے اہلِ عرب ان کے تابع ہوگئے۔

یدخلون

آہستہ آہستہ وہ داخل ہوں گے۔ان کا دخول محدود مگر لگا تار ہے۔

فی دین اللہ

اس ذاتِ پاک کی شرع میں داخل ہوں گے خلق کی حالت میں اس کا حکم ہی غالب رہے گا کہ اس نے اس کفر پر ان کے لیے قہر نازل کیا جسے کوئی عاقل اپنے لیے پسند نہیں کرتا اور حالت اطاعت میں بھی وہی لوگوں کے اطاعت پر مجبور کرتا ہے۔اسے اس دین سے تعبیر کیا جس کا معنی جزاء ہے کیونکہ اہلِ عرب اس قیامت پر یقین نہیں رکھتے تھے جس کے بغیر جزاء مکمل نہیں ہوتی۔

افواجًا

وہ قبائل،جماعتوں اور گروہوں کی شکلوں مین دین اسلام میں داخل ہوں گے۔جیسے سارے قبیلہ کا مشرف باسلام ہونا گروہ کے بعد گروہ کا سلام قبول کرنا۔ہلکے پن اور سرعت کے ساتھ،اچانک اور نرمی کے ساتھ۔ایک ایک گروہ کر کے اسلام قبول کرنا۔کیونکہ انہوں نے کہا تھا"جب آپ اہلِ حرم پر فتح یاب ہو چکے ہیں۔جنہیں اللہ رب العزت نے اصحاب فیل سے پناہ عطا کی تھی۔جنہیں لوٹانے پر کوئی قادر نہ تھا۔ہم میں ان کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہے۔اس قیاس سے ان کے لیے عیاں ہوگیا۔اصحاب فیل کے اس قصہ سے جو بدیہی نتیجہ پر منتج ہوتا تھا۔جسے رب تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے لیے بطور ارھاص رونما کیا تھا۔اسے آپ کی دعوتِ مبارکہ کے لیے بنیاد بنایا تھا۔انہوں نے آپ کے سامنے اپنے ہاتھ پھینک

دیے۔ ان کے شہریوں اور دیہاتیوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ کیونکہ مقرر عبارت یہ ہے: "رب تعالیٰ نے اپنی ذاتِ والا کی حمد یوں بیان کی کہ اس نے جزیرۂ عرب سے بالفعل شرک کی نجس کو دور کیا۔ اس نے فرمایا:

فَسَبِّحْ

آپ اپنے قول اور فعل یعنی نماز وغیرہ سے اس کی پاکیزگی بیان کریں ایسی تسبیح بیان کریں جو آپ کے مولائے پاک کے موافق ہو۔ اس کے اعمال پر اس کی عمدہ تسبیح بیان کریں۔

بِحَمْدِ

یعنی کمال کے ساتھ۔

رَبِّكَ

اس ذات بابرکات کی تسبیح بیان کریں جس نے آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ دین حق کو مکمل کیا سرکشوں کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا۔ اس نے یہ سارا احسان آپ پر کیا۔ کیونکہ یہ سب کچھ آپ کی عزت و کرامت کی وجہ سے ہے۔ ورنہ وہ تو ہر حال میں عزیز و حکیم ہے۔ آپ رب تعالیٰ پر تعجب کرتے ہوئے تسبیح بیان کریں کہ اس نے اس فتح کو آسان فرمایا جو کبھی خطۂ قلب میں نہ آئی تھی۔ رب تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو اس مقصد کی تکمیل دکھا دی جس کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا۔ نیز یہ کہ پیروکار جو نیکی بھی کرتے ہیں۔ اسی کی مثل اس دین کے بانی کو بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔

جب رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ رب تعالیٰ کی ہر نقص سے تنزیہ بیان کریں۔ ہر کمال کے ساتھ اس کی توصیف بیان کریں۔ جو آپ کے رب تعالیٰ میں پائی جائے۔ آپ کو اس چیز کا حکم دیا جس سے اس عجز کا علم ہوتا ہے کہ اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی بلند پایۂ عظمت ہے جس کا تذکرہ دو بار اس نے اپنے اسم اعظم کے تذکرہ کے ساتھ کیا ہے کیونکہ علو اور عظمت کے اعتبار سے غیب کے اس محل (جگہ) کی طرف اس کی دلالت ہے جس کو پالینے کے بارے سوچا بھی نہیں جا سکتا اور گردنیں اس سے پرے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں۔ فرمایا: "وَاسْتَغْفِرْهُ" یعنی اس سے مغفرت طلب کرو۔ بلاشبہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ یہ بتاتے ہوئے کہ کوئی طاقت و قدرت نہیں رکھتا کہ اس کی قدر کا اندازہ لگا سکے۔ تاکہ آپ کی امت اس امر میں آپ کی اقتداء کرے جو اس کے لیے دوسری امان ہے۔ پہلی امان تو آپ کا وجود مسعود ہے جو ان کے سامنے ہے۔ آپ کے رفیق اعلیٰ اور محل اقدس کی طرف لوٹنے کا وقت آچکا ہے۔ آپ نے اس روز اسی طرح

بحیا جس روز مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا۔آپ نے اپنا سر اقدس جھکایا ہوا تھا۔قریب تھا کہ وہ آپ کے کجاوے کے وسط کو چھو لیتا۔یہ رب تعالیٰ کے لیے تواضع کے لیے تھا۔آپ کا مقصد یہ بھی تھا کہ آپ اپنے صحابہ کرام کو بتائیں کہ یہ سب کچھ رب تعالیٰ کی قوت کے ساتھ ہوا ہے۔صحابہ کرام کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہوا۔اس نے لطف کرتے ہوئے انہیں اس کا سبب بنا دیا ہے۔اسی لیے رب تعالیٰ نے ان میں سے اسے تنبیہ فرمادی جس نے ایسا گمان کیا تھا یا اس کے حاشیۂ ذہن سے یہ بات گزری تھی کہ اس میں کثرت کا عمل دخل ہے۔جبکہ انہیں غزوۂ حنین کی ابتداء میں ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد رونما ہوا تھا۔آپ کے ہمراہ ثابت قدم رہنے والے افراد کی تعداد تیس سے زائد نہ تھی۔اسی لیے اس نے آپ کو استغفار کا حکم دیا۔اس مقدر عبارت کی طرف سیاق چلایا" آپ اسی کی بارگاہ کی طرف رجوع کریں اس نے مؤکد انداز میں اس کی علت بیان کر دی۔تاکہ جو اسے ناممکن سمجھے اس کا امکان ہو جائے۔یہ اپنے ضمن میں یہ بات بھی لیے ہوئے ہے کہ ردت وغیرہ میں لوگ رجوع کریں گے۔فرمایا:

انه

یعنی اس نے آپ پر احسان کیا۔آپ کی امت پر آپ کو اپنا خلیفہ بنایا۔شاید یہ تاکید گزشتہ ذکر جلالت پر تاکید ہو جس کا تذکرہ دوبار ہوا ہے۔جو اس کی عظمت کی انتہاء پر دلالت کرتا ہے نیز اس امر پر دلالت ہے کہ اس ذاتِ والا کا ادراک نہیں ہو سکتا۔جو کبریاء،عزت،تجبر اور قہر کے حجابات میں ہے لیکن عموماً عادت یہ ہے عموماً ایسی ذات نہ تو عذر قبول کرتی ہے نہ نادم کو معاف کرتی ہے۔

كَانَ

وہ ہمیشہ سے ہے۔

تَوَّابًا

وہ اپنے اہلِ رحمت میں سے اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے جسے شیطان اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے۔اسی ذاتِ بابرکات نے آپ کے انصار کو لایا۔حالانکہ وہ پہلے کفر پر جمع تھے۔مختلف عداوتیں رکھتے تھے۔انہیں دین حق میں داخل کر کے آپ کی مدد کی۔وہ آہستہ آہستہ اس دین حق میں داخل ہوئے۔وہ آپ کو اس حالت میں بھی لے جائے گا۔جہاں رفیقِ اعلیٰ میں آپ کی رفعت کا ظہور ہوا۔وہ آپ کی امت میں ان لوگوں کو بھی لے آئے گا۔جن میں ردت یا کسی معصیت

کی وجہ سے خلل آجائے گا۔وہ انہیں بھلائی کی طرف لے آئے گا۔انہیں عمدہ طریقے سے لے آئے گا۔سورت طیبہ کا آخراس کی ابتداء کی طرف لوٹ آیا۔کیونکہ اگر اس کا توبہ قبول کرنے کا وصف متحقق نہ ہوتا تو ایسا نامر نہ ملتا جس سے فتح نصیب ہوتی۔اس کا مقطع اور مطلع باہم نبرد آزما ہو جاتے۔اس سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ ہر جملہ اپنے سے پہلے جملے کا مسبب ہے رب تعالیٰ کی بندہ پر نظر کرم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ استغفار میں مشغول ہو جاتا ہے وہ توبہ کو شروط کے ساتھ بجالاتا ہے۔یہ رب تعالیٰ کے کمال کے بارے اعتقاد کا ثمرہ ہے۔اسی پر آپ کے دین حق کے غلبہ نے دلالت کی۔اس میں داخل ہونے والے کے لیے تفسیر بیان کر دی۔حالانکہ وہ سارے لوگوں سے زیادہ خود دار تھے۔ہمت کے اعتبار سے سب سے بلند تھے۔وہ شدت سے آپ کا انکار کرتے تھے۔وہ آپ پر غلبہ پالینے کی شدید آرزو رکھتے تھے۔یہی اس فتح کا فائدہ ہے۔جو نصرت کی نشانی ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آخری آیت میں وہ مضبوطی ہے۔جو استغفار کے حکم پر علت بیان کی گئی ہے۔"شیخ برھان الدین بقاعی کا کلام ختم ہوا بقیہ تذکرہ آپ کی وفات میں آئے گا۔

تنبیہات

❶ اس میں اختلاف نہیں کہ یہ سورت مدنی ہے۔مدنی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔خواہ وہ مکہ مکرمہ میں ہی نازل ہوئیں ہوں۔معتمد مؤقف یہی ہے۔بزار، ابویعلی اور امام بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ سورت ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی۔آپ کو علم ہو گیا کہ آپ دار فانی کو الوداع کہنے والے ہیں۔آپ نے قصواء اونٹنی لانے کا حکم دیا۔اسے لایا گیا آپ نے اس پر اپنا مشہور خطبہ ارشاد فرمایا۔

❷ امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"سورۃ النصر سب سے آخر میں نازل ہوئی۔"امام ترمذی اور امام حاکم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"سورۃ المائدۃ اور سورۃ الفتح آخری سورتیں ہیں جو نازل ہوئیں۔شیخ نے الاتقان میں لکھا ہے۔""یعنی اذا جاء نصر الله والفتح" الحافظ نے لکھا ہے"ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ سورۃ النصر کی آخری آیت کا نزول مکمل ہوا۔بخلاف سورت برات کے۔میں کہتا ہوں۔"الطبرانی نے حضرت ابن عمر سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔قرآن پاک کی جو آخری سورت نازل ہوئی وہ سورۃ النصر ہے۔"

❸ کشاف کے اس قول کے بارے سوال کیا گیا کہ سورۃ النصر ایام تشریق میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی اس کا آغاز اذا سے کیوں کیا جو مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔الحافظ نے اس قول کے ضعف کا قول کیا ہے۔اگر اسے

صحیح مانا جائے تو پھر فتح کے ساتھ شرط مکمل نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ لوگوں کا جوق در جوق آنا مکمل نہیں ہوا تھا۔ بقیۃ الشرط مستقبل ہی ہے۔ الطیبی نے ایک سوال وارد کیا ہے اور پھر اس کے دو جواب دیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اِذا کبھی کبھی اِذ کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے کہ اس فرمانِ عالی شان میں ہے:

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا۔ (الجمعۃ:۱۱)

ترجمہ: "اور (بعض لوگوں نے) جب دیکھا کسی تجارت یا تماشا کو۔"

دوسرا یہ کہ رب تعالیٰ کا کلام قدیم ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے "ہر دو جوابوں میں نظر ہے جو کسی پر مخفی نہیں۔"

◆ الحافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس جگہ میں فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ یہ ایک قول ہے۔ عرب کے قبائل اپنے اسلام کو فتح مکہ کے ساتھ ملاتے تھے۔ وہ کہتے تھے "انہیں چھوڑ دو۔ ان کی قوم کو چھوڑ دو۔ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آجائیں تو پھر یہ نبی ہوں گے۔ جب رب تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ فتح کرا دیا۔ لوگ دین الٰہی میں جوق در جوق داخل ہونے لگے۔ ابھی دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ سارا جزیرہ عرب ایمان لے آیا۔ سارے قبائل عرب اسلام کا مظہر بن گئے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔" یا سارے شہروں کی فتح مراد ہے۔

✿✿✿✿

دوسرا باب

وفود کے لیے آپ کی زیب وزینت، ان کی اجازت اور وفد کا معنی

اول: وفود کے لیے آپ کی زیب وزینت۔ حضرت جندب بن مکیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب آپ کی خدمت میں وفود حاضر ہوتے تو آپ خوبصورت کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ میں نے آپ کی زیارت کی۔ کندہ کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے یمانی حلّہ پہن رکھا تھا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی عمدہ کپڑے پہن رکھے تھے۔'' اس روایت کو ابن عمر اسلمی، ابونعیم نے المعرفہ میں اور ابوالحسن الضحاک نے روایت کیا ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کپڑا پہن کر آپ وفود کے پاس تشریف لاتے تھے۔ وہ حضرمی تھا۔ جس کی لمبائی چار ذراع اور چوڑائی دو ذراع اور ایک شبر تھا۔ یہ کپڑا بعد میں خلفاء کے پاس رہا۔ وہ بوسیدہ ہوگیا تو انہوں نے اسے ایک کپڑا میں لپیٹ دیا وہ اسے عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے روز پہنتے تھے۔

دوم: ان کی اجازت کے بارے......

سوم: وفد کا معنی۔ الصحاح میں ہے ''وفد فلان علی الامیر'' یعنی وہ قاصد بن کر گیا فھو وافد۔ اس کی جمع وفد ہے۔ جیسے صاحب اور صحب۔ اسی طرح وفد کی جمع اوفاد اور وفود ہے اس کا اسم الوفادۃ ہے۔ اوفدتہ انا ای الی الامیر ارسلتہ۔ المصباح میں ہے: ''وفد علی القوم وفداً'' یہ باب وعد سے ہے۔ مصدر وفود فھو وافد ہے۔ اس کی جمع وفاد اور وُفّد اور وَفد آتی ہے۔ جیسے صاحب اور صحب۔ وفد کی جمع اوفاد اور وفود آتی ہے۔''
النہایۃ میں ہے'' وفد سے مراد وہ قوم ہوتی ہے جو جمع ہوتی ہے۔ وہ کسی شہر جاتی ہے۔ اس کا واحد وافد ہے۔ اسی طرح اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو وفد اور زیارت کے لیے جو بخشش اور عطیات کے لیے جاتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے۔
وَفَدَ یفد فھو وافد و اوفدتہٗ فوفد و اوفد علی الشیء فھو موفد۔ اذا اشرف۔
المورد میں ہے: ''الوفد سے مراد قوم میں ایسے چیدہ افراد مراد ہیں۔ جسے قوم عظیم لوگوں سے ملاقات کے لیے چن لیتی ہے۔

چہارم: الحافظ نے لکھا ہے "ابن سعد نے الطبقات میں وفود کے لیے ایک علیحدہ باب باندھا۔ انہوں نے عمدہ طریقہ سے ان کا گھیراؤ کیا ہے۔ ان کا کلام اس اعتبار سے سب سے جامع ہے۔ انہوں نے نافع بن زید حمیری کا قصہ نہیں لکھا۔ حالانکہ انہوں نے حمیر کے وفد کا تذکرہ کیا ہے۔" میں نے ان وفود کا تذکرہ کیا ہے جن کا تذکرہ ابن سعد نے کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کثیر وفود کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کا تذکرہ ابن سعد نے بھی نہیں کیا۔ میں نے انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی ہے۔ تاکہ جستجو کرنے والے کے لیے آسان ہو جائے۔ ابن سعد کے شیخ محمد بن عمر اسلمی نے کتاب الوفد لکھی ہے۔ جن میں ایسے فوائد کا تذکرہ ہے۔ جن سے ابن سعد بھی واقف نہیں ہیں۔

پنجم: بعض وفد ۹ ھ سے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ البدایہ میں ہے: "فتح مکہ سے قبل حاضر ہونے والے وفود سے آگہی اور تمیز ہونا ضروری ہے کیونکہ ان کے وفود کو ھجرۃً شمار کیا جائے گا۔ اسی طرح ان وفدوں سے آگہی ہونا ضروری ہے جو فتح مکہ کے بعد حاضر خدمت ہوئے تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھی خیر اور بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ (الحدید:۱۰)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی برابری نہیں کر سکتا ان کی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے (راہِ خدا میں) مال خرچ کیا اور جنگ کی ان کا درجہ بہت بڑا ہے ان سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جنگ کی (ویسے تو) سب کے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے بھلائی کا۔"

تنبیہ

وفود کی ابتداء کے بارے اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وفود اس وقت آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے جب آپ جعرانہ سے واپس تشریف لائے۔ یہ ۸ ھ اور اس کے بعد کی مدت ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وفد غزوۂ تبوک کے بعد حاضر ہوئے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے ۹ ھ کو سنۃ الوفود کہا جاتا ہے۔

❁❁❁❁

تیسرا باب

وفد احمس

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت قیس بن عزبۃ احمس کے ۲۵۰ افراد کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا: "تم کون ہو؟" انہوں نے عرض کی: "ہم احمس اللہ ہے۔" زمانہ جاہلیت میں انہیں اسی طرح کہا جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "تم آج اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔" آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: "بجیلۃ کے وفد کو عطا کرو۔ احمیسین سے ابتداء کرو۔" انہوں نے اسی طرح کیا۔

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "بجیلہ کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: "بجیلین کو لکھ لو۔ احمیسین سے آغاز کرو۔" قیس کا ایک شخص پیچھے رہا۔ اس نے کہا: "تاکہ میں دیکھو کہ حضور اکرم ﷺ ان سے کیا فرماتے ہیں؟" آپ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی: "مولا! ان پر جود و کرم فرما۔ مولا! ان میں برکت فرما۔" ایک اور روایت میں ہے: "احمس اور قیس کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "قیس سے قبل احمیسین سے آغاز کرو۔" پھر آپ نے احمس کے لیے دعا مانگی۔ یوں عرض کی: "مولا! احمس، اس کے پیادہ دستوں اور گھڑسواروں میں برکت فرما۔" آپ نے سات بار یہ دعا مانگی۔ (امام احمد)

✿✿✿✿

چوتھا باب

وفد از دشنوءۃ

ابن سعد نے حضرت منیر بن عبداللہ الازدی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"صرد بن عبداللہ ازدی بنو ازد کا وفد لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔یہ وفد دس سے زائد افراد پر مشتمل تھا۔وہ فروہ بن عمرو کے گھر آئے۔انہوں نے انہیں عطیات دیے۔عزت بخشی۔انہوں نے وہاں دس روز تک قیام کیا۔اسلام سے وابستہ ہو گئے۔حضرت صرد ان میں سے افضل تھے۔حضور اکرم ﷺ نے انہیں ان کی قوم کے مسلمانوں پر انہیں امیر مقرر کیا۔انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ ملے ہوئے یمنی مشرک قبائل کے ساتھ جہاد کریں۔حضرت صرد حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق روانہ ہوئے۔حتیٰ کہ وہ جرش اترے۔اس وقت وہ ایک قلعہ بند شہر تھا۔وہاں یمن کے قبائل رہتے تھے۔انہوں نے اس شہر کے ارد گرد فصیل بنا رکھی تھی۔بنو خثعم بھی ان کی طرف گئے۔ان کے ساتھ قلعہ بند ہو گئے۔حتیٰ کہ انہوں نے ان مسلمانوں کے بارے سن لیا جو ان کی طرف آ رہے تھے۔انہوں نے انہیں اسلام کی طرف بلایا مگر ان قبائل نے انکار کر دیا۔انہوں نے تقریباً ایک ماہ تک ان کا محاصرہ کیے رکھا۔وہ ان کے مویشیوں پر حملہ کرتے اور انہیں پکڑ لیتے۔پھر وہ ایک پہاڑ کی طرف چلے گئے۔جسے شکر کہا جاتا تھا۔قبائل نے سمجھا کہ شاید مسلمان ہزیمت کھا کر پیچھے چلے گئے ہیں۔انہوں نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں جا لیا۔

مسلمانوں نے صف بندی کر لی۔جیسے چاہا مشرکین کو تہ تیغ کیا۔ان کے بیس گھوڑوں پر قبضہ کر لیا اور طویل دن تک ان پر لڑتے رہے۔اہلِ جرش نے اپنے دو افراد بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجے تھے جو مختلف خبروں کی ٹوہ میں تھے۔وہ عصر کے بعد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے۔آپ نے پوچھا:"رب تعالیٰ کے شہروں میں شکر کہاں واقع ہے؟" انہوں نے عرض کی:"ہمارے شہروں کی طرف ایک پہاڑ ہے۔اسے اکثر کہا جاتا ہے۔اہلِ جرش نے اس کا یہ نام رکھا ہے۔" آپ نے فرمایا:"اس کا نام اکثر نہیں بلکہ 'شکر' ہے۔" انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کی کیا حالت ہے؟" آپ نے فرمایا:"ابھی اس کے پاس رب تعالیٰ کے اونٹ ذبح ہو رہے ہیں۔" آپ نے انہیں فرمایا کہ اس کے قریب جنگ ہو رہی ہے۔اور حضرت صرد ان پر غالب آ رہے ہیں۔" وہ دونوں شخص حضرات ابوبکر صدیق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔انہوں نے ان سے فرمایا:"تمہارے لیے ہلاکت! حضور اکرم ﷺ تمہیں تمہاری قوم کی ہلاکت کی خبر دے رہے ہیں۔تم بارگاہِ

رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ اور عرض کرو کہ آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ تم سے یہ عذاب اٹھا لے۔" وہ دونوں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ رب تعالیٰ ان کی قوم سے یہ ہلاکت اٹھا لے۔ آپ نے عرض کی: "مولا! ان سے یہ مصیبت اٹھا لے۔" وہ بارگاہِ رسالت پناہ سے روانہ ہوئے۔ اپنی قوم کی طرف گئے۔ انہوں نے پایا کہ ان کی قوم کو اسی روز تباہی کے سامنا کرنا پڑا تھا جس روز آپ نے ان سے فرمایا تھا۔ حضرت صرد نے ان پر اسی وقت حملہ کیا تھا جس وقت کا تذکرہ آپ نے فرمایا تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے "ان دونوں نے اپنی قوم کو سارا واقعہ سنایا۔ وفد جرش عازم سفر ہوا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے انہیں فرمایا: "تمہیں خوش آمدید! جو سارے لوگوں سے زیادہ حسین ہیں۔ جو ملاقات کے اعتبار سے سب سے سچے ہیں۔ کلام کے اعتبار سے سب سے شیریں ہیں۔ جو امانت کے اعتبار سے عظیم ہیں۔ تم مجھ سے اور میں تم سے ہوں۔" آپ نے مبرور ان کے لیے شعار بنایا۔ ان کی بستی کے اردگرد مشہور علامات پر ان کے لیے چراگاہ مقرر فرمائی جو گھوڑوں، سواریوں اور کھیتی باڑی کرنے والے جانوروں کے چرنے کے لیے محفوظ تھی۔ جو دیگر لوگ وہاں جانور چراتے تو اس کے جانور ضبط کر لیے جاتے تھے۔

پانچواں باب

وفدِ ازدِ عمان

ابن سعد نے لکھا ہے "اہلِ عمان نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا۔ جو انہیں شریعتِ اسلامیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے اموال سے صدقہ لیتے تھے۔ ان کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ان میں اسد بن بیرح الطاحی تھے۔ انہوں نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ ان کے ساتھ کسی شخص کو بھیجیں۔ جو ان کے معاملات کا والی بنے۔ حضرت مخربۃ العبد مدرک بن خوط سے عرض کی۔ آپ مجھے ان کے پاس بھیج دیں۔ انہوں نے مجھ پر احسان بھی کیا تھا۔ انہوں نے جنوب کے روز مجھے گرفتار کیا تھا۔ پھر مجھے پر احسان کر کے مجھے آزاد کر دیا تھا۔" آپ نے انہیں ان کے ہمراہ عمان کی طرف بھیج دیا۔ حضرت سلمہ بن عیاذ الازدی اپنی قوم کے افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ عرض کی کہ وہ کس کی عبادت کریں اور آپ کس کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے انہیں بتایا تو انہوں نے عرض کی: "آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں "وہ ہماری جمعیت اور الفت کو جمع کر دے۔" آپ نے ان کے لیے دعا مانگی۔ حضرت سلمہ اور ان کے ساتھی ایمان لے آئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "ازد ایک بہترین وفد ہے۔ ان کے منہ سے خوشبو آتی ہے۔ وہ اپنی قسمیں پوری کرتے ہیں۔ ان کے دل پاک ہیں۔" حضرت طلحہ بن داؤد سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بہترین دودھ پلانے والے اہل عمان ہیں۔" یعنی ازد۔ (الطبرانی)

حضرت بشر بن عصمۃ اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ازد مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ جب وہ ناراض ہوتے ہیں تو میں ان کے لیے ناراض ہوتا ہوں۔ جب میں ناراض ہوتا ہوں تو وہ میرے لیے ناراض ہو جاتے ہیں۔ جب وہ راضی ہوتے ہیں تو میں ان کے لیے راضی ہو جاتا ہوں اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو وہ میرے لیے راضی ہو جاتے ہیں۔" (الطبرانی)

حضرت ابو لبید سے روایت ہے کہ اہلِ عمان میں سے ایک شخص ہجرت کرتے ہوئے مدینہ طیبہ آیا۔ اس کا نام بیرح بن اسد تھا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔ وہ مدینہ طیبہ کے رستہ میں تھا کہ اس کی ملاقات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا: "تم کون ہو؟" اس نے کہا: "میرا تعلق اہلِ عمان سے ہے۔" انہوں نے پوچھا: "کیا اہلِ

عمان سے ہو؟" اس نے عرض کی: "ہاں!" انہوں نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔ کہا: "یہ اس سرزمین کے لوگوں میں ہے جس کا تذکرہ آپ نے زبان رسالت مآب سے سنا ہے۔" انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ کو سنا۔ آپ فرمارہے تھے۔" میں اس سرزمین کو جانتا ہوں۔ جسے عمان کہا جاتا ہے جس کے ایک کونے کو سمندر سے سیراب کیا جاتا ہے۔ وہاں عرب کا ایک قبیلہ آباد ہے۔ اگر میرا قاصد ان کے پاس پہنچے تو وہ نہ اسے تیر ماریں گے نہ پتھر۔
(امام احمد)

چھٹا باب

وفد بنی اسد

ابن سعد نے محمد بن کعب القرظی سے اور ہشام بن محمد بن سائب الکلبی نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ بنو اسد بن خزیمہ کا ایک وفد آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا۔ یہ ۹ ھ کی ابتداء تھی۔ ان میں حضرات حضرمی بن عامر، ضرار بن ازور، وابصہ بن معبد، قتادۃ بن قائف، سلمہ بن جبیش، طلیحہ بن خویلد اور نقادۃ ابن عبداللہ بن خلف شامل تھے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ انہوں نے سلام عرض کیا۔ ان کے متکلم نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک ہے۔ آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' حضرمی نے کہا: ''ہم قحط سالی میں رات کی تاریکی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے کوئی قاصد بھی ہماری طرف نہیں بھیجا۔ ان کے بارے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

یَمُنُّوۡنَ عَلَیۡکَ اَنۡ اَسۡلَمُوۡا ؕ (الحجرات:۱۷)

ترجمہ: ''وہ احسان جتلاتے ہیں آپ پر کہ وہ اسلام لے آئے۔''

امام نسائی، بزار، ابن مردویہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، الطبرانی اور ابن مردویہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن اوفی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''بنو اسد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے اسلام قبول کیا۔ لیکن ہم نے آپ کے ساتھ اس طرح قتال نہیں کیا جیسے آپ کے ساتھ عرب نے قتال کیا ہے۔ یا بنو فلاں نے قتال کیا ہے۔'' اس وقت مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کے بنو الزینۃ کے بعض افراد بھی تھے۔ وہ بنو مالک بن ثعلبہ تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم بنو الرشدۃ ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہم بنو محولۃ کی مانند نہیں ہوں گے۔'' یعنی بنو عبداللہ بن غطفان انہوں نے اس روز آپ سے عیافہ، کہانت اور کنکریاں مارنے کے بارے پوچھا۔ آپ نے انہیں ان تمام امور سے منع کر دیا۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! ہم زمانہ جاہلیت میں یہ امور سر انجام دیتے تھے۔ کیا کوئی خصلت باقی رہ گئی ہے۔ آپ نے پوچھا: ''وہ کیا ہے۔'' پھر فرمایا: ''وہ خط (رمل) ہے۔ جسے انبیائے کرام میں سے ایک نبی جانتے تھے۔ جس کا علم ان کے علم سے مطابقت کر گیا وہ اسے جان لے گا۔''

ابن سعد نے بنو اسد پھر بنو مالک بن مالک کے افراد سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نقادۃ بن عبداللہ سے فرمایا: "اے نقادہ! میرے لیے ایک ایسی اونٹنی تلاش کرو جسے دھونا آسان ہو۔ جس پر سوار ہونا آسان ہو۔ اگر اس کے سامنے اس کے بچے کو ذبح کیا جائے تو اسے کچھ نہ ہو۔" انہوں نے اپنے مویشیوں میں تلاش کیا مگر ایسی اونٹنی نہ مل سکی۔ انہوں نے اسے اپنے چچازاد کے ہاں پالیا جنہیں سنان بن ظفیر کہا جاتا تھا۔ انہوں نے ان سے اسے مانگ لیا حضرت نقادۃ نے اسے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس کی کھیری کو مس کیا۔ حضرت نقادہ کو بلایا۔ انہوں نے اس کا دودھ نکالا۔ جب اس کا کچھ دودھ باقی تھا تو آپ نے ان سے فرمایا: "نقادۃ! دودھ کے داوائی کو چھوڑ دو۔" آپ نے وہ دودھ نوش کیا اپنے صحابہ کرام کو بھی اس میں سے پلایا۔ حضرت نقادہ نے آپ کا بقیہ دودھ پینے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! اس اونٹنی میں برکت فرما۔ اور اس میں برکت فرما جس نے اسے بطور عطیہ دیا ہے۔" حضرت نقادہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! اس کے لیے بھی دعا فرمائیں جو اسے لے کر آیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اور جو اسے لے کر آیا ہے۔"

تنبیہات

❶ آپ نے فرمایا: "یہ ایک ایسا خط ہے جسے ایک نبی جانتے تھے۔" المطالع اور التقریب میں ہے "اس سے مراد خط رمل اور اس امر کی معرفت ہے جو اس پر دلالت کرے۔" النہایہ میں ہے "حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے: "اس سے مراد وہ خط ہے جسے الحازی کھینچتا تھا۔ اس علم کو لوگوں نے ترک کر دیا ہے۔ ایک محتاج شخص الحازی کے پاس آتا۔ وہ اسے نذرانہ پیش کرتا۔ وہ اسے کہتا: "بیٹھ جاؤ حتیٰ کہ میں تمہارے لیے خط کھینچوں۔" حازی کے سامنے ایک غلام ہوتا تھا جس کے ہمراہ میل ہوتا تھا۔ وہ نرم زمین پر آتا۔ وہاں کثیر خطوط کھینچتا وہ انہیں جلدی جلدی کھینچتا تاکہ وہ شمار نہ ہو سکیں۔ پھر واپس آتا اور آہستہ آہستہ دو دو خط مٹا دیتا۔ اس کا غلام فال پکڑتے ہوئے کہتا: "ابنی عیان! اسرعا البیان" اگر دو خط باقی رہتے تو وہ کامیابی کی علامت ہوتے اور اگر ایک خط باقی رہ جاتا تو وہ نقصان کی علامت ہوتا۔" الحربی نے لکھا ہے "خط یہ ہے کہ یہ خطوط کھینچتے جاتے ہیں۔ پھر ان پر جَو یا گٹھلی ماری جاتی ہے۔ آدمی کہتا ہے کہ یوں یوں ہوگا۔ یہ کہانت ہی کی ایک قسم ہے۔" ابن الاثیر نے لکھا ہے "جس خط کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ایک مصروف علم ہے اس کے بارے لوگوں کی بہت سی تصانیف ہیں۔ یہ لوگ آج تک اس پر عمل پیرا ہیں۔ اس کے بارے ان کی بہت سی وضاحتیں، اصطلاح اور کثیر عمل ہے۔ وہ دل کی مخفی بات نکالتے ہیں اور اس میں بہت سی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔

❷ رمل کی قسم حرام ہے۔ شوافع اور حنابلہ وغیرہما کا یہی مؤقف ہے۔ امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے۔

انہوں نے "باب تحریم الکلام فی الصلاۃ" میں رقم کیا ہے۔ "علماء کرام کی گفتگو سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی ممانعت پر اتفاق ہے۔

◆ آپ نے فرمایا: "اس علم کو انبیاء کرام میں سے ایک نبی جانتے تھے۔" میری یادداشت میں ہے کہ شاید وہ حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ میں اسے نہیں جانتا جس نے اس کا تذکرہ کیا ہو۔ وہ اسے تحریر کیا جاتا۔

◆ "جس کا علم ان کے علم کے مطابق ہوگیا وہ جان گیا" صحیح مسلم میں ہے "جس کا خط ان کے خط کے موافق ہوگیا تو یہ اس کے لیے مباح ہے۔ لیکن ہمیں موافقت کا یقینی علم نہیں ہوسکتا لہٰذا یہ مباح نہیں ہے۔ مقصود یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔ یہ مباح نہیں ہوسکتا مگر موافقت کے یقین کے ساتھ۔ لیکن موافقت کا یقینی علم ہمارے پاس نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "جس کا خط ان کے خط کے موافق ہوگیا تو اس کے لیے مباح ہے۔" موافقت کی شرط کے بغیر آپ نے اسے حرام نہ فرمایا تاکہ وہم کرنے والا یہ وہم نہ کرے کہ اس نہی میں وہ نبی بھی شامل تھے جو یہ خط کھینچا کرتے تھے۔ آپ اس نبی کی عزت وحرمت کا پاس فرماتے ہوئے ہمارے حق میں اس کا حکم بیان کر دیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس نبی کے حق میں اس کی ممانعت نہ تھی۔ اسی طرح اگر تم اس کی موافقت کو جان لو۔ لیکن موافقت جاننے کا علم تمہارے پاس نہیں ہے۔

ساتواں باب

وفد اسلم

ابن سعد نے لکھا ہے "حضرت عمیر بن افصی بنو اسلم کے وفد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ ہم نے آپ کے طریقوں کی اتباع کی ہے۔ ہم کو اپنے ہاں ایسا مقام عطا کریں۔ جس سے اہلِ عرب ہماری فضیلت کو جان لیں۔ ہم انصار کے بھائی ہیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ وفاء کریں گے۔ یہ سختی اور نرمی کے وقت آپ کی نصرت کریں گے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسلم کا قبیلہ اسلام لے آیا۔ رب تعالیٰ اسے سلامت رکھے۔ غفار کا قبیلہ بھی اسلام لے آیا۔ رب تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔" آپ نے بنو اسلم اور ان قبائل عرب کے لیے مکتوب گرامی لکھوایا۔ جو ساحل اور میدان میں بستے تھے۔ اس میں صدقہ اور جانوروں کی زکوٰۃ کا تذکرہ کیا۔ یہ مکتوب حضرت ثابت بن قیس نے لکھا اور حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اس کے گواہ بنے۔

آٹھواں باب

اسید بن ابی اناس کا حاضر خدمت ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسید کا خون اس وقت مباح قرار دے دیا۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی کہ اس نے آپ کی ہجو بیان کی ہے۔ اسید طائف پہنچا وہیں ٹھہرا رہا۔ جب آپ نے مکہ مکرمہ فتح فرمالیا۔ تو حضرت ساریہ بن زنیم طائف گئے۔ اسید نے ان سے پوچھا: "کیا خبر ہے؟" انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غلبہ عطا کیا ہے۔ دشمن پر آپ کی نصرت کی ہے۔ اے میرے بھتیجے! آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ کیونکہ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہے آپ اسے قتل نہیں کرتے۔"

اسید نے اپنی بیوی کو سوار کیا۔ وہ اس وقت حاملہ تھی۔ وہ روانہ ہوئے قرن الثعالب کے پاس ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اسید اپنے اہلِ خانہ کے پاس گیا۔ قمیص پہنی۔ عمامہ باندھا۔ پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ حضرت ساریہ بن زنیم تلوار لیے آپ کے سر اقدس کے پاس کھڑے تھے۔ حضرت اسید آئے۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ عرض کی: محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ نے اسید کے خون کو مباح قرار دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں!" انہوں نے عرض کی: "کیا وہ مؤمن بن کر حاضر خدمت ہو جائے تو کیا آپ اسے قبول کر لیں گے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں!" انہوں نے اپنا ہاتھ آپ کے دستِ اقدس میں رکھا اور عرض کی: "یہ میرا ہاتھ آپ کے دستِ اقدس میں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔" آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ اسید بن ابی اناس ایمان لا چکے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پناہ عطا کی ہے۔ آپ نے ان کے چہرے کو مس کیا۔ دستِ اقدس ان کے سینے پر پھیرا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت اسید اگر تاریک کمرہ میں داخل ہو جاتے تو وہاں اجالا ہو جاتا تھا۔

حضرت اسید نے یہ اشعار کہے:

أَ أَنت الفتى تهدى معدا لربّها بل الله يهديها و قال لك اشهد

ترجمہ: "کیا آپ وہ ذاتِ والا ہیں جس نے معد کو اس کے رب کی طرف ہدایت دی۔ بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی اور آپ سے فرمایا کہ گواہ بن جاؤ۔"

فما حملت من ناقۃ فوق کورھا ابرو اوفی ذمۃً من محمد

ترجمہ: "اونٹنی نے اپنے کجاوے پر کسی ایسی ذات کو سوار نہیں کیا جو محمد عربی ﷺ سے زیادہ پاکباز اور وعدہ پورا کرنے والی ہو۔"

و اکسی لبرد الحال قبل ابتذالہ و اعطی لرأس السابق المتجرد

ترجمہ: "جو یمن کی چادر عطا کرنے والا ہو لیکن اس کے استعمال سے پہلے اور آگے بڑھنے والا عمدہ گھوڑا عنایت کرنے والا ہو۔"

تعلّم رسول اللہ انک قادر علی کل حیّ متھمین و منجد

ترجمہ: "یارسول اللہ! آپ جان لیں کہ آپ ہر قبیلہ پر قادر ہیں خواہ وہ پست جگہ ہو یا بلند جگہ پر ہو۔"

تعلّم بانِ الرکب رکب عویمر ھم الکاذبون المخلفوا کل موعد

ترجمہ: "آپ جان لیں کہ کاروانِ عویمر وہ کارواں ہے۔ جو جھوٹا ہے اور ہر قسم کا وعدہ توڑنے والا ہے۔"

انبوا رسول اللہ ان قد ھجوتہ فلا رفعت سوطی الیّ یدی

ترجمہ: "انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو بتایا ہے کہ میں نے آپ کی ہجو بیان کی ہے تو پھر ہاتھ میری طرف میرا ڈنڈا نہ اٹھائے۔"

سوی اننی قد قلت یاویح فتیۃ اصیبوا بنحس لا یطاق و اسعد

ترجمہ: "سوائے اس کے کہ میں نے کہا ہے کہ ان جوانوں پر افسوس! جو بدبختی میں مارے گئے۔ جن میں طاقت نہ تھی نہ ہی وہ سعادت مند تھے۔"

اصابھم من لم یکن لدمائھم کفیئًا فعزت حسرتی و تنکدی

ترجمہ: "انہیں ان لوگوں نے تکلیف دی جن کے خون کا کوئی بدل نہ تھا۔ مجھ پر حسرت غالب آگئی اور زندگی مکدر ہوگئی۔"

ذویبا و کلثومًا و سلما و ساعدًا جمیعًا بان لا تدمع العین تکمد

ترجمہ: "ذویب، کلثوم، سلم اور ساعد سب مارے گئے۔ اگر آنکھ آنسو نہیں بہائے گی تو وہ غمزدہ ضرور ہوگی۔"

جب انہوں نے پہلا مصرعہ پڑھا تو حضور والا ﷺ نے فرمایا: "بل اللہ یھدیھا" شاعر نے پورا مصرعہ یوں مکمل کر دیا۔ "بل اللہ یھدیھا و قال لک اشھد" اس روایت کو ابن شاہین نے المدائنی سے متعدد اسناد سے روایت کیا ہے۔

تنبیہات

❶ یہ واقعہ اور اشعار امام واقدی اور امام الطبرانی نے حضرت انس بن زنیم کے لیے لکھے ہیں۔ الحافظ نے الاصابۃ میں لکھا ہے ''اسی طرح کا واقعہ حضرت انس بن زنیم کے لیے بھی رونما ہوا تھا۔ اس کا تذکرہ ان کے ذکر کے ضمن میں آئے گا۔ احتمال یہ ہے کہ دونوں صحابہ کرام کے لیے اس طرح کا واقعہ رونما ہوا تھا۔

❷ دِعبل بن علی نے طبقات الشعراء میں لکھا ہے:

فما حملت ناقۃ فوق کورھا　　اعف و اوفی ذمۃً من محمد

یہ ان اشعار میں سے سچا ترین شعر ہے جنہیں اہلِ عرب نے کہا ہے۔

✿✿✿✿

نواں باب

وفدِ اشجع

ابن سعد نے لکھا ہے کہ غزوۂ خندق کے سال بنو اشجع آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ ان کی تعداد ایک سو تھی مسعود بن رخیلہ ان کے سردار تھے۔ وہ سلع گھاٹی میں اترے۔ حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان کے لیے کھجوریں لانے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کی: ''محمد مصطفیٰ ﷺ! ہم کسی عربی قوم کو نہیں جانتے جس کا گھر ہم سے آپ کے گھر سے زیادہ قریب ہو۔ جو تعداد میں قلیل ہو۔ آپ سے جنگ کی وجہ سے ہم تنگ آگئے ہیں۔ آپ کی قوم کی جنگ کی وجہ سے ہم تنگ آگئے ہیں۔ ہم آپ کو الوداع کہنے آئے ہیں۔'' آپ نے انہیں الوداع کہا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وفد اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ بنو قریظہ سے فارغ ہو چکے تھے ان کی تعداد سات سو تھی۔ آپ نے انہیں الوداع کیا۔ بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

✿✿✿✿

دسواں باب

وفدِ اشعیرین

امام عبدالرزاق نے حضرت معمر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر یہ دعا کی: "مولا! کشتی والوں کو نجات عطا فرما۔" پھر آپ کچھ دیر ٹھہرے رہے۔ پھر فرمایا: "انہوں نے مدد طلب کی ہے۔" جب وہ وفد مدینہ طیبہ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا: "وہ آگئے ہیں ایک صالح شخص انہیں لے کر آ رہا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اس کے ہمراہ کشتی میں اشعری ہیں۔ عمرو بن حمق خزاعی ان کی قیادت کر رہا ہے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم کہاں سے آئے ہو؟" انہوں نے کہا: "زبید سے۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ زبید میں برکت ڈالے۔" انہوں نے عرض کی: "زمع میں بھی۔" آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ زبید میں برکت ڈالے۔" انہوں نے عرض کی: "زمع میں بھی۔" آپ نے فرمایا: "زمع میں بھی۔"

ابن سعد، امام بیہقی اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے پاس ایسی قوم آ رہی ہے جو دلوں کے اعتبار سے تم سے نرم ہے۔" اشعری حاضر خدمت ہو گئے۔ ان میں حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب وہ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو وہ یہ رجز پڑھنے لگے:

غدًا نلقی الاحبۃ محمدا و حزبہ

ترجمہ: "کل ہم اپنے محبوب افراد سے ملاقات کا شرف حاصل کریں گے یعنی ہم محمد عربی ﷺ اور آپ کے پاکباز گروہ سے ملیں گے۔"

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔" "تمہارے پاس اہلِ یمن آ رہے ہیں۔ جو دل کے اعتبار سے رقیق اور قلوب کے اعتبار سے نرم ہیں۔ ایمان یمن میں ہے۔ حکمت یمن میں ہے۔ بکریاں پالنے والوں میں سکینت اور وقار ہوتا ہے جبکہ اونٹ والوں میں بلند آواز کرنے والے ہیں ان میں کبر اور عجب پایا جاتا ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اہلِ یمن تمہارے پاس آ رہے ہیں۔ گویا

کہ وہ بادل ہوں۔ وہ اہلِ زمین میں سے بہترین ہیں۔" ایک انصاری صحابی نے کہا: "کیا ہم؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: "کیا ہم یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "مگر تم ایک کمزور کلمہ ہو۔" زاد المعاد میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب اشعریوں سے آپ نے ملاقات کی۔ وہ اسلام لے آئے اور آپ کی بیعت کی تو آپ نے فرمایا: "اشعری لوگوں میں اس طرح ہیں جیسے تھیلی میں مشک ہو۔"

گیارھواں باب

اعشیٰ بن مازن کی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری

حضرت عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں روایت کیا ہے۔ شیرازی نے نضلہ بن طریف سے روایت کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص تھا جسے الاعشیٰ کہا جاتا تھا۔ اس کا نام عبداللہ بن الاعور تھا۔ اس کے ہاں ایک عورت تھی جسے معاذہ کہا جاتا تھا۔ وہ رجب میں نکلا۔ وہ ہجر سے اپنے اہلِ خانہ کے لیے کھانا تیار کرنے گیا۔ ان کی عورت اس سے جھگڑا کرنے کے بعد چلی گئی۔ اس نے ان کے ایک شخص سے پناہ لے لی۔ جسے مطرف بن بھصل المازنی کہا جاتا تھا۔ اس نے اسے اپنے پس پشت رکھا۔ جب وہ شخص گھر آیا تو اس نے عورت کو گھر نہ پایا۔ اسے بتایا گیا کہ وہ جھگڑ کر چلی گئی ہے۔ اس نے مطرف بن بھصل کے گھر پناہ لے لی ہے۔ وہ اس کے پاس گیا۔ اس نے اس شخص سے کہا: ''چچازاد! کیا تیرے پاس میری بیوی ہے۔ اس کا نام معاذہ ہے۔ وہ مجھے دے دو۔'' اس شخص نے کہا: ''وہ میرے پاس نہیں ہے۔ اگر وہ میرے پاس ہوتی بھی تو میں تمہیں نہ دیتا۔'' مطرف اس سے طاقتور تھا۔ الاعشیٰ عازم سفر ہوا بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچا آپ سے پناہ لی اور یہ اشعار پڑھے۔ امام عبداللہ، ابن ابی خیثمہ، حسن بن سفیان، ابن شاہین اور ابو نعیم نے اسی اعشیٰ سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے یہ اشعار عرض کیے:

یا مالک الناس و دیّان العرب　　انی لقیت ذربة من الذرب
غدوت ابغیها الطعام فی رجب　　فخلّفتنی فی نزاع و هرب
اخلفت العهد و لظت بالذنب　　و هن شر غالب لمن غلب

ترجمہ: ''اے لوگوں کے مالک، اے عرب کے حاکم! مجھے مصائب میں سے ایک مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں رجب میں اپنے اہلِ خانہ کے لیے کھانا لینے گیا۔ میری بیوی نے مجھے جھگڑا میں چھوڑا اور رفو چکر ہوگئی۔ اس نے وعدہ خلافی کی اور گناہ پر اصرار کیا۔ یہ عورتیں غالب کا شر ہیں اس کے لیے جو مغلوب ہو۔''

حضور اکرم ﷺ نے مطرف کی طرف یہ خط لکھوایا: ''اس عورت معاذہ کے بارے غور و فکر کرو اور اسے اس شخص کے

حوالے کر دو۔" اسے آپ کا مکتوبِ گرامی پہنچا۔ اسے پڑھ کر سنایا گیا۔ اس نے کہا: "اے معاذہ! یہ تمہارے بارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی ہے۔ میں تمہیں اس شخص کے سپرد کرنے لگا ہوں۔" اس عورت نے کہا: "اس سے وعدہ، عہد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذمہ لے لو کہ یہ مجھے اس وجہ سے سزا نہیں دے گا۔ جو کچھ میں نے کہا ہے۔" اس نے اس سے عہد لیا۔ اس نے اس عورت کو اس کے حوالے کر دیا۔ اس وقت اس نے یہ شعر پڑھے:

لعمرك ما حُبّی معاذة بالذی ‎ ‎ ‎ يغيره الواشی ولا قدم العهد

ترجمہ: "تیری زندگانی کی قسم! معاذہ سے میری محبت ایسی نہیں جسے چغل خور تبدیل کر سکے یا کوئی عہد قدیم کر سکے۔"

ولا سوء ما جاء ت به اذا ذلّها ‎ ‎ ‎ غواة رجال اذينا جونها بعدی

ترجمہ: "نہ ہی کوئی ایسی برائی اسے پرانا کر سکتی ہے جسے وہ لے کر آئے جسے باغی لوگ ذلیل کر سکیں جب کہ وہ اس سے میرے بعد سرگوشی کریں۔"

❀❀❀❀

بارھواں باب

الاشعث بن قیس بارگاہِ رسالت مآب میں

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اشعث بن قیس کندہ کے اسی افراد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔انہوں نے اپنی زلفوں میں کنگھی کر رکھی تھی۔آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا تھا۔انہوں نے حبرۃ کے جبّے پہن رکھے تھے۔جن کے حاشیے ریشم کے تھے۔جب یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔تو آپ نے فرمایا:"کیا تم مسلمان نہیں ہوئے؟"انہوں نے عرض کی:"کیوں نہیں۔"آپ نے فرمایا:"پھر تمہاری گردنوں پر ریشم کیوں ہے؟"انہوں نے وہ حاشیے پھاڑ دیے اور انہیں پھینک دیا۔پھر اشعث بن قیس نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!ہم آکل المرار کی نسل سے ہیں۔آپ بھی آکل المرار کی نسل سے ہیں۔"یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا:"اس نسب کو عباس بن مطلب اور ربیعہ بن حارث کے ساتھ ملاؤ۔"حضرات عباس،ربیعہ دونوں تاجر تھے۔جب وہ عرب کے بعض علاقوں میں جاتے۔ان سے پوچھا جاتا کہ ان کا تعلق کس کے ساتھ ہے؟ وہ کہتے:"ہم بنو آکل المرار میں سے ہیں۔"اس سے وہ عزت کے خواہاں ہوتے تھے۔کیونکہ کندہ بادشاہ تھے۔آپ نے ان سے فرمایا:"نہیں!ہم نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے ہیں۔ہم خود کو اپنی ماؤں کی طرف منسوب نہیں کرتے نہ اپنے آباء کی نفی کرتے ہیں۔"

الاشعث بن قیس الکندی نے کہا:"اے گروہِ کندہ!کیا تم فارغ ہو چکے ہو۔بخدا!اب میں کسی شخص کو یوں کہتے ہوئے نہ سنوں۔ورنہ میں اسے اسی درے ماروں گا۔"ابن ہشام نے لکھا ہے"اشعث بن قیس اپنی والدہ کی طرف سے آکل المرار کی اولاد میں سے تھے۔آکل المرار سے مراد حارث بن عمرو بن حجر بن عمرو بن معاویہ بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن کندی ہے۔اسے کندہ بھی کہا جاتا ہے۔اسے آکل المرار اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ عمرو بن ہبولہ غسانی نے ان پر حملہ کیا اس نے اور اس کے ساتھیوں نے اس جنگ میں ایک درخت کھایا جسے المرار کہا جاتا تھا۔

ابن سعد نے لکھا ہے"بارق کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔آپ نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔آپ کی بیعت کرلی۔آپ نے ان کے لیے یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

"یہ مکتوب گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بارق کے لیے ہے۔نہ تو ان کا پھل کاٹا جائے گا نہ ہی

ان کے شہروں موسم بہار اور موسم گرما گزارنے کی جگہ میں جانور چرائے جائیں گے۔ مگر جبکہ بارق کو کسی مسئلہ کا سامنا کرنا پڑے۔ جب کوئی مسلمان ان کے میدان یا خشک زمین سے گذرے تو تین دن کی ضیافت اس کے لیے روا ہے۔ جب ان کے پھل پک جائیں تو مسافر کے لیے نیچے گرا ہوا پھل لینا روا ہے جو اس کے پیٹ کے لیے کافی ہو مگر درخت کو جڑ سے نہ اکھیڑا جائے۔"

اس مکتوب گرامی پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما گواہ بنے اور اسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

❁❁❁❁

چودھواں باب

باھلہ کا وفد

ابن شاہین نے ابن اسحاق سے اور ابن سعد نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد مطرف بن کاھن باہلی اپنی قوم کا وفد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اسلام کے لیے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی اس کے آسمانوں میں گواہی دیتے ہیں۔اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ہم نے آپ کی تصدیق کی۔جو کچھ آپ نے کہا ہم اس پر ایمان لے آئے۔آپ ہمارے لیے ایک خط لکھوادیں۔آپ نے یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مطرف بن کاھن باہلی اور ان کے لیے باہلہ میں سے بیشہ میں سکونت رکھتے ہیں۔جس شخص نے ایسی بے آباد زمین آباد کی جس میں جانور کے لیے پناہ اور پانی تھا تو وہ اسی کے لیے ہے۔اس پر ہر تیس گائے میں سے ایک فارض (جوان گائے) ہے۔اس پر ہر چالیس بکریوں میں سے ایک سال کی بکری بطور زکوٰۃ ہے۔ہر پچاس اونٹوں میں سے دو سال کا اونٹ فرض ہے۔زکوٰۃ لینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف چراگاہ میں ہی زکوٰۃ لے۔وہ اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ امن میں ہیں۔"

اس روایت میں ہے کہ جب حضرت مطرف واپس آئے تو وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

حلفت برب الراقصات عشية على كل حرف من سديس و بازل

ترجمہ: "میں ان اونٹنیوں کے رب تعالیٰ کی قسم اٹھاتا ہوں جو ہر کنارے پر رات کے وقت محو رقص ہوتی ہیں ان میں سے بعض اونٹنیاں آٹھویں سال میں داخل ہیں اور بعض آٹھ سال پورے کر کے نویں سال میں داخل ہیں۔"

ابن سعد نے لکھا ہے "پھر حضرت نہشل بن مالک وائلی باھلہ میں سے اپنی قوم کے ہمراہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔آپ نے ان کے لیے اور ان کی قوم کے مسلمانوں کے لیے ایک مکتوب گرامی لکھوایا۔جس میں شریعت اسلامیہ کا تذکرہ کیا۔اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

پندرھواں باب

بنو بکائی کا وفد

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عامر البکائی اور جعد بن عبداللہ سے، ابن شاہین نے یزید بن رومان سے، حسن اور سدی نے ابو مالک سے، ابن مندہ اور ابونعیم نے اور اسناد سے، ابن شاہین نے بشر بن معاویہ سے اور ثابت نے الدلائل میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ۹ھ میں بنو بکاء کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ وفد تین افراد پر مشتمل تھا۔ (۱) معاویہ بن ثور۔ ان کی عمر اس وقت ایک سو سال تھی۔ ان کے ہمراہ ان کا فرزند بشر تھا۔ (۲) فجیع بن عبداللہ (۳) ان کے ہمراہ عبد عمرو بھی تھے۔ وہ بہرے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے قیام و طعام کا حکم دیا۔ پھر انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔ حضرت معاویہ نے عرض کی: ''میں آپ کو مَس کر کے برکت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں عمر رسیدہ ہوگیا ہوں۔ یہ میرا لڑکا ہے جو میرے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔ اس کے چہرے پر دست اقدس پھیریں۔'' آپ نے حضرت بشر کے چہرہ پر دستِ اقدس پھیرا۔ آپ نے انہیں خاکستری رنگ کی بکریاں عطا کیں۔ ان کے لیے برکت کی دعا کی۔ حضرت جعد نے فرمایا: ''بنو بکاء کو کبھی کبھی قحط سالی آلیتی تھی۔ لیکن آلِ معاویہ کو تنگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ محمد بن بشر بن معاویہ رضی اللہ عنہم نے یہ اشعار لکھے ہیں:

وَ ابی الذی مسح الرسول براسِہٖ	و دعا لہ بالخیر والبرکاتِ
اعطاہ احمد اذ اتاہ اعنزا	عفرا نواجل لسن باللجنات
یملأن رفد الحیّ کل عشیۃ	و یعود ذاك الملأ بالغدواتِ
و بورکن من منح و بورك مانحا	و علیہ منی ما حییت صلاتی

ترجمہ: ''میرے والد گرامی وہ ہیں جن کے سر پر حضور اکرم ﷺ نے دست اقدس پھیرا تھا۔ ان کے لیے خیر و برکات کی دعا کی تھی۔ حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ نے اس وقت انہیں خاکستری بکریاں عطا کیں۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ہر شام کو قبیلہ کا پیالہ بھر دیتی تھیں اور صبح کے وقت بھی اتنی ہی مقدار میں دودھ دیتی تھیں۔ اس عطیہ کی وجہ سے ان میں برکت ڈالی گئی تھی۔ عطا کرنے والے کو بھی بابرکت بنا دیا

گیا تھا۔جب تک میں زندہ ہوں۔آپ پر میری طرف سے درود و سلام ہو۔"

آپ نے عبد عمرو کا نام عبدالرحمان رکھا۔ان کے لیے وہی چشمہ لکھا جس پر انہوں نے ذوالقصہ کے مقام پر اسلام قبول کیا تھا۔حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔

❁❁❁❁

سولھواں باب

وفود بنی بکر

ابن سعد نے لکھا ہے کہ بنو بکر بن وائل بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ان میں سے ایک شخص نے عرض کی: "کیا آپ قس بن ساعدہ کو جانتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "اس کا تعلق تمہارے ساتھ نہیں۔اس کا تعلق اباد کے ساتھ تھا۔اس نے جاہلیت میں حنفیت اختیار کر لی تھی۔وہ عکاظ گیا۔لوگ اس کے ارد گرد جمع تھے۔اس نے ان کے ساتھ گفتگو کی۔جو اس سے یاد کر لی گئی۔" اس گفتگو کا تذکرہ اس کتاب کی ابتداء میں ہو چکا ہے۔اس وفد میں بشیر بن خصاصیہ، عبداللہ بن مرثد اور حسان بن حوط شامل تھے۔حسان کی اولاد میں سے ایک شخص نے کہا ہے۔

انا ابن حسان بن حوط و ابی　　رسول بکر کلها الی النبی

ترجمہ: "میں حضرت حسان بن حوط کا لخت جگر ہوں۔میرے والد گرامی بنو بکر کے قاصد تھے۔یہ سارے بارگاہِ رسالت مآب میں گئے تھے۔"

ان کے ہمراہ عبداللہ بن اسود بھی تھے۔وہ یمامہ جاتے۔یمامہ کے مال میں سے کچھ فروخت کرتے۔انہوں نے ہجرت کی اور کھجوروں کا ایک توشہ دان آپ کی خدمت میں پیش کیا۔آپ نے ان کے لیے برکت کی دعا کی۔

❁❁❁❁

ستر ھواں باب

وفودِ بلیّ

ابن سعد نے حضرت رویفع بن ثابت بلوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میری قوم کا وفد ۹ھ ربیع الاول کے ماہ مبارک میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے انہیں اپنے گھر ٹھہرایا۔ وہ گھر بنو جدیلہ میں تھا۔ پھر میں انہیں لے کر نکلا اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔ آپ صبح کے وقت اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: ''رویفع'' میں نے عرض کی: ''لبیک'' آپ نے پوچھا: ''یہ قوم کون سی ہے؟'' میں نے عرض کی: ''یہ میری قوم ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہیں اور تمہاری قوم کو خوش آمدید!'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ وفد کی صورت میں آپ کی خدمت اقدس میں آئے ہیں۔ یہ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے پیچھے والے لوگ بھی ان کے دین پر ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ رب تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے اسلام کے لیے ہدایت دے دیتا ہے۔'' وفد کے بزرگ حضرت ابوضبیب آگے ہوئے۔ عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ کی تصدیق کریں تاکہ ہم گواہی دیں کہ آپ جو پیغام لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔ ہم ان معبودانِ باطلہ کو چھوڑ دیں جن کی پوجا ہم اور آباء کرتے تھے۔'' آپ نے فرمایا: ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے تمہیں اسلام کی طرف ہدایت دی ہے۔ جو بھی اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرے گا وہ آتش جہنم کے حوالے ہوگا۔'' حضرت ابوالضبیب نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ضیافت کا شوق ہے۔ کیا مجھے اس کا اجر ملے گا؟'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! جو نیکی بھی تم نے کسی امیر اور غریب سے کی ہوگی وہ صدقہ ہے۔''

انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ضیافت کی کتنی مدت ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''تین دن۔ اس کے بعد صدقہ ہے۔ مہمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ تمہارے ہاں قیام کرے اور تمہیں تکلیف میں ڈالے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس بکری کے بارے آپ کا کیا خیال ہے جسے میں جنگل میں پاؤں۔ وہ گمشدہ ہو۔'' آپ نے فرمایا: ''وہ یا تو تمہارے لیے اور تمہارے بھائی کے لیے ہے یا بھیڑیے کے لیے ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''ایسے اونٹ

کے بارے کیا خیال ہے؟" آپ نے فرمایا: "تمہارا اور اس کا کیا تعلق؟ اسے چھوڑ دو حتیٰ کہ اس کا مالک اسے پالے۔"

حضرت رویفع نے فرمایا: "انہوں نے اپنے دین کے بارے چند باتیں پوچھیں۔ آپ نے انہیں جوابات مرحمت فرمائے۔ پھر میں انہیں لے کر اپنے گھر آ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں لے کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "ان کھجوروں سے مدد لو۔" وہ مہمان ان کھجوروں سے اور دیگر کھجوروں سے کھاتے رہے۔ وہ تین روز تک میرے پاس ٹھہرے رہے۔ پھر الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے انہیں عطیات دینے کا حکم دیا جیسے کہ آپ دیگر وفود کو عطیات سے نوازتے تھے۔ پھر وہ اپنے شہر لوٹ آئے۔

❁❁❁❁

اٹھارواں باب

وفود بہراء

محمد بن عمر نے حضرت کریمۃ بنت المقداد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں نے اپنی والدہ محترمہ ضباعۃ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "یمن سے بہراء کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ وفد تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ وہ اپنی سواریوں کو ہانکتے ہوئے آئے حتیٰ کہ وہ مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آ کر رک گئے۔ ہم اپنے گھر بنو حدیلہ میں تھے۔ حضرت مقداد ان کی طرف گئے۔ انہیں خوش آمدید کہا۔ انہیں اپنے گھر ٹھہرایا۔ ان کے سامنے حلوہ کا پیالہ رکھا۔" حضرت ضباعۃ نے کہا: "ہم نے یہ حلوہ مہمانوں کے آنے سے قبل اپنے کھانے کے لیے تیار کیا تھا۔ حضرت مقداد بڑے مہمان نواز تھے وہ حلوہ انہوں نے مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا۔ انہوں نے سیر ہو کر کھایا۔ پیالہ ہمارے پاس آ گیا۔ اس میں حلوہ باقی تھا۔ اسے چھوٹے سے پیالے میں جمع کیا گیا۔ پھر اپنی خادمہ سدرہ کے ہمراہ اسے بارگاہِ رسالت مآب میں بھیج دیا۔ اس وقت آپ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ آپ نے پوچھا: "کیا یہ ضباعۃ نے بھیجا ہے؟" سدرہ نے عرض کی: "ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔" آپ نے فرمایا: "اسے رکھ دو۔" پھر فرمایا: "ابو معبد کے مہمانوں نے کیا کیا؟" میں نے عرض کی: "وہ ہمارے ہاں ہی ہیں۔" اس میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہلِ بیت پاک نے تناول کیا حتیٰ کہ سارے سیر ہو گئے۔ سدرہ نے بھی ان کے ساتھ ہی کھایا۔ پھر آپ نے فرمایا: "بقیہ حلوہ اپنے مہمانوں کے پاس لے جاؤ۔" حضرت سدرہ نے کہا: "میں وہ پیالہ اپنی مالکہ کی خدمت میں لے آئی۔ جب تک مہمان رہے وہ اسی سے کھاتے رہے۔ حضرت مقداد وہی پیالہ ان کے پاس لے جاتے۔ اس میں سے کمی نہ ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ وہ مہمان کہنے لگے:

"ابو معبد! تم ہمیں ہمارے پسندیدہ کھانے سے سیر کر رہے ہو۔ ہمیں تو یہ کبھی کبھار ہی نصیب ہوتا ہے۔ ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ تمہارے ہاں غلہ کم پیدا ہوتا ہے۔ یہ ایک نفیس کھانا ہے۔ ہم نے تمہارے پاس جی بھر کر کھایا ہے۔" حضرت ابو معبد نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے بتایا کہ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ اسے واپس لوٹایا۔ یہ آپ کی مبارک انگلیوں کی برکت ہے۔" وہ کہنے لگے: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔" ان کے یقین میں اضافہ ہوا۔ آپ کا ارادہ بھی یہی تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ فرائض سیکھے۔ کچھ دن وہیں قیام پذیر رہے۔ پھر آپ کی خدمت اقدس میں الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے انہیں عطیات دینے کا حکم دیا۔ وہ اپنے اہلِ خانہ کی طرف لوٹ گئے۔

انیسواں باب

وفدِ تجیب

وفدِ تجیب بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ وفد تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ ان کے ہمراہ ان کے اموال کے وہ صدقات بھی تھے جو رب تعالیٰ نے فرض کیے تھے۔ ان کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ ان کی قیام گاہ کو عمدہ فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے پاس اپنے اموال میں سے رب تعالیٰ کا حق لے کر آئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "انہیں واپس لے جاؤ اور اپنے غریبوں پر خرچ کرو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کی خدمت میں وہ اموال لے کر آئے ہیں جو ہمارے غرباء سے بچ گئے تھے۔" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! عرب کے کسی وفد نے آپ کی خدمت میں وہ کچھ پیش نہیں کیا جو اس وفدِ تجیب نے پیش کیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "ہدایت رب تعالیٰ کے دست تصرف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ ایمان کے لیے کھول دیتا ہے۔" انہوں نے آپ سے چند امور کے بارے پوچھا۔ آپ نے وہ چیزیں ان کے لیے لکھ دیں۔ وہ آپ سے قرآن مجید اور سنن مطہرہ کے بارے سوال کرنے لگے۔ آپ نے ان میں زیادہ رغبت کی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کی عمدہ ضیافت کریں۔

وہ کچھ دن ٹھہرے رہے۔ انہوں نے زیادہ عرصہ قیام نہ کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم نے اتنی جلدی کیوں کی ہے؟" انہوں نے کہا: "ہم اپنی قوم کے پاس جاتے ہیں۔ ہم انہیں بتائیں گے کہ ہم نے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ سے کلام کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ نے ہمیں یہ جواب ارشاد فرمایا ہے۔ پھر وہ آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے انہیں سارے وفود سے عمدہ عطیات دیے۔" پھر پوچھا: "کیا کوئی باقی تو نہیں رہ گیا؟" انہوں نے کہا: "ایک نوجوان باقی رہ گیا ہے۔ وہ ہمارے کجاؤں کے پاس ہے۔ وہ عمر میں ہم سب سے چھوٹا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اسے ہمارے پاس بھیج دو۔" جب وہ اپنے سامان کے پاس گئے تو انہوں نے اس نوجوان سے کہا: "تم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ سے اپنا دامن مراد بھر لو۔ ہم نے دامن مراد بھر لیے ہیں۔ ہم نے آپ کو الوداعی سلام عرض کر دیا ہے۔" وہ نوجوان بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں بنو ابذی کا جوان ہوں۔ میں اس وفد سے ہوں جو ابھی ابھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے دامن مراد بھر لیے ہیں۔ آپ میرا دامن بھی بھر دیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہاری حاجت کیا ہے؟" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری ضرورت ان کی ضرورت کی طرح کی نہیں۔"

اگرچہ وہ اسلام میں رغبت رکھتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔" وہ آپ کی خدمت میں صدقات لے کر آئے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ مجھے معاف کر دے وہ مجھ پر رحم کرے۔ وہ میرے دل میں غنیٰ رکھ دے۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! اسے معاف کر دے۔ اس پر رحم کر۔ اس کی غنیٰ اس کے دل میں رکھ دے۔" پھر اسے بھی وہ عطیہ دینے کا حکم دیا گیا۔ جو اس کے ساتھیوں کو دیا گیا۔

وہ اپنے اہلِ خانہ کے پاس لوٹ گئے۔ پھر ۱۰ھ کو آپ کو منیٰ میں ملے۔ انہوں نے عرض کی: "ہم بنو ابذی ہیں۔" حضور والا ﷺ نے ان سے اس نوجوان کے بارے پوچھا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے اس کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔ نہ ہی اس سے زیادہ کسی قانع شخص کے بارے ہمیں بتایا گیا ہے۔ وہ اس رزق پر قانع ہے جو رب تعالیٰ نے اسے عطا کیا ہے۔ اگر وہ لوگ ساری دنیا کو تقسیم کر لیں پھر بھی وہ اس کی طرف نہ دیکھے نہ ہی اس کی طرف نظرِ التفات کرے۔" آپ نے فرمایا: "الحمد للہ! میں امید کرتا ہوں کہ وہ سارے کا سارا وصال کرے گا۔" ان میں سے ایک شخص نے عرض کی: "کیا ہر انسان سارے کا سارا نہیں مرتا۔" آپ نے فرمایا: "انسان کی خواہشات اور غم دنیا کی وادیوں میں بھٹک رہے ہوتے ہیں۔ شاید کسی وادی میں اس کی موت آجائے۔ اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ ان میں سے کس میں ہلاک ہو۔"

انہوں نے کہا: "اس شخص نے ہم میں بہترین حالت پر زندگی بسر کی۔ وہ دنیا میں زہد اختیار کر گیا۔ جو رزق رب تعالیٰ نے دیا وہ اسی پر قناعت کر گیا۔ جب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اہلِ یمن سے اسلام سے وہ پھرا جو پھرا۔ وہ جوان اپنی قوم میں کھڑا ہو گیا۔ انہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی یاد دلائی۔ ان میں سے ایک شخص بھی اسلام سے نہ لوٹا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس جوان کا تذکرہ فرماتے تھے۔ اس کے متعلق پوچھتے تھے۔ حتیٰ کہ ان تک اس کے حالات و واقعات پہنچ گئے۔ انہوں نے حضرت زیاد بن لبید کی طرف لکھا کہ اس جوان کے ساتھ بھلائی کریں۔

بیسواں باب

وفدِ بنی تغلب

ابن سعد نے حضرت یعقوب بن زید بن طلحہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "بنو تغلب کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد سولہ افراد پر مشتمل تھا جن میں سے بعض مسلمان اور کچھ عیسائی تھے۔ عیسائی نے سونے کی صلیبیں لٹکا رکھی تھیں۔ وہ حضرت رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرے۔ حضور اکرم ﷺ نے عیسائیوں سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اس شرط پر اپنے دین پر برقرار رہیں کہ وہ نصرانیت میں اپنی اولاد کو نہیں رنگیں گے۔ آپ نے ان میں سے مسلمانوں کو عطیات عطا کیے۔

اکیسواں باب

وفدِ بنی تمیم

اس وفد کی حاضری کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیینہ بن حذیفہ نے ان کے بعض افراد مختص کیے۔ جیسے کہ سرایا میں گزر چکا ہے۔ ان میں بنو تمیم کے بعض رؤساء بھی شامل تھے۔ ابن اسحاق اور ابن مردویہ نے عطارد بن حاجب، زبرقان بن بدر، عمرو بن اہتم، حجاب بن یزید، نعیم بن یزید، قیس بن حارث، قیس بن عاصم وار ریاح بن حارث سے روایت کیا ہے۔ یہ وفد ستر یا اسی افراد پر مشتمل تھا۔ حضرات عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس نے آپ کے ہمراہ فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں بھی شرکت کی تھی۔ جب بنو تمیم کا وفد آیا تو یہ ان کے ساتھ بھی حاضر خدمت ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں ''یہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نمازِ ظہر کے لیے آذان دی۔ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ بنو تمیم کے وفد نے جلدی کی۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید آپ دیر سے تشریف لائیں۔ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائیں۔ ان کی چیخ و پکار کی وجہ سے آپ کو اذیت ہوئی۔ آپ باہر تشریف لائے۔ انہوں نے کہا: ''ہماری مدح زینت بخش دیتی ہے۔ ہماری مذمت عیب لگا دیتی ہے۔ ہم سارے عرب سے زیادہ معزز ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم نے جھوٹ بولا ہے۔ رب تعالیٰ کی مدح زیبائش عطا کرتی ہے۔ اس کی مذمت عیب دار کرتی ہے۔ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام تم سے معزز ہیں۔''

امام احمد نے حضرت اقرع بن حابس سے، ابن جریر نے جید سند کے ساتھ، امام بغوی، ترمذی، ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اقرع نے روایت کیا ہے کہ وہ وہی تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! باہر تشریف لائیں۔ آپ نے انہیں جواب نہ دیا۔ انہوں نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری مدح زیبائش ہے۔ میری مذمت عیب دار کر دیتی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ تو رب تعالیٰ کی شان ہے۔''

انہوں نے کہا: ''ہم آپ کی خدمت میں اس لیے آئے ہیں تاکہ آپ کے ساتھ فخر میں مقابلہ کریں۔ آپ ہمارے شاعر اور ہمارے خطیب کو اجازت دیں۔'' آپ نے فرمایا: ''میں نے تمہارے مقرر کو اجازت دے دی ہے۔ وہ بات کرے۔'' عطارد بن حاجب اٹھے۔ انہوں نے کہا:

"ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے ہم پر فضل و کرم کیا ہے۔ وہ اس کا مستحق ہے جس نے ہمیں بادشاہ بنایا ہے۔ ہمیں عظیم اموال عطا کیے ہیں۔ جن کے ذریعے ہم بھلائی کے کام کرتے ہیں۔ ہمیں اہل مشرق سے معزز کیا۔ سب سے زیادہ تعداد بخشی۔ تیاری کے اعتبار سے آسانی پیدا کی۔ لوگوں میں ہماری مثل کون ہے۔ کیا ہم لوگوں کے سردار نہیں ہیں۔ فضیلت کے اعتبار سے ان سے بہتر نہیں ہیں۔ جو ہمارے ساتھ فخر کرنا چاہتا ہے جو اسی طرح فضائل شمار کرے جس طرح ہم نے کیے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ہم اس سے بھی زائد کلام کریں۔ لیکن ہم اس امر میں کثرت سے حیاء کرتے ہیں۔ جو اس نے ہمیں عطا کیا ہے۔ ہم اسی کی وجہ سے معروف ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارے قول کی طرح کا قول لے کر آؤ اور ایسا امر لے کر آؤ جو ہمارے امر سے افضل ہو۔" پھر وہ بیٹھ گئے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اٹھو اور اپنے خطبہ میں اس شخص کا جواب دو۔" حضرت ثابت اٹھے۔ انہوں نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی تخلیق آسمان اور زمین ہے۔ اس نے ان میں اپنا حکم جاری کیا۔ اس کا علم کرسی کو محیط ہے۔ کسی بھی چیز کا کبھی بھی وجود نہیں ہوا مگر اس کے فضل سے۔ پھر اس نے ہمیں اپنی قدرت سے بادشاہ بنایا۔ اپنی مخلوق میں سے بہترین میں سے ایک رسول مکرم ﷺ کو مختص کیا۔ جو نسب پاک کے اعتبار سے معزز ہیں۔ گفتگو کے اعتبار سے سچے ہیں۔ حسب کے اعتبار سے افضل ہیں۔ ان پر اپنی کتاب حکیم نازل کی۔ آپ کو اپنی مخلوق پر امین بنایا۔ آپ عالمین میں سے رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے بہترین ہیں۔ آپ نے لوگوں کو بلایا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ آپ کی قوم میں سے مہاجرین اور رشتہ دار ایمان لے آئے۔ وہ حسب کے اعتبار سے سارے لوگوں سے معزز ہیں چہروں کے اعتبار سے سب سے حسین ہیں۔ افعال کے اعتبار سے سب سے نیک ہیں۔ پھر جب آپ نے دعوت دی تو ان کے بعد ہم نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے انصار ہیں۔ اس کے رسول مکرم ﷺ کے وزراء ہیں۔ ہم لوگوں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ پر ایمان لے آئیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ پر ایمان لے آیا۔ تو اس نے ہم سے اپنا مال اور خون بچا لیا۔ جس نے کفر کیا ہم ہمیشہ رب تعالیٰ کے بارے اس سے جہاد کریں گے۔ اس کو قتل کرنا ہم پر آسان ہے۔ میں اپنی یہ بات مکمل کرتا ہوں میں اپنے لیے اہل ایمان مرد و خواتین کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ السلام علیکم۔"

زبرقان بن بدر نے کہا: "اے فلاں! اٹھو ایسے اشعار کہو جن میں تمہارے فضل اور تمہاری قوم کی فضیلت کا تذکرہ ہو۔"
وہ اٹھا اور اس نے یہ اشعار پڑھے:

نحن الکرام فلا حیّ یعادلنا   منا الملوك و فينا تنصب البيع

ترجمہ: "ہم ہی معزز ہیں کوئی قبیلہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہم میں سے ہی بادشاہ ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں ہی عبادت گاہیں تعمیر کی جاتی ہیں۔"

و کم قسرنا من الاحیاء کلھم　　　عند النھاب و فضل العز تبیع

ترجمہ: "ہم نے جنگ کے وقت کتنے قبائل کو مغلوب کیا اور ہماری ہی عزت کی فضیلت کی اتباع کی جاتی ہے۔"

و نحن نطعم عند القحط مطعمنا　　　من الشواء اذا لم یونس القزع

ترجمہ: "قحط کے وقت بھی ہمارا کھلانے والا بھونا ہوا گوشت کھلاتا ہے جبکہ بادل دیکھنے کو بھی نہ ملیں۔"

و نطعم الناس عند المحل کلھم　　　من السدیف اذا لم یونس القزع

ترجمہ: "ہم سارے مقامات پر لوگوں کو کوہان کا گوشت کھلاتے ہیں۔ جب برسنے کے لیے بادل نظر بھی نہ آئیں۔"

بما تری الناس تأتینا سراتھم　　　من کل ارض ھو یا ثم نصطنع

ترجمہ: "جیسے کہ تم دیکھتے ہو کہ ہر زمین سے لوگوں میں سے سردار ہمارے پاس بھاگتے ہوئے آتے ہیں۔ پھر ہم ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہیں۔"

فننحر الکوم عبطا فی اروقتنا　　　النازلین اذا ما انزلوا شبعوا

ترجمہ: "ہم عظیم کوہانوں والے تندرست اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ جب ہمارے پاس مہمان آتے ہیں تو وہ سیراب ہو کر کھاتے ہیں۔"

فلا ترانا الی حیٍّ نفاخرھم　　　الا استفادوا فکانو الراس یقتطع

ترجمہ: "تم کسی قبیلہ کو نہیں دیکھو گے ہم ان کے ساتھ فخر کر رہے ہوں۔ مگر یہ کہ انہوں نے استفادہ کیا ہو گا اور ان کے سر خم ہوں گے۔"

فمن یفاخرنا فی ذلك نعرفهٗ　　　فیرجع القوم والاخبار تستمع

ترجمہ: "جو اس کے بارے ہمارے ساتھ فخر کرتا ہے ہم اسے جانتے ہیں لوگ واپس لوٹ جاتے ہیں اور خبریں سن لی جاتی ہیں۔"

انا ابینا ولا یابی لنا احد　　　انا کذالك عند الفخر نرتفع

ترجمہ: "ہم انکار کرتے ہیں مگر کوئی ہمارا انکار نہیں کرتا۔ فخر کے اظہار کے وقت ہم اسی طرح رفعت پر آشیان بند ہوتے ہیں۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے۔ یہ روایت بھی ہے:

منا الملوك و فينا تقسم الربع۔

اسی طرح مصرعہ بھی روایت ہے:

من كل ارض هوانا ثم متبع۔

مجھے یہ اشعار بنو تمیم میں سے ایک شخص نے سنائے ہیں لیکن اہل علم ان کا انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار زبرقان کے ہوں۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت حسان رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر نہ تھے۔ آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میرے پاس آپ کا قاصد آیا۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ نے مجھے اس لیے یاد فرمایا ہے تاکہ میں بنو تمیم کے شاعر کو جواب دوں۔ میں روانہ ہوا۔ اس وقت میں یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

منعنا رسول الله اذحلَّ وسطنا ... على انف راض من معدورا غم

منعنا لما حل بين بتوتنا ... باسيافنا من كل باغٍ و ظالم

ببيت مريد عزه و ثراؤه ... بجابية الجولان وسط الاعاجم

هل المجد الا السؤدد العود والندى ... و جاه الملوك و احتمال العظائم

ترجمہ: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے معد کو رسواء و ناراض کر کے آپ کی حفاظت کی۔ جب آپ نے ہمارے گھروں کو رونق بخشی تو ہم نے ہر باغی اور ظالم سے آپ کا دفاع کیا۔ یہ ایسا یکتا گھر ہے جس کی عزت و ناموس اس طرح ہے جس طرح عجمیوں میں جابیہ جولان کی عزت ہے۔ یہ عزت پرانی سرداری سخاوت، بادشاہوں کے دبدبہ اور ذمہ داریاں اٹھانے سے نصیب ہوتی ہے۔"

جب زبرقان فارغ ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا: "حسان! اٹھو اس شخص کو جواب دو۔" حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

ان الذوائب من فهر و اخوتهم ... قد بينوا سنة الناس تتبع

ترجمہ: "فہر اور اس جیسے دیگر قبائل کے سرداروں نے لوگوں کے لیے ایک ایسا طریقہ رائج کر دیا ہے جس کی اتباع کی جاتی ہے۔"

يرضى بهم كل من كانت سريرته ... تقوى الاله و كل الخير يصطنع

ترجمہ: "جس شخص کے اندر بھی رب تعالیٰ کا خوف موجود ہے وہ ان سے راضی ہے اور ہر نیکی کا کام بجا لانے والا ہے۔"

قوم اذا حاربوا ضروا عدوهم او حاولوا النفع فی اشیاعهم نفعوا

ترجمہ: ''وہ ایسی قوم ہیں کہ وہ جب بھی نبرد آزما ہوتے ہیں تو وہ اپنے دشمنوں کو نقصان دیتے ہیں اور جب اپنے دوستوں کو نفع دینے کا ارادہ کرتے ہیں تو انہیں فائدہ دیتے ہیں۔''

سجية تلك فهم غير محدثة ان الخلائق فاعلم شرها البدع

ترجمہ: ''ان کی عمدہ خوبی یہ ہے کہ وہ کسی نئی چیز کو پیدا نہیں کرتے۔ جان لو کہ عادات میں سے شریر ترین بدعت پیدا کرنا ہے۔''

ان کان فی الناس سباقون بعدهم فکل سبق لادنی سبقهم تبع

ترجمہ: ''اگر ان کے بعد لوگوں میں سبقت لے جانے والے ہوں گے تو ہر سبقت ان کی کم سے کم سبقت کے تابع ہوگی۔''

لا یرقع الناس ما اوهت اکفهم عند الدفاع ولا یوهون ما رقعوا

ترجمہ: ''لوگ ان چیز کو پیوند نہیں لگا سکتے جو ان کے ہاتھوں جنگ کے وقت کمزور ہو جائے اور جس کی وہ مرمت کریں لوگ اسے کمزور نہیں کر سکتے۔''

ان سابقو الناس یومًا فاز سبقهم او و ازنوا اهل مجدٍ بالندی متعوا

ترجمہ: ''اگر یہ کسی دن لوگوں سے مقابلہ کریں تو ان کا مقابلہ کامیاب ہوتا ہے اگر بزرگی والوں سے یہ مقابلہ کریں تو یہ زیادہ سخاوت کرتے ہیں۔''

اعفته ذکرت فی الوحی عفتهم لا یطمعون ولا یردیهم طمع

ترجمہ: ''یہ پاکیزہ دامن لوگ ہیں ان کی عفت کا تذکرہ وحی میں بھی ہے۔ یہ لالچ نہیں کرتے نہ ہی طمع انہیں ہلاک کرتا ہے۔''

لا یبخلون علی جار بفضلهم ولا یمسهم من مطمع طبع

ترجمہ: ''یہ اپنے فضل سے پڑوسیوں کے بارے بخل نہیں کرتے۔ نہ ہی لالچ جیسی بری عادت انہیں مس کرتی ہے۔''

اذ انصبنا لحیٍّ لم ندب لهم کما یدب الی الوحشیة الذرع

ترجمہ: ''جب ہم جنگ کے لیے کسی قبیلہ کی طرف جاتے ہیں تو یوں رینگ کر ان کی طرف نہیں جاتے جیسے جنگلی جانوروں کا بچہ ان کی طرف رینگ کر جاتا ہے۔''

نسمو اذا الحرب نالتنا مخالبها   اذا الزعانف من اظفارها خشعوا

ترجمہ: "ہم اوپر اٹھتے ہیں جب جنگ اپنے پنجوں سے ہمیں پکڑ لیتی ہے۔ جب ارد گرد کے لوگ اس کے ناخنوں سے لرزنے لگتے ہیں۔"

لا یفخرون اذا نالوا عدوھم   و ان اصیبوا فلا خور ولا ھلع

ترجمہ: "جب یہ اپنے دشمن پر تسلط پا لیتے ہیں تو فخر نہیں کرتے اور اگر یہ جنگ میں کام آجائیں تو نہ بزدلی دکھاتے ہیں نہ گھبراتے ہیں۔"

کانھم فی الوغی والموت مکتنع   اسد بحلیۃ فی ارساغھا فدع

ترجمہ: "گویا کہ وہ اس وقت حیلہ کے شیر ہیں جب جنگ میں موت سر پر کھڑی ہو جن کی کلائیوں میں ٹیڑھا پن ہے۔"

خذ منھم ما اتی اعفوا اذا غضبوا   ولا یکن ھمك الامر الذی منعوا

ترجمہ: "ان سے وہ چیز لے لو جو زائد ہو جب کہ وہ غضب ناک ہوں لیکن تیرا مدعا وہ امر نہیں ہونا چاہیے جس کا وہ دفاع کریں۔"

فان فی حربھم فاترك عداوتھم   شرًّ ایخاض علیه السم والسلع

ترجمہ: "ان کے ساتھ جنگ میں ان کی عداوت چھوڑ دو۔ ان کی عداوت وہ برائی ہے جس میں زہر اور سلع کو ملایا گیا ہے۔"

اکرم بقوم رسول اللہ شیعتھم   اذا تفاوتت الاھواء والشیع

ترجمہ: "وہ قوم کتنی باعزت ہے جو حضور والا ﷺ کی جماعت ہے جب تمناؤں اور جماعتوں میں فرق ہوتا ہے۔"

اھدی لھم مدحتی قلب یوازرہ   فیما احب لسان حائك صنع

ترجمہ: "حضور انور ﷺ نے انہیں میری مدح بطور تحفہ دی ہے دل اس کی موافقت کرتا ہے جو میں پسند کرتا ہوں زبان اس کی عمدہ ترجمانی کر رہی ہے۔"

فانھم افضل الاحیاء کلھم   ان جد بالناس جد القول او شمعوا

ترجمہ: "یہ لوگ سارے قبائل سے افضل ہیں۔ خواہ لوگ کوشش سے عمدہ بات کر رہے ہوں یا مذاق کر رہے ہوں۔"

ابن ہشام نے لکھا ہے: "ابوزید نے مجھے یہ شعر اس طرح سنایا ہے:

یرضی بھا کل من کانت سریرتہ   تقوی الالہ و بالامر الذی شرعوا

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ مجھے بعض اہلِ علم نے بنو تمیم کے اشعار کے بارے لکھا ہے کہ جب زبرقان بن بدر بنو تمیم کے وفد میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا تو اس نے یہ اشعار پڑھے:

اتیناك کیما یعلم الناس فضلنا   اذا اختلفوا عند احتضار المواسم

ترجمہ: "ہم آپ کی خدمت اس لیے آئے ہیں تا کہ لوگ اس وقت ہماری فضیلت کو جان لیں جب وہ ایامِ حج میں باہم اختلاف کریں۔"

بانا فروعِ الناس فی کل موطن   و ان لیس فی ارض الحجاز کدارمِ

ترجمہ: "ہر جگہ لوگوں کی سرداری کا تاج ہمارے سر پر ہی ہے سرزمین حجاز میں دارم جیسا کوئی نہیں ہے۔"

و انا نذود المعلمین اذا انتخوا   و نضرب راس الاصید المتفاقم

ترجمہ: "ہم جنگ میں نشان لگانے والوں کا منہ اس وقت پھیر دیتے ہیں جب نخوت کا اظہار کرتے ہیں اور تکبر کی وجہ سے ٹیڑھی گردن کرنے والوں کے سر قلم کر دیتے ہیں۔"

فان لنا المرباع فی کل غارةٍ   نغیر بنجد او بارض الا عاجم

ترجمہ: "ہم نجد پر حملہ کریں یا عجمیوں کی سرزمین پر ہر حملہ میں ہمارا حصہ مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ ہوتا ہے۔"

حضرت حسان کا جواب

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے زبرقان کو یوں جواب دیا (پہلے چار اشعار معہ ترجمہ ابھی گزرے ہیں)

جعلنا نبینا دونه و بناتنا   و طبنا له نفسا بفئ المغانم

ترجمہ: "ہم نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو آپ کے سامنے کھڑا کر دیا اور مالِ غنیمت نہ لے کر صرف آپ کی ذاتِ والا پر مسرت کا اظہار کیا۔"

و نحن ضربنا الناس حتی تتابعوا   علی دینه بالمرهفات الصارمِ

ترجمہ: "ہم نے کاٹنے والی تلواروں کے ساتھ لوگوں کے ساتھ اتنی شمشیر زنی کی حتیٰ کہ وہ لگا تار آپ کے دین میں داخل ہونے لگے۔"

و نحن ولدنا من قریش عظیمها   ولدنا نبی الخیر من آل هاشم

ترجمہ: "اور ہم وہ ہیں جنہوں نے قریش کی عظیم ہستی کو جنم دیا۔ ہم نے بنو ہاشم میں سے خیر و برکت والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنم دیا۔"

بنی دارم لا تفخروا ان فخرکم یعود و بالا عند ذکر المکارم

ترجمہ: "اے بنو دارم فخر نہ کرو کیونکہ تمہارا یہ فخر اس وقت تمہارے لیے مصیبت بن جائے گا جب عمدہ اخلاق کا تذکرہ ہوگا۔"

ھبلتم علینا تفخرون و انتم لنا خول من بین ظئر و خادم

ترجمہ: "تمہاری ماں تمہیں گم کرے! کیا تم ہم پر فخر کرتے ہو حالانکہ تم ہمارے ہاں اس طرح ہو کہ کوئی دودھ پلا رہا ہے اور کوئی خادم ہے۔"

فان کنتم جئتم لحقن دمائکم و اموالکم ان تقسموا فی المقاسم

ترجمہ: "اگر تمہارے آنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنے خون محفوظ کرو اور اپنے اموال بچالو اور تمہیں مالِ غنیمت میں باہم تقسیم نہ کیا جائے۔"

فلا تجعلوا للہ ندا و اسلموا ولا تلبسوا زیا کزی الاعاجم

ترجمہ: "تو پھر رب تعالیٰ کا شریک کسی کو نہ بناؤ۔ اسلام لے آؤ اور عجمیوں کے لباس جیسا لباس نہ پہنو۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے ان اشعار سے فارغ ہوئے تو اقرع بن حابس نے کہا: "مجھے میرے باپ کی قسم! اس ہستی کو توفیق خداوندی حاصل ہے۔ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ قادر الکلام ہے۔ ان کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ نغز گو ہے۔ ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے بلند ہیں۔"

جب یہ وفد فارغ ہوگیا۔ وہ مشرف باسلام ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عمدہ عطیات سے نوازا۔ یہ لوگ عمرو بن اہتم کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ یہ عمر میں ان سب سے چھوٹے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اسی عطیہ سے نوازا جس سے ان کی قوم کو نوازا۔

محمد بن عمر نے لکھا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر شخص کو بارہ اوقیہ چاندی عطا کی سوائے عمرو بن اہتم کے۔ ان کی نوعمری کی وجہ سے انہیں پانچ اوقیہ چاندی عطا کی۔" ابن اسحاق نے لکھا ہے: "رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ اسی وفد کے بارے نازل کی:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ (الحجرات: ۴)

ترجمہ: "بے شک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کے حجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر ناسمجھ ہیں۔"

جب آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: "وہ بنو تمیم کے لوگ سخت دل انسان ہیں۔ اگر کانے دجال کے ساتھ

ان کی جنگ شدید نہ ہوتی تو میں رب تعالیٰ سے التجاء کرتا کہ وہ انہیں ہلاک کر دے۔"

امام بیہقی نے حضرات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیس بن عاصم، زبرقان بن بدر، عمرو بن اہتم بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب کا تعلق بنو تمیم کے ساتھ تھا۔ زبرقان نے فخر کرتے ہوئے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں تمیم کا سردار ہوں۔ ان میں میری اطاعت کی جاتی ہے۔ ان میں مجھے جواب دیا جاتا تھا۔ میں ان کے حقوق حاصل کرتا ہوں۔ انہیں ظلم سے روکتا ہوں۔ یہ بات اسے معلوم ہے۔"

انہوں نے عمرو بن اہتم کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن اہتم نے کہا: "یہ قادر الکلام شخص ہے۔ یہ اپنی طرف کا دفاع کرنے والا ہے۔ اپنے رشتہ داروں میں اس کی بات مانی جاتی ہے۔" زبرقان نے کہا: "بخدا! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ میرے ان دیگر اوصاف سے آگاہ ہے جو اس نے بیان کیے ہیں۔ حسد نے اسے گفتگو کرنے سے روک دیا ہے۔" عمرو بن اہتم نے کہا: "کیا میں تم سے حسد کروں گا۔ بخدا! تم کمینے ماموں والے ہو۔ تم نئے مال والے اور احمق بچے والے ہو۔ قبیلہ میں تم سے بغض کیا جاتا ہے۔ بخدا! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جو کچھ میں نے پہلے کہا ہے میں اس میں سچا ہوں جو کچھ میں نے آخر میں کہا ہے میں اس میں بھی جھوٹا نہیں ہوں۔ لیکن ایک شخص سے جب میں راضی ہوتا ہوں تو میں وہ عمدہ ترین بات کرتا ہوں جو مجھے معلوم ہوتی ہے۔ جب میں ناراض ہوتا ہوں جو میں قبیح ترین بات کرتا ہوں وہ میں پاتا ہوں۔ میں پہلی اور دوسری بات دونوں میں سچا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "بے شک بیان بھی جادو (کی طرح) ہے۔"

❁❁❁❁

بائیسواں باب

وفد بنی ثعلبہ

محمد بن عمر اور ابن سعد نے بنو ثعلبہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کہا: "جب آپ ۸ ھ کو جعرانہ سے واپس تشریف لائے تو چار افراد کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اسلام کا اقرار کر رہے تھے۔ وہ حضرت رملہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرے۔ انہوں نے کہا: "حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تمہارے علاوہ بھی کوئی ہے؟" ہم نے کہا: "نہیں! وہ چلے گئے۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ دودھ اور گھی کی ثرید سے بھرا ہوا پیالہ لے آئے۔ ہم نے اس میں سے سیر ہو کر کھایا۔ پھر ہم نماز ظہر کے لیے آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس سے باہر نکلے۔ آپ کے سر اقدس سے پانی کے قطرات گر رہے تھے۔ آپ نے نگاہ اٹھا کر ہماری طرف دیکھا۔ ہم جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے اقامت کہی۔

ہم نے آپ کو سلام عرض کیا۔ ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اپنی اس قوم کے قاصد ہیں۔ جو پیچھے ہے۔ وہ اسلام کا اقرار کر رہے ہیں۔ وہ اپنے جانوروں میں ہیں۔ صرف انہی پر گزر بسر ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں بتایا گیا ہے کہ جس نے ہجرت نہ کی اس کا کوئی اسلام نہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ تمہیں کچھ نقصان نہ ہو گا۔" حضرت بلال نے آذان دی۔ آپ نے وہیں نماز ظہر پڑھائی۔ ہم نے کسی کے پیچھے کبھی نماز نہ پڑھی تھی جو اتنی مکمل ہو اور اتنی پرسوز ہو۔ پھر آپ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ پھر جلد ہی آپ باہر تشریف لے آئے۔ ہمیں بتایا گیا کہ آپ نے کاشانہ اقدس میں دو رکعتیں پڑھیں ہیں۔ آپ نے ہمیں یاد فرمایا۔ آپ نے پوچھا "تمہارے اہلِ خانہ کہاں ہیں؟" ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ اس جماعت کے پاس ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہارے شہر کیسے ہیں؟" ہم نے عرض کی: "وہ سرسبز و شاداب ہیں۔" آپ نے فرمایا: "الحمد للہ! ہم کچھ دیر وہیں ٹھہرے رہے۔ قرآن مجید اور سنن مطہرہ سیکھتے رہے۔ آپ کی ضیافت کے مزے لوٹتے رہے۔ پھر ہم آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "انہیں بھی اسی طرح عطیات دو جیسے دیگر وفود کو عطیات سے نوازتے ہو۔ وہ چاندی لے کر آئے۔ ہم میں سے ہر شخص کو پانچ اوقیہ چاندی دی۔ ہمارے پاس دراہم نہ تھے ہم اپنے شہروں کو لوٹ آئے۔"

تئیسواں باب

وفدِ ثقیف

زاد المعاد میں ہے کہ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تو رمضان المبارک میں ثقیف کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ ان کی داستان یہ ہے: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپس تشریف لائے۔ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پیچھے ہی عازم سفر ہوئے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ ابھی مدینہ طیبہ جلوہ افروز نہیں ہوئے تھے۔ وہ مشرف باسلام ہوئے۔ انہوں نے آپ سے التجاء کی کہ وہ اسلام کا پیام حق لے کر اپنی قوم کے پاس جائیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: "وہ تمہیں شہید کر دیں گے۔" آپ جانتے تھے کہ ابھی ان میں منع کرنے کی وہ نخوت ہے جو ان میں تھی۔ حضرت عروہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں انہیں ان کی ابتدائی اولاد سے بھی پیارا ہوں۔" یہ اپنی قوم کے پسندیدہ ترین شخص تھے۔ ساری قوم ان کی اطاعت کرتی تھی۔

یہ اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے نکلے۔ انہیں امید تھی کہ ان کے مقام ومنصب کی وجہ سے قوم ان کی مخالفت نہیں کرے گی۔ جب انہوں نے اپنے بالا خانے سے انہیں دیکھا۔ انہیں اسلام کی دعوت دے دی تھی۔ ان کے لیے اپنے دین کا اظہار کر دیا تھا۔ قوم نے ہر طرف سے ان پر تیروں کی بارش کر دی۔ ایک تیر لگنے سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت عروہ سے عرض کی گئی: "تمہارے خون کے بارے تمہاری رائے کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "یہ ایک عزت ہے جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے مجھے سرفراز کیا ہے۔ یہ شہادت ہے جس سے رب تعالیٰ نے مجھے سرفراز کیا ہے۔ مجھے اسی اجر وثواب سے سرفراز کیا جائے گا۔ جس سے وہ شہداء نوازے جائیں گے جو آپ کے ساتھ شہید ہوئے۔ جب کہ آپ یہاں سے روانہ نہیں ہوئے تھے۔ مجھے ان کے ساتھ ہی دفن کر دینا۔" انہوں نے ان کو ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا۔ گمان کیا جاتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے فرمایا: "ان کی قوم میں ان کی مثال اسی طرح ہے جس طرح صاحب یٰسین اپنی قوم میں تھے۔"

حضرت عروہ کو شہید کرنے کے بعد بنو ثقیف ایک ماہ تک ٹھہرے رہے۔ انہوں نے باہم مشاورت کی۔ انہوں نے کہا کہ ان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اپنے ارد گرد کے اہلِ عرب کے ساتھ جنگ کر سکیں۔ وہ بیعت کر چکے ہیں۔ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ کسی شخص کو بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجیں جیسے کہ حضرت عروہ کو بھیجا تھا۔" انہوں

نے عبد یا لیل بن عمرو سے بات کی۔ وہ حضرت عروہ کا ہم عمر ہی تھا۔ انہوں نے اس پر یہ امر پیش کیا مگر اس نے اس خدشے سے انکار کر دیا کہ واپسی پر اس کی حالت وہی نہ ہو جو حضرت عروہ کی ہوئی تھی اس نے کہا ''میں اس وقت تک یوں نہ کروں گا حتیٰ کہ تم میرے ہمراہ افراد بھیجو۔''

انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ اس کے ہمراہ حلیفوں میں سے دو افراد اور بنو مالک میں سے تین افراد بھیجیں۔ اس طرح ان کی تعداد چھ ہو جائے گی۔ انہوں نے عبد یالیل کے ہمراہ یہ افراد بھیجے۔ حکم بن عمرو، شرحبیل بن غیلان (بنو مالک میں سے) عثمان بن ابی العاص، اوس بن عوف اور نمیر بن خرشہ'' عبد یالیل انہیں لے کر نکلا۔ جب یہ مدینہ طیبہ پہنچے تو قناۃ اترے۔ وہاں حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ان کے ساتھ ملاقات کی۔ وہ بھاگ کر گئے تا کہ حضور ﷺ کو ان کی آمد کا مژدہ سنائیں۔ رستہ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے ملے۔ انہوں نے کہا: ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم مجھ سے قبل بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر نہ ہونا۔ یہ بشارت میں ہی آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وفد کی آمد کی بشارت دی۔ حضرت مغیرہ باہر نکلے۔ ساتھیوں کی طرف گئے۔ ظہر تک ان کے پاس رہے۔ انہیں سکھایا کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیسے سلام عرض کریں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا مگر یہ کہ وہ زمانۂ جاہلیت کا ہی سلام عرض کریں گے۔ جب یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو مسجد کے ایک کونے میں ان کے لیے خیمہ لگایا گیا تا کہ وہ قرآن پاک سنیں اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں۔

حضرت خالد بن سعید ان کے اور حضور والا ﷺ کے مابین آتے جاتے رہے۔ حتیٰ کہ ان کے لیے مکتوب بھی انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا۔

بارگاہِ رسالت مآب سے جو کھانا آتا تھا اسے یہ اس وقت تک نہ کھاتے تھے حتیٰ کہ حضرت خالد بن سعید اس میں سے کھا لیتے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے التجاء کی کہ آپ ان کے لیے لات کو اسی طرح کھڑا چھوڑ دیں۔ آپ تین سال تک اسے نہ گرائیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے عرض کی کہ آپ ایک ماہ تک اسے نہ گرائیں۔ مگر آپ نے انکار فرما دیا کہ ان کے لیے کوئی مدت متعین کریں۔ اس وفد کے اراکین کا اس امر سے ارادہ یہ تھا کہ وہ اس کے ترک سے اپنی قوم کے بے وقوفوں، عورتوں اور بچوں سے محفوظ رہیں گے۔ انہیں سخت ناپسند تھا کہ وہ اسے گرا کر اپنی قوم کو گھبراہٹ میں مبتلا کریں۔ حتیٰ کہ اسلام ان میں سرایت کر جائے۔ مگر حضور اکرم ﷺ نے انکار کر دیا الا یہ کہ آپ حضرات ابو سفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو اسے گرانے کے لیے بھیجیں۔ اس وفد نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ آپ انہیں نماز سے مستثنیٰ قرار دیں۔ نیز آپ ان بتوں کو نہ توڑیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے ہاتھوں سے تمہارے بت گرانے سے تو عنقریب ہم تمہیں معاف کر دیں گے۔ جہاں تک نماز کا

تعلق ہے تو اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہیں۔"

جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے مکتوب لکھوایا۔ حضرت عثمان بن ابی العاص کو ان کا امیر مقرر کیا۔ یہ ان میں سے کم عمر تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے یہ اسلام کو سیکھنے میں ان سے زیادہ حریص تھے۔ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے میں ان سے زیادہ متمنی تھے۔ امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں ثقیف کے وفد کے ساتھ آیا۔ جب وہ بارگاہِ رسالت مآب حاضر ہوئے۔ جب ہم در اقدس پر اترے تو اس وفد نے کہا: "ہماری سواریوں کو کون روکے گا؟ سارے افراد پسند کرتے تھے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوں پیچھے رہ جانا کسی کو بھی پسند نہ تھا۔ میں ان میں سے کم عمر تھا۔ میں نے ان سے کہا: "اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری سواریوں کو روکتا ہوں۔ لیکن تمہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کا واسطہ کہ جب تم باہر نکلو گے تو تم میری سواری کو روکو گے تا کہ میں بھی حاضری دے لوں۔" انہوں نے وعدہ کیا۔

وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ پھر باہر نکلے۔ انہوں نے کہا: "آؤ چلیں۔" میں نے کہا: "کہاں؟" انہوں نے کہا: "اپنے اہلِ خانہ کے پاس۔" میں نے کہا: "میں نے اپنے اہلِ خانہ سے سفر کیا۔ جب میں در اقدس تک پہنچ جاؤں تو حاضری دیے بغیر ہی چلا جاؤں۔ تم نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا تھا کیا تمہیں وہ یاد رہے۔" انہوں نے کہا: "جلدی کرو ہم نے سارے مسئلے آپ سے پوچھ لیے ہیں۔ ہم کوئی چیز نہیں چھوڑی مگر اس کے بارے پوچھ لیا ہے۔"

میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ مجھے دین کی سوجھ بوجھ عطا کرے۔" آپ نے فرمایا: "تم نے کیا کہا ہے؟" میں نے دوبارہ عرض کی۔ تو فرمایا: "تم نے مجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جس کا سوال تمہارے ساتھیوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ جاؤ۔ تم ہی ان کے امیر ہو۔ اپنی قوم کے ان افراد کے بھی تم ہی امیر ہو جن سے تم آگے بڑھو۔" دوسری روایت میں ہے: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے مصحف کے بارے التجاء کی۔ آپ نے مجھے عطا فرما دیا۔

زاد المعاد میں ہے: "جب حضرات ابو سفیان اور مغیرہ رضی اللہ عنہما لات کو گرانے کے لیے طائف پہنچے تو حضرت مغیرہ نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت ابو سفیان کو آگے کریں۔ مگر حضرت ابو سفیان نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا: "تم خود ہی اپنی قوم کے پاس جاؤ۔" وہ ذوالہرم میں اپنے مال کے پاس ٹھہر گئے۔

جب حضرت مغیرہ لات کے اوپر چڑھے تا کہ اسے کدال ماریں تو ان کے سامنے ان کی قوم کھڑی ہو گئی۔ بنو معتب ان کی قوم تھی تا کہ لوگ ان پر اس طرح حملہ نہ کر دیں جس طرح حضرت عروہ پر حملہ کیا گیا تھا۔ جب حضرت مغیرہ نے اسے گرا دیا۔ اس کا مال لے لیا۔ زیور لے لیا تو حضرت ابو سفیان کو اس کے مال، سونا، چاندی اور قیمتی پتھر کے ساتھ بھیجا۔

حضرات ابو ملیح بن عروہ اور قارب بن اسود ثقیف کے وفد سے قبل بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوتے۔ جب حضرت عروہ کو شہید کیا گیا۔ وہ بنو ثقیف سے جدا ہونا چاہتے تھے نیز یہ کہ وہ ان کے ساتھ کسی چیز پر بھی جمع نہ ہوں گے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''جسے چاہو اپنا والی بنالو۔'' انہوں نے کہا: ''ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کو اپنا والی بناتے ہیں۔''

جب اہلِ طائف نے اسلام قبول کر لیا تو حضرت ابو ملیح نے حضور انور ﷺ سے عرض کی کہ آپ ان کے والد گرامی حضرت عروہ کا قرض اتار دیں۔ آپ یہ قرض اس مال سے اتاریں جو لات سے حاصل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں! حضرت قارب بن اسود نے بھی عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسود کا قرض بھی اتار دیں حضرت عروۃ اور اسود سگے بھائی تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اسود حالتِ شرک پر مرا ہے۔'' حضرت قارب نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ قریبی رشتہ دار مسلمان کی صلہ رحمی فرمائیں۔'' (اس سے مراد ان کی اپنی ذات تھی) یہ قرض مجھ پر ہے۔ اس کا تقاضا مجھ سے ہی ہوگا۔'' آپ نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لات سے حاصل ہونے والے مال سے ان کا قرض چکا دیں۔ آپ نے بنو ثقیف کے لیے یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ مکتوب گرامی حضرت محمد مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اہلِ ایمان کی طرف ہے۔ وج کا درخت نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کا شکار حرام ہے۔ جو اس طرح کرتا ہوا پایا گیا تو اسے کوڑے مارے جائیں گے۔ اس کے کپڑے اتار لیے جائیں گے۔ جو اس سے بھی تجاوز کرے گا۔ تو اسے پکڑ لیا جائے گا اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہِ ناز میں پیش کیا جائے گا یہ نبی محترم، رسولِ مکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ کا حکم ہے۔ آپ کے حکم سے اسے خالد بن سعید نے رقم کیا ہے۔ اس سے کوئی تجاوز نہیں کرے گا۔ ورنہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہوگا۔ ان امور میں جن کا حکم آپ نے بنو ثقیف کو دیا ہے۔''

بنو ثقیف کی یہ مکمل داستان ہے۔ آپ نے یہ الفاظ غزوۂ طائف میں فرمائے تھے۔

وفد ثقیف کے بارے کچھ زائد تفصیلات بھی ہیں۔ راوی کہتے ہیں: ''یہ افراد صبح صبح بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاتے تھے۔ اپنے سامان کے پاس حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو چھوڑ آتے تھے۔ یہ ان سب سے چھوٹے تھے۔ جب وہ لوگ واپس آجاتے تو یہ آپ کی خدمتِ مقدسہ میں حاضر ہو جاتے۔ دینِ حق کے بارے پوچھتے قرآن پڑھانے کے لیے عرض کرتے حتیٰ کہ ان میں دینِ حق کی سوجھ بوجھ پیدا ہوگئی انہیں علم نصیب ہوگیا۔ حضور اکرم ﷺ کو ان کی وجہ سے تعجب

ہوا۔ آپ نے ان سے محبت کی۔ یہ وفد ٹھہرا رہا۔ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوتا رہا۔ آپ انہیں اسلام کی طرف بلاتے رہے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

کنانہ بن عبد یالیل نے عرض کی: ''کیا آپ ہمارا فیصلہ کریں گے حتیٰ کہ ہم اپنی قوم کے پاس لوٹ جائیں۔'' آپ نے فرمایا: 'ہاں! اگر تم اسلام کا اقرار کرلو تو میں تمہارا فیصلہ کروں گا۔ ورنہ تمہارے لیے کوئی فیصلہ نہیں اور نہ ہی میرے اور تمہارے مابین صلح ہوسکتی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''بدکاری کے بارے کیا حکم ہے؟ ہم مسافر لوگ ہیں اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ تم پر حرام ہے۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (الاسراء: ۳۲)

انہوں نے عرض کی: ''سود کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ ہمارے سارے اموال کا انحصار اسی پر ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے لیے تمہارے اموال کا اصل زر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

(البقرۃ: ۲۷۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود سے اگر تم (سچے دل سے) ایمان دار ہو۔''

انہوں نے عرض کی: ''شراب کے بارے کیا خیال ہے؟ اس کے بغیر چارۂ کار نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے اسے حرام فرمایا ہے۔'' پھر آپ نے یہ آیت طیبہ پڑھی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ (المائدۃ: ۹۰)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

وہ وہاں سے اٹھے۔ مشاورت کرنے کے لیے خلوت میں گئے۔ پھر آپ سے عرض کی کہ آپ لات کو نہ گرائیں۔ مگر آپ نے انکار فرمادیا۔ ابن عبد یالیل نے عرض کی: ''ہم تو اسے گرا نہیں سکیں گے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں عنقریب تمہارے پاس ایسا شخص بھیجوں گا جو اسے گرا دے گا۔'' آپ نے حضرت عثمان بن ابی العاص کو ان پر امیر مقرر کیا۔ کیونکہ وہ اسلام پر بڑے حریص تھے۔ کیونکہ انہوں نے بہت سی سورتیں یاد کرلی تھیں۔ انہوں نے التجا بھی کی تھی کہ وہ کسی کو ان پر امیر بنادیں۔

جب یہ وفد واپس آیا۔ خود بنو ثقیف اس کا استقبال کرنے کے لیے باہر نکلے انہوں نے اپنے اونٹوں کو تیز چلایا۔

اپنے اونٹوں کو ترتیب سے چلایا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: "یہ وفد تمہارے لیے کوئی بھلائی نہیں لے کر آیا۔ وہ وفد لات کے پاس گیا۔ وہیں فروکش ہو گیا۔ بنو ثقیف نے کہا: "یہ تو ہماری طرف دیکھتے ہی نہیں۔" پھر ہر شخص اپنے اہلِ خانہ کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے ان سے پوچھا: "تم کیا لے کر آئے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہم ایسے شخص کے پاس گئے تو جو تند خو اور سخت ہے۔ وہ تلوار سے غالب آیا ہے۔ سارا عرب اس کے سامنے عاجز آ گیا ہے اس نے ہمارے سامنے سخت امور رکھے۔ مثلاً لات کو گرایا۔ بنو ثقیف نے کہا: "بخدا! ہم یہ تو کبھی بھی قبول نہیں کریں گے۔"

وفد نے کہا: "اپنا اسلحہ درست کرو۔ قتال کے لیے تیار ہو جاؤ۔ دو یا تین دن تک بنو ثقیف اسی حالت پر رہے وہ جنگ کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ پھر رب تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ انہوں نے کہا: "بخدا! ان کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ واپس چلو انہیں وہ کچھ دے دو جن کا وہ تقاضا کرتے ہیں۔" جب وفد نے دیکھا کہ بنو ثقیف کا اسلام کی طرف رجحان ہو چکا ہے۔ انہوں نے ایمان کو اختیار کر لیا ہے تو اس وفد نے کہا: "ہم تو آپ سے فیصلہ بھی کروایا ہے۔ ہم نے اپنی منشاء کی شرائط رکھیں ہیں۔ ہم نے آپ کو پایا ہے کہ آپ سارے لوگوں سے زیادہ متقی ہیں۔ سب لوگوں سے زیادہ باوفا ہیں۔ سب سے زیادہ رحم کرنے والے اور سب سے زیادہ سچے ہیں۔ آپ کی طرف ہمارے اور تمہارے سفر کو بابرکت بنا دیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ کی عافیت کو قبول کرلو۔"

بنو ثقیف نے پوچھا: "پھر تم نے ہم سے یہ بات کیوں چھپائی؟" انہوں نے کہا: "ہم نے چاہا کہ ہم تمہارے قلوب سے شیطان کی نخوت کو نکال دیں۔" اسی وقت انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور کچھ دیر ٹھہرے رہے پھر آپ کے قاصد آ گئے۔ وہ لات کو گرانے کے لیے گئے۔ سارے بنو ثقیف باہر نکلے حتیٰ کہ پردہ نشین عورتیں پردوں سے نکل آئیں۔ ان کا گمان تھا کہ لات کو گرایا نہیں جا سکتا۔ ان کا گمان تھا کہ یہ خود اپنا دفاع کرلے گا۔ حضرت مغیرہ اٹھے کدال کی اسے ضرب لگائی پھر جان بوجھ کر نیچے گر پڑے۔ اہلِ طائف چیخ اٹھے۔ انہوں نے کہا: "رب تعالیٰ نے مغیرہ کو دور کر دیا ہے۔ لات نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔" وہ خوش ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "بخدا! اسے گرایا نہیں جا سکتا۔" حضرت مغیرہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا: "اگروہ ثقیف رب تعالیٰ تمہیں برباد کرے۔ یہ کمینہ صرف پتھر اور ڈھیلوں پر مشتمل ہے۔ رب تعالیٰ کی عافیت کو قبول کرلو وار صرف اسی کی عبادت کرو۔" حضرت مغیرہ نے اس کے کمرہ کا دروازہ توڑا۔ پھر اس کی فصیل پر چڑھ گئے۔ آدمی بھی ان کے ساتھ چڑھ گئے۔ ایک ایک پتھر وہ گراتے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اسے زمین کے برابر کر دیا۔ چابی والے نے کہا: "اس کی بنیاد انہیں آتشِ غضب میں جلا دے گی۔ وہ انہیں نیچے دھنسا دے گی۔" جب حضرت مغیر نے یہ بات سنی تو انہوں نے خالد سے کہا: "مجھے چھوڑ دو۔ میں اس کی بنیادیں اکھیڑتا ہوں۔ انہوں نے اس کی اساس کھودی حتیٰ کہ اس کی مٹی بھی نکال دی۔ وفد بارگاہِ رسالت

مآب میں حاضر ہو گیا۔ وہ لات کے زیورات اور پوشاکیں بھی لے آئے۔ آپ نے اسی روز یہ اشیاء تقسیم کر دیں۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ جس نے اپنے نبی کریم ﷺ کی نصرت کی اور آپ کے دین کو غلبہ بخشا۔

ابو داؤد نے حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسی جگہ مسجد تعمیر کر دیں۔ جہاں لات کا بت تھا۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ نے مجھے اس لیے امیر مقرر کیا کیونکہ میں نے سورۃ البقرۃ پڑھ لی تھی۔ میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قرآن پاک مجھ سے بھاگ جاتا ہے۔'' آپ نے میرے سینہ پر اپنا دستِ اقدس رکھا۔ فرمایا: ''یا شیطان! عثمان کے سینے سے نکل جا۔'' اس کے بعد مجھے وہ چیز کبھی نہیں بھولی جسے میں یاد کرنا چاہتا ہوں۔'' صحیح مسلم میں ہے: ''میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! شیطان میرے، میری نماز اور میری قرأت کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ شیطان ہے۔ اسے خنزب کہا جاتا ہے جب یہ محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ سے پناہ حاصل کرلو۔ اپنے دائیں طرف تین بار تھوک دو۔'' حضرت عثمان نے فرمایا: ''میں نے اسی طرح کیا۔ رب تعالیٰ نے اسے مجھ سے دور لے گیا۔''

❁❁❁❁

چوبیسواں باب

ثمالہ اور حدّان کے وفود

راویوں نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت عبداللہ بن عبس ثمالی اور حضرت مسلمہ بن حاران حدانی اپنی اپنی قوم کے وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنی قوم کی طرف سے آپ کی بیعت کی۔ آپ نے ان کے لیے مکتوب گرامی لکھوایا جس میں ان کے اموال کی زکوٰۃ کا تذکرہ کیا گیا۔ حضرت ثابت بن قیس نے اسے لکھا۔ حضرت سعد بن عبادۃ اور حضرت محمد بن مسلمہ نے اس پر گواہی دی۔

❁❁❁❁

پچیسواں باب

جارود بن معلّٰی اور سلمہ بن عیاض الاسدی کا وفد

ابوعبیدہ معمر بن مثنٰی سے روایت ہے کہ جارود العبدی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ سلمہ بن عیاض الاسدی بھی تھا۔ یہ زمانہ جاہلیت میں حلیف تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جارود نے سلمہ بن عیاض سے کہا: "تہامہ سے ایک شخص کا ظہور ہوا ہے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے کیا ہم اس ہستی پاک کے پاس نہ جائیں۔ اگر ہمیں بھلائی نظر آئی تو ہم اس میں داخل ہو جائیں گے۔ اگر وہ نبی ہوئے تو ان کی طرف فضیلت لے جانے والے کے لیے یقیناً فضیلت ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ وہ وہی نبی کریم ﷺ ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔" جارود عیسائی تھا۔ اس نے کتب پڑھ رکھی تھیں۔ پھر اس نے سلمہ سے کہا:

"ہم میں سے ہر ایک تین مسائل چھپا لے جو ان سے پوچھے۔ وہ اپنے ساتھی کو بھی ان مسائل کے بارے نہ بتائے۔ مجھے اپنی حیاتی کی قسم! اگر انہوں نے ان کے بارے بتا دیا تو وہ نبی برحق ہوں گے اور ان پر وحی کی جاتی ہوگی۔" ان دونوں نے اسی طرح کیا۔ جب یہ دونوں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو جارود نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کو کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے مجھے اس شہادت کے ساتھ بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ مجھے ہر شریک اور بت سے برأت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ جس کی پوجا رب تعالیٰ کو چھوڑ کر جاتی ہے۔ نماز کو وقت پر ادا کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، رمضان المبارک کے روزے رکھنے اور بیت اللہ کا حج ادا کرنے کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۝ (فصلت: ۴۶)

ترجمہ: "جس نے نیک عمل کیے تو اس کے اپنے (فائدے) کے لیے اور جس نے برا کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔"

جارود نے عرض کی: "یا محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ نبی ہیں تو ان امور کے بارے بتائیں جو ہم نے چھپا کر رکھے ہیں" آپ نے یوں حرکت کی گویا کہ آپ کو اونگھ آئی ہو۔ پھر سر اقدس کو بلند کیا۔ پسینے کے قطرات جبین اطہر سے نیچے گر

رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "تم نے اے جارود! تم نے یہ امور چھپا رکھے ہیں کہ تم مجھ سے جاہلیت کے خون، جاہلیت کے معاہدے اور عطیہ کے بارے سوالات کرو گے۔ جاہلیت کا خون رائیگاں ہے۔ اس کا عہد مضبوط ہے۔ اسلام نے اس کی شدت میں اضافہ کیا ہے۔ اسلام میں (خلافِ شریعت) کوئی معاہدہ نہیں ہے (اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے) ارے! فالتو چیز صدقہ ہے کہ تو اپنے بھائی کو سواری عطا کرے یا بکری کا دودھ پیش کر دے۔ یہ بھرے ہوئے پیالے سے جاتی ہے اور بھرے ہوئے پیالے سے شام کو واپس آتی ہے۔" اے سلمہ! تم نے یہ چھپا رکھا تھا کہ تم مجھ سے بتوں کی پوجا، یوم سباسب اور عقل الھجین کے بارے سوال کرو گے۔ بتوں کی پوجا کے بارے تو رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ (الانبیاء:۹۸)

یوم سباسب کے عوض رب تعالیٰ نے ایک ایسی رات عطا کی ہے جو ایک ہزار ماہ سے بہتر ہے۔ اسے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تلاش کیا جائے یہ ایک روشن اور آسان رات ہوتی ہے۔ اس میں (تیز) ہوا نہیں ہوتی۔ اس کی صبح کو سورج شعاعوں کے بغیر طلوع ہوتا ہے۔ جہاں تک عقل ھجین کا تعلق ہے تو اہلِ ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان کے خون ہم پلہ اور برابر ہیں۔ ان کا دور کا شخص قریبی شخص پر پناہ دے سکتا ہے۔ رب تعالیٰ کے نزدیک معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

انہوں دونوں نے عرض کی: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لا شریک ہے آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔" ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ اس شخص سے روایت کرتے ہیں جس پر وہ تہمت نہیں لگاتے کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا: "جب جارود بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا تو حضور اکرم ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا۔ آپ نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی۔ اس میں ترغیب دی۔" اس نے عرض کی: "محمد عربی ﷺ میں ایک دین پر تھا۔ میں آپ کے دین کے لیے اپنا دین چھوڑ رہا ہوں۔ کیا آپ میرے دین کے ضامن بنتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: "ہاں! میں اس بات کا ضامن ہوں کہ جس دین حق کی طرف رب تعالیٰ نے تمہاری راہ نمائی کی ہے وہ تیرے اس دین سے بہتر ہے۔" اس نے اسلام قبول کر لیا اس کے ساتھیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ پھر اس نے سواریوں کے بارے عرض کی۔ آپ نے فرمایا: "میرے پاس سواری کے جانور نہیں جن پر تمہیں سوار کروں۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے اور ہمارے شہروں کے مابین لوگوں کے (یا مسلمانوں) کے گمشدہ جانور ہوتے ہیں۔ کیا ہم ان پر سوار ہو کر اپنے شہروں تک پہنچ جائیں۔" آپ نے فرمایا: "تم ان جانوروں سے بچو۔ وہ تو آگ کے شعلے ہیں۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ ہماری قوم کو اکٹھا کر

دے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! ان کی قوم کی الفت کو جمع فرما ان کے بر و بحر میں ان کے لیے برکت فرما۔" حضرت جارود نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنے شہروں سے کون سا مال لوں؟" آپ نے فرمایا: "تمہارے شہر کیسے ہیں؟" انہوں نے عرض کی: "ان کا پانی صحت بخش ہے۔ ان کی نباتات شفاء بخش ہے۔ ان کی ہوا صبا ہے ان کی کھجوریں تروتازہ ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اونٹوں کو لازم پکڑو۔ یہ صابر اور طاقتور جانور ہے۔ اس کا عمل شمار ہو سکتا ہے اور اونٹنی دوقت ع کر سکتی ہے۔"

حضرت سلمہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنے شہروں میں سے کون سا مال لوں؟ آپ نے فرمایا: "تمہارے شہر کیسے ہیں؟ انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کی پناہ گاہ پاکیزہ، کھجور خالص اور ٹیلے کشادہ ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم بکریاں پالا کرو ان کے دودھ بھرے ہوئے ڈول کی مانند ہیں۔ ان کی اون اثاثہ ہے۔ ان کی اولاد دوسرا پایہ برکت ہے۔ یہ تمہارے لیے نوالہ اور اضافہ ہے۔" یہ دونوں مسلمان ہو کر اپنی قوم میں چلے گئے۔

ابن اسحاق کے مطابق حضرت جارود رضی اللہ عنہ عازم سفر ہوئے۔ وہ اپنی قوم کے پاس چلے گئے ان کا اسلام بہت عمدہ تھا۔ یہ اپنے دین حق پر بڑے ثابت قدم تھے۔ حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے ردت کا زمانہ پایا۔ یہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ جب ان کی قوم کے لوگ غرور بن منذر کے ساتھ اپنے سابقہ دین پر چلے گئے۔ تو حضرت جارود رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اسلام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے فرمایا: "اے لوگو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جو یہ گواہی نہیں دیتا میں اس کا انکار کرتا ہوں۔" انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

شهدت بأن الله حق   بنات فؤادي بالشهادة والنهض

ترجمہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اور طاقت سے گواہی دیتا ہوں۔"

فابلغ رسول الله عني رسالةً   بأني حنيف حيث كنت من الارج

ترجمہ: "میری طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام دے دو کہ میں دین حنیف پر ہی ہوں۔ جہاں میں زمین میں کہیں بھی رہوں۔"

انت امين الله في كل خلقه   على الوحي من بين القضيضة والقض

ترجمہ: "آپ رب تعالیٰ کی ساری مخلوق میں اس کے امین ہیں۔ آپ ساری روئے زمین پر رب تعالیٰ کے امین ہیں۔"

فان لم تكن داري بيثرب فيكم   فاني لكم عند الاقامة والخفض

ترجمہ: "اگرچہ میرا گھر یثرب میں آپ کے پاس موجود نہیں ہے لیکن میں رہائش اور زمین کے اعتبار سے آپ کے قریب ہی ہوں۔"

اصالح من صالحت من ذی عداوۃٍ　　　و ابغض من امسی علی بغضکم بغضی

ترجمہ: "میری اس دشمن سے صلح ہے جس سے آپ کی صلح ہے جس کو میں آپ کے بغض کی وجہ سے مبغوض سمجھتا ہوں میرا اس کے ساتھ بغض سب سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔"

و ادنی الذی والیته واحبه　　　و ان کان فیه العلاقم من بغض

ترجمہ: "جسے آپ محبت کرتے ہیں میں اسے قریب کرتا ہوں اور اس سے محبت کرتا ہوں اگرچہ اس کے منہ میں بغض کی تلخی موجود ہو۔"

اذب بسیفی عنکم و احبکم　　　اذا ما عدو کم فی الرفاق و فی النقض

ترجمہ: "میں تلوار سے تم سے اذیتیں دور کروں گا اور تم سے محبت کرتا ہوں جب کہ تمہارا دشمن ریبوں اور شکست میں ہو۔"

و اجعل نفسی دون کل ملمۃ　　　لکم جنۃ من دون عرضکم عرضی

ترجمہ: "میں ہر آفت کے سامنے اپنا نفس قربان کروں گا اور اپنی عزت کو تمہاری عزت کے لیے ڈھال بناؤں گا۔"

حضرت سلمہ بن عیاض الاسدی رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

رأیتك یا خیر البریۃ کلها　　　نشرت کتابا جاء بالحق معلما

ترجمہ: "اے ساری مخلوق سے بہترین ہستی! میں آپ کی زیارت سے شادکام ہوا ہوں۔ آپ نے ایسی کتاب کھولی ہے جو حق کے ساتھ آئی اور اس پر نشانات لگے ہیں۔"

شرعت لنا فیه الهدٰی بعد جورنا　　　عن الحق لمّا اصبح الامر مظلما

ترجمہ: "آپ نے اس میں ہمارے لیے ہدایت مشروع فرمائی حالانکہ ہم راہِ حق سے بھٹک چکے تھے۔ جب معاملہ تاریک ہو گیا۔"

فنورت بالقرآن ظلمات حندس　　　و اطفأت نار الکفر لما تضر ما

ترجمہ: "آپ نے قرآن پاک کے ذریعے تاریک رات کی ظلمت کو منور کیا۔ جب کفر کی آگ شعلہ بار ہوئی تو آپ نے اسے بجھا دیا۔"

تعالٰی علو اللہ فوق سمائہٖ و کان مکان اللہ اعلی و اکرما

ترجمہ: "رب تعالیٰ کی رفعت آسمان سے بھی بلند ہوگئی۔ رب تعالیٰ کا رتبہ اعلیٰ اور معزز ہوگیا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت جارود بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

یا نبی الھدٰی اتتك رجال قطعت فدفدا و آلافالا

ترجمہ: "اے پیغمبر ہدایت! لوگ صحراؤں اور سیرابوں کو طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔"

و طوت نحوك الصحاصح طرّا لا تخال الكلال فيه كلالًا

ترجمہ: "انہوں نے آپ کی بارگاہ میں پہنچنے کے لیے کئی چٹیل میدان طے کیے ہیں وہ آپ کے رستے میں پہنچنے والی تھکاوٹ کو تھکاوٹ نہیں سمجھتے۔"

كل دهناء يقصر الطرف عنها ارقلتها قلاصنا ارقالا

ترجمہ: "تمام جانوروں نے تھکاوٹ کی وجہ سے صحراؤں سے منہ موڑ لیا ہے۔ لیکن ہماری سواریوں نے انہیں تیز رفتاری سے طے کیا ہے۔"

و طوتها الجياد تجمع فيها بكماة كانجم تتلالا

ترجمہ: "ان صحراؤں کو عمدہ گھوڑوں نے ستاروں جیسے درخشاں مسلح بہادروں کے ساتھ طے کیا ہے۔"

تبتغي دفع بوس يوم عبوس اوجل القلب ذكره ثم هالا

ترجمہ: "وہ لوگ خوفناک دن سے نجات کے طلبگار ہیں جس نے دلوں کو پریشان اور مضطرب کر رکھا ہے۔"

✿✿✿✿

چھبیسواں باب

وفدِ جذام

ابن سعد نے اپنے راویوں سے اور الطبرانی نے عمیر بن معبد جذامی سے روایت کیا ہے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: "رفاعۃ بن زید بن عمیر بن معبد الجذامی کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ وفد الحدیبیہ میں خیبر سے پہلے حاضر خدمت ہوا تھا۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں غلام پیش کیا اور مشرف باسلام ہو گئے۔ آپ نے ایک مکتوبِ گرامی لکھوایا۔ جس کی عبارت یہ ہے:

"یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے رفاعۃ بن زید کی طرف خط مبارک ہے۔ میں انہیں ان کی عام قوم اور جو اس میں داخل ہو۔ اس کی طرف بھیج رہا ہوں۔ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے رسول محترم ﷺ کی طرف دعوت دیں گے۔ جس نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے گروہ میں داخل ہو گیا۔ جس نے انکار کیا تو اس کے لیے دو ماہ کی مہلت ہے۔"

ان کی قوم نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور اسلام قبول کر لیا۔

الطبرانی نے یہ اضافہ کیا ہے "وہ عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ وہ حرۃ الرجلاء فروکش ہوئے اس وقت ہی حضرت دحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ قیصر کے پاس سے آئے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں بھیجا۔ جب وہ ان کی وادیوں میں سے ایک وادی میں پہنچے جسے شنار کہا جاتا تھا۔ ان کے ہمراہ تجارتی سامان بھی تھا۔ ھنید بن عوص اور اس کے بیٹے عوص بن ھنید نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کا تعلق جذام کے قبیلے ضلیع سے تھا۔ انہوں نے حضرت دحیہ سے ہر چیز چھین لی۔ یہ خبر حضرت رفاعۃ کے قبیلے تک پہنچی۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ ھنید اور اس کے بیٹے کی طرف گئے۔ بنو ضبیب میں نعمان بن ابی جعال بھی تھا۔ انہوں نے ان پر حملہ کیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا قرۃ بن اشقر الضلعی نے نعمان بن ابی جعال کو تیر مارا جو اس کے گھٹنے پر لگا۔ اس نے تیر مارتے وقت کہا: "لو میں ابن لبنی ہوں۔ حسان بن ملۃ جو حضرت دحیہ کی رفاقت میں رہے تھے۔ انہوں نے انہیں ام الکتاب کی تعلیم دی تھی۔ انہوں نے دشمن سے ہر چیز چھین لی اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ پھر حضرت دحیہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ اور سارے حالات گوش گزار کیے۔ انہوں نے ھنیہ اور عوص کے خون کے بارے عرض کی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان کے ہمراہ لشکر بھیجا۔ غطفان، وائل، سلامان اور سعد بن ھدیم کے لوگ حرۃ الرجلاء پر جمع تھے۔ جب حضرت رفاعۃ حضور اکرم ﷺ کا گرامی نامہ لے کر ان کے پاس پہنچے۔ رفاعۃ کراع النعیم کے مقام پر تھے۔ ان کے ہمراہ بنو ضبیب تھے۔ حرہ کے کونے کی طرف یہ وادی مدار میں تھے۔

ستائیسواں باب

وفدِ جرم

ابن سعد نے سعد بن مرہ جرمی سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے کہا:"ہم میں سے دو افراد بارگاہِ رسالت مآب میں جمع ہوئے۔ان میں سے ایک اصقع بن شریح اور دوسرے ھوذہ بن عمرو تھے۔انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے مکتوب گرامی لکھوایا۔

عمرو بن سلمہ بن قیس الجرمی سے روایت ہے کہ ان کے والد گرامی اور ان کی قوم وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔جب لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا۔انہوں نے قرآن پاک سیکھا اور اپنی ضروریات پوری کیں۔انہوں نے عرض کی:"ہم کو امامت کون کرائے گا؟" آپ نے فرمایا:"جسے سب سے زیادہ قرآن پاک یاد ہو وہ امامت کرائے۔" وہ اپنی قوم کے پاس گئے۔انہوں نے پوچھا۔لیکن انہیں ایسا کوئی شخص نہ ملا جسے مجھ سے زیادہ قرآن پاک یاد ہو۔"انہوں نے کہا:"میں اس وقت جوان تھا۔مجھ پر چادر تھی۔انہوں نے مجھے آگے کیا۔میں نے انہیں نماز پڑھائی۔بنو جرم کا جو اجتماع بھی ہوتا ہے آج تک میں ہی ان کا امام ہوتا ہوں۔" حضرت مسعر نے کہا:"یہ ان کی نمازِ جنازہ بھی پڑھاتے تھے ان کی مسجد میں ان کی امامت بھی کراتے تھے حتیٰ کہ وہ روانہ ہو گئے۔"

امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ابن سعد اور ابن مندہ نے عمرو بن سلمہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:"ہم اس چشمہ پر تھے جو لوگوں کی گزرگاہ پر تھا۔ہم نے لوگوں سے اس اجتماع کے بارے پوچھا۔انہوں نے ہمیں بتایا:"ایک شخص ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔اور رب تعالیٰ نے انہیں مبعوث کیا ہے اور رب تعالیٰ نے ان پر یہ وحی کی ہے۔"میں اس سے جو بھی سنتا وہ مجھے یاد ہو جاتا گویا کہ اسے میرے سینے میں گوند سے چپکایا جا رہا ہو۔حتیٰ کہ میں نے اس میں بہت سا قرآن پاک یاد کرلیا۔انہوں نے فرمایا:"اہلِ عرب نے اپنے اسلام کو فتح کے ساتھ وابستہ کرلیا تھا۔وہ کہتے تھے۔"ذرا دیکھو اگر یہ اہلِ مکہ پر غالب آگئے تو یہ سچے نبی ہوں گے۔جب ہمارے پاس فتح مکہ کی خبر آگئی تو ہر قوم نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی۔اردگرد کے لوگوں کے اسلام کے ساتھ میرے والد گرامی روانہ ہوئے وہ اتنا عرصہ آپ کے ہمراہ ٹھہرے رہے۔جتنا اللہ رب العزت نے چاہا پھر تشریف لے آئے۔جب وہ ہمارے گھروں کے قریب ہوئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔جب ہم

نے انہیں دیکھا تو انہوں نے کہا: ''بخدا! میں تمہارے پاس اس ہستی کی خدمت میں حاضر ہو کر آ رہا ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔'' پھر کہا: ''وہ آپ کو یہ حکم دیتے ہیں۔ اس چیز سے منع کرتے ہیں۔ تم فلاں وقت یہ نماز پڑھو فلاں وقت یہ نماز پڑھو۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک شخص آذان دے جسے زیادہ قرآن پاک آتا ہو۔ وہ امامت کرائے۔'' ہم نے ارد گرد کے لوگوں کو دیکھا کسی کو مجھ سے زیادہ قرآن پاک نہ آتا تھا۔ ہم نے وہ قرآن پاک اہلِ کاروان سے سیکھا تھا۔ انہوں نے مجھے بلایا۔ مجھ سے رکوع اور سجود کرنے کا طریقہ سیکھا۔ مجھے اپنے آگے کیا میں چھ سال کی عمر میں ان کے ہمراہ نماز پڑھتا تھا۔'' انہوں نے کہا: ''مجھ پر ایک چادر تھی۔ جب میں سجدہ کرتا تو وہ چادر اوپر اٹھ جاتی تھی۔ قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: ''کیا تم اپنے قاری کی کمر کو ہم سے مخفی نہیں کر سکتے۔'' انہوں نے بحرین کی بنی ہوئی قمیض دی۔ میں اتنا کسی چیز پر خوش نہ ہوا جتنا اس قمیص پر خوش ہوا تھا۔

❁❁❁❁

اٹھائیسواں باب

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کا وفد

الطبرانی، بیہقی اور ابن سعد نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم ﷺ نے میری طرف قاصد بھیجا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''تمہیں کون سی چیز لے کر آئی ہے؟'' میں نے عرض کی: ''میں اسلام لانے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔'' آپ نے اپنی ردائے پاک میری طرف پھینک دی۔ فرمایا: ''جب کسی قوم کا معزز شخص تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔'' حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: ''میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں اس کا رسولِ برحق ہوں تم اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان لاؤ۔ تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان لاؤ۔ فرض نماز ادا کرو۔ فرض زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان المبارک کے روزے رکھو۔ ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کا اظہار کرو۔ اپنے امیر کی اطاعت کرو خواہ وہ حبشی غلام ہو۔''

امام احمد، امام بیہقی اور امام طبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت جریر نے فرمایا: ''جب میں مدینہ طیبہ کے قریب گیا تو میں نے اپنی سواری بٹھائی۔ اپنا تھیلا کھولا۔ اپنی پوشاک زیب تن کی اور مسجدِ نبوی میں داخل ہو گیا۔ حضور والا ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ لوگوں نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔ میں نے اپنے ہم نشیں سے پوچھا: ''عبداللہ! کیا حضور اکرم ﷺ نے میرے بارے کچھ تذکرہ فرمایا ہے۔'' اس نے کہا: ''ہاں! حضور اکرم ﷺ نے تمہارا تذکرہ بڑے احسن انداز میں کیا ہے۔'' آپ نے اپنے خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا: ''اس دروازے سے یا اس شگاف سے تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص آئے گا اس کے چہرے پر سلطنت کے اثرات ہوں گے۔'' میں نے رب تعالیٰ کی تعریف بیان کی جو اس نے مجھے یہ عنایت کی۔

بزار اور الطبرانی نے حضرت عبداللہ بن حمزہ اور الطبرانی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''اسی اثناء میں کہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھا۔ بعض صحابہ کرام بھی حاضر خدمت تھے۔ جن میں سے اکثریت اہلِ یمن کی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''اس گھاٹی سے یا اس شگاف سے عنقریب ایسا شخص آئے گا جو اہلِ یمن میں سے بہترین ہو گا۔ اس کے چہرے پر جہانبانی کے اثرات ہوں گے۔'' ہر شخص نے یہی تمنا کی کہ کاش آنے والا ان کے گھر کا

فرد ہو۔ اچانک ایک سوار نمودار ہوا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی سواری سے اترا۔ آپ کے پاس آیا۔ آپ کا ہاتھ پکڑا اور اسے بیعت فرمالیا۔ آپ نے فرمایا: ''تم کون ہو؟'' اس نے عرض کی: ''جریر بن عبداللہ البجلی ہوں۔'' آپ نے اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔ دستِ اقدس اس کے سر چہرہ اور پیٹ پر پھیرا۔ حتیٰ کہ حضرت جریر حیاء سے جھک گئے کہ آپ کا دستِ اقدس ازار کے نیچے نہ چلا جائے۔ آپ اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے برکت کی دعا کر رہے تھے۔ پھر ان کے سر اور کمر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے برکت کی دعا کی پھر اپنی چادر ان کے لیے پھیلا دی۔ فرمایا: ''اے جریر! اس پر بیٹھ جاؤ۔'' وہ کچھ دیر اس پر بیٹھے اور اٹھ کر دوسری طرف ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ''جب کسی قوم کا معزز شخص تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔''

الطبرانی نے صحیح کے راویوں کے ذریعے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ہجرت پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔'' آپ نے مجھے بیعت فرمایا۔ میرے لیے یہ شرط رکھی کہ میں ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کروں گا۔'' میں نے اس شرط پر آپ کی بیعت کر لی۔''

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت جریر کا قیام حضرت فروہ بن عمرو البیاضی کے گھر تھا۔

تنبیہات

❶ الحافظ نے الاصابۃ میں لکھا ہے ''الطبرانی کے الاوسط میں حصین بن عمرو کی سند سے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''کس لیے آئے ہو؟'' میں نے عرض کی: ''میں اس لیے حاضر خدمت ہوا ہوں تاکہ اسلام قبول کروں۔'' آپ نے اپنی مبارک چادر میری طرف پھینکی اور فرمایا: ''جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی عزت کرو۔''

الحافظ لکھتے ہیں ''اس روایت میں حصین ضعیف ہے اگر یہ صحیح ہو تو اسے مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی جب ہم تک آپ کی بعثت کی خبر پہنچی یا محذوف سمجھا جائے گا یعنی جب آپ مبعوث ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ پھر آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے پھر قریش کے ساتھ جہاد کیا۔ پھر مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ پھر مختلف وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں کہتا ہوں ''اس روایت کو امام بیہقی نے اس سند سے حضرت جریر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''آپ نے میری طرف پیغام بھیجا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔'' اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے۔'' میں نے یہ روایت مجمع الزوائد میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں نہیں دیکھی۔''

❷ ابوعمر نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت جریر نے آپ کے وصال سے چالیس روز قبل اسلام قبول کیا۔

الحافظ لکھتے ہیں: ''یہ غلط ہے۔ صحیحین میں انہی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر انہیں

فرمایا: "لوگوں کو خاموش کراؤ۔"

◆ محمد بن عمر اسلمی نے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ ۱۰ھ رمضان المبارک میں وفد کی صورت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں ذوالخلصہ کی طرف بھیجا اور اسی سال انہوں نے آپ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ الحافظ لکھتے ہیں: "میرے نزدیک اس میں اعتراض کی گنجائش ہے کیونکہ شریک نے شیبانی سے، انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے حضرت جریر سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: "ہمیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے بھائی نجاشی کا وصال ہو چکا ہے۔" اس روایت کو الطبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے ۱۰ھ سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا۔ کیونکہ نجاشی کا اس سے قبل وصال ہو چکا تھا۔

❁❁❁❁

انتیسواں باب

وفدِ جعدہ

ہمیں ہشام بن محمد نے بنو عقیل کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: "رقاد بن عمرو بن ربیعہ وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فلج کے مقام پر انہیں جاگیر عطا کی۔ ان کے لیے مکتوب گرامی لکھوایا جو ان کے پاس محفوظ تھا۔

❁❁❁❁

تیسواں باب

وفدِ جعفی

ابن سعد سے روایت ہے۔انہوں نے کہا: "ہمیں ہشام بن محمد بن سائب الکلبی نے اپنے باپ سے اور ابو بکر بن قیس جعفی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "جعفی زمانہ جاہلیت میں دل کو حرام سمجھتے تھے۔ان کے دو افراد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ایک کا نام قیس بن سلمہ اور دوسرے کا نام سلمہ بن یزید تھا۔یہ دونوں ماں کی طرف سے بھائی تھے۔ ان کی ماں کا نام ملیکہ بنت حُلو تھا۔ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دل نہیں کھاتے۔" انہوں نے عرض کی: "ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا اسلام دل کو کھا لینے سے ہی مکمل ہوگا۔" آپ نے ان کے لیے دل منگوایا اسے بھونا گیا پھر اسے سلمہ بن یزید کو پکڑا دیا۔جب اس نے دل پکڑا تو اس کا ہاتھ کانپ گیا۔حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: "اسے کھالو۔" اس نے اسے کھالیا۔آپ نے قیس بن سلمہ کے لیے یہ خط مبارک لکھوایا۔

"یہ مکتوب گرامی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قیس بن سلمہ کے لیے ہے۔میں تجھے مران اور اس کے موالی، حُریم اور اس کے موالی، کلاب اور اس کے موالی پر عامل مقرر کرتا ہوں۔جس نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی۔اپنے مال میں سے صدقہ دیا اور اسے پاک کیا۔" الکلاب نے کہا ہے "اود، زبید، جزء بن سعد العشیرۃ، زید اللہ بن سعد، عائذ اللہ بن سعد ورا بنو حارث میں سے بنو صلاۃ......

پھر دونوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہماری ماں ملیکہ بنت حلو قیدیوں کو آزاد کراتی تھی۔غریبوں کو کھانا کھلاتی تھی۔مساکین کو کھانا کھلاتی تھی۔وہ مرگئی ہے۔اس نے اپنی ایک بچی کو زندہ درگور بھی کیا تھا۔اب اس کا کیا حال ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "زندہ درگور کرنے والی اور ہونے والی دونوں آگ میں ہیں۔" وہ دونوں ناراض ہو کر اٹھے اور جانے لگے۔آپ نے ان سے فرمایا: "میری طرف آؤ۔" آپ نے فرمایا: "میری والدہ تمہاری والدہ کے ہمراہ ہے۔" انہوں نے انکار کر دیا۔وہ جانے لگے۔وہ کہہ رہے تھے: "بخدا! اس شخص نے ہمیں دل کھلایا ہے اور گمان کیا ہے کہ ہماری ماں آگ میں ہے۔یہ اس قابل نہیں کہ اس کی پیروی کی جائے۔" انہوں نے انکار کیا اور وہ چلے گئے۔جب کچھ رستہ طے کیا تو ایک صحابی سے ملے۔ان کے ہمراہ زکوٰۃ کے اونٹ تھے۔انہوں نے صحابئ رسول کو باندھا اور اونٹوں کو دور کر دیا۔جب خبر

آپ تک پہنچی۔آپ نے ان قبائل کے ساتھ انہیں بھی شامل کر لیا۔جنہیں لعنت فرماتے تھے۔آپ یوں کہتے: "اللہ تعالیٰ رمل، ذکوان، عصیہ، لحیان، مالکیہ کے دونوں بیٹوں اور مزان پر لعنت کرے۔"

ابن سعد نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "ابو برہ یزید بن مالک جعفی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ان کے ہمراہ ان کے دو فرزند سبرۃ اور عزیز تھے۔حضور اکرم ﷺ نے عزیز سے کہا: "تمہارا نام کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "عزیز" آپ نے فرمایا: "صرف اللہ تعالیٰ "عزیز" ہے۔تم عبد الرحمان ہو۔" انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔حضرت ابو سبرۃ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ہاتھ کی پشت پر گوشت کی گرہ ہے جو مجھے سواری کی نکیل تھامنے سے روکتی ہے۔" آپ نے پانی کا پیالہ منگوایا۔اسے ان کی اس گرہ پر رکھا اور اسے ملتے رہے حتیٰ کہ وہ گرہ ختم ہو گئی۔آپ نے ان کے لیے اور ان کے بیٹوں کے لیے دعا کی۔انہوں نے آپ سے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یمن میں میری قوم کی وادی میں مجھے ایک جاگیر عطا فرما دیں۔" اسے حردان کہا جاتا تھا۔آپ نے انہیں وہ جاگیر عطا فرما دی۔

تنبیہ

آپ نے فرمایا: "میری والدہ تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔" آپ کی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کے بارے تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے۔اس روایت کی سند بہت کمزور اور ضعیف ہے۔

اکتیسواں باب

وفد جہینہ

ابن سعد نے حضرت ابوعبدالرحمان المدنی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:"جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بنوالربعہ میں سے عبدالعزیٰ بن بدر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کے ہمراہ ان کی والدہ کی طرف سے بھائی ابوروعۃ بھی ساتھ تھے۔یہ ان کے چچازاد بھی تھے۔آپ نے عبدالعزیٰ کا نام عبداللہ رکھا اور ابوروعۃ سے فرمایا:"تم دشمن کے ہوش اڑا دو گے۔ان شاء اللہ" آپ نے ان سے پوچھا:"تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟" انہوں نے عرض کی: "بنوغیان کے ساتھ۔" آپ نے فرمایا:"تم بنورشدان ہو۔" ان کی وادی کا نام غوی تھا۔آپ نے اس کا نام رشد رکھا۔آپ نے جہینہ کے دونوں پہاڑوں کے بارے فرمایا:"وہ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔فتنہ انہیں روندھ نہیں سکتا۔" آپ نے فتح مکہ کے روز ایک پرچم حضرت عبداللہ بن بدر کو بھی عطا کیا۔آپ نے ان کی مسجد کا نقشہ بنایا یہ پہلی مسجد تھی جس کا نقشہ مدینہ طیبہ میں بنایا گیا تھا۔

ابن سعد نے بنوجہینہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے جس کا تعلق بنودھمان سے تھا۔وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتا ہے۔اس کے والد گرامی کو صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل تھا۔انہوں نے کہا عمرو بن مرۃ الجہنی نے کہا:"ہمارا ایک بت تھا ہم اس کی تعظیم بجالاتے تھے۔وہ اس کا نگران تھا۔جب میں نے حضور اکرم ﷺ کے بارے سنا تو میں نے بت کو پارہ پارہ کر دیا۔میں عازم سفر ہوا اور مدینہ طیبہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔میں نے اسلام قبول کر لیا۔حق کی گواہی دی۔اس حلال وحرام پر ایمان لے آیا جسے آپ لے کر آئے تھے۔میں نے اس وقت یہ اشعار کہے:

شهدت بأن الله حق و انني لا لهة الاحجار اول تارك

ترجمہ: "میں نے گواہی دی کہ رب تعالیٰ حق ہے۔میں ان پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کو سب سے پہلے چھوڑنے والا ہوں۔"

و شمرت عن ساق الازار مهاجرًا اليك اجوب الوعث بعد الدكادك

ترجمہ: "میں نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا کیونکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا تھا۔اور ریتلی زمین کو طے

کرنے کے بعد سخت زمین عبور کی۔"

لاصحب خير الناس نفسا ووالدًا رسول مليك الناس فوق الحبائك

ترجمہ: "تاکہ میں اس ذاتِ والا کی رفاقت اختیار کروں جو نفس اور والد گرامی کے اعتبار سے بہترین ہے جو لوگوں کے پروردگار کا رسول برحق ہیں جو آسمانوں پر ہے۔"

پھر حضور اکرم ﷺ نے انہیں ان کی قوم کی طرف بھیج دیا۔ وہ انہیں اسلام کی طرف بلا رہے تھے۔ ایک شخص کے علاوہ ان کی ساری قوم نے ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ اس نے ان کی دعوت کو رد کر دیا۔ حضرت عمرو نے اس کے لیے بددعا کی۔ اس کا منہ بند ہو گیا۔ وہ گفتگو کرنے پر قادر نہ تھا۔ وہ اندھا اور محتاج ہو گیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: "جہینہ مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ وہ میری ناراضگی کی وجہ سے ناراض اور میری رضا کی وجہ سے راضی ہوتے ہیں۔ میں بھی ان کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہوتا ہوں۔ جس نے ان کو ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا۔ جس نے مجھے ناراض کیا اس نے رب تعالیٰ کو ناراض کیا۔" اس روایت کو امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ سوائے حارث بن معبد کے۔

❁❁❁❁

بتیسواں باب

وفد جیشان

ابن سعد نے عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ابو وھب جیشانی اپنی قوم کے کچھ افراد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ان مشروبات کے بارے آپ سے پوچھا جنہیں یمن میں پیا جاتا تھا۔ انہوں نے آپ سے البتع (شہد سے بنائی گئی شراب) اور المزر (جَو کی شراب) کے بارے پوچھا۔ آپ نے پوچھا: "کیا ان سے تمہیں نشہ ہو جاتا ہے؟" انہوں نے کہا: "ہماری اکثریت کو اس سے نشہ ہو جاتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "جس کی کثرت نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے۔" انہوں نے آپ سے اس شخص کے بارے پوچھا: "جو شراب بنائے اور اسے اپنے مزدوروں کو پلائے۔" آپ نے فرمایا: "ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

❁❁❁❁

تینتیسواں باب

حارث بن حسان کا وفد

امام احمد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت حارث بن حسان بکری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "میں حضرت علاء حضرمی کی شکایت لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لیے آیا۔ میں الربذہ سے گذرا۔ بنو تمیم کی ایک عورت جدا ہو کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا: "اللہ کے بندے! مجھے حضور اکرم ﷺ سے ایک ضروری کام ہے کیا تم مجھے آپ تک پہنچاؤ گے؟" میں نے اسے سوار کیا اور مدینہ طیبہ لے آیا۔ میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی صحابہ کرام سے بھری ہوئی تھی۔ وہاں سیاہ جھنڈا بھی تھا۔ جو لہرا رہا تھا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تلوار سونتے حضور اکرم ﷺ کے سامنے تھے۔ میں نے پوچھا: "لوگوں کو کیا ہوا ہے؟" انہوں نے مجھے بتایا: "آپ حضرت عمرو بن عاص کو ایک مہم کے لیے بھیجنے لگے ہیں۔" میں بیٹھ گیا۔ آپ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ میں نے اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا: "کیا تمہارے اور بنو تمیم کے مابین کچھ چیز ہے؟" میں نے عرض کی: "ہاں! گردشِ دوراں ان کے خلاف ہے۔ میں ایک بڑھیا کے پاس سے گزرا۔ جو الگ تھلگ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے کہا کہ میں اسے آپ تک پہنچا دوں۔ وہ در اقدس پر کھڑی ہے۔ آپ نے اسے اجازت دی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر آپ ہمارے اور بنو تمیم کے مابین رکاوٹ قائم کرنا چاہتے ہیں تو صحراء اور بیابان کو قائم فرما دیں۔" اس بڑھیا کو حمیت آئی۔ وہ اٹھنے کے لیے تیار ہوئی۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے مضر کہاں پناہ گزیں ہوں گے؟" میں نے کہا: "میری مثال تو اسی طرح ہے جیسے کسی نے کہا ہے "بکری اپنی موت کو خود اٹھا کر لائی۔" میں اس بڑھیا کو اٹھا کر لایا ہوں۔ مجھے علم نہ تھا کہ یہ میری ہی دشمن تھی۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کی پناہ کا طلب گار ہوں کہ میں عاد کے وفد کی طرح بنوں۔" اس عورت نے پوچھا: "عاد کا وفد کیسا تھا؟" حالانکہ وہ بڑھیا اس سے زیادہ جانتی تھی۔ لیکن اس نے انہی کو بیان کرنے کے لیے کہا۔ میں نے کہا: "عاد کو قحط سالی نے آلیا۔ انہوں نے اپنا وفد بھیجا۔ وہ وفد معاویہ بن بکر کے پاس سے گزرا۔ وہ اس کے ہاں ایک ماہ تک ٹھہرا رہا۔ وہ اسے شراب پلاتا۔ وہ لونڈیاں ان کا دل بہلانے کے لیے موسیقی بجاتیں۔ ان لونڈیوں کو جرادتان کہا جاتا تھا۔ جب ایک ماہ گزر گیا تو وہ

مَہرہ کے پہاڑوں کی طرف نکلا۔ اس نے کہا: ''مولا! تو جانتا ہے میں کسی مریض کا علاج کرنے نہیں آیا کسی قیدی کا فدیہ ادا کرنے نہیں آیا۔ مولا! عاد پر بارش برسادے جو تو ان پر برساتا تھا۔'' اس کے پاس سے سیاہ بادل گزرے۔ ان سے آواز آئی۔ ''منتخب کرلو۔'' اس نے ان میں سے سیاہ تر بادل کی طرف اشارہ کیا۔ اس میں سے آواز آئی۔ ''اسے لے لو۔ اس میں ہلاکت و بربادی ہے یہ عاد میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑے گا۔'' مجھے معلوم ہوا کہ میری اس انگوٹھی کے حلقہ کے برابر اس کے لیے آندھی بھیجی گئی تھی۔'' ابو وائل نے لکھا ہے: ''جب کوئی عورت یا مرد کسی کو اپنے لیے وفد بنا کر بھیجتے تو کہتے: ''عاد کے وفد کی طرح نہ ہو جانا۔''

✿✿✿✿

چونتیسواں باب

وفدِ بنی حارث بن کعب

ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب نجران کے علاقہ میں بنو حارث بن کعب نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ تو انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں ایک عریضہ لکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف یہ حکم نامہ لکھوایا کہ وہ خود بھی حاضر خدمت ہوں اور ان کے ہمراہ ان کا وفد بھی آئے۔" وہ خود بھی حاضر خدمت ہوئے اور ان کے ہمراہ حضرت قیس بن حصین ذوالغصہ بھی حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے ہمراہ یہ افراد بھی تھے۔" یزید بن عبد المدان، یزید بن المحجل، عبداللہ بن قراد زیادی، شداد بن عبداللہ قنانی اور عمرو بن عبداللہ ضبابی۔ حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: "زمانہ جاہلیت میں تم کس وجہ سے دوسروں پر غلبہ حاصل کر لیتے تھے۔" انہوں نے عرض کی: "ہم کسی پر تسلط نہیں جماتے تھے۔" آپ نے فرمایا: "ٹھیک ہے۔ تم اس پر غالب آجاتے تھے جو تم سے جنگ کرتا تھا۔" انہوں نے عرض کی: "ہم اکٹھے ہو جاتے تھے۔ ہم جدا نہ ہوتے تھے۔ نہ کسی پر ظلم کرنے کی ابتداء ہم کرتے تھے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم نے سچ کہا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قیس بن حصین رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ وہ شوال کے بقیہ دنوں میں اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے یا ذوالقعدہ کے ابتدائی ایام میں وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنی قوم میں ابھی چار ماہ ہی بسر کیے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما ہو گئے۔

آپ نے ۱۰ھ میں ماہ ربیع الآخر یا جمادی الاول میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل تین بار انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ اگر وہ قبول کر لیں تو بہتر ورنہ ان کے ساتھ جنگ کریں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ عازم سفر ہوئے۔ حتیٰ کہ ان تک پہنچ گئے۔ انہوں نے ہر سمت کارواں بھیجے جو انہیں اسلام کی طرف بلاتے تھے۔ وہ کہتے تھے: "اے لوگو! اسلام لے آؤ۔ سلامتی پا جاؤ گے۔" لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان میں ہی ٹھہر گئے۔ انہیں اسلام کی تعلیم دینے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف یہ خط لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"(حضور والا) محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خالد بن ولید کی طرف!

سلام علیک! میں تمہارے ہاں اس رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

امابعد! تمہارا خط مجھے تمہارے قاصد کے ساتھ ہی مل گیا ہے۔ تم نے بتایا ہے کہ بنو حارث بن کعب نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ انہوں نے قتال نہیں کیا اور انہوں نے اسلام کی دعوت قبول کر لی ہے جس کی

طرف تم نے انہیں بلایا تھا۔ انہوں نے یہ گواہی دی ہے: "لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله" رب تعالیٰ نے انہیں اپنی ہدایت سے نوازا ہے۔ انہیں بشارت دو۔ انہیں ڈراؤ۔ خود بھی حاضر خدمت ہو جاؤ۔ تمہارے ہمراہ ان کا وفد بھی حاضر ہو۔ السلام عليك و رحمة الله و بركاته۔

❁❁❁❁

پینتیسواں باب

حجاج بن علاط کا وفد

ابن ابی الدنیا نے الھواتف میں اور ابن عساکر نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی قوم کے ایک کارواں کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ جب رات کی تاریکی چھا گئی۔ وہ ایک خوفناک اور وحشت ناک وادی میں تھے۔ تو ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا: "ابو کلاب! اٹھو اپنے لیے اور اپنے ساتھیوں کے لیے امان مانگو۔" حضرت حجاج اٹھے۔ اپنے ساتھیوں کے ارد گرد چکر لگایا۔ ان کی نگرانی کی اور کہا: "میں اور میرے ساتھی اس وادی کے ہر جن کی پناہ میں آتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں اور میرا کارواں صحیح و سالم واپس لوٹ جائیں۔ انہوں نے اس وقت کسی کو یوں کہتے ہوئے سنا:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ (الرحمٰن: ٣٣)

ترجمہ: "گروہ جن و انس اگر تم میں طاقت ہے تو تم نکل بھاگو آسمانوں اور زمین کی سرحدوں سے تو نکل کر بھاگ جاؤ (سنو) تم نہیں نکل سکتے۔ بجز سلطان کے۔ (سو وہ تم میں مفقود ہے)"

جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے۔ اس واقعہ کی خبر قریش کو دی۔ انہوں نے کہا: "ابو کلاب! کیا تم صابی ہو گئے ہو۔ یہ کلام تو اس کلام کا حصہ ہے جس کے بارے محمد عربی ﷺ گمان کرتے ہیں کہ ان پر نازل ہوا ہے۔" انہوں نے کہا: "بخدا! یہ کلام مقدس تو میں نے اور میرے ساتھیوں نے سنا ہے۔" انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے بارے سوال کیا ان سے کہا گیا کہ آپ مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

❁❁❁❁

چھتیسواں باب

وفدِ حضر موت

ابن سعد نے لکھا ہے "راوی کہتے ہیں کہ کندہ کے وفد کے ساتھ ہی حضر موت کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ولیعہ کے بیٹے اور حضر موت کے بادشاہ تھے۔ ان کے نام جَمَد، مخوس، مشرح اور ابضعۃ تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ مخوس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دعا فرمائیں رب تعالیٰ میری زبان سے ہکلاہٹ کو ختم فرمائے۔" آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ حضر موت کے صدقہ سے انہیں ایک لقمہ کھلایا۔"

ابن سعد نے حضرت ابوعبیدہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے کہا: "اس وفد میں مخوس بن معدیکرب بن ولیعہ بھی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ وہ جانے لگے تو مخوس کو لقوہ ہو گیا۔ ان میں کچھ حضرات واپس آئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! عرب کے سردار کو لقوہ ہو گیا ہے۔ اس کی دوا کے بارے فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "سوئی لو۔ اسے آگ میں گرم کرو اور اسے اس کی آنکھوں کی پلکوں کی جڑوں پر لگاؤ۔ اس میں اس کی شفاء ہے۔ اسی کی طرف اس کا انجام ہے۔ خدا جانے تم نے اس وقت کیا کہا تھا جب تم یہاں سے اٹھ کر گئے ہو۔" انہوں نے یہ علاج کیا تو وہ شفاء یاب ہو گیا۔

ابن سعد نے عمرو بن مہاجر الکندی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضر موت کی ایک عورت تھی اس کا تعلق تنعہ کے ساتھ تھا جسے تھناہ بنت کلیب کہا جاتا تھا۔ اس نے آپ کے لیے کپڑا بنا۔ پھر اپنے نورِ نظر کلیب بن اسد کو بلایا اور کہا: "یہ کپڑا بارگاہِ رسالت مآب میں لے جاؤ۔" وہ اسے بارگاہِ رسالت مآب میں لے آیا۔ آپ نے اس کے لیے دعا کی۔ کلیب نے اشعار کہے:

من وشز برهوت يهوى بى غذ افرة ... اليك يا خير من يحفى و ينتعل

تجوب بى صفصفا غبرا مناهله ... تزداد عفوا اذا ما كلّت ألابل

شهرين اعملها نصا على وجل ... ارجو بذاك ثواب الله يا رجل

انت النبى الذى كنا نخبرهٗ ... و بشرتنا به التوراة والرسل

ترجمہ: ”برہوت کی پناہ گاہ سے مجھے آپ کی طرف ببر شیر لے کر آئے۔ اے وہ ذاتِ پاک جو ان سے بہترین ہے جو ننگے چلتے ہیں یا جوتے پہنتے ہیں۔ جو شیر ہیں ایسے میدان میں لے کر چلتے ہیں جو گرد آلود میں اس کے گھاٹ اس وقت زیادہ پانی دیتے ہیں۔ جب اونٹ تھک جاتے ہیں۔ میں خوف کے باوجود دو ماہ تک انہیں ہانکتا رہا۔ اے ذاتِ بابرکات اس سے میرا مدعا رب تعالیٰ کا اجر و ثواب حاصل کرنا تھا۔ آپ وہی نبی کریم ﷺ ہیں جن کے بارے ہم بتاتے تھے تورات اور سابقہ رسل عظام نے آپ کے بارے بشارت دی ہے۔“

❁❁❁❁

سینتیسواں باب

حکم بن حزن الکلفی کا وفد

امام احمد، ابو داؤد، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت حکم بن حزن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”ہم ساتوں میں سے ساتویں یا نو میں نویں نمبر پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ہمیں اجازت دے دی۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کی: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کی خدمت میں اس لیے آئے ہیں تا کہ آپ ہمارے لیے دعائے خیر کریں۔ آپ نے ہمارے لیے دعائے خیر کی۔ آپ نے ہمیں حکم دیا۔ ہم نیچے اترے۔ آپ نے ہمیں کھجوریں دینے کا حکم دیا۔ حیثیت و کیفیت اس وقت کم تھی۔ ہم کچھ دن حاضر خدمت رہے۔ ہم نے نماز جمعۃ آپ کے پیچھے پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ قوس یا عصا مبارک کی ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ رب تعالیٰ کی تعریف کی۔ پوشیدہ، پاکیزہ اور مبارک کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: ”اے لوگو! تم وہ معاملہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔ بلکہ سیدھے رستہ پر چلو اور بشارت دو۔“

❁❁❁❁

اڑتیس واں باب

حمیر کا وفد اور قاصد

امام الہمدانی نے "الانساب" میں لکھا ہے۔"حضور اکرم ﷺ نے حارث بن عبد کلال، ان کے بھائی نعیم کو خط لکھوایا۔ان کے قاصد کو حکم دیا کہ وہ انہیں یہ مبارک خط پڑھ کر سنائے۔حارث آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔اسلام قبول کیا۔آپ نے ان کے ساتھ معانقہ فرمایا۔اپنی چادر مبارک بچھا دی ان کے آنے سے قبل فرمایا:"اس رستہ سے تمہارے پاس ایک ایسا شخص آرہا ہے جس کے آباء کریم اور رخسار خوبصورت ہیں۔"

الحافظ نے لکھا ہے"وہ مؤقف، روایات جس کی مدد کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اسلام کی خبر دی اور خود یمن میں ٹھہرے رہے۔

ابن سعد نے حمیر کے ایک شخص سے روایت کیا ہے جس نے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور وفد کے ساتھ آپ کی خدمت میں آیا۔اس نے کہا:"حمیر کے بادشاہوں کا قاصد مالک بن مرارہ رہاوی ان کے خط اور اسلام کی خبر لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ان سے مراد حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال، نعمان ذی رعین کا سردار، معافر اور ھمدان ہیں۔یہ قاصد ۹ھ رمضان المبارک میں آپ کے پاس آیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے" آپ کے تبوک سے تشریف لانے سے قبل آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے اتاریں اس کی عزت کریں اور اس کی مہمان نوازی کریں۔آپ نے ان کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھوایا۔

"امابعد! میں تمہارے ہاں اس رب تعالیٰ کی ستائش کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔امابعد! تمہارا قاصد اس وقت ہمارے پاس آیا جب ہم روم کی زمین سے واپس آئے۔اس نے ہمیں تمہارا پیغام پہنچایا۔اس نے تمہارے بارے ہمیں بتایا۔تمہارے اسلام کی ہمیں خبر دی۔یہ خبر دی کہ تم نے مشرکین کے ساتھ قتال کیا ہے۔رب تعالیٰ نے تمہیں اپنی ہدایت سے نوازا ہے۔اگر تم اپنی اصلاح کر لو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی اطاعت بجا لاؤ۔نماز قائم کرو۔زکوٰۃ دو۔مالِ غنیمت میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے لیے خمس نکالو اور وہ صدقہ دو جسے رب تعالیٰ نے اہلِ

ایمان پر واجب قرار دیا ہے۔ جس زمین کو چشمہ اور آسمان سیراب کرے اس میں عشر ہے۔ جسے مصنوعی طریقہ سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ چالیس اونٹوں میں سے ایک بنت لبون ہے۔ بتیس اونٹوں میں سے ایک ابن لبون ہے۔ ہر پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ ایک بکری ہے۔ دس اونٹوں کی زکوٰۃ دو بکریاں ہیں۔ ہر چالیس گاؤں میں سے ایک گائے بطور زکوٰۃ فرض ہے۔ ہر تیس گاؤں میں ایک تبیع جذع یا جذعہ ہے۔ ہر چالیس چرنے والی بکریوں میں ایک بکری بطور زکوٰۃ فرض ہے۔ یہ وہ زکوٰۃ ہے جسے اللہ رب العزت نے اہلِ ایمان پر فرض کیا ہے۔ جس نے بھلائی میں اضافہ کیا تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ جس نے یہ زکوٰۃ ادا کی۔ اپنے اسلام کی گواہی دی۔ مشرکین کے خلاف اہلِ ایمان کی مدد کی وہ ایماندار ہے۔ اس کے حقوق وہی ہیں جو اہلِ ایمان کے ہیں۔ اس کے فرائض وہی ہیں جو اہلِ ایمان کے ہیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کا ذمہ ہے۔ یہودیوں یا عیسائیوں میں سے جو مسلمان ہوا وہ بھی اہلِ ایمان میں سے ہے۔ اس کے حقوق وہی ہیں جو ان کے ہیں ان کے فرائض وہی ہیں جو ان کے ہیں۔ جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر رہا تو اسے لوٹایا نہیں جائے گا۔ ہر بالغ پر ایک دینار جزیہ دینا لازم ہوگا۔ خواہ وہ مذکر ہو یا مونث، آزاد ہو یا غلام۔ یا اس کے بدلے میں کپڑے دینے ہوں گے۔ جس نے یہ جزیہ بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ تو رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ معظم ﷺ کے ذمہ پر ہے۔ جس نے جزیہ ادا نہ کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کا دشمن ہے۔"

امابعد! حضور اکرم ﷺ نے زرعہ ذی یزن کی طرف یہ پیغام بھیجا "جب تمہارے پاس میرے قاصد آئیں تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ میرے قاصد درج ذیل صحابہ کرام ہیں:

"حضرات معاذ بن جبل، عبداللہ بن زید، مالک بن عبادۃ، عقبہ بن نمر، مالک بن مرارۃ اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم۔ تم اپنی زکوٰۃ جمع کرو۔ مخالفین سے جزیہ لو اسے میرے قاصد تک پہنچا دو۔ ان کے امیر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں وہ تم سے راضی ہو کر ہی لوٹیں۔"

امابعد! محمد عربی ﷺ یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ مالک بن مرارۃ رھاوی نے مجھے بتایا ہے کہ حمیر میں سے تم نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ تم مشرکین کے ساتھ قتال کرو۔ تمہیں بھلائی کے لیے بشارت ہو۔ میں تمہیں حکم دیتا

ہوں کہ تم حمیر کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔ خیانت نہ کرو۔ بزدلی نہ دکھاؤ۔ حضور اکرم ﷺ تمہارے اغنیاء اور فقراء کے مولیٰ ہیں۔ صدقہ حضور والا ﷺ اور آپ کے اہلِ بیت کے لیے حرام ہیں۔ یہ وہ زکوٰۃ ہے جسے مسلمانوں کے غرباء اور مسافروں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ مالک نے مجھے تمہارے بارے بتا دیا ہے۔ مخفی امر کی حفاظت کی ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ میں تمہارے پاس مسلمانوں میں سے صالح، دیندار اور اہلِ علم افراد بھیج رہا ہوں۔ میں تمہیں ان کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ یہی ان کی شانِ والا کے مناسب ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

انتالیسواں باب

بنو حنیفہ اور مسیلمہ کذاب کا وفد

زاد المعاد میں ہے کہ ابن اسحاق نے کہا: ''بنو حنیفہ کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ان میں مسیلمۃ کذاب بھی تھا۔ان کا قیام بنو نجار کی ایک انصاری عورت کے ہاں تھا۔جب مسیلمہ کو بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیا گیا تو اسے کپڑے سے ڈھانپا گیا تھا۔حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔آپ کے دستِ اقدس میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔جب لوگ مسیلمہ کو بارگاہِ رسالت مآب میں لے گئے۔وہ اسے کپڑوں سے ڈھانپے ہوئے تھے۔اس نے آپ سے گفتگو کی اور کچھ مطالبات کیے۔آپ نے فرمایا: ''اگر تو مجھ سے یہ شاخِ خرما مانگے جو میرے ہاتھ میں ہے تو میں وہ بھی تمہیں نہیں دوں گا۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''اہلِ یمامہ میں سے بنو حنیفہ کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اس کا واقعہ اس طرح نہیں ہے۔اس کا گمان ہے کہ بنو حنیفہ کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔وہ مسیلمہ کو اپنے کجاوہ میں چھوڑ آئے۔جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پیچھے ہمارا ایک ساتھی ہے۔جو ہمارے مال اور سواریوں کے پاس ہے۔وہ ہمارے لیے ہمارے سامان کی حفاظت کر رہا ہے۔آپ نے اسے بھی اسی طرح حکم دیا جس طرح اس کے ساتھیوں کے بارے فرمایا۔پھر فرمایا: ''وہ مکان کے اعتبار سے تم سے برا نہیں ہے۔'' آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کے سامان کی حفاظت کر رہا ہے۔پھر وہ وفد واپس چلا گیا۔اس کا حصہ اسے دے دیا۔جب وہ یمامہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ کا یہ دشمن مرتد ہو گیا۔اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔اس نے کہا: '''' مجھے بھی آپ کے ساتھ نبوت میں شریک کر لیا گیا ہے۔جب تم نے آپ کے ہاں میرا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا نہیں تھا: ''وہ مکان کے اعتبار سے تم سے برا نہیں ہے۔'' آپ نے یہ صرف اس لیے فرمایا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ مجھے بھی آپ کے معاملہ میں شریک کر لیا گیا ہے۔''

وہ ان کے لیے آراستہ و پیراستہ گفتگو کرنے لگا۔اس نے قرآن پاک کی نقل اتارتے ہوئے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے حاملہ پر انعام کیا۔اس سے ایسی جان نکالی جو دوڑتی ہے۔جو ایک جھلی اور ماں کے رحم کے مابین تھی۔'' اس نے ان سے نماز ساقط کر دی۔شراب اور بدکاری کو ان کے لیے حلال کیا اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ گواہی بھی دیتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔بنو حنیفہ نے اسی پر اس سے اتفاق کر لیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''اس نے حضور اکرم ﷺ کی طرف یہ خط لکھا:
''مسیلمہ رسول اللہ (نعوذ باللہ منہ) کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف!
امابعد! مجھے آپ کے معاملہ میں شریک کرلیا گیا ہے۔ ہمارے لیے نصف معاملہ ہے۔ قریش وہ قوم نہیں جو انصاف کرتی ہو۔''
اس کا قاصد یہ خط لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھوایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف! اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔
امابعد! یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔''
یہ ۱۰ھ کے آخر کا واقعہ ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''مجھے سعد بن طارق نے سلمہ بن نعیم بن مسعود سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ''جب مسیلمہ کے دونوں قاصد اس کا خط لے کر آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو جس طرح وہ کہتا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''قسم بخدا! اگر یہ بات طے نہ ہوتی کہ قاصدوں کو قتل نہ کیا جائے تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔''

ابوداؤد اور طیالسی نے اپنی مسند میں حضرت عاصم سے، وہ ابی وائل سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن النواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کے قاصد بن کر آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔'' انہوں نے کہا: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسل عظام پر ایمان لایا۔ اگر میں قاصد کو قتل کرنا چاہتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔'' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ''سنت یہ ہے کہ قاصدوں کو قتل نہ کیا جائے۔''

امام بخاری نے حضرت ابورجاء العطاردی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''جب حضور اکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا جب ہم نے آپ کے بارے سنا تو ہم مسیلمہ کذاب کے ساتھ مل گئے۔ ہم زمانہ جاہلیت میں پتھروں کی پوجا کرتے تھے۔ جب ہمیں ایک پتھر سے زیادہ خوبصورت پتھر مل جاتا تو ہم پہلے پتھر کو پھینک دیتے اور دوسرے پتھر کو لے لیتے۔ اگر ہمیں پتھر نہ ملتا تو ہم مٹی بھر مٹی لیتے۔ اسے بکری کے پاس لاتے۔ اس پر اس کا دودھ دوہتے پھر اس کو اپنے ہمراہ لے لیتے۔ جب

رجب آتا۔ ہم کہتے: "نیزوں کو پھل لگانے والا آ گیا۔ ہم کسی تیر کو نہ چھوڑتے جس میں لوہا ہوتا نہ کسی لوہے والے نیزے کو چھوڑتے مگر اسے اتار لیتے اور اسے پھینک دیتے۔" میں کہتا ہوں کہ صحیحین میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "جب مسیلمہ کذاب آپ کی خدمت میں آیا تو وہ کہنے لگا" اگر محمد عربی ﷺ اپنے بعد معاملہ میرے حوالے کر دیں تو میں آپ کی اتباع کر لیتا ہوں۔" اس وفد میں اس کی قوم کے بہت سے لوگ تھے۔ حضور اکرم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ کے دستِ اقدس میں کھجور کی شاخ تھی۔ آپ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: "اگر تو مجھ سے یہ شاخ مانگے گا میں اسے بھی تیرے حوالے نہیں کروں گا۔ تجھ سے رب تعالیٰ کا معاملہ رواں نہ ہو گا اگر تو نے پیٹھ پھیری تو رب تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دے گا۔ میں تجھے وہ کچھ ضرور دکھاؤں گا جو میں نے خواب میں دیکھا جو دیکھا ہے یہ حضرت ثابت ہیں جو میری طرف سے تجھے جواب دیں گے" پھر آپ واپس آ گئے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بارے پوچھا: "تو اس طرح دیکھ لے گا جس طرح میں نے خواب میں دیکھا ہے جو دیکھا ہے۔"

مجھے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ میں سویا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں۔ مجھے یہ معاملہ سنگین لگا۔ خواب میں مجھ پر وحی کی گئی کہ میں انہیں پھونک ماروں۔ (میں نے پھونک ماری تو) وہ اڑ گئے۔ میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ میرے بعد دو کذابوں کا خروج ہو گا۔ ان میں سے ایک العنسی صاحب صنعاء اور دوسرا مسیلمہ صاحب الیمامۃ ہے۔" یہ روایت ابن اسحاق کی اس روایت سے اصح ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اسی اثناء میں کہ جب میں سو رہا تھا۔ مجھے زمین کے خزانوں کے پاس لایا گیا۔ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن پہنا دیئے گئے۔ یہ امر مجھ پر گراں گزرا۔ مجھ پر وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں۔ میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر ان دو کذابوں سے کی ہے جن کے درمیان میں ہوں۔ ایک صاحب صنعاء دوسرا صاحب یمامہ۔"

❁❁❁❁

چالیسواں باب

خفاف بن نضلہ کا وفد

ابوسعید نے نیسا پوری نے شرف المصطفیٰ میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذابل بن طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں جلوہ افروز تھے۔ آپ الاباطح سے واپس تشریف لائے تھے۔ حضرت خفاف بن نضلہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے یہ اشعار عرض کیے:

كم قد تحطمت القلوص بی الدجی　　فی مهمه قفر من الفلواتِ

ترجمہ: ''میرے ساتھ کتنی ہی نوجوان اونٹنیوں نے رات کے اندھیرے میں بے آب وگیاہ چٹیل میدانوں کو عبور کیا۔''

فلّ من التوريس ليس بقاعهٖ　　نبت من الاسنات والازماتِ

ترجمہ: ''وہ ورس کی وجہ سے زرد میدان ہے۔ جہاں قحط سالی اور شدت کی وجہ سے کوئی جڑی بوٹی نہیں ہے۔''

انّی اتانی فی المنامِ مساعد　　من جن وجرة كان لی و موات

ترجمہ: ''میرے خواب میں وجرۃ جن میں سے وہ آیا جو مددگار تھا اور وہ میرا اطاعت گزار تھا۔''

يدعو اليك لياليا و لياليا　　ثم اخزألّ و قال لستُ بآتی

ترجمہ: ''وہ کئی راتیں اور راتیں آپ کی طرف دعوت دیتا رہا پھر وہ مجھ سے جدا ہوگیا اس نے کہا: ''اب میں نہیں آؤں گا۔''

فركبت ناجية اضرّ بيتّها　　جمز تجب به علی الاكماتِ

ترجمہ: ''میں ایک تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہوا۔ وہ تیز رفتاری سے ٹیلوں پر چڑھتی تھی۔''

حتی وردت الی المدينة جاهدًا　　كيما اراك مفرج الكربات

ترجمہ: ''میں کوشش کرتے ہوئے مدینہ طیبہ حاضر ہوگیا۔ تاکہ میں آپ کی زیارت سے شادباد ہوں۔ اے تکالیف دور کرنے والی ذات بابرکات!''

اکتالیسواں باب

وفدِ خثعم

اہلِ علم سے روایت ہے۔ بعض نے بعض سے زائد روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ عثعث بن زجر اور انس بن مدرک بنو خثعم کے کچھ افراد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت جریر بن عبداللہ نے ذوالخلصہ کو گرادیا تھا۔ انہوں نے خثعم میں قتل کیے جو قتل کیے پھر انہوں نے کہا: "ہم اللہ تعالیٰ، اس کے رسولِ محترم ﷺ اور ان کے پیغامِ حق پر ایمان لاتے ہیں۔ آپ ہمارے لیے خط لکھ دیں۔ جس کے مندرجات پر ہم عمل کریں۔ آپ نے بنو خثعم کے لیے یہ مکتوب لکھوایا:

"یہ مکتوبِ گرامی بنو خثعم کے صحرانشینوں اور دیہاتیوں کے لیے ہے۔ ہر وہ خون جسے تم نے جاہلیت میں بہایا تھا۔ وہ رائیگاں ہے۔ تم میں سے جو بھی برضا و رغبت یا مجبوراً ایمان لایا۔ ان کے ہاتھ میں خبار یا عزاز کے کھیت ہوں۔ جنہیں آسمان یا بارش سیراب کرے۔ وہ کسی تنگی یا سختی کے بغیر آباد ہوگئی۔ تو اسے آباد کرنا اور رکھنا اسی کے ذمہ ہے۔ بہنے والے پانی کی وجہ سے عشر اور ڈول سے سیراب کرنے کی وجہ سے نصف عشر ہے۔"

اس خط پر گواہ حضرت جریر بن عبداللہ اور حاضرین محفل بنے۔

✿✿✿✿

بیالیسواں باب

وفدِ خولان

علماء کرام فرماتے ہیں: "خولان کے وفد کے دس ارکان ۱۰ھ شعبان المعظم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی:
"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم اپنے پیچھے اپنی قوم کے ذمہ دار ہیں۔ ہم نے آپ کے لیے اپنے اونٹوں کے جگر پگھلا دیے ہیں۔ ہم نے سخت اور نرم زمین کو روندھ ڈالا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ نے ہم پر احسان فرمایا۔ ہم آپ کی زیارت کرنے کے لیے حاضر ہو گئے ہیں۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم نے میری طرف آنے کا جو تذکرہ کیا ہے۔ تو تمہارے اونٹ نے جو قدم بھی اٹھایا ہوگا اس کے عوض تمہیں ایک نیکی ملے گی۔ جہاں تک تمہارے اس قول کا تعلق ہے کہ تم میری زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہو تو سن لو جس نے مدینہ طیبہ میں میری زیارت کی۔ وہ روزِ حشر میرے پڑوس میں ہوگا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس سفر کا تو کوئی نقصان نہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم نے بت عم انس کا کیا کیا۔ یہ خولان کا وہ بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔" انہوں نے عرض کی: "وہ بدسلوکی اور شر کا شکار ہے۔ رب تعالیٰ نے اس کے عوض وہ دین حق عطا کیا ہے جسے لے کر آپ تشریف لائے ہیں۔ اگر ہم اس کے پاس واپس گئے تو اسے گرا دیں گے۔ ہمارے کچھ بوڑھے اور بڑھیائیں باقی ہیں۔ وہ اس کے ساتھ ابھی تک چمٹے ہوئے ہیں۔ اگر ہم اس کے پاس گئے تو ہم اسے گرا دیں گے۔ ان شاء اللہ! ہم اس کی وجہ سے دھوکا اور فتنہ میں مبتلاء تھے۔"

حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "تم نے اس کا سب سے بڑا فتنہ کیا دیکھا؟" انہوں نے کہا: "ہمیں ایک دفعہ سخت قحط سالی نے آلیا۔ حتیٰ کہ ہم بوسیدہ ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے۔ ہم نے وہ رقم جمع کی جس پر ہم قادر تھے۔ اس سے ایک سو بیل خریدے اور انہیں عم انس کے لیے ذبح کر دیا۔ ان کی قربانی ایک ہی صبح کو دے دی۔ ہم نے انہیں چھوڑ دیا۔ انہیں درندے کھا رہے تھے حالانکہ ہم درندوں سے زیادہ ان کے محتاج تھے۔ پھر اس وقت بارش ہو گئی۔ پھر اتنا گھاس ہوا جو آدمی کو بھی چھپا لیتا تھا۔ ہم میں سے کہنے والے نے کہا: "عم انس نے ہم پر انعام کیا ہے۔"

انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے اس امر کا بھی تذکرہ کیا جو وہ اپنے جانوروں اور کھیتوں میں سے اس بت کے لیے

حصے کرتے تھے۔ وہ ایک حصہ اس بت کے لیے اور دوسرا حصہ اپنے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا: "ہم کھیتی کاشت کرتے تھے۔ اس کے درمیان سے دو حصے کرتے ایک حصہ اپنے بت کے لیے متعین کر دیتے تھے۔ دوسرا حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مختص کر دیتے تھے۔ جب ہوا مائل ہوتی تو وہ حصہ جسے ہم نے اللہ تعالیٰ کے لیے مختص کیا ہوتا اسے عم انس کے لیے بنا دیتے۔ اگر ہوا میلان رکھتی تو وہ حصہ جو ہم نے عم انس کے لیے مختص کیا ہوتا اسے اللہ تعالیٰ کے لیے مختص کر دیتے۔" آپ نے فرمایا: "رب تعالیٰ نے اس امر کے بارے یہ قرآن پاک اتارا ہے:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ (الانعام: ۱۳۶)

ترجمہ: "اور انہوں نے بنا رکھا ہے اللہ کے لیے اس سے جو پیدا فرماتا ہے فصلوں اور مویشیوں سے مقررہ حصہ اور کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے۔ تو وہ (حصہ) جو پیدا ہوا ان کے شریکوں کے لیے تو وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کو اور جو (حصہ) ہو اللہ تعالیٰ کے لیے تو وہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کو۔ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔"

انہوں نے عرض کی: "ہم اس بت کے پاس فیصلے کرانے کے لیے جاتے تھے۔ ہم اس کے ساتھ باتیں کرتے تھے۔" آپ نے فرمایا: "وہ شیاطین تھے جو تم سے باتیں کرتے تھے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وقت صبح ہمیں معلوم ہو گیا تھا۔ ہمارے دل و جان چکے تھے کہ وہ بت نہ نفع دے سکتا ہے نہ ہی نقصان۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ کون اس کی عبادت کر رہا ہے اور کون اس کی عبادت نہیں کر رہا۔"

آپ نے فرمایا: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تمہیں ہدایت دی۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمہیں عزت دی۔" انہوں نے آپ سے اپنے دین کے بارے چند سوالات کیے۔ آپ نے انہیں ان کے بارے بتایا۔ آپ نے انہیں قرآن و سنن کی تعلیم دینے کا حکم دیا۔ انہیں وعدہ پورا کرنے، امانت ادا کرنے، پڑوسیوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کا حکم دیا۔ نیز یہ کہ وہ کسی پر ظلم نہ کریں۔" آپ نے فرمایا: "ظلم روز حشر تہ در تہ ظلمتیں ہوں گی۔" انہیں رملۃ بنت حدث کے گھر ٹھہرایا گیا آپ نے ان کی ضیافت کا حکم دیا۔ انہیں ضیافت سے نوازا گیا۔ کچھ دنوں بعد وہ آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے حاضر ہو گئے۔ آپ نے انہیں بارہ اور نصف اوقیہ چاندی عطا کی۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے۔ انہوں نے گرہ نہ کھولی حتیٰ کہ انہوں نے عم انس کو گرا دیا۔ اس چیز کو حرام کیا جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے حرام کیا تھا اور اسے حلال کیا۔ جسے آپ نے ان کے حلال فرمایا تھا۔

تیتالیسواں باب

وفدِ خشنین

ابن سعد نے محمد بن عمر سے اور انہوں نے محجن بن وھب سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ابوثعلبہ خشنی بارگاہ رسالت مآب میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ خیبر کی طرف جانے کی تیار کر رہے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کے ہمراہ گئے اور غزوۂ خیبر میں شرکت کی۔ پھر اس قبیلہ کے سات افراد حاضر خدمت ہوئے۔ وہ ابوثعلبہ کے ہاں ٹھہرے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ پھر اپنی قوم کی طرف چلے گئے۔

چوالیسواں باب

دارئین کا وفد

جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ تو دارئین کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا۔ جو درج ذیل تھے: "حضرات تمیم، نعیم پسرانِ اوس بن خارجہ، یزید بن قیس بن خارجہ فاکہہ بن نعمان، ابوھند اور طیب پسرانِ ذر۔ یہی عبداللہ بن رزین ہے، ھانی بن حبیب، عزیز مرۃ پسران مالک بن سواد۔

ان تمام حضرات نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے طیب کا نام عبداللہ رکھا اور عزیز کا نام عبدالرحمان رکھا۔ ھانی بن حبیب نے آپ کی خدمت میں گھوڑے اور قباء بھیجی جس پر سونے کا کام ہوا تھا۔ آپ نے گھوڑے اور قباء قبول کر لی اور قباء حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی۔ انہوں نے عرض کی: "میں اسے کیا کروں گا؟" آپ نے فرمایا: "اس کا سونا اتار لو اور اپنی خواتین کو پہنا دو یا اسے اپنے اہلِ خانہ کے لیے بطور نفقہ استعمال کرو۔ پھر ریشم فروخت کر کے اس کی قیمت حاصل کر لینا۔" حضرت عباس نے اس کو ایک یہودی کے ہاں آٹھ ہزار دراہم میں بیچ دیا۔

تمیم نے کہا: "ہم روم کے پڑوس میں ہیں ان کے دو شہر ہیں ایک کو جری اور دوسرے کو بیت عینون کہا جاتا ہے۔ اگر رب تعالیٰ نے آپ کو شام فتح کرا دیا تو کیا آپ یہ دونوں شہر ہمیں عطا کر دیں گے؟ آپ نے فرمایا: "یہ دونوں تمہارے ہو گئے۔" حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اٹھے انہیں عطا کیا اور ان کے لیے مکتوب لکھا۔ دارئین کا وفد آپ کے وصال تک وہیں ٹھہرا رہا۔ آپ نے انہیں خیبر کی ایک سو وسق کھجوریں عطا کرنے کا حکم دیا۔

❀❀❀❀

پینتالیسواں باب

وفدِ دوس

قبیلۂ دوس کے چار سو افراد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو خوش آمدید! جو چہروں کے اعتبار سے خوبصورت ہیں۔ ان کے منہ کی خوشبو سب سے زیادہ خوش گوار ہے۔ وہ امانت کے اعتبار سے عظیم ہیں۔'' (الطبرانی)

زاد المعاد میں ہے کہ ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ آئے۔ اس وقت محبوبِ دو جہاں ﷺ مکہ مکرمہ میں ہی رونق افروز تھے۔ قریش کے کچھ افراد طفیل کے پاس گئے۔ طفیل ایک معزز شخص اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ان افراد نے کہا: ''طفیل! تم ہمارے شہر میں آئے ہو۔ یہ جو شخص ہمارے ہاں ظاہر ہوا ہے۔ اس نے ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ ہمارا معاملہ بکھیر دیا ہے۔ اس کا کلام جادو کی مانند ہے۔ وہ آدمی اور اس کے فرزند، آدمی اور اس کے بھائی، آدمی اور اس کی بیوی کے مابین جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہمیں تمہارے اور تمہاری قوم کے بارے خدشہ ہے۔

تم نہ تو اس شخص سے گفتگو کرنا نہ ہی اس کا کلام سننا۔ وہ لگاتار مجھ سے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے اتفاق کر لیا نہ میں اس کی بات سنوں گا نہ اس کے ساتھ ہمکلام ہوں گا۔ حتیٰ کہ میں نے اس وقت اپنے کانوں میں روئی بھر لیتا۔ جب مسجد حرام کی طرف جاتا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں ان کی آواز میرے کانوں میں نہ آ جائے۔''

انہوں نے کہا: ''ایک صبح میں مسجد حرام میں گیا۔ حضور اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے پاس کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔ میں آپ کے قریب ہی کھڑا ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے انکار کر دیا۔ مگر انہوں نے مجھے آپ کا بعض کلام سنا دیا۔ میں نے ایک عمدہ کلام سنا۔ میں نے دل میں کہا: ''تمہاری ماں تم پر روئے۔ بخدا! میں ایک دانا اور نغز گو شاعر ہوں۔ مجھ پر کلام کا حسن و قبح مخفی نہیں۔ مجھے کیا چیز روکتی ہے کہ میں سنو کہ یہ شخص کیا کہتا ہے؟ اگر جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ عمدہ ہوا تو میں اسے قبول کر لوں گا۔ اگر قبیح ہوا تو ترک کر دوں گا۔''

انہوں نے کہا: ''میں ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے گیا۔

جب آپ اپنے کاشانۂ اقدس میں داخل ہو گئے۔تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔میں نے عرض کی: ''محمد مصطفی صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی قوم نے مجھے اس طرح کہا ہے۔بخدا! وہ مجھے لگاتار آپ سے ڈراتے رہے۔حتیٰ کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔تاکہ آپ کی بات نہ سنو۔مگر رب تعالیٰ نے مجھے آپ کا کلام دلنشیں سنا دیا۔میں نے ایک عمدہ کلام سنا۔مجھے آپ اپنا معاملہ پیش فرمائیں۔'' آپ نے مجھ پر اسلام پیش کیا۔مجھے کلام مجید سنایا۔بخدا! میں نے اتنا حسین کلام آج تک نہیں سنا تھا۔ایسا عدل پسند معاملہ کبھی نہ دیکھا تھا۔میں نے اسلام قبول کر لیا۔حق کی شہادت دے دی۔میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ایک ایسا شخص ہوں جس کی قوم اس کی اطاعت کرتی ہے۔میں ان کی طرف جا رہا ہوں۔انہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ میرے لیے ایک ایسی نشانی بنا دے جو ان کے خلاف میری مددگار ہو۔تاکہ میں انہیں اس کی طرف بلا سکوں۔'' آپ نے یہ دعا مانگی: ''مولا! اس کے لیے نشانی بنا دے۔'' حضرت طفیل فرماتے ہیں:

''میں اپنی قوم کی طرف عازمِ سفر ہوا جب اس گھاٹی پر پہنچا جو ان کے مسکن کے اوپر تھی۔تو میری آنکھوں کے مابین چراغ کی مانند نور ضوفشاں ہو گیا۔'' میں نے عرض کی: ''مولا! یہ نور میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ہو۔مجھے خدشہ ہے کہ میری قوم گمان کرے گی کہ یہ مثلہ ہے جو میرے چہرے پر واقعہ ہوا ہے۔کیونکہ میں نے ان کا دین چھوڑا ہے۔'' وہ نور منتقل ہو گیا۔وہ میرے عصا کے کنارے سے ضوفشاں ہو گیا گویا کہ وہ لٹکی ہوئی قندیل ہو۔میں گھاٹی سے نیچے اترا حتیٰ کہ ان کے پاس گیا۔ان میں صبح کی۔میرے پاس میرے والد گرامی آئے وہ ایک عمر رسیدہ شخص تھے۔میں نے ان سے کہا: ''مجھ سے دور ہو جائیں۔والد گرامی! میرا اور آپ کا تعلق ختم!'' انہوں نے کہا: ''فرزند ارجمند! کیوں؟ میرے والدین تم پر فدا!'' میں نے کہا: ''اسلام نے میرے اور تمہارے مابین جدائی ڈال دی ہے۔میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔میں نے دین محمدی ﷺ کی اتباع کر لی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''نورِ نظر! میرا بھی دین ہے جو تمہارا دین ہے۔'' میں نے کہا: ''جائیں، غسل کریں۔اپنے کپڑے پاک کریں۔پھر میرے پاس تشریف لائیں۔میں آپ کو وہ کچھ سکھاؤں جو میں نے سیکھا ہے۔'' وہ گئے۔غسل کیا۔صاف کپڑے پہنے پھر تشریف لائے۔میں نے اسلام پیش کیا۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔''

انہوں نے کہا: ''پھر میری زوجہ میرے پاس آئیں۔میں نے اسے کہا: ''مجھ سے دور ہو جاؤ۔میرا اور تمہارا تعلق ختم! اس نے کہا: ''میرے والدین تم پر نثار! کیوں؟'' میں نے کہا: ''اسلام نے میرے اور تمہارے مابین تفریق ڈال دی ہے۔میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔دین محمدی ﷺ کی اتباع کر لی ہے۔'' اس نے کہا: ''میرا دین وہی ہے۔جو تمہارا دین ہے۔'' میں نے اسے کہا: ''جاؤ غسل کرو۔'' اس نے اسی طرح کیا پھر آئی۔میں نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے اسلام قبول کر لیا۔

میں نے دوس کے قبیلہ کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے کسی گرم جوشی کا مظاہرہ نہ کیا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دوس کے قبیلہ پر زنا نے غلبہ پالیا ہے۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بددعا کریں۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! دوس کو ہدایت عطا فرما۔" آپ نے فرمایا: "واپس اپنی قوم کے پاس جاؤ۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ۔ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔" میں ان کی طرف آیا۔ سرزمین دوس پر میں انہیں رب تعالیٰ کی طرف بلاتا رہا۔ پھر میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ اس وقت خیبر میں تشریف فرما تھے۔ مدینہ طیبہ میں دوس کے ستر یا اسی گھر آئے۔ پھر وہ خیبر میں آپ کے ساتھ مل گئے۔ آپ نے مسلمانوں کے ہمراہ ہمارے لیے بھی حصہ نکالا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: 'جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ کچھ عرب مرتد ہوا تو حضرت طفیل مسلمانوں کے ہمراہ عازم سفر ہوئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے طُلیحہ کا کام تمام کر دیا۔ پھر وہ مسلمانوں کے ہمراہ یمامہ کی طرف گئے۔ ان کے ہمراہ ان کا لختِ جگر عمرو بن طفیل بھی تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ مجھے اس کی تعبیر بتاؤ۔ میں نے دیکھا ہے کہ میرے سر کا حلق کرا دیا گیا ہے میرے منہ سے ایک پرندہ نکلا ہے۔ ایک عورت مجھے ملی ہے اس نے مجھے اپنی شرم گاہ میں داخل کر لیا ہے۔ میرے اس نورِ نظر نے مجھے تلاش کیا ہے مگر اسے مجھ سے روک دیا گیا ہے۔ ساتھیوں نے ان سے کہا: "تم نے ایک اچھا خواب دیکھا ہے۔" حضرت طفیل: بخدا! مجھے اس کی تعبیر کا علم بھی ہو گیا ہے۔ ساتھیوں نے پوچھا: "اس کی تعبیر کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "سر کے حلق کرانے سے مراد اس کا کٹنا ہے۔ جو پرندہ میرے منہ سے نکلا ہے اس سے مراد میری روح ہے۔ وہ عورت جس نے مجھے اپنی شرم گاہ میں داخل کر لیا ہے وہ اس سے مراد زمین ہے اسے کھودا جائے گا اور مجھے اس میں داخل کر دیا جائے گا۔ جہاں تک میرے نورِ نظر کی جستجو ہے اور اسے مجھ سے روک دینے کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بھی کوشش کرے گا کہ اسے شہادت سے سرفراز کیا جائے۔ جیسے کہ میں شہید ہوں گا۔" حضرت طفیل نے یمامہ کے مقام پر جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کا فرزند دلبند بہت زیادہ زخمی ہوا۔ پھر یرموک میں جامِ شہادت نوش کر گیا۔ یہ جنگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ ہمایوں میں لڑی گئی تھی۔

چھیالیسواں باب

ذباب بن حارث بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

ابن سعد نے حضرت عبدالرحمان بن ابی سبرۃ جعفی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا:''جب لوگوں نے آپ کی بعثت کے بارے سنا تو ذباب بن حارث (ان کا تعلق بنوانس الابن سعد العشیرۃ سے تھا) اپنے بت کی طرف گئے۔بنوسعد کا ایک بت تھا جسے فراض کہا جاتا تھا۔انہوں نے اسے توڑا پھر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

تبعت رسول الله اذ جاء بالهدٰى ... و خلفت فراضاً بدارهوانٖ

شددت . عليه شدة فتركتهٗ ... كان لم يكن والدهر ذو حدثانٖ

و لما رائيت الله اظهر دينه ... اجبت رسول الله حين دعانيٖ

فاصبحت للاسلام ما عشت ناصرا ... والقيت فيه كلكلي و جراني

فمن مبلغ سعد العشيرة انني ... شريت الذى يبقى بآخر فاني

ترجمہ: ''میں نے اس وقت آپ کی اتباع کرلی جب آپ ہدایت کے ساتھ تشریف لائے۔میں نے فراض بت کو ذلت کے گھر چھوڑ دیا میں نے اس پر سختی اختیار کی۔میں نے اسے اس طرح چھوڑا کہ گویا کہ وہ تھا ہی نہیں زمانہ تو حادثات والا ہے۔جب میں نے مشاہدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا ہے تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کرلیا۔جب آپ نے مجھے دعوت دی۔میں تادم زیست اسلام کا مددگار بن گیا۔میں نے اپنا سینہ اور اپنی گردن اسلام کے لیے خم کردی۔سعد العشیرۃ تک میرا یہ پیغام کون دے گا کہ میں نے فانی کے عوض باقی کو خرید لیا ہے۔''

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ مسلم بن عبداللہ بن شریک نخعی نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ذباب الانسی جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔رب تعالیٰ نے انہیں غنا عطا فرمائی تھی۔

سینتالیسواں باب

رہاوییّن کا وفد

امام الطبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت قتادہ رہاوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اسلام کا جھنڈا باندھا تو میں نے آپ کا دست اقدس تھاما اور آپ کو الوداع کہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ تمہیں تقویٰ بطور زادِ راہ دے۔ تمہارے گناہ معاف کرے تم جہاں کہیں بھی جاؤ۔ وہ تمہارا چہرہ خیر کی طرف کر دے۔"

ابن سعد نے حضرت زید بن طلحہ تیمی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "رہاوییّن کے پندرہ افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بنو مذحج کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ وفد ۱۰ھ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ یہ رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں جلوہ گر ہوئے اور تادیر ان کے ساتھ محوِ گفتگو رہے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں چند تحائف پیش کیے۔ ان میں مرواح نامی گھوڑا بھی تھا۔ آپ کے سامنے اسے رقص کرایا گیا۔ آپ نے اسے پسند فرمایا۔ ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے قرآن اور فرائض کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے دیگر وفدوں کی طرح انہیں بھی عطیات عطا کیے۔ آپ نے ہر ایک کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی عطا کی۔ کم از کم انہیں پانچ اوقیہ چاندی دی۔ پھر وہ اپنے شہروں کو لوٹ آئے۔

پھر ان میں سے ایک فرخندہ فال گروہ آپ کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے مدینہ طیبہ سے آپ کے ہمراہ حج کرنے کی سعادت حاصل کی۔ پھر وہ آپ کے وصال تک مدینہ طیبہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ آپ نے انہیں خیبر میں کتیبہ میں ایک جگہ عطا کی جس سے ایک سو وسق کھجوریں آتی تھیں۔ آپ نے ان کے لیے نوشتہ لکھا۔ انہوں نے یہ جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں فروخت کر دی۔

❁❁❁❁

اڑتالیسواں باب

وفد بنی الرؤاس بن کلاب

ابن سعد نے ابونفیع طارق بن علقمہ رؤاسی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم میں سے ایک شخص عمرو بن مالک بن قیس بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ انہوں نے کہا: "حتیٰ کہ ہمیں بنوعقیل بن کعب سے وہی کچھ مل جائے جو کچھ ان کو ہم سے مل گیا۔" ان کے ارادہ سے نکلے۔ حضرت عمرو بن مالک بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ان سے بدلا لے لیا۔ پھر وہ جانوروں کو ہانکتے ہوئے آ گئے۔ بنوعقیل کا ایک سوار انہیں ملا۔ جسے ربیعہ بن منتفق کہا جاتا تھا۔ وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

اقسمت لا اطعن الا فارسا اذا الكماة البسوا القلانسا

ترجمہ: "میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں صرف سوار کو نیزہ ماروں گا۔ جب زرہ پوشوں کو ٹوپیاں پہنائی جاتی ہیں۔"

حضرت ابونفیع نے کہا: "میں نے انہیں کہا: "اے میرے ساتھیو! اب تم مکمل نجات پا چکے ہو۔" اس عقیلی نے بنوعبید بن رؤاس کا ایک شخص پایا۔ جسے محرس بن عبداللہ کہا جاتا تھا۔ اس نے اس کے بازو پر نیزہ مارا اور اسے دوسری طرف نکال دیا۔ محرس نے اس کا گھوڑا لیا۔ اور کہا: "اے آلِ رؤاس!" ربیعہ نے کہا: "گھوڑوں کے رئیس یا لوگوں کے رئیس!" وہ ربیعہ پر جھکا۔ اسے نیزہ مارا اور قتل کر دیا۔"

حضرت ابونفیع نے کہا: "پھر ہم بکریاں ہانکتے ہوئے نکلے۔ بنوعقیل ہمارے تعاقب میں نکل آئے۔ حتیٰ کہ ہم تربۃ پہنچے۔ وادیٔ تربۃ نے ہمیں اور انہیں جدا کر دیا۔ بنوعقیل ہمیں دیکھ رہے تھے۔ لیکن وہ کسی چیز تک نہ پہنچ سکے۔ ہم آگے روانہ ہو گئے۔"

حضرت عمرو بن مالک نے کہا: "میرے اوسان خطا ہو گئے۔" میں نے کہا: "میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے حالانکہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی بیعت بھی کر لی ہے۔ میں نے زنجیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ باندھ لیے۔ پھر عازمِ سفر ہوا تا کہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤں۔ آپ کو بھی یہ خبر مل چکی تھی۔ آپ نے فرمایا: "اگر وہ میرے پاس آیا تو میں اس کے ہاتھ پر زنجیر کے اوپر ضرور ماروں گا۔" میں نے ہاتھ آزاد کیا۔ پھر آپ کی خدمت میں آ

گیا۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ مگر آپ نے اعراض فرمایا۔ میں آپ کے دائیں طرف سے آیا۔ آپ نے اعراض فرمایا۔ میں بائیں طرف سے آیا۔ مگر آپ نے اعراض فرمایا۔ میں چہرہ انور کی طرف سے آیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر رب تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ راضی ہو جاتا ہے۔ آپ بھی مجھ سے راضی ہو جائیں۔ رب تعالیٰ آپ سے راضی ہو گا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تم سے راضی ہوں۔"

✿✿✿✿

انچاسواں باب

وفدِ زبید

جب وہ سال آیا جس میں حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو زبید نے قبائل یمن دیکھے۔ جو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو رہے تھے۔ وہ اسلام کا اقرار کر رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی تصدیق کر رہے تھے۔ ان کا لوٹنے والا ان کے شہروں کی طرف گیا۔ وہ اسی پر تھے جس پر تھے۔ آپ نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو ان کے صدقات کا نگران بنایا۔ حضرت فروہ بن مسکین ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت خالد نے کہا: "بخدا! ہم بھی اسی دین حق میں داخل ہو گئے ہیں۔ جس میں لوگ داخل ہو رہے ہیں۔ ہم نے حضور اکرم ﷺ کی تصدیق کر دی ہے۔ ہم نے تمہیں اور اپنے اموال کی زکوٰۃ کی راہیں کھلی چھوڑ دیں ہیں۔ ہماری قوم میں سے جو شخص تمہاری مخالفت کرے گا ہم اس کے خلاف تمہاری مدد کریں گے۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم نے یہ کر دیا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہم میں سے ایک وفد کا تعین کریں جو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو۔ جو آپ کو ہمارے اسلام کی خبر دیں اور آپ سے ہمارے لیے خیر حاصل کریں۔" حضرت خالد نے کہا: "تم کتنی عمدہ بات کی طرف لوٹے ہو۔ میں تمہاری بات پر لبیک کہتا ہوں۔ مجھے تمہیں یہ بات کرنے سے صرف اس امر نے روکا ہے کہ میں نے دیکھا کہ عرب کے وفود تمہارے پاس سے گزر رہے تھے۔ اس امر نے تمہیں عازم سفر ہونے پر نہ ابھارا۔ حتیٰ کہ مجھے تمہارے بارے سوء ظن ہونے لگا۔ تم شرک سے نئے نئے تائب ہوئے تھے۔ میں سمجھا کہ اسلام تمہارے قلوب میں راسخ ہو چکا ہے۔

✿✿✿✿

پچاسواں باب

بنو بحیم کا وفد

المرشاطی نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسود بن سلمہ بنو بحیم کا وفد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہیں ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ انہیں پانی کا ایک مشکیزہ عطا کیا۔ جس میں آپ نے لعابِ دہن ملایا تھا۔ یا اس میں کلی کی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''وہ یہ پانی مبارک اپنی مسجد میں چھڑک لیں اور اپنے سر بلند رکھیں۔'' اس کی برکت سے ان میں سے ایک شخص نے بھی مسیلمہ کذاب کی پیروی نہ کی۔ نہ ہی ان میں سے کسی خارجی کا خروج ہوا۔''

✿✿✿✿

اکاونواں باب

وفد بنی سدوس

بزار نے حضرت عبداللہ بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہم وفد بنی سدوس میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے۔ ہم نے آپ کو کھجوریں بطور تحفہ پیش کیں۔ ہم نے آپ کے لیے انہیں ایک دستر خوان پر رکھا۔ آپ نے مٹھی بھر کھجوریں لیں اور فرمایا: ''یہ کون سی کھجوریں ہیں؟'' ہم آپ کو کھجوروں کی اقسام بتانے لگے۔ ہم نے عرض کی: ''یہ الجذامی ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جذامی میں اور اس باغ میں برکت ڈالے جس سے یہ نکلی ہیں۔''

✿✿✿✿

باونواں باب

وفد بنی سعد ھذیم

محمد بن عمر اسلمی نے ابن نعمان سے روایت کیا ہے۔ وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''میں اپنی قوم کے وفد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے شہروں کو مغلوب فرما لیا تھا۔ عرب کو روند ڈالا تھا۔ لوگ دو اقسام میں منقسم تھے۔ یا وہ تو رغبت کرتے ہوئے اسلام میں داخل ہو رہے تھے یا تلوار کے خوف سے اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ ہم مدینہ طیبہ کے ایک کونے میں اترے پھر مسجد نبوی کی طرف آئے۔ ہم مسجد کے دروازے پر آ کر رک گئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ مسجد میں نماز جنازہ ادا کر رہے تھے۔ ہم آپ کے پیچھے ایک کونے میں کھڑے ہو گئے۔ ہم نے صحابہ کرام کے ہمراہ نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کی۔ ہم نے کہا: ''حتیٰ کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کر لیں اور آپ کی بیعت کا شرف حاصل کر لیں۔'' آپ پیچھے تشریف لائے تو ہمیں دیکھا ہمیں یاد فرمایا۔ آپ نے پوچھا: ''تمہارا تعلق کس قبیلے کے ساتھ ہے؟'' ہم نے عرض کی: ''بنو سعد ھذیم کے ساتھ۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم مسلمان ہو؟'' ہم نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''تم نے اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ ادا کیوں نہیں کی؟'' ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارا گمان تھا کہ یہ ہمارے لیے جائز نہیں حتیٰ کہ ہم آپ کی بیعت کر لیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم جہاں بھی اسلام قبول کر لو تم مسلمان ہو۔''

انہوں نے کہا: ''ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنے ہاتھوں سے اسلام پر آپ کی بیعت کی۔ پھر اپنے سامان کے پاس چلے گئے۔ ہم میں سے کم عمر شخص ہمارے سامان کے پاس تھا۔ آپ نے ہمارے پیچھے ایک شخص کو بھیجا۔ وہ ہمیں آپ کی بارگاہِ والا میں لے کر آیا۔ ہمارا وہ ساتھی آگے بڑھا اور اسلام پر آپ کی بیعت کر لی۔ ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ ہم سب میں سے چھوٹا ہے۔ وہ ہمارا خدمت گزار ہے۔ آپ نے فرمایا: ''قوم میں چھوٹا ان کا خادم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔'' وہ ہم میں سے بہترین شخص ثابت ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے طفیل وہ ہم سب سے زیادہ قرآن مجید پڑھتا تھا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ہم پر امیر مقرر کر دیا۔ وہ ہمیں امامت کرواتا تھا۔ جب ہم نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ آپ نے ہمیں کچھ اوقیہ چاندی عطا کی۔ ہم اپنی قوم کے پاس آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام لانے کی توفیق عطا کی۔

ترپن واں باب

وفد بنی سلامان

محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ یہ وفد ۱۰ھ ماہِ شوال میں حاضر ہوا تھا۔ ابن سعد نے حبیب بن عمر سے اور سلامانی سے بیان کیا ہے کہ سلامان کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ہماری تعداد سات تھی۔ ہم نے مسجد نبوی سے باہر آپ کی زیارت کی۔ آپ نمازِ جنازہ کے لیے تشریف لائے تھے۔ ہم نے یوں سلام عرض کیا: ''السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!'' آپ نے فرمایا: ''وعلیکم! تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟'' ہم نے عرض کی: ''ہمارا تعلق سلامان قبیلہ کے ساتھ ہے ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ اسلام پر آپ کی بیعت کریں۔ ہم اپنی بقیہ قوم کے ضامن ہیں آپ نے اپنے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی۔ فرمایا: ''اس وفد کو وہیں ٹھہراؤ جہاں وفد ٹھہرتے ہیں۔''

جب آپ نے نمازِ ظہر ادا کی تو آپ اپنے منبر اور کاشانہ اقدس کے درمیان جلوہ افروز ہو گئے۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چند امور کے بارے پوچھا۔ مثلاً نماز، شریعت اسلامیہ اور دم کرنے کے بارے عرض کی۔ ہم نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ نے ہم میں سے ہر شخص کو پانچ اوقیہ چاندی عطا کی۔ ہم اپنے شہر لوٹ آئے۔ یہ ۱۰ھ ماہِ شوال کا واقعہ ہے۔

ابونعیم نے محمد بن عمر کی سند سے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ وفد سلامان ۱۰ھ کو حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''تمہارے شہروں کے کیا حالات ہیں؟'' انہوں نے عرض کی: ''وہ قحط زدہ ہیں۔ رب تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے شہروں کو سیراب کرے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: ''مولا! ان کے شہروں میں ابر کرم نازل فرما۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دستِ اقدس زیادہ بلند فرمائیں۔ زیادہ اور عمدہ بارش ہو گی۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ دستِ اقدس بلند فرمائے۔ حتیٰ کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آئی۔ پھر وہ اپنے شہروں کو لوٹ آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ اسی روز ابر کرم برسا تھا۔ جس وقت آپ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی تھی۔

چون واں باب

وفدِ بنی سلیم

علماء کرام فرماتے ہیں: "بنو سلیم میں سے ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ جسے قیس بن نسیبہ کہا جاتا تھا۔ اس نے آپ کا کلامِ دلنشیں سنا۔ چند امور کے بارے عرض کی۔ آپ نے اسے جواب مرحمت فرمایا۔ اس نے یہ ساری باتیں یاد رکھیں۔ آپ نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی۔ اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اپنی قوم بنو سلیم کی طرف آیا۔ اس نے کہا: "میں نے اہلِ روم کی ترجمانی سنی ہے۔ اہلِ فارس کا خفیہ کلام سنا ہے۔ اہلِ عرب کے اشعار اور کاہنوں کی کہانت سنی ہے۔ میں نے حمیر کے بادشاہوں کا کلام سنا ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کلام کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا۔ جو محمد عربی ﷺ پر نازل ہوا ہے تم میری اطاعت کرلو۔ ان سے اپنا حصہ لے لو۔"

فتح مکہ کے سال بنو سلیم عازم سفر ہوئے۔ قدید کے مقام پر آپ سے ملاقات کرلی۔ ان کی تعداد سات سو تھی۔ دوسرے قول کے مطابق ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان میں حضرات عباس بن مرداس، انس بن عباس، راشد بن عبد ربہ تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ انہوں نے عرض کی: "ہمیں اپنے مقدمہ میں رکھ لیں۔ ہمیں سرخ جھنڈا اعطا فرمادیں۔ ہمارا شعار "مقدم" ہے۔" آپ نے اسی طرح کیا۔ وہ فتح مکہ، طائف اور حنین کے غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپ نے حضرت راشد بن عبد ربہ کو رہاط میں جاگیر عطا کی۔ جس میں ایک چشمہ تھا جسے عین الرسول کہا جاتا تھا۔ راشد بنو سلیم کے بت کدہ میں نگران تھے۔ ایک دن انہوں نے دیکھا دو لومڑ اس پر پیشاب کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا:

اربٌ یبول الثعبان براسہٖ لقد ذل من بالست علیہ الثعالب

ترجمہ: "کیا وہ خدا ہوسکتا ہے جس کے سر پر دو لومڑ پیشاب کر دیں۔ جس پر لومڑ پیشاب کر دیں وہ تو ذلیل ہوجاتا ہے۔"

پھر انہوں نے اس پر ضرب کاری لگائی اور اسے توڑ دیا۔ پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "تمہارا نام کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "غاوی بن عبد العزیٰ" آپ نے فرمایا: "تمہارا نام راشد بن عبد ربہ ہے۔" انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اپنا اسلام عمدہ کیا۔ فتح مکہ میں آپ کے ہمراہ شرکت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "عرب کی بستیوں میں سے عمدہ بستی خیبر کی ہے۔ بنو سلیم میں سے بہترین راشد ہیں۔" آپ نے ان کے لیے ان کی قوم کا جھنڈا باندھا۔

ابن سعد نے بنوسلیم میں سے بنوشرید کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: ''ہم میں سے ایک شخص جسے قدد بن عمار کہا جاتا تھا وہ وفد لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔اس نے اسلام قبول کر لیا۔اس نے عہد کیا کہ وہ اپنی قوم کے ایک ہزار گھڑسوار آپ کی خدمت میں پیش کرے گا۔پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ساری بات بیان کی۔وہ نو سو گھڑسواروں کے ساتھ نکلا۔ایک سو گھڑسوار قبیلہ میں ٹھہرے رہے۔وہ انہیں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو رہا تھا۔رستہ میں ہی اس کا وصال ہو گیا۔اس نے اپنی قوم کے تین افراد کو وصیت کی۔

1. حضرت عباس بن مرداس۔انہیں تین سو افراد پر امیر مقرر کیا۔
2. حضرت جبار بن حکم۔یہی فرار شریدی تھے۔انہیں تین سو افراد پر امیر بنایا۔
3. اخنس بن یزید۔انہیں بھی تین سو افراد پر امیر بنایا۔

اس نے کہا: ''اس ہستی پاک کے پاس جاؤ جن کا عہد میری گردن پر ہے۔'' پھر اس کا وصال ہو گیا۔وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔آپ نے فرمایا: ''وہ خوبصورت شخص کہاں ہے جس کا چہرہ خوبصورت، زبان طویل اور ایمان سچا تھا۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسے رب تعالیٰ نے بلا لیا ہے۔اس نے اس کی صدا پر لبیک کہا ہے۔'' انہوں نے اس کی حکایت عرض کی۔آپ نے فرمایا: ''اس کا ایک ہزار کا تکملہ کہاں ہے۔جس کا عہد اس نے میرے ساتھ کیا تھا؟'' انہوں نے عرض کی: ''ایک سو قبیلہ میں ٹھہر گئے ہیں۔ہمیں بنوکنانہ کی طرف سے جنگ کا خطرہ ہے۔ہمارے اور ان کے مابین عداوت ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ان کی طرف بھی پیغام بھیج دو۔اس سال تمہیں کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔'' انہوں نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔الھدۃ کے مقام پر ایک سو گھڑسوار ملے۔منقع بن مالک ان کے امیر تھے۔جب انہوں نے گھوڑوں کی آوازیں سنیں تو انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم پر حملہ ہو گیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ تمہاری حمایت کے لیے آئے ہیں۔'' یہ بنوسلیمہ بن منصور ہیں جو تمہارے پاس آئے ہیں۔'' انہوں نے فتح مکہ اور غزوہ حنین میں آپ کے ساتھ شرکت کی۔

پچپن واں باب

وفدِ بنی شیبان

ابن سعد نے حضرت قیلہ بنت مخرمۃ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''میں وفدِ شیبان کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔حضور اکرم ﷺ حالت قرفصاء میں تشریف فرما تھے [اس سے مراد بیٹھنے کا وہ انداز ہے کہ انسان پشت کے بل بیٹھے۔دونوں رانوں کو پیٹ کے ساتھ ملائے اور دونوں ہاتھوں سے ٹانگوں کے اوپر باندھ کر بیٹھے] جب میں نے بیٹھنے میں آپ کی یہ عاجزی اور انکساری دیکھی تو خوف کی وجہ سے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔آپ کے صحابی نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ مسکینہ رونے لگ گئی ہے۔'' آپ نے فرمایا:''آپ نے میری طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا جبکہ میں آپ کی کمرانور کی طرف تھی۔''یا مسکینہ علیک سکینہ''اے مسکینہ پرسکون ہو جاؤ۔'' آپ نے اتنا ہی فرمایا تھا تو میرے دل کا سارا رعب ختم ہو گیا۔ہمارے ساتھیوں میں سے پہلا شخص آگے بڑھا۔اس نے اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے آپ کی بیعت کی۔پھر عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے اور بنو تمیم کے مابین صحراء لکھ دیں۔ان کا صرف مسافر یا مجاور ہی ہمارے پاس آئے۔'' آپ نے فرمایا:''جوان! اسے صحراء لکھ دو۔''

جب میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے وہ صحراء لکھنے کا حکم دے دیا ہے تو میں مبہوت ہو گئی۔وہ میرا وطن اور میرا گھر تھا۔میں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب اس شخص نے آپ سے زمین کا سوال کیا ہے تو اس نے نرم اور ہموار زمین کا سوال نہیں کیا۔یہ تو صحراء ہے۔جو اونٹ باندھنے کی جگہ ہے۔بکریاں چروانے کی جگہ ہے۔بنو تمیم کی خواتین اور بیٹے اس سے پرے ہیں۔'' آپ نے فرمایا:''اے جوان! رک جاؤ۔اس مسکینہ نے سچ کہا ہے۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔پانی اور درخت ان دونوں کے لیے گنجائش رکھتے ہیں۔وہ چور کے مقابلہ میں اکٹھے ہوتے ہیں۔'' جب حریث نے دیکھا کہ اس کے لیے کتابت رک گئی ہے تو اس نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا۔کہا:''تمہاری اور میری مثال اس طرح ہے جیسے کسی نے کہا ہے:''بکری اپنے پاؤں سے اپنی موت اٹھا کر لائی۔'' میں نے اسے کہا:''بخدا! اگرچہ تم تاریک رات میں میرے راہ نما تھے۔تم اپنے ساتھیوں کے لیے سخی اور رفیقانِ راہ کے لیے پاکباز تھے حتیٰ کہ تم بارگاہِ رسالت مآب میں آ گئے۔لیکن میرے حصے کے بارے مجھے ملامت نہ کرو۔جب تم نے اپنے حصے کا سوال کیا۔اس نے کہا:''تمہارا

باپ نہ رہے! اس صحراء میں تمہارا کیا حصہ ہے؟" اس نے کہا: "میرے اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ جسے تم اپنی بیوی کے اونٹ کے لیے مانگ رہے تھے۔"

اس نے کہا: "بلاشبہ میں حضور اکرم ﷺ کو اس امر کا گواہ بناتا ہوں کہ میں جب تک زندہ ہوں تمہارا بھائی ہوں جبکہ تم نے آپ کے ہاں میری یہ تعریف کر دی۔ جب میں نے اس کا آغاز کر دیا تو میں اسے ضائع نہیں کروں گا۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ایلام بن ذہ خط فاصل کھینچے گا۔ وہ الحجرہ سے پرے لوگوں سے انتقام لے گا۔" میں رونے لگی۔ میں نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے بڑی احتیاط سے اسے جنم دیا۔ ربذہ کے روز اس نے آپ کے ساتھ جنگ کی۔ پھر مجھے لے کر خیبر میں سرگرداں رہا۔ وہاں اسے اس کا بخار پہنچا۔ وہ عورتوں کے پاس چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس کے دستِ تصرف میں میری جان ہے۔ اگر تم مسکینہ نہ ہوتی تو ہم تمہیں آج چہرے کے بل کھینچتے یا تمہیں چہرے کے بل کھینچا جاتا۔ (عبداللہ راوی کو شک ہے) کیا تم میں سے کوئی اس امر سے عاجز ہے کہ وہ دنیا میں اپنے ساتھی کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے۔ جب اس کے اور اس کے ساتھی کے مابین ایسا شخص حائل ہو جائے تو اس کا زیادہ مستحق ہو تو وہ اس کے حوالے کر دے۔" پھر عرض کی: "مولا! جو کچھ ہو چکا ہے وہ مجھے بھلا دے۔ جو کچھ باقی ہے اس پر میری مدد کر۔ مجھے اس ذاتِ بابرکات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد عربی ﷺ کی جان ہے۔ تم میں سے ایک روتا ہے۔ اس کا ساتھی اشکبار اس کے پاس آتا ہے۔ اللہ کے بندو! اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دیا کرو۔" پھر آپ نے اس عورت کے لیے اور قیلہ کی خواتین کے لیے یہ لکھوایا۔ "ان کے حق کے بارے ان کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔ انہیں نکاح پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ ہر مسلمان ان کا مددگار ہوگا۔ وہ احسان کریں گی برائی نہیں کریں گی۔"

❁❁❁❁

چھپن واں باب

وفدِ صداء

امام بغوی، امام بیہقی اور ابن عسا کر نے زیاد بن حارث الصدائی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے اسلام پر آپ کی بیعت کی۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ نے میری قوم کی طرف ایک لشکر بھیجا ہے۔''

ابن سعد نے لکھا ہے ''جب آپ جعرانہ سے واپس تشریف لائے۔ یہ ۸ ھ کا واقعہ ہے۔ آپ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ صداء کو روندھ ڈالیں۔ وہ قناۃ کے ایک گوشے میں خیمہ زن ہوئے۔ ان کے ہمراہ چار سو مجاہدین تھے۔''

حضرت زیاد بن حارث صدائی فرماتے ہیں۔ ''میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اور میں اپنی بقیہ قوم کا ضامن ہوں۔ آپ لشکر کو واپس آنے کا حکم فرمائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میری قوم اسلام بھی لے آئے گی اور آپ کی اطاعت بھی کرے گی۔'' آپ نے مجھے فرمایا: ''جاؤ انہیں واپس لے آؤ۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری سواری تھک گئی ہے۔'' حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا وہ مجاہدین کو قناۃ سے واپس لے آیا۔'' حضرت زیاد نے کہا: ''آپ نے میری قوم کے لیے ایک خط لکھوایا۔ ان کا وفد اسلام کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔''

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کے پندرہ افراد آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! انہیں میرے ہاں ٹھہرا دیں۔'' وہ ان کے ہاں ٹھہر گئے۔ انہوں نے انہیں عطیات دیے۔ عزت بخشی اور پوشاکیں عطا کیں۔ پھر انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں لے آئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کی۔ حضرت زیاد نے کہا: ''مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے صداء کے بھائی! تمہاری قوم تمہاری اطاعت کرتی ہے۔'' میں نے عرض کی: ''بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں اسلام کی طرف ہدایت دی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ان کا امیر مقرر نہ کر دوں۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ٹھیک ہے۔'' آپ نے میرے لیے ایک خط لکھوایا۔ اس میں مجھے امیر مقرر کیا۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ان کے صدقات کے بارے بھی کچھ حکم فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''بالکل'' آپ نے میرے لیے ایک اور خط لکھوایا۔'' حضرت زیاد

نے کہا: ''یہ واقعہ آپ کے کسی سفر میں پیش آیا۔ آپ کسی جگہ اترے اس جگہ کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے عامل کا شکوہ کیا۔ انہوں نے کہا: ''اس نے ہر وہ چیز لے لی جو ہمارے اور ان کے مابین جاہلیت میں تھی۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا اس نے اسی طرح کیا۔'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے اپنے صحابہ کرام کی طرف توجہ کی میں ان میں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا: ''ایک مومن شخص کے لیے امارت میں کوئی بھلائی نہیں۔'' حضرت زیاد نے فرمایا: ''آپ کی یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔'' پھر ایک اور شخص آپ کے پاس آیا اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے عطا فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''جس نے غنی ہونے کے باوجود مجھ سے مانگا تو اس کے سر میں درد اور پیٹ میں مرض ہے۔'' اس شخص نے عرض کی: ''مجھے صدقہ میں سے عطا فرما دیں'' آپ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ صدقات کے بارے کسی نبی یا کسی اور کے حکم پر راضی نہیں ہوا حتیٰ کہ اس نے اس کے بارے خود فیصلہ کیا اس نے اس کے آٹھ جزاء کیے اگر تمہارا شمار ان صدقات میں ہوا تو میں تم کو عطا کر دوں گا۔ اگر تم اس سے غنی ہوئے۔ تو یہ سر کا درد اور پیٹ کا مرض ہے۔''

حضرت زیاد نے فرمایا: ''میرے دل میں بات آئی کہ میں نے آپ سے صدقات کے بارے عرض کی ہے۔ حالانکہ میں مالدار ہوں۔ پھر آپ نے رات کے ابتدائی حصہ میں فرمایا کہ میں نے آپ کی سواری کی رکاب کو لازم پکڑا۔ میں آپ کے قریب ہی تھا۔ صحابہ کرام کچھ دور تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے ہمراہ میرے علاوہ اور کوئی نہ رہا۔ جب صبح کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا۔ میں نے اذان دی۔ میں عرض کرنے لگا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نماز قائم فرما لیں۔'' آپ نے مشرق کی سمت دیکھا اور فرمایا: ''نہیں'' جب فجر طلوع ہوگئی تو آپ سواری سے نیچے تشریف لائے۔ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ پھر میرے پاس تشریف لائے۔ صحابہ کرام بھی حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ''صداء کے بھائی! کیا تمہارے پاس پانی ہے۔'' میں نے عرض کی: ''نہیں! مگر تھوڑا سا پانی ہے جو آپ کے لیے کافی نہیں ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اسے کسی برتن میں ڈالو اور پھر میرے پاس لے آؤ۔'' میں نے اسی طرح کیا۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس پانی میں رکھا۔'' حضرت زیاد نے کہا: ''مجھے آپ کی ہر دو مبارک انگلیوں میں سے پانی کا چشمہ پھوٹتا ہوا نظر آیا۔'' حضور اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اگر مجھے رب تعالیٰ سے حیاء نہ آتی تو ہم پانی پیتے پلاتے۔ میرے صحابہ کرام میں آواز دو کہ جسے پانی کی ضرورت ہو وہ آ کر پانی لے جائے۔'' میں نے ان میں صدا دی۔ جسے پانی کی ضرورت تھی۔ وہ آ کر پانی لے گیا۔

پھر آپ نماز کے لیے اٹھے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس صداء کے بھائی نے اذان دی ہے۔ وہ ہی اقامت کہے گا۔'' میں نے اقامت کہی۔ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو میں دونوں مکتوب لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ان دونوں خطوط سے عافیت عطا فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے لیے کیا عیاں ہوا؟'' میں نے عرض کی: ''میں نے آپ کو سنا۔ آپ فرما رہے تھے'' بندۂ

مومن کے لیے امارت میں کوئی بھلائی نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان رکھتا ہوں۔'' میں نے آپ کو سنا آپ سائل سے فرما رہے تھے ''جس نے غنی ہونے کے باوجود لوگوں سے مانگا تو یہ سر کا درد اور پیٹ کا مرض ہے۔'' میں نے آپ سے مانگا حالانکہ میں غنی تھا۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''تمہاری مرضی! اگر چاہو تو قبول کر لو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔'' میں نے عرض کی: ''میں چھوڑتا ہوں۔'' آپ نے مجھے فرمایا: ''مجھے اس شخص کے بارے بتاؤ جسے میں تم پر امیر مقرر کروں۔'' میں نے اس وفد میں سے ایک شخص کے بارے بتایا جو آپ کی خدمت میں آیا تھا۔ آپ نے اسے ان پر امیر مقرر کر دیا۔

پھر ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارا ایک کنواں ہے۔ جب موسم سرما آتا ہے تو اس کا پانی ہمیں کافی ہو جاتا ہے۔ ہم اس پر اکٹھے ہو جاتے ہیں لیکن موسم گرما میں اس کا پانی کم ہو جاتا ہے ہم اپنے ارد گرد دیگر کنوؤں پر منتشر ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ارد گرد سارے ہمارے دشمن ہیں۔ رب تعالیٰ سے ہمارے کنویں کے بارے دعا فرمائیں کہ ہمارے پانی کو کثیر کرے۔ ہم اس پر اکٹھے ہو جائیں منتشر نہ ہوں۔'' آپ نے سات کنکریاں منگوائیں انہیں اپنے دست اقدس میں پھیرا۔ ان میں دعا کی پھر فرمایا: ''ان کنکریوں کو لے جاؤ۔ جب تم کنواں پر پہنچو تو ایک ایک کر کے کنویں میں پھینک دینا۔ ان پر رب تعالیٰ کا نام لینا۔'' ہم نے اسی طرح کیا۔ اس کے بعد ہم میں اتنی طاقت نہ تھی کہ ہم اس کنویں کی تہہ کو دیکھتے۔''

ابن سعد نے لکھا ہے ''یہ پندرہ افراد اپنے شہر کو لوٹ آئے۔ ان میں اسلام پھیلا۔ ان میں سے ایک سو افراد نے آپ کے ساتھ حجۃ الوداع ادا کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔

ستاونواں باب

وفدِ صدف

ابن سعد نے قبیلہ صدف کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ہمارا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ وہ دس سے زائد افراد تھے۔ وہ بیٹھ گئے۔ مگر انہوں نے سلام نہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم مسلمان ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے پوچھا: ''تم نے سلام کیوں نہیں کیا؟'' وہ اٹھے اور یوں سلام عرض کیا: ''السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' آپ نے فرمایا: ''وعلیکم السلام۔ بیٹھ جاؤ۔'' وہ بیٹھ گئے۔ انہوں نے آپ سے نماز کے اوقات کے بارے پوچھا۔ آپ نے انہیں اوقاتِ نماز کے بارے بتایا۔

اٹھاون واں باب

وفد ابی صفرۃ

ابن مندہ، ابن عساکر اور دیلمی نے محمد بن غالب بن عبدالرحمان بن یزید بن مھلب بن ابی صفرہ سے روایت کیا۔ انہوں نے اپنے آباء سے روایت کیا ہے کہ ابوصفرۃ بارگاہِ رسالت مآب میں آئے تا کہ آپ انہیں بیعت کریں۔ انہوں نے زرد حلہ پہن رکھا تھا۔ وہ ایک طویل، باجمال، حسین اور فصیح شخص تھے۔ آپ نے ان کا جمال دیکھا تو تعجب کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا "تم کون ہو؟" انہوں نے عرض کی: "میں قاطع بن سارق بن ظالم بن عمر بن شہاب بن مرۃ بن ھقام بن جلند بن متکبر ہوں۔" یہی وہ بادشاہ تھا جو ہر کشتی ظلماً چھین لیتا تھا۔ میں بادشاہ کا بیٹا بادشاہ ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تم ابوصفرہ ہو سارق اور ظالم کو چھوڑ دو۔" انہوں نے اس طرح حق کی گواہی دی۔" میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ سچ ہے۔ یہ سچ ہے۔ "میرے اٹھارہ لڑکے ہیں آخر میں میرے ہاں بچی پیدا ہوئی۔ اس کا نام صفرۃ رکھا۔" آپ نے ان سے فرمایا: "تم ابوصفرۃ ہو۔"

اٹھواں باب

ضمام بن ثعلبہ کا وفد

امام احمد، امام مسلم، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی نے سلیمان بن مغیرۃ کی سند سے، حضرت ثابت سے امام بخاری، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے شریک بن عبداللہ سے دونوں نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ امام بغوی نے امام زہری سے، امام احمد، ابن سعد، ابوداؤد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ حضرت ثابت کی روایت میں ہے کہ حضرت انس نے فرمایا "قرآن پاک میں ہمیں منع کر دیا گیا تھا کہ ہم آپ سے کسی چیز کے بارے سوال کریں۔ ہمیں پسند تھا کہ ہم کسی دانا دیہاتی شخص کو پائیں جو آپ سے پوچھے اور ہم سنیں۔" شریک کی روایت میں ہے "اسی اثناء میں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔" حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "اسی اثناء میں کہ آپ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے یا مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص اونٹ پر آیا۔ اس نے مسجد میں اونٹ بٹھایا پھر اونٹ کا پاؤں باندھا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے "بنوسعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بارگاہِ رسالت میں بھیجا۔ وہ آپ کی خدمت میں آئے۔ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا۔ مسجد میں داخل ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام مین تشریف فرما تھے۔ وہ ایک باہمت اور گھنے بالوں والے انسان تھے۔ ان کی دو مینڈھیاں تھیں۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔

حضرت شریک کی روایت میں ہے "انہوں نے کہا تم میں سے محمد عربی ﷺ کون ہیں؟" حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے "تم میں سے حضرت عبدالمطلب کے فرزند کون ہیں؟" آپ صحابہ کرام کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا: "یہ سفید رنگت والی ذات بابرکات جو ٹیک لگا کر بیٹھی ہے۔" دوسری روایت میں ہے "دیہاتیوں میں سے ایک شخص آیا۔ اس نے پوچھا "تم میں سے حضرت عبدالمطلب کے فرزند دلبند کون ہیں؟" ہم نے کہا: "یہ سرخ و سپید رنگت والے جو ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔" وہ آپ کے قریب ہوئے۔ انہوں نے کہا: "میں آپ سے چند امور کے بارے پوچھنے لگا ہوں۔ آپ پر کچھ سختی کروں گا مگر آپ پر گراں نہ گزرے۔" آپ نے فرمایا: "مجھ پر گراں نہ گزرے گا۔ جو چاہو سوال کرلو۔"

حضرت ثابت کی روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا ہے۔ اس نے ہمیں کہا ہے کہ آپ گمان کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس نے سچا کہا ہے۔'' ضمام: ''آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟'' حضور اکرم ﷺ: ''اللہ تعالیٰ نے۔'' ضمام: ''زمین کی تخلیق کس نے کی ہے؟'' حضور اکرم ﷺ: ''اللہ تعالیٰ نے'' ضمام: ''یہ پہاڑ کس نے نصب کیے ہیں اور ان میں وہ کچھ تخلیق کیا جو تخلیق کیا؟'' حضور اکرم ﷺ: ''اللہ تعالیٰ نے۔''

حضرت شریک کی روایت میں حضرات ابو ہریرہ اور انس نے فرمایا کہ اس شخص نے کہا: ''میں آپ کے رب تعالیٰ اور آپ سے پہلے لوگوں کے رب تعالیٰ کے واسطہ سے پوچھتا ہوں۔'' حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے اس شخص نے کہا: ''میں آپ سے ان لوگوں کے پروردگار کے بارے پوچھتا ہوں جو آپ کا، آپ سے پہلے اور آپ سے بعد میں آنے والے لوگوں کا رب ہے۔'' حضرت انس کی روایت میں ہے: ''اس ذات کے واسطہ سے پوچھتا ہوں جس نے آسمان کو تخلیق کیا، زمین کو تخلیق کیا، یہ پہاڑ نصب کیے۔

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: ''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم اس وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباء کرتے تھے۔''

آپ نے فرمایا: ''ہاں! بخدا!'' حضرت ثابت کی روایت میں ہے کہ ضمام نے کہا: ''میں اس ذاتِ بابرکات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے آسمانوں کی تخلیق کی۔ زمین کو پیدا کیا یہ پہاڑ نصب کیے۔''

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا: ''میں آپ سے آپ کے رب تعالیٰ کے واسطہ سے پوچھتا ہوں جو آپ سے پہلے اور بعد کے لوگوں کا پروردگار ہے کہ کیا رب تعالیٰ نے آپ کو سارے لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں بخدا! حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا: ''آپ کے قاصد کا گمان ہے کہ شب و روز میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا ہے۔'' اس نے عرض کی: ''میں اس شخص کا واسطہ دیتا ہوں جس نے آپ کو بھیجا ہے یا میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔'' حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے ''میں آپ کو اس اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا رب تعالیٰ ہے جو آپ سے پہلے اور بعد کے لوگوں کا رب تعالیٰ ہے۔ کیا رب تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ نمازوں کا حکم دیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں بخدا!''

حضرت ثابت نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ اس شخص نے کہا: ''آپ کے قاصد نے گمان کیا ہے کہ ہم پر اپنے مال کی زکوٰۃ فرض ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا ہے۔'' حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ اس شخص

نے کہا: "میں آپ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے امیر لوگوں سے زکوٰۃ لیں اور اسے ہمارے فقراء پر خرچ کریں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! قسم بخدا!" اس شخص نے عرض کی: "اس ذات کا واسطہ جس نے آپ کو بھیجا ہے۔" شریک کی روایت میں ہے: "میں آپ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے اغنیاء سے صدقہ لیں اور ہمارے فقراء میں تقسیم کریں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! قسم بخدا!"

حضرت ثابت کی روایت میں ہے اس شخص نے کہا: "آپ کے قاصد کا گمان ہے کہ سال بھر میں ہم پر ایک ماہ کے روزے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اس نے سچ کہا ہے۔" اس شخص نے عرض کی: "اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے۔" شریک کی روایت میں ہے "میں آپ کو اللہ رب العزت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ سال کے اس ماہ مقدس میں روزے رکھیں۔" حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "بارہ ماہ میں سے ایک ماہ کے روزے رکھیں۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! قسم بخدا!"

حضرت ثابت کی روایت میں ہے۔ اس شخص نے کہا: "آپ کے قاصد کا گمان ہے کہ ہم میں سے اس شخص پر حج فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔" آپ نے فرمایا: "ہاں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اس نے فرائض اسلام میں سے ایک ایک فریضہ کا تذکرہ کیا۔ اس نے زکوٰۃ، حج اور روزہ کا تذکرہ کیا۔ اس نے ہر فریضہ کے بارے اسی طرح پوچھا، جس طرح دیگر فرائض کے بارے پوچھتا تھا۔ جب وہ فارغ ہوا تو اس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد عربی ﷺ اس کے رسولِ (محترم ﷺ) ہیں میں ان فرائض کو ادا کروں گا۔ جن امور سے مجھے روکا گیا ہے۔ میں ان سے بچوں گا۔ میں ان میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔"

حضرت شریک کی روایت میں ہے: "آپ جو پیغامِ حق لے کر آئے ہیں میں اس پر ایمان لایا۔ میں اپنے پیچھے اپنی قوم کا قاصد ہوں۔ میں ضمام بن ثعلبہ ہوں۔ میرا تعلق بنوسعد بن بکر سے ہے۔" حضرت ابوہریرۃ کی روایت میں ہے: "بخدا! ان فواحش سے تو ہم زمانہ جاہلیت میں بھی بچا کرتے تھے۔"

حضرت ثابت کی روایت میں ہے: "پھر وہ چلا گیا۔" اس نے کہا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں ان امور میں ذرہ بھر بھی کم و بیشی نہ کروں گا۔" آپ نے فرمایا: "اگر اس نے سچ کہا ہے تو پھر یہ جنت میں جائے گا۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ "اگر اس دو مینڈھیوں والے نے سچ کہا ہے تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔"

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا: "یہ شخص فقیہ بن گیا ہے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو سوال کرنے میں حضرت ضمام سے زیادہ حسین اور مختصر ہو۔" وہ اپنے اونٹ کے پاس آئے۔ اس کی رسی کھولی۔ عازم سفر ہوئے اور اپنی قوم کے پاس پہنچ گئے۔ وہ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ انہوں نے سب سے پہلے یہ بات کی "لات وعزیٰ بدحال ہو گئے ہیں۔" قوم نے کہا: "ضمام! ذرا رکو۔ برص سے بچو، جذام سے بچو اور جنون سے بچو۔" انہوں نے فرمایا: "تمہارے لیے ہلاکت! بخدا! یہ دونوں نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ اللہ رب العزت نے اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کر دیا ہے۔ ان پر کتاب حکیم نازل فرمائی ہے۔ میں تمہیں اس کے ذریعے اس ہلاکت سے بچاتا ہوں جس میں تم مبتلاء ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے رسول (محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور بندۂ (خاص) ہیں۔ میں آپ کے ہاں سے تمہارے لیے وہ امور لے کر آیا ہوں جن کا آپ نے حکم دیا ہے یا جن سے روکا ہے۔"

ابن سعد نے لکھا ہے "بخدا! اس شام اس بستی کا کوئی مرد یا عورت نہ رہے مگر اس نے اسلام قبول کر لیا۔" انہوں نے مساجد تعمیر کیں۔ نماز کے لیے اذانیں دیں۔" ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: "ہم نے کسی قوم کے نمائندہ کے بارے نہیں سنا جو حضرت ضمام رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔"

تنبیہات

1. البدایۃ میں ہے "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے سیاق سے علم ہوتا ہے کہ حضرت ضمام فتح مکہ سے قبل اپنی قوم کے پاس گئے تھے۔ کیونکہ فتح مکہ کے ایام میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عزیٰ کو گرادیا تھا۔
2. ابو الربیع نے لکھا ہے "اس وقت میں اختلاف ہے جس میں حضرت ضمام بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ امام واقدی وغیرہ نے ۵ ھ کا ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ۹ ھ میں حاضر ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس سال حاضر خدمت تھے۔
3. حضرت ضمام نے عرض کی: "جس میں استطاعت ہو وہ بیت اللہ کا حج کرے۔" الہدیٰ میں ہے "اس قصہ میں حج کا تذکرہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرتِ ضمام حج کی فرضیت کے بعد آئے۔ یہ بعید ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ الفاظ بعض راویوں کی طرف سے شامل کیے گئے ہیں۔"

ساٹھواں باب

وفدِ طارق بن عبداللہ

امام بیہقی نے حضرت طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں ذوالمجاز کے بازار میں کھڑا تھا۔ ایک (پاکباز) شخص آیا۔ اس نے جبہ پہن رکھا تھا۔ وہ فرما رہا تھا ''تم لا الٰہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے۔'' ایک شخص ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ انہیں پتھر مار رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''اے لوگو! یہ جھوٹا ہے اس کی تصدیق نہ کرنا۔'' لوگوں نے بتایا: ''یہ بنو ہاشم کے جوان ہیں وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔'' میں نے لوگوں سے پوچھا: ''ان کے ساتھ سنگدلانہ سلوک کون کر رہا ہے۔'' انہوں نے کہا: ''یہ ان کا چچا عبدالعزیٰ ہے۔'' حضرت طارق نے فرمایا: ''جب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ہجرت کی تو ہم بھی الربذۃ سے عازمِ سفر ہوئے۔ ہم مدینہ طیبہ کا قصد کیے ہوئے تھے۔ ہم نے اس کی کھجوروں کو چنا۔

جب ہم اس کے باغات اور نخلستانوں کے پاس پہنچے تو ہم نیچے اترے۔ عمدہ کپڑے پہنے۔ ایک شخص اپنی دو چادروں میں تھا۔ اس نے سلام کیا اس نے پوچھا: ''تمہارا تعلق کس جگہ کے ساتھ ہے؟'' ہم نے کہا: ''الربذۃ سے آئے ہیں۔'' اس شخص نے پوچھا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' ہم نے کہا: ''مدینہ طیبہ کا؟'' اس نے پوچھا: ''تم وہاں کیوں جا رہے ہو؟'' ہم نے کہا: ''ہم وہاں کی کھجوریں کھائیں گے۔'' ہمارے ہمراہ ایک عورت تھی۔ ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ بھی تھا۔ جس کو نکیل ڈالی گئی تھی۔ اس شخص نے کہا: ''کیا تم اسے فروخت کرنا پسند کرو گے؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں! اتنے صاع کھجوروں میں ہم یہ اونٹ بیچیں گے۔'' جب ہم نے اپنی بات پوری کی تو اس شخص نے اس اونٹ کی نکیل تھامی اور لے کر چلا گیا۔ جب وہ مدینہ طیبہ کے باغات سے پرے چلا گیا اور ہمیں نظر نہ آیا تو ہم نے کہا: ''ہم نے کیا کر دیا۔ بخدا! ہم نے کسی ایسے شخص کو اونٹ فروخت نہیں کیا جسے ہم جانتے ہوں۔ نہ ہی ہم نے اس اونٹ کی قیمت لی۔'' اس عورت نے کہا جو ہمارے ساتھ تھی ''خود کو ملامت نہ کرو میں نے ایسے خوبصورت چہرے کو دیکھا ہے جو تمہارے ساتھ دھوکہ نہیں کرے گا۔ بخدا! میں نے اس ہستیِ پاک کی زیارت کی ہے جن کا چہرہ گویا کہ چودھویں کے چاند کا ٹکڑا تھا۔ میں تمہاری قیمت کی ضامن ہوں۔'' اتنے میں ایک شخص آیا۔ اس نے کہا: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔ یہ تمہاری کھجوریں ہیں۔ انہیں کھاؤ سیر ہو جاؤ اور اپنی تول کو پورا کر لو۔'' ہم نے سیر ہو کر کھائیں پھر اپنی کھجوریں پوری کر لیں۔ پھر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ جب ہم مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو ہم نے

دیکھا کہ آپ منبر پر رونق افروز ہو کر خطبہ ارشاد فرمار ہے تھے۔ہم نے آپ کو اسی حالت پر پالیا۔آپ ارشاد فرمار ہے تھے''صدقہ دو۔صدقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔اپنے رشتہ داروں میں سے اپنے والدین، بہن، بھائی پھر قریبی رشتہ دار پھر قریبی رشتہ دار۔''بنو یر بوع کے قبیلہ میں سے ایک شخص آیا۔ یا ایک انصاری شخص کھڑے ہوئے۔انہوں نے عرض کی:''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!ان لوگوں میں ہمارا زمانہ جاہلیت کا خون ہے۔'' آپ نے تین بارفرمایا:''کوئی ماں اپنے بیٹے پر تین بار ظلم نہیں کرتی۔''

❁❁❁❁

اکسٹھواں باب

وفدِ طئے، حضرت زید الخیر کے ہمراہ

ابن سعد نے حضرت ابوعمیر الطائی سے۔ یہ زہری کے یتیم تھے اور عبادۃ طائی اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: طیٔ کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ ان کی تعداد پندرہ تھی ان کے سردار اور رئیس حضرت زید الخیر تھے۔ یہ زید بن مہلہل تھے ان کا تعلق بنونبہان کے ساتھ تھا۔ اس وفد میں وزر بن جابر، قبیصہ بن الاسود، مالک بن عبداللہ، معین بن خلیف اور بنوبولان میں سے ایک شخص تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے۔ صحنِ مسجد میں سواریاں باندھیں۔ پھر اندر گئے حضور اکرم ﷺ کے قریب ہوئے۔ آپ نے ان پر اسلام پیش کیا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام عمدہ کیا۔ آپ نے ان میں سے ہر شخص کو پانچ اوقیہ چاندی دی اور حضرت زید الخیر کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ آپ نے فرمایا: ''میرے پاس اہلِ عرب میں سے جس شخص کا بھی تذکرہ کیا گیا میں نے اسے دیکھا تو وہ مجھے اس سے کم لگا مگر حضرت زید مجھے ان تعریفوں سے عمدہ نظر آئے جو ان کی کی گئی تھیں۔

آپ نے ان کا نام زید الخیر رکھا۔ ان کے لیے فید اور دو جاگیریں لکھیں۔ ان کے لیے نوشتہ لکھوایا۔ وہ اپنی قوم کے ہمراہ واپس آ گئے۔'' دوسری روایت میں ہے ''جب وہ مدینہ طیبہ سے عازمِ سفر ہو کر اپنی قوم کی طرف آ رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ''اگر زید مدینہ طیبہ کے بخار سے بچ گئے تو وہ......''

بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ''فانہ'' کے بعد عبارت محذوف ہے۔ اصل عبارت یوں ہے: ''فانہ لا یعاب'' ان پر عیب نہیں لگایا جائے گا۔ زاد المعاد اور العیون میں ہے جب انہیں موت کا احساس ہوا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

امرء تجل قومی المشارق عنوۃ　　و اترك فی بیت بفردہ منجد

الا رب یوم لو مرضت احادنی　　عوائد من لم یبر منهن بجهد

ترجمہ: ''کیا میری قوم وقتِ صبح روانہ ہونے والی ہے اور مجھے نجد میں فردہ کے مقام پر ایک گھر میں اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا کیا کئی دفعہ اسی طرح نہ ہوا کہ اگر میں مریض بن جاتا تو ایسی خواتین میری عیادت کرتیں جو اگر زیادہ چلنے کی وجہ سے بھرپور نہ تھکی ہوتیں پھر بھی مشکل سے ضرور چل رہی ہوتیں۔''

جب وہ نجد کے چشموں میں سے ایک چشمے کے پاس پہنچے جسے فردہ یا فردکہا جاتا تھا تو انہیں بخار ہو گیا۔ وہیں ان کا وصال ہو گیا۔ ان کی بیوی نے اپنی جہالت اور کم عقلی کی وجہ سے وہ مکتوب گرامی لیا جو آپ نے ان کے لیے لکھا تھا اسے آگ میں جلا دیا۔ ابن درید نے ابومحسن سے روایت کیا ہے کہ حضرت زید تین روز تک ''فردہ'' میں ٹھہرے رہے۔ پھر ان کا وصال ہو گیا۔ قبیصہ بن الاسود ایک سال تک ان پر روتے رہے۔ پھر ان کا سامان اور کجاوہ لے کر عازم سفر ہوئے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی تھا۔ جب ان کی زوجہ نے دیکھا کہ اس پر حضرت زید نہیں ہیں تو اسے آگ میں پھینک دیا کجاوہ جل گیا اور مکتوب گرامی بھی جل گیا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے یمن سے آپ کے لیے ایک سونے کا ٹکڑا بھیجا جسے مٹی سے جدا نہیں کیا گیا تھا۔ آپ نے اسے چار افراد میں تقسیم کر دیا۔ عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیر اور علقمہ بن غیلان۔

شاہین، ابن عدی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر تھے کہ ایک سوار آیا۔ اس نے سواری بٹھائی۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نو روز کی مسافت سے آیا ہوں۔ میں نے اپنی سواری کو تھکا دیا ہے۔ میں راتوں کو جاگا ہوں۔ دنوں کو پیاسا رہا ہوں تاکہ میں آپ سے ان دو عادات کے بارے پوچھوں جنہوں نے مجھے بیدار کیا ہے۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا نام کیا ہے؟''

اس نے عرض کی: ''میں زید الخیل ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''نہیں! تم زید الخیر ہو۔ پوچھو! کتنے ہی سائل کے بارے پوچھا جا چکا ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''میں آپ سے رب تعالیٰ کی اس علامت کے بارے پوچھنا چاہتا ہوں جب وہ ارادہ کرتا ہے اور اس علامت کے بارے پوچھنا چاہتا ہوں جب وہ ارادہ نہیں کرتا۔'' آپ نے فرمایا: ''تم نے صبح کیسے کی؟'' انہوں نے عرض کی: ''میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میں خیر اور اہلِ خیر سے پیار کرتا تھا جو خیر بجالاتا تھا اس سے محبت کرتا تھا۔ اگر مجھے اس کے بارے علم ہوا اور اس کے ثواب کا یقین ہو۔ اگر مجھ سے اس میں سے کچھ رہ جاتا تو میں اس کی طرف مشتاق ہوتا۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ کی یہ علامت اس چیز کے بارے ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ اگر وہ تیرے لیے ہلاکت کا ارادہ کرتا تو اسے تیرے لیے تیار کر دیتا۔ پھر پرواہ نہ کی جاتی کہ تم کس وادی میں ہلاک ہوتے ہو یا چلتے ہو۔''

ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ سے اس علامت کے بارے پوچھتا ہوں جس کا وہ ارادہ کرتا ہے اور اس علامت کے بارے پوچھتا ہوں جس کا

وہ ارادہ نہیں کرتا۔" ابن سعد نے طئ ء کے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "عمرو بن مسیح بن کعب الطائی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ایک سو پچاس سال تھی۔ انہوں نے آپ سے شکار کے بارے سوال کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا: "جو شکار کا جانور تمہارے سامنے گر کر دم توڑ دے اسے کھالو اور جو زخمی ہو کر کہیں دور جا کر گرے اسے نہ کھاؤ۔" یہ عرب کے تیر اندازوں میں سے تھے۔

تنبیہ

ابن اسحاق، محمد بن عمر اور ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضرت زید الخیر رضی اللہ عنہ آپ کی حیاتِ ظاہری میں ہی وصال فرما گئے تھے۔ ابو عمر نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال کیا۔ ردت کے زمانہ میں وثیمہ بن موسیٰ نے ان کی تشہیر کی۔ اسے بارگاہِ صدیقی میں بھیج دیا۔" الحافظ لکھتے ہیں: "اگر یہ ثابت ہو جائے تو یہ اس امر پر دلالت ہے کہ وہ زندہ رہے حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ وصال فرما گئے۔

❁❁❁❁

باسٹھواں باب

وفدِ بنو عامر بن صعصعۃ

ابن منذر، ابن حاتم، ابونعیم، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے مولہ بن کثیف ابن حمل سے روایت کیا ہے انہوں نے حضرت ابن عباس سے رایت کیا ہے۔ حاکم نے سلمہ بن الاکوع سے ابونعیم نے حضرت عروہ سے اور امام بیہقی نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ ابن اسحاق نے کہا:

بنو عامر کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ان میں عامر بن طفیل، اربد بن قیس اور جبار بن سلمی بھی تھے۔ یہ تینوں اپنی قوم کے رئیس اور شیطان تھے۔ عامر بن طفیل بارگاہِ رسالت مآب میں آیا۔ وہ دھوکہ سے آپ کو شہید کرنا چاہتا تھا۔ اس جبار بن سلمی نے بئر معونہ پر حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ بنو عامر کے مسلمانوں کے ساتھ اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ عامر بن طفیل کی قوم نے اسے کہا "عامر! لوگ اسلام لا چکے ہیں تو بھی اسلام لے آیا۔" اس نے کہا: "بخدا! میری تمنا تو یہ تھی کہ میں اس انتہاء تک پہنچوں گا کہ عرب میری اتباع کرے گا۔ کیا میں قریش کے اس جوان کے پیچھے چلوں؟" پھر اس نے اربد سے کہا "جب ہم اس شخص کے پاس پہنچیں گے۔ میں اسے تمہاری طرف سے غافل کردوں گا تم تلوار سے اس کا کام تمام کر دینا۔"

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: "جب تم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نعوذ باللہ) شہید کر دیا تو لوگ دیت لینے کے علاوہ کچھ زائد نہ لے سکیں گے۔ وہ جنگ کو پسند نہیں کریں گے۔ ہم انہیں دیت دے دیں گے۔" اربد نے کہا: "میں اسی طرح کروں گا۔" جب وہ دونوں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب عامر اور اربد آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو وہ دونوں آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ عامر ابن طفیل نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم مجھے تنہائی میں وقت عطا فرمائیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بخدا! ہرگز نہیں حتیٰ کہ تو رب وحدہٗ لا شریک پر ایمان لے آئے۔" اس نے پھر کہا: "محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خلوت میں وقت عطا فرمائیں۔" وہ گفتگو آپ سے کر رہا تھا مگر دیکھ اربد کی طرف رہا تھا تاکہ وہ اپنے ناپاک منصوبہ کو عملی جامہ پہنا دے شاید اربد کو کوئی چیز متحیر نہ کر دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ اربد کا ہاتھ اس کی تلوار پر ہی شل ہو گیا تھا۔ وہ اسے سونتنے پر قادر نہ تھا۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ "جب عامر نے دیکھا کہ اربد آپ پر حملہ نہیں کر رہا۔ تو اس نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خلوت میں وقت عطا کریں۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نہیں! حتیٰ کہ تو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک پر ایمان لے آئے۔"

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے۔ عامر نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ میرے لیے کیا مختص کریں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لیے وہی کچھ ہے جو کچھ دیگر مسلمانوں کے لیے ہے اور تجھ پر وہی کچھ ہے جو کچھ دیگر مسلمانوں پر ہے۔'' عامر نے کہا ''اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو کیا آپ مجھے اپنا خلیفہ بنائیں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''یہ نہ تو تمہارے لیے اور نہ ہی تمہاری قوم کے لیے ہو سکتا ہے۔ لیکن تیرے لیے گھوڑوں کی لگامیں ہیں۔'' اس نے کہا: ''میں اب بھی نجد کے گھوڑوں کی لگاموں میں ہوں۔ کیا آپ اپنے لیے شہر اور میرے لیے دیہات مختص کر دیں گے۔'' حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر جانے لگے تو عامر نے کہا: ''بخدا! میں اس زمین کو آپ کے خلاف گھوڑوں اور پیادہ فوج سے بھر دوں گا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ رب العزت تجھے اس سے روک دے گا۔''

مولہ بن کثیف کی روایت میں ہے کہ عامر نے بکواس کرتے ہوئے کہا: ''میں آپ کے خلاف اس زمین کو کم بالوں والے گھوڑوں اور نوجوانوں سے بھر دوں گا۔ میں ہر ہر کھجور کے ساتھ ایک گھوڑا باندھ دوں گا۔'' آپ نے فرمایا: ''مولا! عامر کو میری طرف سے کافی ہو جا۔ اور اس کی قوم کو ہدایت عطا فرما۔''

ابن اسحاق نے لکھا ہے: ''جب وہ حضور اکرم ﷺ کی درگاہِ عالیہ سے روانہ ہوئے تو عامر نے اربد سے کہا: ''اربد! تیرے لیے ہلاکت! تو نے وہ عمل کیوں نہ کیا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا تھا۔ بخدا! روئے زمین کا ایسا کوئی شخص نہیں جس سے میں تجھ سے زیادہ ڈرتا تھا۔ بخدا! آج کے بعد میں تم سے نہیں ڈروں گا۔'' اس نے کہا: ''تیرا باپ مرے! مجھ پر الزام نہ دھرو۔ بخدا! جب بھی میں اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کرتا تو میرے اور ان کے مابین تو آ جاتا۔ تیرے علاوہ مجھے کچھ نظر نہ آتا کیا میں تجھے قتل کر دیتا۔''

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: ''جب اربد اور عامر آپ کے در اقدس سے نکلے۔ جب وہ جرۃ یا رقم کی جگہ پر تھے۔ تو حضرات سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما ان کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: ''خدا کے دشمنو! یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر لعنت کرے۔'' عامر نے کہا: ''اربد! یہ کون ہے؟'' اس نے کہا: ''اسید بن حضیر۔'' وہ دونوں چلے گئے۔

امام بیہقی نے اسحاق بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ لگا تار تین صبحیں حضور اکرم ﷺ عامر کے لیے بددعا کرتے رہے۔ آپ نے یہ دعا مانگی: ''مولا! تو جیسے چاہے میری طرف سے عامر بن طفیل کو کافی ہو جا۔ اسے ایسی مرض میں مبتلا کر دے جو اسے جہنم واصل کر دے۔'' جب وہ رقم پہنچا۔ رب تعالیٰ نے اس کے گلے میں طاعون کی گلٹی نکال دی۔ بنو سلول کی ایک عورت کے گھر رب تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔ وہ اپنی اسی گلٹی کو چھوتا اور کہتا: ''بنو عامر! اونٹ کی غدودوں کی طرح کی غدود ہے۔'' اس وقت وہ بنو سلول کی ایک عورت کے گھر تھا۔

حضرت ابن عباس نے یہ اضافہ کیا ہے ''اس کا دل تھا کہ وہ اسی عورت کے گھر ہی مرے۔ پھر اپنے گھوڑے پر سوار

ہوا۔اسے تیز چلایا۔اپنا نیزہ پکڑا اور چکر لگانے لگا۔اس کی یہی کیفیت تھی حتیٰ کہ وہ اپنے گھوڑے سے مردہ حالت میں نیچے آ گیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "اسے زمین میں دبا کر اس کے ساتھی آگے عازم سفر ہوئے۔وہ بنو عامر کی زمین میں واپس پہنچے تو ان کی قوم ان کے پاس آئی اس نے پوچھا: "اربد! پیچھے کے کیا حالات ہیں؟" اس نے کہا: "کچھ بھی نہیں۔بخدا! اس ذات نے ہمیں ایک چیز کی عبادت کی طرف بلایا میری خواہش یہ کہ وہ اسی وقت میرے پاس ہوتے میں انہیں نیزہ مار کر مار ڈالتا (نعوذ باللہ منہ)۔وہ اپنی اس بکواس کے ایک یا دو روز بعد نکلا۔اس کے ساتھ اس کا اونٹ بھی تھا۔جو اس کے پیچھے پیچھے تھا۔رب تعالیٰ نے اس پر اور اس کے اونٹ پر بجلی گرا دی۔اس نے انہیں جلا کر خاکستر بنا دیا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے "جب وہ الرقم پہنچا تو رب تعالیٰ نے اس پر بجلی گرا دی جس نے اسے جلا دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے عامر اور اربد کے بارے یہ آیت طیبہ نازل کی:

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝٨ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝٩ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝١٠ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝١١ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝١٢ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝١٣ (الرعد:۹ تا ۱۳)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو (شکم میں) اٹھائے ہوتی ہے کوئی مادہ اور (جانتا ہے) جو کم کرتے ہیں رحم اور جو زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک اندازہ سے ہے۔وہ جاننے والا ہے ہر پوشیدہ چیز کو اور ہر ظاہر چیز کو سب سے بڑا عالی مرتبہ ہے (اس کے علم میں) سب یکساں ہیں تم میں سے وہ جو آہستہ بات کرتا ہے اور جو بلند آواز سے بات کرتا ہے اور وہ بھی جو چھپا رہتا ہے رات کے وقت اور جو چلتا پھرتا رہتا ہے دن کے وقت۔انسان کے لیے یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتے ہیں اس کے آگے بھی اور اس کے پیچھے بھی وہ نگہبانی کرتے ہیں اس کی اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا کسی قوم کی (اچھی یا بری) حالت کو جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے۔اور جب ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا تو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی ان کے لیے اللہ تعالیٰ

کے مقابلہ میں کوئی مدد کرنے والا ہوتا ہے۔وہی ہے جو تمہیں دکھاتا ہے بجلی (کبھی) ڈرانے کے لیے اور کبھی اُمید دلانے کے لیے اور اٹھاتا ہے بھاری بادل اور رعد اس کی پاکی بیان کرتا ہے اس کی حمد کے ساتھ اور فرشتے بھی اس کے خوف سے (اس کی تسبیح کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے پھر گراتا ہے انہیں جس پر چاہتا ہے اس حال میں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور اس کی پکڑ بہت سخت ہے۔"

تنبیہات

1. مذکورہ بالا آیاتِ طیبات کے نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔
2. البدایۃ میں ہے، ظاہر یہی ہے کہ عامر بن طفیل کا واقعہ فتح مکہ سے پہلے رونما ہوا تھا۔اگرچہ ابن اسحاق اور بیہقی نے اس کا تذکرہ پہلے کر دیا ہے۔
3. عجیب و غریب امر یہ ہے کہ حافظ مستغفری نے اس عامر بن طفیل کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔سیرت نگاروں نے اسے ان کی لغزش شمار کیا ہے۔انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ ابو امامۃ نے کہا کہ عامر بن طفیل نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ایسے کلمات کے بارے بتائیں جن کے ساتھ میں زندگی بسر کروں۔" آپ نے فرمایا: "عامر! سلام پھیلاؤ۔کھانا کھلاؤ۔رب تعالیٰ سے اسی طرح حیاء کرو جس طرح اپنے اہل میں سے کسی شخص سے حیاء کرتے ہو۔جب غلطی ہو جائے تو اس کے فوراً بعد نیکی کرو۔نیکیاں بدیوں کو مٹا کر رکھ دیتی ہیں۔" یہ عامر اسلمی ہیں۔عامری نہیں۔امام بغوی نے عبداللہ بن بریدۃ اسلمی سے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: "مجھے میرے چچا عامر بن طفیل نے بیان کیا ہے۔اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی اسلمی ہیں۔ان کا نام اور ان کے والد کا نام عامری کے ساتھ موافقت کر گئے ہیں۔علامہ مستغفری کو اسی وجہ سے وہم ہوا ہے۔انہوں نے صحابی کے نسب میں عامر بن طفیل کے نسب کا تذکرہ کر دیا۔ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا: "ہم الابطح میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔آپ سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔آپ نے فرمایا: "تم کون ہو؟" ہم نے عرض کی: "بنو عامر" آپ نے فرمایا: "مرحبا! تم مجھ سے ہو۔" ایک اور روایت میں ہے "تمہیں خوش آمدید! میں تم میں سے ہوں۔" اس روایت کو الطبرانی اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے حجاج بن ارطاۃ کے، وہ مدلس تھا۔

تریسٹھواں باب

وفدِ عبدالرحمان بن ابی عقیل

امام بخاری نے تاریخ میں، حارث بن ابی اسامۃ، ابن مندہ، الطبرانی، البزار، البیہقی نے ثقہ راوی سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں وفدِ ثقیف میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے درِاقدس پر سواریاں بٹھائیں۔ اس وقت ہمیں اس شخص سے زیادہ مبغوض کوئی نہ تھا جس کے دراقدس میں ہم داخل ہوئے تھے۔ جب ہم باہر نکلے تو ہمیں اس ہستیٔ پاک سے زیادہ محبوب کوئی نہ تھا۔ جس کی خدمت میں ہم حاضر ہوئے تھے۔ ہم میں سے ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ نے اپنے رب کریم سے ایسی سلطنت کا سوال نہ کیا جیسی سلطنت حضرت سلیمان علیہ السلام کی تھی۔" یہ سن کر آپ مسکرائے پھر فرمایا: "شاید تمہارے یہ صاحب اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت سلیمان کی سلطنت سے افضل ہوں، اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک دعا عطا فرمائی ان میں سے بعض نے دنیا کے لیے وہ دعا مانگ لی ہے اسے دنیا عطا کر دی گئی ہے۔ بعض نے اس وقت اپنی قوم کے لیے بددعا کر دی جب اس نے اس کی نافرمانی کی۔ اس بددعا کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ رب تعالیٰ نے مجھے بھی ایک دعا عطا کی ہے۔ میں نے اسے اپنے رب کے ہاں روزِ حشر اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھ دیا ہے۔"

❁❁❁❁

چونسٹھواں باب

وفدِ بنی عبد بن عدی

مدائنی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''بنو عبد بن عدی کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں آیا۔ ان میں حارث بن وھبان، عویمر بن الاخرم، حبیب، ربیعہ پسران ملۃ۔ ان کے ہمراہ ان کی قوم کا ایک گروہ تھا۔ انہوں نے عرض کی: ''محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اہلِ حرم ہیں، وہاں کے ساکن اور معزز لوگ ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ قتال کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اگر قریش کے علاوہ کسی اور نے آپ کے ساتھ جنگ کی۔ تو ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ لیکن قریش کے ساتھ قتال نہیں کریں گے۔ ہم آپ سے اور اس قبیلہ سے محبت کرتے ہیں جس کا تعلق آپ کے ساتھ ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں۔ اگر ہم میں سے کسی کو آپ نے خطاءً قتل کر دیا تو اس کی دیت آپ پر ہو گی۔ اگر ہم میں سے کسی نے آپ کے کسی ساتھی کو قتل کر دیا تو ہم پر اس کی دیت ہے سوائے ایک شخص کے جو بھاگ گیا تھا۔ اگر آپ نے یا آپ کے کسی صحابی نے اس کا کام تمام کر دیا تو ہم پر اور آپ پر کچھ بھی نہیں۔''

عویمر بن الاخرم نے کہا ''مجھے چھوڑ دو۔ میں آپ سے بات چیت کرتا ہوں۔'' اس کے ساتھیوں نے کہا: ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ دھوکہ کرتے ہیں نہ پسند کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ دھوکہ کیا جائے۔'' حبیب اور ربیعہ نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسید بن ابی اناس بھاگ گیا ہے۔ ہم آپ کی بارگاہ میں اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس نے آپ سے حصہ پالیا ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسید کا خون مباح قرار فرمایا۔ اسید تک ان دونوں کی وہ بات پہنچ گئی جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی تھی۔ وہ طائف آیا۔ وہیں قیام کیا۔ فتح مکہ کے سال یہ بھی ان لوگوں میں شمار ہوتا تھا جن کا خون مباح کر دیا گیا تھا، ساریہ بن زنیم طائف گئے تو اسید نے ان سے پوچھا: ''پیچھے کی کیا خبر ہے؟'' انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غالب فرما دیا ہے۔ دشمن کے خلاف ان کی مدد کی ہے۔ میرے بھتیجے! آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ آپ اسے قتل نہیں کرتے (حضرت اسید کے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کی تفصیلات اور ان کے اشعار آٹھویں باب میں گزر چکے ہیں۔ انہیں دوبارہ لکھنے کی قطعاً ضرورت نہیں)

❀❀❀❀

پینسٹھواں باب

وفدِ عبدالقیس

ابویعلیٰ، الطبرانی نے جید سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے مزیدہ بن مالک العصری سے اور ابویعلیٰ نے الاشج العبدی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ پہلے راوی فرماتے ہیں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ محوِ گفتگو تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا:"ابھی اس طرف سے تمہارے پاس ایک کارواں آئے گا۔ وہ اہلِ مشرق سے بہترین ہیں۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے اور ان کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ تیرہ شہ سواروں سے ملے۔ انہوں نے ان سے پوچھا" کس قبیلہ کے ساتھ تعلق ہے؟" انہوں نے کہا:"بنوعبدالقیس سے۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا:" کیا تجارت کے لیے آئے ہو؟" انہوں نے کہا: "نہیں۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی ابھی بھلائی کے ساتھ تمہارا ذکر کیا ہے۔" پھر ان کے ساتھ ساتھ چلے اور انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا:"یہی وہ ہستیؑ پاک ہیں جن کا تم ارادہ کیے ہوئے ہو۔" اس قوم نے خود کو جلدی جلدی سواریوں سے اتارا۔ کچھ چلتے ہوئے کچھ بھاگتے ہوئے اور کچھ دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے جلدی کی۔ انہوں نے سفر کے کپڑے ہی پہن رکھے تھے۔ انہوں نے آپ کا دستِ اقدس پکڑا اور اسے چوم لیا۔ حضرت الاشج ساری قوم سے چھوٹے تھے وہ سواریوں کے پاس ٹھہر گئے۔ انہیں بٹھایا۔ قوم کا ساز و سامان جمع کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاہدہ فرما رہے تھے۔

امام بیہقی نے زارع بن عامر العبدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"ہم جلدی جلدی اپنی سواریوں سے اترے آپ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے کی سعادت ازلی حاصل کی۔ حضرت منذر الاشج ٹھہر گئے۔ وہ اپنے تھیلے کے پاس گئے۔ اپنے کپڑے نکالے۔ عمدہ کپڑے پہنے۔" امام احمد نے ان سے روایت کیا ہے" انہوں نے اپنے کپڑوں سے سفید کپڑے نکالے۔ انہیں پہنا پھر چلتے ہوئے حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ کا دست ہدایت بخش پکڑا اور انہیں چوم لیا۔ یہ شکل کے عمدہ نہ تھے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی چھوٹی قامت دیکھی تو انہوں نے عرض کی:" یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آدمیوں کی جلدوں سے پانی تو نہیں پیا جاتا۔ انسان اپنی دو ننھی ننھی چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔ (۱) زبان (۲) دل۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت

کرتے ہیں (۱) عقل (۲) ثبات۔

انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں نے انہیں اپنایا ہے۔ یا یہ رب تعالیٰ نے مجھ میں تخلیق کیں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں تم میں تخلیق کیا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھ میں دو ایسی خصلتیں پیدا کیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اے گروہ عبدالقیس! میں تمہارے چہرے متغیر کیوں دیکھتا ہوں؟" انہوں نے عرض کی: "یانبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم ان برتنوں سے نبیذ بنالیتے تھے، ہماری زمین وباء زدہ ہے۔ یہ چیزیں ان وباؤں کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتی تھیں جب آپ نے ہمیں ان برتنوں سے منع کیا ہے تو یہ تبدیلی ہمارے چہروں پر آگئی جسے آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "برتن نہ حلال ہوتے ہیں نہ حرام۔ لیکن ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ تم بیٹھ جاؤ اور شراب پینے لگو جب اس کا نشہ رگوں میں اتر جائے تو تم باہم فخر کرنے لگو۔ ایک شخص تلوار لے کر اپنے چچازاد پر چڑھ دوڑے اور اسے لنگڑا بنادے۔ اس قوم میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو لنگڑا تھا۔ اسے یہ مصیبت اسی وجہ سے پہنچی تھی۔ یہ قوم اپنی کھجوریں کھانے لگی۔ آپ انہیں بیان فرمانے لگے کہ یہ فلاں کھجور ہے یہ فلاں کھجور ہے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم ان کے ناموں سے آپ سے زیادہ آگاہ نہیں ہیں۔" انہوں نے خود میں سے ایک شخص سے کہا: "ہمیں ان بقیہ کھجوروں میں سے کھلاؤ جو تمہاری اس ٹوکری میں موجود ہیں۔" وہ برنی کھجور لے آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ برنی کھجور ہے جو تمہاری ساری کھجوروں میں سے بہترین ہے۔"

ابن سعد نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید نے اپنے والد گرامی حضرت جعفر سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ بحرین کی طرف لکھا کہ ان کے بیس افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ان کے بیس افراد آپ کی خدمت میں آئے ان کے سردار حضرت عبداللہ بن عوف الاشج تھے۔ ان میں جارود اور منقذ بن حیان (یہ اشج کے بھانجے تھے) بھی شامل تھے۔ یہ فتح مکہ کے سال میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ سے عرض کی گئی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ وفد عبدالقیس ہے۔" آپ نے فرمایا: "انہیں خوش آمدید! وفدِ عبدالقیس کتنا عمدہ وفد ہے۔" راوی فرماتے ہیں: "اس رات کی صبح کو آپ نے افق کی طرف دیکھا جس رات کو یہ وفد آیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "مشرق کی سمت سے تمہارے پاس ایک وفد آئے گا۔ انہیں اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ انہوں نے اپنی سواریوں کو تھکا دیا ہے۔ انہوں نے زادِ راہ ختم کر دیا ہے۔ ان کے صاحب پر ایک خاص علامت ہے۔ مولا! وفد عبدالقیس کو معاف فرما۔ وہ میرے پاس آرہے ہیں۔ وہ مال کے بارے نہیں سوال کریں گے۔ وہ اہل مشرق سے بہترین ہیں۔" بیس افراد حاضر خدمت ہو

گئے۔ ان کے رئیس عبداللہ بن عوف الاشج تھے اس وقت حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "تم میں سے عبداللہ الاشج کون ہے؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں!" یہ کوتاہ قد انسان تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا۔ انہوں نے کہا: "آدمیوں کی جلدوں میں کچھ پیا نہیں جاتا آدمی کو اس کی دو ننھی سی اشیاء دل اور زبان کی ضرورت ہوتی ہے۔"

امام احمد نے زارع بن عامر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ہمراہ ایک شخص ہے۔ جو میرا ماموں ہے۔ اسے تکلیف ہے۔ اس کے لیے دعا مانگیں۔" آپ نے پوچھا: "وہ کہاں ہے؟ اسے میرے پاس لے آؤ۔" میں نے اسی طرح کیا جس طرح الاشج نے کہا تھا۔ میں نے اسے دو کپڑے پہنائے اور اسے آپ کی خدمت عالیہ میں لے آیا۔ آپ نے اپنی چادر مبارک کا کونہ اٹھایا اسے بلند فرمایا حتیٰ کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر اس شخص کی کمر پر مارا اور فرمایا: "اے دشمن خدا! نکل جا۔" وہ شخص صحیح نظر کے ساتھ دیکھنے لگا۔ جو پہلی نظر سے علیحدہ تھی۔ آپ نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔ اس کے لیے دعا مانگی۔ اس کے چہرہ پر پانی چھڑکا۔ حضور اکرم ﷺ کی دعا کے بعد وہ شخص وفد سے افضل ہو گیا۔ اس وفد میں کوئی شخص اس سے افضل نہ رہا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وفد عبدالقیس بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا "تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟" انہوں نے عرض کی: "ربیعہ کے ساتھ" آپ نے فرمایا: "اس قوم کو خوش آمدید! جو ذلیل و رسوا ہونے والی ہے نہ نادم ہونے والی ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے پاس دور کی مسافت سے آئے ہیں۔ ہمارے درمیان کفار کا قبیلہ قبیلۂ مضر حائل ہے۔ ہم شہر حرام میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔"

دوسری روایت میں ہے: "ہم اشہر حرم میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں آپ ہمیں کسی امر فاصل کا حکم دیں جس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں چار چیزوں سے منع کرتا ہوں۔" آپ نے انہیں رب تعالیٰ وحدہٗ لا شریک پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ ایمان باللہ کیا ہوتا ہے؟" انہوں نے عرض کی: "اللہ و رسولہ اعلم۔" آپ نے فرمایا: "یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی ﷺ اس کے رسول (معظم) ﷺ ہیں۔"

نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا مال غنیمت کا خمس دو۔ میں تمہیں چار چیزوں سے روکتا ہوں (۱) الدباء (کدو کا گودا نکال کر اس کی جلد کو خوش کر لیا گیا ہو) (۲) الحنتم (وہ گھڑا جس پر سبز رنگ کا لیپ کر دیا گیا ہو

تاکہ اس کے مسام بند ہو جائیں) (۳) نقیر (درخت کے تنے کھود کر گھڑا بنایا گیا ہو)۔ (۴) المزفت جس پر تارکول کا لیپ کیا گیا ہو۔ تم ان امور کی حفاظت کرو اور اپنے پیچھے والوں کو ان امور کی طرف دعوت دو۔" انہوں نے عرض کی: "یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نقیر کے بارے کیسے جانتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! کھجور کے تنے کو تم اندر سے کرید دیتے ہو اور اس کا برادہ پھینک دیتے ہو۔ پھر اس میں پانی ڈال لیتے ہو۔ جب اس کا جوش پر سکون ہو جاتا ہے۔ تو تم اسے پی لیتے ہو۔ حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص اپنے چچازاد بھائی کو تلوار مار دیتا ہے۔" اس وفد میں ایک شخص تھا جسے اسی طرح ہی زخم لگا تھا۔ اس نے کہا: "میں حضور اکرم ﷺ سے حیاء کرتے ہوئے اس زخم کو چھپا رہا تھا۔" اس وفد نے عرض کی: "پھر ہم کن برتنوں میں پانی پئیں۔" آپ نے فرمایا: "چمڑے کے ان برتنوں میں جن کا منہ دھاگہ سے باندھا جاتا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہماری زمین میں بہت زیادہ چوہے ہیں۔ وہاں چمڑے کے برتن باقی نہیں رہتے۔" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "خواہ انہیں چوہے ہی کھا جائیں۔" آپ نے دو یا تین بار اسی طرح فرمایا۔

آپ نے حضرت الاشج سے فرمایا: "تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولِ محترم ﷺ محبت کرتے ہیں: (۱) حلم (۲) ترکِ عجلت۔" امام احمد نے شہاب بن عباد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے وفد عبد القیس میں سے ایک شخص سے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا" حضرت الاشج نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہماری زمین گراں اور وباء زدہ ہے اگر ہم یہ مشروب نہ پئیں تو ہمارے رنگ زرد ہو جائیں گے اور ہمارے پیٹ پھول جائیں گے۔ ہمیں اتنی سی اجازت دے دیں۔" انہوں نے اپنی ہتھیلی سے اشارہ کیا۔" آپ نے فرمایا: "اشج! اگر میں نے تمہیں اتنی سی اجازت دے دی آپ نے اپنے انگلی مبارک سے اشارہ کیا۔ تو پھر اتنی مقدار میں پی لو گے۔" آپ نے اپنے دستِ اقدس کھولے اور انہیں پھیلا دیا۔ حتیٰ کہ تم میں سے ایک نشے میں مخمور ہو کر اپنے چچازاد کے پاس جائے گا اور تلوار سے اس کی پنڈلی کو زخمی کر دے گا۔" اس قوم میں ایک شخص تھا جسے حارث کہا جاتا تھا۔ اس کی پنڈلی پر اس وقت تلوار ماری گئی تھی۔ جب کہ ان کے ہاں شراب کا دور چل رہا تھا۔ یہ شعر کے اس مصرعہ کی وجہ سے تھا جس میں ان میں سے ایک عورت کی تصویر کشی کی گئی تھی۔ حارث کہتے ہیں" جب میں نے آپ کا یہ فرمان سنا تو میں اپنا کپڑا لٹکانے لگا۔ میں اپنی پنڈلی کا زخم چھپانے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نبی کریم ﷺ کے لیے عیاں کر دیا تھا۔"

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہلِ ہجر میں سے وفد عبد القیس بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ جب یہ وفد آپ کی بارگاہ میں حاضر تھا تو آپ نے ان کی طرف توجہ کی اور فرمایا: "تمہارے ہاں ایک کھجور کی قسم ہے جسے تم یہ کہتے ہو۔ ایک اور قسم کو یہ کہتے ہو۔" حتیٰ کہ آپ نے ان کی کھجوروں کے رنگ شمار کر دیے۔ ان میں سے ایک شخص نے عرض

کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! اگر آپ ہجر میں پیدا ہوتے تو اس سے زیادہ نہ جانتے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہاری زمین کو میرے سامنے رکھ دیا گیا جبکہ تم میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔ میں نے اس کے قریب و دور کو دیکھا۔ تمہاری بہترین کھجور البرنی ہے۔ جو مرض کو ختم کر دیتی ہے۔ لیکن وہ کسی مرض کو لے کر نہیں آتی۔"

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مسجد نبوی کے بعد جس مسجد میں سب سے پہلے جمعہ شروع کیا گیا وہ مسجد عبدالقیس ہے جو بحرین میں جواثی کے مقام پر تھی۔" حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ ظہر کی آخری دو رکعتیں تاخیر سے پڑھیں۔ کیونکہ آپ وفد عبدالقیس کے ساتھ مصروف تھے۔ انہیں نمازِ ظہر کے بعد اپنے کاشانہ اقدس میں پڑھا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بنو عبدالقیس اہلِ مشرق میں سے بہترین ہیں۔" اس روایت کو بزار اور الطبرانی نے روایت کیا ہے جس کے راوی ثقہ ہیں سوائے وھب بن یحییٰ کے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اہلِ مشرق میں سے بہترین بنو عبدالقیس ہیں۔" اس روایت کو الطبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

نوح بن مخلد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ جبکہ آپ اس وقت مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: "تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟" میں نے عرض کی: "بنو ضبیعۃ بن ربیعہ کے ساتھ۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بنو عبدالقیس میں سے ربیعہ بہترین قبیلہ ہے۔ پھر وہ قبیلہ عمدہ ہے جس سے تمہارا تعلق ہے۔" (الطبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں اس کے ساتھ جہاد کرنے والا ہوں جس نے عبدالقیس پر ظلم کیا۔ (الطبرانی)

تنبیہات

1. البدایۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے سیاق میں لکھا ہے کہ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وفد عبدالقیس فتح مکہ سے قبل حاضر خدمت ہوا تھا۔ کیونکہ انہوں نے عرض کی تھی: "آپ اور ہمارے مابین مضر کا یہ قبیلہ حائل ہے۔ ہم صرف حرمت والے مہینہ میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔" الحافظ لکھتے ہیں: "یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بنو عبدالقیس مضر کے قبائل سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے یہ قبائل ان کے اور مدینہ طیبہ

کے مابین حائل تھے۔ بنو عبدالقیس کا مسکن بحرین اور عراق کا اطراف تھا۔ اسی لیے حضرت شعبہ عن ابی جمرۃ کی روایت میں ہے "ہم آپ کی خدمت میں بعید مسافت سے آئے ہیں۔" وہ روایت بھی ان کے پہلے مشرف باسلام ہونے پر دلالت کرتی ہے جسے عقدی نے جمعۃ میں ابو جمرہ کی سند سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مسجد نبوی کے بعد جس مسجد میں سب سے پہلے نمازِ جمعۃ ادا کی گئی وہ مسجد عبدالقیس ہے۔ جو بحرین میں جواثی کے مقام پر تھی۔" انہوں نے اپنے وفد کی واپسی پر نمازِ جمعہ پڑھنی شروع کی اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے ساری بستیوں سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔

٣ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے "بنو عبدالقیس کا وفد چودہ افراد پر مشتمل تھا" الاشج العصری ان کے رئیس تھے۔ ان کا نام منذر بن عائذ یا عائذ بن منذر یا ابن عبید تھا۔ منقذ بن حبان، مزیدہ بن مالک محاربی، عبیدہ بن ہمام محاربی، صماد بن عباس المری، عمرو بن مرحوم العصری، حارث بن شعیب العصری، حارث بن جندب، بنو عائش میں سے ہمیں کثیر جستجو کے بعد مزید اسماء معلوم نہیں ہو سکے۔ حافظ نے لکھا ہے "ان میں عقبہ بن جودہ، جویریۃ العبدی، الجہم بن قثم اور رسیم عبدی شامل تھے۔" انہوں نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ وفد چودہ افراد پر مشتمل تھا۔ انہوں نے اس کی دلیل نہیں لکھی۔

المعرفہ میں ابن مندۃ سے ھود بن عبداللہ العصری کی سند سے ان کے نانا نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "اسی اثناء میں کہ حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام سے گفتگو فرما رہے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "اس سمت سے تمہارے پاس ایک ایسا گروہ آئے گا جو اہلِ مشرق سے بہترین ہوگا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے وہ تیرہ شہ سواروں سے ملے انہیں خوش آمدید کہا۔ انہیں قریب کیا۔ انہیں فرمایا: "کس قوم کے ساتھ تعلق ہے؟" انہوں نے فرمایا: "بنو عبدالقیس کے ساتھ" ممکن ہے کہ ان مذکورین میں سے ایک سوار نہ ہو یا کسی کے پیچھے بیٹھا ہوا ہو۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جسے دولابی وغیرہ نے حضرت ابوخیرہ کی سند سے لکھا ہے انہوں نے کہا: "میں اس بنو قیس کے وفد میں شامل تھا جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ہماری تعداد چالیس تھی۔ اس روایت کو اور دوسری کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ تیرہ افراد وفد کے رئیس ہوں اسی لیے وہ سوار تھے باقی ان کے پیروکار تھے۔ ان میں سے زارع کا بھائی تھا جس کا نام مطر تھا۔ اس کا بھانجا بھی تھا جس کا نام معلوم نہیں۔ جار بن حارث، خزیمہ بن عبد عمر، جاریہ بن جابر، ہمام بن ربیعہ، نوح بن مخلد شامل تھے۔ مؤخرالذکر حضرت ابوجمرہ کے جدِ اعلیٰ تھے۔ میں نے اس فصل میں طوالت سے اس لیے لکھا ہے کیونکہ صاحب المحرر نے لکھا ہے کہ وہ طویل جستجو کے بعد ان کے

علاوہ دیگر اسماء سے آگاہ نہیں ہوسکے جو انہوں نے لکھے تھے۔ جو اسماء ابن سعد نے ذکر کیے ہیں۔ ان پر اتفاق کیا ہے۔ وہ بیس ہیں۔ تیرہ نہیں ہیں۔ بقیہ پیروکار تھے۔

۳۔ انہوں نے عرض کی: "ہم صرف حرمت والے مہینے میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوسکتے ہیں۔" اس سے مراد ماہِ رجب ہے مضر اس کی تعظیم میں مبالغہ کرتے تھے۔ اسی لیے ابوبکرہ کی روایت میں ان کی طرف منسوب کیا گیا۔ انہوں نے کہا: "رجب مضر۔ ظاہر بات یہی ہے کہ وہ دیگر تین مہینوں کی تعظیم کے ساتھ ساتھ رجب کی زیادہ تعظیم کرتے تھے۔ اسی لیے بعض روایات میں "اشہر حرم" اور بعض میں "ہر ماہ حرام میں" کا تذکرہ ہے۔

۴۔ الحافظ نے لکھا ہے" آپ نے یہ کیسے فرمایا: "میں تمہیں چار امور کا حکم دیتا ہوں۔" حالانکہ وہاں پانچ امور کا تذکرہ ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ابن بطال کی تبع میں فرمایا ہے کہ چار تعداد خمس کی ادائیگی کے علاوہ ہے۔ گویا کہ آپ نے ارادہ فرمایا تھا کہ انہیں ایمان کے بنیادی قواعد اور اعیان کے فروض کے بارے بتائیں۔ پھر اس چیز کے بارے بتایا جس کا خروج ان پر لازم تھا۔ جب کہ ان سے جہاد کا وقوع ہو۔ کیونکہ وہ مضر کے کفار کے ساتھ مصروفِ جہاد رہتے تھے۔ اس کا بعینہٖ تذکرہ نہ کیا کیونکہ اس کا سبب جہاد ہی ہے۔ جبکہ اس وقت جہاد فرض عین تھا۔ اسی طرح آپ نے حج کا تذکرہ نہ کیا کیونکہ یہ اس وقت فرض نہ ہوا تھا۔ پھر دیگر امور کا تذکرہ کیا۔" جو کچھ حضرت قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے وہ ہی قابل اعتماد ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی سے مراد محمد رسول اللہ کی گواہی بھی ہے جیسے کہ مواقیت عباد بن عباد کی روایت میں صراحت موجود ہے۔

۵۔ الحافظ نے لکھا ہے" آپ نے انہیں بعض اوامر کے بارے ہی بتایا ہے کیونکہ انہوں نے ان امور کے بارے پوچھا تھا جن کے بجالانے سے وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ آپ نے ان کے لیے ان امور کا تذکرہ کیا جن کا کرنا ان کے لیے فی الحال ممکن تھا۔ ان کے لیے ان تمام احکام کا تذکرہ نہ کیا جن کا کرنا یا نہ کرنا ان پر واجب تھا۔ آپ نے منہیات میں سے صرف ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔ حالانکہ بعض منہیات ایسی ہیں جو اس طرح نبیذ بنانے سے حرمت میں زیادہ شدید ہیں۔ کیونکہ ان کی یہ کثیر عادات تھیں لہٰذا انہی کا تذکرہ فرمایا۔

۶۔ آپ نے فرمایا: "میں تمہیں چار امور سے روکتا ہوں" محل اور ارادہ حال کا تذکرہ کر کے ان مشروبات سے روک دیا۔ یعنی جو کچھ اس گھڑے میں ہوتا ہے۔ الحافظ نے لکھا ہے" امام نسائی نے جو روایات قرہ کی سند سے لکھی ہے اس سے معنی بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔ میں تمہیں چار امور سے روکتا ہوں۔ جو نبیذ گھڑے میں بنائی جائے۔"

۷۔ اس وفد کے حاضر ہونے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنو غنم بن ودیعہ کا ایک شخص منقذ بن حبان زمانہ جاہلیت

میں مدینہ طیبہ میں تجارت کیا کرتا تھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں کمبل اور ہجر کی کھجوریں فروخت کرتا تھا۔ منقذ بیٹھا ہوا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس سے گزرے۔ منقذ اٹھ کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے پوچھا: ''کیا منقذ بن حبان ہو۔ تمہاری قوم اور ہیئت کا کیا حال ہے؟ پھر آپ نے اس سے ان کے سرداروں میں سے ایک ایک شخص کا نام لیا۔ ان کے نام بتائے۔ منقذ اسلام لے آئے۔ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ اقرأ سیکھیں۔ پھر ہجر کی طرف چلے گئے۔ آپ نے بنو عبدالقیس کی طرف ایک مکتوب لکھوایا۔ وہ اسے لے کر گئے۔ کچھ دن اسے چھپائے رکھا۔ ان کی زوجہ اس سے آگاہ ہو گئی۔ وہ منذر بن عائذ کی نورِ نظر تھی۔ منذر وہی الاشج تھے جن کا نام آپ نے الاشج رکھا تھا۔ کیونکہ ان کے چہرہ پر زخم تھا۔ حضرت منذر رضی اللہ عنہ نماز ادا کرتے تھے قرأت کرتے تھے۔ ان کی زوجہ نے اسے عجیب امر سمجھا۔ اس کے بارے اپنے باپ منذر کو بتایا۔ اس نے کہا: 'میرے شوہر نامدار جب سے مدینہ طیبہ سے آئے ہیں۔ میں انہیں عجیب سمجھ رہی ہوں۔ وہ اپنی اطراف کو دھوتے ہیں قبلہ کی سمت منہ کرتے ہیں ایک دفعہ اپنی کمر کو جھکاتے ہیں پھر اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے ہیں۔ یہی ان کا طور و طریقہ ہے۔'' جب ان دونوں نے باہم ملاقات کی تو باہم اتفاق کر لیا ان کے دل میں اسلام جاگزیں ہو گیا۔ الاشج حضور اکرم ﷺ کا گرامی نامہ لے کر اپنی قوم عَصَر اور محارب کی طرف گئے۔ انہیں مکتوب گرامی پڑھ کر سنایا۔ اسلام ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوں گے۔ وہ وفد کی صورت میں نکلے۔ جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: ''تمہارے پاس بنو عبدالقیس کا وفد آ رہا ہے۔ جو اہل مشرق سے بہترین ہے۔ ان میں اشج عصری ہیں۔ انہوں نے وعدہ نہیں توڑا نہ کچھ تبدیل کیا ہے نہ ہی شک کیا ہے۔ حالانکہ کسی اور قوم نے اسلام قبول نہ کیا حتیٰ کہ اس نے قریبی رشتہ داروں کو مار ڈالا۔''

❁❁❁❁

چھیاسٹھواں باب

وفد بنی عبس

علماء کرام فرماتے ہیں "بنو عبس کے نو افراد آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے وہ مہاجرین اولین میں سے تھے۔
ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

1. میسرہ بن مسروق
2. حارث بن ربیع، یہی کامل ہیں۔
3. دقنان بن دارم
4. بشر بن حارث بن عبادۃ
5. ھدم بن مسعدہ
6. سباع بن زید
7. ابوالحسن بن لقمان
8. عبداللہ بن مالک
9. وقرۃ بن حصین بن فضالہ

انہوں نے اسلام قبول کرلیا آپ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ آپ نے فرمایا: "میرے لیے ایسا شخص تلاش کرو جو تمہارا دسواں حصہ لے۔ میں تمہارے لیے جھنڈا باندھ کر دوں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ تیمی حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کا شعار "یا عشرۃ" مقرر فرمایا۔

ابن سعد نے حضرت عروۃ بن اذینۃ اللیثی سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تک خبر پہنچی کہ قریش کا ایک کارواں شام سے آرہا ہے۔ آپ نے بنو عبس کو سریہ میں بھیجا ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مالِ غنیمت کیسے تقسیم کریں گے اگر ہمیں مل گیا تو۔ ہم تعداد میں نو ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہارا دسواں ہوں۔"

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "بنو عبس کے تین افراد بارگاہِ رسالت

مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پاس ہمارے قرّاء گئے ہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ اس شخص کا کوئی اسلام نہیں جس نے ہجرت نہ کی۔ ہمارے مال و مویشی ہیں ان پر ہی ہماری معیشت کا انحصار ہے۔ اگر اسلام صرف اس شخص کا قبول ہے جس نے ہجرت کی تو ہم انہیں فروخت کر دیتے ہیں اور ہجرت کر لیتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم جہاں کہیں بھی ہو رب تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ وہ تمہارے اعمال میں کمی نہیں کرے گا۔ خواہ تم صمد اور جازان میں بھی رہو۔'' آپ نے ان سے خالد بن سنان کے بارے پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ اس کی اولاد نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اس نبی کی قوم نے اسے ضائع کر دیا۔'' پھر آپ اپنے صحابہ کو خالد بن سنان کی داستان سنانے لگے۔

خالد بن سنان کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے مراد یہ ہے کہ آپ کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مابین کوئی نبی مرسل نہیں ہے۔

❁❁❁❁

سترھواں باب

وفدِ عدی بن حاتم

امام احمد نے عباد بن حبیش سے، امام بیہقی نے ابوعبیدہ بن حذیفہ سے، امام طبرانی نے شعبی سے، امام بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور ان سب نے حضرت عدی بن حاتم سے اور امام بیہقی نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم نے فرمایا: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو میں عرب کے کسی ایسے فرد کو نہیں جانتا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے زیادہ ناپسند کرتا ہو۔ میں ایک معزز شخص تھا۔ میں عیسائی تھا۔ میں اپنی قوم میں سے چوتھا حصہ وصول کرتا تھا۔ میں اپنے دل میں ایک دین پر عمل پیرا تھا۔ میں اپنی قوم میں بادشاہ تھا کیونکہ مجھ سے اسی طرح سلوک ہوتا تھا۔ جب میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے سنا تو مجھے سخت ناگوار گزرا۔ میرا ایک عربی غلام تھا جو میرے اونٹ چراتا تھا۔ میں نے اسے کہا: ''تیرا باپ مرے! میرے اونٹوں میں سے ایسے اونٹ تیار رکھو جو مطیع اور موٹے ہوں۔ انہیں میرے قریب ہی روک کے رکھو۔ جب سنو کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر نے اس جگہ کو روند دیا ہے تو مجھے بتا دینا۔'' اس نے اسی طرح کیا۔ وہ ایک صبح میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: ''عدی! جو کچھ اس وقت کرو گے جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑسوار دستے تم پر چھا جائیں گے وہ ابھی کر گزرو۔ میں نے جھنڈے دیکھے ہیں۔ میں نے ان کے بارے پوچھا تو لوگوں نے مجھے بتایا'' یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر ہیں۔'' میں نے اسے کہا'' میرے اونٹ میرے قریب کرو۔'' اس نے اونٹ قریب کیے۔ میں نے اپنے اہلِ خانہ اور اولاد کو ان پر سوار کیا اور شام میں اپنے ہم دینوں کے ساتھ جا ملا۔ میں الجوشیۃ کے رستہ پر چلا۔ حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

''میں عرب کے دور کے اس علاقے میں چلا گیا جو روم کے ساتھ متصل تھا۔ میں نے اس جگہ کو پہلی جگہ سے زیادہ ناپسند کیا۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عدی نے کہا: میں حاتم کی نورِ نظر کو اسی جگہ چھوڑ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑسوار دستے آئے تو میرے چچا اور لوگوں کو پکڑ کر لے گئے۔ میں شام پہنچا۔ وہیں قیام پذیر ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑسوار دستے میرے تعاقب میں رہے۔ انہوں نے حاتم کی لختِ جگر کو گرفتار کر لیا۔ طے کے قیدیوں میں اسے لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ میں شام کی طرف بھاگ نکلا ہوں۔ حاتم کی نورِ نظر کو مسجد نبوی کے دروازے کے سامنے اسی احاطے میں رکھا گیا جہاں قیدیوں کو رکھا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس سے گزرے۔ وہ اٹھ کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئی۔ وہ ایک دانا خاتون تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

"جب طے کے قیدیوں کو لایا گیا۔ایک ایسی عورت اٹھی جو کثیر بال رکھتی تھی۔اس کی رنگت سفید تھی۔جس میں سرخی تھی۔جس کی ناک چھوٹی تھی گردن لمبی تھی۔ناک کا بانسا اوپر اٹھا ہوا تھا۔اوپر کا حصہ برابر تھا۔اس کی قد و قامت معتدل تھی۔دونوں ایڑھیوں پر گوشت نہ تھا۔دونوں پنڈلیاں قدرے موٹی تھیں۔دونوں رانوں پر بھی گوشت تھا۔اس کے پہلوؤں میں کم گوشت تھا۔پسلیوں اور کوکھ کے مابین جگہ پر کم گوشت تھا۔کمر کی دو اطراف بھی پتلی تھیں۔جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے اس پر تعجب کیا۔میں نے دل میں کہا:"میں حضور اکرم ﷺ سے عرض کروں گا کہ وہ اس عورت کو میرے مال فئے میں رکھ دیں جب وہ محو گفتگو ہوئی تو میں اس کی فصاحت و بلاغت سن کر اور ششدر رہ گیا۔اس عورت نے کہا:

"محمد عربی ﷺ! اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے آزاد کر دیں تاکہ عرب کے قبائل مجھ پر نہ ہنسیں میں اپنی قوم کے سردار کی نورِ نظر ہوں۔میرا باپ ہلاک ہونے والے کو بچا لیتا تھا۔وہ غلاموں کو آزاد کرتا تھا بھوکے کو کھلاتا تھا ننگے کو کپڑے عطا کرتا تھا۔مہمانوں کی ضیافت کرتا تھا۔کھانا کھلاتا تھا سلام پھیلاتا تھا۔کسی ضرورت مند کو کبھی لوٹاتا نہ تھا۔میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔" آپ نے فرمایا:"خاتون! یہ اوصاف تو سچے مومن کے ہیں۔اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اس پر رحم کرتے اور اس کا رستہ چھوڑ دیتے۔تمہارا باپ عمدہ اخلاق سے پیار کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ بھی عمدہ اخلاق سے پیار کرتا ہے۔"

ابن اسحاق کی روایت میں ہے"اس خاتونِ طئے نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! باپ مر چکا ہے۔نگران دور جا چکا ہے۔مجھ پر احسان فرمائیں۔رب تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔" آپ نے پوچھا:"تمہارا نگران کون ہے؟"اس خاتون نے عرض کی:"عدی بن حاتم۔" آپ نے فرمایا:"رب تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ سے راہِ فرار اختیار کرنے والا!"اس خاتون نے کہا:"حضور اکرم ﷺ آگے تشریف لے گئے۔مجھے اسی جگہ چھوڑ دیا۔حتیٰ کہ دوسرے روز آپ میرے پاس سے گزرے۔میں نے اسی طرح گذارش کی۔آپ نے مجھے اسی طرح جواب دیا۔تیسرے روز آپ میرے پاس سے گزرے میں آپ سے مایوس ہو چکی تھی۔مجھے ایک شخص نے اشارہ کیا کہ میں اٹھوں اور آپ کو گذارش کروں۔"میں اٹھ کر آپ کی خدمت میں گئی۔میں نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! باپ مر چکا ہے نگران راہِ فرار اختیار کر چکا ہے۔مجھ پر احسان کریں۔رب تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔" آپ نے فرمایا:"میں نے احسان کر دیا ہے۔عازمِ سفر ہونے کے لیے جلدی نہ کرنا۔حتیٰ کہ تمہیں اپنی قوم کا ایسا شخص مل جائے جس پر تمہیں اعتماد ہو۔جو تمہیں تمہارے شہر تک پہنچا دے پھر مجھے بتا دینا۔"میں نے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے اشارہ کیا تھا مجھے بتایا گیا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔"میں ٹھہر گئی حتیٰ کہ بلی یا قضاعہ کا کارواں آ گیا۔میں نے کہا:"میرا ارادہ ہے کہ میں شام میں اپنے بھائی کے پاس چلی جاؤں۔میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔میں نے عرض کی:"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری قوم کا ایک وفد آیا ہے جس میں ایک قابل اعتماد شخص ہے جو مجھے شام پہنچا دے گا۔" آپ نے مجھے پوشاک عطا فرمائی مجھے سواری عنایت کی۔مجھے زادِ راہ عطا

کیا۔ میں ان کے ساتھ عازمِ سفر ہو کر شام پہنچ گئی۔" حضرت عدی نے فرمایا: "بخدا! اسی اثناء میں کہ میں اپنے اہلِ خانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ایک مسافر عورت دیکھی جو سیدھا ہمارا قصد کیے ہوئے تھی۔" میں نے کہا: "حاتم کی نورِ نظر! وہ وہی تھی۔ جب وہ مجھ پر آ کر کھڑی ہو گئی تو وہ پھوٹ پڑی۔ اس نے کہا: "ظالم! قطع تعلقی کرنے والے! تو نے اپنے اہلِ خانہ اور اولاد کو سوار کر لیا اور اپنے باپ کے بقیہ ایک عورت کو وہیں چھوڑ آئے۔" میں نے کہا: "بہنا! مجھے صرف بھلائی ہی کہنا۔ بخدا! میرے پاس عذر ہے۔ میں نے یونہی کیا ہے جیسے تم نے ذکر کیا ہے۔ وہ نیچے اتری اور میرے ہاں قیام پذیر ہو گئی۔ میں نے اسے کہا۔ وہ ایک دانا عورت تھی۔ اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: "بخدا! میری رائے یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ جلدی سے جا ملو۔ اگر وہ نبی کریم ﷺ ہوئے تو ان کی طرف سبقت لے جانا ہی فضیلت رکھتا ہے۔ فلاں حاضر ہوا اور دامن مراد بھر لیا۔ فلاں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دامن مراد بھر لیا۔ اگر وہ بادشاہ ہوا تو پھر بھی تم اس کے پاس ذلیل و رسوا نہ ہوں گے۔ تم بھی تو کسی حیثیت کے مالک ہو۔" میں نے کہا: "یہ بخدا! ایک عمدہ رائے ہے۔"

امام شعبی کی روایت ہے: "جب مجھے ان اخلاقِ حسنہ کی خبر ملی جس کی طرف آپ دعوت دیتے تھے اور لوگ آپ کے ہاں جمع ہو چکے ہیں۔ میں عازمِ سفر ہوا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس ایک عورت اور دو بچے یا ایک بچہ حاضر تھے۔ وہ آپ کے بہت قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ میں جان گیا کہ آپ کسریٰ و قیصر کی طرح بادشاہ نہیں ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا: "کون ہو؟" میں نے عرض کی: "عدی بن حاتم۔" آپ اٹھے۔ مجھے اپنے کاشانہ اقدس میں لے گئے۔ بخدا! آپ مجھے اپنے حجرہ مبارکہ میں لے کر جا رہے تھے کہ آپ کو ایک کمزور اور عمر رسیدہ عورت ملی۔ آپ سے اس نے رکنے کے لیے عرض کی۔ آپ اس کے لیے کافی مدت وہاں ٹھہرے رہے۔ اس نے آپ کو اپنی ضرورت عرض کی۔ میں نے دل میں کہا: "بخدا! یہ بادشاہ نہیں ہیں۔" حضور اکرم ﷺ مجھے لے کر آگے بڑھے۔ حجرہ مقدسہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے چمڑے کا تکیہ آگے بڑھایا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے اسے میری طرف کیا اور فرمایا: "اس پر بیٹھ جاؤ۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہی اس پر تشریف فرما ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تم ہی اس پر بیٹھو۔" میں اس پر بیٹھ گیا۔ حضور اکرم ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: "عدی! میں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ کیا رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہے؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ کیا کوئی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ سے بڑی ہو۔" فرمایا: "عدی! اسلام لے آؤ۔ سلامتی پا جاؤ گے۔" میں نے عرض کی: "میں ایک دین پر ہوں۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہارے دین کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔" میں نے عرض کی: "کیا آپ میرے دین کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں!" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم رکوسی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔" میں نے عرض کی: "ہاں!" کیا تم اپنی قوم کے رئیس نہیں بنے۔" میں نے

عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم اپنی قوم سے چوتھا حصہ وصول نہیں کرتے؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں! بخدا! میں جان گیا تھا کہ آپ نبی مرسل ہیں کیونکہ آپ ان امور سے آشنا تھے جنہیں مخفی رکھا جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''حالانکہ تمہارے دین میں تمہارے لیے یہ جائز نہ تھا۔'' پھر فرمایا: ''عدی! شاید یہ چیز تمہیں اس دین میں داخل ہونے سے روک رہی ہے کہ تم ہم میں افلاس دیکھ رہے ہو۔ بخدا! عنقریب اتنا مال ہوگا کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ رہے گا۔ شاید یہ امر تمہیں یہ دین حق قبول کرنے سے روک رہا ہے کہ ان کے دشمن کثیر ہیں حالانکہ ان کی تعداد قلیل ہے۔ بخدا! عنقریب تم ایک عورت کے بارے سنو گے جو قادسیہ سے عازم سفر ہوگی۔ وہ اپنے اونٹ پر روانہ ہوگی۔ حتیٰ کہ وہ بیت اللہ کا حج کرے گی اسے کسی سے کوئی خوف نہ ہوگا۔''

دوسری روایت میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے الحیرہ دیکھ رکھا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''میں نے اسے نہیں دیکھا۔ البتہ اس کی جگہ سے آگاہ ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''ایک عورت عنقریب الحیرۃ سے روانہ ہوگی۔ وہ کسی کی پناہ کے بغیر بیت اللہ کا طواف کرے گی۔ رب تعالیٰ کے علاوہ اسے کسی کا خوف نہ ہوگا۔ بھیڑیا بھیڑوں کی رکھوالی کرے گا۔'' میں نے دل میں کہا: ''طی کے وہ فتنہ باز کہاں گئے جنہوں نے شہروں کو آتش فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''شاید تم اس دین میں اس لیے داخل نہیں ہو رہے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ سلطنت اور اقتدار دیگر اقوام کے پاس ہیں۔ بخدا! عنقریب سرزمین بابل کا قصر ابیض (وائٹ ہاؤس) مسلمانوں کے لیے فتح کر دیا جائے گا۔''

دوسری روایت میں ہے: ''مسلمانوں کے لیے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح ہو جائیں گے۔'' میں نے عرض کی: ''کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟'' آپ نے فرمایا: ''کسریٰ بن ہرمز کے خزانے۔''

ایک اور روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تمہیں طویل زندگی نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا۔ وہ کہے گا کہ یہ چیز اس سے کون قبول کرے گا؟ مگر اسے ایسا شخص نہ ملے گا جو اس سے یہ قبول کر لے۔ اللہ تعالیٰ تم سے ایک روز اس طرح ملاقات کرے گا کہ اس کے اور تمہارے مابین کوئی ترجمان نہ ہوگا۔ وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا اسے صرف جہنم نظر آئے گی۔ وہ اپنے بائیں طرف دیکھے گا اسے صرف جہنم نظر آئے گی۔ آگ سے بچو خواہ کھجور کے حصے کے ساتھ ہی۔ اگر کھجور کا حصہ بھی دستیاب نہ ہو سکے تو پاکیزہ کلام کے ساتھ ہی۔'' حضرت عدی نے فرمایا: ''میں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا رخ انور خوشی سے کھل اٹھا۔ میں نے ایک عورت دیکھی جو کوفہ سے عازم سفر ہوئی حتیٰ کہ اس نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اسے رب تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف نہ تھا۔ میں ان افراد میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے۔ اگر تمہیں طویل زندگی نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ وہ سب کچھ سچ ثابت ہوگا جو آپ نے فرمایا تھا۔''

✿✿✿✿

اڑسٹھواں باب

وفدِ بنی عذرہ

محمد بن عمر اور ابن سعد نے لکھا ہے "ماہِ صفر ۹ ھ میں بنو عذرہ میں سے بارہ افراد کا وفد آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ان میں جمرہ بن نعمان عذری، سلیم، سعد پسرانِ مالک، مالک بن ابی رباح بھی شامل تھے۔ وہ رملہ بنت حارث نجاریہ کے گھر اترے۔ پھر وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ کو اہلِ جاہلیت کا سلام کیا۔ آپ نے پوچھا: "تمہارا تعلق کس قوم کے ساتھ ہے؟" ان کے ترجمان نے کہا: "اس کے ساتھ جس کا ہم انکار نہیں کرتے۔ ہم بنو عذرہ میں سے ہیں جو قصی کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ ہم نے ہی قصی کی مدد کی تھی اور بنو خزاعہ اور بنو بکر کو وادی مکہ سے نکال دیا تھا۔ ہماری کئی قرابتیں اور رشتہ داریاں ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہیں خوش آمدید! تمہارے بارے کسی نے مجھے بتایا نہیں۔ تم نے اسلام کا سلام کیوں نہ کیا؟" انہوں نے عرض کی: "ہم اسی دین پر تھے جس پر ہمارے آباء تھے۔ ہم اپنے لیے اور اپنی قوم کے لیے اپنا مذہب چھوڑ کر آرہے ہیں۔ آپ کس امر کی طرف دعوت دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "میں رب تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں جو وحدہٗ لا شریک ہے تم یہ گواہی دو کہ میں رب تعالیٰ کا رسولِ (مکرم ﷺ) ہوں جسے سارے لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ تم نمازیں پڑھو تم عمدہ پاکیزگی حاصل کرو۔ نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرو یہ افضل عمل ہے۔" آپ نے ان کے لیے سارے فرائض روزہ، زکوٰۃ اور حج کا تذکرہ کیا۔ ان کے ترجمان نے کہا: "اللہ اکبر! ہم گواہی دیتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آپ رب تعالیٰ کے رسولِ برحق ہیں۔ ہم نے اس دعوت پر لبیک کہا جس کی طرف آپ نے بلایا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے معاون اور مددگار ہیں۔ شام ہماری تجارتی منڈی ہے۔ وہاں ہرقل کی حکومت ہے۔ کیا رب تعالیٰ نے آپ پر اس کے معاملہ کے بارے وحی اتاری ہے؟ آپ نے فرمایا: "تمہیں بشارت ہو۔ عنقریب شام تمہارے لیے فتح کر دیا جائے گا۔ ہرقل اپنے ممتنع علاقے میں چلا جائے گا۔" آپ نے انہیں منع فرمایا کہ وہ کسی کاہن سے سوال کریں۔ انہوں نے عرض کی تھی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم میں ایک عورت ہے جو قریش اور عرب کی کاہنہ ہے۔ ہم اس کے پاس فیصلے کروانے جاتے ہیں۔ ہم اس سے چند امور کے بارے پوچھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "اس سے کسی چیز کے بارے نہ پوچھا کرو۔" ان کے ترجمان نے کہا: "اللہ اکبر!" پھر انہوں نے اس ذبیحہ کے بارے سوال کیا جسے وہ

زمانہ جاہلیت میں اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے۔آپ نے انہیں منع فرمایا۔آپ نے فرمایا۔رب تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی نام پر جانور ذبح نہ کرو۔سال بھر میں تمہارے لیے ایک جانور قربان کرنا لازم ہے۔" انہوں نے عرض کی: "وہ کون سا؟" آپ نے فرمایا: "دس ذوالحجۃ کی قربانی۔تم اپنی طرف سے اور اپنے اہلِ خانہ کی طرف سے ایک بکری ذبح کرو۔" انہوں نے آپ سے چند امور کے بارے سوال کیا۔آپ نے انہیں جواب مرحمت فرمایا۔وہ کچھ دن ٹھہرے رہے۔پھر اہلِ خانہ کی طرف لوٹ گئے۔آپ نے انہیں اسی طرح عطیات دینے کا حکم فرمایا جیسے دیگر وفود کو عطیات سے نوازا جاتا تھا ان میں سے ایک کو چادر پہنائی۔

ابن سعد نے مدلج بن مقداد بن زمل عذری سے روایت کیا ہے کہ زمل بن عمرو عذرہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔آپ نے انہیں ان کی قوم کے لیے جھنڈا باندھ کر دیا۔انہوں نے اس وقت یہ اشعار کہے:

اليك رسول الله اعملت نصها	اكلّفها حزنا وقوزًا من الرمل
لا نصر خير الناس نصرا مؤزرا	و اعقد حبلا من حبالك فى حبلى
و اشهد ان الله لا شئ غيره	ادين له ما اثقلت قدمى نعلى

ترجمہ: "یارسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے آپ کی زیارت کے لیے اس زمین کو دور تک روند ڈالا ہے۔میں نے سخت اور نرم ریتلی زمین پر چلنے کی تکلیف اٹھائی ہے۔تاکہ میں اس ہستیِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھرپور مدد کروں۔جو سارے لوگوں سے بہترین ہے۔اور آپ کے ساتھ گہرا تعلق وابستہ کروں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس کا دین اس وقت تک اختیار کرتا ہوں جب تک میرے قدم میرے جوتوں سے بوجھل رہیں۔"

✿✿✿✿

انہترھواں باب

وفدِ بنی عقیل

ابن سعد نے بنو عقیل میں سے ایک شخص سے اور وہ اپنے بزرگوں سے روایت کرتا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم میں سے یہ افراد وفد کی شکل میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ربیع بن معاویہ، مطرف بن عبداللہ، انس بن قیس۔ انہوں نے بیعت کی اور اسلام قبول کر لیا۔ اپنی بقیہ قوم کی طرف سے بھی بیعت کی۔ بنو عقیل کی زمین عقیق عطا کی یہ وہ سرزمین تھی جس میں چشمے اور کھجوریں تھیں۔ آپ نے سرخ چمڑے میں ان کے لیے یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے جس کی بنا پر حضور اکرم ﷺ نے ربیع، مطرف اور انس کو جاگیر عطا کی، آپ نے انہیں عقیق عطا کر دی ہے۔ جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں۔ زکوٰۃ دیتے رہیں۔ احکام سنیں اور عمل پیرا ہوں۔" آپ نے انہیں کسی مسلمان کا حق ادا نہ کیا۔ یہ مکتوبِ گرامی مطرف کے ہاتھ میں تھا۔ راوی کہتے ہیں۔

"ابو حرب بن خویلد بن عامر بن عقیل بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے قرآن پاک سنایا۔ اس پر اسلام پیش کیا۔ اس نے کہا: "بخدا! یا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ہے یا اس سے ملاقات کی ہے جس نے رب تعالیٰ سے ملاقات کی ہے۔" آپ اتنی اچھی بات کرتے ہیں کہ ہم اس طرح کا کلام نہیں کر سکتے لیکن عنقریب میں قرعہ اندازی کروں گا۔ میں اس دین جس کی طرف آپ بلاتے ہیں اور اس دین کے مابین قرعہ اندازی کروں گا جو میں نے اختیار کر رکھا ہے۔" اس نے قرعہ اندازی کی اس کے لیے کفر کا تیر نکلا اس نے پھر قرعہ اندازی کی۔ تینوں بار تیر کفر کا نکلا۔ اس نے حضور اکرم ﷺ سے کہا: "اس نے انکار کر دیا ہے مگر جو کچھ آپ نے دیکھا ہے۔" پھر وہ اپنے بھائی عقال بن خویلد کے پاس چلا گیا۔ اس سے کہا: "تیری خیر کم ہو جائے! کیا تم محمد عربی ﷺ سے سعادت حاصل نہیں کرو گے۔ آپ دین اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ قرآن پاک پڑھتے ہیں۔ آپ نے مجھے عقیق کی جاگیر عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ بشرطیکہ میں اسلام قبول کر لوں۔" عقال نے اسے کہا: "میں تمہیں اس زمین سے بڑا رقبہ دوں گا جو تجھے محمد عربی ﷺ نے عطا کیا ہے۔" پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ عقیق کے نچلے علاقے پر اپنے نیزہ کھینچا۔ اس کا نچلا حصہ اور اس کا چشمہ لے لیا۔ پھر عقال بارگاہِ رسالت مآب میں

حاضر ہوا۔ آپ نے اس پر اسلام پیش کیا۔ آپ نے اسے فرمایا: "کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ محمد عربی ﷺ کے رسول ہیں۔" اس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ ہبیرۃ بن مفاضہ عمدہ سوار ہے۔ جب لبان کی چوٹیوں پر لڑائی ہوئی۔" آپ نے فرمایا: "کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔" اس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ خالص دودھ جھاگ کے نیچے ہوتا ہے۔" آپ نے تیسری بار اسے فرمایا: "کیا تو گواہی دیتا ہے؟" اس نے گواہی دی اور اسلام قبول کر لیا۔ ابن المفاضۃ سے مراد ھبیرہ بن معاویہ بن عبادہ بن عقیل ہے۔ معاویہ ھرار کا سوار تھا۔ ھرار اس کے گھوڑے کا نام تھا۔ لبان جگہ کا نام ہے۔

سترواں باب

وفدِ عمرو بن معدی کرب

بنو زبید میں سے عمرو بن معدی کرب بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ عمرو نے اپنے بھانجے قیس بن مکشوح سے کہا تھا "قیس! تم اپنی قوم کے سردار ہو۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ قریش میں سے ایک ہستی پاک محمد عربی ﷺ کا ظہور ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔ میرے ساتھ ان کی بارگاہ میں چلو حتیٰ کہ ہم ان کا علم دیکھیں۔" اگر وہ نبی ہوئے جیسے کہ وہ کہتے ہیں تو تجھ پر مخفی نہیں رہے گا۔ جب ہم ان سے ملیں گے تو ان کی اتباع کریں گے۔ اگر وہ اس کے علاوہ کچھ ہوئے تو ہمیں ان کے بارے میں علم ہو جائے گا۔" مگر قیس نے اس بات کا انکار کر دیا۔ اس کی رائے کو احمق کہا۔ عمرو بن معدیکرب سوار ہوئے اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ اسلام قبول کیا۔ آپ کی تصدیق کی اور ایمان لے آئے۔ جب قیس تک یہ خبر پہنچی تو اس نے حضرت عمرو کو ڈرایا۔ وہ غصے میں آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے کہا: "اس نے میری مخالفت کی ہے اور میری رائے کو چھوڑا ہے۔" حضرت عمرو نے اس کے بارے اشعار کہے جن کا پہلا مصرعہ ہے:

امرتك يوم ذي صنعا ء امراً باد يارشده

ترجمہ: "میں نے ذو صغاء کے روز تجھے ایسے کام کا حکم دیا جس کی ہدایت واضح تھی۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے "عمرو اپنی قوم بنو زبیدہ میں سے اٹھے۔ ان پر عامل فروہ بن مسیک تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو عمرو مرتد ہو گیا۔" ابن اسحاق نے لکھا ہے "پھر انہوں نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور قادسیہ اور دیگر جنگوں میں شرکت کی۔"

ابو عمرو نے ابن عبد الحکم کی سند سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہمیں امام شافعی نے بیان فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں فرمایا۔ "جب تم اکٹھے ہو تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ جب تم جدا جدا ہو تو تم میں سے ہر ایک امیر ہو گا۔" وہ دونوں اکٹھے ہوئے۔ عمرو بن معدی کرب کو ان کے قیام کا علم ہو گیا۔ وہ اپنی قوم کی ایک جماعت لے کر آیا جب وہ ان کے قریب ہوا تو اس نے کہا: "مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں ان کے پاس جاؤں جس کے سامنے بھی میرا نام لیا جاتا ہے وہ مجھ سے ڈر جاتا ہے۔" جب وہ ان کے قریب ہوا تو اس نے بلند آواز سے کہا: "میں ابو ثور ہوں۔ میں عمرو بن معدی کرب ہوں۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ دونوں نے اس کی طرف جلدی کی۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے "مجھے اور اسے چھوڑ دو وہ اپنے ماں باپ کا فدیہ دے گا۔" جب عمرو نے ان کی بات سنی تو اس نے کہا: "سارا عرب میرے نام سے ڈرتا ہے۔ مگر انہوں نے تو مجھے موٹی بکری سمجھا ہے۔" یہ انہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ عمرو عرب کے

شہ سوار تھے۔شجاعت کی وجہ سے معروف تھے۔یہ عمدہ شاعر تھے۔ان کے کلام میں سے ان اشعار کو بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے۔

اعاذل عدتی یزنی و رمحی — و کل مقلص سلس القیادِ
اعاذل انما افنی شبابی — اجابتی الصریخ الی المنادی
مع الابطال حتی سلّ جسمی — و اقرح عاتقی ثقل النجاد
و یبقی بعد حلم القوم حلمی — و یفنی قبل زاد القوم زادی
تمنی ان یلاقینی قیس — وردت و اینما منی و دادی
فمن ذا عاذری من ذی سفاہٍ — یرود بنفسه شر المرادِ
ارید حبائة و یرید قتلی — عذیرك من خلیلك من مرادِ

ترجمہ: ''میری تیاری،میری زرہ اور نیزہ اپنا کام مکمل کر چکا ہے اور ہر فرمانبردار زرہ سمیٹنے والا اپنے کام مکمل کر چکا ہے۔نداد ینے والے کی فریاد رسی نے میرا شباب برباد کر دیا ہے۔جوانوں کے ہمراہ فریاد رس تک پہنچتا تھا حتیٰ کہ میرے جسم کو مرض لگ گیا ہے تلوار کے بوجھ نے میرے کندھے کو زخمی کر دیا ہے قوم کے حلم کے بعد میرا حلم باقی رہے گا۔قوم کے زادِ راہ سے پہلے میرا زادِ راہ ختم ہو جائے گا۔کاش! قیس میرے ساتھ ملاقات کرتا۔میں محبت کرتا ہوں۔لیکن میری طرف سے محبت کہاں ہے۔احمقوں کی طرف سے مجھے معذور کون سمجھے گا۔جو اپنے نفس کے ساتھ میرا ارادہ کرتا ہے۔میں اسے عطا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔وہ میرے قتل کا ارادہ کرتا ہے۔مراد میں سے ایسا شخص لے کر آؤ جو تمہیں معذور سمجھے۔''

اس کی مراد قیس بن مکشوح تھا۔قیس نے بھی بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔وہ ایک بہادر شہ سوار اور عمدہ شاعر تھے۔وہ اپنے اشعار میں عمرو کے اشعار کا رد کرتے تھے۔انہوں نے ہی عمرو سے کہا تھا:

فلو لا قیتنی لاقیت قرناً — و ودّعت الجبائب بالسلام
لعلك موعدی بہی زبید — وما قامعت من تلك اللئام
و مثلك و قد قرنت له یدیه — الی اللحیین یمشی فی الخطامِ

ترجمہ: ''اگر تم مجھ سے ملاقات کرو تو تم ایک بہادر شخص سے ملاقات کرو گے۔تم نے اپنے دوستوں کو سلام کے ساتھ الوداع کر دیا ہے۔شاید تم میری وہ دھمکی ہو جو میں نے بنو زبید کو دی تھی۔اور ان کمینوں سے جو کچھ چھین لیا تھا۔تمہاری مثل وہ ہے جس کے ہاتھ میں نے اس کے جبڑوں کے ساتھ باندھے تھے جو نکیل

اکہتر واں باب

وفدِ عنزۃ

حضرت سلمہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ، ان کے اہلِ خانہ اور اولاد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟" آپ سے عرض کی گئی: "یہ عنزہ کا وفد ہے۔" آپ نے فرمایا: "واہ۔ واہ۔ واہ۔ واہ۔ عنزہ کتنا عمدہ قبیلہ ہے۔ ان کے خلاف بغاوت میں ان کی مدد کی جاتی ہے۔ حضرت شعیب کی قوم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سسرالی رشتہ داروں کو خوش آمدید! سلمہ! مجھ سے اپنی ضرورت کا سوال کرو۔" انہوں نے عرض کی: "میں اس زکوٰۃ کے بارے پوچھنے آیا ہوں جو آپ نے میرے اونٹوں اور بکریوں میں فرض کی ہے۔" آپ نے انہیں بتایا۔ پھر وہ آپ کے قریب بیٹھ گئے۔ پھر واپس جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ وہ واپس جانے کے لیے اٹھے ہی تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا مانگی "مولا! عنزۃ کو بقدر کفایت رزق عطا فرما جس میں نہ ضیاع ہو نہ اسراف ہو۔" (الطبرانی، البزار)

حضرت حنظلہ بن نعیم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے ایک روز سنا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری قوم عنزہ کا ذکر فرما رہے تھے۔ آپ کے صحابہ کرام نے عرض کی: "یہ عنزہ کیا ہے؟" آپ نے دستِ اقدس سے مشرق کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: "وہاں ایک قبیلہ ہے جس کے خلاف بغاوت کرنے والے کے خلاف ان کی مدد کی جاتی ہے۔" اس روایت کو ابویعلیٰ نے ثقہ راویوں سے، البزار، الطبرانی اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔ البتہ انہوں نے لکھا ہے کہ غضبان بن حنظلہ سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وفد کی صورت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حنظلہ کا ذکر نہیں کیا۔

بہتر واں باب

عنس کے ایک شخص کا وفد

ابن سعد نے بنو عنس میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: ''ہم میں سے ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے اسے کھانے کی دعوت دی۔ وہ بیٹھ گیا۔ جب وہ کھانا کھا چکا تو آپ نے اس کی طرف توجہ کی اور فرمایا: ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' اس نے عرض کی: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' آپ نے پوچھا: ''کیا رغبت کرتے ہوئے یا ڈرتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''جہاں تک رغبت کا تعلق ہے تو آپ کے دستِ اقدس میں مال نظر نہیں آتا۔ جہاں تک ڈر کا تعلق ہے تو بخدا! میں اس شہر میں رہتا ہوں جہاں آپ کے لشکر نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن مجھے ڈرایا گیا تو میں ڈر گیا۔ مجھے کہا گیا کہ رب تعالیٰ پر ایمان لاؤ تو میں ایمان لے آیا۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین کی طرف توجہ کی اور فرمایا: ''عنس میں کتنے ہی خطیب ہیں۔'' وہ شخص گاہے بگاہے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ ایک دن آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے آیا۔ آپ نے اسے فرمایا: ''عازمِ سفر ہو جاؤ۔'' آپ نے اسے کچھ عطا کیا اور فرمایا: ''جب کچھ محسوس کرو تو قریبی بستی کی طرف چلے جاؤ۔'' وہ عازمِ سفر ہوا۔ رستہ میں اسے تکلیف ہو گئی۔ وہ قریبی بستی میں گیا۔ وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ رحمہ اللہ۔ اس کا نام ربیعہ تھا۔

اس روایت کو الطبرانی نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''ربیعہ بن رواء عنسی رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔

❁❁❁❁

تہترواں باب

وفدِ غامد

زاد المعاد میں ہے کہ امام واقدی نے لکھا ہے کہ ۱۰ھ کو وفدِ غامد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ان کی تعداد دس تھی۔وہ بقیع الغرقد میں خیمہ زن ہوئے۔اس وقت وہاں جھاؤ کے درخت اور طرفاء کے درخت تھے۔پھر وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔سب سے کم عمر شخص کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔وہ سو گیا۔ایک چور آیا ان میں سے کسی ایک کا تھیلا چرا لیا۔جس میں کپڑے تھے۔وہ قوم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔سلام عرض کیا۔اسلام کا اقرار کیا۔آپ نے ان کے لیے تحریر لکھوائی جس میں شریعت اسلامیہ کے بعض احکام لکھوائے۔آپ نے ان سے پوچھا: ''تم اپنے خیموں میں کسے چھوڑ کر آئے ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''جو ہم سب میں سے کم عمر تھا۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!'' آپ نے فرمایا: ''وہ تمہارے سامان سے غافل ہو کر سو گیا تھا۔حتیٰ کہ ایک آنے والا آیا اس نے تم میں سے کسی ایک کا تھیلا چرا لیا۔'' ان میں سے ایک شخص نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! میرے علاوہ کسی اور کے پاس تھیلا نہ تھا۔'' آپ نے فرمایا: ''اب اسے پکڑ لیا گیا ہے اور اسے اپنی جگہ لوٹا دیا گیا ہے۔'' وہ قوم جلدی سے نکلی۔اپنے کجاوؤں کے پاس آئی۔اپنے ساتھی کو پا لیا۔اس سے اس امر کے بارے پوچھا۔جس کے بارے آپ نے فرمایا تھا۔اس نے کہا: ''میں اپنی نیند سے گھبرا کر اٹھا۔میں نے تھیلا غائب پایا۔میں اس کی تلاش میں نکلا۔ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ دوڑنے لگا۔میں اسی جگہ پہنچا جہاں وہ تھا۔وہاں کھدائی کے اثرات تھے۔اس نے وہاں تھیلا چھپا رکھا تھا۔میں نے اسے نکال لیا۔انہوں نے کہا: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ رب تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔آپ نے ہمیں بتایا تھا کہ اب وہ تھیلا مل چکا ہے۔وہ بارگاہِ رسالت مآب میں آئے اور آپ کو بتایا۔وہ شخص بھی آیا جو پیچھے رہ گیا تھا۔اس نے اسلام قبول کر لیا۔حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔انہوں نے انہیں قرآن مجید کی تعلیم دی۔آپ نے انہیں اسی طرح عطیات سے سرفراز فرمایا جیسے دیگر وفود کو عطیات سے نوازا تھا۔وہ واپس لوٹ گئے۔

✿✿✿✿

چوہتر واں باب

وفد غافق

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ سیرت نگار لکھتے ہیں: "جلیحہ بن شجاد غافقی اپنی قوم کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اپنی قوم کے مددگار اور معاون ہیں۔ ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ صدقات ہمارے صحنوں میں رکھے ہوئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تمہارے لیے وہی کچھ ہے جو مسلمان کے لیے ہے اور تم پر وہی ہے جو مسلمانوں پر ہے۔" حضرت عوذ بن سریر الغافقی نے عرض کی: "ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی۔"

✿✿✿✿

پنچھتر واں باب

وفدِ غسان

زاد المعاد میں ہے کہ غسان کا وفد ۱۰ھ ماہِ رمضان المبارک میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ وہ تین افراد تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ انہوں نے کہا: "ہم نہیں جانتے کہ ہماری قوم ہماری اتباع کرے گی یا نہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا ملک باقی رہے۔ وہ قیصر کا قرب پسند کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عطیات عطا کیے۔ وہ واپس لوٹ گئے۔ وہ اپنی قوم کے پاس گئے۔ انہوں نے ان کی دعوت پر لبیک نہ کہا۔ انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا۔ حتیٰ کہ ان میں سے دو افراد اسلام پر انتقال کر گئے۔ تیسرے شخص نے حضرت عمر فاروق کو پالیا۔ یرموک کا سال تھا۔ وہ حضرت ابوعبیدہ سے ملے اور اپنے اسلام کی خبر دی۔ حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتا تھا۔

✿✿✿✿

چھہترواں باب

وفدِ فروہ بن عمرو جذامی

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت فروۃ بن عمرو جذامی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب میں قاصد بھیجا اور اپنے اسلام کے بارے بتایا۔ آپ کے لیے سفید خچر بطور تحفہ بھیجا۔ حضرت فروہ روم کے بادشاہ قیصر کی طرف سے ان علاقوں کے گورنر تھے جو عرب کے ساتھ متصل تھے۔ ان کا گھر معان اور اس کے ارد گرد سرزمین شام میں تھا۔ جب اہلِ روم کو ان کے اسلام کی خبر ملی۔ تو انہوں نے انہیں بلایا۔ انہیں پکڑا اور گرفتار کر لیا۔ انہوں نے جیل میں نون قافیہ پر یہ چھ اشعار پڑھے۔

طرقت سلیمی موهنا اصحابی　　　والروم بین الباب والقروان

ترجمہ: "سلیمی آغازِ شب میں میرے ساتھیوں کے ہمراہ یہاں آ گئی۔ جبکہ اہلِ روم میرے قید خانے کے دروازے اور تالے کے مابین گھوم رہے تھے۔"

صد الخیال و ساء ما قدرای　　　و هممت ان اغفی و قد ابکانی

ترجمہ: "محبوب کی خیالی تصویر نے مجھے سونے نہ دیا جو کچھ اس نے دیکھا تھا اس نے اسے مغموم کر دیا میں نے سونا چاہا اس نے مجھے گریہ بار کیا۔"

لا تکحلن العین بعدی اثمدا　　　سلمی ولا تدنن یلاتیان

ترجمہ: "اے سلمی! میرے بعد آنکھوں کو سرمہ نہ لگانا اور نہ کسی انسان کی جستجو کرنا۔"

و لقد علمت ابا کبشة اننی　　　وسط الاعزة لا یُحص لسانی

ترجمہ: "اے ابو کبشۃ تو جانتا ہے کہ سخت لوگوں کے مابین بھی میری زبان کو نہیں کاٹا جاتا تھا۔"

فلئن هلکت لتفقدن اخاکم　　　ولئن بقیت لتعرفن مکانی

ترجمہ: "اگر میں ہلاک ہو گیا تو تم اپنے بھائی کو مفقود پاؤ گے اگر میں بقید حیات رہا تو تم میرا مقام جان لو گے۔"

ولقد جمعت اجلّ ما جمع الفتی　　　من جودة و شجاعة و بیان

ترجمہ: "میں ان اوصاف حمیدہ کو جمع کیے ہوں جو ایک جوان جمع کرتا ہے۔ جیسے سخاوت، شجاعت اور فصاحت۔"

جب اہلِ روم نے انہیں پھانسی دینے پر اتفاق کر لیا کہ وہ انہیں چشمۂ فلسطین ''عفراء'' پر پھانسی دیں تو انہوں نے یہ اشعار کہے:

الاھل اتی سلمی بان خلیلھا   علی ماء عفری فوق احدی الرواحل

ترجمہ: ''کیا سلمیٰ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کا محبوب خاوند عفراء کے چشمے پر سولی پر چڑھا ہوا ہے۔''

علی ناقۃ لم یضرب الفحل امھا   مشذبۃً اطرافھا بالمناجل

ترجمہ: ''وہ ایسی اونٹنی پر ہے کہ کسی نر نے اس کی ماں کو نہیں مارا سولی کی اطراف کی رسیوں کو درانتی سے قطع کر دیا گیا ہے۔''

امام زھری کا گمان ہے کہ جب انہوں نے حضرت فروہ کو شہید کرنے کے لیے آگے کیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

ابلغ سراۃ المسلمین باننی   سِلْم لِربی اعظمی و مقامی

ترجمہ: ''اے لوگو! مسلمانوں کے سردار حضور نبی کریم ﷺ تک یہ پیغام پہنچا دو کہ میری ہڈیاں اور میرا مقام میرے رب کے سامنے جھکا ہے۔''

پھر انہوں نے ان کی گردن اڑا دی۔ اور اسی چشمہ پر انہیں پھانسی دے دی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ستہتر واں باب

حضرت فروہ بن مسیک کی بارگاہِ رسالت مآب میں آمد

ابن اسحاق اور محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ حضرت فروہ بن مسیک بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ وہ وفد کی صورت میں تھے۔ وہ کندہ کے بادشاہوں کو چھوڑ کر آئے تھے۔ انہوں نے آپ کی اتباع کر لی تھی۔ انہوں نے اس ضمن میں یہ اشعار کہے:

لما رائيت ملوك كندة اعرضت　　　كالرجل خان الرجل عرق نسائها

قربت راحتي اوم محمدا　　　ارجو فواضلها و حسن ثرائها

ترجمہ: "جب میں نے کندہ کے مسلمانوں کو دیکھا تو میں ان سے اس طرح روگرداں ہوا جیسے عرق النساء کا مرض والی ٹانگ دوسری ٹانگ سے خیانت کرتی ہے۔ میں نے آپ کا قصد کرتے ہوئے اپنی سواری قریب کی میں آپ سے حسنِ سلوک اور عمدہ عطیات کی امید رکھتا ہوں۔"

پھر وہ عازمِ سفر ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے۔ وہ ایک معزز شخص تھے۔ حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرایا۔ پھر وہ بارگاہِ رسالت مآب میں چلے گئے۔ آپ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ پھر عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنی اس قوم کا ضامن ہوں جو میرے پیچھے ہے۔" آپ نے پوچھا: "فروہ! قیام کہاں ہے؟" انہوں نے عرض کی: "حضرت سعد بن عبادۃ کے ہاں! جب بھی آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے یہ آپ کی خدمت میں آجاتے۔ قرآن پاک، شریعت مطہرۃ اور اسلام کے فرائض سیکھتے۔

مراد اور ھمدان کے قبیلوں کے مابین اسلام کے ظہور سے قبل جنگ ہوئی تھی۔ جس میں ہمدان نے مراد کا بہت سا نقصان کیا تھا۔ حتیٰ کہ یوم الروم کو ان کا بے دریغ قتل کیا۔ اس روز ھمدان کا قائد الاجدع بن مالک تھا۔ جبکہ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اس روز ھمدان کی قیادت ابن حریم الہمدانی کر رہا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے:

"جب فروہ بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے تو آپ نے انہیں فرمایا: "یا فروہ! یوم الروم کو جو نقصان تمہاری قوم کو پہنچا گیا اس سے تمہیں تکلیف ہوئی؟" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون سا شخص ہے جس کی قوم کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑے جیسے حالات کا سامنا میری قوم کو کرنا پڑا اور وہ غمگین نہ ہو؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ امر اسلام میں

تمہاری قوم میں بھلائی میں ہی اضافہ کرے گا۔" اس روز فردہ بن مسیک نے یہ اشعار کہے:

مررن علی لفات و هن خوص　　ینازعن الاعنة ینتحینا

ترجمہ: "ہم لغات کے مقام سے گزرے۔ اونٹنیاں ناتواں تھیں۔ وہ آگے بڑھنے کے لیے اپنی لگاموں سے لڑائی کر رہی تھیں۔"

فان نغلب فغلابون قِدْمًا　　و ان نغلب فغير مغلبينا

ترجمہ: "اگر ہمارا تسلط ہو جائے تو ہم ہمیشہ غالب آنے والے ہیں۔ اگر ہم مغلوب ہو جائیں تو ہم دائمی مغلوب ہونے والے نہیں۔"

وما ان طبنا جبن ولكن　　منايانا و دولة آخرينا

ترجمہ: "ہماری جبلت میں بزدلی نہیں لیکن ہمارے مقدر میں کچھ اموات ہیں اور دوسرے لوگوں کی تقدیر میں کچھ لقمہ تھا۔"

كذالك الدهر دولته سجال　　تكر صروفه حينا فحينا

ترجمہ: "زمانہ کا وطیرہ اسی طرح ہے۔ اس کی سلطنت ڈول کی طرح ہے۔ حوادثاتِ زمانہ گاہے بگاہے آتے رہتے ہیں۔"

فبينا ما نسر به و نرضى　　ولو لبست عضارته سنينا

ترجمہ: "ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جس میں ہم سرور تھے اور اس کی شادابی طویل سالوں تک برقرار رہی۔"

اذا انقلبت به كرات دهر　　فالقيت الا لى غبطو طحينا

ترجمہ: "جب گردش زمانہ الٹ ہو گئی تو ایسے لوگوں کو پسا دیکھے گا جس پر لوگ رشک کیا کرتے تھے۔"

فمن يغبط بريب الدهر منهم　　يجدريب الزمان له خؤونا

ترجمہ: "جن پر حوادثاتِ زمانہ میں رشک کیا جاتا تھا۔ تو ان کے لیے زمانہ کے حوادثات کو صحیح پائے گا۔"

فلو خلدا ملوك اذا خلانا　　ولو بقى الكرام اذًا بقينا

ترجمہ: "اگر بادشاہ باقی رہتے تو ہم بھی باقی رہتے اور اگر کریم لوگ باقی رہتے تو ہم بھی باقی رہتے۔"

فافنى ذالكم سروات قومى　　كما افنى القرون الاولينا

ترجمہ: "اسی زمانہ نے چیدہ لوگوں کو فنا کر دیا ہے جیسے اس نے پہلے زمانہ لوگوں کو برباد کر دیا تھا۔"

حضور اکرم ﷺ نے حضرت فردہ بن مسیک کو مراد، زبید اور مذحج کے قبائل پر امیر مقرر کیا۔ ان کے ہمراہ صدقات

۲ لے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ ان کے ہمراہ ہی رہے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

اٹھہتر واں باب

وفدِ فزارہ

ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت ابو وجزہ یزید بن عبید السعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ اس وقت ۹ ھ تھا۔ تو بنو فزارہ کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ یہ دس سے زائد افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں حضرت خارجہ بن حصن اور حر بن قیس بن حصن تھے۔ یہ عمر میں چھوٹے تھے۔ یہ قحط سالی کی وجہ سے کمزور سواریوں پر تھے۔ یہ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہو گئے۔ ان کا قیام رملہ بنت حارث کے گھر تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ان کے شہر کے بارے پوچھا تو ان میں سے ایک شخص نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے شہر قحط سالی کا شکار ہیں ہمارے مویشی ہلاک ہو رہے ہیں۔ ہمارا محلہ شدید قحط سالی کا شکار ہے۔ ہمارے اہل وعیال بھوکے ہیں۔ اپنے رب تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ وہ ہم پر کرم کی بارش نازل کرے۔ اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہِ والا میں ہمارے لیے سفارش فرمائیں۔ آپ کا رب تعالیٰ بھی آپ کی جناب میں ہماری سفارش کرے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سبحان اللہ! تیری خیر! میں اپنے رب تعالیٰ کے ہاں سفارش کروں۔ کون ہے جو اس کے ہاں سفارش کر سکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بلند و برتر اور عظیم ہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو محیط ہے۔ یہ اس کی عظمت اور جلال کی وجہ سے اس طرح آواز نکالتی ہے جیسے نیا کجاوہ آواز پیدا کرتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "تمہارا پروردگار تمہاری اس تنگی، قحط سالی اور تمہاری اس جلد امداد پر مسکرا رہا ہے۔" اس اعرابی نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہمارا رب تعالیٰ مسکراتا بھی ہے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں!" اس اعرابی نے عرض کی: "ہم آپ کو اس رب تعالیٰ سے معدوم نہیں پائیں گے جو بھلائی کے ساتھ آپ کے روئے خنداں پر تبسم بکھیرتا ہے۔" اس کی یہ بات سن کر آپ مسکرا پڑے۔ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ چند ایک کلمات کہے۔ آپ نماز استسقاء کے لیے دعا کرتے وقت دست اقدس بہت بلند فرماتے تھے۔ آپ نے اپنے دست اقدس اتنے بلند کیے حتیٰ کہ آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ آپ نے یہ دعا مانگی:

اللھم اسق بلادك و بهائمك و انشر رحمتك و احيي بلدك الميت اللهم اسقنا غيثا مغيثا هنيئا مريئا طبقا واسعا عاجلا غير آجل نافعا غير ضار

اللھم اسقنا رحمۃ ولا تسقنا عذابا ولا ھدما ولا غرقا ولا قحطا اللھم اسقنا الغیث وانصرنا علی الاعداء۔

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر الانصاری رضی اللہ عنہ تیزی سے اٹھے۔ عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کھجور خشک کرنے کے لیے مربد میں ہیں۔'' آپ نے یہ دعا مانگی: "اللھم اسقنا" حضرت ابولبابہ نے اپنی گزارش دہرائی۔ آپ نے یہی دعا مانگی۔ حضرت ابولبابہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کھجوریں مربد میں ہیں۔'' آپ نے یہ دعا مانگی: "اللھم اسقنا" حضرت ابولبابہ ننگے پاؤں دوڑ پڑے۔ تاکہ اپنے ازار بند کے ساتھ ہی مربد کا سوراخ بند کریں۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں: ''بخدا! ہمیں آسمان پر بادل یا بادل کا ٹکڑا نظر نہیں آرہا تھا۔ ہمارے اور کوہِ سلع کے مابین کوئی گھر نہ تھا۔ کوہِ سلع کے پیچھے سے بادل ڈھال کی طرح نمودار ہوا۔ آسمان کے وسط میں پہنچ کر پھیل گیا۔ پھر ابرِ کرم برسنے لگا۔ بخدا! ہمیں پورا ہفتہ سورج نظر نہ آیا۔ حضرت ابولبابہ ننگے پاؤں دوڑ کر اپنے مربد کا سوراخ اپنے ازارِ بند سے بند کرنے گئے تاکہ اس سے کھجوریں نہ نکلیں۔

پھر وہی یا کوئی اور شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اموال ہلاک ہو گئے۔ رستے منقطع ہو گئے۔'' آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ دعا مانگی۔ حتیٰ کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ عرض کی: ''مولا! ہمارے اردگرد بارش برسا ہم پر اب نہ برسا۔ مولا ٹیلوں پر پہاڑوں پر وادیوں کے دامنوں میں اور درخت اگنے کی جگہوں پر برسا۔'' بادل مدینہ طیبہ سے اس طرح پھٹ گیا جیسے کپڑا درمیان سے پھٹ جاتا ہے۔

❁❁❁❁

انا سیواں باب

وفدِ بنی قشیر

ابن سعد نے علی بن محمد القرشی اور بنو عقیل کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: بنو قشیر کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں حضرت ثور بن عروۃ قشیری بھی تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے انہیں جاگیر عطا کی اور ان کے لیے تحریر لکھوائی۔ اس وفد میں حیدہ بن معاویہ بن قشیر بھی تھے۔ یہ حجۃ الوداع سے پہلے اور غزوۂ حنین کے بعد حاضر ہوئے تھے۔ ان میں حضرت قرۃ بن ھبیرۃ بھی تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے انہیں چادر عنایت کی اور اپنی قوم پر صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ جب قرۃ واپس لوٹے تو انہوں نے یہ اشعار کہے:

حباها رسول الله اذا نزلت به   و امكنها من نائل غير منفد

فاضحت بروض الخضر وهي حثيثة   و قد انجحت حاجاتها من محمد

عليها فتى لا يردف الذم رحله   تروك لامر العاجز المتردد

ترجمہ: "حضور اکرم ﷺ نے انہیں عطا کیا ہے جب یہ آپ کی خدمت میں گئیں۔ ان کے لیے ایسی بخشش ممکن ہوئی جو ختم ہونے والی نہیں۔ وہ وقتِ صبح شاداب باغ میں پہنچ گئیں ان کی ضروریات محمد عربی ﷺ سے پوری ہو چکی تھیں ان پر ایسا جوان سوار تھا جسے عاجز کر دینے والے اور متردد امور کو ترک کرنا مذمت کا مستحق نہیں ٹھہراتے۔"

اسی واں باب

وفدِ قیس بن عاصم

حضرت غالب بن ابجر المزنی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ''بارگاہِ رسالت مآب میں قیس کا ذکر کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ قیس پر رحم کرے۔'' آپ سے عرض کی گئی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہم قیس کے لیے رحمت کی دعا کریں؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں! وہ ہمارے باپ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے دین پر تھا۔ بنو قیس زمین میں رب تعالیٰ کے گھڑسوار ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں قیس کے علاوہ اس دین حق کے لیے اور کوئی مددگار نہ ہوگا۔ بنو قیس زمین میں اللہ تعالیٰ کی بھلائی (اس کے شیر) ہیں۔

امام الطبرانی نے جید سند کے ذریعہ حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ''یہ دیہات والوں کے سردار ہیں۔'' جب میں نیچے اترا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں آپ سے گفتگو کرنے لگا۔ میں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کتنا مال ہے جس میں مجھ پر ذمہ داری نہیں کہ میں اس مہمان کی ضیافت کروں۔ جو میرے پاس آئے یا میرے اہل وعیال کثیر ہو جائیں۔'' آپ نے فرمایا: ''بہترین مال چالیس جانور ہیں۔ اس کی اکثر تعداد ساٹھ ہے۔ دوسو والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ مگر وہ تنگی اور کشادگی میں عطا کرے۔ نر اونٹ کو جفتی کے لیے دے۔ ان کی کمر کو مضبوط کرے۔ ان میں سے دودھ پلائے۔ ان میں سے موٹے جانور کو ذبح کرے ان میں سے فقیر اور سائل کو کھلائے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ عمدہ افعال اور عمدہ اخلاق ہیں۔ میرے اونٹ اتنے کثیر ہیں کہ اس وادی میں کوئی نہیں جہاں میں رہتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''جفتی کے لیے اونٹ کیسے دیتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''صبح اونٹ بھی چلے جاتے ہیں۔ لوگ بھی چلے جاتے ہیں جو چاہتا ہے۔ وہ اونٹ کو سر سے پکڑتا ہے اور اسے لے جاتا ہے۔'' آپ نے پوچھا: ''تم عاریۃً کیسے دیتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''میں نشان زدہ بوڑھی اونٹنی اور چھوٹی کھیری والے جانور کو عاریۃً دیتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''عطیہ میں کیا کرتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''میں ہر سال ایک سو عطیات دیتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تمہیں اپنا مال عزیز ہے یا اپنے وارثین کا۔'' انہوں نے عرض کی: ''نہیں بلکہ مجھے اپنا مال عزیز ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تمہارا مال وہی ہے جسے تم نے کھایا اور وہ ختم ہو گیا۔ جسے تم نے پہنا اور وہ بوسیدہ ہو گیا۔ یا تم نے عطا کیا اور آگے بھیج دیا۔ بقیہ سارا مال تمہارے وارثوں کا ہے۔'' وہ کہتے ہیں

"میں نے عرض کی کہ اگر میں باقی رہا تو میں اس کی تعداد کو کم کر دوں گا۔"

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بخدا! انہوں نے اسی طرح کیا۔ جب حضرت قیس کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا۔ فرمایا: "میرے بیٹو! مجھ سے لے لو۔ تم کسی اور ایسے شخص سے نہ لے سکو گے جو مجھ سے زیادہ تمہیں خیر خواہی کرنے والا ہو۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو اپنے اکابر کو سردار بنانا۔ چھوٹوں کو سردار نہ بنانا۔ ورنہ لوگ تمہیں احمق کہیں گے۔ تم ان پر آسان ہو جاؤ گے۔ مال کی اصلاح کرنا تم پر لازم ہے۔ یہ کریم کے لیے وسعت ہے۔ اس سے کمینہ سے مستغنی ہوا جاتا ہے۔ سوال کرنے سے اجتناب کرو۔ یہ انسان کی آخری کمائی ہے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھ پر نوحہ خوانی نہ کرنا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نوحہ خوانی نہیں کی گئی تھی۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نوحہ خوانی سے منع فرماتے تھے۔ مجھے ان کپڑوں میں کفن دینا۔ جن میں نماز پڑھتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں۔ جب مجھے دفن کر لینا تو مجھے اس جگہ دفن نہ کرنا جہاں کوئی تاک نہ سکے۔ میرے اور بنو بکر بن وائل کے مابین جاہلیت میں عداوت تھی۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ میری لاش کو زمین سے نکال لیں گے۔ تمہیں اس اذیت کا سامنا کرنا پڑے گا جو تمہارے دین اور دنیا کو ختم کر دے گی۔" حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "انہوں نے اولاد کے لیے زندگی میں خیر خواہی کا اظہار کیا اور موت کے وقت بھی خیر خواہی کا اظہار کیا۔"

اکاسی واں باب

وفدِ بنی کلاب

ابن سعد نے الطبقات میں حضرت خارجہ بن عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "وفد بنی کلاب ۹ھ کو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ وفد تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں لبید بن ربیعہ اور جبار بن سلمی بھی شامل تھے۔ آپ نے انہیں رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرایا۔ جبار اور کعب کے مابین دوستی تھی۔ جب حضرت کعب کو ان کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے انہیں خوش آمدید کہا۔ جبار کو ہدیہ دیا۔ انہوں نے ان کی عزت کی وہ کعب کے ساتھ نکلے اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ اسلام کا سلام عرض کیا۔ انہوں نے عرض کی: "حضرت ضحاک بن سفیان ہم میں کتاب الٰہی اور آپ کی اس سنت مطہرۃ کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں جس کا آپ نے انہیں حکم دیا ہے۔ انہوں نے ہمیں اللہ رب العزت کی طرف بلایا۔ ہم نے رب تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کی صدا پر لبیک کہا۔ وہ ہمارے اغنیاء سے صدقہ لیتے ہیں اور فقراء کو عطا کرتے ہیں۔"

بیاسی واں باب

وفدِ بنی کلب

ابن سعد نے بنوکلب میں سے بنو ماویۃ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ ابولیلیٰ بن عطیہ کلبی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد بن جبلہ نے کہا: ''میں اور عاصم (بنو رقاش میں سے ایک شخص) عازم سفر ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ہم پر اسلام پیش کیا۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا: ''میں نبی امی ہوں۔ میں صادق زکی ہوں۔ پوری طرح ہلاکت ہو اس شخص کے لیے جو میری تکذیب کرے۔ جو مجھ سے روگردانی کرے اور میرے ساتھ جنگ کرے۔ ہر قسم کی بھلائی اس شخص کے لیے ہے جس نے مجھے پناہ دی۔ میری نصرت کی۔ مجھ پر ایمان لایا۔ میری بات کی تصدیق کی اور میرے ساتھ جہاد کیا۔'' ان دونوں نے عرض کی: ''ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ آپ کے فرمان کی تصدیق کرتے ہیں۔'' حضرت عبد عمرو نے اس وقت یہ اشعار کہے:

اجبت رسول الله اذ جاء بالهدٰی — و اصبحت بعد الجحد بالله او جرا
وودّعت لذات القداح و قداری — بها سدکا عمری و للهو اهدرا
آمنت بالله العلی مکانه — و اصبحت للاوثان ما عشت منکرا

ترجمہ: ''جب آپ ہدایت کے ساتھ تشریف لائے تو میں نے آپ کی صدا پر لبیک کہا۔ رب تعالیٰ کے انکار کے بعد میں اس کے لیے شمشیر زنی کرنے والا بن گیا۔ میں نے قرعہ اندازی کرنے والے تیروں سے لذتوں کو الوداع کہا۔ حالانکہ پہلے میں ان کا بڑا اشتاق تھا۔ مجھے زندگانی کی قسم! میں لہو ولعب کو باطل قرار دینے والا ہوں۔ میں رب تعالیٰ پر ایمان لایا۔ جس کا رتبہ اور منصب بہت بلند ہے۔ میں تادمِ زیست بتوں کا انکار کرنے والا بن گیا۔''

تراسی واں باب

وفدِ بنی کنانہ

ابن سعد نے الطبقات میں حضرت خالد الحذاء سے، انہوں نے حضرت ابوقلابہ سے اور انہوں نے دیگر اہلِ علم سے بیان کیا ہے۔ بعض نے زائد اور بعض نے کم روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ تذکرہ ان وفود کے ضمن میں کیا ہے۔ جو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: ''حضرت واثلہ بن الاسقع اللیثی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ وہ مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور اکرم ﷺ تبوک جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ کے ہمراہ نمازِ صبح ادا کی۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''تم کون ہو؟ تمہیں کون سی چیز لے کر آئی ہے اور تمہاری حاجت کیا ہے؟'' انہوں نے اپنے نسب کے بارے عرض کی۔ مزید عرض کی: ''میں آپ کی خدمت اقدس میں اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ پر ایمان لاؤں۔'' آپ نے فرمایا: ''اس پر بیعت کرلو جو میں پسند کروں یا جو ناپسند کروں۔'' انہوں نے آپ کی بیعت کرلی۔ وہ اپنے اہلِ خانہ کے ہاں گئے اور انہیں بتایا۔ ان کے باپ نے کہا: ''بخدا! میں تم سے ایک بات تک بھی نہ کروں گا۔'' ان کی بہن نے ان کا کلام سن لیا۔ اس نے اسلام قبول کرلیا۔ ان کی تیاری کی۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ انہوں نے پایا کہ آپ تبوک تشریف لے جاچکے تھے۔ انہوں نے کہا: ''جو مجھے اپنے پیچھے سوار کرائے گا۔ اس کے لیے میرا حصہ بھی ہے۔'' حضرت کعب بن عجرۃ نے انہیں سوار کرایا۔ حتیٰ کہ وہ حضور ﷺ کی زیارت سے بہرہ یاب ہوئے۔ آپ کے ہمراہ غزوۂ تبوک میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے انہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اکیدر کی طرف بھیجا۔ انہیں مالِ غنیمت ملا۔ وہ اپنا حصہ لے کر حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ انہوں نے لینے سے انکار کردیا۔ ان کے لیے اسے رد کردیا۔ انہوں نے کہا: ''میں نے تو تمہیں رب تعالیٰ کی رضا کے لیے سوار کروایا تھا۔''

✿✿✿✿

چوراسی واں باب

وفدِ کندہ

زاد المعاد میں ہے کہ ابن اسحٰق نے لکھا ہے "مجھے امام زہری نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "اشعث بن قیس اسی یا ساٹھ افراد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ وہ مسجد نبوی میں گئے۔ انہوں نے اپنی زلفوں کو کنگھی کر رکھی تھی سرمہ لگا رکھا تھا۔ جرات کے جبے پہن رکھے تھے۔ جن پر ریشم لگائی گئی تھی۔ جب وہ داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: "کیا تم نے اسلام قبول نہیں کیا؟" انہوں نے عرض کی: "ہاں! کر لیا ہے۔" آپ نے فرمایا: "تمہاری گردنوں میں یہ ریشم کیوں ہے؟" انہوں نے وہ ریشم پھاڑ دی۔ اسے اتارا اور پھینک دیا۔ پھر حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارا تعلق آکل المرار سے ہے۔ آپ کا تعلق بھی آکل المرار سے ہے۔" یہ سن کر آپ مسکرائے۔ آپ نے فرمایا: "یہ نسب ربیعہ بن حارث اور عباس بن مطلب بیان کرتے ہیں۔

امام زہری اور ابن اسحاق نے لکھا ہے "وہ دونوں تاجر تھے۔ جب وہ سرزمین عرب سے گزرتے تو ان سے پوچھا جاتا "تم کون ہو؟" وہ کہتے: "ہم آکل المرار کی اولاد میں سے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ اہلِ عرب سے عزت کے خواہاں ہو گئے تھے۔ وہ اس سے اپنے کا دفاع کرتے تھے۔ کیونکہ کندہ میں بنو آکل المرار بادشاہ تھے۔ آپ نے فرمایا: "نہیں! ہم بنو نضر بن کنانہ ہیں۔ ہم اپنی ماؤں کی طرف سے نسب کی نفی کرتے ہیں۔ نہ اپنے آباء کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

المسند میں حماد بن سلمہ، عقیل بن طلحہ، مسلم بن مسلم نے حضرت اشعث بن قیس سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "ہم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ہم کندہ کے وفد میں تھے۔ وہ مجھے خود سے افضل سمجھتے تھے۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ ہم میں سے نہیں؟" آپ نے فرمایا: "نہیں! ہم بنو نضر بن کنانہ ہیں ہم نہ تو اپنی ماؤں پر تہمت لگاتے ہیں اور نہ ہی اپنے آباء سے نسب کی نفی کرتے ہیں۔" حضرت اشعث کہتے تھے "میرے پاس جو بھی ایسا شخص لایا گیا جس نے قریش کے کسی شخص کی نضر بن کنانہ کی نفی کی میں حد کے کوڑے لگاؤں گا۔"

امام احمد، ابن ماجہ، حارث، بارودی، ابن سعد، الطبرانی نے الکبیر میں، ابو نعیم اور الضیاء نے حضرت اشعث بن قیس کندی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں کندہ کے وفد میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مجھ سے فرمایا: ''کیا تمہارا بچہ ہے۔'' میں نے عرض کی: ''جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے نکلا تھا تو فلاں کی نورِنظر سے بچہ ہوا تھا۔ میری خواہش تھی کہ قوم سیر ہوتی۔'' آپ نے فرمایا: ''اس طرح نہ کہو۔ ان میں آنکھوں میں ٹھنڈک ہے۔ جب یہ مر جائیں تو ان سے اجر و ثواب ملتا ہے۔ پھر فرمایا: ''ان کی وجہ سے بزدلی دکھائی جاتی ہے اور بخل کا اظہار کیا جاتا ہے۔''

العسکری نے ان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''تمہاری چچازاد نے کیا کیا؟'' میں نے کہا: ''اس نے بچہ جنم دیا ہے۔ بخدا! میری تمنا تھی کہ بچی پیدا ہوتی۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ بچے بزدلی کی جگہ ہیں۔ ان پر بخل کیا جاتا ہے۔ یہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے ہیں۔ یہ دل کا چین ہوتے ہیں۔''

پچاسی واں باب

ابو رزین لقیط بن عامر العقیلی بارگاہِ رسالت مآب میں

امام عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں اور امام الطبرانی نے حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں اور میرا دوست نہیک بن عاصم بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لیے عازم سفر ہوئے۔ ہم نے آپ کے ساتھ ملاقات کا شرف اس وقت حاصل کیا جب آپ نماز صبح کے بعد تشریف لا رہے تھے۔ آپ لوگوں میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! میں چار روز سے تمہیں کچھ نہ سنا رہا تھا۔ ارے اب سنو۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جسے اس کی قوم نے بھیجا ہو؟" انہوں نے کہا: "ہمیں بتاؤ کہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔" پھر فرمایا: "ارے! ایک ایسا شخص بھی ہے کہ شاید اسے اپنے نفس کی بات یا کسی دوست کی بات یا کوئی گمراہ غافل کر دے۔ ارے مجھ سے پوچھا جائے گا کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ ارے سنو! زندہ رہنے کی کوشش کرو۔ ارے بیٹھ جاؤ" سارے لوگ بیٹھ گئے۔ میں اور میرا ساتھی کھڑے رہے۔ جب آپ کا قلب انور اور نگاہ ناز ہمارے لیے فارغ ہوئی تو میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ کے پاس علمِ غیب ہے؟" یہ سن کر آپ مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا: سر اقدس ہلایا اور آپ نے سمجھا کہ شاید میں آپ کا درجہ کم سمجھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "تمہارے رب تعالیٰ نے علم غیب کی پانچ چابیوں کا علم کسی کو نہیں دیا۔ انہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔" آپ نے اپنے دستِ اقدس سے اشارہ کیا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون سی ہیں؟" آپ نے فرمایا: "موت کا علم۔ وہ جانتا ہے کہ تم میں سے کسی نے کب مرنا ہے۔ لیکن تم نہیں جانتے۔ کل کیا ہونا ہے۔ اس کا علم کل تم نے کیا کھانا ہے وہ جانتا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ منی کا علم جب وہ قرار پذیر ہو جائے وہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔ بارش کا علم۔ وہ تم پر شدید اور سخت سال طاری کرتا ہے۔ پھر وہ مسکرانے لگتا ہے وہ جانتا ہے کہ تمہاری مدد قریب ہے۔" حضرت لقیط نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اس رب کو کھو دینا نہیں چاہتے جو بھلائی کے ساتھ مسکراتا ہے۔ (خوش ہوتا ہے) آپ نے فرمایا: "قیامت کا علم" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ سے ایک التجاء عرض کرنا چاہتا ہوں آپ جلدی نہ کریں۔" آپ نے فرمایا: "جو چاہو پوچھ لو۔" میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں وہ تعلیم دیں جسے لوگ نہ جانتے ہوں۔ صرف آپ جانتے ہو ہم ایسے قبیلہ سے ہیں کہ ہماری طرح کوئی بھی تصدیق نہ کرے گا۔ ہم اس مذحج سے زیادہ تصدیق کریں گے جو ہمارے قریب آتا ہے۔ بنو خثعم سے زیادہ تصدیق

کریں گے جو ہمارے سردار بنتے ہیں اور اس قبیلہ سے بھی زیادہ تصدیق کریں گے جس میں ہم موجود ہیں۔"

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "پھر تم یہاں ٹھہرو گے جتنا تم نے ٹھہرنا ہے تمہارے نبی کریم ﷺ کا وصال ہو جائے گا پھر ایک چیخ کو بھیجا جائے گا۔ تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! روئے زمین پر وہ کسی چیز کو نہ چھوڑے گی مگر وہ مر جائے گی۔ وہ ملائکہ بھی وصال کر جائیں گے جو تمہارے رب تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔ تمہارا رب تعالیٰ زمین پر جلوہ نما ہو گا۔ شہر خالی ہوں گے وہ آسمان کی طرف پیغام بھیجے گا۔ عرش کے پاس سے بارش برسے گی۔ تمہارے معبود برحق کی ابدیت کی قسم! روئے زمین پر کسی مقتول کے پچھاڑنے کی جگہ کو یا کسی میت کے مدفن کو نہیں چھوڑا جائے گا مگر اس کی قبر شق ہو گی۔ حتیٰ کہ وہ پیچھے رہے گی۔ دفن ہونے والا سر کی طرف سے اٹھے گا وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا۔ تمہارا رب تعالیٰ فرمائے گا "کیا شان اور کیفیت ہے؟" وہ عرض کرے گا: "مولا! آج کا کل۔ زندگی کے عہد کی وجہ سے وہ اپنے اہل کے ساتھ تازہ عہد گمان کرے گا۔" میں نے عرض کی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ ہمیں کیسے جمع کرے گا۔ حالانکہ ہمیں ہوائیں، آفتیں اور درندے پوری طرح پھاڑ چکے ہوں گے۔" آپ نے فرمایا: "میں تمہیں رب تعالیٰ کی نعمتوں میں اسی طرح کی مثال بیان کرتا ہوں تم زمین کو دیکھو یہ بوسیدہ اور خراب ہوتی ہے۔ تم کہتے ہو کہ اسے رب تعالیٰ کبھی زندہ نہیں کرے گا۔ پھر رب تعالیٰ اس پر ابر کرم بھیجتا ہے۔ جب کچھ ہی دنوں کے بعد اسے دیکھا جائے تو یہ بھر جاتی ہے۔ تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم وہ اس پر زیادہ قدرت رکھتا ہے کہ تمہیں جمع کرے بنسبت زمین کی نباتات کے۔ تم اپنی قبروں سے نکلو گے اپنی قتل گاہوں سے نکلو گے۔ تم اس کی طرف دیکھو گے وہ تمہاری طرف دیکھے گا۔" انہوں نے کہا۔ میں نے عرض کی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم زمین کو بھرے ہوئے ہوں گے۔ جبکہ وہ یکتا ذات ہے۔ وہ ہمیں کیسے دیکھے گا۔ ہم اسے کیسے دیکھیں گے۔" آپ نے فرمایا: "میں رب تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تمہارے لیے اس کی مثال بیان کرتا ہوں۔ سورج اور چاند اس کی چھوٹی نشانیوں میں سے ہیں۔ ایک ہی وقت میں تم انہیں اور یہ تمہیں دیکھتے ہیں۔ تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! وہ اس پر زیادہ قادر ہے کہ وہ تمہیں دیکھے اور تم اسے دیکھو بنسبت اس سورج اور چاند کے کہ وہ تمہیں اور تم انہیں دیکھو۔ انہیں دیکھنے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب ہم اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟" آپ نے فرمایا: "جب تمہیں اس پر پیش کیا جائے گا۔ تمہارے چہرے اس کے لیے عیاں ہوں گی۔ تم سے کوئی چھپنے والا اس سے نہ چھپ سکے گا۔"

تمہارا رب تعالیٰ دستِ تصرف میں پانی کا چلو اٹھائے گا۔ وہ اسے تمہاری طرف پھینکے گا۔ بخدا! تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! تم میں سے ہر ایک کے چہرے پر وہ پانی گرے گا۔ مسلمان کا چہرہ سفید کپڑے کی طرح ہو جائے گا۔ جبکہ کافر کا

چہرہ سیاہ دھوئیں کی طرح ہو جائے گا۔ پھر تمہارے نبی کریم ﷺ آئیں گے ان کے پیچھے پیچھے پاکباز مسلمان ہوں گے۔ وہ آگ پر پل کی طرف چلیں گے۔ تم میں سے ایک انگارے کو روندے گا وہ کہے گا: ''ہائے! تمہارا رب تعالیٰ فرمائے گا: ''ہاں! اسی طرح ہے۔'' تم اپنے نبی مکرم ﷺ کے حوض کوثر پر جاؤ گے۔ بخدا! وہاں سے پینے والا کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔ تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! تم میں سے جو بھی ہاتھ پھیلائے گا تو اس پر ایک پیالہ گرے گا جو اسے ہر قسم کی گندگی، غلاظت اور پیشاب سے پاک کر دے گا۔ سورج اور چاند کو روک دیا جائے گا۔ تم ان میں سے کسی ایک کو نہ دیکھو گے۔''

انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس روز ہم کس چیز سے دیکھیں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''اپنی اسی قسم کی بصارت کے ساتھ جو ابھی تمہیں نصیب ہے۔ اس روز طلوعِ شمس کے ساتھ زمین روشن ہو اور پہاڑ اس کے بالمقابل ہوں۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں اپنی برائیوں اور نیکیوں کا اجر کیسے دیا جائے گا؟'' آپ نے فرمایا: ''نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ بدی کی سزا اسی کی مثل ہے۔ مگر یہ کہ اسے معاف کر دیا جائے۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ جنت اور دوزخ کیا ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! جہنم کے سات دروازے ہیں۔ دو دروازوں میں اتنا بُعد ہے جس قدر مسافت ایک سوار ستر سال میں طے کرتا ہے۔'' میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم جنت میں کس چیز کا مشاہدہ کریں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''تم شفاف شہد کی نہریں دیکھو گے۔ ایسی شراب کی نہریں دیکھو گے جس سے نہ دردِ سر ہوگا نہ ہی ندامت۔ ایسے دودھ کی نہریں دیکھو گے جس کا ذائقہ تبدیل نہ ہوا ہوگا۔ ایسا پانی ہوگا جو بدبودار نہ ہوگا۔ پھل ہوں گے۔ تمہارے رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! جو تم جانتے ہو۔ اس سے بہتر کیا ہوگا کہ اس کے ساتھ ساتھ پاکیزہ بیویاں بھی ہوں گی۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! یا ہمارے لیے ان میں بیویاں ہوں گی یا ان میں سے ہی پاکیزہ عورتیں ہوں گی۔'' آپ نے فرمایا: ''صالح مردوں کے لیے صالح بیویاں۔ تم ان سے ایسے ہی لطف اندوز ہو گے جیسے تم دنیا میں لطف اندوز ہوتے ہو۔ وہ تم سے اسی طرح لذت اندوز ہوں گی مگر وہاں اولاد نہ ہوگی۔''

حضرت لقیط فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: ''ہم کس قدر دور تک (بلند رتبہ تک) جائیں گے اور وہاں ہماری انتہاء ہوگی۔'' آپ نے انہیں جواب نہ دیا۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کی بیعت کس چیز پر کروں؟''

آپ نے اپنا دستِ اقدس آگے بڑھایا اور فرمایا: ''نماز قائم کرنے پر، زکوٰۃ ادا کرنے پر، شرک نہ کرنے پر۔ رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا ہمارے لیے ہے جو کچھ مشرق اور مغرب کے مابین ہے؟'' آپ نے اپنا دستِ ہدایت بخش پیچھے کھینچ لیا۔ آپ نے گمان کیا کہ شاید میں ایسی شرط رکھنے لگا ہوں جو آپ عطا نہ کریں گے۔'' میں نے عرض کی: ''ہم وہاں جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ انسان اپنے نفس کے لیے ہی برابر کرے

گا۔" آپ نے اپنا دستِ اقدس آگے بڑھایا اور فرمایا: "ٹھیک ہے۔ تم جہاں چاہو جاؤ اور تمہارے اعمال کا وبال تمہارے نفس پر ہی ہوگا۔" پھر ہم واپس لوٹ گئے۔

آپ نے فرمایا: "یہ! یہ! دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ متقی ہیں۔ حضرت کعب بن خداریہ نے عرض کی: "کون یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" آپ نے فرمایا: "بنو المنتفق جوان میں سے اس کے اہل ہیں۔" میں نے آپ کی طرف توجہ کی اور عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جو لوگ جاہلیت میں گزرے ہیں کیا ان میں سے کسی میں بھلائی بھی تھی؟" قبیلہ قریش کے کسی فرد نے کہا: "بخدا! تمہارا باپ المنتفق آگ میں ہے۔" بخدا! جو کچھ اس نے کہا تھا اس سے میرے چہرے اور گوشت کے مابین آگ کا انگارہ گر پڑا۔ کیونکہ اس نے سارے لوگوں کے سامنے مجھے اس طرح کہا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں کہوں: "یارسول اللہ! آپ کے والد گرامی کہاں ہیں۔" پھر مجھے اس سے عمدہ جملہ یاد آیا۔ میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے وہ رشتہ دار جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے۔" آپ نے فرمایا: "میرے اہلِ خانہ بھی جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے۔ بخدا! تم جب بھی کسی عامری، قریشی یا دوسی کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے کہو۔" محمد عربی ﷺ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تاکہ تجھے ایسی بشارت دوں جو تجھے بری لگے۔ تجھے منہ اور پیٹ کے بل گھسیٹا جائے گا۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان کے ساتھ یہ سلوک کیوں ہے۔ وہ ایک عمل پر تھے وہ اسے ہی اچھا سمجھتے تھے۔ وہ گمان کرتے تھے کہ وہ اصلاح کر رہے تھے۔" آپ نے فرمایا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ساتوں امم کے آخر میں ایک نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا۔ جس نے اس کے نبی کی نافرمانی کی وہ گمراہوں میں سے ہوگا جس نے اس کے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی وہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوگا۔"

اس روایت کو امام عبداللہ بن امام احمد نے زوائد المسند میں اور الطبرانی نے روایت کیا ہے۔ الحافظ ابوالحسن الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس کی اسناد متصل ہیں۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ الطبرانی نے مرسل سند کے ذریعہ عاصم بن لقیط رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ زاد المعاد میں ہے "یہ ایک بڑی اور جلیل روایت ہے اس کی جلالت، عظمت اور ضخامت کی یہی دلیل بہت بڑی ہے کہ یہ سینۂ نبوت سے نکلی ہے۔ آئمہ السنۃ نے اسے اپنی کتب میں روایت کیا ہے۔ اسے قبول کیا ہے۔" اسی تسلیم و انقیاد کے ساتھ قبول کیا ہے۔ کسی نے اس میں یا اس کے راویوں میں طعن نہیں کیا۔ ابن قیم نے ان آئمہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اسے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک امام بیہقی ہیں۔ جنہوں نے اسے کتاب البعث میں روایت کیا ہے۔

تنبیہات

❶ زاد المعاد میں ہے کہ آپ کا فرمان "رب تعالیٰ مسکرانے لگتا ہے" یہ رب تعالیٰ کے افعال کی ان صفات سے ہے

جن کو ان کی مخلوقات میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جاسکتی جیسے کہ اس کی ذات کی صفات۔ یہ قصہ بہت سی احادیث میں مذکور ہے۔ اسے رد نہیں کیا جاسکتا جیسے اس کی تشبیہ یا تحریف کی کوئی راہ نہیں۔ اسی طرح آپ کا یہ فرمان ہے "رب تعالیٰ زمین پر جلوہ نما ہوگا" یہ بھی رب تعالیٰ کے اس افعال کی صفات ہیں۔ جیسے ارشاد ربانی ہے:

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ (الفجر:۲۲)

ترجمہ: "اور جب آپ کا رب جلوہ فرمائے گا اور فرشتے قطار در قطار حاضر ہوں گے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ۔ (الانعام:۱۵۸)

ترجمہ: "کس کا انتظار کر رہے ہیں۔ بجز اس کے کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا خود آئے آپ کا رب یا آئے کوئی نشانی آپ کے رب کی۔"

اسی طرح حدیث پاک میں ہے "ہمارا رب ہر رات آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتا ہے" اور "وہ عرفہ کی شام قریب ہوتا ہے۔ اور اہلِ موقف پر ملائکہ کے سامنے فخر کرتا ہے۔" ان تمام میں گفتگو کا ایک ہی سیدھا رستہ ہے۔ وہ ہے تمثیل و تشبیہ کے بغیر اثبات اور تحریف و تعطیل کے بغیر تنزیہ۔

◆ ۲ آپ نے فرمایا: "روئے زمین کی ہر چیز مر جائے گی اور وہ ملائکہ بھی وصال کر جائیں گے جو تمہارے رب کے ساتھ ہیں" زاد المعاد میں ہے "میں ملائکہ کی موت کے بارے کسی صریح حدیث میں کچھ نہیں پاتا سوائے اس حدیث کے اسماعیل بن رافع کی روایت طویل ہے۔ وہ الصور کی روایت ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان سے اس سے استدلال ہو سکتا ہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ (الزمر:۶۸)

ترجمہ: "اور پھونکا جائے گا صور پس غش کھا کر گر پڑے گا جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے بجز ان کے جنہیں اللہ چاہے گا پھر اس میں دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ اچانک کھڑے ہوں گے۔"

◆ ۳ آپ نے فرمایا: "لَعمرُ الهك" یہ رب تعالیٰ کی حیات کی قسم ہے۔ اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی صفات کی قسمیں اٹھانا جائز ہے۔ ان سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔ یہ قدیم ہیں۔ ان میں سے اسماء مصادر کا اطلاق اس پر ہو سکتا ہے۔ ان سے اس کا وصف بیان ہو سکتا ہے۔ یہ صرف اسماء پر زائد قدر ہے نیز یہ کہ اسمائے حسنیٰ ان مصادر سے مشتق ہیں جو ان پر دلالت کرتے ہیں۔

❁❁❁❁

چھیاسی واں باب

وفدِ محارب بارگاہِ رسالت پناہ میں

ابن سعد نے حضرت ابو وجزہ سعدی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "محارب کا وفد ۱۰ھ میں حجۃ الوداع میں حاضر خدمت ہوا۔ یہ دس افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں سواء بن حارث اور ان کے فرزند خزیمہ بن سواء شامل تھے۔ یہ رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرائے گئے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ صبح و شام کا کھانا لے کر ان کے پاس آتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک روز نماز ظہر سے تا نماز عصر انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری کی سعادت مل گئی۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے کہا: "ہم اپنی بقیہ قوم کے اسلام کے ضامن ہیں۔ یہ قبیلہ ان ایام حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے شدت اختیار کرتا تھا جن ایام میں آپ خود کو متفرق قبائل پر پیش فرماتے تھے۔

اس وفد میں ان میں سے ایک شخص تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہچان لیا۔ اس کو طویل نظروں سے دیکھا۔ جب محاربی نے دیکھا کہ آپ طویل نگاہ سے اسے دیکھ رہے ہیں۔ تو اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! گویا کہ آپ میرے بارے کچھ گمان فرما رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں نے تمہیں دیکھا ہے۔" محاربی نے عرض کی: "ہاں! بخدا! آپ نے مجھے دیکھا ہے۔ آپ نے مجھ سے گفتگو فرمائی تھی۔ میں نے آپ کے ساتھ بڑی قبیح بات کی تھی۔ آپ کا برا رد کیا تھا۔ یہ عکاظ کے میلے کی بات ہے۔ آپ اس وقت لوگوں میں گھوم رہے تھے۔" آپ نے فرمایا: "ہاں" اس محاربی نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس وقت میرا کوئی ساتھی مجھ سے زیادہ آپ پر سخت نہ تھا۔ کوئی ایسا نہ تھا جو مجھ سے زیادہ اسلام سے دور ہو۔ میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس نے مجھے باقی رکھا حتیٰ کہ میں نے آپ کی تصدیق کر لی۔ وہ سارا گروہ اپنے دین پر ہی مر چکا ہے جو اس وقت میرے ساتھ تھا۔" آپ نے فرمایا: "یہ دل اللہ رب العزت کے دستِ قدرت میں ہے۔" اس نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ سے جو بدسلوکی کرتا تھا۔ اس کے بارے میرے لیے استغفار کریں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسلام سے پہلے کے گناہ کفر وغیرہ کو مٹا دیتا ہے۔" آپ نے حضرت خزیمہ بن سواء کے چہرے پر دست اقدس پھیرا۔ ان کے چہرے پر نور نشان بن گیا۔ دیگر وفود کی طرح انہیں عطیات سے نوازا۔ وہ اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ گئے۔

ابن شاہین اور ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں، ابو بکر بن خلاد نصیبی نے اپنے فوائد کے دوسرے جز میں حضرت ابان محاربی سے روایت کیا ہے۔ انہیں ابان عبدی کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا: "میں اس وفد میں موجود تھا۔ جب آپ نے دعا کے

لیے اپنے دستِ اقدس بلند کیے تو میں نے آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ آپ نے اپنے دستِ شفا بخش قبلہ کی طرف کیے ہوئے تھے۔

✿✿✿✿

ستاسی واں باب

وفدِ مرہ

ابن سعد نے بنو مرہ کے بزرگوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''بنو مرہ کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ یہ وفد ۹ھ میں حاضر خدمت ہوا۔ یہ تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ حارث بن عوف ان کے سردار تھے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کی قوم اور قبیلہ ہیں۔ ہمارا تعلق بنو لوئ بن غالب کے ساتھ ہے۔'' یہ سن کر آپ مسکرائے۔ فرمایا: ''تم نے اپنے اہل و عیال کو کہاں چھوڑا؟'' انہوں نے عرض کی: ''سلحہ اور جو اس کی مدد کرے، کے ساتھ۔'' آپ نے پوچھا: ''تمہارے شہروں کی کیا حالت ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''وہ قحط زدہ ہیں۔ ہمارے لیے رب تعالیٰ سے دعا مانگیں۔'' آپ نے یہ دعا مانگی: ''مولا! ان پر ابرِ کرم برسا۔'' وہ کچھ دن ٹھہرے رہے۔ پھر اپنے شہر جانے کا ارادہ کیا۔ وہ آپ کو الوداعی سلام عرض کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ وہ انہیں عطیات دیں۔ انہوں نے ان میں سے ہر ایک کو دس اوقیہ چاندی دی۔ حارث بن عوف کو بارہ اوقیہ چاندی دی وہ اپنے شہر لوٹ آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے شہر ابرِ کرم برس چکا تھا۔ انہوں نے پوچھا: ''تم پر کب بارش برسی؟'' بارش اسی روز ہوئی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے بارش کی دعا مانگی تھی۔ جب آپ حجۃ الوداع کی تیاری کر رہے تھے تو ان میں سے ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم اپنے شہر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہاں اس روز بارش ہوئی تھی جس روز آپ نے دعا مانگی تھی۔ پھر ہر پندرہ ایام کے بعد ہم پر خوب جود و کرم کی بارش ہوتی۔ میں اونٹوں کو دیکھتا وہ بیٹھ کر ہی کھا رہے ہوتے۔ بکریاں ہماری اقامت گاہ میں نہیں چھپ سکتی تھیں۔ وہ لوٹ آتیں۔ وہ ہمارے اہلِ خانہ کے پاس ٹھہرتیں۔'' آپ نے فرمایا: ''ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے یہ انعامات فرمائے ہیں۔''

✿✿✿✿

اٹھاسی واں باب

وفدِ مزینہ

امام احمد، الطبرانی، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: "میں مزینہ اور جہینہ کے چار سو افراد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے امر کے بارے ہمیں حکم دیا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے پاس کچھ نہیں جسے ہم بطور زادِ راہ استعمال کریں۔" آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "انہیں زادِ راہ دو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس تو صرف تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ میرے خیال میں انہیں وہ فائدہ دے سکیں گی۔" آپ نے دوبارہ فرمایا: "جاؤ اور انہیں زادِ راہ دو۔" وہ ہمیں ایک بالاخانے کی طرف لے گئے۔ وہاں خاکستری اونٹ کی مانند کھجوروں کا ڈھیر تھا۔ انہوں نے فرمایا "زادِ راہ لے لو۔" لوگوں نے اپنی ضرورت کے مطابق زادِ راہ لے لیا۔ راوی فرماتے ہیں: "میں آخری شخص تھا جس نے زادِ راہ لیا۔ میں نے پیچھے ہو کر دیکھا تو مجھے ڈھیر میں سے ایک کھجور کی بھی کمی محسوس نہ ہوئی۔ حالانکہ اس سے چار سو افراد نے زادِ راہ لیا تھا۔ گویا کہ ہم نے اس میں سے ایک کھجور کی بھی کمی نہ کی تھی۔" دوسری روایت میں ہے "میں نے ایک کھجور کو بھی اس کی جگہ سے غائب نہ پایا۔"

ابن سعد نے حضرت کثیر بن عبداللہ سے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: "مضر میں سے سب سے پہلے مزینہ کے چار سو افراد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ماہِ رجب ۳ھ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں ہی ان کی ہجرت بنا دی۔ آپ نے فرمایا: "تم جہاں کہیں بھی ہو تم مہاجر ہو۔ اپنے اموال کی طرف لوٹ چلو۔" وہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ آئے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ہشام بن محمد بن سائب نے ابو مسکین اور ابو عبدالرحمٰن العجلانی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "بنو مزینہ کے بعض لوگ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ان میں خزاعی بن عبدنہم بھی تھے انہیں ان کی قوم مزینہ پر بیعت کیا۔ مزینہ کے دس افراد حاضر خدمت ہوئے تھے۔ ان میں بلال بن حارث، نعمان بن مقرن، ابو اسماء، اسامۃ، عبداللہ بن بردۃ، عبداللہ بن ذرہ اور بشر بن محتفز شامل تھے ان میں دکین بن سعید اور عمرو بن عوف بھی تھے۔

ہشام بن محمد نے اپنی روایت میں لکھا ہے "پھر خزاعی اپنی قوم کی طرف گئے۔ مگر انہیں اس طرح نہ پایا جیسے ان کا

گمان تھا۔ وہ وہیں ٹھہر گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا "خزاعی کا تذکرہ کرو۔ مگر اس کی ہجو بیان نہ کرنا۔ انہوں نے یہ اشعار کہے:

الا بلغ خزاعیا رسولا بان الذم یغسله الوفاء

ترجمہ: "ارے! خزاعی تک یہ پیغام پہنچا دو کہ مذمت کو وفاء مٹا کر رکھ دیتی ہے۔"

و انك خیر عثمان بن عمرو و اسناها اذا ذکر السناء۔

ترجمہ: "تم عثمان بن عمرو سے بہتر ہو۔ تم اس سے رفیع منصب والے ہو جب رفعت کا تذکرہ کیا جائے۔"

و بایعت الرسول کان خیرًا الی خیرٍ و اداك الثراء

ترجمہ: "تم نے حضور اکرم ﷺ کی بیعت کر لی ہے یہ بھلائی کی طرف بھلائی ہے دولت نے تمہارا قرض چکا دیا ہے۔"

فما یعجزك او مالا تطقهٗ من الاشیاء لا تعجز عداء

ترجمہ: "تمہیں کس چیز نے عاجز کر دیا ہے۔ یا کس امر کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ عداء قبیلہ کبھی عاجز نہیں ہو سکتا۔"

عداء ان کا وہ قبیلہ تھا جس کے ساتھ ان کا تعلق تھا۔ حضرت خزاعی اٹھے انہوں نے کہا: "اے میری قوم! اس ہستیٔ پاک ﷺ کے شاعر نے تمہیں مخصوص کیا ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا ہے۔" قوم نے کہا: "ہم تمہارے مزاج کے موافق نہیں ہیں۔" پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کی خدمت اقدس میں وفد کی صورت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فتح مکہ کے روز مزینہ کا جھنڈا حضرت خزاعی کو عطا فرمایا تھا۔ اس وقت ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ یہ خزاعی مغفل بن ابی عبداللہ بن مغفل کے بھائی تھے۔ یہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین کے بھائی تھے۔"

❁❁❁❁

انانوے واں باب

وفدِ معاویہ بن حیدہ بارگاہِ رسالت مآب میں

امام احمد اور امام بیہقی نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ''میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوگیا۔ جب مجھے آپ کی بارگاہ میں حاضر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی ہے کہ وہ سنت کے ساتھ میری تمہارے خلاف مدد کرے۔ تمہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکے اور تمہارے دلوں میں رعب ڈال دے۔''

معاویہ بن حیدہ نے اپنے ہاتھ ملا کر کہا ''مجھے اس طرح تخلیق کیا گیا ہے۔'' یعنی میں نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤں گا نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کروں گا۔ ''سنت ہمیشہ مجھے جڑ سے اکھیڑتی رہی۔ رعب میرے دل میں چھایا رہا حتیٰ کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ کو رب تعالیٰ نے کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے مجھے اسلام کے ساتھ بھیجا ہے۔''

انہوں نے عرض کی: ''اسلام کیا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تم نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ یہ دونوں مددگار بھائیوں کی مانند ہیں۔ رب تعالیٰ اس بندے کی توبہ کو قبول نہیں کرتا جو اسلام لانے کے بعد شرک کرے۔''

انہوں نے کہا۔ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب خود کھائے تو اسے کھلائے۔ جب خود پہنے تو اسے پہنائے۔ اس کے چہرے پر نہ مارے۔ قباحت کو اس کی طرف منسوب نہ کرے۔ اسے صرف رات بسر کرنے کی جگہ میں ہی چھوڑے۔''

دوسری روایت میں ہے انہوں نے عرض کی: ''بیویوں کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ (البقرۃ: ۲۲۳)

ترجمہ: ''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں سو تم آؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو۔''

انہوں نے عرض کی: ''کیا کوئی شخص اپنے بھائی کی شرم گاہ کو دیکھ سکتا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں۔''

جب وہ جدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک ران مبارک دوسری ران مبارک کے ساتھ ملائی۔ پھر فرمایا:

"وہاں سے تمہیں اٹھایا جائے گا۔تمہیں وہاں سے اٹھایا جائے گا۔تمہیں وہاں سے اٹھایا جائے گا۔" (یعنی شام سے) تم سوار، پیادہ اور چہروں کے بل ہو گے۔روزِ حشر پوری ستر امتیں ہوں گی۔مگر تم آخری امت ہو۔رب تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز ہو۔تمہارے منہ کو باندھ دیا جائے گا۔سب سے پہلے تم میں سے کسی ایک کی ران عربی میں گفتگو کرے گی۔"

❁❁❁❁

نوے واں باب

وفدِ مہرۃ

ابن سعد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ علمائے کرام فرماتے ہیں "بنو مَہرہ کا وفد حاضر خدمت ہوا۔مہری بن ابیض ان کے امیر تھے۔حضور اکرم ﷺ نے ان پر اسلام پیش کیا۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔آپ ﷺ نے ان کے ساتھ صلہ رحمی کی۔ان کے لیے یہ تحریر لکھوائی:

"یہ مکتوب گرامی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف سے بنو مہرہ کے ان افراد کے لیے جو ایمان لائے کہ ان پر غارت گری نہیں کی جائے گی۔نہ ہی ان کی نباتات چری جائیں گی۔ان کے لیے لازم ہے کہ شریعتِ اسلامیہ پر عمل پیرا ہوں۔جس نے اسے تبدیل کیا اس نے جنگ کی۔جو اس پر ایمان لایا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم ﷺ کے ذمۂ کرم پر ہے۔نیچے گری ہوئی چیز مالک تک پہنچائی جائے۔ جانوروں کو پانی تک لے جایا جائے۔پھونکیں مارنا (جادو کرنا) برائی ہے فحش گوئی فسق ہے۔"

اس تحریر کو حضرت محمد بن مسلمہ نے لکھا۔ابن سعد نے حضرت معمر بن عمران المھری سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا: "بنو مہرہ میں سے ایک شخص زہیر (یاذھبن) بن قرضم بن عُجیل بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔حضور اکرم ﷺ نے اسے اس کی بعید مسافت کی وجہ سے قریب کیا اور اس کی عزت افزائی کی۔جب اس نے واپس آنا چاہا تو اسے عطیات سے نوازا۔اسے سواری عطا فرمائی۔اس کے لیے مکتوب گرامی لکھوایا۔آپ کا یہ مکتوب گرامی ان کے پاس آج تک محفوظ ہے۔

❁❁❁❁

اکانواں باب

نافع بن زید حمیری کی بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری

ابن شاہین نے حضرت نافع بن زید کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے زکریا بن یحییٰ ابن سعید حمیری اور انہوں نے ایاس بن عمرو حمیری سے روایت کیا کہ حضرت نافع بن زید الحمیری حمیر کا وفد لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: ''ہم آپ کی بارگاہ میں اس لیے آئے ہیں تاکہ ہم دین کی سوجھ بوجھ حاصل کریں اور آپ سے اس امر کی ابتداء کے بارے سوال کریں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''صرف اللہ تعالیٰ تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا پھر اس نے قلم کی تخلیق کی۔ اسے فرمایا: ''وہ سب کچھ لکھ دو جو کچھ ہونے والا ہے۔'' پھر اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی۔ اس کی تخلیق کی جو کچھ ان کے درمیان تھا۔ پھر (اپنی شان کے مطابق) اپنے عرش پر متمکن ہو گیا۔

❀❀❀❀

بانواں باب

علماء نجران کا وفد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں گواہی

امام بیہقی نے حضرت یونس بن بکیر سے، انہوں نے سلمہ بن یسوع سے وہ اپنے باپ اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ یہ یونس پہلے عیسائی تھے پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ (النمل:۳۰)

کے نزول سے قبل اہلِ نجران کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھا۔

حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے معبود برحق کے مبارک نام سے شروع! حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نجران کے بڑے پادری اور اہلِ نجران کی طرف! میں تمہارے پاس حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے معبود برحق کی تعریف کرتا ہوں۔ اما بعد!" میں تمہیں بندوں کی عبادت کو چھوڑ کر رب تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں تمہیں بندوں کی ولایت کو چھوڑ کر رب تعالیٰ کی ولایت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو تمہیں جزیہ دینا ہوگا۔ اگر اس سے بھی تم نے انکار کر دیا تو تمہارے خلاف میرا اعلانِ جنگ ہے۔ والسلام"

جب پادری کو یہ گرامی نامہ ملا۔ اس نے اسے پڑھا تو وہ بہت زیادہ گھبرا گیا۔ اس نے اہلِ نجران کے ایک شخص کی طرف پیغام بھیجا جسے شرحبیل بن وداعۃ کہا جاتا تھا۔ اس کا تعلق ہمدان کے ساتھ تھا۔ جب بھی کسی مشکل مسئلہ کا سامنا کرنا پڑتا تو ایہم کے علاوہ کسی کو نہ بلایا جاتا۔ یہی سردار اور عاقب تھا۔ پادری نے آپ کا گرامی نامہ شرحبیل کو دیا۔ اس نے اسے پڑھا۔ پادری نے پوچھا: "ابو مریم! تیری کیا رائے ہے؟" شرحبیل نے کہا: "میں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ نبوت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بھی ہوگی۔ لیکن تیرا یقین نہیں ہے کہ یہ ہستی پاک وہی ہیں۔ نبوت کے بارے میری کوئی رائے نہیں۔ اگر کوئی دنیاوی امر ہوتا تو میں اس بارے تجھے ضرور مشورہ دیتا۔ تیرے لیے خوب کوشش کرتا۔" پادری نے کہا: "ایک طرف ہو کر بیٹھ جا۔" شرحبیل ایک طرف ہو کر کونے میں بیٹھ گیا۔

پادری نے اہلِ نجران میں سے ایک اور شخص کی طرف پیغام بھیجا جسے عبداللہ بن شرحبیل کہا جاتا تھا۔ اس کا تعلق حمیر میں سے ذی اصبح کے ساتھ تھا۔ اس نے اس سے مکتوب گرامی پڑھایا اور اس سے رائے پوچھی۔ اس نے بھی شرحبیل بن وداعہ جیسا قول کیا۔ پادری نے اسے کہا: "ایک طرف ہو کر بیٹھ جاؤ۔" وہ ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ پادری نے اہلِ نجران میں سے ایک اور شخص کی طرف پیغام بھیجا جسے جبار بن فیض کہا جاتا تھا۔ اس کا تعلق بنو حارث بن کعب کے ساتھ تھا۔ یہ بنو حماس میں سے ایک تھا۔ اس نے اسے یہ مکتوب گرامی سنایا اور اس کے بارے اس کی رائے پوچھی۔ اس نے اسے شرحبیل بن

وداعہ اور عبداللہ بن شرحبیل جیسا جواب دیا۔ پادری نے اسے ایک کونے میں بیٹھ جانے کا حکم دیا۔"

جب ان تینوں افراد کی رائے متفق ہوگئی تو پادری نے ناقوس بجھانے کا حکم دیا۔ ناقوس بجھایا گیا۔ گرجوں میں چراغوں کو روشن کر دیا گیا۔ جب وہ دن کے وقت گھبرا جاتے تو وہ اسی طرح کرتے تھے۔ اگر رات کے وہ انہیں گھبراہٹ کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ ناقوس بجھاتے اور گرجوں میں آگ بلند کرتے۔ جب ناقوس بجھایا گیا اور چراغ روشن کیے گئے تو وادی کے نشیب وفراز سے لوگ جمع ہو گئے۔ یہ وادی اتنی وسیع تھی کہ ایک تیز رفتار شخص ایک دن میں اسے طے کر سکتا تھا۔ اس میں تہتر بستیاں تھیں۔ ایک لاکھ جنگجو تھے۔ پادری نے انہیں آپ کا گرامی نامہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے بارے ان کی رائے پوچھی۔ اہلِ رائے کی رائے متفق ہوگئی کہ وہ شرحبیل بن وداعہ ہمدانی، عبداللہ بن شرحبیل الاصبحی اور جبار بن فیض حارثی کو بھیجیں اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے خبر لے کر آئیں۔"

ابن اسحاق نے لکھا ہے: "نجران کے نصاریٰ کا وفد آپ کی خدمت میں آیا۔ وہ ساٹھ سوار تھے۔ ان میں ان کے چودہ سردار تھے۔ ان میں عاقب تھا۔ اس سے مراد عبدالمسیح ہے۔ سید (سردار) بھی تھا۔ اس سے مراد الایہم ہے۔ ابوحارثہ بن علقمہ۔ اس کا تعلق بنو بکر بن وائل کے ساتھ ہے۔ اوس، حارث، زید، قیس، یزید، اس کے بیٹے، خوید، عمرو، خالد، عبداللہ، یحنّس بھی شامل تھے۔ ان میں تین ایسے افراد بھی تھے۔ معاملہ کا حتمی فیصلہ کرتے تھے۔ العاقب۔ یہ قوم کا امیر تھا۔ یہ صاحب رائے اور صاحب مشورہ تھا۔ وہ اس کی رائے کے بغیر کوئی فیصلہ جاری نہیں کرتے تھے۔ اس کا نام عبدالمسیح تھا۔ السید ان کی پناہ گاہ تھا۔ ان کے سامان کا محافظ تھا جبکہ وہ ایہم کے ہاں جمع ہوتے تھے۔ ابوحارثہ بن علقمہ بھی اس کارواں میں شامل تھا۔ یہ ان کا پادری عالم اور امام تھا۔ ان کے مدرسوں کا نگران تھا۔ ابوحارثہ ان میں صاحب شرف تھا۔ اس نے ان کی کتب پڑھ رکھی تھیں حتیٰ کہ یہ ان کے دین کا عمدہ عالم بن گیا تھا۔ روم کے عیسائی فرمانروا اسے عزت بخشتے تھے۔ انہوں نے اسے مال دے رکھا تھا۔ خدام دے رکھے تھے۔ اس کے لیے کنیسے تعمیر کرتے تھے۔ اس کے لیے عزتیں بچھاتے تھے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ بہت بڑا عالم ہے اور ان کے دین کا مجتہد ہے۔

یہ وفد عازمِ سفر ہوا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچا تو انہوں نے سفر کے کپڑے اتارے۔ اپنے حلے پہنے جنہیں وہ جسرۃ سے لائے تھے۔ انہوں نے سونے کی انگوٹھیاں پہن رکھیں تھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ اس وقت مسجد نبوی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے جب آپ نے نمازِ عصر پڑھائی۔ انہوں نے جرات کے جبے اور چادریں پہن رکھی تھیں۔ وہ بنو حارث بن کعب کے شتربانوں میں سے تھے۔ اس روز بعض صحابہ کرام نے فرمایا: "ہم نے ایسا وفد کبھی نہ دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنی نماز پڑھی انہوں نے مسجد نبوی میں قیام کیا۔ مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انہیں بلاؤ۔" وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ وہ سارا دن آپ کے ساتھ ہمکلام

ہونے کا انتظار کرتے رہے مگر آپ نے ان کے ساتھ گفتگو نہ کی۔ انہوں نے وہی حلے اور سونے کی انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں۔

وہ حضرات عثمان غنی اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گئے۔ یہ ان کو جانتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ مہاجرین اور انصار کی ایک محفل میں تھے۔ انہوں نے ان سے کہا: "اے عثمان! اے عبد الرحمان! تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہماری طرف مکتوب گرامی لکھا ہے۔ ہم اس کا جواب لے کر حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ ہم آئے ہیں۔ ہم نے آپ کو سلام کیا ہے مگر آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ ہم سارا دن آپ کے ساتھ ہمکلام ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ مگر آپ نے ہمیں تھکا دیا مگر ہمارے ساتھ ہمکلام نہ ہوئے۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوں یا اپنے شہر لوٹ جائیں۔"

ان دونوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "ابو الحسن! ان کے بارے آپ کی رائے کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "میری رائے یہ ہے کہ وہ اپنے حلے اتار دیں۔ انگوٹھیاں اتار دیں۔ سفر کے کپڑے پہن لیں۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔" وفدِ نجران نے اسی طرح کیا۔ انہوں نے حلے اور انگوٹھیاں اتار دیں۔ سفر کے کپڑے پہنے اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے انہیں سلام کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اس ذاتِ والا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے جب یہ پہلی مرتبہ میری خدمت میں آئے تھے تو ان کے ساتھ شیطان تھا۔"

وفدِ نجران کو دعوتِ اسلام

امام حاکم، ابان مردویہ اور ابو نعیم (امام حاکم نے اس روایت کو صحیح لکھا ہے) نے حضرت ابن عباس سے۔ ابن سعد، عبد بن حمید نے ارزق بن قیس سے روایت کیا ہے کہ حضور داعئ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجران کے وفد کو اسلام کی طرف بلایا۔ عاقب سید، عبد المسیح اور ابو حارثہ بن علقمہ نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! ہم اسلام لا چکے ہیں۔" آپ نے انہیں فرمایا: "تم نے اسلام قبول نہیں کیا۔" انہوں نے عرض کی: "ہم آپ سے پہلے اسلام لا چکے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "تم نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ تین امور تمہیں اسلام سے روکتے ہیں جن میں تم مبتلا ہو۔ صلیب کی تمہاری عبادت، تمہارا خنزیر کھانا اور تمہارا یہ گمان کہ رب تعالیٰ کا بیٹا ہے۔" پھر انہوں نے آپ سے سوالات کیے۔ آپ نے بھی ان سے سوالات کیے۔ آپ کے اور ان کے مابین سوالات و جوابات ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے عرض کی: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے آپ کا کیا گمان ہے؟ ہم اپنی قوم کی طرف جا رہے ہیں۔ ہم عیسائیت پر ہیں ہمیں یہ امر مسرور کرتا ہے کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہم ان کے بارے آپ کی رائے معلوم کر لیں۔" آپ نے فرمایا: "آج تو میرے پاس ان کے بارے علم نہیں تم ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ میں تمہیں بتا دوں کہ رب تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے کیا فرماتا ہے۔"

ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آپ کو فرماتے سنا:

"میرے اور اہلِ نجران کے درمیان پردہ آگیا۔ نہ میں انہیں نہ ہی وہ مجھے دیکھ سکتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شدت کے ساتھ آپ سے عداوت رکھ رہے تھے۔"

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے، ابن سعد نے الارزق بن قیس سے، ابن جریر نے سدی سے، ابن جریر اور ابن منذر نے ابو جریج سے روایت کیا ہے کہ وفد نجران نے عرض کی: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمارے صاحب کو برے الفاظ سے یاد کیوں کرتے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "کس صاحب کو؟" انہوں نے عرض کی: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ آپ کا گمان ہے کہ وہ عبد ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف پھینکا تھا۔" یہ سن کر وہ ناراض ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "نہیں! وہ اللہ ہی تھا جو اپنی سلطنت سے نیچے اترا۔ حضرت مریم کے پیٹ میں داخل ہوا۔ پھر وہ باہر نکل آیا۔ ہمیں ان جیسی قدرت اور امر دکھائیں کیا آپ نے کبھی ایسا انسان دیکھا ہے جو بن باپ پیدا ہوا ہو۔" اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۔ (المائدۃ:۱۷)

ترجمہ: "یقیناً کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تو مسیح بن مریم ہے۔ اے حبیب آپ فرمائیں کہ کون قدرت رکھتا ہے اللہ کے حکم میں سے کوئی چیز روک دے یعنی اگر وہ ہلاکت کا ارادہ کرے۔"

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾

(آلِ عمران:۵۹)

ترجمہ: "بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کی مانند ہے۔ بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا۔"

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ (آلِ عمران:۶۰ تا ۶۳)

ترجمہ: "یہ حقیقت تیرے رب کی طرف سے بیان کی گئی ہے پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں سے۔ پس جو جھگڑا کرے اس کے بارے آ گیا آپ کے پاس یقینی علم تو آپ کہہ دیجیے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی

اور بیٹیوں کو بھی اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اپنے آپ کو اور تم کو بھی پھر عاجزی سے التجا کریں پھر بھیجیں اللہ کی لعنت جھوٹوں پر بے شک یہی ہے واقعہ سچا نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بے شک اللہ ہی غالب حکمت والا ہے پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ فساد پھیلانے والوں کو جانتا ہے۔"

امام حاکم، ابن مردویہ اور ابونعیم نے الدلائل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے، امام بیہقی نے سلمہ بن عبد یسوع سے وہ اپنے باپ اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت حذیفہ سے، ابن سعد نے ازرق بن قیس سے، عبد بن حمید، ابن جریر، ابونعیم نے دلائل میں حضرت قتادہ سے، ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابونعیم نے حضرت شعبی سے روایت کیا ہے کہ جب ان آیاتِ طیبات کا نزول ہوا تو آپ نے وفدِ نجران کو مباہلہ کے لیے بلایا۔ آپ نے فرمایا: "میرے رب تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ اگر یہ قبول نہیں کرتے تو میں تمہارے ساتھ مباہلہ کروں۔" انہوں نے عرض کی: "ابو القاسم! نہیں! بلکہ ہم واپس جاتے ہیں اور اپنے معاملہ میں غور و فکر کرتے ہیں۔"

ابونعیم نے الدلائل میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ عیسائیوں کے وفد نے عرض کی: "ہمیں تین ایام کی مہلت دیں۔" انہوں نے ایک دوسرے سے مشاورت کی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی۔ السید العاقب نے کہا: "اے عیسائیوں کے گروہ! تم جانتے ہو بخدا! تم جان گئے ہو کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی مرسل ہیں۔ بخدا! اگر تم نے ان کے ساتھ مباہلہ کیا تو دونوں فریقوں میں سے ایک کو دھنسا دیا جائے گا۔ یہ تمہیں جڑ سے اکھیڑنے کے لیے ہے۔ کسی قوم نے کسی نبی سے کبھی بھی مباہلہ نہیں کیا۔ مگر اس کا نہ بڑا زندہ رہتا ہے نہ ہی چھوٹا۔" شرجیل نے کہا: "اگر یہ نبی مرسل ہیں اور ہم نے ان کے ساتھ مباہلہ کرلیا تو ہمارا روئے زمین پر نہ بال رہے گا نہ ناخن۔ سب کچھ ہلاک ہو جائے گا۔" ایک روایت میں ہے "ہم نہ تو کامیاب ہوں گے نہ ہی ہماری نسل رواں ہوگی۔" ایک روایت میں ہے: "اگر تم نے مباہلہ کرلیا تو دونوں میں سے ایک فریق زیر زمین دفن ہو جائے گا۔" انہوں نے پوچھا: "ابو مریم! تمہاری کیا رائے ہے؟" اس نے کہا: "میری رائے تو یہ ہے کہ میں انہیں ثالث مان لوں۔ مجھے ایسی ہستی پاک نظر آرہی ہے جو کبھی بھی کسی فیصلے میں زیادتی نہیں کرتی۔"

السید نے کہا "اگر تم نے انکار ہی کر دیا ہے مگر یہ کہ تم اپنے دین پر ہی قائم رہو گے تو پھر اس شخص کو چھوڑ دو۔ اپنے شہروں کو لوٹ چلو۔" جب مدت متعینہ گذر گئی۔ تو آپ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر آئے۔ آپ انہیں مبارک چادر میں لپیٹے ہوئے تھے۔ حضرت سیدۃ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے تھیں۔ اس وقت آپ کی کئی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ آپ نے فرمایا: "میں دعا مانگتا ہوں اور تم آمین کہنا۔"

امام مسلم، امام ترمذی، ابن منذر، حاکم نے سنن میں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اور حضرت علی بن احمر سے روایت کیا ہے کہ آیت مباہلہ کا نزول ہوا تو آپ نے حضرات علی المرتضیٰ، حضرت خاتونِ جنت، امام حسن، اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو

بلایا اور عرض کی: "مولا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔"

شرحبیل نے آپ سے ملاقات کی۔ اس نے عرض کی: "میں نے آپ کے مباہلہ سے عمدہ چیز دیکھ لی ہے۔" آپ نے پوچھا: "وہ کون سی چیز؟" اس نے عرض کی: "میں آج رات تک آپ کو ثالث مقرر کرتا ہوں۔ پھر رات سے صبح تک آپ کو ثالث بناتا ہوں۔ آپ ہمارے بارے جو بھی فیصلہ کریں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔" انہوں نے آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا۔

امام عبدالرزاق، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "اگر اہلِ نجران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مباہلہ کر لیتے پھر واپس جاتے تو وہ نہ اپنے اہل کو پاتے نہ مال کو۔" امام شعبی سے مرسل روایت کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر وہ مباہلہ پر اتفاق کر لیتے تو مجھے انہیں ملنے والے عذاب بشیر (بشارت دینے والے) نے دکھا دیا تھا۔ حتیٰ کہ درخت پر پرندہ بھی دکھا دیا تھا۔" حضرت قتادہ نے مرسل روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر اہلِ نجران مباہلہ کرتے تو ان پر عذاب نازل ہوتا جو انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکتا۔"

اہلِ نجران کی صلح

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے۔ ان کے ساتھ مباہلہ نہ کیا۔ دوسرے روز آپ نے ان کے لیے یہ مکتوب گرامی لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ نجران کے لیے لکھوایا (کیونکہ آپ ہی ان کے ثالث تھے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر پھل، سونے اور چاندی میں، غلام انہی کے لیے چھوڑا۔ یہ ان کے لیے آپ کا حسن سلوک تھا۔ مگر شرط یہ تھی کہ وہ حلوں میں سے دو ہزار حلے پیش کریں گے۔ ہر رجب میں ایک ہزار ہے اور ہر صفر میں ایک ہزار حلے پیش کریں گے۔ ہر حلے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی ہوگی۔ جو کچھ خراج سے زائد ہوا یا اواقی سے کم ہوئے تو وہ ادائیگی اسی کے حساب سے کریں گے۔ وہ جو زرہیں، گھوڑے، رکابیں یا سامان دیں گے تو یہ اشیاء اسی حساب سے ان سے لی جائیں گی۔ اہلِ نجران میرے قاصدین کو بیس یا اس سے کم روز ٹھہرائیں گے۔ وہ انہیں سامان فراہم کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔ ایک ماہ سے زائد تک میرے قاصدین کو روکا نہیں جائے گا۔

جب انہوں نے ان کے ساتھ دھوکہ یا فریب کیا تو ان پر تیس زرہیں تیس گھوڑے اور تیس اونٹ دینے لازم ہوں گے۔ میرے قاصدوں کا جو سامان زرہیں، گھوڑے، رکاب یا سامان چھینا گیا تو یہ اس سامان کے ضامن ہوں گے۔ حتیٰ کہ اسے میرے قاصدوں تک لوٹا دیں۔ نجران اور اس کا ارد گرد اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں ہوگا۔

ان کے نفوس، ملت، زمین، اموال، غائب، حاضر، قبیلے، گرجے، نمازیں اور ان کے ماتحت خواہ کثیر ہوں یا قلیل۔ سب کو پناہ حاصل ہوگی۔ نیز وہ جس امر پر ہیں اسے تبدیل نہیں کریں گے۔ وہ حقوق میں کسی حق کو اور اپنی ملت تبدیل نہیں کریں گے نہ پادریوں میں سے کوئی پادری یا راہبوں میں سے کسی راہب کو تبدیل کیا جائے گا۔ ان پر نہ گھٹیا بات ہے نہ جاہلیت کا خون ہے۔ نہ انہیں اٹھایا جائے گا۔ نہ ہی دسواں حصہ لیا جائے گا کوئی لشکر ان کی زمین کو نہ روندے گا۔ اگر کسی نے حق مانگا تو ان کے مابین انصاف کیا جائے گا۔ نہ وہ ظالم ہوں گے نہ مظلوم۔ بشرطیکہ وہ سود نہ کھائیں۔ جس نے پہلے سے سود کھایا تو میرا ذمہ اس سے بری ہے۔ کسی اور کے ظلم کی وجہ سے کسی دوسرے کی گرفت نہیں کی جائے گی۔ جو کچھ اس صحیفہ میں ہے وہ رب تعالیٰ کی پناہ النبی محمد رسول اللہ ﷺ کا ذمہ ہمیشہ کے لیے ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر لے آئے۔ جب تک وہ خیر خواہی کا اظہار کرتے رہے اور انہوں نے ان شرائط پر صلح برقرار رکھی جن پر صلح ہوئی ان پر ظلم نہیں ڈالا گیا۔" حضرت ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک بن عوف اخری، اقرع بن حابس اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم اس صلح پر گواہ بنے۔"

دوسرے الفاظ میں یوں ہے "اسقف ابوالحارث بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس کے ہمراہ السید العاقب اور اس کی قوم کے سردار تھے۔ وہ آپ کے پاس ٹھہرے رہے وہ رب تعالیٰ کا کلام مقدس سنتے رہے۔ آپ نے اس اسقف اور اس کے بعد میں نجران کے دیگر پادریوں کے لیے یہ مکتوب لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"محمد نبی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نجران کے اسقف ابوالحارث، نجران کے پادریوں، کاہنوں، راہبوں، اہلِ گرجا، غلاموں اور ان کے ماتحتوں کے لیے خواہ وہ قلیل ہوں یا کثیر کی طرف۔

"ان کے پادریوں میں سے کسی پادری کو، کسی کاہن، کسی راہب کو تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ ان کے حقوق میں سے کسی حق کو اور نہ ہی اس اقتدار کو تبدیل کیا جائے گا جس پر وہ ہیں۔ انہیں ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی پناہ حاصل ہے۔ جب تک وہ خیر خواہی کا اظہار کرتے رہیں اور انہوں نے صلح قائم رکھی ظلم کے ساتھ نہ ان پر بوجھ ڈالا جائے گا نہ ہی وہ ظلم کریں گے۔" یہ تحریر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے لکھی۔ جب اسقف نے اس مکتوب گرامی پر قبضہ کر لیا اور اس نے اپنی قوم کی طرف جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اجازت دے دی۔ پھر وہ واپس چلے گئے۔

امام بیہقی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے السید العاقب اور ابوحارث بن علقمہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرو۔ اگر وہ نبی ہوئے اور ہم نے ان کے ساتھ مباہلہ کر لیا تو ہمارے بعد نہ ہم اور نہ ہی ہماری نسلیں کامیاب ہوں گی۔" انہوں نے عرض کی: "ابوالقاسم! ہم نے مشورہ کیا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے آپ کو آپ

کے دین حق پر چھوڑ دیں گے۔ ہم اپنے دین پر لوٹ جائیں گے۔ لیکن ہمارے ہمراہ ایک امین شخص بھیجیں۔ ہمارے ہمراہ صرف امین شخص ہی بھیجنا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہارے ساتھ ایک مکمل طور پر امین شخص بھیجوں گا۔" آپ نے اپنے صحابہ کرام کو دیکھا اور فرمایا: "اے ابوعبیدہ! اٹھو" جب وہ اٹھے تو فرمایا: "یہ اس امت (مرحومہ) کے امین ہیں۔" اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ وغیرہ سے روایت کیا ہے۔

اہل نجران کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے جھگڑا

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت محمد بن ابی محمد سے انہوں نے حضرت سعید بن جبیر یا حضرت عکرمہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نجران کے عیسائی اور یہودیوں کے علماء بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کے ہاں جھگڑا کیا۔ علمائے یہود نے کہا: "حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف یہودی تھے۔" عیسائیوں نے کہا "حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف عیسائی تھے۔ رب تعالیٰ نے اس وقت یہ آیات طیبات نازل کیں۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾ (آل عمران: ٦٥ تا ٦٨)

ترجمہ: "اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو تم ابراہیم کے بارے میں حالانکہ نہیں اتاری گئی تورات اور انجیل مگر ان کے بعد کیا اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے تم وہ لوگ ہو جو جھگڑتے رہتے ہو ان باتوں میں جن کا تمہیں کچھ علم نہیں پس اب کیوں جھگڑنے لگے ہو ان باتوں میں نہیں ہے تمہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تم نہیں جانتے نہ تھے ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی بلکہ وہ ہر گمراہی سے الگ رہنے والے مسلمان تھے اور نہ ہی شرک کرنے والے تھے۔ بے شک نزدیک تر لوگ ابراہیم علیہ السلام سے وہ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی نیز یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جو اس نبی پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ مددگار ہے مومنوں کا۔"

علمائے یہود میں سے ایک شخص نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ارادہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کی اس طرح پوجا

کریں جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں۔" ایک عیسائی نے کہا: "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ کا یہ ارادہ ہے، کیا آپ اس کی طرف ہمیں دعوت دیتے ہیں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خدائے تعالیٰ کی پناہ کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں یا کسی اور کی عبادت کی دعوت دوں اس ذات پاک نے نہ تو مجھے اس کے ساتھ بھیجا ہے نہ ہی مجھے اس کا حکم دیا ہے اس وقت یہ آیات طیبات نازل ہوئیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ (آل عمران: ۷۹، ۸۰)

ترجمہ: "نہیں ہے کسی انسان کے لیے مناسب جب عطا فرما کر دے اسے اللہ تعالیٰ کتاب اور حکومت اور نبوت تو پھر کہنے لگے لوگوں سے بن جاؤ میرے بندے اللہ کو چھوڑ کر تو وہ کہے گا بن جاؤ اللہ والے اس لیے کہ تم دوسروں کو تعلیم دیتے رہتے تھے کتاب کی اور بوجہ اس کے کہ تم خود بھی اسے پڑھتے ہو۔ وہ نہیں حکم دے گا کہ تم بنا لو فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا تو کیا وہ حکم دے سکتا ہے تمہیں کفر کرنے کا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے۔"

پھر اس ذات نے اس معاہدہ کا تذکرہ کیا جو اس نے ان سے اور ان کے آباء سے لیا تھا کہ وہ آپ کی تصدیق کریں اور ان سے اس کے بارے اقرار کرایا تھا۔ ارشاد فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (آل عمران: ۸۱)

ترجمہ: "اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو ضرور بضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور بالضرور مدد کرنا اس کی اور فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا اللہ نے فرمایا تو گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

وفد نجران کا اپنے شہروں کو واپس لوٹنا

جب انہوں نے اپنا خط لے لیا۔ نجران کی طرف واپس آئے اسقف کے ساتھ اس کی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔

نسب میں اس کا چچازاد تھا۔ جسے بشر بن معاویہ کہا جاتا تھا۔ اس کی کنیت ابوعلقمہ تھی۔ وفد نے حضور اکرم ﷺ کا گرامی نامہ اسقف کو دیا۔ جب وہ اسے پڑھ رہا تھا ابوعلقمہ اس کے ساتھ ہی تھا۔ جب وہ چل رہے تھے بشر کی اونٹنی اسے لے کر پھسلی۔ بشر نے کہا: "فلاں ہلاک ہو۔" مگر اس نے حضور اکرم ﷺ کا نام نہ لیا۔ اس وقت پادری نے اسے کہا: "بخدا! تو نے نبی مرسل کی ہلاکت کا قول کیا ہے۔" بشر نے اسے کہا: "یقیناً میں اپنی اونٹنی کی گرہ نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو جاؤں۔" اس نے اپنی اونٹنی کا رخ مدینہ طیبہ کی طرف کیا۔ اسقف نے اپنی اونٹنی کو اس کی طرف جھکایا اور کہا: "مجھ سے یہ بات سمجھ لو کہ میں نے یہ بات اس لیے کی ہے تاکہ اہلِ عرب تک یہ بات پہنچ جائے ایسا نہ ہو کہ وہ سمجھیں کہ ہم نے اس کا حق لے لیا ہے یا اس کی صدا پر راضی ہو گئے ہیں۔ یا ہم ان سے وہ کچھ لے کر آئے ہیں جو عرب لے کر نہیں آئے۔ حالانکہ ہم ان سے معزز ہیں۔ ہمارا اتفاق ان سے زیادہ ہے۔" بشر نے کہا: "بخدا! جو کچھ تمہارے سر سے نکلا ہے۔ میں اس کی طرف توجہ نہ دوں گا۔" بشر نے اپنی اونٹنی کو مارا۔ اس نے اسقف کی طرف پیٹھ کی۔

اس نے یہ شعر پڑھے:

الیك تعدو قلقا و ضینها معترضا فی بطنها جنینها
مخالفا دین النصاری دینها

ترجمہ: "آپ کی طرف اونٹنی اس حال میں بھاگ رہی ہے کہ اس کا کمر بند متحرک ہے۔ اس کے پیٹ میں بچہ اس کے لیے رکاوٹ پیدا کر رہا ہے اور اس کے سوار کا مذہب عیسائیوں کے مذہب کے برعکس ہے۔"

وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کر لیا۔ وہ آپ کے ہمراہ رہے حتیٰ کہ بعد میں شہید ہو گئے۔ انہوں نے کہا: "نجران کا وفد آیا تو راہب لیث بن ابی شمر زبیدی آیا وہ اپنے گرجا کے بالاخانے پر تھا۔ اس نے اسے کہا: "ایک نبی کریم ﷺ تہامہ میں مبعوث ہو چکے ہیں۔" اس نے تذکرہ کیا کہ نجران کا وفد بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا ہے۔ انہوں نے انہیں مباہلہ کی پیشکش کی ہے۔ مگر عیسائیوں نے انکار کر دیا ہے۔ بشر بن معاویہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں۔ وہ مشرف باسلام ہو چکے ہیں۔ اس راہب نے کہا: "مجھے نیچے اتارو ورنہ میں خود کو اپنے اس گرجا سے گرا دوں گا۔" لوگوں نے اسے نیچے اتارا۔ راہب چند تحائف لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ان تحائف میں وہ چادر بھی تھی جسے بعد میں خلفاء پہنتے تھے۔ ان میں ایک پیالہ اور عصا تھا۔ وہ راہب کافی مدت آپ کی خدمت میں رہا۔ وہ قرآن پاک، سنن، فرائض اور حدود سیکھتا رہا۔ پھر اپنی قوم کے پاس لوٹ آیا۔ اسلام اس کے مقدر میں نہ ہو سکا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ عنقریب لوٹ آئے گا۔ وہ نہ لوٹا حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

❀❀❀❀

ترانوے واں باب

وفدِ نخع

ابن سعد نے نخع کے شیوخ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: ''بنو نخع نے دو افراد بارگاہِ نبوت میں بھیجے جو وفد بن کر اور ان کے اسلام کا مژدہ لے کر آپ کی خدمت میں گئے تھے۔وہ ارطاہ بن شرحبیل اور ارقم تھے ان کا تعلق بنو بکر کے ساتھ تھا۔وہ عازمِ سفر ہو کر بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچے۔آپ نے ان پر اسلام پیش کیا۔انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کی۔حضور اکرم ﷺ ان کی کیفیت اور حسنِ ہیئت سے بڑے متاثر ہوئے۔آپ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم نے اپنی مثل اپنی قوم میں سے کسی کو چھوڑا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے اپنی قوم کے ستر افراد ایسے چھوڑے ہیں جو سارے کے سارے ہم سے افضل ہیں۔وہ سارے فیصلہ کن بات کرتے ہیں امور کا نفاذ کرتے ہیں۔وہ اس معاملہ میں ہمارے ساتھ مشارکت نہیں کرتے۔'' آپ نے ان کے لیے اور ان کی قوم کے لیے دعائے خیر کی۔آپ نے یوں عرض کی: ''مولا! نخع میں برکت فرما۔'' آپ نے حضرت ارطاۃ کے لیے جھنڈا باندھا۔یہ جھنڈا فتح مکہ کے روز ان کے ہاتھ میں تھا۔اسی کے ساتھ انہوں نے جنگِ قادسیہ میں شرکت کی۔شہادت نصیب ہوئی۔جھنڈا ان کے بھائی حضرت درید نے تھام لیا۔وہ بھی شہید ہو گئے۔وہ جھنڈا سیف بن حارث نے تھام لیا۔وہ بھی شہید ہو گئے۔وہ جھنڈا سیف بن حارث نے تھام لیا اسے لے کر کوفہ داخل ہو گئے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا: ''میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو سنا۔آپ بنو نخع کے لیے دعا مانگ رہے تھے۔یا ان کی تعریف کر رہے تھے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میرا تعلق بھی اسی قبیلہ سے ہوتا۔(امام احمد، بزار، الطبرانی)

محمد بن عمر اسلمی نے لکھا ہے کہ سب سے آخری وفد بنو نخع کا تھا جو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔یہ یمن سے آئے۔اس وقت ہجرت کا گیارھواں سال تھا۔نصف محرم الحرام گزر چکا تھا۔ان کی تعداد دو سو تھی۔وہ رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرے پھر اسلام کا اقرار کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔انہوں نے یمن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ان میں زرارہ بن عمرو بھی تھا۔ابن محمد نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ زرارہ بن قیس بن حارث تھا۔یہ نصرانی تھا۔

ابن شاہین نے ابوالحسن المدائنی کی سند سے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے۔ابن کلبی کی سند سے بھی روایت ہے۔

انہوں نے کہا: "ہمیں جَرم کے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔ اس نے کہا: "بنونخع کا ایک شخص زرارہ بن عمرو آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اپنے اس سفر میں ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔" آپ نے پوچھا: "تو نے کیا دیکھا ہے؟" اس نے عرض کی: "میں نے ایک گدھی دیکھی ہے۔ جسے میں قبیلہ میں چھوڑ آیا تھا۔ گویا کہ اس نے سرخی مائل سیاہ بکری کا بچہ جنم دیا ہے۔" آپ نے اس سے فرمایا: "کیا تو نے کوئی لونڈی پیچھے چھوڑی ہے۔ جو حاملہ ہو؟" اس نے عرض کی: "ہاں! میں نے ایک لونڈی پیچھے چھوڑی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ حاملہ تھی۔" آپ نے فرمایا: "اس نے ایک بچہ جنم دیا ہے وہ تمہارا بیٹا ہے۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ سرخی مائل سیاہ کیوں ہے؟" آپ نے اسے فرمایا: "میرے قریب ہو جاؤ۔" وہ آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا: "کیا تم پر برص کا داغ ہے جسے تم چھپاتے ہو۔" اس نے عرض کی: "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے بارے کسی کو کچھ علم نہیں۔ نہ ہی اس پر آپ کے علاوہ کوئی آگاہ ہو سکا۔" آپ نے فرمایا: "اس کی یہ رنگت اسی وجہ سے ہے۔" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا۔ اس نے دو بالیاں، دو کنگن اور دو بازو بند باندھ رکھے تھے۔" آپ نے فرمایا: "یہ ملکِ عرب ہے یہ اپنی عمدہ ہیئت اور کیفیت میں لوٹ آیا ہے۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے سیاہ وسفید بالوں والی عورت دیکھی ہے جو زمین سے نکلی ہے۔" آپ نے فرمایا "یہ دنیا کی بقیہ عمر ہے" انہوں نے عرض کی: "میں نے آگ دیکھی جو زمین سے نکلی جو میرے اور میرے چچازاد کے مابین حائل ہو گئی ہے۔ مجھے عمرو نے کہا: "میں نے اسے یوں کہتے ہوئے سنا: "شعلے! شعلے! بینا! نابینا! مجھے کھلاؤ میں تمہیں کھا جاؤں گی۔ میں تمہیں کھا جاؤں گی۔" وہ کیسا فتنہ ہے؟" آپ نے فرمایا: "لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ وہ سر کی ہڈیوں کی طرح باہم الجھیں گے۔" آپ نے اپنی مبارک انگلیوں کو ایک دوسرے کے سامنے رکھا۔ اور فرمایا: "جرم کرنے والا سمجھے گا کہ وہ احسان کرنے والا ہے۔ مومن کے نزدیک مومن کا خون پانی پینے سے زیادہ شیریں ہوگا۔ اگر تمہارا بیٹا مر گیا تو تم یہ فتنہ پالو گے۔ اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو تمہارا فرزند یہ فتنہ پالے گا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ میں وہ فتنہ نہ پاؤں۔" آپ نے یہ دعا مانگی: "مولا! یہ وہ فتنہ نہ پاسکے۔" ان کا وصال ہو گیا۔ ان کا بیٹا باقی رہا۔ وہ ان افراد میں سے تھا۔ جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا تھا۔

چرانوے واں باب

بنو ھلال بن عامر کا وفد

سیرت نگار لکھتے ہیں "زیاد بن عبد اللہ بن مالک بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں گئے۔ یہ زیاد کی خالہ تھیں۔ زیاد کی والدہ عزہ بنت حارث تھی۔ یہ اس وقت جوان تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو یہ ان کے پاس تھے۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو غصے ہو کر واپس آ گئے۔ ام المومنین نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ میرا بھانجا ہے۔" آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ پھر باہر تشریف لائے۔ حضرت زیاد آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے نمازِ ظہر پڑھی۔ پھر حضرت زیاد کو اپنے قریب کیا۔ اس کے لیے دعا کی۔ اپنا دستِ اقدس ان کے سر پر رکھا۔ پھر ان کی ناک کی طرف نیچے لے آئے۔ بنو ھلال کہتے تھے "ہم حضرت زیاد کے چہرے پر آپ کے دستِ اقدس کی برکت دیکھا کرتے تھے۔ شاعر نے علی بن زیاد کے بارے لکھا ہے:

یا ابن الذی مسح النبی براسه	و دعا له بالخیر عند المسجد
اعنی زیادًا لا ارید سواءہٗ	من غائر او متهم او منجد
ما زال ذالك النور فی عرنیه	حتی تبوأ فی الملحد

ترجمہ: "اے اس ہستی کے فرزند دلبند جس کے سر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست اقدس پھیرا تھا۔ اور مسجد نبوی کے پاس اس کے لیے دعائے خیر کی تھی۔ میری مراد حضرت زیاد ہیں۔ میں اس کے علاوہ کسی اور کا ارادہ نہیں کرتا۔ خواہ کوئی نشیبی علاقے، تہامہ یا نجد کا رہنے والا ہو۔ وہ نور مبارک ہمیشہ ان کی ناک پر رہا حتیٰ کہ وہ اپنی آرام گاہ میں تشریف لے گئے۔"

ابن سعد نے علی بن محمد قرشی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے تھے کہ بنو ھلال کے کچھ لوگ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ان میں عبد عوف بن اصرم بن عمرو بھی تھے۔ آپ نے ان سے ان کے نام کے بارے پوچھا تو انہوں نے نام بتا دیا۔ آپ نے فرمایا: "تم عبد اللہ ہو۔" انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان میں قبیصہ بن مخارق بھی تھے۔

انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اپنی قوم کا بوجھ اٹھایا ہے۔ اس میں میری مدد کریں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ تمہارے لیے صدقہ میں ہے جبکہ وہ آئے۔''

امام مسلم نے حضرت قبیصہ بن مخارق الھلالی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میں نے ایک بوجھ اٹھا لیا۔ پھر اس کے بارے پوچھنے کے لیے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ ہمارے پاس صدقہ آجائے۔ ہم اس میں سے تمہارے لیے حکم دیں گے۔'' پھر فرمایا: ''قبیصہ! سوال کرنا روا نہیں مگر تین میں سے ایک فرد کے لیے۔

۱- وہ شخص جو کسی کا بوجھ اٹھائے۔ اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے حتیٰ کہ وہ اسے پورا کر دے پھر رک جائے۔

۲- وہ شخص جسے اپنی ضرورت پہنچے جو اس سے رقم کا تقاضا کرے اس کے لیے سوال کرنا روا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی کشادگی کے دن آجائیں۔

۳- وہ شخص جسے فاقہ آلے حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین دانا افراد یہ کہیں کہ فلاں کو فاقہ نے آلیا ہے۔ اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے حتیٰ کہ اس کی زندگی آسودہ حال ہو جائے۔

اے قبیصہ! اس کے علاوہ جو سوال کرنا ہے وہ ہلاکت ہے۔ جو مانگنے والا کھاتا ہے وہ ہلاکت ہے۔''

پچانوے واں باب

وفد ہمدان

وفدِ ہمدان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔انہوں نے جرات کے کپڑوں کے ایسے ٹکڑے پہن رکھے تھے۔جن پر ریشم چڑھا ہوا تھا۔ان میں ذو مشعار میں سے حمزہ بن مالک بھی تھے۔آپ نے فرمایا:''ہمدان کا قبیلہ کتنا عمدہ ہے وہ کتنی جلدی نصرت کرتے ہیں۔کوشش کرنے پر کتنے صابر ہیں۔ان میں اسلام کے ابدال اور اوتاد ہیں۔'' انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔حضور اکرم ﷺ نے خارف، یام، شاکر، اہل الھضب اور حقاب الرمل ہمدان کے قبائل کے لیے تحریر بھی لکھوائی۔ زاد المعاد میں ہے۔

''آپ کی خدمت عالیہ میں ہمدان کا وفد آیا ان میں مالک بن نمط، مالک بن ایفع، ضمام بن مالک اور عمرو بن مالک شامل تھے۔انہوں نے آپ سے اس وقت ملاقات کی جب آپ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔انہوں نے الجرات کے کپڑے اور عدن کے عمامے پہن رکھے تھے۔وہ مہریہ اور ارحبیہ میں لکڑی کے کجاوؤں پر سوار تھے۔مالک بن نمط نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے یہ اشعار پڑھے:

الیك جاوزن سواد الریف　　فی هبؤت الصیف والخریف

مخطّماتٍ بحبال اللیف

ترجمہ: ''سرسبز و شاداب اور کثیر درختوں والی بستیوں کو عبور کر کے موسم خزاں اور موسم گرما کے گرد و غبار میں چلتے ہوئے اونٹنیاں آپ کی خدمت میں آئیں جن کی نکیلیں کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی رسی کی تھیں۔''

انہوں نے آپ کے سامنے عمدہ اور فصیح گفتگو کی۔آپ نے ان کے لیے تحریر لکھوائی اور اس میں انہیں وہ جاگیر عطا کی جس کی انہوں نے التجا کی تھی۔حضرت مالک بن نمط کو ان کا امیر مقرر کیا۔انہیں ان کی قوم کے مسلمانوں پر عامل مقرر کیا۔ ثقیف کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا۔ان کے جو مویشی بھی چرنے کے لیے نکلتے یہ ان پر حملہ کر دیتے۔

امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا:''حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اہلِ یمن کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔مگر انہوں نے ان کی دعوت پر

لبیک نہ کہا۔میں بھی ان مجاہدین میں شامل تھا۔جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ہم وہاں چھ ماہ ٹھہرے رہے انہیں اسلام کی طرف بلاتے رہے۔مگر انہوں نے دعوت قبول نہ کی۔پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھیجا۔آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت خالد کی جگہ جائیں۔انہیں واپس بھیج دیں البتہ جو مجاہد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رہنا چاہے وہ ان کے ہمراہ ٹھہر جائے۔" حضرت براء نے فرمایا میں ان افراد میں سے تھا جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹھہر گئے تھے۔جب ہم دشمن کی قوم کے قریب ہوئے۔وہ ہماری طرف نکلے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری ایک ہی صف بنائی۔پھر ہمارے آگے بڑھے۔دشمن کو آپ کا گرامی نامہ پڑھ کر سنایا۔ہمدان کا سارا قبیلہ اسلام لے آیا۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف عریضہ لکھا جس میں ہمدان کے اسلام کا تذکرہ کیا۔جب آپ نے پڑھا تو آپ سجدہ ریز ہو گئے۔پھر سر اقدس اٹھایا اور فرمایا: "السلام علی همدان! السلام علی همدان!" اس روایت کی اصل صحیح بخاری میں موجود ہے۔یہ اس روایت سے اصح ہے جو پہلے گزری ہے۔ہمدان نے نہ تو ثقیف پر حملے کیے تھے نہ ان کے مویشیوں پر حملے کیے تھے ہمدان یمن میں تھے جبکہ ثقیف طائف میں تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے:

"مالک بن نمط آپ کے سامنے کھڑے ہوئے۔عرض کی:"یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمدان کے شہروں اور دیہاتوں سے منتخب اور چیدہ افراد تیز رفتار اونٹوں پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔اسلام کے رشتوں میں بندھے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے بارے انہیں کسی ملامت گر کی ملامت نہیں پہنچے گی۔ان کا تعلق خارف، یام، شاکر قبائل سے ہے جو اونٹوں والے اور گھوڑوں والے ہیں۔انہوں نے حضور داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا ہے۔بتوں اور معبودانِ باطلہ کو چھوڑ دیا ہے ان کا عہد نہ ٹوٹے گا۔جب تک لعلع کا پہاڑ قائم ہے اور جب تک صلیع میں ہرن چلتے رہیں۔"

آپ نے ان کے لیے ایک تحریر لکھوائی۔جو اس طرح تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ مکتوب گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خارف کے قبائل کے لیے، بلند اور ریتلی زمین کے باشندوں کے لیے، ان کے وافد ذوالمستعار مالک بن نمط کے لیے اور ان کی قوم کے ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے ان کے لیے ہی ان کی نشیبی اور بلند زمین ہے۔سخت زمین بھی ان کے لیے ہے جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں زکوٰۃ دیتے رہیں۔وہ اس کا پھل کھائیں گے۔اس کی چراگاہ میں جانور چرائیں گے۔ہمارے لیے ان کی صوف اور چمڑے میں سے وہی ہے جو وہ امانت اور وعدہ کے مطابق ادا کریں صدقہ میں ان کے لیے بوڑھا جانور، عمر رسیدہ جانور، شیر خوار جانور، اور

دبلا پتلا جانور ہے۔ جبکہ ان پر پورے قد کا جوان جانور لازم ہے۔ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کے رسول محترم ﷺ کا ذمہ ہے مہاجرین اور انصار تمہارے گواہ ہیں۔"

اس کے بارے حضرت مالک بن نمط کہتے ہیں۔

ذکرت رسول اللہ فی فحمۃ الدجی　　　و نحن باحلی رحرحان و صلدد

ترجمہ: "میں نے سیاہ شب کی ظلمتوں میں آپ کو یاد کیا جب کہ رحرحان اور صلدد کے بلند مقامات پر مقیم تھے۔"

و ھن بنا خوص طلائع تغتلی　　　برکبانھا فی لاحب متمدد

ترجمہ: "وہ اونٹنیاں ہماری وجہ سے کمزور اور دبلی پتلی ہو گئیں تھیں وہ اپنے شہ سوار کو ایک لمبی اور واضح شاہراہ پر لے کر جارہی تھیں۔"

علی کل فتلاء الذراعین جسرۃ　　　تمر بنا مرّ الھجف الخفیدد

ترجمہ: "ہم ایسی اونٹنیوں پر سوار تھے جن کے قدم چوڑے تھے اور وہ برق رفتار تھیں وہ ہمارے ساتھ یوں گزر رہیں تھیں جیسے موٹے اور تازے شتر مرغ کے بچے دوڑتے ہیں۔"

حلفت برب الراقصات الی منی　　　صوادر بالرکبان من ھضب قردد

ترجمہ: "میں نے ان اونٹنیوں کی قسم کھائی جو منی کی طرف رقص کرتی ہوئی جاتیں ہیں وہ اپنے سواروں کو بلند مقامات سے واپس لے کر آتی ہیں۔"

بان رسول اللہ فینا مصدّق　　　رسول اتی من عند ذی العرش مھتد

ترجمہ: "کہ حضور اکرم ﷺ کی ہم میں تصدیق کی جاتی ہے۔ یہ عرش والی ذاتِ پاک کی طرف سے آئے ہیں اور یہ ہدایت یافتہ ہیں۔"

فما حملت من ناقۃ فوق رحلھا　　　اشد علی اعدائہ من محمد

ترجمہ: "حضور اکرم ﷺ سے زیادہ رب تعالیٰ کے دشمنوں پر سخت ذات کو اونٹنیوں نے کبھی کسی سوار کو سوار نہیں کیا۔"

و اعطی اذا ما طالب العرف جاءہ　　　و امضی بحد المشرقیّ المھنّد

ترجمہ: "جو آپ سے زیادہ عنایت کرنے والا ہو جبکہ کوئی نیکی کا خواہش مند آپ کی خدمت میں آئے اور مشرقی ہندی تلوار کو آپ سے زیادہ چلانے والا ہو۔"

✿✿✿✿

چھیانوے واں باب

وائل بن حجر بارگاہِ رسالت مآب میں

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں البزار، الطبرانی اور امام بیہقی نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "جب مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی خبر ملی۔ میں ایک عظیم شہر اور بڑی سلطنت میں تھا۔ میں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں عازم سفر ہوا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے صحابہ کرام نے مجھے بتایا کہ آپ نے میرے آنے سے تین روز قبل صحابہ کرام کو میرے بارے بتادیا تھا۔"

الطبرانی میں ہے "جب میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ اپنی چادر مبارک میرے لیے بچھادی۔ مجھے اس پر بٹھایا۔ پھر اپنے منبر پر رونق افروز ہوئے۔ مجھے اپنے ساتھ بٹھایا۔ اپنے ہاتھ مبارک بلند کیے۔ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھا۔ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا:

"اے لوگو! یہ وائل بن حجر ہیں جو دور کی زمین سے تمہارے پاس آئے ہیں۔ یہ حضر موت سے آئے ہیں۔ یہ اطاعت کرتے ہوئے آئے ہیں۔ انہیں مجبور نہیں کیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ، اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے دین حق میں رغبت کرتے ہوئے آئے ہیں۔ یہ بادشاہوں کی اولاد میں سے بقیہ ہیں۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب ہمیں آپ کے ظہور کی خبر ملی اس وقت ہم عظیم سلطنت اور اطاعت گزاروں میں تھے۔ میں دین حق میں رغبت کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تم نے سچ کہا ہے۔"

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: "یہ وائل بن حجر ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہوئے آئے ہیں۔ آپ نے اپنی چادر مبارک پھیلائی۔ انہیں اس پر بٹھایا۔ انہیں اپنے ساتھ ملایا۔ منبر پر چڑھایا۔ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: "ان کے ساتھ نرمی برتو۔ انہوں نے ابھی ابھی اپنی سلطنت کو خیر آباد کہا ہے۔" میں نے عرض کی: "میرے اہلِ خانہ میری سلطنت پر غالب آ گئے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "میں وہ تمہیں عطا کر دوں گا۔ میں تمہیں اس سے دوگنا عطا کروں گا۔" اس روایت کو ابن سعد اور ابو عمر

نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ایک نے دوسرے سے زائد لکھا ہے۔

ابوعمر نے لکھا ہے کہ یہ حضرت وائل بن حجر بن ربیعہ بن وائل الحضرمی ہیں۔ان کی کنیت ابوھنیدہ حضرمی تھی یہ حضر موت کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھے ان کا باپ ان کے بادشاہوں میں سے تھا۔جب یہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے صحابہ کرام کو ان کی آمد سے قبل ہی ان کی بشارت دے دی تھی۔آپ نے فرمایا: ''دور کی سرزمین حضر موت سے تمہارے پاس وائل بن حجر آرہے ہیں وہ اطاعت کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محترم میں رغبت کرتے ہوئے تمہارے پاس آرہے ہیں۔وہ بادشاہوں کے بیٹوں میں سے بقیہ ہیں۔'' جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں اپنا خاص قرب عطا فرمایا۔

الطبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اپنے منبر پر بٹھایا۔ان کے لیے دعا کی ان کے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔یہ دعا مانگی: ''مولا! وائل، ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد میں برکت فرما۔'' یہ اعلان کیا گیا: ''الصلاۃ جامعۃ'' تاکہ لوگ وائل بن حجر کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئیں۔آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ انہیں الحرہ میں ٹھہرائیں۔وہ ان کے ساتھ چلنے لگے۔حضرت وائل سوار تھے۔حضرت معاویہ نے کہا: ''مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں۔'' انہوں نے سخت گرم چٹان کے بارے بتایا۔ حضرت وائل نے کہا: ''تم بادشاہوں کے پیچھے بیٹھنے والے نہیں ہو۔'' انہوں نے کہا: ''اپنے جوتے میری طرف پھینک دو۔'' انہوں نے کہا: ''اگر تم نے انہیں پہن لیا تو میں انہیں نہ پہن سکوں گا۔'' حضرت معاویہ نے کہا: ''اس سخت گرم چٹان نے میرے پاؤں جلا دیے ہیں۔'' حضرت وائل نے کہا: ''میری اونٹنی کے سایہ میں چلو تمہارے لیے یہی کافی ہے۔''

جب وہ اپنے شہر کی طرف جانے لگے تو آپ نے ان کے لیے ایک مکتوب لکھوایا جس کا تذکرہ آپ کے مکتوباتِ گرامی میں آئے گا۔

✿✿✿✿

ستانوےواں باب

وفدِ واثلہ بن اسقع

ابن جریر نے حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''میں اپنے اہلِ خانہ سے روانہ ہوا۔ میں نے اسلام کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ میں صفوں کے آخر میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے بھی ان کی نماز کی طرح نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میرے پاس تشریف لائے میں صف کے آخر میں تھا۔ آپ نے پوچھا ''کس لیے آئے ہو؟'' میں نے عرض کی: ''اسلام کے لیے'' آپ نے فرمایا: ''تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا ہجرت کرو گے؟'' میں نے عرض کی: ''ہاں!'' آپ نے فرمایا: ''کون سی ہجرت ہجرۃ البائی یا ہجرۃ البادی'' میں نے عرض کی: ''ان میں سے کون سی بہتر ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ھجرۃ البائی یہ ہے کہ آدمی نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ٹھہرے۔ ھجرۃ الباری یہ ہے کہ انسان اپنے جنگل میں چلا جائے۔'' آپ نے فرمایا: ''تم پر اپنی تنگدستی، خوش حالی، خوشی اور غم میں اطاعت لازم ہے۔'' میں نے عرض کی: ''ہاں! آپ نے اپنا دست حق نما آگے بڑھایا۔ میں نے بھی اپنا ہاتھ آگے کیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ میں اپنے لیے کچھ استثناء نہیں کر رہا۔ تو آپ نے فرمایا: ''جتنی تم میں استطاعت ہے۔'' میں نے عرض کی: ''جتنی مجھ میں استطاعت ہے۔'' آپ نے مجھے بیعت فرمالیا۔

❁❁❁❁

اٹھانوے واں باب

وفودِ جن

الحافظ ابونعیم نے لکھا ہے"جنات کا اسلام لانا اور بارگاہِ رسالت مآب میں وفد کی صورت میں حاضر ہونا انسانوں کے وفود کی مانند گروہ بعد گروہ اور قبیلہ بعد قبیلہ تھا۔ وہ مکہ المکرمہ اور ہجرت کے بعد بھی حاضر خدمت ہوئے تھے۔ ابونعیم نے عمرو بن غیلان الثقفی کی سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا:"اہلِ صفہ میں سے ہر شخص نے دوسرے شخص کا ہاتھ تھام لیا۔ مجھے چھوڑ دیا گیا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستِ اقدس تھام لیا۔ آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کی طرف گئے پھر مجھے لے کر بقیع الغرقد تشریف لے گئے۔ اپنے عصا مبارک سے ایک خط کھینچا پھر فرمایا:"اس میں بیٹھ جاؤ باہر نہ نکلنا حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔" پھر آپ آگے تشریف لے گئے۔ میں درختوں میں سے آپ کو دیکھ رہا تھا۔ جب آپ اُس جگہ جلوہ افروز ہوئے جہاں سے میں آپ کو دیکھ سکتا تھا تو وہاں سیاہ گرد و غبار اڑا۔ میں نے کہا:"میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بنو ھوازن ہے انہوں نے آپ کے ساتھ مکر کیا ہے تاکہ وہ آپ کو دھوکہ سے شہید کر سکیں۔ میں گھروں کی طرف جاؤں۔ اور لوگوں سے مدد طلب کروں۔" پھر مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس جگہ کو نہ چھوڑوں جہاں میں ہوں۔ میں نے سنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنے عصا سے مار رہے تھے اور فرمار ہے تھے"بیٹھ جاؤ۔" وہ بیٹھ گئے حتیٰ کہ صبح کی کرنیں پھوٹ پڑیں۔ پھر وہ گرد اڑاتے ہوئے چلے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا:"وہ جنات کا وفد تھا۔ انہوں نے مجھ سے زادِ راہ اور سامان کے بارے پوچھا میں نے انہیں ہڈی، گوبر اور لید بطور زادراہ دیا۔ وہ کسی ہڈی کو نہیں پائیں گے مگر وہ اسی طرح پر گوشت ہو جائے گی جس طرح وہ اس دن تھی جب اسے کھایا گیا۔ کوئی لید نہیں دیکھیں گے مگر وہ اس طرح دانوں میں تبدیل ہو جائے گی جس روز اسے کھایا گیا۔

دوسرا قصہ

ابونعیم نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مسجد نبوی میں صبح کی نماز پڑھائی۔ جب واپس آئے تو فرمایا:"تم میں سے کون ہے جو آج رات میرے ساتھ جن کے وفد کے پاس

جائے گا۔" میں آپ کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کے سارے پہاڑ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ ہم دور تک نکل گئے۔ ہم نے طویل شخص دیکھے گویا کہ وہ نیزے ہوں۔ انہوں نے لنگوٹ کسے ہوئے تھے۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو مجھ پر شدید لرزہ طاری ہو گیا حتیٰ کہ خوف کی وجہ سے میری ٹانگیں بھی مجھے نہ اٹھا رہی تھیں۔ جب ہم ان کے قریب گئے تو آپ نے میرے لیے اپنے پاؤں مبارک کے انگوٹھے سے خط (دائرہ) کھینچا۔ آپ نے فرمایا: "اس کے وسط میں بیٹھ جاؤ۔" میرا سارا خوف وتردد ختم ہو گیا۔ میرے اور ان کے مابین آپ تشریف لے گئے۔ قرآن پاک تلاوت کیا وہ طلوع الفجر تک باقی رہے۔ پھر آپ تشریف لائے تو فرمایا: "میرے ساتھ آجاؤ۔" میں آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ ہم کچھ دور ہی گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "توجہ کرو۔ کیا تمہیں ان میں سے کوئی نظر آرہا ہے؟" آپ نے نیچے سے ہڈی اور لید اٹھایا اور ان کی طرف پھینک دیا۔ فرمایا: "انہوں نے مجھ سے زادِ راہ کا سوال کیا میں نے انہیں کہا: "تمہارے لیے ہڈی اور لید ہے۔"

تیسرا قصہ

امام احمد، امام ترمذی اور امام مسلم نے حضرت علقمہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: "کیا تم میں سے کوئی ایک لیلۃ الجن میں آپ کے ساتھ تھا؟" انہوں نے کہا: "ہم میں سے کوئی بھی آپ کے ساتھ نہ تھا۔ لیکن ایک رات ہم نے آپ کو نہ پایا۔ ہم نے آپ کو وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کیا۔ ہم نے کہا: "آپ کو شہید کر دیا گیا ہے یا دھوکے سے اغواء کر لیا گیا ہے۔" ہم نے بڑی مشکل میں وہ رات بسر کی وقت صبح آپ حراء کی طرف سے تشریف لے آئے۔ ہم نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے آپ کو غائب پایا۔ ہم نے آپ کی جستجو کی مگر آپ کو نہ پایا۔ ہم نے بڑی گھبراہٹ میں وہ رات بسر کی۔" آپ نے فرمایا: "میرے پاس جنات کا داعی آیا۔ میں ان کے پاس گیا۔ میں نے انہیں قرآن پاک سنایا۔" آپ تشریف لے گئے۔ آپ نے ہمیں ان کے نشانات دکھائے۔ ان کی آگ کے نشانات دکھائے۔ انہوں نے آپ سے زادِ راہ کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: "ہر وہ ہڈی جس پر رب تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اور وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے۔ ان پر گوشت زیادہ ہو جائے گا۔ ہر گوبر یا لید تمہارے جانوروں کی خوراک بنے گی۔" آپ نے فرمایا: "ان دونوں چیزوں کے ساتھ استنجاء نہ کیا کرو یہ تمہارے جنات بھائیوں کی خوراک ہیں۔" امام شعبی نے روایت کیا ہے وہ الجزیرہ کے جنات میں سے تھے۔

ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا:" میں نے ایک رات اس طرح بسر کی کہ میں جنات کو الحجون میں کھڑا ہو کر قرآن پاک سناتا رہا۔" جس روایت میں ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نہ تھے وہ اس روایت سے صحیح ہے جسے امام ابن جریر نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

کہا: ''ہمیں ابو عثمان بن سنہ خزاعی نے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: ''تم میں سے جسے یہ پسند ہو کہ وہ آج رات جنات کے پیچھے حاضر ہونا چاہے وہ اس طرح کر گزرے۔'' میرے علاوہ اور کوئی آپ کے ہمراہ نہ آیا۔ ہم آگے روانہ ہوئے جب ہم مکہ مکرمہ کی بلند زمین تک پہنچے تو آپ نے اپنی ٹانگ مبارک سے میرے لیے ایک خط (دائرہ) کھینچا اور مجھے فرمایا کہ میں اس میں بیٹھ جاؤں۔ آپ آگے تشریف لے گئے۔ آپ کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھنے لگے۔ میں نے گدھوں کی طرح کی کوئی چیز دیکھی جو اپنے کپڑوں کے ساتھ نیچے گر رہی تھی اور چل رہی تھی۔ میں نے بہت زیادہ شور و غل سنا حتیٰ کہ میں آپ کے بارے اندیشہ کرنے لگا۔ بہت سی سیاہ مخلوق نے آپ کو گھیر لیا وہ میرے اور آپ کے مابین حائل ہو گئی۔ حتیٰ کہ میں آپ کی آواز بھی نہیں سن سکتا تھا۔ پھر وہ بادلوں کے ٹکڑوں کی طرح جانے لگے۔''

اس کتاب کے آغاز میں ابواب معراج سے قبل جنات کے اسلام پر تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔

❁❁❁❁

ننانوےواں باب

حضرت الیاس علیہ السلام سے ملاقات (بشرطیکہ روایت درست ہو)

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''مجھے حضرت الیاس علیہ السلام نے کہا: ''تم کون ہو؟'' میں نے عرض کی: ''میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادم انس ہوں۔'' انہوں نے پوچھا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟'' میں نے کہا: ''وہ آپ کی گفتگو سماعت کر رہے ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''آپ کی خدمت میں جاؤ اور میری طرف سے سلام عرض کرو اور آپ سے عرض کرو کہ آپ کے بھائی الیاس آپ کو سلام عرض کر رہے ہیں۔'' میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ عرض کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ ان کے قریب ہوئے۔ جب آپ ان کے قریب تر ہو گئے۔ تو میں پیچھے ہٹ گیا۔ آپ آگے تشریف لے گئے۔ دونوں ہستیاں کافی دیر تک محو گفتگو رہیں۔ امام حاکم کے الفاظ ہیں: ''حتیٰ کہ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے ان کے ساتھ معانقہ کیا۔ سلام پیش فرمایا۔ پھر دونوں ہستیاں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگیں۔ حضرت الیاس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں سال بھر میں ایک دن کھاتا ہوں۔ آج میں نے روزہ نہیں رکھا۔ ہم مل کر کھائیں۔'' ان کے لیے آسمان سے دسترخوان نازل ہوا۔'' ابن ابی الدنیا نے لکھا ہے: ''اس میں کھمبی، اجوائن اور انار تھے۔'' امام حاکم نے لکھا ہے ''اس میں روٹی، مچھلی اور اجوائن تھی۔ انہوں نے کھایا۔ مجھے بھی کھلایا۔ پھر انہوں نے نماز پڑھی۔ پھر آپ نے انہیں الوداع کہا۔ بادل آیا وہ انہیں اٹھا کر لے گیا۔'' میں ان کے کپڑوں کی سفیدی دیکھتا رہ گیا۔ وہ شام کی طرف چلے گئے۔''

اس روایت کی سند میں یزید بن یزید الموصلی التیمی ہے۔ امام ابن جوزی اور امام ذھبی نے لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ امام ذھبی نے لکھا ہے ''ایسی روایت کو صحیح کہتے ہوئے امام حاکم کو رب تعالیٰ سے حیاء کرنی چاہیے تھی۔ انہوں نے مستدرک کی تلخیص میں لکھا ہے۔ یہ موضوع ہے۔ رب تعالیٰ اسے برباد کرے جس نے یہ روایت وضع کی ہے۔ میرا گمان نہیں کہ حاکم تک جہالت پہنچی ہو کہ وہ اس روایت کو صحیح قرار دیں اس روایت کو یزید موصلی نے وضع کیا ہے۔

میں کہتا ہوں ''جیسے کہ امام بیہقی نے الدلائل میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''جو کچھ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ رب تعالیٰ کی قدرت کے لیے جائز ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو خصوصیات عطا کیں ہیں وہ اسے ثابت کرتی ہیں مگر اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ جیسے کہ میں نے تذکرہ کر دیا ہے۔ اس روایت کو ابن شاہین اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ مگر اس سند میں مجہول راوی ہے۔ یہ حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے۔ یہ روایت سابقہ روایت سے طویل ہے جس میں منکر الفاظ ہیں۔ البتہ اس ضمن میں کچھ بھی صحیح نہیں۔ الشیخ نے النکت البدیعات میں لکھا ہے۔ ''اس روایت کو امام حاکم نے اور امام بیہقی نے الدلائل میں لکھا ہے۔ انہوں نے اس روایت کو ضعیف لکھا ہے۔

باب نمبر سو

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات (بشرطیکہ روایت صحیح ہو)

ابن عدی اور امام بیہقی نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف سے وہ اپنے باپ اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنے پیچھے سے گفتگو سماعت کی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔ "مولا! جس چیز کے خوف میں تو نے مجھے مبتلاء کیا ہے اس سے نجات دینے میں میری مدد فرما۔" جب آپ نے یہ فقرہ سنا تو آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ اسی جیسا دوسرا وصف بھی ملا لو۔" اس شخص نے کہا: "مولا! مجھے صالحین جیسا شوق اس چیز کی طرف عطا فرما جس چیز کا شوق تو نے انہیں عطا کیا ہے۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اس شخص کے پاس جاؤ اور اسے کہو: "تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ رہے ہیں کہ آپ کے لیے مغفرت طلب کرو۔" حضرت انس اس شخص کے پاس پہنچے اور اسے آپ کا پیغام دیا۔ اس شخص نے کہا: "انس! کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میری طرف قاصد ہو۔" انہوں نے کہا: "ہاں!" اس شخص نے کہا: "آپ کی خدمت میں جاؤ۔ عرض کرو کہ رب تعالیٰ نے آپ کو سارے انبیائے کرام پر یوں فضیلت دی ہے۔ جیسے رمضان المبارک کو سارے مہینوں پر فضیلت دی ہے۔ اس ذات پاک نے آپ کی امت کو دیگر امم پر اس طرح فضیلت دی ہے جیسے جمعۃ المبارک کو سارے ایام پر فضیلت دی ہے۔" آپ دیکھنے گئے تو وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

دارقطنی نے الافراد میں، الطبرانی نے الاوسط میں اور ابن عساکر نے تین اسناد سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا۔ میں نے پانی اٹھایا ہوا تھا۔ آپ نے ایک صدا سنی کوئی صدا لگا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: "انس! خاموش ہو جاؤ۔" میں خاموش ہو گیا۔ آپ نے سماعت فرمایا۔ کوئی کہہ رہا تھا "مولا! اس چیز پر میری مدد فرما جو مجھے اس خوف سے نجات عطا کر دے جس سے تو نے مجھے ڈرایا ہے۔" آپ نے فرمایا: "کاش! اس کے ساتھ تم اس کا دوسرا وصف بھی بیان کرتے۔" گویا کہ اس کو الہام کر دیا گیا جو آپ کا ارادہ تھا۔ اس نے عرض کی: "مجھے صالحین کا شوق اس چیز کی طرف عطا فرما جس کا شوق تو نے انہیں عطا کیا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انس! یہ پانی ادھر ہی چھوڑ دو اس شخص کے پاس جاؤ۔ اسے کہو کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دعا کرے کہ رب تعالیٰ ان کی اس پیغام پہنچانے پر مدد کرے جس کے ساتھ انہیں مبعوث کیا گیا ہے۔ ان کی امت کے لیے دعا کرے کہ وہ اس امر کو مضبوطی سے پکڑ

لیں جوان کے نبی برحق ﷺ لے کر آئے ہیں۔"اس شخص نے مجھے کہا: "تمہیں کس نے بھیجا ہے؟" میں نے اسے بتانا ناپسند کیا۔ میں نے اس کے بارے آپ سے اذن طلب نہیں کیا تھا۔ میں نے اسے کہا: "اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اس سے تمہیں کیا نقصان ہے کہ مجھے کس نے بھیجا ہے؟" وہ دعا مانگیں جو میں نے کہی ہے۔ اس نے کہا: "نہیں! حتیٰ کہ تم مجھے یہ بتادو کہ تمہیں کس نے بھیجا ہے۔" میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اس شخص نے آپ کے لیے اس وقت تک دعا مانگنے سے انکار کر دیا ہے حتیٰ کہ میں اسے بتادوں کہ مجھے کس نے بھیجا ہے؟" آپ نے فرمایا "اس کے پاس جاؤ اسے کہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں۔" میں اس کے پاس آیا۔ میں نے اسے بتایا۔ اس نے مجھے کہا: "میں اس امر کا زیادہ مستحق تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ حضور اکرم ﷺ کو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور عرض کرنا کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کو سلام پیش کرتے ہیں۔ اور آپ سے عرض کرتے ہیں "رب تعالیٰ نے آپ کو دیگر انبیائے کرام پر اس طرح فضیلت دی ہے جیسے سارے مہینوں پر رمضان المبارک کو فضیلت دی ہے اور آپ کی امت کو دیگر امم پر اس طرح فضیلت دی ہے جیسے اس نے جمعۃ المبارک کو سارے دنوں پر فضیلت دی ہے۔" حضرت انس نے فرمایا: "جب میں واپس جانے لگا تو میں نے یوں کہتے ہوئے سنا۔ "مولا! مجھے اس امت میں سے کر دے جو ہدایت یافتہ ہے۔ جس پر رحم کیا گیا ہے۔ جس کی توبہ قبول کر لی گئی ہے۔"

الشیخ نے النکت البدیعات میں لکھا ہے "امام بیہقی نے عمرو بن عوف المزنی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس کی سند میں بشیر بن جبلہ ہے جس نے اپنے باپ اور دادا سے روایت کیا ہے۔ یہ موضوع نسخہ ہے۔ عبداللہ بن نافع متروک ہے۔ حضرت انس کی روایت کی سند میں وضاح بن عباد کوفی ہے۔ اس کے بارے بھی کلام کیا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں "عمرو بن عوف کی روایت کو بیہقی نے الدلائل میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ ضعیف ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے اور بھی طرق ہیں جن میں وضاح بن عباد نہیں۔ ریاح بن عبیدہ نے کہا ہے "میں نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ کا سہارا لیا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص بے مروت شخص ہے۔ جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو میں نے کہا: "ابو حفص! آپ کے ساتھ وہ شخص کون تھا جو ابھی ابھی آپ کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھا۔" انہوں نے مجھ سے پوچھا: "ریاح! کیا تم نے اسے دیکھا ہے۔" میں نے کہا: "ہاں!" انہوں نے کہا: "تم نے ایک صالح شخص دیکھا ہے۔ وہ میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے بشارت دی ہے کہ میں عنقریب والی بن جاؤں گا۔ میں عدل کروں گا۔" ریاح کی یہ روایت ریح (ہوا) کی طرح ہے۔

میں کہتا ہوں۔ الحافظ ابن حجر نے لکھا ہے "حضرت خضر علیہ السلام کی بقاء کی روایات میں یہ روایت سب سے اصح ہے۔

ایک سوایک نمبر باب

ھامہ بن اھیم بن لاقیس بن ابلیس سے ملاقات اور اس کا اسلام لانا (بشرطیکہ روایت صحیح ہو)

امام عبداللہ بن امام احمد نے زوائد الزھد میں، العقیلی نے الضعفاء میں، ابن مردویہ نے التفسیر میں ابوسلمہ بن محمد بن عبداللہ انصاری سے۔ انہوں نے محمد بن ابی معشر سے، انہوں نے عبدالعزیز بن ابی بجیر سے، انہوں نے ابومعشر سے انہوں نے حضرت نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، ابونعیم نے الحلیۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے، ابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں، مستغفری نے "الصحابہ" میں، اسحاق بن ابراہیم المنجنیقی نے ابومحسن حکم بن عمار کی سند سے امام زہری سے اور انہوں نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امام فاکہی نے کتاب مکہ میں عزیز الجریحی نے ابن جریج سے، انہوں نے حضرت عطاء سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے باہر تہامہ کے پہاڑ پر جلوہ افروز تھے کہ ایک بزرگ آیا جو اپنے عصا کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ یا اس کے ہاتھ میں عصا تھا۔ اس نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے اسے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ تو جنات کا لب ولہجہ اور چال ڈھال ہے۔ تو کون ہے؟" اس نے عرض کی: "میں ھامہ بن اھیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں۔" آپ نے فرمایا: "تمہارے اور ابلیس کے مابین صرف دو باپ ہیں۔" اس نے عرض کی: "ہاں!" آپ نے فرمایا: "تو نے کتنا عرصہ گزارا ہے؟" اس نے عرض کی: "دنیا نے اپنی عمر برباد کر دی ہے۔ مگر تھوڑی سی باقی ہے۔ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا اس وقت میں چند سالوں کا بچہ تھا۔ میں کلام سمجھ لیتا تھا۔ ٹیلوں پر چلتا تھا۔ میں کھانا خراب کرنے اور قطع رحمی کا حکم دیتا تھا۔ لوگوں کے مابین جنگ و جدل کی آگ بھڑکاتا تھا۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "رب تعالیٰ کی ابدیت کی قسم! زیرک بزرگ اور ملامت کا نشانہ بننے والے جوان کا عمل کتنا برا تھا؟" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اب ملامت نہ کریں۔ میں نے حضرت نوح علیہ السلام کے ہاتھوں توبہ کر لی تھی۔ میں ان افراد میں سے تھا جو ان پر ایمان لائے تھے۔ میں انہیں لگاتار اس بددعا پر عتاب کرتا رہا۔ جو انہوں نے اپنی قوم کے لیے مانگی تھی۔ حتیٰ کہ وہ ان پر رونے لگتے میں بھی رونے لگتا۔

انہوں نے کہا: ''یقیناً میں اس پر نادم ہونے والوں میں سے ہوں اور میں رب تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے ''میں نے عرض کی: ''نوح! میں سعید و شہید ہابیل کی خون ریزی میں شامل تھا۔ کیا آپ میرے لیے توبہ پاتے ہیں؟'' انہوں نے فرمایا: ''اے ہام! بھلائی کا قصد کرلو۔ حسرت اور ندامت سے قبل بھلائی کر گزرو۔ رب تعالیٰ نے جو کلام مجھ پر نازل کیا ہے۔ میں نے اس میں پڑھا ہے کہ خواہ کوئی شخص کتنا ہی گناہ گار ہو۔ جب وہ توبہ کرتا ہے رب تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ اٹھو، وضو کرو اور رب تعالیٰ کے لیے دو سجدے کرو۔'' میں نے اسی طرح کیا جس طرح انہوں نے مجھے حکم دیا تھا۔ انہوں نے مجھے صدا دی ''اپنا سر اٹھاؤ تمہاری توبہ کی قبولیت کا مژدہ آسمان سے آگیا ہے۔'' میں رب تعالیٰ کے لیے سجدہ میں گر پڑا۔

میں حضرت ھود علیہ السلام کے ہمراہ ان کی مسجد میں تھا۔ میں ان کی قوم کے ساتھ تھا جو ان پر ایمان لائی۔ میں انہیں اس بد دعا پر عتاب کرتا رہا جو انہوں نے اپنی قوم کے لیے کی تھی۔ حتیٰ کہ وہ رونے لگے۔ مجھے بھی رلاتے۔ انہوں نے کہا: ''یقیناً میں اس پر نادم ہوں اور میں رب تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔''

میں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی زیارت کی۔ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ معزز مقام پر تھا۔ میں حضرت الیاس علیہ السلام کو وادیوں میں پھینکتا تھا۔ اب بھی انہیں پھینکتا ہوں۔ جب حضرت خلیل علیہ السلام کو آتش نمرود میں پھینکا گیا تو میں ان کے ساتھ تھا۔ میں ان کے اور منجنیق کے مابین تھا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے انہیں اس سے نکال لیا۔ میں نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی۔ انہوں نے مجھے تورات سکھائی۔ انہوں نے مجھے کہا: ''اگر تم عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے ملاقات کرلو تو انہیں میرا اسلام دینا۔'' میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی تھا۔ انہوں نے مجھے فرمایا: ''اگر تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرلو تو میرا اسلام عرض کرنا'' یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ کو سلام پہنچا دیا ہے اور آپ پر ایمان لے آیا ہوں۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سلام! ھامہ! تم پر بھی سلام! تمہاری کیا حاجت ہے؟'' اس نے عرض کی: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے تورات سکھائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مجھے انجیل کی تعلیم دی۔ آپ مجھے قرآن پاک سکھا دیں۔'' آپ نے اسے سورہ المرسلات، اور سورۃ عم یتساءلون کی تعلیم دی۔ اذا الشمس کورت، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی تعلیم دی۔ سورۃ الاخلاص سکھائی۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۃ الواقعہ کی تعلیم دی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اسے دس سورتیں سکھائیں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اسے فرمایا: ''ھامہ! امانت کی ادائیگی کو لازم پکڑو۔'' اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ساتھ اسی طرح کریں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔ انہوں نے مجھے

تورات کی تعلیم دی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے قرآن پاک کی تعلیم دی آپ نے فرمایا: ''ھامہ! ہمیں اپنی ضرورت بیان کیا کرو اور ہماری زیارت کو ترک نہ کرنا۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوگیا۔ وہ ہمارے پاس نہ آیا ہم نہیں جانتے کہ کیا وہ زندہ ہے یا مرگیا ہے۔''

امام بیہقی نے اس روایت کو محمد بن ابی معشر سے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے ''اسے بڑے بڑے آئمہ نے روایت کیا ہے لیکن محدثین نے اس روایت کو ضعیف لکھا ہے۔'' انہوں نے لکھا ہے ''اسے ایک اور سند سے بھی روایت کیا گیا ہے جو اس سے زیادہ قوی ہے۔''

ہمارے شیخ نے الجامع الکبیر میں لکھا ہے ''امام بیہقی کی سند اسے قوی کرتی ہے اور عقیلی کی سند اسے کمزور کرتی ہے۔''

ابن جوزی نے اسے عقیلی کی سند سے الموضوعات میں لکھا ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ حضرات انس اور ابن عباس وغیرہما سے اس کے شواہد بھی مروی ہیں۔ جو اپنے مقام پر آئیں گے۔

اللآلی المصنوعہ میں اس پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

النکت البدیعات میں ہے: ''یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے۔'' اس سند میں اسحاق بن بشر کاھلی کذاب ہے۔ اس روایت میں محمد بن عبداللہ انصاری ہے۔ اس سے استدلال نہیں ہوسکتا۔

میں کہتا ہوں ''امام بیہقی نے اس روایت کو الدلائل میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے جس میں اسحاق بن بشر کاہلی نہیں۔ عقبہ نے لکھا ہے کہ اس سند میں ابو معشر ہے اسے بڑے بڑے آئمہ نے روایت کیا ہے مگر محدثین نے اسے ضعیف لکھا۔ اس روایت کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے جو اس سے قوی ہے۔ انہوں نے اس سے اسحاق کی سند کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کی ایک اور سند ہے۔ ابو نعیم نے الدلائل میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت انس سے ایک سند بھی مروی ہے جس میں ابو سلمہ نہیں۔ ابو نعیم نے اسے ان ساری اسناد سے روایت کیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں ہے۔

❁❁❁❁

ایک سو دونمبر باب

درندوں کا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا

ابوسعید بن منصور، البزار، ابویعلیٰ اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "ایک بھیڑیا بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ اپنی دم ہلانے لگا۔ آپ نے فرمایا: "یہ بھیڑیوں کا نمائندہ ہے یہ تمہارے پاس اس لیے آیا ہے تاکہ تم اپنے اموال میں سے کچھ اس کے لیے مختص کر دو۔" صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نہیں، بخدا! ہم اپنے اموال میں سے اس کے لیے کچھ بھی مختص نہیں کریں گے۔" ایک شخص اٹھا۔ اس نے بھیڑیے کو پتھر مارا۔ وہ غراتا ہوا چلا گیا۔

ابونعیم اور امام بیہقی نے امام زھری کی سند سے حمزہ بن ابی اسید سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کے جنازہ کے لیے تشریف لے گئے۔ رستہ میں ایک بھیڑیا بازو پھیلائے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: "یہ بھیڑیا سامنے آگیا ہے تم اس کے لیے ایک حصہ مختص کر دو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا مختص کریں۔" آپ نے فرمایا: "سال بھر کے لیے چرنے والے جانوروں میں سے ایک بکری۔" انہوں نے عرض کی: "یہ بہت زیادہ ہے۔" آپ نے بھیڑیے کی طرف اشارہ کیا کہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھالیا کرو۔"

ابن سعد، ابونعیم نے حضرت مطلب بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: "اسی اثناء میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں اپنے صحابہ کرام میں جلوہ افروز تھے کہ ایک بھیڑیا حاضر خدمت ہوا۔ وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ آپ کے سامنے آواز نکالنے لگا۔ آپ نے فرمایا: "یہ درندوں کا نمائندہ بن کر تمہارے پاس آیا ہے۔ اگر پسند کرو تو اس کے لیے کچھ مختص کر دو۔ یہ امر اسے دوسری چیزوں سے باز رکھے گا۔ اگر پسند کرو تو اسے چھوڑ دو۔ جو یہ لے لے گا وہی اس کا رزق ہوگا۔" انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے نفوس خوش دلی کے ساتھ اس کے لیے کچھ بھی مختص نہیں کرتے۔ آپ نے اپنی مبارک انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا کہ ان پر حملہ کر کے اچک لیا کرو۔ وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے نکل گیا۔

دارمی، ابن منیع نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے شمر بن عطیہ کی سند سے مزینہ یا جہینہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا "آپ نے نماز فجر ادا کی۔ آپ کے قریب ایک سو بھیڑیے آگئے۔ وہ بیٹھ گئے۔ وہ بھیڑیوں کے وفود تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ بھیڑیوں کے نمائندہ ہیں یہ تم سے کہہ رہے ہیں کہ تم ان کے لیے اپنا فالتو کھانا مختص کر دو اس کے علاوہ جانور محفوظ ہوں گے۔'' صحابہ کرام نے اپنی ضروریات بتائیں۔ آپ نے بھیڑیوں سے فرمایا: ''تم خود ہی جانوروں کے قریب ہو جایا کرو۔'' وہ باہر نکل گئے۔ وہ آواز نکال رہے تھے۔

محمد بن عمر، ابونعیم نے سلیمان بن یسار سے مرسل روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ نے سخت چٹان پر دیکھا۔ اچانک آپ کے سامنے ایک بھیڑیا کھڑا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ چرنے والے جانوروں میں سے ایک بکری مانگ رہا ہے۔'' صحابہ کرام نے انکار کر دیا۔ آپ نے اپنی مبارک انگلیوں سے اشارہ کیا۔ وہ چلا گیا۔

الصلٰوۃ والسلام علی خیر البریّۃ محمد النبی الامی و علی آلہ و صحبہٖ وسلم تسلیما کثیرا دائما الی یوم الدین۔ آمین والحمد للہ رب العالمین۔

خاکپائے ملتِ بیضاء

ذوالفقار علی ساقی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف